

تفسیر عثمانی

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رشتادی
تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رشتادی

احقاز عنوانات و تشکیل جدید
جناب محمد ولی رازی صاحب
ولید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا علی

دارالافتاء دارالافتاء

لاہور دہلی علی گڑھ ممبئی کراچی

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن بریلوی



جلد دوم

پارہ ۱۱ تا ۲۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن بریلوی

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی مدظلہ

افاضہ عنوانات و تشکیل مجددہ

جناب محمد ولی رازی صاحب دلا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا علی

دارالافتاء دارالعلوم

ڈیوید پورہ لاہور پاکستان 2213708

عنوانات، جدید ترتیب و کتابت کے جملہ حقوق ملکیت محفوظ ہیں
مقن قرآن کریم استعمال کرنے کے لئے تاج مہینی لمیٹڈ سے خصوصی معاہدہ کیا گیا

نام کتاب	تفسیر عثمانی مع اضافی تفسیری عنوانات
تایف	علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
عنوانات جدیدہ	جناب مولانا محمد ولی رازی ابن مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
اہتمام ازل	حافظ فضل الرحیم
اہتمام ثانی	خلیل اشرف عثمانی
تعداد اشاعت	۵۰۰
سن اشاعت	محرم ۱۴۲۸ ہجری فروری ۲۰۰۷ء
مطبع	اطہر پریس
ناشر	دارالاشاعت کراچی

﴿..... ملنے کے پتے﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی	ادارہ اسلامیات ۱۹۰-۲۱ رنگی لاہور
بیت القرآن اردو بازار کراچی	بیت العلوم 20 نا بھرو ڈلاہور
ادارہ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی	مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
بیت العلم مقابل اشرف اندلس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی	کتب خانہ رشیدیہ - مدینہ مارکیٹ راجہ بازار دارالپہنڈی

﴿انگلینڈ اور امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.	ISLAMIC BOOKS CENTRE
54-68 LITTLE ILFORD LANE	119-121, HALLI WELL ROAD
MANOR PARK, LONDON E12 5QA	BOLTON BL 3NE, U.K

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد دوم

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۹	اللہ کی طرف سے اتمامِ حجت ضرور ہوتا ہے	۳۵	منافقین کا عذر قبول نہیں	یعتذرین (۱۱)
۵۱	تہوک کے شرکاء کی فضیلت	۳۵	منافقین سے مسلمانوں کا معاملہ	
۵۱	غزوہ تبوک میں رہ جانے والے تین صحابی	۳۷	اعراب منافقین کا حال	
۵۱	حضرت کعب بن مالک کا واقعہ	۳۷	اعراب مومنین کا بیان	
۵۲	تینوں صحابیوں سے معاشرتی مطالبہ	۳۸	سابقین اولین کے فضائل	
۵۳	بچوں کی صحبت	۳۹	اہل مدینہ اور اعراب منافقین	
۵۵	حضرت ابوخیثمہ کا واقعہ	۳۹	منافقین کیلئے بڑا عذاب	
۵۷	حصولِ علم کی ضرورت و اہمیت	۴۱	تہوک میں رہ جانے والے مسلمان	
۵۷	دشمن کے مقابلے میں سختی	۴۱	صدقات کا بیان	
۵۷	تقویٰ غلبہ کا سبب ہے	۴۱	توبہ اور صدقات	
۵۷	مسلمانوں سے منافقین کا استہزاء	۴۲	بعض متکلفین تہوک کی معافی کا معاملہ	
۵۹	اللہ کی طرف سے منافقین کی آزمائش	۴۲	مسجد ضرار اور منافقین کی سازش	
۵۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات	۴۵	مسجد قبا کی فضیلت	
۵۹	اس آیت کی فضیلت	۴۵	ریہ کی تفسیر	
۶۱	سورہ یونس (۱۰)	۴۶	مومنین کی نفع بخش تجارت	
	کتاب حکیم	۴۷	مومنین کی صفات سانچوں کا مفہوم	
		۴۸	مشرک آباء کیلئے استغفار کی ممانعت	
		۴۹	حضرت ابراہیمؑ کا اپنے والد کیلئے استغفار	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۸۱	توحید کے علاوہ ہر نظریہ ظن و تخمین ہے		۶۱	اللہ کے نزدیک مومنین کا مرتبہ	
۸۱	قرآن اللہ کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا		۶۱	چھ دن میں زمین و آسمان کی پیدائش	
۸۳	کفار کو قرآن کریم کا چیلنج		۶۳	نور اور ضیاء کا فرق	
	قرآن کی تکذیب محض ناپہنی اور تعصب کی وجہ سے ہے		۶۳	شمس و قمر کے بعض فوائد	
۸۳			۶۳	دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں	
۸۳	آنحضرت ﷺ کو کفار سے بیزاری کا حکم		۶۵	اللہ کی نشانیوں سے غفلت	
۸۵	کفار ائمہ اور بے عقل ہیں		۶۵	اہل بہشت کی دعا	
۸۵	دنوی زندگی کی حقیقت		۶۵	اہل جنت کا سلام	
۸۵	آنحضرت ﷺ سے کیے گئے وعدوں کا ایفاء		۶۵	اہل جنت کا شکر	
۸۷	ہر امت کیلئے رسول بھیجا گیا		۶۵	بدکاروں کیلئے اللہ کی ذمیل	
۸۷	کفار کا مطالبہ عذاب احمقانہ ہے		۶۷	انسان کی بیباکی اور غفلت	
۸۷	مطالبہ عذاب کی وجہ		۶۷	دوسرے قرآن کا مطالبہ	
۸۹	حیات بعد الممات معنی ہے		۶۹	کفار کے مطالبہ کا جواب	
۸۹	آخرت میں کفار کا بچھڑاوا		۶۹	آنحضرت ﷺ کی صداقت کی دلیل	
۹۱	قرآن کریم کی بعض اہم صفات		۶۹	جنوں کی سفارش کا عقیدہ	
۹۱	اللہ کی نعمت پر خوش ہونا		۷۱	حق کی نشانی کا مطالبہ	
۹۱	حلت و حرمت صرف اللہ کا کام ہے		۷۱	اہل مکہ کا حیلہ و فریب	
۹۲	اللہ کو ہر ذرہ کا علم ہے		۷۳	بحری طوفان اور کفار	
۹۳	اولیاء اللہ کی خوف و حزن سے حفاظت		۷۳	نکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ	
۹۳	اولیاء کی تعریف		۷۵	دنیا کی زندگی کی مثال	
۹۵	دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں		۷۵	دارالسلام کی دعوت	
۹۷	عیسائیوں کے شرک کا رد		۷۵	دیدار اٹمی کی نعمت	
۹۷	واقعہ نوح سے عبرت		۷۵	آخرت میں کفار کے چہرے	
۹۹	حضرت نوح کا پیغمبرانہ یقین		۷۷	باطل معبودوں کی کفار سے بیزاری	
۹۹	دوسرے پیغمبروں کی تکذیب		۷۹	اللہ خالق و مالک اور مدبر الامور ہے	
۹۹	دلوں پر مہر لگنے کے اسباب		۸۱	مبدأ و معاد کا اثبات	
۱۰۱	حضرت موسیٰ کے واقعہ سے استدلال		۸۱	ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہے	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۲۵	کفار کی نیکیوں کی جزا دنیا میں		۱۰۱	جادو اور معجزہ کا فرق	
۱۲۷	شاہد کی تفسیر		۱۰۳	ساحرین کا جادو	
۱۲۷	نجات کا واحد راستہ قرآن ہے		۱۰۳	حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے	
۱۳۱	کفار اور مومنین کا فرق		۱۰۳	حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے والے	
۱۳۱	حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کا مناظرہ		۱۰۵	بنی اسرائیل کو نماز کا حکم	
۱۳۳	حضرت نوحؑ کی تقریر		۱۰۵	فرعون کے مال و حکومت کی حکمت	
۱۳۵	غذاب کا مطالبہ		۱۰۵	حضرت موسیٰؑ کی بددعا	
۱۳۵	حضرت نوحؑ کا جواب		۱۰۷	فرق کے وقت فرعون کا کلمہ ایمان	
۱۳۵	واقعہ نوحؑ پر کفار کے اعتراض		۱۰۷	فرعون کی لاش کو عبرت بنایا گیا	
۱۳۵	آنحضرت ﷺ کا جواب		۱۰۹	بنی اسرائیل میں اختلاف اور فرقہ بندی	
۱۳۵	حضرت نوحؑ کی دعا اور اس کا جواب		۱۱۰	قرآن کی حقانیت	
۱۳۷	کشتی بنانے کا حکم		۱۱۱	حضرت یونسؑ کی قوم کا ایمان لانا	
۱۳۷	حضرت نوحؑ کی کشتی		۱۱۳	اللہ کی توفیق کے بغیر ایمان نہیں ملتا	
۱۳۷	قوم کا استہزاء		۱۱۵	آنحضرت ﷺ کی زبان سے توحید کی تعلیم و تاکید	
۱۳۷	تور سے پانی کا ابلنا		۱۱۷	آنحضرت ﷺ کو تسلی	
۱۳۷	کشتی کے سوار				
۱۳۹	سوار ہونے کی دعا		۱۱۷	سورۃ ہود (۱۱)	
۱۳۹	حضرت نوحؑ کا اپنے بیٹے کو سمجھانا		۱۱۷	قرآن کی عظمت و شرف	
۱۴۰	طوفان اور اس کا خاتمہ		۱۱۸	رجوع الی اللہ کے فوائد	
	اپنے بیٹے کے بارے میں حضرت نوحؑ کی دعا		۱۱۹	صحابہ کرام کا ایمان کامل اور حیا	
۱۴۱	کے اسباب		۱۴۱	اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کو رزق پہنچاتا ہے	دوا من دآبہ (۱۲)
۱۴۱	حضرت نوحؑ کی توبہ		۱۴۱	مستقر اور مستودع کے معنی	
۱۴۳	سلامتی اور برکت کا وعدہ		۱۴۱	زمین و آسمان سے پہلے پانی کی تخلیق	
۱۴۳	قوم عاد کو حضرت ہودؑ کی تبلیغ		۱۴۱	تخلیق کی غرض و غایت	
۱۴۵	قوم عاد کا ایمان لانے سے انکار		۱۴۳	آدمی کی ناشکری اور شہنی	
۱۴۵	حضرت ہودؑ پر آسیب کا الزام		۱۴۳	آنحضرت ﷺ کی بے مثال عزیمت	
۱۴۷	حضرت ہودؑ کا جواب		۱۴۵	قرآن جیسی دس سو دہائی بتلاؤ۔ کفار کو چیلنج	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۶۵	قوم کو عذاب کی خبر	۱۴۷	قوم ہود پر عذاب	
۱۶۵	قوم شعیب پر اللہ کا عذاب	۱۴۷	ماد اور قوم ہود پر لعنت	
۱۶۵	حضرت موسیٰ کی نشانیاں اور معجزات	۱۴۹	حضرت صالح کا اپنی قوم سے خطاب	
۱۶۵	فرعون کی حالت	۱۴۹	قوم کا اعتراض اور شبہ	
۱۶۷	بچھلی قوموں کی بلاکت کے اسباب	۱۴۹	حضرت صالح کا جواب	
۱۶۷	ان واقعات سے عبرت پکڑو	۱۵۱	ابوئی کا نشان	
۱۶۹	ایک اشکال اور اس کا جواب	۱۵۱	قوم کی نافرمانی	
۱۷۱	خیر و شر کے اختلاف کی حکمت	۱۵۱	قوم صالح پر عذاب	
۱۷۱	ادامہ پر استقامت کا حکم	۱۵۳	حضرت ابراہیم کے مہمان فرشتے	
۱۷۳	نمازوں کے اوقات	۱۵۳	فرشتوں کا کھانے سے انکار	
۱۷۳	نماز کے فوائد	۱۵۳	حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم کو بشارت	
۱۷۳	صبر اور صلوة کا تعلق	۱۵۳	حضرت سارہ کا تعجب اور اس کا جواب	
۱۷۳	مصلحین کی ضرورت اور اہمیت	۱۵۵	فرشتوں سے حضرت ابراہیم کا مکالمہ	
۱۷۵	تخلیق عالم کی غرض و غایت	۱۵۵	فرشتوں کا حضرت لوط کے پاس آنا	
۱۷۵	تقصیر قرآن کی حکمت اور فوائد	۱۵۷	قوم لوط کی بے حیائی	
۱۷۵	آنحضرت ﷺ کو توکل کا حکم	۱۵۷	قوم کو حضرت لوط کی فہمائش	
۱۷۷	سورہ یوسف (۱۲)	۱۵۷	حضرت لوط کی گھبراہٹ	
۱۷۷	عربی میں قرآن کے نزول کی حکمت	۱۵۷	حضرت لوط کو فرشتوں کی قتل	
۱۷۷	حسن القصص کی وجہ نزول	۱۵۷	عذاب الہی کی خبر	
۱۷۸	حضرت یوسف کا خواب	۱۵۹	قوم لوط پر ذلت و بلاکت کا عذاب	
۱۷۸	برادران یوسف	۱۵۹	نشان زدہ پتھر	
۱۷۹	حضرت یوسف کی نبوت کی پیش گوئی	۱۵۹	حضرت شعیب کی اپنی قوم کو تبلیغ	
۱۷۹	حضرت یوسف کو تعبیر خواب کا علم	۱۶۱	حلال مال میں برکت	
۱۸۱	قصہ یوسف میں نشانیاں ہیں	۱۶۱	حضرت شعیب سے قوم کا استہزاء	
۱۸۱	برادران یوسف کا حسد	۱۶۳	حضرت شعیب کا جواب	
۱۸۱	حضرت یوسف کے قتل کا منصوبہ	۱۶۳	قوم شعیب کی بہت دھرمی	
		۱۶۳	حضرت شعیب کا جواب	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۱۹۹	حضرت یوسف کو عتاب آمیز تنبیہ		۱۸۱	یسودا کی تجویز	
۱۹۹	بادشاہ کا خواب		۱۸۳	حضرت یوسف کو ساتھ لیجانے کی درخواست	
۱۹۹	مجرمین کا جھوٹا عذر		۱۸۳	حضرت یعقوب کے سامنے بھائیوں کا گریہ	
۱۹۹	بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف کا تذکرہ		۱۸۳	بھائیوں کی جھوٹی کہانی	
۱۹۹	قید خانے میں ساتی کی حضرت یوسف سے ملاقات		۱۸۳	حضرت یوسف کا خون آلود کرتہ	
۲۰۰	بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور بشارت		۱۸۵	کتوئیں میں حضرت یوسف کے تین دن	
۲۰۲	ربائی کا حکم اور حضرت یوسف کا صبر و تحمل		۱۸۵	بھائیوں کا حضرت یوسف کو فروخت کرنا	
۲۰۳	عورتوں کے واقعہ کی تحقیق پر اصرار		۱۸۶	حضرت یوسف عزیز مصر کے یہاں	
۲۰۳	زلیخا کا اقرار جرم		۱۸۶	حضرت یوسف کو عطاءے حکمین	
۲۰۵	حضرت یوسف کا اعلان برأت	دعا الہی (۱۳)	۱۸۷	حضرت یوسف کا علم و حکمت	
۲۰۵	عزیز مصر سے حضرت یوسف کی گفتگو		۱۸۷	حضرت یوسف کا کڑا امتحان	
۲۰۵	حضرت یوسف مالیات کے سربراہ		۱۸۷	آپ کی ثابت قدمی اور پاکبازی	
۲۰۵	حضرت یوسف کی حکومت		۱۸۹	زلیخا اور حضرت یوسف کی رغبت "ہم" کا فرق	
۲۰۵	آخرت کا اجر بہتر ہے		۱۸۹	اللہ کی برہان	
	حضرت یوسف کی بھائیوں سے ملاقات اور		۱۸۹	حضرت یوسف کا بھانپنا	
۲۰۷	مدارات		۱۸۹	زلیخا کا الزام	
۲۰۷	بنیامین کو لانے کا حکم		۱۸۹	حضرت یوسف کی صفائی	
۲۰۷	حضرت یوسف کا بھائیوں پر احسان		۱۹۱	ایک شخص کی دانائی اور گواہی	
۲۰۹	حضرت یعقوب سے بیٹوں کی درخواست		۱۹۱	شہر کی عورتوں میں چرچا	
۲۱۱	حضرت یعقوب کا بیٹوں سے عہد		۱۹۱	حضرت یوسف کا بے مثال حسن	
۲۱۱	بیٹوں کو نصیحت		۱۹۳	حضرت یوسف کی پاکدامنی کی گواہی	
۲۱۱	تقدیر اور تدبیر کو جمع کرنا		۱۹۳	حضرت یوسف کی دعا	
۲۱۳	بنیامین سے حضرت یوسف کا خصوصی معاملہ		۱۹۳	اللہ سے ہمیشہ اچھی چیز مانگی جائے	
۲۱۳	بھائیوں پر چوری کا الزام		۱۹۳	حضرت یوسف کی قید	
۲۱۳	شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا		۱۹۵	دو قیدیوں کے خواب	
۲۱۵	بھائیوں کی تلاشی		۱۹۵	قیدیوں کو حضرت یوسف کی تبلیغ	
۲۱۵	بنیامین کو روکنے کی تدبیر		۱۹۷	قیدیوں کے خواب کی تعبیر	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۳۳	سورہ الرعد (۱۳)		۲۱۵	حضرت یوسفؑ کی توریہ کی حقیقت	
۲۳۳	قرآن ایک واضح حقیقت ہے		۲۱۵	بھائیوں کا حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام	
۲۳۳	بے ستون آسمان		۲۱۷	بھائیوں کی درخواست اور اس کا جواب	
۲۳۳	تسخیر شمس و قمر		۲۱۷	بھائیوں کا آپس میں مشورہ	
۲۳۳	لقائے رب کا یقین		۲۱۹	حضرت یعقوبؑ کا صبر و استقامت	
۲۳۵	پھلوں کے جوڑے		۲۱۹	حضرت یعقوبؑ کی آزمائش	
۲۳۵	زمین کی نعمتوں میں اللہ کی نشانیاں		۲۲۱	بیٹوں کو حضرت یوسفؑ کی تلاش کا حکم اور نصیحت	
۲۳۷	بعث بعد الموت کا انکار اور اس کی سزا		۲۲۱	حضرت یوسفؑ سے بھائیوں کا سوال	
۲۳۷	حق تعالیٰ کا حکم و تدبیر		۲۲۱	حضرت یوسفؑ کا صبر و مردت	
۲۳۷	کفار کا مطالبہ اور اس کا جواب		۲۲۱	حضرت یوسفؑ کو پہچاننا	
۲۳۷	حاصل کے مراحل اور اللہ کا علم		۲۲۳	بھائیوں کی ندامت	
۲۳۸	اللہ کا علم محیط		۲۲۳	حضرت یوسفؑ کا غنودہ درگزر	
۲۳۹	اللہ کے پہرے دار		۲۲۳	حضرت یوسفؑ کی کرامت	
۲۳۹	قوموں کے عروج و زوال کا قانون		۲۲۳	حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی خوشبو	
۲۳۹	بجلی و بارش میں نشانیاں		۲۲۵	پینائی کی بحالی	
۲۴۰	تنبیح رعد کی توجیہ		۲۲۵	بیٹوں کی ندامت اور معافی	
۲۴۱	بجلی کی کڑک میں نشانیاں		۲۲۵	حضرت یوسفؑ کا استقبال	
۲۴۱	معبودان باطل سے دعا کی مثال		۲۲۵	باپ بیٹوں کا سجدہ تعظیمی	
۲۴۳	قلو قات کا اللہ کو سجدہ کرنا		۲۲۷	حضرت یوسفؑ کا تذکیر نعمت	
۲۴۵	حق اور باطل کی مثال		۲۲۷	حضرت یوسفؑ کی دعا	
۲۴۵	آخرت کی پریشانی		۲۲۷	ان واقعات کا علم آنحضرت ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے	
۲۴۷	اہل عقل کی صفات		۲۲۹	اللہ کی نشانوں سے کفار کی غفلت	
۲۴۷	جنت میں اقرباء کی معیت		۲۲۹	توحید خالص کا راستہ میرا راستہ ہے	
۲۴۹	مومنین کا ملین کو فرشتوں کا سلام		۲۳۱	تمام انبیاء مرد تھے	
۲۴۹	اشقیاء کی علامات		۲۳۱	کفار کو تنبیہ	
۲۴۹	دنیا کی خوشحالی سعادت کا معیار نہیں ہے		۲۳۱	انبیاء کی ناامیدی کا مفہوم	
			۲۳۱	قرآن کریم کے اوصاف	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۲۶۳	بنی اسرائیل کی آزمائش		۲۴۹	دنوی زندگی کی حقیقت	
۲۶۳	شکر سے نفع بڑھتی ہے		۲۴۹	فرمانی نشانیوں کا مطالبہ	
۲۶۳	ناشکری سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا		۲۵۱	اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے	
۲۶۵	پچھلی قوموں کا علم صرف اللہ کو ہے		۲۵۱	آنحضرت ﷺ کی بعثت نیا واقعہ نہیں ہے	
۲۶۵	کفار کی انبیاء کے ساتھ بد سلوکی		۲۵۱	رحمان سے انکار	
۲۶۵	توحید میں شبہ غیر عقلی ہے		۲۵۱	کفار فرماٹی کتاب پر بھی ایمان نہ لاتے	
۲۶۵	اہل عالم کو اللہ کی دعوت		۲۵۳	کفار کیلئے قارعہ	
۲۶۷	رسالت پر کفار کے اعتراضات		۲۵۳	اللہ ہر شخص کے عمل کی نگرانی کرتا ہے	
۲۶۷	انبیاء تمام بشر تھے مگر کامل بشر		۲۵۳	اللہ کے حصہ دار کہیں موجود نہیں	
۲۶۷	اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھایا جاسکتا		۲۵۳	شرکاء کا عقیدہ صرف قول ہی قول ہے	
۲۶۷	انبیاء کا توکل اور استقامت		۲۵۵	نزول قرآن سے اہل کتاب اور مسلمانوں کی خوشی	
۲۶۷	رسولوں کو کفار کی دھمکیاں		۲۵۵	آنحضرت ﷺ کی دعوت توحید خالص کی طرف	
۲۶۹	انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ		۲۵۷	قرآن کا نزول عربی زبان میں	
۲۶۹	اللہ تعالیٰ سے انبیاء کی استعانت		۲۵۷	علم عظیم کی پیروی کرو	
۲۶۹	دوزخیوں کا پانی		۲۵۷	تمام انبیاء بشر تھے	
۲۶۹	دوزخ کے سخت احوال		۲۵۷	اللہ تضاوت نہ رکھتا ہے	
۲۶۹	کفار کے اعمال کی مثال		۲۵۷	تقدیر معلق اور تقدیر مبرم	
۲۷۱	دوسری زندگی کے دلائل		۲۵۹	اللہ کا حکم ضرور پورا ہوتا ہے	
	آخرت میں کفار کی اپنے بڑوں سے مدد کا		۲۵۹	اللہ کی تدبیر غالب ہے	
۲۷۱	سوال انکا جواب		۲۵۹	آنحضرت ﷺ کی صداقت پر اللہ کی گواہی	
۲۷۳	دوزخ میں شیطان کی تقریر		۲۵۹	اہل علم کی گواہی	
۲۷۳	اہل جنت کا حال		۲۶۱	سورہ ابراہیم (۱۴)	
۲۷۳	کلمہ طیبہ کی مثال		۲۶۱	قرآن کی عظمت شان	
۲۷۵	کلمہ کفر کی مثال		۲۶۱	کفار کی دنیا کی محبت اور گمراہی	
۲۷۵	مومنین کی قوت کلمہ توحید میں ہے		۲۶۱	تمام انبیاء اپنی قوم کی زبان بولتے تھے	
۲۷۵	کفار کی ناشکری ان کی تباہی ہے		۲۶۳	حضرت موسیٰ کی آیات	
۲۷۷	مومنین کی نصیحت و تنبیہ				

صفحہ نمبر	پارا نمبر	موضوعات	صفحہ نمبر	پارا نمبر	موضوعات
۲۹۰		آسمان میں برج	۲۷۷		یوم حساب میں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا
۲۹۰		ہل نظر کیلئے دلائل و حید	۲۷۷		اللہ تعالیٰ کے انعامات
۲۹۱		شیاطین اور شہاب ثاقب	۲۷۷		تسخیر بحر و انہار
۲۹۲		اللہ کے خزانے	۲۷۷		تسخیر شمس و قمر
۲۹۲		پانی کا حیرت انگیز نظام	۲۷۷		اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں
۲۹۳		وارث حقیقی	۲۷۹		حضرت رانہ فیضی دس اجاوا درود
۲۹۳		اللہ کا علم و قدرت	۲۷۹		دعا کا ایسا نسخہ ہے
۲۹۳		قصہ آدم و ابلیس	۲۷۹		چینیل اور دی میں حضرت اسماعیل و یحییٰ
۲۹۳		آدمی کس قسم کی مٹی سے بنایا گیا	۲۷۹		حضرت ابراہیمؑ کی دعا و اس کی قبولیت
۲۹۳		لوہی آگ سے جنات کی تخلیق	۲۸۱		حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والدین کے لئے دعا کی تھی
۲۹۵		آدم میں اللہ کی روح پھونکنے کا مطالب	۲۸۱		انہ کے اعمال سے اللہ غافل نہیں ہے
۲۹۵		ابلیس کا استکبار	۲۸۱		محشر میں ظالموں کی حالت
۲۹۷		ابلیس کو مہلت حیات	۲۸۳		کہا کہ مہلت مانگنا
۲۹۷		ابلیس کا اعلان قحط	۲۸۳		کفار و کافریہ
۲۹۷		مخلصین پر ابلیس کا حق و نہیں ہوگا	۲۸۳		کہا کہ دعاؤں
۲۹۷		جہنم کے سات دروازے	۲۸۵		قیامت میں زمین و آسمان کی تبدیلی
۲۹۷		مستحقین اور جنت کی نعمتیں	۲۸۵		دوزخیوں کے کرتے
۲۹۹		اللہ کی صفات رحمت و غضب	۲۸۵		سر بنی الحسد کے معنی
۲۹۹		حضرت ابراہیمؑ کے مہمان فرشتے			
۲۹۹		حضرت ابراہیمؑ کا تعجب	۲۸۵		سورۃ الحجر (۱۵)
۳۰		اللہ سے ناامیدی گمراہی ہے	۲۸۶		کہا کہ لو کہ اس میں نہ ہونے کی حسرت
۳۰۱		فرشتوں سے حضرت ابراہیمؑ کا سوال	۲۸۷		ہر قوم کی بلا کہتے وقت معین ہے
۳۰		حضرت لوطؑ اور فرشتے	۲۸۷		آنحضرتؐ غیہ سے استہزاء
۳۰۲		قوم لوطؑ پر مذہاب کی خبر	۲۸۸		فرشتوں کا نزول خدا کے مطابق ہوتا ہے
۳۰۳		قوم لوطؑ کی گستاخی	۲۸۹		حقانیت قرآن کا وعدہ الہی
۳۰۳		حضرت لوطؑ کی نصیحت	۲۸۹		آنحضرتؐ کی دعا
۳۰۳		آنحضرتؐ کی جان کی قسم	۲۹۰		کہا کہ اللہ اور بہت دھرمی

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	صفحہ نمبر
۳۱۹	تکبیر کا برا انجام	۳۰۵	ان فرات کیلئے نشانیاں
۳۱۹	قرآن کریم پر کفار کا تمسخر	۳۰۵	قوم دوط کے کھنڈر
۳۲۱	پچھلی قوموں کے کفر کا انجام	۳۰۵	اصحاب ایکہ
۳۲۱	آخرت میں کفار سے خطاب	۳۰۵	قوم شعیب کی بستیوں
۳۲۱	مقتدین سے سوس وصال کا جواب	۳۰۵	صحاب حجر
۳۲۳	اہل جنت کی درخواستوں پر پوری ہوگی	۳۰۶	تحقیق میں اللہ کی حکمت
۳۲۳	کفار کو تنبیہ	۳۰۷	سچ مٹائی کی نصیحت و عظمت
۳۲۵	مشرکین کے اہل کارہ	۳۰۷	کفار کی دوست پر نظر نہ کرو
۳۲۵	انبیاء کی بعثت کا مقصد	۳۰۷	مقتسمین کوں ہیں
۳۲۵	ہر قوم کیلئے ہدایت بھیجی گئی	۳۰۹	کفار کے استہزاء کا انجام
۳۲۷	کفار کی قسمیں	۳۰۹	یقیناً بعضی موت
۳۲۷	دو بارہ زندگی کی حکمت		
۳۲۸	ہجرت کے دنیاوی و اخروی منافع	۳۱۰	سورۃ النحل (۱۶)
۳۲۹	اہل ذکر سے استفادہ کا حکم	۳۱۰	اللہ کا حکم آپ کا ہے
۳۲۹	قرآن کریم کی جامعیت	۳۱۱	انبیاء کی بعثت
۳۳۱	یہ کفار اللہ کے عذاب سے نذر ہو گئے	۳۱۱	زمین و آسمان میں توحید کے دلائل
۳۳۱	عذاب میں تاخیر کی حکمت	۳۱۱	تخلیق انسان میں اللہ کی نشانیاں
۳۳۱	اشیاء کا سجدہ	۳۱۳	جو دیوئیں کی تخلیق میں دماں
۳۳۱	جنداروں اور فرشتوں کا سجدہ	۳۱۳	باطنی سیاحت
۳۳۳	بر نعمت اللہ کی طرف سے ہے	۳۱۵	پہلوں اور میوؤں کی تخلیق
۳۳۳	اللہ کے سئے بینیوں کی نسبت	۳۱۵	سمندر کی تسخیر اور اس کے منافع
۳۳۵	لڑکیوں کو زندہ گاڑنا	۳۱۶	پہاڑوں کی تخلیق کے فوائد
۳۳۵	کفار کی مثال بری ہے	۳۱۷	ستروں کے فوائد
۳۳۷	اللہ کی ذہیل وقت معین تک ہے	۳۱۷	پھر باطل معبودوں کی پرستش کس نے
۳۳۷	کفار کے جھوٹے دعوے	۳۱۷	لہ کی نعمتیں بے شمار ہیں
۳۳۷	آنحضرت ﷺ کو تسلی	۳۱۷	ان کے معبود خود مخلوق ہیں
۳۳۹	چوپایوں میں مہرت کے نشان	۳۱۹	اللہ تو یک ہی ہے
۳۳۹	مشروبات کا بیان		

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۵۷	ہند کا عہد چرا کرو	۳۳۹	بچوں کے منافع	
۳۵۷	عمل صالح اور حبس طیبہ	۳۳۹	شہد کی مکھی میں ہند کی نشانیاں	
۳۵۷	قرآن کی تلاوت کا ایک خاص ادب	۳۳۹	شہد کی مکھی کے راستے	
۳۵۷	مناہٹیں پر شیطان کا زور نہیں چلتا	۳۴۰	شہد میں شفا ہے	
۳۵۸	شیخ کی حقیقت	۳۴۱	بروں سے بھلوں کی تخلیق	
۳۵۹	قرآن روح القدس کا ایسا ہوا ہے	۳۴۱	نسلی وجود میں نشانیاں	
۳۵۹	حضرت عیسیٰ پر ایک احمق نامتراضی	۳۴۱	رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت	
۳۶۱	قرآن کی نصیحت و موعظت	۳۴۲	ہند کی مکھی کوئی مثال نہیں	
۳۶۱	کاہن	۳۴۲	دو مثالیں	
۳۶۱	مریدوں کے	۳۴۵	ہند تمام بھیدوں کو جاننا ہے	
۳۶۲	حضرت عیسیٰ کا کلمہ غرور تو ہے	۳۴۵	قیامت دور نہیں	
۳۶۵	ایک بستی کی مثال	۳۴۷	اپنے وجود میں غور کرو	
۳۶۵	ہند کی ہمتوں کا شکر داکرو	۳۴۷	پرندوں میں نشانیاں	
۳۶۷	حرام چیزوں کا بیان	۳۴۷	اللہ نے تمہارے مسکن بنائے	
۳۶۷	پانی سے جل اور حر، مرید ٹھہرو	۳۴۷	مختلف نعمات	
۳۶۷	شیخ کی تحریک میں حکمت ہے	۳۴۹	جسمانی اور روحانی تربیت کا سامان	
۳۶۷	نفرمانی بے عقلی ہے	۳۴۹	کفران شکر کی کاغذی	
۳۶۹	حسرت برا ہیتم کا طریقہ	۳۴۹	کنہ اور اس کے مجھوتے معبود	
۳۶۹	حسرت برا ہیتم کر تھے	۳۵۱	باطل معبودوں کا جواب	
۳۶۹	حسرت برا ہیتم پر دین و آخرت کے انعامات	۳۵۱	آخرت میں حضرت عیسیٰ کی شہادت	
۳۷۱	یہ سب سے حکم	۳۵۱	قرآن کریم رحمت و بشارت ہے	
۳۷۱	دعوت کے بنیادی اصول	۳۵۲	قرآن کریم کی جامع ترین آیت	
۳۷۱	انتقہ ہمارے صبر	۳۵۲	عدل و احسان	
۳۷۱	ایک متقیان کے ساتھ ہے	۳۵۳	خوش و منکر	
۳۷۳	سورہ بنی اسرائیل (۱۷)	۳۵۳	یغائے عہد اور قسموں کا پورا کرنا	
۳۷۳	واقعہ سری	۳۵۵	عہد کرنے کی مثال	
۳۷۳	واقعہ معراج کی کیفیت	۳۵۵	قوموں کی قوت اور ضعف میں آزمائش ہے	
۳۷۳		۳۵۵	بد عہدی سے بچ	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۳۸۷	رواد و فرائض کی ممانعت		۳۷۳	معراج کا واقعہ خواب نہیں تھا	
۳۸۷	مسند احمد کی روایت		۳۷۴	معراج: جسمانی طور پر ہوئی	
۳۸۷	قتل ناحق کی ممانعت		۳۷۴	شریک کی روایت	
۳۸۹	قتل کا مدلہ		۳۷۴	واقعہ معراج کے عقلی دلائل	
۳۸۹	مال یتیم کے احکام		۳۷۵	مسجد اقصیٰ اور برکات	
۳۸۹	ایمانی عہد کی تائید		۳۷۵	حضرت موسیٰ اور تورات	
۳۸۹	ماب تون میں کی		۳۷۷	توریت کی پیشین گوئی	
۳۸۹	سبہ تحقیق زبان سے کوئی بات نہ نکالو		۳۷۷	بنی اسرائیل کی قوت کا خاتمہ	
۳۸۹	اکثر کر مت چو		۳۷۷	بنی اسرائیل پر دوحیلے	
۳۹۱	امدادیہ بیٹیوں کی نسبت		۳۷۸	قرآن ہی سب سے سیدھا راستہ ہے	
۳۹۱	توحید کے عقلی دلائل		۳۷۹	انسان کی ناقصیت اندیشی	
۳۹۳	برہنہ پاک بیان کرتی ہے		۳۷۹	دن اور رات میں دو نشانیاں	
۳۹۳	کفار و رنجی کے درمیان پردہ		۳۸۱	انسان کا نامہ اعمال	
۳۹۳	کفار کے حجاب		۳۸۱	نامہ اعمال کی سچائی	
۳۹۳	آنحضرت ﷺ پر مسکور ہونے کا الزام		۳۸۱	ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے	
۳۹۵	دوسری زندگی پر تعجب		۳۸۱	بعثت رسول کے بغیر عذاب نہیں دیا جاتا	
۳۹۵	آنحضرت کا جو ب		۳۸۱	مخذب قوموں کی ہلاکت	
۳۹۵	دوسری زندگی پر عقلی دلیل		۳۸۳	سچے مومنین کا انجام	
۳۹۵	کفار کا استہزاء		۳۸۳	جنت کے درجات	
۳۹۵	قیمت درویش		۳۸۳	شرک رسوائی اور بے کسی کا سبب ہے	
۳۹۵	مسلمانوں کو ایک نصیحت		۳۸۵	وادیٰ بن سے حسن سلوک	
۳۹۷	بعض انبیاء کی بعض پر فضیلت		۳۸۵	وادیٰ بن کیسے دعا	
۳۹۷	معبودان باطل کی حقیقت		۳۸۵	قرابت داروں اور دوسرے لوگوں کے حقوق	
۳۹۸	قیمت سے پہلے تمام ہستیوں کی ہلاکت		۳۸۵	فضول خرچ کی ممانعت	
۳۹۸	فرمانی نشانات نہ بھیجنے کی وجہ		۳۸۶	صدقہ و خیرات کے آداب	
۳۹۹	حضرت صالح سے افغانی کی فرمائش اور اس کا انجام		۳۸۷	خرچ میں میانہ روی	
۳۹۹	آنحضرت ﷺ کی کوسی		۳۸۷	رزق میں کمی بیشی نہ ہو۔ ہاتھ میں ہے	
۳۹۹	دوزخ کا درجہ		۳۸۷	غنا اور فقر میں اللہ کی حکمت ہے	

بار نمبر	مہمانات	صفحہ نمبر	بار نمبر	مہمانات	صفحہ نمبر
۴۱۹	حیات بعد الموت کے دلائل	۴۰۱	۴۰۱	قصہ آدم و ہیمس سے کدو کی مناسبت	۴۰۱
۴۲۰	انسان کی جھگڑی اور بھٹ	۴۰۱	۴۰۱	شیطان کے سوار اور پیادے	۴۰۱
۴۲۱	حضرت موسیٰؑ سے وعظ	۴۰۳	۴۰۳	کھلیں پر شیطاں کا قابو نہیں چلتا	۴۰۳
۴۲۲	حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا مکالمہ	۴۰۳	۴۰۳	انسان کی ناشکری	۴۰۳
۴۲۳	فرعون کا انجام	۴۰۳	۴۰۳	بنی آدم کی فضیلت	۴۰۳
۴۲۴	نزد قرآن کا حق ہونا	۴۰۵	۴۰۵	حشر میں اعمال ناموں کی تقسیم	۴۰۵
۴۲۴	الفاظ پر قرآن کی ہمت	۴۰۵	۴۰۵	دنیا اور آخرت کے اندھے	۴۰۵
۴۲۴	اہل علم پر قرآن کا اثر	۴۰۵	۴۰۵	کفار مکہ کی احمقانہ تجویز	۴۰۵
۴۲۴	اسم اللہ اور اسم رحمن	۴۰۶	۴۰۶	آنحضرت ﷺ کی بے مثال ثابت قدمی	۴۰۶
۴۲۵	نمازوں کی قرأت میں اعتدال	۴۰۷	۴۰۷	کلمہ سبحان سے آنحضرت ﷺ کے شرف کا بیان	۴۰۷
۴۲۵	توحید خالص کا بیان	۴۰۷	۴۰۷	نمازوں کا بیان	۴۰۷
۴۲۷	سورہ کہف (۱۸)	۴۰۷	۴۰۷	ملائکہ پیل و نہار	۴۰۷
۴۲۷	قرآن ہر کجی سے پاک ہے	۴۰۸	۴۰۸	آنحضرت ﷺ کیلئے مقام محمود	۴۰۸
۴۲۷	قرآن کفار کو ڈر سنانے کیلئے ہے	۴۰۹	۴۰۹	آنحضرت ﷺ کو ایک دعا کی تعلیم	۴۰۹
۴۲۷	کفار کا کذب	۴۰۹	۴۰۹	عسب حق کی پیشین گوئی	۴۰۹
۴۲۷	آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ کی تسلی	۴۰۹	۴۰۹	قرآن کریم شفا و رحمت ہے	۴۰۹
۴۲۷	حسن عملاً کوں لوگ ہیں	۴۰۹	۴۰۹	انسان کی عجیب فطرت	۴۰۹
۴۲۸	قیامت میں زمین چٹیں ہو جائے گی	۴۱۰	۴۱۰	روح کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے سوال	۴۱۰
۴۲۸	اصحاب کہف کا واقعہ اللہ کی قدرت کا معجزہ	۴۱۰	۴۱۰	عالم مراد عالم خلق کی حسی تحقیق	۴۱۰
۴۲۸	نمونہ ہے	۴۱۲	۴۱۲	کن قیلوں کی علمی توجیہ	۴۱۲
۴۲۹	اصحاب کہف کی جرأت و استقلال	۴۱۲	۴۱۲	روح کی حقیقت	۴۱۲
۴۲۹	اصحاب کہف کون تھے	۴۱۵	۴۱۵	اجاز قرآن	۴۱۵
۴۲۹	اصحاب کہف کا راقم	۴۱۵	۴۱۵	قرآن میں مضامین کی تکرار	۴۱۵
۴۳۱	اصحاب کہف کی نیند کی مدت	۴۱۷	۴۱۷	کفار کی فرمائشیں	۴۱۷
۴۳۲	اصحاب کہف کا توکل اور اس کا انعام	۴۱۷	۴۱۷	میں ایک بشر اور رسول ہوں	۴۱۷
۴۳۳	غار کی کیفیت	۴۱۹	۴۱۹	رسولوں کے بشر ہونے کی وجہ	۴۱۷
۴۳۳	اصحاب کہف کی نیند اور ان کی ظاہری حالت	۴۱۹	۴۱۹	آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اللہ کی فعلی شہادت	۴۱۹
			۴۱۹	آخرت میں کفار کا حشر	۴۱۹

صفحہ نمبر	منونات	پارا نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارا نمبر
۴۵	اہل بیت نامے		۴۳۵	اصحاب کہف کا چار گنا اور کشتگو	
۴۵۱	حشر میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا		۴۳۷	اہل شہر کو اصحاب کہف کا ہم ہونا	
۴۵۱	ایشیاس جن تھا		۴۳۷	اس واقعہ سے آخرت پر استدلال	
۴۵۳	شیاطین کی مذمت		۴۳۷	خارجی جہد یا دگاری تعمیر	
۴۵۳	مشرکین اور شرکاء کی حالت		۴۳۷	اصحاب کہف کی تعداد	
۴۵۳	انسان جھگڑاؤ ہے			اصحاب کی تعداد کے بارے میں ابن عباس کی روایت	
۴۵۳	قبول ہدایت سے اب کیا چیز مانع ہے		۴۳۷		
۴۵۵	کفار کے دلوں پر پردے		۴۳۹	اس واقعہ کا نزول اور کلمہ اللہ کی اہمیت	
۴۵۷	بستیوں کی ہدایت		۴۳۹	نہید کی مدت	
۴۵۷	حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ کی اصل وجہ		۴۳۹	اللہ کا علم و قدرت	
۴۵۷	جمع البحرین کی تحقیق		۴۳۹	آنحضرت ﷺ کو طلوع و صبح کی حکمت	
۴۵۷	حضرت یوشعؑ سے حضرت موسیٰؑ کا خطاب		۴۴۱	بعض صحابہ کی مدح اور فضیلت	
۴۵۷	مچھلی کا گم ہونا		۴۴۱	سرداران کفار کی مذمت	
۴۵۹	حضرت خضرؑ سے ملاقات		۴۴۱	حق خدا مر ہو چکا	
۴۵۹	حضرت موسیٰؑ کی درخواست		۴۴۱	دور رخ کا پانی	
۴۵۹	حضرت خضرؑ کی پیشین گوئی		۴۴۳	اہل جنت کی نعمتیں	
۴۵۹	حضرت موسیٰؑ کا وعدہ		۴۴۳	دو شخصوں کی مثال	
۴۶۰	حضرت خضرؑ کی شرائط		۴۴۳	مال و دولت کا نشہ	
۴۶۱	کشتی کا واقعہ		۴۴۵	ماں کی وجہ سے آخرت سے انکار	
۴۶۱	حضرت موسیٰؑ کا اعتراض		۴۴۵	اس کے مومن دوست کا جواب	
۴۶۱	لو کے قتل		۴۴۵	ماہ اللہ لا تقوا للاب اللہ کے کلمہ کی تلقین	
۴۶۱	حضرت موسیٰؑ کا دوسرا اعتراض		۴۴۷	بالغ و اسباب کی تباہی	
۴۶۳	حضرت موسیٰؑ کی آخری درخواست	قال الم (۱۶)	۴۴۷	اپنے شرک پر مذمت	
۴۶۳	دیوار سیدھا کرنے کا واقعہ		۴۴۹	دنیا کی زندگی کی مثال	
۴۶۳	حضرت موسیٰؑ کا تیسرا اعتراض		۴۴۹	ماں و اولاد اور باقی رہنے والی نیکیاں	
۴۶۵	لو کے قتل کی حکمت		۴۴۹	قیمت کے دن پہاڑ اور زمین کا حال	
۴۶۵	دیوار سیدھا کرنے کی حکمت		۴۴۹	محشر میں متوں کی صفیں	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۷۷	حضرت یحییٰ کی بشارت	۴۶۷	ذوالقرنین کا واقعہ	
۴۷۹	حضرت زکریا کا تعجب	۴۶۷	مشرق و مغرب کا سفر	
۴۷۹	اللہ کی قدرت کاملہ	۴۶۷	ذوالقرنین کو ایک قوم پر اختیار	
۴۷۹	حضرت زکریا کی زباں بندی	۴۶۷	مشرق کا سفر	
۴۷۹	قوم کو وعظ و نصیحت	۴۶۸	مشرق کی ایک وحشی قوم	
۴۷۹	حضرت یحییٰ کو کتاب پر عمل کا حکم	۴۶۸	تیسرا سفر	
۴۷۹	بچپن میں نبوت	۴۶۸	ایک قوم کی درخواست	
۴۷۹	حضرت یحییٰ کا محبت و تقویٰ	۴۶۹	یا جوج و ماجوج کی قوم	
۴۷۹	حضرت یحییٰ کو اللہ کا سلام	۴۶۹	ایک برزخی مخلوق	
۴۸۱	حضرت مریمؑ کی شرم و عفت	۴۶۹	ذوالقرنین کی آہنی دیوار کہاں ہے	
۴۸۱	حضرت جبرائیلؑ کی آمد	۴۷۱	دیوار کی تعمیر	
۴۸۱	حضرت جبرائیلؑ کی بشارت	۴۷۱	یا جوج و ماجوج دیوار نہیں توڑ سکتے	
۴۸۱	حضرت مریمؑ کا تعجب	۴۷۱	دیوار ٹوٹنے کا وقت	
۴۸۱	قرآن مجید	۴۷۱	یا جوج و ماجوج کا خروج	
۴۸۳	دروازہ کی شدید تکلیف	۴۷۳	کفار کی حالت	
۴۸۳	فرشتے کی بشارت	۴۷۳	سب سے زیادہ گھائے والے طالبین دنیا	
۴۸۳	بچہ سے جواب طلبی کا اشارہ	۴۷۳	کفار کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا	
۴۸۳	حضرت مریمؑ کا بچہ کی طرف اشارہ	۴۷۵	مومنین صالحین پر انعامات	
۴۸۴	حضرت عیسیٰؑ کا معجزانہ طور پر کرم کرنا	۴۷۵	اللہ کے کلمات بے شمار ہیں	
۴۸۴	ایک علمی وضاحت	۴۷۵	پیغمبر کا علم بھی تنہا ہی ہوتا ہے	
۴۸۵	حضرت عیسیٰؑ ابن مریم			
۴۸۶	حضرت عیسیٰؑ کی انبیاء کا رد	۴۷۵	سورہ مریم (۱۹)	
۴۸۷	توحید خالص کی تعلیم	۴۷۵	حضرت زکریا علیہ السلام	
۴۸۷	آخرت میں کفار کا دیکھنا سننا	۴۷۶	حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	
۴۸۷	کفار کی غفلت	۴۷۷	قرابت داروں سے اندیشہ	
۴۸۷	حضرت ابراہیمؑ سچے نبی تھے	۴۷۷	اللہ سے اپنے وارث کی دعا	
۴۸۹	حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد کو تنبیہ	۴۷۷	انبیاء کی وراثت	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۴۹۹	دنیا میں عمل کی آراوی		۴۸۹	حضرت ابراہیمؑ سے والد کا غصہ	
۴۹۹	کفار کو تنبیہ		۴۸۹	حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد سے جدائی	
۵۰۱	مومنین کی ہدایت میں زیادتی		۴۹۰	اللہ کیسے استغفار کا وعدہ	
۵۰۱	ایک مسلمان مزدور اور کافر کا واقعہ		۴۹۱	حضرت ابراہیمؑ کی ہجرت	
۵۰۱	کافر کا دعویٰ سبہ نبیاء ہے		۴۹۱	حضرت ابراہیمؑ پر اللہ تعالیٰ کے انعامات	
۵۰۱	قیامت میں اکیلا آئے گا		۴۹۱	حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی تذکیر	
۵۰۳	اللہ کی طرف سے کفار کو ڈھیل		۴۹۱	رسول اور نبی کا فرق	
۵۰۳	کفار بیا سے ہانکے جائیں گے		۴۹۱	حضرت موسیٰؑ سے حق تعالیٰ کا کلام	
۵۰۳	مومنین کی شفاعت		۴۹۲	حضرت ہارونؑ پر اللہ کی رحمت	
۵۰۳	اللہ کھیلے اولاد کا بہتان		۴۹۳	حضرت اسمعیلؑ کی مدح اور حضرت اسحقؑ پر فضیلت	
۵۰۳	یہ عقیدہ شدید گستاخی ہے		۴۹۳	حضرت اسمعیلؑ کی گھروالوں کو تبلیغ	
۵۰۳	اس کی بندگی سے کوئی باہر نہیں		۴۹۳	حضرت درویشؑ علیہ السلام	
۵۰۵	مقبول مومنین کی علامات		۴۹۳	حضرت درویشؑ کا مقام رفعت	
۵۰۵	قرآن کی بشارت اور انداز		۴۹۳	یہی لوگ انہما والے ہیں	
۵۰۵	پچھلی قوموں کا بے نشان ہونا		۴۹۴	تلاوت قرآن کا ادب	
۵۰۵	سورہ طہ (۲۰)		۴۹۵	نماز مضاعف کرنے والوں کی سزا	
۵۰۵	قرآن مشقت کیسے نہیں ہے		۴۹۵	توبہ کرنے والوں کی فضیلت	
۵۰۵	قرآن خالص کا کلام ہے		۴۹۵	جنت کے انعامات	
۵۰۵	عرش الہی		۴۹۵	جنت متقیوں کی میراث ہے	
۵۰۶	اللہ کی حکومت		۴۹۵	حضرت جبرائیلؑ کا نزول بھی اللہ کے حکم کے	
۵۰۶	علم الہی کی وسعت		۴۹۷	تابع ہے	
۵۰۷	اللہ کے اسمائے حسنی		۴۹۷	جنت بعد الموت پر شبہات	
۵۰۷	حضرت موسیٰؑ کا تفصیلی واقعہ اور اس کا ربط		۴۹۷	مس شبہ کا جواب	
۵۰۷	طور پر حضرت موسیٰؑ کو آگ کا نظر آنا		۴۹۷	کفار پر جہنم کی دہشت	
۵۰۷	حق تعالیٰ کا خطاب		۴۹۹	دوزخ پر ہر انسان کا گزر ہوگا	
۵۰۹	وادی طوی		۴۹۹	قرآن کریم پر کفار کا استہزاء	
			۴۹۹	پچھلی قوموں کی ہلاکت سے عبرت	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۱۷	وجود باری تعالیٰ اور توحید کی تبلیغ	۵۰۹	حضرت موسیٰؑ سے کلام الہی	
۵۱۷	انسان کا غرور و انجام	۵۰۹	حضرت موسیٰؑ کو نذر کا حکم	
۵۱۷	فرعون کیسے اتمام حجت	۵۰۹	قیامت کی گھڑی کا اخفاء	
۵۱۹	حضرت موسیٰؑ سے فرعون کا مناظرہ	۵۰۹	قیامت اعمال کی جزا کیسے ہے	
۵۱۹	حضرت موسیٰؑ کو مقابلہ کی دعوت	۵۰۹	حضرت موسیٰؑ کو بری صحبت سے بچنے کا حکم	
۵۱۹	مقابلے کی تاریخ	۵۰۹	لاٹھی کے بارے میں سوال	
۵۱۹	فرعون کی تیاریاں	۵۰۹	حضرت موسیٰؑ کا جواب	
۵۱۹	مقابلے کے دن حضرت موسیٰؑ کی نصیحت	۵۰۹	ناٹھی کا سانپ بن جانا	
۵۱۹	ساتھوں کے باہمی مشورے	۵۱۱	حضرت موسیٰؑ کا طبعی خوف	
۵۲۱	مقابلے کا عزم	۵۱۱	یر بیضاء	
۵۲۱	مقابلے کا آغاز	۵۱۱	حضرت موسیٰؑ کی دعا	
۵۲۱	سحر کی حقیقت	۵۱۱	دعا کی قبولیت	
۵۲۱	حضرت موسیٰؑ کا اندیشہ	۵۱۲	حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا قصہ	
۵۲۱	عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم	۵۱۲	بچہ کو دریا میں ڈالنے کا حکم	
۵۲۱	جادوگر فلاخ نہیں پاتا	۵۱۳	حضرت موسیٰؑ پر لقائے محبت	
۵۲۳	جادوگروں کا ایمان لانا	۵۱۳	ماں اور بچے کا یکجا ہونا	
۵۲۳	فرعون کی بیچارگی اور غصہ	۵۱۳	قبطی کا مارا جانا	
۵۲۳	فرعون کی دھمکیاں	۵۱۵	نقدیر کا غالب آنا	
۵۲۳	جادوگروں کا ثبات و استقامت	۵۱۵	ذکر اللہ کی تاکید	
۵۲۵	اللہ کی نافرمانی کا انجام	۵۱۵	فرعون کی طرف بھیجا جانا	
۵۲۵	مومنین کے انعامات	۵۱۵	فرعون سے نرم گفتگو کی تعلیم	
۵۲۵	حضرت موسیٰؑ کو ہجرت کا حکم	۵۱۵	حضرت موسیٰؑ دہروں کا اندیشہ	
۵۲۵	سمندر کے درمیان خشک راستہ	۵۱۵	حق تعالیٰ کی معیت	
۵۲۵	فرعون کا تعاقب اور ہدایت	۵۱۵	فرعون کو پیغام دعوت	
۵۲۷	بنی اسرائیل کو نصیحت	۵۱۷	فرعون کا سوال	
۵۲۷	کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی غلبت	۵۱۷	وجود صالح کی تقریر	
۵۲۹	قوم کو سامری کا بہکانا	۵۱۷	فرعون کے سوال پر حضرت موسیٰؑ کا جواب	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۵۴۳	مغرب اور عشاء کی نمازیں		۵۴۹	قوم پر حضرت موسیٰ کا غصہ	
۵۴۳	ظہر کی نماز		۵۴۹	زیورات اور سونے کا پتھر	
۵۴۵	کفار کے اسباب عیش پر نظر نہ کیجئے		۵۴۱	قوم کو حضرت ہارون کی تنبیہ	
۵۴۵	نماز کی تاکید		۵۴۱	قوم کی ضد	
۵۴۵	کسب معاش اور نماز		۵۴۱	حضرت ہارون سے حضرت موسیٰ کی باز پرس	
۵۴۵	کفار کا مطالبہ معجزات		۵۴۱	حضرت ہارون کی معذرت	
۵۴۷	سخن حضرت ﷺ کی بعثت کفار کیلئے حجت ہے		۵۴	سامری سے باز پرس	
۵۴۸	سورۃ انبیاء (۲۱)	اقرب سانس (۷)	۵۴۳	حضرت جبرائیل کے پاؤں کی مٹی	
			۵۴۳	سامری کی سز	
۵۴۹	یوم حساب سے غفلت		۵۴۳	بچھنے واقعات سننے کی حکمت	
۵۴۹	آنحضرت ﷺ کے خلاف کفار کے مشورے		۵۴۵	محشر میں مجرمین کی حالت	
۵۴۹	آنحضرت ﷺ کا کفار مکہ کو جواب		۵۴۵	دنیا کی زندگی پر ندامت	
۵۵۱	قرآن کے سامنے کفار کی بیپارگی اور بدخواہی		۵۴۵	قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت	
۵۵۱	بچھنے انبیاء بھی بشر تھے		۵۴۵	رحمن کے ڈر سے آوازوں کا پست ہونا	
۵۵	بچھلی قوموں کے حالات سے عبرت		۵۴۷	کوئی سفارش کام نہیں آئے گی	
۵۵	قرآن کریم کی اہمیت		۵۴۷	متکبرین کے سر جھک جائیں گے	
۵۵۳	عذاب کے وقت کا بچھٹانا		۵۴۷	قرآن کریم کی تنبیہ صاف ہے	
۵۵۳	عذاب دیکھ کر جرائم کا اعتراف		۵۴۹	سخن حضرت ﷺ کو ایک دعا کی تعلیم	
۵۵۳	زمین و آسمان کی تخلیق کو کھیل نہ سمجھو		۵۴۹	حضرت آدم کی بھوں	
۵۵۴	حق باطل پر غالب آتا ہے		۵۴۹	حضرت آدم کو شیطان کا اغوا	
۵۵۵	فرشتوں کی عبادت		۵۴۱	جنت سے نکلنے کا حکم	
۵۵۵	اللہ کے سوا کون معبود ہو سکتا ہے		۵۴۱	اللہ سے غفلت دنیاوی زندگی میں تنگی لاتی ہے	
۵۵۵	یک سے زیادہ خدوں کا وجود عقلاً ممکن نہیں		۵۴۱	حشر میں اندھا اندھا بن جائے گا	
۵۵۵	اللہ قادر مطلق اور مختار کل ہے		۵۴۳	تاریخ سے عبرت	
۵۵۷	شرک پر کوئی دلیل نہیں		۵۴۳	اللہ کے ڈھیل دینے کی مصلحت	
۵۵۷	توحید تمام انبیاء میں مشترک ہے		۵۴۳	صبر کی تلقین	
۵۵۷	تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام ہے		۵۴۳	نجر اور عصر کی نمازیں	

صفحہ نمبر	پارہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	پارہ نمبر	عنوانات
۵۶۹	۵۵۷	نہ کا کوئی جینا نہیں ہے	۵۶۹	۵۵۷	نہ کا کوئی جینا نہیں ہے
۵۶۹	۵۵۷	وہ اللہ کے بیٹے نہیں مقبول نہ سے ہیں	۵۶۹	۵۵۷	وہ اللہ کے بیٹے نہیں مقبول نہ سے ہیں
۵۶۹	۵۵۹	اللہ کے اقتدار سے وہ بھی باہر نہیں ہیں	۵۶۹	۵۵۹	اللہ کے اقتدار سے وہ بھی باہر نہیں ہیں
۵۶۹	۵۵۹	خلق کا ابتدائی مادہ	۵۶۹	۵۵۹	خلق کا ابتدائی مادہ
۵۶۹	۵۵۹	زندگی کی ابتدا پانی سے	۵۶۹	۵۵۹	زندگی کی ابتدا پانی سے
۵۷۱	۵۵۹	یہاڑوں میں کشادہ راستے	۵۷۱	۵۵۹	یہاڑوں میں کشادہ راستے
۵۷۱	۵۵۹	آسمان کی تخلیق	۵۷۱	۵۵۹	آسمان کی تخلیق
۵۷۱	۵۶۱	فلکی سیاروں کا خلا میں تیرنا	۵۷۱	۵۶۱	فلکی سیاروں کا خلا میں تیرنا
۵۷۱	۵۶۱	برہمن کیلئے موت یعنی ہے	۵۷۱	۵۶۱	برہمن کیلئے موت یعنی ہے
۵۷۱	۵۶۱	خبر و شر کے ذریعہ آزمائش	۵۷۱	۵۶۱	خبر و شر کے ذریعہ آزمائش
۵۷۱	۵۶۱	کفار کا آنحضرت ﷺ سے استہزاء اور اس کا جواب	۵۷۱	۵۶۱	کفار کا آنحضرت ﷺ سے استہزاء اور اس کا جواب
۵۷۱	۵۶۱	انسان کی فطرت میں جلد بازی	۵۷۱	۵۶۱	انسان کی فطرت میں جلد بازی
۵۷۱	۵۶۳	کفار آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں	۵۷۱	۵۶۳	کفار آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں
۵۷۳	۵۶۳	پچھلے انبیاء سے استہزاء اور اس کا انجام	۵۷۳	۵۶۳	پچھلے انبیاء سے استہزاء اور اس کا انجام
۵۷۳	۵۶۳	رضن سے کفار کی غفلت	۵۷۳	۵۶۳	رضن سے کفار کی غفلت
۵۷۳	۵۶۳	فرضی معبودوں کی حقیقت	۵۷۳	۵۶۳	فرضی معبودوں کی حقیقت
۵۷۳	۵۶۵	کفار کی غفلت اور غرور کی وجہ	۵۷۳	۵۶۵	کفار کی غفلت اور غرور کی وجہ
۵۷۵	۵۶۵	کفار کے مغلوب ہونے کے قرآن	۵۷۵	۵۶۵	کفار کے مغلوب ہونے کے قرآن
۵۷۵	۵۶۵	کفار بہرے ہیں کہ دعوت حق نہیں سنتے	۵۷۵	۵۶۵	کفار بہرے ہیں کہ دعوت حق نہیں سنتے
۵۷۵	۵۶۵	احصاف کی میزان اور وزن اعمال	۵۷۵	۵۶۵	احصاف کی میزان اور وزن اعمال
۵۷۵	۵۶۷	حضرت موسیٰ اور ہارون کو تورات دی گئی	۵۷۵	۵۶۷	حضرت موسیٰ اور ہارون کو تورات دی گئی
۵۷۵	۵۶۷	مومنین کی خشیت	۵۷۵	۵۶۷	مومنین کی خشیت
۵۷۵	۵۶۷	قرآن مبارک ذکر ہے	۵۷۵	۵۶۷	قرآن مبارک ذکر ہے
۵۷۷	۵۶۷	حضرت ابراہیم کو رشد و ہدایت	۵۷۷	۵۶۷	حضرت ابراہیم کو رشد و ہدایت
۵۷۷	۵۶۷	حضرت ابراہیم کی دعوت	۵۷۷	۵۶۷	حضرت ابراہیم کی دعوت
۵۷۷	۵۶۷	آباء و اجداد کی اندھی تقلید	۵۷۷	۵۶۷	آباء و اجداد کی اندھی تقلید
۵۷۷	۵۶۹	دعوت توحید	۵۷۷	۵۶۹	دعوت توحید

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۸۷	تاخیر عذاب کی حکمت اللہ کو معلوم ہے	۵۷۷	ہر اقلہ غضب نہیں ہوتا	
۵۸۷	آنحضرت ﷺ کی دعا	۵۷۷	حضرت اسمعین اور یس اور زوالکفل	
۵۸۹	سورۃ الحج (۲۲)	۵۷۹	حضرت یونس کا قصہ	
۵۸۹	قیمت سے زرخے اور ان کی شدت	۵۷۹	حضرت یونس کی بدعا	
۵۸۹	ند کی باقوں میں جھگڑنے والے	۵۷۹	قوم یونس کی توبہ اور عذاب کا ٹکڑ	
۵۸۹	ہر شیطان کی حیروئی کرنے والے	۵۷۹	پچھلی کا حضرت یونس کو ٹھکن	
۵۸۹	دوبارہ زندگی پر شبہ اور جواب	۵۷۹	حضرت یونس کی دعا اور ربانی	
۵۹۱	تحقیق انسانی کے مختلف مراحل	۵۷۹	حضرت یونس کی احتیاجی غلطی کی حقیقت	
۵۹۱	انسانی عمر کے مختلف مراحل	۵۷۹	اس دعا کی فضیلت	
۵۹۱	مرد و زمین کا زندہ ہونا	۵۷۹	حضرت زریا کی دعا	
۵۹۳	وہو صالح آخرت اور جنت بعد الموت کا اثبات	۵۸۱	متصوفین کی ایک غلطی	
۵۹۳	مفسرین کے اوہام و ظنون	۵۸۱	توحید قائم، متوں میں مشترک ہے	
۵۹۳	دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب	۵۸۱	خود ساختہ اختلافات	
۵۹۵	نہ بد بین کی حالت	۵۸۱	مومن کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی	
۵۹۵	غیر اللہ کو پکارنا	۵۸۱	معذب قوموں کی بدی محرومی	
۵۹۵	شرک کا سر	۵۸۱	یا جوج اور ماجوج کا خروج	
۵۹۵	مومنین کا انجام	۵۸۳	قیامت میں کفار کی ہشت	
۵۹۷	حسدین کا غصہ اللہ کی نصرت کو نہیں روک سکتا ہے	۵۸۳	دورخ کا ایندھن	
۵۹۷	نبوت کا عقیدہ	۵۸۳	دورخ میں کفار کی حالت	
۵۹۷	قیمت کے دن فیصلہ ہوگا	۵۸۳	بل جنت کا دورخ سے حد	
۵۹۷	قلو قات کا بندہ کو جہد	۵۸۳	بل جنت کی پیر فرشتوں کا استقبال	
۵۹۹	دو فریق کوس ہیں	۵۸۵	قیمت میں آسمانوں کا لیٹنا	
۵۹۹	سگ کے لباس	۵۸۵	دوبارہ تحقیق	
۵۹۹	دورخ کی سزائیں لوہے کے ہتھوڑے	۵۸۵	مومنین سے وعدہ الہی	
۶۰۱	بل جنت کے زیورات اور نگین	۵۸۵	آنحضرت ﷺ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں	
۶۰۱	بل جنت کا لباس	۵۸۷	آنحضرت ﷺ کی دعوت توحید	
۶۰۱	اہل جنت کی پاکیزہ گفتگو	۵۸۷	آنحضرت ﷺ کا اتمام حجت	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۰	جہاد کی حکمت	۶۰۱	اللہ کی راہ سے روکنے والے	
۶۱	قانون حفاظت و ممانعت	۶۰۱	حرم شریف میں ٹٹا ہوں کی سزا	
۶۱	مہاجرین کی فضیلت اور ان کے اقتدار کی پیشین گوئی	۶۰۱	حانہ حبیبی جگہ	
۶۱	سابقہ حالات سے کفار کو تنبیہ	۶۰۱	نعبہ کی بنیاد تو حید پر	
۶۳	عمرت کے اسباق	۶۰۳	حج کیسے حضرت براہیم کی پکار	
۶۱۳	آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے	۶۰۳	منافع حج	
۶۳	اللہ کی ذمہ داری پر بے فکر نہ ہوں	۶۰۳	ایم معلومات میں ذکر اللہ	
۶۴	رسول اللہ کا فرض منصبی	۶۰۳	قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت	
۶۱۴	آیات وحی میں شیطانی شبہات	۶۰۳	بیت اللہ کا طواف	
۶۵	آیات محمدات سے شیطان کی شبہات کا مدح	۶۰۳	حرمت اللہ کی تشریح	
۶۱۷	اہل باطل کی آزمائش	۶۰۳	حالیہ جانوروں کی قربانی	
۶۷	مکرمین قیامت تک دھوکے میں رہیں گے	۶۰۵	غیر اللہ کی قربانی سے اجتناب	
۶۱۹	اللہ کیلئے ہجرت کرنے والوں کے انعامات	۶۰۵	جھوٹی بات سے بچنے کا حکم	
۶۹	مظلوم کی مدد کا وعدہ	۶۰۵	شرک کی مثال	
۶۳۱	اللہ کی قدرت کا مد	۶۰۵	شعائر اللہ کی تعظیم	
۶۴	اللہ کی تدبیر اور تصرف	۶۰۵	جانوروں میں انسان کے منافع	
۶۴۳	بحر و بر کی تغیر	۶۰۵	ہر امت میں قربانی عبادت تھی	
۶۴۳	انسان ناشکر اسے	۶۰۷	مومنین کیسے خوشخبری	
۶۴۳	آنحضرت ﷺ کی تسلی اور دعوت کا حکم	۶۰۷	مکملین کے اوصاف	
۶۴۵	اللہ تعالیٰ کا مہم محیط	۶۰۷	قربانی کے اونٹوں کی تعظیم اور نحر کا طریقہ	
۶۴۵	آباء و جداد کی مذمتی تقلید	۶۰۷	انسان کیسے جانوروں کی تسخیر	
۶۴۵	آیات قرآن پر کفار کا غیظ و غضب	۶۰۷	قربانی کی روت اور فلسفہ	
۶۴۵	شرک کی مثال	۶۰۹	ذبح کرنے کے وقت کی تکبیر	
۶۴۷	شرکاء اور مشرکین کمزور ہیں	۶۰۹	حج و عمرہ کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی	
۶۴۷	مذہب قوت مند اور زبردست ہے	۶۰۹	کفار سے قتال کا حکم	
۶۴۷	فرشتوں و انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر	۶۰۹	مسلمانوں کی مدد کا وعدہ	
۶۴۷	مومنین و عبادت کا حکم	۶۰۹	مہاجرین کی مدد	

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۶۲۷	طوفان نوح		۶۲۸	مومنین کو مجاہدہ کا حکم	
۶۳۹	خالموں کی سفارش نہ کرو		۶۲۸	آنحضرت ﷺ کی فضیلت	
۶۳۹	سواری سے اترنے کی دعا		۶۲۹	دین میں کوئی تنگی نہیں ہے	
۶۴۱	مرنے کے بعد زندہ ہونا		۶۲۹	تہوار اونٹنی نام سسم ہے	
۶۴۱	کفار کا عقیدہ		۶۲۹	امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت	
۶۴۱	رسول اللہ ﷺ کے دعوے کی تکذیب		۶۲۹	مسلمانوں کو عبادت اور اتھ و کا حکم	
۶۴۳	رسولوں کی آمد کا عظیم سلسلہ		۶۳۰	سورۃ المومنون (۲۳)	قد افلح (۱۸)
۶۴۳	فرعون کا کبر و غرور		۶۳۰	خشوع کی تعریف	
۶۴۳	حضرت جیسیؑ کی جائے پیدائش		۶۳۱	صحابہ کرام کی نماز	
۶۴۵	ربوہ سے مراد کشمیر نہیں ہے		۶۳۱	لفو باتوں سے اعراض	
۶۴۵	انبیاء کو اکل حلال اور مل صالح کا حکم		۶۳۱	ادائے زکوٰۃ کا اہتمام	
۶۴۵	تمام انبیاء کا دین و ملت ایک ہے		۶۳۱	شرمگاہوں کی حفاظت	
۶۴۵	فروں کی غلط فہمی		۶۳۳	عہد و امانت کے محفظہ	
۶۴۵	کفار کو ڈھیل دی گئی		۶۳۳	نمازوں کی حفاظت	
۶۴۷	کفار کے مال و امان کی حقیقت		۶۳۳	مشی سے پیدا ہونے کا مطلب	
۶۴۷	مومنین کی خشیت		۶۳۳	انسانی تخلیق کے مراحل	
۶۴۷	خیرات کا اصل مفہوم		۶۳۳	وجود انسانی کا بقا و فنا	
۶۴۷	شریعت کا کوئی حکم انسانی طاقت سے باہر نہیں		۶۳۳	سات راستوں کی تخلیق	
۶۴۷	آخرت سے غفلت		۶۳۵	خلق کی نگرانی	
۶۴۸	اللہ کی پکڑ کے وقت کفار کی چیخ و پکار		۶۳۵	پانی کے ذخائر	
۶۴۹	کفار کو تنبیہ		۶۳۵	بھل اور باغات	
۶۴۹	قرآن میں غور و فکر کی اہمیت		۶۳۵	زیون کا فضل و شرف	
۶۴۹	قرآن کا نزول کوئی نیا واقعہ نہیں ہے		۶۳۵	چوپایوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد	
۶۴۹	آنحضرت ﷺ سے کفار کا اعراض ان کی ضد		۶۳۷	آنحضرت ﷺ پر کفار کے اعتراضات	
۶۴۹	کی وجہ سے ہے		۶۳۷	آنحضرت ﷺ پر جنون کا الزام	
۶۴۹	آنحضرت ﷺ حق کے مبلغ ہیں		۶۳۷	حضرت نوحؑ کی فریاد	
۶۵۱	نبی کی دعوت بے لوث ہے				

صفحہ نمبر	پارہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	پارہ نمبر
۶۶۳		زنا کرنے والوں کی سزا	۶۵۱	آنحضرت ﷺ کی دعوت صراطِ مستقیم کی طرف ہے
۶۶۳		محسن کون ہے	۶۵۱	کفار پر آفت
۶۶۵		محرم پر ترس کھ کر سزاؤں میں تبدیلی کی ممانعت	۶۵۳	انسانوں کی ناشکری
۶۶۵		منظرہ میر میر دینے کا حکم	۶۵۳	اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مد
۶۶۵		فعل ربان کی شاعت	۶۵۳	مر کر وہ بارہ زندہ ہو جانے پر کفار کے احمق نہ شکوک
۶۶۵		زانی و زانیہ کا نکاح	۶۵۳	اللہ کی حکمت کا بیان
۶۶۵		یعنی زنا مومنین پر حرام ہے	۶۵۵	توحید کے مشاہداتی اہل
۶۶۵		پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت کا بیان	۶۵۵	مومنین و ایک دہما کی ہدیت
۶۶۵		حد قذف کا بیان	۶۵۷	برائی کا جواب بھائی سے
۶۶۵		تہمت ثابت نہ کرنے والے فاسق ہیں	۶۵۷	شیطان سے استغاثہ
۶۶۵		بیویوں پر تہمت	۶۵۷	نزع کے وقت کفار کا پچھتاوا
۶۶۶		عنان کا قانون	۶۵۷	عام برزخ
۶۶۷		عنان کا حکم اللہ کا بڑا فضل ہے	۶۵۷	قیامت میں ایک دوسرے سے بیزاری
۶۶۸		واقعہ اٹک		قیامت میں حضور ﷺ کے نبی اور صہری تعلق
۶۶۸		حضرت صفوان بن معطل	۶۵۷	کا فائدہ
۶۶۸		عبد اللہ بن ابی کی شرارت	۶۵۹	دوزخ کی ہونناک سزا
		سزاؤں کرنے والے تمہاری ہی جماعت کے	۶۵۹	کفار کو ان کی تکذیب پر تنبیہ
۶۶۹		ہگ ہیں	۶۵۹	کفار کا اعتراف گناہ اور پچھتاوا
۶۶۹		مسدود کی تسلی	۶۵۹	کفار کو حق تعالیٰ کا جواب
۶۶۹		عبد اللہ بن ابی کیسے عذاب عظیم	۶۶۱	صبر کرنے والوں کا اجر
۶۷۰		بے ثبوت بہتان کی تصدیق	۶۶۱	دنیا کی زندگی کی حقیقت
۶۷۱		بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرنا	۶۶۱	دوسری زندگی کے بغیر حیات دنیا بے مقصد ہے
۶۷۱		بلا تحقیق بہتان کا چرچا جرم عظیم ہے	۶۶۲	ایک استغفار کی تعظیم
۶۷۱		مسدودوں کو کہنا چاہئے تھا کہ یہ بہتان عظیم ہے	۶۶۲	ان آیات کی فضیلت
۶۷۳		سمند و سیہ نہ کرنے کی نصیحت	۶۶۲	سورہ نور (۲۴)
۶۷۳		سے حیاتی پھیلانے والوں کی سزا		
۶۷۳		مسلمانوں پر اللہ کی رحمت اور فضل	۶۶۲	سورہ نور کی فصیلت کا بیان

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۸۷	مسجد کی تحفیم تطہیر	۶۷۳	شیطان بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے	
۶۸۷	رجال اللہ کبھی غافل نہیں ہوتے	۶۷۵	حضرت ابوبکرؓ کی قسم	
۶۸۹	کفار کے اعمال کی مثال	۶۷۵	عنود رز د کرنے کی تعلیم	
۶۸۹	مخلوقات پر پندہ کی تسبیح		ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والے اسلام	
۶۹۱	اللہ کی حکومت ہر شے پر حاوی ہے	۶۷۵	سے خارج ہیں	
۶۹۱	بادوں کے نظام میں اللہ کی نشانیاں	۶۷۵	حشر میں ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی	
۶۹۱	پیارا اور		عندہ سرگندھی عورتوں کیسے اور پاک مرد	
۶۹۱	برق کی پیمک	۶۷۷	پاک عورتوں سے	
۶۹۱	دن اور رات کی تبدیلی		دوسرے گروہوں میں داخلے کی اجازت کا حکم	
۶۹۱	قدرت کے ان مظاہر کا مطالبہ	۶۷۷	اور ادب	
۶۹۳	ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے	۶۷۷	اجازت نہ ملے تو ٹوٹ چاؤ	
۶۹۳	منفقین کا بیان	۶۷۷	اجازت سے مستثنیٰ مکانات	
۶۹۳	منفقین کی بدو پرستی	۶۷۸	نظریں نیچی رکھنے کا حکم	
۶۹۵	مومنین کا طریقہ	۶۷۹	ستر کی حفاظت	
۶۹۵	منفقوں کی مبدئی قسمیں	۶۷۹	عورتوں کے پردے کا حکم	
۶۹۷	قبول حق کی ذمہ داری پوری کرو	۶۷۹	اوزھنی کا حکم اور طریقہ	
۶۹۷	صحابہ کرام سے حکومت کا وعدہ	۶۸۱	محرم لوگوں کی تفصیل	
۶۹۷	س وعدے کا انیاء	۶۸۱	عورتوں کے چہنے پھرنے کے ادب و توبہ کا حکم	
۶۹۷	خدا کے ارچن فضیلت	۶۸۱	دوسرے نکاح کا حکم	
۶۹۷	حصول رحمت کا طریقہ	۶۸۳	ندس کی وجہ سے نکاح کو مست چھوڑو	
۶۹۹	کنہ کا ٹھکانہ	۶۸۳	نکاح ہونے تک پاکدامن رہیں	
۶۹۹	اجازت لینے کا مسئلہ	۶۸۳	مکاتبت کا حکم	
۶۹۹	استیذان سے مستثنیٰ اوقات	۶۸۳	غلاموں کی مالی امداد	
۶۹۹	تابالغ لڑکوں کا حکم	۶۸۳	وغذیوں سے بدکاری کرانا	
۷۰۱	بوڑھی عورتوں کا پردہ	۶۸۳	قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے حالات	
۷۰۱	اللہ پردے کی باتیں بھی جانتا ہے	۶۸۴	اندزمین و آسمان کا نور ہے	
۷۰۱	معذوروں کیسے ادکام میں رعایت	۶۸۶	اس مثال کی ایک عمدہ توجیہ	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۱۵	تم ایک دوسرے کیسے آزمائش ہو	۷۰۱	معذوروں کے ساتھ صحابہ کرام کا متقیانہ طریقہ	
۷۱۶	کفار کی جہاد نہ فرمائیں	۷۰۲	گھرو لوں کے ساتھ کھانے پینے کے داب	
۷۱۷	کفار کا بدترین تکبر	۷۰۳	صحابہ کرام کو اجازت دینے کا حکم	
۷۱۷	آخرت میں کفار کی حالت	۷۰۵	آنحضرت ﷺ کا لوگوں کو بدنا	
۷۱۷	کفار کے اعمال کی حقیقت	۷۰۵	آنحضرت ﷺ کا خاص ادب	
۷۱۷	حق تعالیٰ کے چتر شاہی اور ملائکہ کا نزول	۷۰۵	مجس نبوی میں منفقین کا رویہ	
۷۱۹	رحمن کی بادشاہی	۷۰۵	اللہ کا ہم محیط	
۷۱۹	کافر کی انتہائی حسرت و ندامت	۷۰۷	سورہ فرقان (۲۵)	
۷۱۹	آنحضرت ﷺ کی شکایت	۷۰۷	قرآن فرقان ہے	
۷۱۹	ہر نبی کے دشمن ضرور ہوئے ہیں	۷۰۷	قرآن مبین کیلئے نذر ہے	
	قرآن کے یکبارگی نازل نہ ہونے پر کفار کے	۷۰۷	تخلیق میں فطری موزونیت	
۷۱۹	شبہات	۷۰۹	مشرکین کا شرک غیر فطری ہے	
۷۲۱	قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت	۷۰۹	کفار کا قرآن پر بے سرو پا اعتراض	
۷۲۱	قرآن میں تمام شبہات کا جواب	۷۰۹	قرآن پر کفار کا ایک اور اعتراض	
۷۲۱	اصحاب الزس کون تھے	۷۰۹	قرآن خود اپنی دلیل ہے	
۷۲۳	آنحضرت ﷺ سے استہزاء	۷۰۹	آنحضرت ﷺ کی ہوت پر کھانے پینے سے اعراض	
۷۲۳	خواب جس ان کا خدا ہے	۷۱۱	نبوت پر غارے جابلانہ شبہات	
۷۲۳	کفار چوپاؤں سے بھی بدتر ہیں	۷۱۱	کفار کی حیرانی اور ابدی گمراہی	
۷۲۵	سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل	۷۱۱	قیامت کا آئینہ ہے	
۷۲۵	لیل و نہار سے قیامت کا استدلال	۷۱۳	کفار کیلئے دوزخ کا جوش و غضب	
۷۲۵	ہوؤں اور پانی میں اللہ کی نشانیاں	۷۱۳	کفار زنجیروں میں بندھے ہوں گے	
۷۲۵	پانی کی حکیمانہ تقسیم	۷۱۳	بار بار کی موت	
۷۲۷	آنحضرت ﷺ کو تسلی	۷۱۳	مومنین کے اعانت	
۷۲۷	جینھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا سنگم	۷۱۳	مخل معبودوں سے	
۷۲۷	پانی کے قطرے سے انسانی تخلیق	۷۱۵	مخل معبودوں کا جواب	
۷۲۷	آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے	۷۱۵	تمام انبیاء بشر تھے	
۷۲۷	وکل کی نصیحت			

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۳۷	حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا مکالمہ	۷۲۹	رحمن کو اہل خبر سے پوچھو	
۷۳۹	حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو جواب	۷۲۹	رحمن سے کفار کی چڑ	
۷۳۹	رب العالمین کیا ہوتا ہے۔ فرعون کا سوال	۷۲۹	سمان میں برجوں کی تخلیق	
۷۳۹	حضرت موسیٰؑ کا جواب	۷۲۹	لیل و نہار کی تبدیلی اللہ کی معرفت کیجئے ہیں	
	فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰؑ پر جنون	۷۲۹	رحمن کے بندے اور ان کے اوصاف	
۷۴۱	کا انزام	۷۲۹	جہاد کی بات کا جواب نرمی سے	
۷۴۱	حضرت موسیٰؑ کے دلائل توحید	۷۳۱	رحمن کے بندوں کی رات	
۷۴۱	فرعون کا دعویٰ الوہیت	۷۳۱	خوف جہنم	
۷۴۱	معجزات نبوت کا مظاہرہ	۷۳۱	خرچ میں سیانہ روی	
۷۴۱	فرعون کا حواس باختہ ہونا	۷۳۱	قتل کی چار صورتیں	
۷۴۳	چار دیگروں کا کٹھا ہونا	۷۳۱	جہنم کی وادی تمام	
۷۴۳	چار دیگروں کا فرعون سے مطالبہ اور فرعون کا وعدہ	۷۴۳	توبہ کرنے والوں پر اللہ کا انعام	
۷۴۳	ساحرین کا مظاہرہ	۷۴۳	جموئی شہادت	
۷۴۳	عصائے موسیٰؑ کا سانپوں کو لگانا	۷۴۳	غصوں کا مور سے اعراض	
۷۴۵	ساحرین کا قبول ایمان	۷۴۳	مومنین کا مہین کی دعا	
۷۴۵	ساحرین کی استقامت اور حوصلہ	۷۴۳	جنت میں ان کا مقام	
۷۴۵	حضرت موسیٰؑ کو مصر سے ہجرت کا حکم	۷۴۳	کفار کی تکذیب کا انجام	
۷۴۵	تاقب کی تیری	۷۴۵	سورہ شعراء (۲۶)	
۷۴۵	فرعون کا قوم سے خطاب	۷۳۵	کفار پر آنحضرت ﷺ کی انتہائی شفقت	
۷۴۷	حضرت موسیٰؑ کا تاقب	۷۳۵	اللہ اختیار کو سب کرنا نہیں چاہتا	
۷۴۷	بنی اسرائیل کو فرعونوں کا انعام	۷۳۵	پند و نصیحت سے اعراض	
۷۴۷	بنی اسرائیل کی گھبراہٹ	۷۳۷	کیا یہ زمین میں غور و خوض نہیں کرتے	
۷۴۷	حضرت موسیٰؑ کی تسلی	۷۳۷	حضرت موسیٰؑ کا واقعہ	
۷۴۷	دریا میں بارہ راستے	۷۳۷	حضرت ہارونؑ کو اپنا نائب بنانے کی درخواست	
۷۴۷	غرق فرعون	۷۳۷	حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجنا	
۷۴۹	حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ	۷۳۷	بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ	
۷۴۹	دعوت توحید	۷۳۷		

صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر	صفحہ نمبر	عنوانات	پارہ نمبر
۷۶۷	قوم شعیب کی ستاخی		۷۴۹	کفار کی آباء پرستی	
۷۶۸	قوم شعیب پر سنان کا عذاب		۷۴۹	حضرت ابراہیم کا بتوں سے دشمنی کا اعلان	
۷۶۸	قرآن کریم کا زول قلب رسول پر		۷۴۹	حضرت ابراہیم کا تذکیر نعمت	
۷۶۹	الفاظ اور معانی دونوں وحی کیے گئے		۷۵۱	حضرت ابراہیم کی دعا	
۷۶۹	پچھلی کتابوں میں قرآن کی خبر		۷۵۱	قول صدق عطا فرما	
۷۶۹	حدائے اسرائیل کی گواہی		۷۵۱	باپ کیلئے مغفرت کی دعا	
۷۷۱	عجمی پر قرآن نازل ہوتا تو کبھی نہ مانتے		۷۵۱	دوزخ میں جنت و دوزخ کی قربت	
۷۷۱	قرآن کے کلام الہی ہونے کا کفار کو یقین ہے		۷۵۳	اب فرضی معبود کہاں گئے	
۷۷۱	کفار کا مہمت طلب کرنا		۷۵۳	آخرت میں کفار کا اعتراف گنہ	
۷۷۱	کسی کو مہلت دیے بغیر عذاب نہیں دیا گیا		۷۵۳	دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست	
۷۷۱	قرآن کسی جن کا ایلا ہوا نہیں ہے		۷۵۵	حضرت نوح کی دعوت	
۷۷۲	شیاطین کو دوزخ میں لایا گیا ہے		۷۵۵	حضرت نوح کا جواب	
۷۷۳	اقرباء کو دعوت کا حکم		۷۵۵	حضرت نوح کو قوم کی دھمکی	
۷۷۳	ہر شخص کو نصرت کا وعدہ		۷۵۵	حضرت نوح کی دعا	
۷۷۳	شیطان کس پر قرتے ہیں		۷۵۷	قوم عاد کے واقعہ کی تذکیر	
۷۷۳	شیاطین جھوٹی خبریں لاتے ہیں		۷۵۹	حضرت ہود کی دعوت	
۷۷۵	شاعروں کی بات پر بے راہ چلتے ہیں		۷۵۹	قوم عاد کی ضد اور ہٹ دھرمی	
۷۷۵	شعر تخلیل کی دادوں میں بھٹکتے ہیں		۷۵۹	قوم عاد کی ہلاکت	
۷۷۵	شعر جو کہتے ہیں کرتے نہیں		۷۶۱	قوم ثمود کی تکذیب اور حضرت صالح کی دعوت	
۷۷۵	کہن سے شرع اس سے مستثنیٰ ہیں		۷۶۱	معجزے کا مطالبہ	
۷۷۷	سورہ نمل (۲۷)		۷۶۱	اونٹنی کا معجزہ	
۷۷۷	کفار دنیا کی رونقوں میں گم ہیں		۷۶۳	اونٹنی سے پاؤں کو کاٹنے کا جرم	
۷۷۷	قرآن کریم کی نعمت اللہ کا فضل عظیم ہے		۷۶۳	حضرت لوط کی دعوت	
۷۷۷	حضرت موسیٰ کا سنگ لینے کیلئے پہاڑ پر جاتا		۷۶۵	حضرت لوط کی بیوی کی ہلاکت	
۷۷۷	تجلی الہی کی روشنی		۷۶۵	قوم لوط پر عذاب	
۷۷۷	آگ میں تجلی کی حقیقت		۷۶۵	حضرت شعیب کی قوم اصحاب ایکہ	
۷۷۷			۷۶۷	ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرنا	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	پارہ نمبر
۷۹۱	ایک صحابی کا چشم زدن میں تختہ کے کا وعدہ	۷۷۹	حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ سے خطاب
۷۹۱	کرمت اللہ کا فعل ہے	۷۷۹	عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم
۷۹۱	حضرت سیمان کا شکر	۷۸۰	معجزات دیکھ کر بھی انکار
۷۹۱	تخت کے ذریعے بلقیس کی آزمائش	۷۸۰	حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو علم عطا کیا گیا۔
۷۹۱	بلقیس کی حق گوئی	۷۸۱	حضرت داؤد کے بچے و رشتہ حضرت سلیمان
۷۹۳	حضرت بلقیس کا قبول حق	۷۸۱	پرندوں کی زبان کی عقلی توجیہ
۷۹۳	حضرت بلقیس کا ایک اور امتحان	۷۸۱	تمام مخلوقات کو خالق کی اجمالی معرفت حاصل ہے
۷۹۳	حضرت بلقیس کی شرک سے توبہ	۷۸۳	حضرت سیمان کیلئے جن وانس کے لشکر
۷۹۳	حضرت صالح کی بعثت	۷۸۳	چیونٹوں کی ہستی پر حضرت سلیمان کا گزر
۷۹۵	قوم کی فہمائش	۷۸۳	ایک چیونٹی کی ہمت
۷۹۵	نومسندین	۷۸۳	چیونٹوں کی منظم زندگی
۷۹۵	حضرت صالح کے قتل کی سازش	۷۸۳	حضرت سلیمان کا تقسیم اور تعجب
۷۹۵	ناکچی میں اپنی بلاکت کا سامان	۷۸۳	حضرت سلیمان کی دعا
۷۹۵	نومسندین کی سازش اور ہلاکت	۷۸۵	مدہ کے بارے میں سوال
۷۹۷	خمود کی بستیوں کے کھنڈر	۷۸۵	قوم سا کی خبر
۷۹۷	مومنین کے مذاہب سے حفاظت	۷۸۵	بلقیس کا تخت
۷۹۷	قوم لوط کی بے حیائی	۷۸۵	قوم سنان آفتاب پرستی
۷۹۷	قوم لوط کا انجام ان واقعات سے عبرت	۷۸۵	جانوروں کو حق تعالیٰ کی جیسی معرفت
۷۹۹	خطبہ حمد و ثناء	۷۸۷	حضرت سلیمان کا خط
۷۹۹	توحید کا بیان	۷۸۷	بلقیس کا اہل دربار سے مشورہ
۸۰۱	لہذا کی قدرت کے مظاہر	۷۸۷	خط کا مضمون
۸۰۱	شرکین کی بے راہ روی	۷۸۷	اہل دربار کا مشورہ
۸۰۱	مصیبت کو دور کرنے والا کون ہے	۷۸۹	حضرت سیمان کیلئے بلقیس کے تحفے
۸۰۳	اگرچہ ہو شرک کی دلیل لاؤ	۷۸۹	حضرت سیمان کا جواب
۸۰۳	اللہ کی قدرت نامہ اور علم محیط	۷۸۹	حملہ کا ارادہ
۸۰۳	علم الغیب کے الفاظ کا استعمال	۷۸۹	بلقیس کی اطاعت و انقیاد
۸۰۳	سخرت کا ادراک	۷۹۱	تخت لانے کیلئے جن کا اصرار

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۱۷	حضرت موسیٰؑ خوش ماور میں	۸۰۵	آخرت پر خدا کا اعتراض	
۸۱۷	انند کا وعدہ حق ہے	۸۰۵	عذاب کا وعدہ قریب ہے	
۸۱۷	حضرت موسیٰؑ اور علم و حکمت	۸۰۵	ہر چیز اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہے	
۸۱۹	قبیلہ کا واقعہ	۸۰۷	قرآن میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ	
۸۱۹	قبیلہ کی موت	۸۰۷	آنحضرت ﷺ کے حق پر ہونے کی گواہی	
۸۱۹	حضرت موسیٰؑ کا استغفار	۸۰۷	کفار ائمہ ہوں اور بہروں جیسے ہیں	
۸۱۹	اسرائیلی اور قبیلہ کا جھگڑا	۸۰۷	واجبہ امراض کا خروج اور حکام	
۸۲۱	قبیلہ کا حضرت موسیٰؑ کا الزام دینا	۸۰۷	حشر میں مکذبین کے جتنے	
۸۲۱	فرعون کے اہل دربار کا مشورہ	۸۰۹	مکذبین سے حق تعالیٰ کی باز پرس	
۸۲۱	حضرت موسیٰؑ کی مصر سے روانگی	۸۰۹	دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں	
۸۲۱	مدین میں آمد	۸۰۹	لفح صور کتنی بار ہوا	
۸۲۳	دو عورتیں	۸۰۹	پہاڑوں کی گالے کی طرح اڑھیں گے	
۸۲۳	عورتوں کی مدد	۸۰۹	اعمال کی خبر	
۸۲۳	حضرت موسیٰؑ کی دعا	۸۱۱	نیکی کرنے والوں کا بدلہ	
۸۲۳	لڑکی کا حضرت موسیٰؑ کو دعوت دینا			
۸۲۳	حضرت شعیبؑ سے ملاقات اور مدد کا وعدہ	۸۱۳	سورہ قصص (۲۸)	
۸۲۳	حضرت موسیٰؑ کی قوت و امانت	۸۱۳	حضرت موسیٰؑ و فرعون کا قصہ	
۸۲۵	حضرت موسیٰؑ کا مت بدھ مہر	۸۱۳	بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم	
۸۲۷	طور پر درخت سے آواز کا سنا	۸۱۳	بچوں کا قتل	
۸۲۷	تجلی الہی	۸۱۳	حضرت ابراہیمؑ کی پیشینگوئی	
۸۲۷	معجزہ عصا وید بیضاء	۸۱۳	بنی اسرائیل میں امامت کا ارادہ	
۸۲۹	حضرت ہارونؑ کی رفاقت کی درخواست	۸۱۳	حق تعالیٰ کی مشیت	
۸۲۹	غضب و نصرت کا وعدہ	۸۱۵	حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بہام	
۸۲۹	فرعونوں کا نبوت سے انکار	۸۱۵	دریا میں بچے کا صندوق	
۸۲۹	حضرت موسیٰؑ کا جواب	۸۱۵	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ	
۸۳۱	فرعون کا استہزاء	۸۱۵	والدہ کی بے قراری	
۸۳۱	فرعون اور اس کی قوم کے غرور کا انجام	۸۱۷	حضرت موسیٰؑ کی بہن کی مگرانی	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۳۷	شرک کی دلیل کیا ہے	۸۳۱	دو زخموں کے نام	
۸۳۷	آخرت میں کفار و حق کا علم	۸۳۳	دنیا میں لعنت	
۸۳۷	قارون کا عبرت و آموز واقعہ	۸۳۳	تورات ہدایت ہے	
۸۳۷	قارون کے خزانے کی کنجیں	۸۳۳	آنحضرت ﷺ کی نبوت پر استدلال	
۸۳۹	قارون کو نصیحت	۸۳۳	آنحضرت ﷺ کو پہلے واقعات کا مکمل علم	
۸۳۹	اترے کی مذمت	۸۳۵	رسالت اللہ کی نعمت ہے	
۸۳۹	مال کا صحیح مصرف	۸۳۵	کفار مکہ کی ہٹ دھرمی	
۸۳۹	یہ مال میرے ہنر کا نتیجہ ہے	۸۳۵	کفار کے اعتراض کا جواب	
۸۳۹	بچھلے اہل مال اور اہل قوت کا انجام	۸۳۷	خواہشات کی پیروی	
	مجرموں سے گناہوں کی باز پرس کی ضرورت	۸۳۷	مومنین کا ایمان بالکتاب	
۸۳۹	نہیں ہوگی	۸۳۷	مومنین کیلئے دہراجر	
۸۵۱	قارون کی مال پر دنیا داروں کا رشک	۸۳۷	لغو سے اعراض	
۸۵۱	اہل علم کی ہوگوں کو نصیحت	۸۳۸	شریر جاہلوں کی بات کا جواب	
۸۵۱	یہ سمجھ صرف صابرین ہی کو ملتی ہے	۸۳۹	ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے	
۸۵۱	قارون کا عبرت ناک انجام	۸۳۹	مکہ مکرمہ امن کی جگہ ہے	
۸۵۱	لوگوں کو عبرت	۸۴۱	تکبر کا انجام تمہارے سامنے ہے	
۸۵۳	آخرت متقیس کیسے ہے	۸۴۱	بغیر نبی بھی عذاب نہیں کیا جاتا	
۸۵۳	ہر نیکی کا بدلہ دیا گیا	۸۴۱	دنیا کے منافع عارضی ہیں	
۸۵۳	برائی کا بدلہ	۸۴۱	مومن اور کافر برابر نہیں ہیں	
۸۵۳	ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ کو تسلی	۸۴۳	محشر میں شرکاء کا اعتراف	
۸۵۵	آنحضرت ﷺ پر قرآن کا نزول اللہ کی رحمت سے ہے	۸۴۳	مشرکین کو اپنے شرکاء کو پکارنے کا حکم	
۸۵۵	آنحضرت ﷺ کو نصیحت	۸۴۳	انبیاء کے بارے میں سوال	
۸۵۵	ہر شے فانی ہے سوائے اللہ کے	۸۴۳	ایمان و عمل صالح اصل کامیابی ہے	
۸۵۵	سب کو اسی طرف لوٹنا ہے	۸۴۵	حق تعالیٰ کی مشیت و اختیار	
۸۵۷	سورہ عنکبوت (۲۹)	۸۴۵	اللہ تعالیٰ کا علم محیط	
		۸۴۵	روشنی دینے والا کون ہے	
۸۵۷	ہر مومن کا امتحان کیا جاتا ہے	۸۴۵	رات اور اس کا آرام کس نے دیا	

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۶۵	حضرت ابراہیمؑ کے زندہ جلانے کا فیصلہ	۸۵۷	بچھے لوگوں کے امتحان اور آزمائش	
۸۶۵	بہ پرستی کی اصل غرض و غایت	۸۵۷	دعویٰ ایمان میں سچ اور جھوٹ کی تیز	
	آخرت میں مشرکین اور شرکاء کی ایک	۸۵۷	برائی کرنے والے اللہ سے نہیں بچ سکتے	
۸۶۷	دوسرے پر لعنت	۸۵۷	مومنوں کا وعدہ بہت قریب ہے	
۸۶۷	حضرت لوطؑ کا ایمان اور ہجرت	۸۵۷	انسان کی طاعت و عبادت اسی کیلئے ہے	
۸۶۷	اولاد ابراہیمؑ میں دائمی نبوت	۸۵۷	ایمان اور علم صالح کی برکات	
۸۶۷	حضرت ابراہیمؑ پر دنیا و آخرت کے انعامات	۸۵۹	ماں باپ سے حسن سلوک	
۸۶۷	حضرت لوطؑ کی قوم کو نصیحت	۸۵۹	معصیت میں ماں باپ کی اطاعت کی ممانعت	
۸۶۸	قوم کی ممانعت یہ ہے حیاتی	۸۵۹	نیک اولاد کا انعام	
۸۶۸	حضرت لوطؑ سے قوم کا استہزاء	۸۵۹	ضعیف ارا ایمان لوگوں کی حالت	
۸۶۹	حضرت لوطؑ کی ہود	۸۵۹	اللہ دلوں کے حال جانتا ہے	
۸۶۹	بشارت اور عذاب لانے والے فرشتے	۸۵۹	اعمال سے مومن و منافق کی پہچان	
	حضرت ابراہیمؑ کا حضرت لوطؑ کے بارے	۸۶۱	مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داری	
۸۶۹	میں اندیشہ	۸۶۱	حضرت نوحؑ کی عمر ۹۵۰ سال	
۸۶۹	فرشتوں کا جواب	۸۶۱	کشتی نوحؑ نشان عبرت ہے	
۸۷۱	حضرت لوطؑ کے مہمان فرشتے	۸۶۳	جھوٹے ادھام کی پیروی	
۸۷۱	قوم لوطؑ کی تباہی کے نشانات	۸۶۳	رسول ﷺ کے ذمہ صرف پیغام دینا ہے	
۸۷۱	حضرت شعیبؑ کی قوم کو نصیحت	۸۶۳	اپنی ذات میں غور کرو	
۸۷۳	ن قوموں کے غرور کا انجام	۸۶۳	زمین میں چل پھر کر دیکھو	
۸۷۵	مشرکین کی مثال مکاری کے گھر سے	۸۶۵	خدا کے مجرم کیسے کوئی پناہ نہیں	
۸۷۵	اللہ کے مثالوں کو عاقل ہی سمجھتے ہیں	۸۶۵	کفار کی اللہ کی رحمت سے مایوسی	
۸۷۵	مخلوقات میں مومن کیسے نمایاں			



الْحَمْدُ لِلَّهِ

منافقین کا غدر قبول نہیں | یعنی جیسے جہاک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے نامے، اسب تم مدینہ واپس آؤ گے، اس وقت بھی یہ لوگ ہزار ہا جگہ پیش کر کے تم کو مطمئن بنایا کرتے۔ اور قسمیں کھاتے کہ حضرت! راقعہ مصحفی کہ آپ کے ساتھ چلیں، گرفتار نہ ہوں۔ مانع ہو کر قتل پیش آنے کی وجہ سے مجبور رہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بہانے سے پیچھے نہ ہوں۔ تمہارے سب اعدا رغو وریکار ہیں۔ ہر موقع قتل تمہارے کذب و خدق پر مضطرب رہ چکا۔ پھر اس طرح تم تمہاری انگویت کو باندھ کر رہتے ہیں۔ اب پیچھے قدم وچھوڑو، آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک پہنچتے ہو، سب جھوٹ جھج جھج ہو کر رہے گا اور سہرا سہرا "لم الغیب والشہادۃ" سے تو کوئی راز درمحل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اسی کے یہاں سب کو جاننا ہے، ۱۰۰٪ حقائق کے وقت تمہارا ہتھوڑا بڑا اظہار ہری و باطنی عمل کھول کر رکھ دے گا، وراہی کے موافق بدلے دیا جائے گا۔

جب تک سے وہی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھ کر جو غدر پیش کرتے تھے اس کی غرض یہ تھی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور طمع سازیوں سے راضی و مطمئن کر دیں تاکہ بارگاہ رسالت سے ان پر کوئی متاب و ملامت وارد نہ ہو۔ سابق کی طرح یوں ہی معاملہ بہا میں رہے۔ مسلمان ان سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بہتر ہے تم ان سے تعرض مت کرو۔ لیکن یہ اغماض و تغافل (تعرض نہ کرنا) راضی و مطمئن ہونے کی بناء پر نہیں، بلکہ اس کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے، یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک و صاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہذا اس غفلت کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اس سے یہ خدہ و رستاہی بہتر ہے خد خود ان کو ٹھکانے لگا دے گا۔

منافقین سے مسلمانوں کا معاملہ | بڑی وحشت یہ ہے کہ عمر و فریب اور کذب و رونا سے مسلمانوں کو خوش کریں۔ فرض کیجئے اگر چینی چیز کی باتوں سے خلوق راضی ہو جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جب کہ خدا ان سے راضی نہ ہو۔ خدا کے آگے تو کوئی چال کی اور دغا بازی نہیں چل سکتی۔ گویا مستند فرما دیا کہ جس قوم سے خدا راضی نہ ہو، کوئی مومن قنوت کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ مذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کو خوش کرینے کا خطا انہیں دماغوں سے نکال دینا چاہئے۔ ان کے ساتھ تغافل و عرض کا معاملہ کیا گیا ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ مسلمان ان سے خوش و مطمئن ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس شخص کا حال معلوم ہو کہ منافق ہے اس کی طرف سے تغافل روا کر لینا اوستی اور محبت دینا گنہگار نہیں۔"

أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا

بست سخت ترین کفر میں اور نفاق میں اور ایسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں

أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَمِنْ

نازل کیے ہوئے اپنے رسول پر اور اللہ سب پر جاننے والا حکمت والا ہے

الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُّ

نہواریے ہیں کہ شہر کرتے ہیں اپنے خرچ کرتے کوتاہان اور انتظار کرتے ہیں

بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ

میرزاؤں کی گردشوں کا ان ہی پر آئے گردش بری اور اللہ سب سے

عَلِيمٌ ۝ وَمِنْ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

جاننے والا ہے اور اللہ سے سارا وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت

الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَواتِ

کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کر کے قربانیک ہونا اللہ سے اور صلوات

الرَّسُولِ ط إِلَّا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَهُمْ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ

رسول کی سزا ہے وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے داخل کرے گا ان کو اللہ

فِي رَحْمَتِهِ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَالسَّابِقُونَ

اپنی رحمت میں ہے ان کے اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو پہلے

الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو پہلے

اعراب منافقین کا حال | یہاں تک مدینہ کے منافقین اور مومنین کھلنے کے احوال بیان ہوئے تھے۔ اب کچھ خاص دیہاتی مدوں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان میں بھی کئی طرح کے آدمی ہیں۔ کفار، منافقین اور کھلے مسلمان چونکہ دیہاتی لوگ قدرتی طور پر عموماً تمدن و تہذیب سے محروم ہوتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے 'من مسکن البادية حفا') اور مجالس علم و حکمت سے دور رہنے کی وجہ سے تہذیب و تہذیب کی کٹنگی کا اثر اور علم و عرفان کی روشنی بہت کم قبول کرتے ہیں اس لئے ان کا کفر و نفاق شہری کفار و منافقین سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ ان کو یہ مواقع دستیاب نہیں ہوتے کہ اہل علم و صلاح کی صحبت میں رہ کر دیانت و تہذیب کے وہ قانون اور قواعد معلوم کریں جو خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام پر نازل کئے۔ ہم معرفت ہی وہ چیز ہے جو انسان کے دل کو نرم کرتی اور مہذب بناتی ہے۔ جو لوگ اس قدر جہالت میں غرق ہیں، ضرور ہے کہ ان کے دل سخت ہوں اور کفر و نفاق کے جس راستہ پر چلیں، بہانم اور دوندوں کی طرح اندھا و خند بڑھے چلے جائیں۔ اعراب کی سنگدلی کا ذکر متعدد احادیث میں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا پیار بیٹے میں، خدا کی قسم میں نے کبھی اپنی ولاد کا پیار نہیں لیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں کیا کروں، مگر خدا نے تیرے دل میں سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

یعنی اس کا ہم بنی آدم کے تمام طبقات پر محیط ہے، وہ اپنی حکمت سے ہر ایک طبقہ کے ساتھ اس کی استعداد و قابلیت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اعراب کی طبیعت میں بے صمیمی، غرض پرستی، جہالت شدید ہوتی ہے، سو اللہ حکمت والا ہے ان سے وہ مشکل کام بھی نہیں چاہتا اور درجے بلند بھی نہیں دیتا۔" یعنی اعراب منافقین میں وہ لوگ بھی ہیں جنہیں اگر کسی وقت خدا کے راستہ میں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے تو ایسی کرہیت سے خرچ کرتے ہیں جیسے کوئی جرم نہ اور تاوان نہ دے کر رہا ہو۔ وہ ابھی تک اس کے غلط خیالوں میں گرفتار ہیں۔ مسلمان حوٹ دہر سے کسی گردش اور آفت میں پھنس جائیں تو ہم خوب شادیانے بجاتیں۔ یہ خبر نہیں کہ انہیں کی قسمت گردش میں آ رہی ہے۔ اسلام تو غالب و فائق ہو کر رہے گا اور یہ منافقین سخت ذلیل و رسوا ہوں گے۔ خدا ہر ایک کی باتیں اور دعائیں سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون عزت و کامیابی کا اہل ہے اور کون لوگ ذلت اور رسوائی کے مستحق ہیں۔

اعراب مومنین کا بیان | یہاں قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا حیرت انگیز اثر شہد دھلایا ہے کہ ان ہی درشت مزاج، سنگدل، شہ خوگنواروں میں جو کفر و نفاق اور جہل و طغیان کی وجہ سے اس رائق ہی نہ تھے کہ خدا کے بتلے ہوئے ادب اور قواعد سمجھ سکیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور قرآن کریم کی آواز نے ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کر دیے جو ممد و معاد سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، خاص قرب الہی حاصل کرنے اور پیغمبر علیہ السلام کی دعا لینے کی غرض سے کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کو بشارت دی کہ بیشک وہ اپنی امیدوں میں حق بجانب ہیں۔ یقیناً ان کو وہ چیز مل کر رہے گی جس کی نیت کی ہے (یعنی قرب الہی) اور خدا ضرور ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا رسی پیغمبر علیہ السلام کی دعا سے تو وہ اپنے کانوں سے سنتے اور آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص صدقہ وغیرہ لے کر حاضر ہوتا ہے تو حضور اس کو دعا میں دیتے ہیں حضور کی اس دعا کا ثمرہ بھی وہی رحمت و قرب الہی ہے جس کا وعدہ پہلے ہو چکا۔

اتَّبِعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

چاہو — ان کی تسکین — یہ اچھی بات ہے — مردہ اچھی —

عَنْهُ ۖ وَاعِدْ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اس سے — اور کہتے ہیں اس سے — ان کی نیکیاں — میری

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَمِمَّنْ

وہ میں ان کی میں ہیں — ان کی — ان کی —

حُوكَمٌ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ ۖ وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۚ قَدْ

تھوڑے تھوڑے — مہاجرین — اور کچھ مدینہ —

مَرَدُّوا عَلَى النَّفَاقِ ۚ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۖ

اورتے ہیں — حق پر — ان کی بات — ہم جانتے ہیں —

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ۝

ان کو عذاب دینگے — اور — پھر واپس آ جائیں گے —

وَالْآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا

اور مفسدوں نے — قرار دیا انہوں نے اپنے گناہوں کا — یہ اس نے یہاں سے

وَالْآخَرِينَ عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

وہ — قربت — کہ اللہ تعالیٰ ان سے توبہ کرے —

سَابِقِينَ ۚ الَّذِينَ كَانُوا يَسْتَعْجِلُونَ عَذَابَ اللَّهِ ۚ

یعنی جن پہلے جہنم میں پہنچنے کا شرف حاصل کیا، اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی، خاص جن

لوگوں نے بول حق و رخصت اسلام میں جس قدر تھے، پھر جو لوگ نیوکاری اور جس نیت سے ان جنت

روان سلام کی پیروی کرتے رہے، ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی و حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوشنودی اور انشراح قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکامات پر بھی ہر قصہ و تکنیکی کے سامنے گرو نہیں جھکا دیں، اسی طرح خدا نے ان کو اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود و نام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ تنبیہ | مفسرین صف کے اقوال "السابقون الاولون" کی معین میں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف ہجرت ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے انہوں قبوں (کعبہ و بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان "سابقین و سین" ہیں۔ جس حد یہ تک اسلام آنے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ در بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والے مسلمانوں کے اعتبار سے "سابقین و سین" ہیں ہمارے نزدیک ان اقوال میں چنداں تفریق نہیں "سبقت و اولیت" ضدی چیزیں ہیں۔ ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے حق بن سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے "قامدہ" میں اشارہ کیا ہے جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق و اول ہوگی اسی قدر رضا۔ اپنی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی۔ کیونکہ سبقت و اولیت کی طرح رضا و کامیابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اہل مدینہ اور اعراب منافقین | پہلے سے یہ باتی عربوں کا ذکر چلا آ رہا تھا۔ درمیان میں اعراب مومنین کے تذکرہ سے مہاجرین و انصار کی طرف کا منتقل ہو گیا ہے۔ اس بات میں خاص "مدینہ" اور اس کے آس پاس رہنے والوں کا بیان ہے یعنی بعض اہل مدینہ اور درویش کے رہنے والے نفاق کے غور ہو چکے اور اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نفاق اس قدر عریق و عمیق ہے کہ ان کے قرب مکانی و رہی کریم کے ساتھ ساتھ فطرت و فرستہ کے وجود آپ بھی بالعمین و قطعی طور پر محض عداوت و قرین سے ان کے نفاق پر مضع نہیں ہو سکے ان کا ٹھیک ٹھیک عین صرف خدا کے علم میں ہے۔ جس طرح منافقین کا پتہ چہرہ لب و جہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا (وَلَوْ شَاءَ لَارْيَكُهُمْ فُلُورُ فَتَهُمْ وَلَنُغْرِقَنَّاهُمْ فِي لُحُوقِ الْقَوْلِ) ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔

منافقین کیسے بڑا عذاب | بڑا عذاب دوزخ کا ہے۔ ان المنافقین فی الذرک الا سفل من النار (نار رکوع ۲۱) اس سے قبل کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ایک عذاب قبر و دوسرا وہ عذاب جو اس دنیوی زندگی میں پہنچ کر رہے گا۔ مثلاً بن عباس کی ایک روایت کے موافق حضور نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر قریہ چھتیس دیوں کو نام پکار کر فرمایا۔ "اخرج فانک منافق" یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی۔ یہ پہلے اسی سورت میں مذکور کہ ان کے اسوئل واد۔ و کو حق تعالیٰ نے ان کے حق میں عذاب بنادیا۔ (فَلَا تَغْنَحْكَ اَفْوَالُهُمْ وَلَا اُولَاؤُهُمْ اَتَمَّا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) ان میں سے بعض بھوک و غیرہ آفات رضی و سادی میں مبتلا ہو کر ذات کی موت مرے یا اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھ کر غیظ کھانا اور ذات پیتا، یہ بھی ان کے حق میں سوبان روح تھا۔ میرے نزدیک یہ سب قسم کے عذاب "مرتین" کے احاطہ میں داخل ہیں۔ اور دو کا مدد یا تو مطلق تعدد کے لئے ہے جیسے "لَنَمُوتَ الْمُرُورُ الْمُرُورُ الْمُرُورُ" میں اور یہ دوبار سے مراد انوی اثینیت ہے۔ یعنی "عذاب قبر" اور عذاب قتل موت۔ واللہ اعلم۔

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

پیشکش و ادا کرے گا ﴿۱۰۲﴾ لے کر مال میں سے زکوٰۃ ﴿۱۰۲﴾ کہ پاک کرے تو ان کو

وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ

اور برکت کرے تو ان کو اُن کی تسکین و روضہ دے اُن کو ﴿۱۰۳﴾ ہے ایک نیری آواز کے لیے تسکین

لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۳﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

﴿۱۰۳﴾ اور اللہ سب کو سننے والا ہے ﴿۱۰۳﴾ یہ وہ جان نہیں ہے کہ اللہ

هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ

﴿۱۰۴﴾ وہ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوٰۃ

وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلْ أَعْمَلُوا فَسِرَّ

اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے ﴿۱۰۴﴾ اور کہہ کر عمل کرو چاہو ﴿۱۰۴﴾ پھر آگے دیکھو

اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ

﴿۱۰۵﴾ اللہ تمہارے کام کو اور اُس کا رسول اور مسلمان اور تم جدوجہد کرتے جاؤ گے

إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

﴿۱۰۵﴾ اُن کے پاس جو غیب و شہادت کی باتیں ہیں وہ تم کو بتا دے گا ﴿۱۰۵﴾ جو جو

تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۵﴾ وَآخَرُونَ مُرْجُونَ لَأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا

﴿۱۰۵﴾ تم کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾ اور بعض اور لوگ ہیں کہ اُن کا کام مؤجل میں ہے ﴿۱۰۵﴾ حکم پر اللہ کے

يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

﴿۱۰۶﴾ وہ ان کو عذاب دے گا ﴿۱۰۶﴾ اور اللہ سب کو جاننے والا ﴿۱۰۶﴾

◆ **تبوک میں رہ جانے والے مسلمان** | اہل مدینہ میں اگر ایک طرف یہ منافقین متہر دین ہیں جو اپنی شرارتوں اور جرموں کو پردہ نفاق میں چھپاتے اور ان پر سختی سے اڑے رہتے ہیں تو دوسری جانب بعض وہ مسلمان ہیں جن سے بمقتضائے بشریت کوئی خطا و قصور سرزد ہو جائے تو نادہ ہو کر بے تاثر اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کی بھلائی اور برائی مخلوط (مخلو) ہے۔ برائی تو مثلاً یہ ہے کہ نصیر عام کے باوجود نبی کریم ﷺ کی دعوت پر ”غزوۃ تبوک“ میں حاضر نہ ہوئے بعدہ اس غیر ضروری پردل سے چین و متأسف ہوں اور طہر و باطلنا تو بہ کرنا اور دوسرے اہل اہل (نماز روزہ، زکوٰۃ، حج و دیگرے غزوات کی شرکت وغیرہ) سب ان کی بھلائیوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ایسے حضرات کو حق تعالیٰ نے معافی کی میدلائی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوہبائہ اور ان کے چند ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جو محض سہل اور تنہا کی وجہ سے ”تبوک“ میں حاضر نہ ہوئے۔ لیکن جب تبوک سے حضرت کی واپس معصوم ہوئی تو عایت مذمت سے ان سب نے اپنے آپ کو سبکدے ستلوں سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک نبی کریم ﷺ اپنے ان بھروسوں اور قیدیوں کو معاف کر کے اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں گے، اسی طرح بندھے کھڑے رہیں گے۔ آپ ﷺ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا: واللہ جب تک خدا ان کے کھولنے کا حکم نہ دے میں ان کو نہیں کھول سکتا۔ آخر یہ آیات نازل ہوئیں تب آپ ﷺ نے کھولا اور قبولِ توبہ کی بشارت دی۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کھلے کے بعد تکمیلِ توبہ کے طور پر کچھ مال لے کر حاضر ہوئے کہ خدائی رو میں تصدق کریں اس پر کھلی آیت نازل ہوئی۔

◆ **صدقات کا بیان** | ”صدقہ“ کا ترجمہ مترجم محقق نے ”زکوٰۃ“ کیا ہے۔ لیکن اگر لفظ ”صدقہ“ کو ملاحظہ جاتا جو زکوٰۃ و صدقات نافذہ سب کو شامل ہوتا بہتر تھا۔ کیونکہ اکثر روایات کے موافق یہ آیت ان ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بعد معافی تکمیلِ توبہ کے طور پر صدقہ لے کر حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ ابھی پچھلے فائدہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ہاں ملاحظہ فرمائیے کہ یہ حکم کو مودوں نص پر مقصور رکھنے کی ضرورت نہیں۔ اسی سے سلف رضی اللہ عنہم مسئلہ زکوٰۃ میں بھی اس آیت کو پیش کرتے رہے ہیں۔

◆ **توبہ سے گنہ معاف ہو جاتا ہے۔** یعنی اس پر مواخذہ ہوتی نہیں رہتا۔ لیکن ایک قسم کی روحانی کدورت و غم و غیہ جو غنہ کا طبعی اثر ہے وہ ممکن سے ہوتی رہ جاتی ہو جو با خصوص صدقہ اور عموماً حسنات کی مباشرت سے زائل ہوتی ہے۔ ہاں غنہ مہکتے ہیں کہ صدقہ گنہوں کے اثرات سے پاک و صاف کرتا اور اموال کی برکت بڑھاتا ہے ”زکوٰۃ“ (کے بغوی معنی نما یعنی بڑھانے کے ہیں) و ایک بڑا فائدہ صدقہ کرنے میں یہ تھا کہ صدقہ کرنے والوں کو حضور ﷺ دیتے تھے۔ جن سے دیئے والے کا دل بڑھتا اور سکون حاصل کرتا تھا۔ بعد آپ کی دما کی برکت دینے والے کی اور دور اولاد تک پہنچتی تھی۔ اب بھی ائمہ کے نز، ایک شروع ہے کہ جو شخص صدقہ دے، اہل مسلمین بحیثیت وارث نبی ہونے کے اس کے لئے دعا کرے۔ اہستہ جمہور کے نزدیک لفظ ”صدقہ“ کا استعمال نہ کرے جو حضور کا مخصوص حق تھا۔

◆ **توبہ و صدقات** | یعنی توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا۔ چنانچہ پہلے بعضوں پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے سے ان کی زکوٰۃ یعنی موقوف ہوئی اور منافقین کے صدقات کو مردود و ٹھہرایا گیا اور ان کے حق میں دعا و استغفار کو بھی بے سود بتلایا۔ بلکہ جنہ پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے ان کی توبہ قبول کی اور صدقات قبول کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ حضور ان کے حق میں (حیثاً و میناً) دعا کریں۔

◆ **یعنی توبہ وغیرہ سے گزشتہ تفصیلات معاف ہو گئیں۔** لیکن آگے دیکھا جائے گا کہ تم کہاں تک صدق و استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو۔ اس جب دس قصور ہوا تو آئندہ اور جہاد ہو گئے۔ پیغمبر حبیب السلام کے باخفا، کے روبرو ان میں استحقاق ہوگا کہ کیسے عمل کرتے ہو۔ پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا بدلہ مل جائے گا کیونکہ وہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور باطنی نیوٹوں پر مطلع ہے ہر ایک کے ساتھ اس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کرے گا (آیت کی یہ تقریر حضرت شاہ صاحب کے مذاق پر کی گئی ہے کیونکہ اوفق بالسیاق ہے۔ واللہ اعلم)

حَكِيمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَكُفْرًا

حکمت والا ہے ﴿۱۰۶﴾ اور جنہوں نے مائی ہے مسجد کے لئے ضرر کا اور کفر کا

وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ

اور چھوٹ ڈالنے کو اور مسلمانوں میں اور اصرار کا اور اس شخص کے لئے جو لڑ رہا ہے

اللَّهُ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلِيَحْلِفْنَ إِنْ أَرَادْنَا

اللہ اور اس کے رسول سے پہلے اور تاکہ کہیں کہ اگر ہم چاہتے ہیں

إِلَّا الْحُسْنَىٰ ط وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ

بجائے کسی چاہتی تھی اور اللہ کے لئے اچھی بات اور اللہ کے لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں

فِيهِ أَبَدًا ط لِمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ

اس میں کبھی بہت دور مسجد جس کی بنیاد رکھی گئی تھی اور تقویٰ سے پہلے

يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ط فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ

ان سے اور حق ہے کہ وہ نماز ہو اس میں اس میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں

بعض متخفین تبوک کی معافی کا معاملہ
اہل مدینہ میں سے یہاں ایک اور چھوٹی سی جماعت کا رفرہ ہوا ہے اس سے پہلے
عن تبوک (یعنی تبوک میں نہ شریک ہونے والے) تین قسم کے تھے ایک منافقین جو راہِ شلک وفاق علیہ دور ہے دوسرے بعض منافقین جو
سستی اور تن سائی کی بدولت شریک جہاد نہ ہوئے۔ پھر ان میں دو قسمیں تھیں۔ آخر وہ تھے جنہوں نے اپنی اپنی اطمینان پر اپنے کومند کے
ستونوں سے باندھ دیا تھا کہ پچھلی بات میں گدرد چکا۔ صرف تین شخصوں کی جماعت تھی جنہوں نے نہ اپنے کوسنوں سے نہ عوامانہ کوئی مذر
تراش۔ بس جو واقعہ تھا اور جو تصور ہوا تھا صاف صاف ہاکم کا ست مختصرت تھیں کہ سامنے عرض بردیاس کے بارہ میں یہ آیت (احزوزہ فزحوزہ
لا فہر اللہ الخ نازل ہوئی۔ یعنی ان کا معاملہ ابھی ڈھیل میں ہے۔ چند روز خدا کے حکم کا انتظار کر۔ خواہ ان کو برا لے یا عاف کر۔ جس کے علم
حکمت کا اقتضاء ہوگا کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے تانزل علم الہی لوب دینے کے لئے مسلمانوں کے حقائق ان تینوں سے منقطع کر دیے۔ چنانچہ
دراںک یہی معاملہ باپھر معافی ہوئی۔ لیکن واقعات کی اور تینوں کے ناموں کی تفصیل اگلے نمبر کے خاتمہ پر بیان ہوگی۔

مسجد ضرار اور منافقین کی سازش
پسے ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے اظہار ایک برا کام ہو گیا (تخلف عن الجہاد) نہایت
اعتقاد اور اعتراف خط کی بدولت معافی مل گئی۔ یہاں ایسی جماعت کا بیان ہے جنہوں نے اظہار اچھا کام کیا (تعمیر مسجد) لیکن بدعتوں کی
وجہ سے دہل بس گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے حجرت آئے تو اول مدینہ سے "بنی عمرو بن نوف" کے محلہ میں فرود کش ہوئے۔ چ

چند روز بعد تہذیب میں تشریف لے گئے اور مسجد نبوی تعمیر کی جس مسجد میں جس سبب پشتر نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد تیار کر لی جو مسجد قبہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت اشتر بہت کے روز وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور بڑی فضیلت اس کی بیان فرماتے تھے۔ بعض منافقین نے چاہا کہ یہودیوں کی ضد پر اسی کے قریب ایک اور مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں۔ اپنی جماعت جدا ٹھہرائیں اور بعض سادہ دہن مسلمانوں کو مسجد قبہ سے بنا کر ادھر لے آئیں۔ فی الحقیقت اس ناپاک تجویز کا محرک اصلی ایک شخص ابوہریرہؓ تھے۔ ہجرت سے پہلے اس شخص نے خضرائی بن کر اربابہ زندن اختیار کر لی تھی۔ مدینہ آئے پس کے وہ خصوصاً قبیۃ خزرج اس کے رہنے والے تھے اور وہی کے معتقد تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے حضور کے قدم و میمات و زوہ سے جب مدینہ میں یہاں عرفان کا قیام چکا تو اس طرح کے رویوں کا جرم کھینے لگا۔ بعد ازاں قیام کے سامنے چارٹھ مرہ کو کون پوچھتا۔ ابوہریرہؓ دیکھ کر چارٹھ پوچھا۔ یہاں کیا تصویر ہے۔ اس کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں ٹھیک ملت براہیگی بیکر یا ہوں۔ کہنے لگا کہ میں پہلے سے اس پر قاعدوں میں تھیں تم نے اپنی طرف سے ملت براہیگی میں اس کے خلاف چیزیں داخل کر دی ہیں۔ حضورؐ نے بہت زور سے سکی تردید فرمائی۔ آخر اس کی زبان سے نکلا کہ وہم میں سے جھوٹا بخدا اس کو وطن سے دور کیا۔ وہ تباہ غربت و تنگی کی موت مارے۔ آپؐ نے فرمایا ”آئیں خدا ایسا ہی کرے۔“ حکم بدر ہے۔ بعد جب اسلام کی جزیں مضبوط ہوئیں اور مسلمانوں کا حرج و مرج و بدوین کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا۔ ابوہریرہؓ کو تاب نہ رہی۔ بھاگ کر مدینہ پہنچا۔ یہاں وہ تصویر کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔ چنانچہ معرکہ احد میں قریش کے ساتھ فوج تیار ہو کر شروع ہوئے سے پہلے آئے۔ بڑھ کر انصار مدینہ و جو عہد جاہلیت میں اس کے بڑے معتقد تھے خطاب کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ امت یہ نہ سمجھ کر تنقید نہ سرف کے سامنے بھاگ کر تاجاؤں میں چل نکلتا ہے۔ آخر نصارت جو تے پہلے رابب کہہ کر چارتے تھے جواب دیا کہ وہاں شمس حد اترتی ہے لکھتے بھی خند کی نہ رہے۔ یہاں سے خدا کے متابہ میں ہم تیرا ساتھ دیں گے؟ نصارت کا جواب اس کو بے بس کر دیا۔ چنانچہ وہاں درست ہوئے اور حیطہ میں آ کر رہنے کا کہا۔ ”اے (مسلم) آئندہ جو قوم جی تیرے متابہ کے لئے اٹھیں گی میں برابر اس کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ جنگ خندق تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے بڑا تارہا۔ احد میں اسی کی شرارت سے حضورؐ کو چشم زخم پہنچا۔ وہاں حضورؐ کے درمیان اس سے پوشیدہ طور پر ہتھیار اٹھائے۔ یہ تھے۔ وہیں چہرہ مبارک کے زخمی ہونے اور ندن مبارک شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ جن کے بعد جب وہاں سے محسوس کر لیا۔ اب اب کی کوئی طاقت سلام کو بچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو بھاگ کر ملک شام پہنچا۔ اور ماہ تین مدینہ و حطہ کا کھانا کھانے میں قصر روم سے مل کر ایک شکر ہزار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لے آیا۔ وہاں ہوں جو چشم زخم روز میں اگلے مارے۔ حضورؐ خاک میں ملائے گا اور مسلمانوں کو باکل پامال کر کے چھوڑے گا۔ (احیاء البالد) ترقی ان کی ایک عمارت مسجد کے نام سے بنالو۔ جہاں نماز کے بہانے سے بیچ ہو کر سامع کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہو سکیں۔ مرقہ سہم کو، ہیں میرے خطوط و غیرہ پہنچا دیا۔ اور میں بدست خواہ آں تا ایک ماہوں جد ٹھہرنے اور مٹنے ہو۔ یہ خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد ضرر تعمیر ہوئی اور حضورؐ کے روبرو بہانہ یہ کیا کہ یہ رسول اللہؐ خدا کی قسم ہماری نیت بری نہیں بلکہ ہمارے اور مردی و عہد میں بالخصوص بہاروں، ماؤں اور ارباب حوج کو مسجد قبائک جانا دشوار ہوتا ہے۔ اس سے یہ مسجد خانی بنی ہے تاہم دیوں کو سہولت اور مسجد قبہ میں کئی مکان کی شکایت نہ رہے حضورؐ ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھیں تو ہمارے موجب برکت و سعادت ہو۔ یہ اس لئے کہ حضورؐ کا طریقہ کچھ کر بعض سادہ دہن مسلمان حسن ظن کی بنا پر ان کے جاں میں پھنس جائیں۔ آپؐ اس وقت تبوک جانے کے لئے پابکار تھے۔ فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو وہی پر ایسا ہو سکے گا۔ جب حضورؐ تبوک سے واپس ہو کر بالکل مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے تب جبریلؑ یہ بات لے کر آئے جن میں منافقین کی ناپاک غرض پر مطلع کر کے مسجد ضرر کا پول کھول دیا گیا۔ آپؐ نے مالک بن حشم اور معش بن عدی کو حکم دیا کہ اس مکان کو (جس کا نام ازراہ خدا غریب مسجد رکھا تھا) کر کر پیوند زمین بنا دو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور بعد کربخا سیاہ کر دیا۔ اس طرح منافقین اور ابوہریرہؓ کے سبب ارمانوں کے دل میں رہ گئے اور ابوہریرہؓ اور حضورؐ کی زمین کے موائع خسرین (ملک شام) میں تباہی کی موت مرا۔ ”لفظ قطع دائر القوم اللہین طعنوا والحمد لله رب العالمین“ آیت میں ”من حارب اللہ ورسولہ“ سے یہی جوہر فاسق مراد ہے۔

يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴿۳۸﴾ أَفَمَنْ أَسَّسَ

پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو ﴿۳۸﴾ بسا جس سے بنیاد رکھی

بُنِيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ

اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور اس کی رضا مندی پر وہ بہتر یا جس نے

أَسَّسَ بُنِيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرْفٍ هَارٍ فَأَنْهَارُ بِهِ

بنیاد رکھی اپنی عمارت کی کنارہ پر یک جہتی کے جو گرنے کو ہے پھر اس کو سے نہا رہے پڑا

فِي نَارٍ جَهَنَّمَ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۳۹﴾

وزخ کی آگ میں ﴿۳۹﴾ اور خدا راہ نہیں دیتا ظالم و گمراہ کو ﴿۳۹﴾

لَا يَزَالُ بُنِيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا

بیش ز رہے گا اس عمارت سے جو انہوں نے بنائی تھی شبہ ان کے دلوں میں مگر

أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّ اللَّهَ

جب نکلے سوچ میں ان کے دلوں کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۴۰﴾ اللہ

اشْتَرَاكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ

خریدیں مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ

لَهُمُ الْجَنَّةُ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ

ان کے لیے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں

يُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقٌّ فِي التَّوْرَةِ ۖ وَلَا نُجِئُ

مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے نام پر تھا تورات اور انجیل

◆ **مسجد قباء کی فضیلت** | یعنی اس مسجد میں جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق، عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور رسول پر رکھی گئی آپ کبھی نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں۔ آپ کی نماز کے لئے وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (خواہ مسجد نبوی ہو یا مسجد قبا) اس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن پاک و صاف رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی لئے خدائے پاک ان کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے اہل قبا سے دریافت کیا کہ تم جہارت و پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام کرتے ہو، جو حق تعالیٰ نے تمہاری تطہیر کی مدح فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ یعنی عام طہارت ظاہری و باطنی کے علاوہ وہ لوگ اس چیز کا معیار سے زائد اہتمام رکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں مسجد قبا کا ذکر ہے۔ لیکن بعض روایات صریح میں ہے کہ ”لَمَسْجِدَ أُتِمِسَّنْ عَلَى الْتَقْوَى“ سے مسجد نبوی مراد ہے۔ علامہ نے اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کے متعلق اپنا ناقص خیال ظاہر کر کے روایات میں تطبیق دی ہے یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔

◆ یعنی جس کام کی بنیاد تقویٰ، یقین و اخلاص اور خدا کی رضا جوئی پر ہو، وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جس کام کی بناء شک و نفاق اور کمر و خداع پر ہو، وہ اپنی ناپائیداری، بودے پن اور انجام بد کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے کوئی عمارت ایک کھائی کے کنارہ پر کھڑی کی جائے کہ ذرا زمین سرکی یا پانی کی چھیڑ کنارہ کو لگی، ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ رہی اور آخر کار دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچی۔

◆ یعنی بظاہر کوئی نیک عمل بھی کریں (جیسے مسجد بنانا) ظلم و نا انصافی کی شامت سے بن نہیں پڑتا۔

◆ **ریبہ کی تفسیر** | ”ریبہ“ کا ترجمہ کیا ہے ”شبہ“ جس سے مراد نفاق ہے۔ یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ ان کے دلوں میں (جب تک موت انہیں پارہ پارہ نہ کر ڈالے) نفاق قائم رہے گا۔ جیسے اسی سورہ میں پہلے گزر چکا۔ ”فَاَعْقِبْنَهُمْ بِعَاقِفٍ فِي قُلُوبِهِمْ اِلٰی يَوْمٍ يَلْقَوْنَهُ بِمَا اٰخَلَقُوا اللّٰهَ مَا وَعَدَتْهُمْ“ ”بعض مترجمین نے ”ریبہ“ کے معنی کئے ہیں ”کھٹکنا“۔ یعنی جو عمارت انہوں نے ناپاک مقاصد کے لئے بنائی تھی۔ مگر حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کر کے ان کے تمام پلید مقاصد کا خاتمہ کر دیا، اس کا خیال ہمیشہ ان کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتا رہے گا۔ والسرائجع عند السلف هو الاول کما حکى ابن كثير۔

وَالْقُرْآنُ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا

قرآن میں اور اس سے زیادہ کا پورا کرنا سے زیادہ

بِذِئْبِكُمُ الَّذِي يَأْتِعْتُم بِهِ ۚ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

جس کا تم پر آتا ہے اس سے تمہاری فتح ہے

الْعَظِيمُ ۝ الثَّائِبُونَ الْعِبَدُونَ الْحَمِيدُونَ

عظیم ۝ وہ جو توبہ کرتے ہیں بندہ بنے ہوئے اور ستارے

السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ

جو سفر کرتے ہیں رکنے والے سجدہ کرنے والے اور امر کرنے والے

بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ

وہ جو نیک بات کو بڑھاتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں اور تحفظ دینے والے

لِحُدُودِ اللَّهِ ۚ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ

نہ خدا کے لیے جو بشارت دے کہ وہ نبی کے لیے نہیں ہے

الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا

سہارا نہ دے کہ وہ مشرکوں کو بخش دیں

أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ

قرابت والے جب کہ کھل چکا ہو کہ وہ ان کے مالک ہیں

﴿مومنین کی نفع بخش تجارت﴾ اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر کی جانوں اور دنیاوی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنانا۔ ہماری جان و مال جو فی حقیقت اسی کی ملکوت و مخلوق سے محض دنیاوی طاہست سے ہماری طرف نسبت کر کے ”مبیع“ قرار دیا جو ”عقد بیع“ میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا ”شمن“ نظر یا جو بیع

الْحَكِيمُ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا

دور والے ۞ اپنے باپ کے واسطے سونہا مر

عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ

اپنے باپ کے لیے سے کہہ کر چکا تھا اس سے

عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَمْنَهُ ۚ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَوَاٰهُ حَلِيْمٌ ۝

دشمن ہے اللہ کا تو اس سے جدا ہو گیا

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى

اور اللہ ایسا نہیں کرے کہ گمراہ کرے کسی قوم کو

يُبَيِّنَ لَكُمْ مَا يَتَّقُوْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

کھول دے ان پر جس سے اُن کو بچنا چاہیے

اللّٰهُ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيِي وَيُمِيْتُ ۚ وَمَا

اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٌ ۝ لَقَدْ

تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا

تَّابَ اللّٰهُ عَلَی النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ

مہربان ہو نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر

❖ مشرک آباء کیلئے استغفار کی ممانعت | مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ بچ چکے تو ضروری ہے کہ تہہ می کے
بذکر رہیں۔ امداء اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جنہی ہونا معلوم ہو چکا ہو محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔ خواہ یہ دشمنان خدا اُن کے
وال باپ، چچا، تایا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔ جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ اُن کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ پس جس شخص کی

بابت پتہ چل جائے کہ وہ بالیقین دوزخی ہے۔ خود اوجی الہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اس کو موت آپکی ہو اس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا ابوطالب کے حق میں اتری۔ اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسندوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کے لئے جو مرتکب تھے استغفار کریں۔ اس آیت میں ان کو منع کیا گیا۔ بہرحال شان نزول کچھ ہو، حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے، استغفار جائز نہیں۔ تنبیہ حضور کے والدین کے بارہ میں عہد اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں۔ بعض نے اس کو مومن و ناجی ثابت کرنے کے لئے مستقل رسائل لکھے ہیں۔ اور شرح حدیث نے محدثان و مشکلمانہ بخشش کی ہیں۔ احتیاط و وسامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے۔ اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے حقیقت حال کو خدا ہی جانتا ہے اور وہی تمام مسائل کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔

♦ حضرت ابراہیم کا اپنے والد کے لئے استغفار | سورہ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے عراض کیا اور ضد و عناد سے حضرت ابراہیم کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا، تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا۔ "سلام علیک ما استغفر لک ربی اذ کان بنی حبیباً" یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کروں گا۔ اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے چنانچہ دوسری جگہ "واغفر لامنی" فرمانے کی تصریح ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے، نہیں غرض یہ تھی کہ اللہ اس کو توفیق دے کہ حالت شرک سے نکل کر آغوش اسلام میں آجائے اور قبول اسلام اس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے۔ "ان الا سلام ینھدم مساکن قبلہ" ابراہیم علیہ السلام کے ستغفر کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیم نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا۔ جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا، تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکل بیزار ہو گئے۔ اور وعدہ واستغفار وغیرہ ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے۔ جب توبہ و رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے، تو آپ نے اس کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھا دیا۔ اور اس حدیث کو بغیر انہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خداوند! تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا کرے گا۔ مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے۔ اسی وقت ان کے باپ کی صورت مسخ ہو کر ضعیف (کفتار) کی سی ہو جائے گی اور فرشتے تھکیت کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں۔ کیونکہ رسوائی کا درود ارشاد شاخت پر ہے جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی۔ پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔

♦ اللہ کی طرف سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے | یعنی اتمام حجت اور اظہار حق سے پہلے خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا، مگر اسی یہ ہے کہ جب خدا اپنے احکام صاف کھول کر بیان کر چکا، پھر احتمال نہ کیا جائے۔ گویا اشارہ کر دیا کہ جو لوگ ممانعت سے قتل مشرکین کے لئے استغفار کر چکے ہیں ان پر مواخذہ نہیں، لیکن اب اطلاع پانے کے بعد ایب کرنا گمراہی ہے۔

♦ جب اس کی سلطنت ہے تو اسی کا حکم چننا چاہئے۔ وہ علم محیط اور قدرت کاملہ سے جو احکام نافذ کرے بندوں کا کام ہے کہ بے خوف و خطر قیل کریں۔ کسی کی رو رعایت کو دخل نہ دیں، کیونکہ خدا کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں۔

اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ

ساتھ ہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں ♦ جس کے قریب تھا کہ اس پر چڑھ جائے

قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ

مخلوے ان میں سے پھر مہربان ہوا ان پر ♦ شک و شکوک پر مہربان ہے

رَحِيمٌ ۝ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِفُوا ۖ حَتَّىٰ

رحم کرنے والا ♦ اور ان تین مخلوے پر جن کو پیچھے رکھا تھا ♦ یہاں تک

إِذَا ضَاقتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ

کہ جب تنگ ہوئی ان پر زمین ♦ اور جو کشیدہ ہو گئی تھی تنگ ہو گئی

عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا

ان پر ان کی جانیں ♦ اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں ہے نہ سے

إِلَيْهِ ۖ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ

اسی کی طرف پھر مہربان ہوا ان پر تاکہ وہ پھر آئیں ♦ ہے شک اللہ ہی ہے مہربان

الرَّحِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا

رحم والا ♦ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو

مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ

ساتھ سچوں کے ♦ نہ چاہئے مدینہ والوں کو اور ان کے

حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ

گرد کے گنہگاروں کو کہ پیچھے نہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے

❖ **تبوک کے شرکاء کی فضیلت** | مشکل کی گھڑی سے مراد ”غزوہ تبوک“ کا زمانہ ہے جس میں کئی طرح کی مشکلات جمع تھیں۔ سخت گرمی، طویل مسافت، کھجور کا موسم، اس زمانہ کی عظیم الشان سطت کے مقابلہ پر فوج کشی، پھر ظاہری بے سروسامانی کی۔ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی تھی۔ اخیر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ بہت سے مجاہدین ایک ہی کھجور کو یکے بعد دیگرے چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ پھر پانی کے فقدان سے اونٹوں کی آماش نچوڑ کر پیے کی نوبت آ گئی۔ سواری کا اتنا نقطہ تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر اترتے پڑھتے چلے جا رہے تھے۔ یہی وہ جذبہ شہر و فدا کاری تھا جس نے منہی بھر جماعت کو تمام دنیا کی قوموں پر غالب کر دیا۔ **فلله الحمد والمجد**۔

❖ **خدا کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السلام پر بے شمار ہیں۔ اور آپ کی برکت سے مہاجرین و انصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان و عرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی، جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم مہاجر کے سرانجام دینے کی ہمت و توفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مومنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا جھومکا کھ کر ڈگمگانے لگے تھے و قریب تھا کہ رفاقت نبوی سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات و سوسائٹس پر ٹلنے سے محفوظ رکھا اور مومنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔**

❖ **غزوہ تبوک میں رہ جانے والے تین صحابی** | یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع ہیں۔ جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بناء پر بدون عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو نہ انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کئے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے آپ کو ستونوں سے بندھا۔ جو واقعہ تھا صاف صاف عرض کر دیا، اور اپنی کوتاہی و تقصیر کا اعلانیہ اعتراف کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرف سے بھرا غماض کر کے ان کے بواطن کو خدا کے سپرد کیا گیا۔ ”اصحاب سواری“ کی (یعنی جو مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے تھے) توبہ قبول کر لی گئی۔ اور ان تینوں کا فیصلہ تادیباً کچھ مدت کے لئے ملتوی رکھا گیا۔ پچاس دن گزرنے کے بعد انکی توبہ قبول ہوئی پیچھے رکھے جانے کا یہی مطلب ہے جیسا کہ بخاری میں خود کعب بن مالک سے نقل کیا ہے۔

❖ **حضرت کعب بن مالک کا واقعہ** | ان تین میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ نہایت شرح و بسط سے عجیب مؤثر طرز میں بیان فرمایا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ کیا جائے۔ یہاں اس کے بعض اجزاء نقل کئے جاتے ہیں۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار گزار تھی۔ حضور نے صبح کو عام حکم تیاری کا دیا۔ لوگ مقدور و استطاعت کے موافق سامان سفر درست کرنے میں مشغول تھے مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً

تیار ہو کر سناہ چلا جاؤں گا۔ کیونکہ بفضلِ ایزدی اس وقت ہر طرح کا سامان مجھ کو میسر تھا۔ ایک چھوڑ دو سوار یاں میرے پاس موجود تھیں۔ میں اسی غفلت کے نشہ میں رہا۔ ادھر نبی کریم ﷺ نے میں ہزار مجاہدین اسلام کو کوچ کا حکم دیدیا۔ مجھے اب بھی یہ خیال تھا کہ حضور روانہ ہو گئے تو کیا ہے، اگلی منزل پر آپ سے جا ملوں گا۔ آج چلوں کل چلوں اسی مرد و فرد میں وقت نکل گیا۔ حضور نے تبوک پہنچ کر فرمایا ”ما لفعل کعب بن مالک“ (کعب بن مالک کو کیا ہوا) نبی سلمہ کا ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ! اس کی عیش پسندی اور اعجاب و غرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی۔ معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے بری بات کہی۔ خدائی قسم ہم نے اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا حضور یہ گفتگو سن کر خا موش رہے۔ کعب کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد بہت زیادہ وحشت اس سے ہوتی تھی کہ سر سے مدینہ میں پکے منافق یا معذور مسلمان کے سوا مجھے کوئی مرد نظر نہ پڑتا تھا۔ بہر حال ب دل میں طرح طرح کے جھوٹے منصوبے گانٹنے شروع کئے کہ آپ کی واپسی پر فلاں عذر کر کے جان بچا لوں گا۔ مگر جس وقت معلوم ہوا کہ حضور خیر و عافیت سے واپس تشریف لے آئے، دل سے سارے جھوٹ فریب محو گئے اور طے کر رہا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اس بارگاہ میں نجات دل نہ دے والی نہیں۔ حضور مسجد میں رونق افروز تھے، اصحاب کا مجمع تھا۔ منافقین جھوٹے بیٹے یہاں بنا کر ظاہری گرفت سے جھوٹ رہے تھے کہ میں حضور کے سامنے آیا۔ میرے سلام کرنے پر آپ نے غضب آمیز قسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اس وقت میں دنیا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کس طرح زبان زوری و در چہب سانی سے جھوٹے بیٹے حوالے کر کے اپنے آپ کو صاف ہی لیتا۔ مگر یہاں تو معصوم ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں رنج بھی کر لوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا اس کو جی بات پر مطلع کر کے مجھ سے ناراض کر دے گا۔ برخلاف اسکے سچ بولنے میں گوتھوڑی دیر۔ نئے آپ کی فحش برداشت کرنی پڑے گی لیکن امید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اس کا انجام بہتر ہوگا۔ اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا اور رسول کے غصہ سے نجات دلائے گا۔ یا رسول اللہ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں، جس وقت حضور کی ہم رکابی کے شرف سے محروم ہوا، اس وقت سے زیادہ فراخی اور مقدرت کبھی مجھ کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ میں مجرم ہوں، آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے یہی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔

تین صحابیوں سے معاشرتی مطالبہ میں انھا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ (ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الریح) یہ دو شخص بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ ہم تینوں کے متعلق آپ نے حکم دیدیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے۔ سب علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین ہو گئے، شب و روز گھر میں وقف گریہ و بکا رہتے تھے میں ذرا سخت اور قوی تھا۔ مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتا۔ حضور کو سلام کر کے دیکھتا تھا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضور کی طرف دیکھتا۔ آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے مخصوص اقا رب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہو گئے تھے۔ اس اثناء میں ایک روز ایک شخص نے بادشاہ ”غسان“ کا خط مجھے دیدیا۔ جس میں میری مصیبت پر اظہارِ ہمدردی کرنے کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اسکے ملک میں آ جاؤں وہاں میری بہت آؤ بھگت ہوگی میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔ آخر وہ خط میں نے نذر آتش کر دیا۔ چالیس دن

گزرنے کے بعد بارگاہ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہوں چنانچہ اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ اپنے میکے چلی جائے اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ ہو وہیں ٹھہری رہے۔ سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں موت آگئی تو حضور میرا جنازہ نہ چھوٹے گے۔ اور فرض کیجئے ان دنوں میں آپ کی وفات ہوگئی تو مسلمان ہمیشہ یہی معاملہ مجھ سے رکھیں گے۔ میری میت کے قریب بھی کوئی نہ آئے گا فرض پچاس دن سی حالت میں گزرے کہ خدا کی زمین مجھ پر بادِ جودِ فراخی کے ٹھک تھی بلکہ عرصہٴ حیات تک ہو گیا تھا، زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی کہ یکا یک جبلِ سلع سے آواز آئی ”یسا کہعب بن مالک ابشر“ (اے کعب بن مالک خوش ہو جا) میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ اخیر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبرِ عیدِ اسلام کو خبر دی گئی کہ ہماری توبہ مقبول ہے۔ آپ نے بعد نماز فجر صحابہ کو مطلع فرمایا۔ ایک سوار میری طرف دوڑا کہ بشارت بنائے۔ مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے للکارا۔ اسکی آواز سوار سے پہلے پہنچی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر آواز جانے والے کو دیے۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگ جوق جوق آتے اور مجھے مبارک باد دیتے تھے۔ بہ جرین میں سے حضرت طلحہؓ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا حضور کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا آپؐ نے فرمایا، خدا نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اس توبہ کا تمہ یہ ہے کہ اپنا کل مال و جائیداد خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ سب نہیں، کچھ اپنے لئے رکھنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے خیر کا حصہ الگ کر کے باقی مال صدقہ کر دیا۔ چونکہ محض سچ بولنے سے مجھ کو نہایت ملی تھی، اس لئے عہد کیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، ”بندہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا، اس عہد کے بعد بڑے سخت امتحانات پیش آئے۔ مگر الحمد للہ میں سچ کہنے سے کبھی نہیں ہٹا اور نہ انشاء اللہ تازیست ہوں گا۔ یہ واقعہ ہے جسکی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں پر خدا کی پہلی مہربانی تو یہی تھی کہ ایمان و اخلاص، بخشا، نفاق سے بچایا۔ اب نئی مہربانی یہ ہوئی کہ توبہ نصوح کی توفیق دیکر پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور کوتاہیوں کو معاف فرمادیا۔

♦ **بچوں کی صحبت** | یعنی بچوں کی صحبت رکھو اور انہی جیسے کام کرو۔ دیکھ لو یہ تین شخص سچ کی بدولت بخشے گئے اور مقبول ٹھہرے منافقین نے جھوٹ بولا اور خدا کا ڈر دل سے نکال دیا تو ”درکِ اسفل“ کے مستحق بنے۔

وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۚ ذَٰلِك بِأَنَّهُمْ لَا

یہ اس واسطے کہ

رسول کی جان سے

اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں ریاضہ

يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ ۚ فِي سَبِيلِ

اللہ

اور نہ محنت

اور نہ محنت

جہاد سے اس کے بغیر پہنچتی نہ ہو چاہیں

اللَّهِ وَلَا يَطْئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ

اور نہ پہنچتے ہیں

جس سے کوفہ ہوں کافر

اور نہیں قدم رکھتے کہیں

وہ میں

مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ

اس نے بدلے ٹیپ مل

مگر صحابہ تھے اس کے واسطے

بشم سے کوئی چیز

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ

اور نہ خرچ کرتے ہیں

حق بھی کرنے والوں کا

بے نقصان نہیں خرچ کرتا

نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً ۚ وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا

اور نہ ٹپ کرتے ہیں کوئی میدان

اور نہ برا

کوئی خرچ چھوٹا

إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

بہتر اس کا موازنہ کرتے تھے

مگر یہ دیکھا جاتا ہے ان کے واسطے تاکہ وہ اسے ان کو ملے

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ

سوئوں نہ نکلا

کہ کوئی نہیں سارے

اور ایسے تو نہیں مسلمان

كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

دین

تاکہ سمجھ پیدا کریں

نہ ہر ایک قسم

ہر فرقہ میں سے

حضرت ابوخیثمہؓ کا واقعہ یعنی رسول اللہ ﷺ تو تکلیفیں اٹھائیں اور ہم آرم سے بیٹھے رہیں، اب نہیں چاہئے، حدیث میں ہے کہ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ حضورؐ کی روئنگی کے بعد باغ میں گئے وہاں خوشگو رسایہ تھا، حسین و جمیل بیوی سامنے تھی اس نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کر دیا، چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد شیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش دیکھ کر دفعۃً ابوخیثمہؓ کے دس میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوشگو رسائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت لو اور گرمی و خشکی کے عالم میں کوہ و بیابان طے کر رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی سواری منگائی تلوار جمائل کی نیزہ سنبھال اور حضورؐ کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اونٹنی تیز ہو کی طرح چل رہی تھی، آخر لشکر کو جا پڑا۔ حضورؐ نے دور سے دیکھ کر کہ کوئی اونٹنی سوار ریت کے نیچے قطع کرتا چلا آ رہا ہے، فرمایا ”کس ابا خینمہ“ (ہو چاہو خیثمہ) تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔ رضى الله عنه وعن سائر الصحابة ورواؤه۔

یعنی باوجود یکہ ان میں سے اکثر چیزیں (مثلاً بھوک، پیاس لگنا، یا تکلیف پہنچنا) اختیاری کام نہیں ہیں، تاہم نیت جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری چیزوں کے مقابلہ میں اعمال صالحہ کی فروست میں درج کر دیئے جائیں گے جن پر خدا اجر نیک مرحمت فرمائے گا۔

خرچ کرنا یا میدان طے کرنا، خود عمل صالح اور اختیاری افعال ہیں۔ اسی لئے یہاں ”الَا تُحِبُّ لَہُمْ“ فرمایا۔ گزشتہ آیت کی طرح ”الَا تُحِبُّ لَہُمْ بِہِ عَمَلٌ صَالِحٌ“ نہیں ارشاد ہوا۔ نہ علیہ این کثیر

یعنی بہترین عمل کی بہترین جزاء دے گا۔

وَلْيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ

تاکد

جب کہ واپس آئیں ان کی طرف

اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو

يَحْذَرُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ

کرتے چوکا ہے

اسے ایمان والو

بچتے رہیں

يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۖ وَاعْلَمُوا

اور جانو

دروچہ بننے والوں پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی

کہ ایف سے کاروں سے

أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ

کوئی سورت

اور جب نازل ہوتی ہے

کہ ہم ساتھ سے اوروں کے

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا ۚ فَلَمَّا

۷۲

کس کا تم میں زیادہ کرو یا اس سورت نے ایمان

تجھے ان میں کہتے ہیں

الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا ۖ وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٣﴾ وَ

اور

اور خوش وقت ہوتے ہیں

ان کا زیادہ کرو یا اس سورت نے ایمان

لوگ ایمان رکھتے ہیں

أَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ

گندگی پر

سوائے کے لیے زیادتی

جس کے دل میں مرض ہے

رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٤﴾ أَوَلَا يَرَوْنَ

کیا نہیں دیکھتے

اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے

میں

أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ

پھر بھی

بار بار

ایک بار

ہر برس میں

کہ وہ آزمائے جاتے ہیں

گذشتہ کوعت میں ”جہاد“ میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر مذمت تھی۔ ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلن فرض عین ہے، اس آیت میں فرمایا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے، نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے، باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔ اب اگر نبی کریم ﷺ بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں تو ہر قوم میں سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور کی صحبت میں رہ کر در سیکڑوں حوادث و واقعات میں سے گزر کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آ کر اپنی باقی ماندہ قوم کو مزید علم و تجربہ کی بناء پر بھلے برے سے آگاہ کرے گی اور فرض کیجئے اگر حضور مجہود یہ نہ ہوں رونق افروز رہے تو باقی ماندہ لوگ جو جہاد میں نہیں گئے حضور کی خدمت سے مستفید ہو کر دین کی، تمسکیں گے۔ اور مجاہدین کی غیبت میں جو وحی و معرفت کی باتیں سنیں گے ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں گے آیت کے الفاظ میں عربی ترکیب کے اعتبار سے دلوں پر حملہ ہے۔ کما فی ”روح المعانی“ وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”ہر قوم میں سے چاہئے بعض لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علم دین سیکھیں اور بچھوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علم دین اور عمل موجود ہیں۔ حسب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد بھی فرض کفایہ ہے۔ البتہ اگر کسی وقت امام کی طرف سے نفیر عام ہو جائے تو ”فرض عین“ ہو جاتا ہے۔ جو کہ میں یہی صورت تھی اس لئے پیچھے رہنے والوں سے باز پرس ہوئی۔ و اللہ اعلم۔ ابو حیان کے نزدیک یہ آیت جہاد کے لئے نہیں لیکن حسب علم کے بارہ میں ہے۔ جہاد اور حسب علم کی بات میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں خروج فی سبیل اللہ ہے اور دونوں کی غرض احیاء و اعلیٰ دین ہے۔ ایک میں تلوار سے دوسرے میں زبان وغیرہ ہے۔

حصولِ عہد کی ضرورت و اہمیت | جہاد فرض کفایہ ہے جو ترتیب طبعی کے موافق اول، من کفار سے ہونا چاہئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہ ان کے قریب رہنے والوں سے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے ”دفعی جہاد“ میں بھی فقہاء نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والوں پر وہ کافی نہ ہوں تو پھر جوان سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ شرق سے مغرب تک جہاد فرض ہونا چلا جائے گا۔

دشمنان کے مقابلے میں سختی | موسیٰ کی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے حق میں نرم اور دشمنان خدا و رسول کے معاملہ میں سخت و شدید ہو۔ تاکہ اسکی نرمی اور اہلیان دیکھ کر دشمن حری نہ ہو جائے۔ ”اَذَلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِعْرَاجُهُ عَلَى الْكَافِرِينَ“ (مانندہ، رکوع ۸) ”وَاللَّيْنُ مَعَهُ اَشَدُّ اَوْ عَلَى الْكُفَّارِ زُخْمًا“ (فتح، رکوع ۴) ”خَالِدُ الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ“ (توبہ، رکوع ۱۰) ”وَفِي الْحَدِيثِ اِنَّ صَلَاحَ قَالِ اَنَا الصُّحُوكُ الْقَتَالُ۔ اَتَقْوِيْ غَلْبَهُ كَاَسْبَبٍ“ یعنی خدا سے ڈرنے والے کو کسی کافر قوم سے ڈرنے اور دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ جب تک اور جس قدر مسلمان خدا سے ڈرتے رہے اسی وقت تک اور اسی قدر انکو کفار پر غلبہ حاصل ہوتا رہا۔ حق تعالیٰ ہر رے دلوں میں پناہ پیدا کر دے۔

مسلمانوں سے منافقین کا استہزاء | جب کوئی سورت قرآنی نازل ہوتی تو منافقین آپس میں ایک دوسرے سے یا بعض سادہ دل مسلمانوں سے ازراہ استہزاء و تمسخر کہتے کہ کیوں صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورت نے بڑھایا۔ مطلب یہ تھا کہ (معذرت اللہ) اس سورت میں رکھائی کیا ہے۔ کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک کلام الہی بن کر مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور قلوب مسرور و منشرح ہوتے ہیں۔ ہاں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری و گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان علی لیکر چھوڑتی ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در بارغ مالہ روید در شورہ بوم خس۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے دوسری طرح آیت کی تفسیر کی ہے۔ یعنی کلام الہی جس مسلمان کے دل کے خطرہ سے موافق پڑتا وہ خوش ہو کر بول اٹھتا کہ سبحان اللہ۔ اس آیت نے میرا ایمان و یقین اور زیادہ کر دیا۔ اسی طرح جب کسی سورت میں منافقین کے پوشیدہ عیوب ظاہر کئے جاتے تو وہ بھی شرمندگی سے کھسپانے ہو کر کہتے کہ بیشک اس کلام نے ہمارے یقین و ایمان کو بڑھادیا۔ لیکن یہ کہنا چونکہ خوشی اور انشراح سے نہ تھا۔ محض رفع خجالت کے لئے کہہ دیتے تھے اس لئے یہ تو لائق نہ ہوتی تھی کہ آئندہ توبہ کر کے سچے دل سے حق کی پیروی کریں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے عیب چھپانے کی فکر و تدبیر کرتے تھے یہی ہے گندگی پر گندگی۔ عیب دار کو لازم ہے کہ نصیحت سن کر اپنی اصلاح کرے نہ یہ کہ اٹنا صحیح سے چھپانے لگے۔

لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذْكُرُونَ ﴿۱۳۶﴾ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ

توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت کرتے ہیں ﴿۱﴾ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت

نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ۖ هَلْ يَرِيكُمْ مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ

تو دیکھنے لگتے ہیں ان میں ایک دوسرے کی طرف کہ کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی مسلمان

انْصَرَفُوا ۖ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا

پہل دیتے ہیں ﴿۲﴾ پھر دے دیے ہیں اللہ نے ان کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ

يَفْقَهُوْنَ ۖ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ

مجھ نہیں رکھتے ﴿۳﴾ یہاں سے تمہارا پاس رسول تم میں سے کا ﴿۴﴾ بھاری ت

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ

اس پر ﴿۵﴾ جو تم کو تکلیف پہنچے ﴿۶﴾ حریص ہے تمہاری بھلائی پر ایمان والوں پر مہارت شفیق

رَّحِيمٌ ﴿۱۳۸﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا

مہربان ہے ﴿۷﴾ پھر مٹی اگر منہ پھیریں تو کہہ دے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ کسی کی مددگی نہیں

هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۳۹﴾

اس کے سوا ﴿۸﴾ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا ﴿۹﴾

﴿۱۰﴾ سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ ﴿۱۵۱﴾ ﴿۱۱﴾ اَيَاتُهَا ۱۰۹

سورۃ یونس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو نو آیتیں ہیں اور گیارہ سو نو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی طرف سے منافقین کی آزمائش۔ یعنی ہر سال تم از کم ایک دوسرے ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالاجاتا ہے متعلقہ بیمار کی وغیرہ کسی آفت ارضی وسموں میں مبتلا ہوتے ہیں یہ غیر علیہ اسلام کی زبانی انکا خالق علیہ السلام کا ہے یہ سوائے جاتا ہے یہ جنگ و جدوجہد کے وقت کی بڑی اور تیرہ باطنی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایت بے حیاء و مدہا من واقع ہوئے میں کہ تازیانے کا کر بھی پس سے مس نہیں ہوتے نہ پھلی خطوں سے تو پکارتے ہیں نہ سند کو نصیحت پہنچاتے ہیں

جس وقت وحی نازل ہوتی اور منافقین مجلس میں موجود ہوتے تو کلام الہی کا سناں پر بہت شوق گذرنا تھا خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے محبوب خدا نے جاتے تھے۔ اس وقت ایک دوسرے کی طرف کن انکھیں سے اشارہ کرتے اور ادھر ادھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو یہ کچھ نہ بولا۔ پھر نظر پر کرشت ب مجلس سے کھسک جاتے تھے۔ یعنی مجلس نبوی سے بے یار و مددگار خدا نے ان کے دلوں کو پھیر دیا کہ وہ اپنی جہل و حماقت سے ایمان و عرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے۔

آنحضرت ﷺ کی بعض صفات جس کے حسب ذنب، اخلاق و اطوار اور دیات و امانت سے تم خوب واقف ہو۔

جس چیز سے تم کو تکلیف پہنچتی ہے یا بے بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے آپ یہی چاہتے ہیں کہ امت پر آسانی ہو اور نبوی و اخروی عذاب سے محفوظ رہے۔ اس لئے جو دین آپ کے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمل کو آپ یہی نصیحت فرماتے تھے۔ ”سِرُّوْا وَلَا تَعَسَوْا“ (آسانی روغٹی مت کرو)

یعنی تمہاری خیر خواہی و رعایت رسالت و خاص تر آپ کے دل میں ہے۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، آپ ان کی کمریں پکڑ پکڑ کر ادھر سے مٹاتے ہیں۔ آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بند۔ اصلی بھائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں بلکہ بحالت مجبوری سخت پریشانی کے ذریعہ سے نبی نور انسان کے ہاں مسکوم اعضا، وکالت کر و خراب جراثیم کو تباہ کر کے امت کے مزاج عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔

جب آپ تمام جہوں کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص یہاں داروں کے حال پر غور ہے کہ قدر شفیق و مہربان ہوں گے۔ اس آیت کی فضیلت اگر آپ کی عظیم اشن شفقت، خیر خواہی اور دل سوزی کی لوگ قدر نہ کریں تو کچھ پروا نہیں۔ اگر فرض کیجئے ہماری دنیا آپ سے منہ پھیرے تو تمہارا خدا آپ کو کافی ہے جسکے سوا نہ کسی کی بندگی ہے نہ کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اور ”عرش عظیم“ (تخت شہنشاہی) کا مالک وہی ہے۔ سب نفع و ضرر، ہدایت و ضلالت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ فائدہ ادا و داد میں با وادراء سے رویت کی ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ خُشَى اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ پڑھا کرے۔ خدا اس کے تمام مہموم و غموم کو کافی ہو جائیگا۔ ہر عرش کی عظمت کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو ”روح الباقی“ میں زیر آیت حاضرہ ملاحظہ کیجئے۔

سورة التوبة بقصل الله وحسن توفيقه۔ اللهم رب علي واجعل لي براءة من النار انك انت التواب الرحيم۔

الرَّاسِ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۝ أَكَانَ لِلنَّاسِ

الز یہ تہیں ہیں یہی کتاب کی یہ لوگوں کو

عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ

عجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے ایک مرد پر ان میں سے یہ کہ اذیت دے لوگوں کو

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ

اور خوش خبری دے ایمان والوں کو کہ ان کے لیے پایہ صحت ہے

رَبِّهِمْ ۚ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُبِينٌ ۝

رب کے یہاں کہنے کے منکر ہنگامہ یہ تو جادو ہے صریح

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي

تفہیم تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین

سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُدِيرُ الْأَمْرَ مَا

دن میں پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر رہتا ہے کام کی کوئی

مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مَنْ بَعْدَ إِذْنِهِ ۚ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ

سفارش نہیں کر سکتا مگر اُن کی اجازت کے بعد وہ اللہ ہے رب تمہارا

فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۚ

سو اُن کی بندگی کرو کیا تم دہمیں نہیں کرتے یہی طرف ہوت کر جانا ہے تم سب کو

وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ

وعدہ ہے اللہ کا سچ وہی پیدا کرتا ہے اول بار پھر دوبارہ کرے گا اُن کو تاکہ بدلہ دے

سورۃ یونس

کتاب حکیم | یہ آیتیں اسی مضبوط و محکم کتاب کی ہیں جس کی ہر بات سچی ہے۔ الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیلی و تحریف سے محفوظ رہیں گے۔ علوم اس لئے کہ تمام عقل و حکمت کے موافق ہیں۔ احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری تاریخ کتاب آنے والی نہیں۔ اخبار و قصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ خدائے علیم و حکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اتارا ہے۔

اللہ کے نزدیک مومنین کا مرتبہ | یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرمادے اور اس کی طرف وہ پیغام بھیجے جس کی دوسروں کو بجا واسطہ خبر نہ ہو۔ وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج و عواقب سے آگاہ کرے۔ اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت پہنچائے کہ رب العزت کے یہاں اعلیٰ و عالیہ کی بدولت ان کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے۔ اور کبھی سعادت و فلاح ازل سے ان کے لئے رکھی جا چکی ہے۔

یعنی وحی قرآنی کو فوق العادت مؤثر و مبلغ ہونے کی وجہ سے چادو اور اس کے لانے والے کو چادوگر کہتے ہیں۔ چھ دن میں زمین و آسمان کی پیدائش | یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا۔ اور ایک دن ابن عباس کی تفسیر کے موافق ایک ہزار سال کا لیا جائے گا۔ گویا چھ ہزار سال میں زمین و آسمان وغیرہ تیار ہوئے۔ بلاشبہ حق تعالیٰ قادر تھا کہ آپ واحد میں ساری مخلوق کو پیدا کر دیتا لیکن حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ تدریجاً پیدا کیا جائے۔ شاید بندوں کو سبق دینا ہو کہ قدرت کے باوجود ہر کام سوچ سمجھ کر کرنی اور متانت سے کیا کریں۔ نیز تدریجی تخلیق میں بہ نسبت دفعہ پیدائش کے اس بات کا زیادہ اظہار ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فعل باماضی نہیں بلکہ ہر چیز کا وجود بالکلیہ اس کی مشیت و اختیار سے وابستہ ہے جب چاہے، جس طرح چاہے پیدا کرے۔

سورہ "اعراف" کے ساتویں رکوع کے شروع میں اسی طرح کی آیت گذر چکی اس کا فائدہ ملاحظہ کیا جاوے۔

یعنی مخلوق کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی شریک اور حصہ دار تو اس کی خدائی میں کیا ہوتا، سفارش کے لئے بھی اس کی اجازت کے بدون لب نہیں ہلا سکتا۔

یعنی دھیان کرو کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات اوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی بندگی اور پرستش کی جا سکے۔ پھر تم کو کیسے جرات ہوتی ہے کہ اس خالق و مالک شہنشاہ مطلق اور حکیم برحق کے پیغاموں اور پیغامبروں کو محض اوہام و ظنون کی بناء پر جھٹلانے لگو۔

یعنی اسی سے تم سب کا آغاز ہوا، اور اسی کی طرف انجام کار سب کو جاتا ہے۔ پھر اس کے احکام و سفراء سے سرتابی کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ

اور



خدا کے ساتھ

کے ساتھ کام کیا

ان میں سے ہیں

كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا

کے لیے کہ

اور عذاب ہے

نہ ہونے کو پیلائے ہوئی

کافر ہونے

يَكْفُرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرُ

اور چاند

ان کے لیے دنیا و آسمان (جنت)

وہی ہے

مترت ہے

نُورًا وَقَدَّارُهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَ

گنتی برسوں

تاریخ



اور مترتیں ان کے لیے ہرگز

چاند

الْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ

خدا کرتا ہے

تاریخ ہے

یوں ہی کہیں ہر اللہ کے لیے سب کچھ

حساب

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ

ات

استہدائے میں



ان لوگوں کے لیے جس کو سمجھ سے

نشانیں

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَايَاتٍ

نشانیں ہیں

آسمانوں اور زمین میں



اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے

آرام کے

لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا

اور خوش ہوئے

ہمارے سامنے

متر جو لوگ نہیں رکھتے

ان لوگوں کو دعا ہے

بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا

اور جو لوگ ہماری نشانوں (قدرتوں) سے

دراستی مطمئن ہو گئے

نیا کی زندگی پر

یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی ضائع نہ ہو۔

نور اور ضیاء کا فرق | بعض کے نزدیک ”نور“ عام ہے ”ضیاء“ سے ”ضیاء“ خاص اس نور کو کہتے ہیں جو زیادہ تیز اور چمکدار ہو۔ بعض نے کہا کہ جس کی روشنی ذاتی ہو، وہ ضیاء اور جس کی دوسرے سے مستفاد ہو، وہ ”نور“ ہے۔ سورج کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسرے کو نہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ چاند کی روشنی بہتہ سورج سے مستفاد ہے۔ اور بعض محققین نے دونوں میں یہ فرق بتلایا ہے کہ ”نور“ مطلق روشنی کو کہتے ہیں۔ ”ضیاء“ اور ”ضوء“ اس کے انتشار (پھیلاؤ) کا نام ہے۔ سورج کی روشنی کا پھیلاؤ چونکہ زیادہ ہے۔ اس لئے ”ضیاء“ سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

یعنی روزانہ بدرجہ گھٹتا بڑھتا ہے۔ ”وَالْقَمَرَ قَدْ زَاهُ مَنَازِلَ حَسْبَىٰ عَادَ كَالْفَرْجُونَ الْقَدِيمِ“ (یعنی، رکوع ۳) ملائے بیت نے اس کے دورے کی تقسیم کر کے اٹھائیس منزلیں مقرر کی ہیں۔ جو بارہ روج پر منقسم ہیں۔ قرآن میں خاص انکی مصطلحات مراد نہیں، مطلق سیر و مسافت کے مدارج مراد ہیں۔

شمس و قمر کے بعض فوائد | یعنی برسوں کی گنتی اور مہینوں اور دنوں کے چھوٹے موٹے حساب سب چاند سورج کی رفتار سے وابستہ کر دیے ہیں۔ اگر چاند سورج نہ ہوں تو دن رات، قمری اور شمسی مہینے، اور سال وغیرہ کیسے متعین ہوں۔ حالانکہ ملاوہ دنیوی زندگی اور معاشی کاروبار کے بہت سے احکام شریعہ میں بھی تعین اوقات کی ضرورت ہے۔

یعنی فلکیات کا سلسلہ یوں ہی کیف مالتفق نہیں۔ بلکہ بڑے عظیم الشان نظام و تدبیر کے ماتحت اور ہزار ہا فوائد حکم پر مشتمل ہے۔

یعنی سمجھ دار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر و حکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ اور مادیات کے انتظام سے روحانیات کے متعلق بھی اندازہ کر لیتے ہیں کہ وہاں کی دنیا میں کیسے کیسے چاند سورج خدا نے پیدا کئے ہوں گے۔ انہی کو انبیاء مرسلین کہہ لیجئے۔

دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں | بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔ وَلَیْ كُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اٰیۃٌ نَّذُلُّ عَلٰی اَنۡہٗ وَاجِدٌ۔ سورہ بقرہ میں پارہ سنقول کے ریلج کے قریب ایک آیت گزر چکی جس میں زیادہ وسط و تفصیل سے ان نشانہ تدرت کا بیان ہوا ہے۔

غَفْلُونَ ۝ أُولَٰئِكَ مَاؤُهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

بے خبر ہیں ۝ ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ ۝ بد اس کا جو کماتے تھے ۝

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ

اپنے جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے تھے ہدایت کرے گا ان کو رب

بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ

ان کے ایمان سے ۝ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ۝ باغوں میں

النَّعِيمِ ۝ دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَجِدُهُمُ

آرام سے ۝ ان کی دعا اس جگہ یہ کہ ۝ پاک ذات ہے تیری یہ اللہ ۝ اور ملاقات ان کی

فِيهَا سَلَامٌ ۝ وَأُخِرْ دَعْوُهُمْ إِنَّ الْخَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

سلام ۝ اور خاتمہ ان کی دعا کا اس پر ۝ کہ سب خوبی اللہ کو جو پروردگار

الْعَالَمِينَ ۝ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ

سارے جہان کا ۝ اور اگر جلد پہنچا دے اللہ ۝ لوگوں کو زانی ۝ جیسے کہ جلدی دیتے ہیں

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا

دوبھڑائی ۝ تو ختم کرا دی جائے ان کی عمر ۝ سو ہم چھوڑے رکھتے ہیں ان کو

يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ وَإِذَا مَسَّ

جن کو امید نہیں ۝ ہماری ملاقات کی ۝ ان کی شرارت میں سرگرداں ۝ اور جب پہنچے

الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا بِجَبِينَةٍ أَوْ قَائِمًا

انسان کو تکلیف ۝ پکارے ہم کو ۝ پڑا ہوا ۝ یا بیٹھا ۝ یا کھڑے

اللہ کی نشانیوں سے غفلت یعنی دنیا میں یہاں لگا یا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہ رہی۔ اسی چند روزہ حیات کو مقصود و معبود بنایا۔ اور قدرت کی حوث نیاں و پر بیان ہوئیں، ان میں کبھی غور و تماثل نہ کیا کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نقطہ میں ہی بیکار نہیں بنایا گیا۔ ضرور اس سرے کا رخ نہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔ پھر جس نے پہلی مرتبہ ایسی عجیب و غریب مخلوقات پیدا کر دی، اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

یعنی دل و دماغ سے، زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، جو کچھ اسوں نے کمائی کی اس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔

یعنی ایمان کی بدولت اور اس کی روشنی میں حق تعالیٰ مومنین کو مقصد اصل (جنت) تک پہنچائے گا۔ اہل بہشت کی دعا جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر "سبحان اللہ" پکاریں گے۔ اور جب خدا سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی، مثلاً کوئی پرندہ یا پھل دیکھ اور اوھر رغبت ہوئی تو منجھاںک اللہم کہیں گے۔ اتنا سنتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کر دیں گے۔ گویا یہ ہی ایک غلط تمام دوسروں کے قائم مقام ہوگا۔ دنیا میں بھی بڑے آدمیوں کے یہاں دستور ہے کہ مہمان اگر کسی چیز کو پسند کرے صرف تحریف کر دے تو غیور میزبان کو شش کرتا ہے کہ وہ چیز مہمان کے سے مہیا کرے۔

اہل جنت کا سلام جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے، نیز فرشتوں کا جنتیوں کو سلام کرنا، بلکہ خود خداوند رب احدت کی طرف سے تحفہ سلام کا تاقرآن میں منصوص ہے۔ سلام قولاً من رب رحیم (یس، رکوع ۴) والاملائکہ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم (الرعد، رکوع ۳)

اہل جنت کا شکر جنت میں پہنچ کر جب دنیوی فکرات و کدورات کا حاتمہ ہو جائیگا اور محض سبحانک اللہم کہنے پر ہر چیز حسب خواہش ملتی رہے گی تو انکی بردعا کا خاتمہ "الحمد لله رب العالمین" پر ہوگا اور طیف ایسا ہی ہونا چاہئے۔

بدکاروں کیلئے اللہ کی ڈھیل | و آیت پہلے فرمایا تھا کہ جو لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔ حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بے باک و بے حیاء بن کر خود اپنے دوزخ پر جہد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں "اللہم ان کالی ہذا هو الحق من عندک فامطر علینا جعاراً من السماء" (انفال، رکوع ۴)۔ کبھی دنیوی حوادث سے تنگ کر پنے یا پنی اولاد وغیرہ کے حق میں بدعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ سے ظاہر ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ ان کی درخواست و دعائے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا برائی اس قدر جلد انکو پہنچ دے جتنی جلد وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو بدی کے وبال سے ایک منٹ بھی فرصت نہ پائیں اور رشتہ حیات اسی وقت منقطع ہو جائے، مگر خدا کے یہاں نیکی و بری دونوں میں حسب مصلحت تاخیر و تحمل ہوتا ہے، تا نیک لوگ تربیت پائیں و بدکار غفلت میں پڑے رہ کر یہ شرارت برپا کر لیں۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ صُورَهُ مَرَّكَانَ لَمَّ يَدُ عَنَّا ۚ

کو دیکھی نہ چار تھو کوئی

چلا جا

پھر جب ہم کھول دیں اس سے وہ کلیب

صُرِّمَسَّهُ ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳

جو پھوڑے ہیں

اسی طرح پسند آیا ہے یہاں لوگوں کو

تالیف قیاسی پر

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَمَّا ظَلَمُوْا ۚ

جاس

جب ظالم ہوئے

ہی عتوں کو تم سے پہلے

اور امت ہم ہاں کر چکے ہیں

جَاۤءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

وہم گزرتے تھے بیان بات والے

رسول ان کے کھلی نشانیاں

اے تھے ان کے پاس

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۴ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ

پھر تم کو ہم نے

تو تمہارا دوس کو

یوں ہی سراہتے ہیں ہم

خَلِيْفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

تا رہیں گے

ان کے بعد

زمین میں

نائب یا

تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰیٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ۚ قَالَ

کہتے ہیں

آیتیں ہماری واضح

وہی پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے

قرآن پڑھتے ہو

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا اِنَّتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَا

اس کے سوا

لے آ کوئی قرآن

ہم سے ملاقات کی

جس کو امید نہیں

وہ ہوگی

اَوْ بَدَّلَهُ ۚ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تَلْقَآئِ

اپنی طرف

کہ اس کو بدلتا ہوں

میرا کام نہیں

تو کہہ دو

یا اس کو بدل ڈال

انسان کی بیباکی اور غفلت | یعنی انسان اوس بیباکی سے خود عذاب طلب کرتا اور برائی اپنی زبان سے نکلتا ہے۔ مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی گھبرا کر ہمس پکا رہا شروع کر دیا۔ جب تک مصیبت رہی کھڑے بیٹھے، لیکن ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا۔ پھر جہاں تکلیف ہٹ لی گئی، سب کچھ بنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ ہی غرور و غفلت کا نشہ، وہ ہی آنسوؤں رو گئی۔ جس میں پہلے مبتلا تھا۔ حدیث میں ہے کہ تو خدا کو اپنے عیش و آرام میں یاد رکھ، خدا تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا۔ مومن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھوے۔ سختی پر صبر و وفا فی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے یہ ہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔

یعنی اگر ان کی درخواست کے موافق جلدی عذاب نہ آئے یہ تکلیف و مصیبت آ کر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیل کر رہے گی۔ سنت اللہ قدیم سے یہ ہی ہے کہ جب لوگ ایماء و مرسلین کے کھلے نشان دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمر بستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو ساری عذاب نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی۔

یعنی پہلوں کی جگہ اب تم کو زمین پر بسایا تا کہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو۔ اور خدا کے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ نیک و بد جیسے عمل کرو گے اسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائے گا۔ آگے اس معاملہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم یا پیغمبر علیہ السلام یا خداوند قدوس کے ساتھ انہوں نے کیا۔

دوسرے قرآن کا مطالبہ | قرآن کی عام پند و نصیحت تو بہت سے پسند کرتے لیکن بت پرستی، ان کے مخصوص عقائد و رسوم کا رد ہوتا تو دہشت کھاتے ورنہ بھوک چڑھا کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آئیے جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور اگر یہ ہی قرآن رہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجئے جو بت پرستی وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پھر کی صورتوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، ان کی ذہنیت سے کچھ مستبعد نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کر لیں۔ یا یہ کہنا بھی محض الزام و استہزاء کے طور پر ہوگا۔ بہر حال اس کا حقیقی جواب آگے مذکور ہے۔

نَفْسِي ۚ إِنْ أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

میں رہتا ہوں

میں تابعدار رہتا ہوں جس کی وحی میری طرف

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ لَوْ شَاءَ

اگرچہ

کہا

♦ پرسان کے عذاب سے

تا فرمانی میں اپنے رب کی

اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ

پڑھتا

اور وہ تم کو خبر دیتا تھا

تجربہ سے

آپ میں نہ پڑھتا اس کو

لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ فَمَنْ

بچ

♦ یہاں تم نہیں سوچتے

اس سے پہلے

میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر

أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ

یا جہنم کے آسمان کی آیتوں کو

تجربہ

بہتر

اس سے بڑا ظالم کون

إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ ۝ وَيَعْبُدُونَ مِن

ہر پرستش کرتے ہیں

♦ بے شک مفلح نہیں ہوں گے مجرموں کا

دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ

کہہ رہے ہیں

ان کو نہیں

کسی چیز کی جو نہ نقصان پہنچ سکے

اللہ سے

هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۖ قُلْ أَتَدْعُونَ اللَّهَ مِمَّا

ہو

یہ تمہارے شفعاوت ہیں

تو کہہ

♦ اللہ کے پاس

یہ تمہارے سفارشچی ہیں

لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ

اور نہ

اوپر کے

اور نہ زمین میں

سمانوں میں

اس کو معلوم نہیں

❖ کفار کے مطالبے کا جواب | یعنی کسی فرشتہ یا پیغمبر کا یہ کہ اس نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الہی میں ترمیم کر کے ایک شوشہ بھی تبدیل کر سکے۔ پیغمبر کا فرض یہ ہے کہ جو وحی خدا کی طرف سے آئے بلا کم و کاست اس کے حکم کے موافق چلنا رہے۔ وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ خدا اس کا تابع نہیں ہوتا کہ جیسا کہ ستم چاہو، خدا کے یہاں سے لاپرواہی کر دے۔ وحی الہی میں ادنیٰ سے انیٰ تعریف اور قسط و برید کرنا بڑی بھاری معصیت ہے پھر جو معصوم بندے سب سے زیادہ خدا کا ڈر رکھتے ہیں (نبیؐ علیہم السلام) وہ ایسی معصیت و نافرمانی کے قریب کہاں جا سکتے ہیں۔ "اتنی اعفاف ان عصیبت رتی عذاب یوم عظیم" میں گویا ان یہود و فرماکش کرنے والوں پر تعریف ہو گئی کہ ایسی سخت نافرمانی کرتے ہوئے تم کو بڑے دن کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

❖ آنحضرت ﷺ کی صداقت کی دلیل | جتنی جو خدا چاہتا ہے وہی میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتا ہے میرے ذریعے تم کو خبردار کرتا ہے۔ اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بنا کر اس کی طرف منسوب کر دیتا۔ آخر میری عمرے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرے۔ اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا۔ میرا صدق و عفاف، امانت و دیانت وغیرہ اخلاق حسنہ تم میں ضرب مثل رہے۔ میرا امی ہونا اور کسی ظاہری معصم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کرنا ایک معروف و مشہور واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو، نہ مثنوی میں شریک ہوا ہو، نہ بھی کتاب کھولی ہو نہ قلم ہاتھ میں یہ ہوا نہ کسی درگاہ میں بیٹھا ہو و قلم ایسا کلام بنا لے جو اپنی فصاحت و بلاغت، شوکت و جرات، جدت اسلوب اور سلاست و روانی سے جن و انس کو عاجز کر دے۔ اس کے عموماً حقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جائیں۔ ایسا مکمل اور ناممکن قانون ہدایت نوع انسان کے ہاتھوں میں پہنچائے جس کے گمے سب بچھلے قانون ردی ہو جائیں۔ بڑی بڑی قوموں و ملکوں کے مرد و قالب میں روح تازہ و پھونک کر امدی حیات اور نئی زندگی کا سامان ہم پہنچائے۔ یہ بات کس کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔ تم کو سوچنا چاہئے کہ جس پاک سرشت انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو، کیا وہ ایک دہائی کی جسارت کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھنے اور افتراء کرنے لگے؟ ناچار ماننا پڑے گا کہ جو کلام الہی تم کو سناتا ہوں، اس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے صلاح اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سناتا ہے۔ ایک نکتہ یا زیر ہر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق حاصل نہیں۔

❖ یعنی گنہگاروں اور مجرموں کو حقیقی کامیابی اور بھلائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب تم خود فیصد کرو کہ ظالم و مجرم کون ہے اگر (بفرض محال) میں جھوٹ بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہوں تو مجھے سزا ظالم کوئی نہیں ہو سکتی۔ لیکن گذشتہ آیت میں جو دلیل بیان کی گئی اس سے ثابت ہو چکا کہ یہ احمق بالکل باطل ہے۔ پس جب میرا سچا ہونا ثابت ہے اور تم جہل یا عناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو بے زمین کے پردہ پر تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔

❖ بتوں کی سفارش کا عقیدہ | دو معبود خدا اور پیغمبر کے ساتھ تھے۔ اب ان کی خدا پرستی کا حال سنئے کہ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جن کے قبضہ قدرت میں نفع و ضرر کچھ بھی نہیں۔ جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے مگر ان صنم (بتوں) وغیرہ کو خوش رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرادیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کریں گے باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے۔ بناء علیہ ہم کو ان کی عبادت کرنی چاہئے۔

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً

اس سے جس کو شریک کرتے ہیں ♦ اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں

فَاخْتَلَفُوا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ

جتنے بد احد ادا کئے ♦ اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی آفیسہ ہو جاتا

بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾ وَيَقُولُونَ لَوْلَا

اس میں جس بات میں کیا اختلاف کر رہے ہیں ♦ کہتے ہیں کیوں نہ

أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ

اتنی اس پر ایک شئی اس کے رب سے سو تو کہہ دے کہ غیب کی بات

لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا ۖ إِنِّي مُعَكِّمُ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا

اللہ کا ہے ♦ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ♦ اور جب

أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُمْ إِذَا

جس میں مہم کوں ادا اپنی رحمت کا ہدایک تکلیف کے جواں کو پہنچ گئی اس وقت

لَهُمْ مَّكَرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ

بنائے نہیں میرے ہماری قدرتوں میں کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے میرے

إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَكْفُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِي

تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں ♦ حید ہادی تمہاری وہی

يُسَبِّرُكُمُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي

تھک چکا ہوتا ہے جنگل اور دریا میں یہاں تک کہ جب تم بیٹھے

یعنی بتوں کا شفیع ہونا اور شفیع کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا کے علم میں وہی چیز ہوگی جو واقعی ہو۔ لہذا تعلیم الہی کے خلاف ان غیر واقعی اور خود تراشیدہ اصول کو حق بجانب ثابت کرنا وہ خدا تعالیٰ کی کو ایسی چیزوں کے واقعی ہونے کی خبر دینا ہے جن کا وقوع آسمان و زمین میں کہیں بھی اسے معصوم نہیں یعنی کہیں ان کا وجود نہیں۔ ہوتا تو اس کے علم میں ضرور ہوتا۔ پھر اس سے منع کیوں کرتا۔

♦ حق کی نشانی کا مطالبہ | ممکن تھا شرکین کہتے کہ خدا نے تمہارے دین میں منع کیا ہوگا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اس کا جواب دے دیا کہ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔ اعتقادات حق میں کوئی فرق نہیں۔ درمیان میں جب وہ ایک کر بخدا اہو گئے۔ خدا نے ان کے سمجھنے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے۔ کسی زمانہ اور کسی مت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا باقی لوگوں کے باہمی اختلافات کو زبردستی اس سے نہیں منایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دار عمل (موقع ارات) ہے۔ قسط اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں۔ یہاں انسانوں کو کسب اختیار دے کر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہ عمل چاہیں اختیار کریں۔ اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہو چکی ہوتی تو سارے اختلافات کا فیصلہ ایک کر دیا جاتا۔

♦ یعنی جن نشانیوں کی وہ فرمائش کرتے تھے، ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہ آتری؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ صداقت کے نشان پہلے بہتر سے دیکھ چکے ہو۔ فرمائش نشان دکھانا ضروری نہیں۔ نہ چنداں مفید ہے۔ تندرہ جو خدا کی مصیحت ہوگی وہ نشان دکھائے گا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شاں اور نوعیت کے نشان ظاہر کرے گا۔ سو تم منتظر ہو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ ”موضح القرآن“ میں ہے۔ ”یعنی اگر کہیں کہ ہم کا ہے سے چاہیں کہ تمہاری بات سچ ہے، فرمایا کہ آگے دیکھو حق تعالیٰ اس دین کو روشنی کرے گا اور مخالف ذلیل ہو گئے بر باد ہو جائیں گے سو ویسا ہی ہوا۔ سچ کی نشانی ایک بار کافی ہے اور ہر بار محتاج دلیل ہوں تو فیصلہ ہو جائے۔ حالانکہ فیصلہ کا دن دنیا میں نہیں۔

♦ اہل مکہ کا حیلہ و فریب | اہل مکہ پر حق تعالیٰ نے سات سال کا قحط مسلط کیا۔ جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضورؐ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لائیں گے آپ کی دعا سے خدا نے سال کر دیا، قحط کی بلا دور ہوئی تو پھر وہی شرارتیں کرنے لگے، خدا کی باتوں کو جھٹلاتے اور اس کی قدرت و رحمت پر نظر نہ رکھتے۔ بلکہ انعامات، لہذا کو ظاہری اسباب و حیل اور محض بے اصل خیالات و ادبام کی طرف نسبت کرنے لگتے۔ اس کا جواب دیا کہ اچھا تم خوب مکر و فریب و حیل بازی کر لو مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیل بازیوں ایک ایک کر کے لکھی جا رہی ہیں وہ سارا فقر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیل بازی فرشتوں سے مخفی نہیں، خدا کے علم محیط سے کہاں ہر وہ سکتی ہے۔ تم اپنے مکر و حیل سازی پر مغرور ہو، حالانکہ خدا کا جو بی مکر (مدیر خفی) تمہارے مکر و تدبیر سے کہیں تیز اور سریع الاثر ہے وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشہ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔ جب یہاں شقاوت برپا ہو جاتا ہے تو دفعہ پکڑ کر نینو ادبا دیتا ہے۔ لہذا عاقل کو چاہئے کہ خدا کی نری، بربادی اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو، نہ معصوم نری کے بعد کسی سختی آنے والی ہے۔ جیسے آگے بحری سفر کی مثال میں بیان فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”تختی کے وقت آدمی کی نظر اسباب سے اٹھ کر صرف اللہ پر رہتی ہے، جہاں سخت گھڑی گذری اور کام بن گیا پھر خدا کو بھول کر سباب پر آ رہتا ہے۔ اذرتا نہیں کہ خدا پھر ویسی ہی تکلیف اور سختی کا ایک سبب کھڑا کر دے۔ اسی کے ہاتھ میں سب اسباب کی باگ ہے۔ چنانچہ آگے دریائی سفر کی مثال میں اس کی ایک صورت بیان فرمائی۔

الْفُلْكِ، وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا

کشتیوں میں اور اُسے بری طبع اور خوش کن اور خوش ہوا ہے

جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ

آنی کشتیوں پر ہوا تند اور آتی اُس پر موجوں

مَكَانٍ وَظَنُوا أَنَّهُمُ احْبِطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

جہت اور جہاں یا نہیں کہ وہ گھر کے چارے کے اللہ دعا میں

لَهُ الدِّينَ هَ لَيْنَ أَنْجِيَتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ

میں دین میں کہ ہم نے اپنا دین اس سے کہ ہم نہ ہوں گے

الشَّاكِرِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا أَتَجَّسَّهُمْ إِذَا هُمْ يَبْعُونَ فِي الْأَرْضِ

شکر گزار کہ جب یہ ایمان کو نہ گئے شکر کرنے کی وقت زمین میں

يَغْبِرِ الْحَقَّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ

انسانوں کو لوگو تمہاری شرارت ہے تمہاری ہی

مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ز ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ

دنیا کی زندگی کا تمہارا پس منظر ہم کو لوٹ کر آئے گا پھر ہم تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

دنیا کی زندگی کی مثال ہے

كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ

جیسے ہم نے پانی آسمان سے پھیرا اور اُس سے پھل

بحری طوفان اور کفر | یعنی امتداد میں سو خوشگوار اور موافق تھی۔ مسافر ہستے کھیتے آرام سے جے جا رہے تھے۔ یکایک ایک زور کا طوفانی بھکڑ چلنے لگا اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اٹھ کر کشتی (یا جہاز) سے ٹکرانے لگے۔ جب سمجھ گیا کہ ہر طرف سے موت کے منہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ بھگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں تو سرے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کو پکارنے لگے جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا، ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بددلی اختیار کی اور بڑے پکے عہد و پیمان باندھے کہ اگر اس مصیبت سے خدائے نجات دی تو ہمیشہ اس کے شکر گزار رہیں گے۔ کوئی بات کفرانِ نعمت کی نہ کریں گے لیکن جہاں درامنی نصیب ہو اساصل پر قدم رکھتے ہی شرارتیں ور ملک میں اودھم مچا شروع کر دیا، تھوڑی دیر میں مدد پر قائم نہ رہے۔ تمہیں اس آیت میں ان مدعیانِ سلام کے نئے بڑی عبرت ہے جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے سنے پکارتے ہیں۔

مکرّمہ بن ابوجہل کا واقعہ | فتح مکہ کے بعد ابوجہل کا بیٹا مکرّمہ مسلمان نہ ہوا تھا۔ مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ تھوڑی دور جا کر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا، ماکھ نے مسافروں سے کہا کہ ایک خدا کو پکارو۔ یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ دیں گے۔ مکرّمہ نے کہا کہ یہ ہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف محمد ﷺ ہم کو بدلتے ہیں۔ اگر دریا میں رب محمد کے بدون نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور عانت کے بغیر نجات پانا محسوس ہے۔ اے خدا! اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اصدق کریمہ سے میری تفصیلات کو معاف فرمائیں گے۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی تمہاری شرارت کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ اگر چند روز شرارتیں کر کے فرض کرو کچھ دنیا کا نفع حاصل کر ہی لیا تو انجام کار پھر خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں تمہارا سب کیا دھرا آگے آئے گا۔ خداوند رب لعزت سزا دے کر بتلا دے گا کہ تمہارا کروت کیسے تھے۔

الْأَرْضِ بِمَا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

زمین کا جو کھائیں آدمی اور جانور ﴿۱﴾ یہاں تک کہ جب

أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا

پکڑی زمین نے رونق اور خضیاں کیا زمین و اہل — درخیز ہوئی

أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا ۖ أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا

کہ یہ ہمارے ہاتھ آئے گی ﴿۲﴾ ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو

فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَبِ بِالْأَمْسِ ۖ كَذٰلِكَ

پھر کر ڈالا ان کو کٹ کر اسیر گویا کل یہاں نہ تھی آبادی اسی طرح

نُفِصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ﴿۳﴾ وَاللَّهُ يَدْعُوهُ إِلَىٰ

ہم کہوں کر بیان کرتے ہیں شایع کو ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں ﴿۳﴾ اور اللہ بلاتا ہے

دَارِ السَّلَامِ ۖ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۴﴾

سہمی کے گھر کی طرف اور دکھاتا ہے جس کو چاہے راستہ سیدھا ﴿۴﴾

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ

صہوں نے کی بھلائی ان کے لیے ہے بھلائی اور زیادتی ﴿۵﴾ اور نہ چھوئے ان کے منہ

قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا

پر سیاہی اور نہ روستی وہ ہیں جنت والے وہ اسی میں

خَالِدُونَ ﴿۶﴾ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ

رہا کریں گے ﴿۶﴾ اور جنہوں نے کما میں بُرائیاں بدلے بُرائی کا

♦ دنیا کی زندگی کی مثال بعض نے فاختلط بہ نبات الارض کے معنی کثرت پیداوار کے لئے ہیں۔ کیونکہ جب زمین کی پیداوار زیادہ قوی ہوتی ہے تو گنجان ہو کر ایک جز دوسرے سے مل جاتا اور لپٹ جاتا ہے۔ بعض نے ”پہ“ کی ”نا“ کو مصدبت کے لئے لے کر یہ معنی کئے ہیں کہ زمین کا سبزہ پانی کے ساتھ رمل مل جاتا ہے۔ کیونکہ نباتات اترائے، کیے کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں، جس طرح کھانا انسان کا جزو بدن بنتا ہے۔ ایسے ہی پانی، گویا نباتات کی غذا بنتی ہے۔ مترجم رحمہ اللہ کے صنیع سے مترشح ہوتا ہے کہ اختلاط سے یہ مراد لے رہے ہیں کہ زمین اور پانی کے ملنے سے جو سبزہ نکلتا ہے اس میں آدمی کی اور جانوروں کی خوراک مخلوط (رلی ملی) ہوتی ہے۔ مثلاً گیہوں کے درخت میں دانہ ہے جو نساں کی غذا بنتی ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کی خوراک ہے۔ اسی طرح درختوں میں پھل اور پتے لگتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے کھانے والے ملحقہ ہیں۔

یعنی مختلف الوان و اشکال کی نباتات سے زمین کو پرہیز اور مزین کر دیا اور کھیتی وغیرہ ایسی تیار ہو گئی کہ مالکوں کو کامل بھروسہ ہو گیا کہ اب اس سے پورا فائدہ اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

♦ یعنی ناگہاں خدا کے حکم سے دن میں یا رات میں کوئی آفت پہنچی (مثلاً بگوا آ گیا، یا وے پڑ گئے یا مڈی ڈل پہنچ گیا۔ وئی بذاتیس) اس نے تمام زراعت کا یہاں صفا کر ڈالا، گویا کبھی یہاں ایک نکاح بھی نہ لگا تھا۔ ٹھیک اسی طرح حیات دنیا کی مثال سمجھ لو کہ خواہ تفتی ہی حسین اور تروتازہ نظر آئے، حتیٰ کہ بیوقوف لوگ اس کی رونق و درز بانی پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و بہجت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیا منسیا ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مثال کو نہایت لطیف طرز میں خاص انسانی حیات پر منطبق کیا ہے۔ جتنی پانی کی طرح روحِ تسان (عالم ہمارا) سے آئی کالبہ خاکی میں مل کر قوت پکڑی، دونوں کے ملنے سے آدمی بنا، پھر کام کئے نسانی اور حیوانی دونوں طرح کے۔ جب ہر ہنرمیں پورا ہوا اور اس کے متعلقین کو اس پر بھروسہ ہو گیا، ناگہاں موت آ پہنچی جس نے ایک دم میں سارا بنانا بنایا کھیل ختم کر دیا۔ پھر ایسا بے نام نشان ہوا گویا کبھی زمین پر آباد ہی نہ ہوا تھا (فائدہ نکلا او پھلا) (رات کو یاد نہ کرنا) شاید اس سے فرمایا کہ رات کا وقت غفلت کا ہے اور دن میں لوگ عموماً بیدار ہوتے ہیں۔

مضبب یہ ہے کہ جب خدا کا حکم آ پہنچے، پھر سوتا ہوا جاگتا، غافل ہو یا بیدار کوئی شخص کسی حالت میں اس کو روک نہیں سکتا۔

♦ دارالسلام کی دعوت یعنی دنیا کی زائل و فانی زندگی پر مت رنجھو۔ دارالسلام (جنت) کی طرف آؤ۔ خدا تم کو سلامتی کے گھر کی طرف مہربان رہا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی دکھلا رہا ہے۔ وہ ہی گھر ہے جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے رنج و غم، پریشانی، تکلیف، نقصان، آفت، اور فنا و زوال وغیرہ سے صحیح و سالم رہیں گے۔ فرشتے ان کو سلام کریں گے۔ خود رب العزت کی طرف سے تحفہ سلام پہنچے گا۔

♦ دیدار الہی کی نعمت بھلے کام کرنے والوں کو وہاں بھی جگہ ملے گی (یعنی جنت) اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا۔ یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار ”رِیَادۃ“ کی تفسیر ”دیدار مبارک“ سے کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا ”اے اہل جنت! تمہارے لئے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جو اب پورا کرنا چاہتا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنت کا پلہ بھاری نہیں کر دیا۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا؟ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچ کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا؟ (یہ سب کچھ تو ہو چکا) گے کوئی چیز باقی رہی؟ اس پر حجاب اٹھا دیا جائے گا۔ اور جنتی حق تعالیٰ کی طرف نظر کریں گے۔ پس خدا کی قسم کوئی نعمت جو ان کو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز ان کی آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی۔ دررہا اللہ سبحانہ و تعالیٰ بمعہ وفصلہ

♦ آخرت میں کفار کے چہرے یعنی عرصاتِ محشر میں جس طرح کفار قبار کے چہروں پر سخت ذلت و عظمت چھائی ہوگی۔ جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہوں گے۔ سیاہی اور رسوائی کیسی وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہوگی۔

بِثُلُهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ

ان کے برابر ♦ اور ہا تک لے گی ان کو سوائے مہلی نہیں رہے وہ اس سے بچے۔

كَانَنَا أَغْشَيْتُ وَجُوهَهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ

گویا نہ ہا تک دپ گئے ♦ ان کے چہرے اور جہری رات کے ٹکڑوں سے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ

وہیں اور نہ ♦ وہی ہیں وہ سب — اور جس دن

نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا

جمع کریں گے ہم ان سے ♦ پھر تم سے — شک رہے ان کو

مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ ۖ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ

تکڑے سوائے اپنی ہی جگہ ♦ تم اور تمہارے شریک — پھر تیار کر دیں ان کے مابین اور کہیں

شُرَكَاءُ وَهُمْ مَّا كُنْتُمْ إِلَّا نَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٥﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ

نہ سے شریک ♦ تمہاری توبہ کی نہ کرتے تھے — سواہ کافی ہے

شَهِيدًا ۖ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ

شہدہ — ہمارے اور تمہارے — بیچ میں — ہم وہ قسم دینی بندگی

لُغْفَلِينَ ﴿٢٦﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَ

خبر نہ تھی ♦ وہاں جا چکے تھے — ہر — جو اس سے پہلے کیا تھا

رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ وَصَلَّ عَنْهُمْ مَّا

رجوع کریں گے بندگی طرف ♦ جو سچا مالک ہے ان کا — اور چاہے گا ان کے پاس سے

یعنی بدی سے زائد نہ ہوگا۔ کم سراویں یا بعض برائیوں کو باکل معاف کر دیں ان کو اختیار ہے۔

یعنی ان کے چہرے اس قدر سیاہ و تاریک ہو گئے گویا اندھیری رات کی تھیں ان پر جہاد کی گئی جس (اعاذنا اللہ منها)

یعنی جن کو تم نے اپنے خیال میں خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا، یہ جن کو خدا کے بیٹے بنایاں کہتے تھے، مثلاً مسیح سیہ اسلام جو نصاریٰ کے نزدیک "ابن اللہ" بلکہ "عین اللہ" تھے یا "ملائکہ اللہ" یا "احبار و ربان" کہ انہیں بھی ایک حیثیت سے خدائی کا منصب دے رکھا تھا، یہ اصنام و اوثان جن پر مشرکین مکہ نے خدائی کے اختیار و تقسیم کر رکھے تھے، سب کو حسب مراتب اپنی اپنی جگہ کھڑے ہونے کا حکم ہوگا۔

باطل معبودوں کی کفار سے بیزاری | یعنی اسی وقت عجیب، فرائض اور نفسی نفسی ہوگی۔
عابدین و معبودین میں جدائی پڑ جائے گی، ورنہ میں اپنے ادہام و خیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے، سب توڑ دیے جائیں گے۔ اس سونک وقت میں جبکہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں، وہ صاف جواب دے دیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق۔ تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے (تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے اس کے لئے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے، جو فی الواقع اس میں موجود نہیں تھیں تو حقیقت میں وہ عبادت اور بندگی واقعی "مسیح" یا "ملائکہ" کی نہ ہوئی اور نہ حقیقت میں بے جان مورتیوں کی پوج تھی۔ محض اپنے خیال اور وہم یا شیطان یمن کی پرستش کو فرشتے یا نبی یا نیک انسان یا کسی تصویر وغیرہ کے نامزد کر دیتے تھے) خدا گواہ ہے کہ ہماری رضا یا اذن سے تم نے یہ حرکت نہیں کی۔ ہم کو کیا خبر تھی کہ انتہائی حماقت و سفاہت سے خدا کے مقابلہ میں ہمیں معبود بنا ڈالو گے۔ (تنبیہ) یہ گفتگو اگر حضرت "مسیح" وغیرہ ذوی العقول مخلوق کی طرف سے مانی جائے تو کوئی اشکال نہیں۔ اور "اصنام" (بتوں) کی جانب سے ہو تو کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ مشرکین کی انتہائی مایوسی اور حسرت ناک درماندگی کے اظہار کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے پتھر کی مورتوں کو گویا کر دے۔ "قَالُوا اَلْطُّفَةُ اَللّٰهُ اَلَّذِیْ اَنْطَقَ کُلُّ شَیْءٍ"۔ (حکم السجدہ، رکوع ۳)

كَانُوا يَفْتَرُونَ ۚ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ

جو محنت، مدعا کرتے تھے تو کیجیے کون روزی دیتا ہے تم کو

الْأَرْضِ أَمْ مَنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ

زمین سے کون مالک ہے کان و در آنھوں کا

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

میت سے زندہ نکالتا ہے مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو

الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ

مردہ سے کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی اور کون نہیں کے کہ اللہ تو تو ہے

أَفَلَا تَتَّقُونَ ۚ فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعَدَ

پھر ڈرتے نہیں ہو سو یہ اللہ ہے رب تمہارا حق پھر کیا رہا کیا ہے

الْحَقُّ إِلَّا الضَّلَالُ ۚ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ ۚ كَذَلِكَ حَقَّتْ

جیسے کفر بھٹکانا سو کہاں سے لوٹنے جاتے ہو اسی طرح ٹھیک فانی

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ

کہ یہ ایمان نہ لائیں گے کہ یہ فاسقوں پر اُن کا فرمان ہے کہ

قُلْ هَلْ مِنْ شَرِكَاكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

کہہ دیجئے کوئی ہے تمہاری شریکوں میں جو پیدا کرے مخلوق

يُعِيدُهُ ۚ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَأَنَّى

دوبارہ زندہ کرے تو کہہ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے پھر اس کو دہرائے گا

یعنی جھوٹے اور بے اصل توہمات سب رفو چکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص بہ راٰی العین مشاہدہ کر لے گا کہ اس سچے مالک کے سوا اور جو ع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور ہر ایک انسان کو اپنے تہم برے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔

آسمان کی طرف سے بارش اور حرارت شمس وغیرہ پہنچتی ہے اور زمینی مواد اسکے ساتھ ملے ہیں تب انسان کی روزی مہیا ہوتی ہے۔

یعنی ایسے عجیب و غریب محیر العقول طریقہ سے کس نے کائنات اور آنکھ پیدا کی۔ پھر ان کی حفاظت کا سامان کیا۔ کون ہے جو ان تمام قوائے انسانی کا حقیقی مالک ہے کہ جب چاہے عطا فرمادے اور جب چاہے چھین لے۔

مثلاً "نطفہ" یا "بیضہ" سے جاندار کو، پھر جاندار سے نطفہ اور بیضہ کو نکالتا ہے۔ یا روحانی اور معنوی طور پر جو شخص یا قوم مردہ ہو چکی اس میں سے زندہ دل افراد پیدا کرتا ہے اور زندہ قوموں کے خلاف پران کی بدبختی سے موت طاری کر دیتا ہے۔

یعنی دنیا کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام کون کرتا ہے۔

اللہ خالق وہ مالک اور مدبر الامور ہے | مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے فرمایا کہ جب اصل خالق وہ مالک اور تمام عالم کا مدبّر اسی کو مانتے ہو، پھر ڈرتے نہیں کہ اسکے سوا دوسروں کو معبود بناؤ۔ معبود تو وہی ہوتا چاہئے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور متصرف علی الاطلاق ہو۔ اس کا اقرار کر کے کہاں اٹنے پاؤں واپس جا رہے ہو جب سچا وہی ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ اوہام میں بھٹکتا عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔

یعنی اللہ نے ازل سے ان متمرّد سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہیں لکھا۔ جس کا سبب علم الہی میں انکی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اس طرح خدا کی لکھی ہوئی بات ان پر فتنہ و نافرمانی کی وجہ سے راست آئی۔

تُؤْفَكُونَ ﴿٣﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى

کون سے تہذیبی شہنشاہ ہیں

الْحَقُّ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى

Item	Unit	Quantity	Unit Price	Total Price
1. Labor	Hour	100	10.00	1000.00
2. Material	kg	500	2.00	1000.00
3. Overhead	%	10	10.00	100.00
4. Profit	%	10	10.00	100.00
Total				2200.00

الْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ يَهْدَىٰ

اس بات کو یقینی بنائے پاکستان کو متحدہ بنائے مراہٹوں کو واپس لے لے لے

فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا

پیشہ و فائزہ

ظَنَّا ۖ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۖ إِنَّ اللَّهَ

ردیف	نام خانوادگی	نام و نام خانوادگی	تاریخ تولد	تاریخ فوت	محل دفن
۱
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶	

عَلَيْهِمْ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٣٠﴾ وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ

فوق معلوم ہے جو چاہیوہ مرتے ہیں درہمیں یقین










يُفْتَرَىٰ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقُ الَّذِي بَيْنَ

[illegible]

بِيَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ

المعاني والآثار

لُعَلَّامِينَ ۝۲۰ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ

◆ **مبدأ و معاد کا اثبات** | یہاں تک ”مبدأ“ کا ثبوت تھا۔ اب ”معاد“ کا ذکر ہے۔ یعنی جب اعتراف کر چکے کہ زمین، آسمان، سمع و بصر، موت و حیات، سب کا پیدا کرنے والا اور تھانے والا وہی ہے تو ظاہر ہے کہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اور دُبرادینا بھی اسی کا فعل ہو سکتا ہے پھر انبیاء علیہم السلام کی زبانی جب وہ خود اس دہرانے کی خبر دیتا ہے تو اس کی تسلیم میں کیا عذر ہے ”مبدأ“ کا اقرار کر کے ”معاد“ کی طرف سے کہاں پٹنے جاتے ہو۔

◆ **ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہے** | ”مبدأ“ و ”معاد“ کے بعد درمیانی واسطہ کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح اول پیدا کرنے والا اور دوبارہ علانے والا وہی خدا ہے، ایسے ہی ”معاد“ کی صحیح راہ بتلانے والا بھی کوئی دوسرا نہیں۔ خدا ہی بندوں کی صحیح اور سچی رہنمائی کر سکتا ہے۔ مخلوق میں کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، سب اسی کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ اسی کی ہدایت و رہنمائی پر سب کو چلنا پڑتا ہے۔ بت مسکین تو کس شمار میں ہیں جو کسی کی رہنمائی سے بھی چلنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ بڑے بڑے مقررین (انبیاء و مدد نگہ علیہم السلام) بھی برابر یہ اقرار کرتے آئے ہیں کہ خدا کی ہدایت و گمبیری کے بدون ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔ ان کی رہنمائی بھی اسی لئے بندوں کے حق میں قابل قبول ہے کہ خدا بلا واسطہ ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ پھر یہ کس قدر انصافی ہے کہ انسان اس ہادی مطلق کو چھوڑ کر باطل اور کفر و سرہرے ڈھونڈے یا مثلاً اخبار و رہبان، برہمنوں اور مستنوں کی رہنمائی پر اندھا ہند چلے لگے۔

◆ **توحید کے علاوہ ہر نظریہ ظن و تخمین ہے** | جب معصوم ہو چکا کہ ”مبدی“ ”معید“ اور ”ہادی“ وہی اللہ ہے تو اس کے خلاف شرک کی راہ اختیار کرنے والوں کو سوچنا چاہئے کہ ان کے ہاتھ میں کوئی دلیل و برہان ہے جس کی بناء پر ”توحید“ کے مسلک تویم و قدیم کو چھوڑ کر ضلالت کے گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے پاس سوائے ظنون و ادبام اور انکل بچو ہاتوں کے کوئی چیز نہیں۔ بھلا انکل کے تیر حق صداقت کی بحث میں کیا کام دے سکتے ہیں۔

◆ **قرآن اللہ کے سوا کوئی نہیں بنا سکتا** | پچھلی آیات میں فرمایا تھا کہ مشرکین محض ظن و تخمین کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ پیروی کے قابل انکی بات ہے جو صحیح راستہ بتلائے۔ اسی منسبت سے یہاں قرآن کریم کا ذکر شروع کیا کہ حج دنیا میں وہی ایک کتب صحیح راستہ بتلانے والی اور ظنون و ادبام کے مقابلہ میں سچے حقائق پیش کرنے والی ہے۔ اس کے علوم و معارف، احکام و قوانین اور معجزانہ فصاحت و جزالت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتب نہیں جو خداوند قدس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔ پورا قرآن تو بجائے خود رہا اس کی ایک سورت کا مثل لانے سے بھی تمام جن دانس عاجز ہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

◆ **قرآن کا کلام الہی ہونا اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام کتب سماویہ سابقہ کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کرتا، ان کے اصل مضامین کی حفاظت اور ان کی پیشین گوئیوں کی صداقت کا علانیہ اظہار کرتا ہے۔**

◆ **یعنی احکام الہیہ اور ان حقائق و معارف کو جو پچھلی کتابوں میں نہایت اجمالی طور پر مذکور تھیں کالی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کتاب میں عقل کے لئے شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ ایسا جامع، بلغ، پر حکمت اور نور صداقت سے بھرا ہوا کلام رب العالمین ہی کا ہو سکتا ہے۔**

مِثْلِهِ وَاَدْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

ایک

اور بلاؤ

جس کا نام نہ ہو

اللہ کے سوا

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِیْطُوْا بِعِلْمِهِ

ترجمہ یہ

ہاں یہ ہے کہ جھٹلنے لگے

جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا

وَلٰٓئِیَّا یٰۤاٰتِیٰہُمْ تَاْوِیْلُہٗ ۚ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ

اور ابھی آئی نہیں اس کی حقیقت

اسی طرح

پہنچتے رہے

قَبْلِہُمْ فَاَنْظُرْ کَیْفَ کَانَ عٰقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۹﴾ وَ

اچھے

سو دیکھ لے

کیسے ہوا

نہی شدہ لوگوں کا

مِنْہُمْ مَّنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ ۖ وَمِنْہُمْ مَّنْ لَا یُؤْمِنُ بِہٖ ۖ وَ

جیسے ان میں یقین کریں گے قرآن کا

اور جیسے یقین نہ کریں گے

رَبُّکَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ کَذَّبُوْکَ فَقُلْ لِّیْ

تو ارب خوب جانتا ہے

شرارت والوں کو

اور اگر تجھ کو جھٹلائیں

تو کہہ

عَمَلِیْ وَلَکُمْ عَمَلُکُمْ ؕ اَنْتُمْ بِرِیْءُوْنَ مِمَّا اَعْمَلُ

میرا کام

اور تمہارے بے تمہارا کام

تم پر دیکھیں

میرے کام

وَ اَنَا بِرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْہُمْ مَّنْ یُّسْتَبْعَوْنَ

مجھ پر ازمنہ نہیں

جو تم کرتے ہو

اور جیسے ان میں کان رکھتے ہیں

اِلَیْکَ ؕ اَفَاَنْتَ تَسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ کَانُوْا لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

تمہاری طرف

کیا تو سنائے گا بہروں کو

اگرچہ ان کو سمجھ نہ ہو

- ◆ کفار کو قرآن کریم کا چیلنج یعنی اُتر میں بلالیا ہوں تو تم بھی میری طرح بشر ہو سب مل کر ایک سورت جیسی سورت بنالو۔ ساری مخلوق و دعوت دو، جن و انس کو جمع کر لو، تمام جہن کے نصیح و موعظ، پڑھے لکھے اور ان پڑھا اکٹھے ہو کر ایک چھوٹا سا کلام قرآن کی مانند پیش کر دو تو سمجھ لیا جائے گا کہ قرآن بھی کسی بشر کا کلام ہے جس کا مثل دوسرے لوگ لاسکتے ہیں۔ مگر محمل ہے کہ ابدان باتک کوئی مخلوق ایسا حوصلہ کر سکے۔ قرآن کریم ہی وہ کتاب ہے جس میں تہذیب اخلاق، تمدن، معاشرت، حکومت و سیاست، معرفت و روحانیت، تزکیہ، نفوس، تنویر قلوب، غرضیکہ وصول الی اللہ اور تنظیم و رفاہیت خلایق کے وہ تمام قوانین و طرق موجود ہیں، جن سے تفریش عام کی غرض پوری ہوتی ہے۔ اور جنکی ترتیب و تدوین کی ایک ایسی قوم کے امی فرد سے کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر ان تمام علوم، ہدایات کا تکمل کرنے کے ساتھ اس کتاب کی مغلطہ انداز فصاحت و بلاغت، جامع و موثر اور دلربا طرز بیان، دریا کا سامونج، بہل متعین سلاست و روان، اسباب کلام کا تفسیر و اسکی لذت و جلالت اور شہنشاہانہ شان و شکوہ یہ سب چیزیں ایک ہیں جنہوں نے بڑے زور شور اور بلند ہنگامی سے سارے جہان کو متا بل کا چیلنج دیا ہے۔ جس وقت سے قرآن کے جمال جہاں آراء سے غیب کی عاقبت انہی و راوہ و آدم کو اپنے سے روشناس کیا، اس کا برابر یہی دعویٰ رہا کہ میں خدائے قدس کا کلام ہوں۔ اور جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین، خدا کے سورج جیسا سورج، اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے دینا عاجز ہے، اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہے گی۔ قرآن کے مٹانے کی لوگ سازشیں کریں گے، مگر گناہیں گے، مقابلہ کے جوش میں کٹ مریں گے۔ اپنی مدد کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے۔ کوئی حیلہ، کوئی تدبیر، کوئی داڑیچ اٹھانہ رکھیں گے، اپنے کو دوسروں کو مسیت میں ڈالیں گے۔ سارے مصائب و دواہی کا تحمل ان کے لئے ممکن ہو گا مگر قرآن کی چھوٹی سی سورت کا مثل لانا ممکن نہ ہو گا۔
- قُلْ لِّئِنْ اَخْتَمَعِ الْاِنْسُ وَالْحِیُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بِغُضْہُمْ لِبَعْضِ ظَہِیْرًا (بنی اسرائیل، رکوع ۱۰) اس مسئلہ پر ہم نے ”اعجاز قرآن“ کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جسے شوق ہو ملاحظہ کرے۔
- ◆ قرآن کی تکذیب محض نا فہمی اور تعصب کی وجہ سے ہے | یعنی قرآن کو ”مفتری“ کہنا سمجھ کر نہیں، محض جمل و سفاہت اور قلت تدبر سے ہے۔ تعصب و عناد نہیں اجازت نہیں دیتا کہ ٹھنڈے دل سے قرآن کے حقائق اور وجود اعجاز میں غور کریں۔ بد فہمی یا قوائے فکریہ کے ٹھیک استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جب قرآن پاک کے دواک و عجائب کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے تو جھٹلانا شروع کر دیا۔
- ◆ بعض مفسرین نے ”تاویل“ کے معنی ”تفسیر“ کے لئے دیے ہیں۔ یعنی مطالب قرآن ان کے دماغ میں نہیں اترے اور بعض نے قرآنی پیشینگوئیاں مراد لی ہیں۔ یعنی تکذیب کی ایک وجہ بعض سادہ لوحوں کے حق میں یہ بھی ہے کہ مستقبل کے متعلق قرآن نے جو خبریں دی ہیں۔ ان کے وقوع کا ابھی وقت نہیں آیا۔ لہذا وہ منتظر ہیں کہ ان کا ظہور کب ہوتا ہے۔ مگر سوچنا چاہئے کہ یہ وجہ تکذیب کی کیسے ہو سکتی ہے؟ زائد از زائد توفیق کی وجہ ہو تو ہو۔
- ◆ یعنی گئے چل کر ان میں کچھ لوگ مسلمان ہونے والے ہیں۔ انہیں چھوڑ کر جو باقی لوگ شرارت پر قائم رہیں گے، خدا سب کو خوب جانتا ہے۔ موقع پر سب سزا دے گا۔
- ◆ آنحضرت ﷺ کو کفار سے ہزاروں کا حکم | یعنی اگر ایسے دلائل و براہین سننے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیجئے کہ ہم اپنا فرض ادا کر چکے تم سمجھانے پر نہیں، نئے تو اب میرا تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو میں اپنے عمل کا۔ ہر ایک کو اس کے عمل کا ثر و ثل کر رہے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ (معاذ اللہ) ”اگر اللہ کا حکم غلط پہنچاؤں تو میں گنہگار ہوں، اور میں سچ لاؤں تم نہ مانو تو گنہگار تم پر ہے۔ بہر حال ماننے میں کسی طرح تمہارا نقصان نہیں۔“

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ إِلَيْكَ ۖ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْىٰ

اور ایسے ان میں گماہ کرتے ہیں تیری طرف کی تو رہا دکھائے گا اندھوں کو

وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ

اگرچہ وہ سوچہ نہ دیکھتے ہوں ﴿۳۳﴾ اللہ ظلم نہیں کرتا لوگوں پر

شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٤﴾ وَيَوْمَ

کچھ بھی لیکن لوگ اپنے آپ کو ظلم کرتے ہیں ﴿۳۴﴾ اور جس دن

يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

ان کو جمع کرے گا گویا وہ نہ رہے تھے مگر ایک گھنٹی دن

يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۖ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ

ایک دوسرے کو پہچانیں گے ﴿۳۵﴾ یقین خسارے میں پڑے جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے

اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّمَا تَرِيكَ بَعْضُ

کچھ اور نہ تھے راہ پر ﴿۳۵﴾ اور اگر ہم دکھائیں گے تجھ کو کوئی چیز

الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفِّيكَ ۖ فَالَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

ان وعدوں میں سے جو کہے ہیں ہم نے ان سے یہ افات دیں تجھ کو سو ہماری ہی طرف سے ان کو لوٹنا پھر

اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ

اللہ شاہد ہے ان کاموں پر جو کرتے ہیں ﴿۳۶﴾ اور ہر فرقہ کا

رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

ایک رسول ہے پھر جب پہنچی ان کے پاس رسول ان کا فیصلہ ہوا ان میں انصاف

کفار اندھے اور بے عقل ہیں | بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات و کمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا سنا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔ یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں۔ بحالیکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں یا دل کے اندھوں کو راجح دکھلا دیں جبکہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ ”موضح القرآن“ میں ہے۔ ”یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اس توقع پر کہ آپ ہمارے دل پر تصرف کر دیں جیسا بعضوں پر ہو گیا، سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔“ بعض مفسرین نے لایعقلوں سے مطلق عقل کی اور لایتصوروں سے بصیرت کی نفی مراد لی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اندھے، بہرے جو عداوہ نہ سننے اور نہ دیکھنے کے برہم کی سمجھ بوجھ سے محروم ہیں۔ ان کو آپ کس طرح سنا اور دکھا کر متواضع کر سکتے ہیں۔

یعنی جن کے دل میں شرم نہیں ہوتا، یہ ان ہی کی تفسیر ہے۔ خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے تو اپنے اور اکیہ کو تباہ کر لیا ہے۔ ورنہ اصل فطرت سے ہر آدمی کو خدا بے سمجھنے اور قیوں کرنے کی استعداد بخشی ہے

دنیاوی زندگی کی حقیقت | یعنی محشر کے ہونا کما احوال وحوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس قدر حقیر و قلیل نظر آئے گا گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے، اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضوں اور بیکار گزری، جیسے آدمی گھنٹہ دو گھنٹہ یوں ہی گپ شپ میں بیکار گزار دیتا ہے۔ نیز وہاں کی زہرہ گداز مصائب کو دیکھ کر خیریں کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا جو یہ وقت آیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آپہنسے۔ کاش وہاں کی مدت قیام کچھ طویل ہوتی تو یہ دن اس قدر جلد نہ دیکھنا پڑتا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ برزخ (قبر) میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم

مگر کچھ مدد نہ کر سکیں گے نفسی نفسی پڑی ہوگی۔ بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئے گا۔ فلا انساب بینہم یومئذ ولا یتساءلون (امؤمنون، رکوع ۶) یومئذ یقول المؤمن من اٰجینہ وَاٰمَنہ وَاٰبِیہ وَاٰصْحَابِیہ وَبِیْنِیہ (نحس، رکوع ۱)

باقی جنہوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ سراسر فائدہ میں ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے کئے گئے وعدوں کا ایفاء یعنی ہم نے کفار کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب و منصور کرنے کے جو وعدے کئے ہیں، خواہ ان میں سے بعض وعدے کسی حد تک آپ کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیے جائیں، جیسے ”بدر“ وغیرہ میں دکھلادیا۔ یا آپ کی وفات ہو جائے۔ اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو۔ بہر صورت یہ یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہو کر رہیں گے۔ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو مزید دلی گئی تو آخرت میں ملے گی۔ ہم سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”غیب اسلام کچھ حضرت کے روبرو ہوا، اور باقی آپ کی وفات کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے۔ گویا تنو فیئیک میں اس طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔“

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۳۸﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ

وہ ظلم نہیں کرتا اور کہتے ہیں یہ ہے یہ وعدہ

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۹﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا

اگر تم سچے ہو تو کہہ میں اپنی نفس کے لئے

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ

نہ بھگے مگر جو چاہے اللہ ہر قوم کا ایک حد ہے

أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۴۰﴾

ان کا وعدہ پھر نہ پیچھے نہ آئے گا ایک لمبائی

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَآتًا أَوْ نَهَايًّا مَّا

تو کہہ بھلا دیکھو اگر تم پر عذاب آئے تو اس کا

ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۱﴾ أَتُمْ إِذَا مَا وَقَعَ

کی کر لیں گے اس سے پہلے گنہگار کیا عذاب عذاب

أَمَنْتُمْ بِهِ مَّا لَكُمْ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۴۲﴾

جب اس پر یقین کرو گے تب قائل ہوئے اور تم اسی کا تقاضا کرتے تھے

ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ

پھر کہیں گے گنہگاروں کو جلیجے رہو عذاب جلیجے

تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۴۳﴾ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ

پرہیز کرتے ہیں جو کچھ کہتے تھے اور تم سے خبر چاہتے ہیں

◆ ہر امت کے لئے رسول بھیجا گیا | پہلے اس امت اور اسکے رسول اکرم ﷺ کا ذکر تھا۔ اب ہم اقوام و اہم کا ضابطہ بتلاتے ہیں کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے بھیجے گئے ہیں جن کو "رسول" کہیے۔ تاکہ خدا کی حجت تمام ہو، اترم حجت سے پیسے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پیسے سے کرتے ہیں۔ مگر دنیا میں ان کو سراسر سونے پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے۔ خدا کے یہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بدون پیشتر سے آگاہ کرنے اور طرز ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ نہ دیا جائے۔ قیامت میں بھی باقاعدہ پیشی ہوگی، فرد جرم لگائیں گے، گواہ پیش ہونگے، ہر قوم کے ساتھ ان کے پیغمبر موجود ہونگے۔ ان کے بیانات وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا۔ "وَأَنشَرْنَا الْأَرْضَ بِسُورٍ رَّتْهُفٍ وَوَضَعْنَا الْكُتُبَ وَجَاءَتْهُمُ بِالْبَيِّنَاتِ وَالشُّهَادَةِ وَقَصَىٰ مِنْهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يَنْظِلُونَ" (الزمر، رکوع ۷) مجاہد وغیرہ نے آیت کو قیامت کے احوال پر حوالہ دیا ہے۔

◆ یعنی عذاب آنے کی جو دھمکیں دیتے ہو، محض جھوٹ اور بے اصل ہیں۔ اگر واقعی تم بچے ہو تو لے کیوں نہیں آتے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

◆ یعنی عذاب وغیرہ بھیجنا خدا کا کام ہے، میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ میں خود اپنے نفع نقصان کا صرف اسی قدر مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔ پھر دوسروں پر کوئی بھلائی برائی وارد کرنے کا مستقل اختیار مجھے کہاں سے ہوتا۔ ہر قوم کی ایک مدت درمیان خدا کے علم میں مقرر ہے۔ جب یہ مدت پوری ہو کر اس کا وقت پہنچ جائے گا، ایک سیکنڈ کا تحفہ نہ ہو سکے گا۔ غرض عذاب کے لئے جلدی مچنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کے علم میں جو وقت طے شدہ ہے اس سے ایک منٹ آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔ زخشری کے نزدیک لَا يَسْتَأْذِنُ أَحَدُكُمْ مَسَاعِفَ وَلَا يَسْتَغْفِرُونَ اس سے کنیہ ہے کہ عذاب کا اپنے وقت معین پر آنا نال ہے۔ کنیہ میں حقیقت تقدم و تأخر کا نظایا اشیاء اعتبار نہیں ختم ہوتا۔

◆ کفار کا مطالبہ عذاب احمقانہ ہے | یعنی رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کی دھندوں میں مشغول ہو، اگر اچانک خدا کا عذاب آدے تو مجرم جلدی کر کے کیا بی ڈر کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے سے کیا فائدہ؟ مترجم رحمہ اللہ نے فَاذْأِنْسْتَعْلَجْ مِنْهُ الْمُخْرَجُونَ کا یہ ترجمہ حضرت شہ صاحب کے مذاق کے موافق کیا ہے عموماً مفسرین نے یہ مطلب یہ ہے کہ عذاب الہی کے آنے میں کوئی ایسی خوشی اور مزے کی بات ہے، جس کی وجہ سے مجرمین جلدی طلب کر رہے ہیں۔ یا یہ کہ تعجب کا مقام ہے کہ مجرمین کیسی سخت خوفناک چیز کے لئے جلدی پھا رہے ہیں۔ حالانکہ ایک مجرم کے لائق تو یہ تھا کہ وہ آنے والی سزا کے تصور سے کانپ اٹھتا ورڈز کے مارے ہلاک ہو جاتا۔ (المحر الحفیظ)۔

◆ مطالبہ عذاب کی وجہ | یعنی عذاب کے لئے جلدی کرنا اس بناء پر ہے کہ انہیں اس کے آنے کا یقین نہیں۔ اس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے۔ عذاب آچکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا اب قتل ہوتے ہو، اور پیسے سے جھلاتے رہے۔ کیونکہ تقاضا کرنا بھی جھڈنے اور مذاق اڑانے کی نیت سے تھا۔ اس وقت اقرار کرنے سے کچھ نفع نہیں۔ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَخَذُوا كُفْرًا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ فَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ لَمَّا دَاوَابُ مَنَاسِقَةِ اللَّهِ الَّتِي قَدْ حُلَّتْ فِي عِبَادِهِ وَحَبِطَ هَالِكُ الْكَافِرُونَ (المؤمن، رکوع ۹)

◆ جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہے تھے، اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ یہ قیامت میں کہا جائے گا۔

أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ

اور

بہت قسم پر سے سبکی یہی ہے

تو کہہ

کیا حق سے یہ بات

بِمُعْجِزِينَ ۵۳ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي

جس پر چوب

اور اگر ہر قوم شخص گنہگار کے پاس

تھانہ ہو سکتے

الْأَرْضِ لَا فِتْنَتُ بِهِ وَأَسْرُوا النَّدَامَةَ لِمَا

جس

اور چھپے چھپا میں نے

البتہ اس وقت کہ مے میں

رہیں ہیں

رَأَوْا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا

اور ان

میں فیصلہ ہوگا انصاف سے

یکس کے عذاب

يُظْلَمُونَ ۵۴ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

نہیں دکھواند کا ہے

ظلم نہ ہوگا

أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

پر بہت وقت نہیں

وعدہ خدا کا حق ہے

نہیں سمجھتے

يَعْلَمُونَ ۵۵ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۵۶

اور اسی کی طرف ہر جاوے

اور رہتا ہے

وہی جلاتا ہے

جاتے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ تَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ

تو سب سے

نہایت

تہذیب سے پاس آئی ہے

اے لوگو

وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ ۚ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

اور رحمت

اور ہدایت

دلوں کے روئسکی

اور شفا

وَقُلْ إِنِّي صِلْتُ إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ آبَائِي وَإِلَهُ نَبِيِّنَا وَإِلَهُ كُلِّ نَفْسٍ فَاعْبُدُوهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَبْهَتُهُمْ وَأَبْصَرُ ۚ

حیات بعد الممات یقینی ہے | یہی غفلت کے نشہ میں چور ہو کر تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ہم موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے؟ کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سر نو ہم کو موجود کیا جائے گا؟ آپ فرما دیجئے کہ تعجب کی کیا بات ہے، یہ حیر تو یقیناً ہونے والی ہے۔ تمہارا منیٰ میں مل جانا اور پارہ پارہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ پہلے کی طرح تمہیں دوبارہ پیدا کر دے اور شرارتوں کا مزہ چکھائے۔ لیکن نہیں کہ اس کے قبضہ سے نکل بھاگو اور فرار ہو کر (معاذ اللہ) اسے عاجز کر سکو۔ تنبیہ | اس آیت کے مث بہ دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ ایک سورہ ”سبا“ میں ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَكُمُ“ دوسری ”تہ بن“ میں ”وَعَمَّ الْدِّينِ كَفَرُوا أَن لَّنْ يُنْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُنْعَثُنَّ لَمَّا لَبِثْتُمْ مَعَ عَمَلِكُمْ وَذَلِكُمْ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ“۔ یہ دونوں قیامت اور معاد کے متعلق ہیں ان ہی کی مناسبت سے یہ فظ ابن کثیر نے آیت حاضریہ کو معاد کے متعلق رکھا ہے۔

یعنی اگر روئے زمین کے خزانے فرض کرو اسکے قبضہ میں ہوں تو کوشش کرے کہ یہ سب دے کر خدا کے عذاب سے اپنے کو بچا لے۔

آخرت میں کفر کا پچھتاوا | دل میں اپنی حرکتوں پر پشیمان ہو گئے اور چاہتے ہیں کہ لوگوں پر پشیمانی کا اظہار نہ ہو مگر تاکہ۔ کچھ دیر آثارِ رندامت ظاہر نہ ہونے دیں گے۔ آخر بے اختیار ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اس وقت کہیں گے ”يَحْسُرُنِي عَلَىٰ مَا ظَنَنْتُ أَنِّي حَنِيتُ اللَّهَ“ اور ”وَلَنَّا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا“

یعنی سارے جہان میں حکومت صرف اللہ کی ہے۔ انصاف ہو کر رہے گا۔ کوئی مجرم نہ کہیں بھگ سکتا ہے نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔

یعنی سوء استعداد، بد فہمی اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے۔ اسی لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں اور جو جی میں آئے کرتے ہیں۔

چلانا اور مارنا جب اسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ

مسلمانوں کے واسطے ﴿۵۷﴾ کہہ کہہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے سواری

فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿۵۸﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ

ان کو خوش ہونا چاہئے ﴿۵۸﴾ یہ بھڑے اُن چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں تو کہہ جا دیجو

مَا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ

وہ اللہ نے جو اتاری ہے تمہارے واسطے روزی ہر قسم کے ٹھکانے اس میں سے

حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى

کون حرام اور کوئی حلال کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ ہے

اللَّهُ تَفْتَرُونَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ

اللہ کہہ مارتے ہو ﴿۵۹﴾ اور کیا خیال سے جہوت پندہ مٹنے والوں کا

عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَذُو

اللہ ہے اللہ پر قیامت کے دن ﴿۶۰﴾ اللہ تو

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۰﴾

فضل رکھتا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے ﴿۶۰﴾

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ

اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے اس میں سے شیو

قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

قرآن اور نہیں کرتے بہت لوگ کچھ کام کر ہم نہیں ہوتے

قرآن کریم کی بعض اہم صفات | یہ سب صفات قرآن کریم کی ہیں۔ قرآن وں سے آخر تک نصیحت ہے جو لوگوں کو مہلک و مضر باتوں سے روکتا ہے۔ دلوں کی بیماریوں کے لئے نسخہ شفاء ہے۔ وصول الی اللہ اور رضائے خداوندی کا راستہ بتاتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا و آخرت میں رحمت البیہ کا مستحق ٹھہراتا ہے بعض محققین کے نزدیک اس آیت میں نفس انسانی کے مرتبہ کمال کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جو شخص قرآن کریم سے تمسک کرے ان تمام مرتبہ پر غازی ہو سکتا ہے۔ (۱) اپنے ظاہر کو نالائق افعال سے پاک کرنا۔ غفۃ "موعطت" میں اس کی طرف اشارہ ہے (۲) باطن کو عقائد فاسدہ اور ملکات ردیہ سے خالی کرنا جو "نفساۃ لما فی الصدور" سے منسوب ہوتا ہے۔ (۳) نفس کو عقائد حقہ اور اخلاق فیضہ سے راستہ کرنا جس کے لئے غفۃ "بدی" زیادہ مناسب ہے۔ (۴) ظاہر و باطن کی درستی کے بعد انوار رحمت البیہ کا نفس پر فیض ہونا، جو غفۃ "رحمت" کا مدلول ہے۔ اور فخر امین راوی رحمت اللہ نے جو تقریر ہے اس میں ان چار نقطوں سے شریعت، طریقت، حقیقت اور نبوت و خلافت کی طرف ترقی الی ترتیب اشارہ کیا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں اور نہ اس قسم کے مضامین خاص قلم نویس کی مد میں آسکتے ہیں۔

اللہ کی نعمت پر خوش ہونا | "فرح" (خوش ہونا) محمود بھی ہے اور مذموم بھی۔ کسی نعمت پر اس حیثیت سے خوش ہونا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے غی ہے، بگڑا ہے۔ جیسے یہاں فرمایا۔ "فلذلك فليفرحوا" اور خطہ مرویہ پر خوش ہونا اور اکرنا خصوصاً یہ خیال کرے کہ ہم کو اپنی یاقت سے حاصل ہوئی ہے، سخت مذموم ہے۔ قارون اپنے مال و دولت کی نسبت کہتا تھا "انما اوتيته على علمه عدی" اس کو فرمایا لا تصرف خیر اللہ لا یبغض الفرحین وابتغ فيما اتاک اللہ الذر الا حرة ولا تنس نصیبک من الدنیا

یعنی اس چیز خدا کا فضل و رحمت ہے، انسان کو اپنی تلاش کرنی چاہئے مال و دولت، جا و جہش، سب اس کے مقابلہ میں بچ ہیں۔ حدت و حرمت صرف اللہ کا کام ہے۔ یعنی قرآن جو نصیحت، شفاء، و ہدایت و رحمت بن کر آیا ہے وہ ہی استند اور مسند کرنے سے لائق ہے۔ احکام البیہ کی معرفت اور حلال و حرام کی تمیز اسی سے ہو سکتی ہے۔ یہ کیا واپسیت ہے کہ خدا سے تو تمہارے شفاعت کے لئے ہر قسم کی روزی پیدا کی۔ پھر تم نے محض اپنی آراء و اہوا سے اس میں سے کسی چیز کو حلال، کسی کو حرام ٹھہرایا۔ بھلا تمہیں و تحریم کو کیا حق ہے؟ کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے یہ حکم دیا، یا یوں ہی حد پر افتراء کرتے ہو۔ اگلی آیت میں صاف اشارہ کر دیا کہ جزا افتراء علی اللہ کے اور کچھ نہیں۔ تنبیہ | جن چیزوں کو حلال و حرام کیا تھا، ان کا منسلک تذکرہ سورہ "مائدہ" اور "انعام" میں گذر چکا۔

یعنی یہ لوگ روز قیامت کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں کہ کیا معامد ان کے ساتھ ہوگا سخت پکڑے جائیں گے، یا سستے چھوٹ جائیں گے۔ مذہب بھگتنا پڑے گا یا نہیں۔ کن خیالات میں پڑے ہیں۔ یاد رکھیں جو دردناک سزا ملنے والی ہے وہ عمل نہیں سکتی۔

یعنی خدا اپنے فضل سے دنیا میں بہت کچھ مہبت دیتا ہے۔ بہت سی تفصیلات سے درگزر کرتا ہے۔ لیکن بہت لوگ نرمی اور اغماض کو دیکھ کر بچے شکر گزار ہونے کے روز زیادہ دلیر اور بے خوف ہو جاتے ہیں۔ آخر سزا دینی پڑتی ہے

چوں تو زحہ بگذری رسو کند

حکم حق با تو موبہا کند

شَهُودًا إِذْ تَفَيْضُونَ فِيهِ ۖ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ

اور غائب نہیں رہتا

جب تم معروض ہوتے ہو اس میں

حاضر تہا رہے پاس

رَبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

اور

زمین میں

ایک ذرہ

تیرے وہاں سے

السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا

اور نہ چھوٹا اس سے

اور نہ بڑا چھوٹا اس سے

آسمان میں

فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝۱۰ إِلَّا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا

نہ

جو وہاں کے دوست ہیں

پادری

خفی ہونی کتاب میں

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۱۱ الَّذِينَ آمَنُوا

جو اگے ایمان لائے

اور نہ وہ غمگین ہوں گے

اور نہ ان پر

وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝۱۲ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

دنیا کی زندگی میں

ان کے لیے ہے خوش خبری

اور اترتے رہے

◆ اللہ کو ہر ذرہ کا علم ہے | پہلے قرآن کریم کے اوصاف بیان کئے تھے کہ وہ سراپا نور ہدایت شفا ہے قلوب، سمیت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ ہے۔ پھر اشارہ کیا کہ ہدایت و بصیرت کی ایسی صاف روشنی کو چھوڑ کر لوگ اپنے ادھام و خیالات کے غمیرے میں بہکتے پھرتے ہیں اور خدا پر افتراء کر کے اس کے فضل و انعام کی ناقدری کرتے ہیں۔ اس آیت میں متنبہ کیا کہ لوگ کس حال میں ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کی کیا شان ہے۔ آپ شب و روز مالک حقیقی کی وفاداری، اور ہمدردی خلاق کی جن شئون عظیمہ سے منظر بنتے ہیں، خصوصاً آپ کی جو امتیازی شان قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے وقت ظاہر ہوتی ہے جتنی قرآن کے ذریعہ سے جو جہاد آپ کر رہے ہیں وہ سب خدا کے حضور میں ہے اور لوگ جو کچھ اچھا یا بُرا معاملہ کرتے ہیں وہ سب بھی خدا کی نظر سے رہے۔ جس وقت مخلوق کوئی کام شروع کرتی اور اس میں مشغول و منہمک ہو جاتی ہے، خواہ اسے خدا کا تصور نہ آئے، تب تک خدا اس کو برہنہ کر دیتا ہے۔ اسی لئے کہیں ایک ذرہ برابر اس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو خدا تعالیٰ کے علم محیط سے غائب ہو۔ بلکہ علم الہی سے نیچے اتر کر تمام "مساکن و مساکنوں" کا حال "کتاب میں" (لون محفوظ) میں ثبت ہے۔ جسے "عالم تدبیر" میں "صحیفہ علم الہی کہنا چاہئے۔ جب حق تعالیٰ پر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز

پوشیدہ نہیں تو ان کذبین و معاندین کے معاملات و احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں، پھر روز جزاء کی کارروائی کے متعلق یہ کیا خیال کر رہے ہیں۔ وہ خوب سمجھ میں کہ ان کی ہر چھوٹی بڑی حرکت خدا کے سامنے ہے وہاں کوئی خیانت اور چوری نہیں چل سکے گی۔ ہر عمل کی سرائل کر رہے گی۔ اور جس طرح دشمنوں کے معاملات اس کے سامنے ہیں، ان کے بالمقابل دوستوں کا ذرہ ذرہ حال بھی اس کے علم میں ہے، اگلی آیات میں ان کو بشارت سنائی گئی۔

❖ **اولیاء اللہ کے خوف و حزن سے حفاظت** | ابن کثیر نے روایات حدیث کی بناء پر اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ”اولیاء اللہ“ (خدا کے دوستوں) کو آخرت میں احوال عشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہونگے۔ بعض مفسرین نے آیت کو کچھ عام رکھ دیا ہے یعنی ان پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں۔ اور نہ کسی مطلوب کے فوت ہونے پر وہ مغموم ہوتے ہیں گویا خوف سے خوف حق یا غم سے غم آخرت کی نفی مراد نہیں، بلکہ دنیا میں دنیوی خوف و غم کی نفی مرد ہے جس کا احتمال مخالفت اعداء وغیرہ سے ہو سکتا ہے، وہ مومنین کا ملین کو نہیں ہوتا۔ ہر وقت ان کا اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور تمام واقعات تکوینیہ کے خالی از حکمت نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس اعتماد و اعتقاد کے استحصال سے انہیں خوف و غم نہیں ستاتا۔ میرے نزدیک ”لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ“ کا مطلب یہ لیا جائے کہ ”اولیاء اللہ“ پر کوئی خوفناک چیز (ہلاکت یا معتد بہ نقصان) دنیا و آخرت میں واقع ہونے والی نہیں۔ اگر فرض کیجئے دنیا میں صورنا کوئی نقصان پیش بھی آئے تو چونکہ نتیجہ وہ ان کے حق میں نفع عظیم کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس کو معتد بہ نقصان نہیں کہا جاسکتا۔ رہا کسی سبب دنیوی یا اخروی کی وجہ سے ان کو کسی وقت خوف لاحق ہونا وہ آیت کی اس تقریر کے منافی نہ ہوگا کیونکہ آیت نے صرف یہ خبر دی ہے کہ ان پر کوئی خوفناک چیز نہ پڑے گی، یہ نہیں کہا کہ انہیں کسی وقت خوف لاحق نہ ہوگا۔ شاید لَا يَخْزُونُ کے مناسب لَا يَخْشَوْنَ نہ فرمانے اور لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کی تعبیر اختیار کرنے میں یہ ہی نکتہ ہو۔ باقی لَا يَخْزُونُ کا تعلق میرے خیال میں مستقبل سے ہے، یعنی موت کے وقت اور موت کے بعد غمگین نہ ہوں گے جیسا کہ فرمایا۔ نَسْزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ الْأَخْيَارَ (الاعیاء، رکوع ۷) واللہ تعالیٰ اعلم برادرہ

❖ **اولیاء کی تعریف** | ”یہ اولیاء اللہ“ کی تعریف فرمائی یعنی مومن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے پہلے کی مواقع میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایمان و تقویٰ کے بہت سے مدارج ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا۔ اسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے اور پچاس سو، ہزار، دو ہزار، لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی لیکن عرف عام میں دس بیس روپے کے مالک کو ”مالدار“ نہیں کہا جاتا۔ جب تک معتد بہ مقدار مال و دولت موجود نہ ہو۔ اسی طرح سمجھ لیجئے کہ ایمان و تقویٰ کسی مرتبہ میں ہو وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ ”ولی“ کہلائے جاسکتے ہیں لیکن عرف میں ”ولی“ اسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقویٰ کا پایا جاتا ہو، احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اُن کو دیکھنے سے خدا یا د آنے لگے یا مخلوق خدا سے ان کو بے لوث محبت ہو، عارفین نے اپنے اپنے مذاق کے موافق ”ولی“ کی تعریفیں کی ہیں جنکی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ

ہی۔

اس کی باتیں

مذہب میں

اور آخرت میں

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۚ وَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ ۚ

اور نہ مت افسوس کی بات سے

بڑی کامیابی

إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

اس کی بات سنیے والا سنے والا

اصل میں سب در اللہ سے ہے

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۚ

اور جو کوئی ہے زمین میں

اللہ اپنے جو کوئی ہے آسمان میں

ساتھ ہے

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اللہ سے سوا شریکوں کو

یہ جو پیچھے پڑے ہیں

شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

کچھ نہیں کر

سو یہ جو پیچھے پڑے ہیں اپنے خیال سے

پکارنے والے

يَخْرُصُونَ ۚ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْيَوْمَ لِتَسْكُنُوا

کہ چھین حاصل

اسی جس نے بنایا تمہارا گھر آج کے لئے

انکلیں دوڑتے ہیں

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

سے شک کی میں شایاں ہیں

اور دن دیا دکھانے والے

آسمان میں

لِقَوْمٍ يَسْعَوْنَ ۚ ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَنَهُ ۚ

وہ پاک ہے

خبر لیا اللہ نے بیٹا

کہتے ہیں

ان لوگوں کے ہے جو سختی میں

”اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں مثلاً حق تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی جو لا ُخسوف علیہم وغیرہ کی بشارت دی ہے، یا فرشتے موت کے قریب ان کو کہتے ہیں۔ انشروا بالجنة التي كنتم توعدون (حکم السجدہ، رکوع ۴) یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا ان کی نسبت دوسرے بندگان خدا کو دکھائی دیتے ہیں جو حدیث صحیح کے موافق نبوت کے چھالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے یا خواص میں اور کبھی خواص سے گزر کر عوام میں بھی ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اور لوگ ان کی مدح و ثناء اور ذکر خیر کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں۔ مگر اکثر روایات میں لھم البشری ہی الخیوة الدنیا کی تفسیر دیاے صالحہ سے کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ ربی بشارت اخروی، وہ خود قرآن میں منصوص ہے۔ بشرکم الیوم جنات نعیمی من تخبہا الا نهار اور حدیث میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

یعنی اللہ کی باتیں اور اس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں۔ جو بشارتیں دی ہیں ضرور پہنچ کر رہیں گی۔

اوپر سے عدائے مکذبین کا ذکر چلا آتا تھا۔ ان کے بالمقابل دوستوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کو داریں میں محفوظ رہنے کی بشارت سنائی۔ اسی سلسلہ میں حضور کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ امتقون اور شریروں کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، غیب اور زور سب خدا کے لئے ہے وہ اپنے زور تائید سے حق کو غالب و منصور اور مخالفین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا وہ ان کی سب باتیں سنتا اور سب حالات جانتا ہے۔ یعنی کل زمین و آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے، سب جن و انس اور فرشتے اسی کے مملوک و مخلوق ہیں۔ مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور انہیں خدائی کا حصہ دار بنانا، محض انکل کے تیر اور وای تباہی خیالت ہیں۔ ان کے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے نہ حجت و برہن، خالی اوبام و ظنون کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں | دن رات اور اندھیرے اجالے کا پیدا کرنے والا دی ایک خدا ہے۔ اسی سے خیر و شر اور تمام متقابل اشیاء کی پیدائش کو سمجھ لو۔ اس میں ”مجوس“ کے شرک کا رد ہو گیا۔ اور ادھر بھی لطیف اشارہ کر دیا کہ جس طرح رات کی تاریکی کے بعد خدا روز روشن کو لاتا ہے اور دن کے اجالے میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو شب کی ظلمت میں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ ایسے ہی مشرکین کے اوبام و ظنون کی اندھیریوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے اس نے قرآن کریم کا آفتاب چمکایا جو لوگوں کو وصول الی اللہ کا ٹھیک راستہ دکھانے والا ہے۔

هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

دوب نیاز ہے اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں

اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُولُوْنَ عَلٰی

نہیں تمہارے پاس کوئی سدا کی کیوں جھوٹ کہتے ؟

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٨﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ

اللہ پر جس بات کی تم کو خبر نہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں

عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿٩٩﴾ مَتَّاعٌ فِی الدُّنْیَا

سہ پر جھوٹ بھائی نہیں پاتے تھوڑا سا طبع اٹھالینا دنیا میں

ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنٰزِقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ

پھر وہی طرف ہے ان کو لوٹنا پھر چھ کیوں کے ہم ان کو سخت عذاب

یٰۤاَکٰفِرُوْا یَکْفُرُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَاٰتٰلُ عَلَیْهِمْ نَبَا نُوْحٍ مِّنْ

پہرستان کے کفر کا اورستان کو حارنوح کا

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ یَقَوْمِ اِنْ کَانَ کِبَرٌ عَلَیْکُمْ مَّقَامِیْ

جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑ ہونا

وَتَذٰکِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَعَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمَعُوْا

اور نصیحت کرنا اللہ کی آیتوں سے تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا بہتم سبیل کر مقرر کرو

اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ

پنا کام اور تمہارا پنے شریکوں کو پھر نہ رہے تم کو اپنے کام میں

عیسائیوں کے شرک کا رد اس میں عیسائیوں کے شرک کا رد ہے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر وہ واقعی طور پر مسیح کو خدا کا (معاذ اللہ) مصلیٰ بن سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہوگی۔ خداوند قدوس ہلہلہ بہت بیوی بچوں سے پاک ہے۔ اور اگر بیٹے سے مراد متنی ہے تو خدا کو اس کی ضرورت کیا پیش آئی کہ ایک مخلوق کو متنی بنائے۔ یہ معاذ اللہ سے اولاد کی حسرت اور بیٹا نہ ہونے کا یہ غم تھا؟ یا فکر تھی کہ اس کے بعد مال و دولت کا ورثہ اور اس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے اور حرج مرج میں کس سے سہارا ملے گا؟ (العیاذ باللہ) وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور سب ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔ اسے بیٹے پوتے یا متنی وغیرہ کی احتیاج کہاں ہو سکتی ہے؟ سب چیزیں اسکی مملوک و مخلوق ہیں۔ پھر، لک و مسموک اور خالق و مخلوق کے درمیان نہ نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کہی جائیں۔

یعنی خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں لیکن انہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ تھوڑے دن دنیا کے مزے اڑ میں انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا۔ جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

واقعہ نوح سے عبرت | یعنی اہل مکہ کو نوح اور اسکی قوم کا حال سنا۔ تاکہ معلوم ہو کہ مکذبین و مفترین کو حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان کی اچھل کود اور چمک دمک محض چند روزہ ہے جو انجام کار ہلاکت بدی پر منتہی ہوتی ہے۔ اہل مکہ کو قوم نوح کا قصہ سن کر عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ اگر وہ خاتم الانبیاء ﷺ کی تکذیب و عداوت اور اپنی شریکیت سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے جو نوح کی تکذیب کرنے والوں کا ہوا۔ نیز اس واقعہ کے بیان کرنے میں پیغمبر علیہ السلام کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان لوگوں کی دشمنی اور شرارت سے زیادہ دیکھتے ہیں۔ ہر نبی کو اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہے پھر آخر میں حق ہی غائب ہو کر باور حق و صداقت کے دشمن تباہ و برباد کر دیے گئے۔ عام سامعین کو ان واقعات کے ایسے مفصل بیان سے یہ سبق ملتا ہے کہ نبی عربی ﷺ باوجود ادا ہونے اور کسی مخلوق کے سامنے ایک منت کے لئے بھی زانوئے تلمذتہ نہ کرنے کے پچھلی قوموں کے اس قدر صحیح اور پختہ حوالے بیان فرماتے ہیں جو بظاہر بدون تعلیم اور طویل استفادہ کے ممکن نہیں، ناچار ماننا پڑے گا کہ آپ کا معلم کوئی انسان نہیں بلکہ سب انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ تو آپ کی سچائی کی ایک دلیل ہوگی۔

غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ ۝ فَإِنْ

۱۰

◆

اور تم کو موت ہے

پھر تم کو رہیمے سے ماری

۱۱

تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتِكُمْ مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ

۱۲

تو میں نے تم سے کیا چاہی تم سے میری

۱۳

اللَّهِ ۚ وَأَمَرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ

۱۴

◆

کہہ میں نے تم سے کہا

اور تم نے تم کو حکم سے

۱۵

فَنَجَّيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلِيفَ

۱۶

اور اس کے ساتھ تھے کشتی میں

۱۷

وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

۱۸

۱۹

جو بھولتے تھے میری باتوں

۲۰

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رُسُلًا

۲۱

۲۲

۲۳

إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا

۲۴

۲۵

۲۶

كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ

۲۷

۲۸

۲۹

۳۰

الْمُعْتَدِينَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ وَهَارُونَ

۳۱

۳۲

۳۳

۳۴

۳۵

حضرت نوح کا پیغمبرانہ یقین جیسا کہ ہماری خوش ناخوش یا موافقت و مخالفت کی مجھے ذرا برابر پروردگار نے نہیں تمام پیغمبروں کی طرح میرا تجربہ صرف خدا وحد پر ہے اگر تم میری صیحت و فہمائش سے راہ نوا ہو کر نہ کرو۔ میں اپنے فرائض منصبی کے دائرے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم پرمان کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں۔ جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گذرو میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کرنا۔ اپنے رفقاء کے کار بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کرنا۔ ایک غیر مشکوک اور غیر مشتبہ رائے پر قائم ہو جاؤ۔ پھر متفقہ طاقت سے اسے جاری کر ڈاؤ، ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو۔ پھر دیکھ لو کہ پیغمبرانہ استقامت و توکل کا پہاڑ تمہارا دیا کی طاقتوں، تدبیروں کو کچل کر کس طرح پاش پاش کر رہا ہے۔

یعنی تمہارے مقابلہ میں نہ جانی، بدنی، مادی سے گھبراہٹوں، ارمانوں، مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمتِ تہنیت و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے کبھی طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائے گی یا کم از کم تم کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ میری ساری جدوجہد، مہنت کی حرص اور راپیہ کے ابلج سے تھی۔ میں جس کا کام کر رہا اور حکم دیا رہا ہوں اسی کے ذمہ میری اجرت ہے جب میں اس کا فخر بردہوں اور خدمت مفوضہ خوف و خطر انجام دیتا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل و رحمت کے دروازے مجھ پر نہ کھولے رکھے۔

یعنی جسکے پاس چشمِ عبرت ہو وہ دیکھ لے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ ان لوگوں کو سیکڑوں برس نوح علیہ السلام نے نصیحت کی، نفع و ضرر سے گاہ کیا جب کوئی بات مؤثر نہ ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ و فرار بڑھت گیا۔ اس وقت خدا نے سخت طوفان پانی کا بھیجا۔ سب مکہ بن غرقاب کر دیے گئے۔ صرف نوح علیہ السلام اور چند نفوس جو ان کے ساتھ کشتی پر سوار تھے محفوظ رہے۔ اس ہی سے گئے نسلِ انسانی چلی۔ اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہی آباد ہوئے۔ نوح علیہ السلام کا کچھ قصہ سورہ اعراف میں گزر چکا۔

دوسرے پیغمبروں کی تکذیب | یعنی نوح کے بعد ہود، صالح، لوط، ابراہیم، شعیت وغیرہ نبیاء کو اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات دے کر بھیجا، لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی جنت سے پہلے تھے ورنہ جن چیزوں کو بیشتر سے جھڑتے چلے آ رہے تھے، یہ توفیق نہ ہوئی کہ انبیاء کے تشریف مانے اور سمجھنے کے بعد ان کو مان بیٹے۔ بلکہ جن اصول صحیح کی تکذیب پہلے قوم نوح کر چکی تھی، ان سے بھی ان کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جب پہلی مرتبہ منہ سے ”نہ“ نکل گئی، ممکن نہ تھا کہ پھر کبھی ”ہاں“ نکل سکے، اسی بے ایمانی و تکذیب حق پر آخر تک اڑے رہے۔

دلوں پر مہر لگنے کے اسباب | جو لوگ تکذیب و عداوت حق میں حد سے نکل جاتے ہیں ان کے دلوں پر مہر لگنے کی یہی صورت ہوتی ہے کہ اول تکذیب کرتے ہیں، پھر اس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عداوت کی روش اختیار کر بیٹھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی کلیں بگڑ جاتی ہیں، و قبول حق کی استعداد دہاتی نہیں رہتی۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دیکھ کر تکبر کرنے لگے اور وہ تھے

قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا

نیک نہ ہونے والے قوم کے لئے ﴿۵﴾ جب وہ اپنی ان کو سزا دینے والے سے

قَالُوا إِن هَذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ قَالَ مُوسَىٰ أَتَقُولُونَ

کہنے لگے یہ تو جادو ہے بے شک ﴿۶﴾ کہہ موسیٰ نے کیا تم یہ کہتے ہو

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ أَسِحْرُ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ ۝

حق بات کو جب وہ پہنچے تمہارے پاس کیا یہ جادو ہے درحقیقت نہیں پاتے جادو کرنے والے

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَلْفِتْنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

بولے کیا تو آجیے کہ ہم کو بھیر دے اس رستہ سے جس پر پائیدار ہم نے

آبَاءَنَا وَتَكُونُ لَكُمُ الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا

اپنے باپ دادا کو اور تم دونوں کو سرداری مل جائے اس ملک میں اور ہم

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ أَتُتُونِي

نہیں ہیں تم کو ماننے والے ﴿۷﴾ اور بول فرعون نے لڑکھرائے پاس

بِكُلِّ سِحْرٍ عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ

ہر جادوگر کو پڑھا ہوا ﴿۸﴾ جب آئے جادوگر

لَهُمْ مُوسَىٰ الْقَوَامَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا

ان کو موسیٰ نے ﴿۹﴾ اُن کو جو تم ڈالتے ہو ﴿۱۰﴾ جب انہوں نے ڈالا

یعنی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ نافرمانی کی خوبیوں حق کی اجازت کہاں دیتی۔ تکبر مانع ہوا کہ خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر اس کے سفراء کے سامنے گردن جھکائیں۔ ”وَحَلِّوْا بَہَا وَاسْتَبِقْنٰہَا اَنْفُسُہُمْ ظُلْمًا وَغُلُوًّا“ (انہل، رکوع) یہی تکبر تھا۔ جس نے فرعون سے یہ لفظ کہہوائے۔ اَلَمْ نُرَبِّکَ فِیْہَا وَلِیْدًا وَلِیْسَتْ فِیْہَا مِنْ عُمُرٍکَ سِنِیْ (شعر آء، رکوع ۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال | یعنی ”عصا“ اور ”ید بیضا“ وغیرہ کے معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السلام کی نہایت پر تاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے کیونکہ ان کے خیال میں تمام فوق العادت چیزوں کا آخری درجہ ”جادو“ ہی ہو سکتا تھا۔

یعنی حق کو جادو کہتے ہو، کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشتی سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکتا ان کو تاہم فہموں کا کام ہے جو سونے اور پتیل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرے، پاکیزہ اخلاق، نور تقویٰ، پرشکوہ عظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے انہیں کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔ پھر پیغمبر کو ”ساحر“ کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔

یعنی معاذ اللہ تم دنیا کے حرمیں اور بدنیت ہو، ایک سی سی تحریک کو مذہبی رنگ میں پیش کرتے ہو۔ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جماؤ۔ اور یہاں کے قدیم سرداروں (قبیلوں) کو برطرف کر دو۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے نہ تمہاری بزرگی کبھی تسلیم کریں گے۔

جادو اور معجزہ کا فرق | یہ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا جواب تھا۔ یعنی رہا سحر اور معجزہ کا جھگڑا، اس کا ہم معنا تفسیر ہے، یہ ہیں کہ اس ملک کے بڑے بڑے ماہر جادوگر اکٹھے کئے جائیں، پھر آپ ان کے خوارق کے مقابل اپنے معجزات دکھلائیں۔ دنیا مشاہدہ کرے گی کہ تم پیغمبر ہو یا (معاذ اللہ) جادوگر ہو۔ اس کے لئے فرعون نے تمام ملک میں گشتی جاری کر دی اور آدمی بھیج دیے کہ مشرق اور ماہر جادوگر جس جہاں نہیں ہوں فوراً حاضر کئے جائیں۔ اس کا مفصل واقعہ سورہ ”اعراف“ میں مل کر چکا، وہاں ملاحظہ کریں۔

دوسری جگہ مذکور ہے کہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ اپنا کرب دکھانے میں تم پائل کرتے ہو یا ہم کریں۔ اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نچا دکھا کر میا میٹ کر دینا زیادہ مؤثر اور غلبہ حق کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔

قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُمْ بِهِ إِلَّا السَّحَرُ ۚ إِنَّ اللَّهَ

موسیٰؑ کا کہنا ہے کہ تم نے جو کچھ لایا ہے وہ سحر ہے۔ اور اللہ

سَيَبْطِلُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٠﴾

و وہ بگاڑ دے گا۔ اور اللہ نیک عمل کرنے والوں کے اعمال کو درست نہیں کرتا۔

وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿١١﴾

اور اللہ حق بات کو حق ثابت کرے گا، حالانکہ مجرموں کو یہ پسند نہ آئے۔

فَمَا أَمِنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّتُهُ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ

لہذا موسیٰؑ کو اپنی قوم کے علاوہ صرف اپنی اولاد ہی پر امن تھا۔

مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ

فرعونؑ اور اس کے ملازمین سے ڈرتے تھے کہ ان کو گمراہ نہ کر دیں۔ اور فرعونؑ

لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٢﴾ وَقَالَ

فرعونؑ کہ اگر زمین میں میری قوم کے علاوہ کوئی اور بھی ہے تو ان کو بھی بھڑکاتا ہے۔ اور وہ لوگوں میں سے بے پرواہ ہے۔ اور اس نے اپنے پیروں کو گمراہ کر دیا۔

مُوسَىٰ يَقُومِ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ آمِنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا

اور موسیٰؑ اٹھ کھڑے ہو۔ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس پر توکل کرو۔

إِنَّ كُنْتُمْ مُّسْلِمِينَ ﴿١٣﴾ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

اگر تم اللہ کے پیرو ہو تو ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٤﴾ وَنَجِّنَا

اے ہمارے رب! ہم کو ظالموں کی فتنہ میں نہ ڈالنا۔ اور ہم کو بچانا۔

❖ **ساحرین کا جادو** | ساحرین نے اپنی لائیاں اور رسیاں زمین پر پھینک دیں اور تخیل و نظر بندی سے دیکھنے والوں کو ایسا معصوم ہونے لگا۔ گویا تمام میدان زندہ سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "جادو" یہ ہے وہ جادو نہ تھا جسے فرعون اور اس کے خدام یوں نے جادو کہا تھا۔

❖ **حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے** | یعنی بس تم اپنی قوت صرف رہ چکے۔ بس سنبھل جانا کہ خدا اپنی قدرت و رحمت سے یہ سب بنا بنایا۔ جیل کاڑتا ہے جو میرے مقابلہ میں پھر کبھی نہیں سنو رکھے گا۔ کیونکہ خدا کی قدرت و حکمت کے خلاف ہے کہ مصلحت و مفید کے مقابلہ کے وقت جبکہ اس سے مقصود و نفع اتمام حجت ہو مفیدوں اور شریروں کی بات سنو رہے اور کلمہ حق کو پست و مغلوب کر دے۔

❖ **حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والے** | "بنی اسرائیل" فرعونوں کے ہاتھوں سخت مصیبت اور ذلت ٹھارہے تھے اور پرانی پیشین گوئیوں کے مطابق منتظر تھے کہ فرعون کے مظالم کا خاتمہ کرنے اور انکی سلطنت کا تختہ الٹنے والا "سرنیل" پیغمبر مبعوث ہو۔ موسیٰ علیہ السلام نمک ان شرن سے تشریف لانے جس کا انہیں انتظار تھا۔ اس نے تمام بنی اسرائیل "قدرتی طور پر موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو سخت عظمت سمجھتے تھے، وہ دل سے حضرت موسیٰ کو سچی جانتے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ مگر اکثر بنی فرعون و فرعونوں کے سرداروں سے خوفزدہ تھے، اسی لئے ابتدا میں شرعی طور پر ایمان نہیں لے سکتے تھے کہ جس وقت حق کا نعبہ ہوگا مسلمان ہو جائیں گے۔ بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ہمت کر کے باوجود فرعونوں سے خائف ہونے کے اپنے اسد کا ظہار و جان کر دیا۔ چند گئے چنے قبیلے بھی جو فرعون کی قوم سے تھے۔ مشرف بایمان ہوئے۔ خیر میں جب موسیٰ علیہ السلام کا اثر اور حق کا نعبہ بڑھتا گیا تب پوری قوم بنی اسرائیل کی جو تقریباً چھ لاکھ بالغ مردوں پر مشتمل تھی مسلمان ہو گئی۔ یہاں ابتداء کا قصہ بیان ہوا ہے۔

❖ **ن۔ سرداروں سے سرا** | یا تو فرعون کے حکام و عدل ہیں، یا بنی اسرائیل کے، سردار مراد ہیں جو خوف یا طمع وغیرہ کی وجہ سے اپنے ہم قوموں و فرعون کی مخالفت سے ڈراتے دھمکاتے تھے اور بچلا، بے گناہ کا مطالبہ یہ ہے کہ فرعون ایمان لانے کی خبر سن کر سخت یذا میں پہنچے جن سے گھبرا کر ممکن ہے بعض ضعیف القلب راہ حق سے ہٹ جائیں۔

❖ **یعنی اس کا خوف کھانا بھی کچھ بیجا نہ تھا**، کیونکہ اس وقت ملک میں فرعون کی مادی طاقت بہت بڑھ چڑھ کر تھی اور اس کا ظلم و عدوان اور نفروطنیت حد سے متجاوز ہو چکا تھا۔ کمزوروں کو مرنے کے لئے اسے ہانکنا تھا۔ چھوڑ رہا تھا۔

❖ **یعنی حیرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں**۔ ایک فرمان بردار مومن کا کام اپنے مالک کی طاقت پر بھروسہ کرنا ہے جسے خدا کی امداد، قدرت و رحمت پر یقین ہوگا، وہ یقیناً ہر معاملہ میں خدا پر اعتماد کرے گا اور اس اعتماد کا ظہار جب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے کو بالکل خدا کے سپرد کر دے، کسی کے حکم پر چلے اور تمامی جدوجہد میں صرف اسی پر نظر رکھے۔

❖ **موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر نہیں** نے، خدا ص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خدا ص خدا پر ہے۔ کسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنائے اس طرح کہ یہ ہم پر اپنے زور و طاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں، ورنہ ہم انکا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ ایسی صدمت میں ہمارا کین بھی خطرہ میں ہے۔ اور ان ظالموں یا دوسرے دیکھنے والوں کو یہ ڈانٹ مارنے کا موقع ملے گا کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم پر ایسا تسخ و تہوق کیوں حاصل ہوتا، و تم اس قدر پست و ذلیل کیوں ہوتے۔ یہ خیال ان گمراہوں کو اور زیادہ گمراہ کر دے گا۔ گویا ایک حیثیت سے ہمارا وجود ان کے لئے نشہ بن جائے گا۔

بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٧﴾ وَ اَوْحَيْنَا

اور حکم بھیجا ہم نے

اس کا فرلوں سے

مہربانی فرما کر

اِلٰى مُوسٰى وَاَخِيهِ اَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ

مصر میں

کہ مقرر کرنا اپنی قوم کے لئے

اور اس کے بھائی کو

نہی کو

بُيُوتًا وَاَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَاَقِمُوا الصَّلَاةَ

ورق نام کرنا

اور بنانا ہے گھر تہہ را

ہے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٨﴾ وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَا اِنَّكَ

تو

ہے رب ہمارے

اور کہا موسیٰ سے

اور خوش خبری دے ایمان والوں کو

اَتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاةَ زَيْنَهٗ وَاَمْوَالاَ فِي

اور اس

راہی

اور اس کے سر، روال کو

وہی ہے فرعون کو

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ

اس واسطے کہ بہکا نہیں تیری راہ سے

ہے

دنیا کی زندگی میں

رَبَّنَا اطِّبَسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاَشْدُدْ عَلٰى

اس کے

اور سخت کر دے

ان کے مال

اے رب ملا دے

قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرُوْا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٩﴾

جب تک دیکھیں عذاب دردناک

کہ ضامان لائیں

دل

قَالَ قَدْ اجِيبْتُ دَعْوَتُكُمْ فَاَسْتَقِيْمَا وَلَا

اور مست

سوچو، دونوں کا راستہ رکھو

قبول ہو چکی دعا تمہاری

فرمایا

یعنی ان کی غلامی اور محکومی سے ہم کو نجات دے اور دولت آزادی سے مالا مال فرما۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”جب فرعون کی ہلاکت کا وقت قریب آیا تو حکم ہوا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ان میں شامل نہ رکھو اپنا متحدہ جہاد باؤ کو آگے ان پر آفتیں آنے والی ہیں۔ اس وقت تمہاری قوم ظہری طور پر بھی آفتوں سے الگ تھلگ رہے۔“ مفسرین نے قبوٰی لفظ مگما بمضمر ثبوتاً سے مراد یہی ہے کہ اپنے مکانات میں ٹھہر رہو اور ان میں سے بعض کو عبادت کے لئے مخصوص کر لو۔

بنی اسرائیل کو نماز کا حکم | فرعون نے مسجدیں اور عبادت گاہیں خراب کر دی تھیں کوئی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ بحالت مجبوری حکم ہوا کہ مکان میں کوئی جگہ نہ رکے سے رکھو جو قبضہ رہو۔ نماز ترک مت کرو کہ اسی کی برکت سے خدا کی مدد آتی ہے واستعينوا بالصبر والصلاة ہجرت سے پہلے مد میں ایسا ہی حال مسلمانوں کا تھا۔

دنیا میں فتح و نصرت کی اور آخرت میں نجات و رستگاری الہی کی۔

یعنی ہر قسم کا سامان رہتی و آسائش کا، یا۔ مثلاً حسن صورت، سوری، عمدہ پوشاک، اثاثات البیت وغیرہ اور مال و دولت کے خزانے، سونے چاندی وغیرہ کی کانیں عطا فرمائیں۔

فرعون کے مال و حکومت کی حکمت اَرِنَصْلُوا میں ہم قلیل یہاں کے تو مطلب یہ ہے کہ کوئی طور پر یہ سامان اس نابکاروں کو اس لئے دیا گیا کہ مغرور ہو کر خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو گمراہ کر۔ میں خرچ کریں۔ بڑی آزادی سے دل کھول کر زور لگا دیں، آخر میں دیکھ میں گئے کہ وہ کچھ بھی کام نہ کیا۔ جب خالق خیر و شر کا اللہ ہے وہ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی نقص خالی از حکمت نہیں ہو سکتا۔ الاحوال خلق شر میں بھی محمود عالم کے اعتبار سے کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ وہی حکمت خیروں کو اس قدر سامان دینے کے لئے تھی کہ بعض کَلَّا تُمْلِئُهُمْ هَوًى وَّهُوَ لَذَّةٌ مِّنْ عَطَاءِ رَبِّكَ (بنی اسرائیل، رکوع ۲) اَلَا تَسْمَعُوْنَ لِهٰذَا وَخُوفُنَا اَلَا مَعْقِبَةٌ (بنی اسرائیل، رکوع ۱۸) بعض مفسرین نے ”لِصْلُوا“ میں ”الام عاقبة“ لیا ہے جیسے فَاَلْقَطْنَاهُ اِلٰی بَرْعُوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَلَیْہَا وُخُوفُنَا اَلَا مَعْقِبَةٌ ہے۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ سامان دیا تو اس لئے تھا کہ مورخہ میں خرچ کریں اور نعمتوں کو بغیر شکر و تحقیر کو پیچیں۔ اسکے شکر گزار بندے نہیں مگر اسکے برخلاف انہوں نے اپنی بدنیتی سے خدا کی نعمتوں کو لوگوں کے ہیکلے اور گمراہ کرنے میں ایسا بے دریغ خرچ کیا کہ وہ اسی کام کے لئے انکو ہی لگی تھیں اس تفسیر پر کوئی اشکال اور نہیں ہوتا۔

حضرت موسیٰ کی بددعا جب موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح بدیت کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر معاندین کا جو ۱۰۰ حناد بڑھتی رہا۔ حتیٰ کہ تجربہ اور طول صحبت یا وحی الہی سے چوری طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں رہیں۔ انکی ہلاکت کی دعا فرمائی، تا انکی گندگی سے دنیا جلد پاک ہو اور دوسروں کے لئے ان کی بدانبجی دور کی عبرت بنے۔ آپ نے بددعا کی کہ خداوند ان کے آسمان کو تباہ اور میا میٹ کر دے اور ان کے دلوں پر سخت گروہ لگا دے جن میں کبھی ایمان نہ یقین نہ ہو نہ کرے۔ بس اسی وقت یقین حاصل ہو جب بنی آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کر لیں یہ دعا ان کے حق میں کی سمجھو جیسے ہمیں کو ”لَعْنَةُ اللّٰهِ“ یا کفار کو ”حَدِّ لِهٰمْ اللّٰہُ کہہ جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی ملعونیت و خذلان کا قطعی فیصلہ جہنم سے کیا جا چکا ہے۔ حضرت شرہ صاحب نے آیت کی تفسیر دوسری طرز سے کی ہے فرماتے ہیں ”سچے ایمان کی ان سے امید نہ تھی مگر جب کچھ آفت پڑتی تو جھوٹی زبان سے کہتے کہ اب ہم مانیں گے اس میں عذاب ختم جاتا کام فیصل نہ ہوتا۔ دعا ماس واسطے مانگی کہ یہ جھوٹا ایمان نہ لائیں ورنہ ان کے سخت رہیں تا عذاب پڑ چکے اور کام فیصل ہو۔“

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ اس لحاظ سے ”دَعُوْا نَحْمَا“ فرمایا۔

تَتَّبِعَنَّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٠﴾ وَجُوزْنَا

پلو

رہ گئی

♦ کونسا کتب میں

"پرواز"

بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ

نہرا میں

اور

پھر وہ بنی اسرائیل کے ساتھ

جُنُودُهُ بَغِيًّا وَعَدَوًّا حَتَّى إِذَا أَذْرَكَهُ الْغَرَقُ

اس نے غرق ہو گیا تھا

اور غرق ہو گیا

یہاں تک

تاکہ وہ غرق

قَالَ أَمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ

میں نے ایمان لیا

کہ جس پر میں نے ایمان لیا

تاکہ وہ

بَنُوا إِسْرَءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١١﴾ الثَّنِ

نہرا میں

اور میں میں سے ہوں

— ۱۱ —

وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٢﴾

اور کیا وہ نہیں کرتا

اس سے پہلے

♦ اور وہ مفسدوں میں

فَالْيَوْمَ نُنَجِّكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ

تو ہی

پہنچا دے گا میں تمہیں

تاکہ وہ کہے کہ وہ تمہیں

آيَةً ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَتِنَا

نہاں

اور بہت سے لوگ

نہاں ہی تو ہیں

لَغَافِلُونَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مَبَوءًا

♦ کہیں سے

اور ہم نے

بنی اسرائیل

— ۱۳ —

صَدَقَ وَرَزَقْنَهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ ۖ فَمَا اخْتَلَفُوا

جگہ اور کھانے کو دیں ستمی چیزیں ♦ سوان میں چوٹ نہیں پڑی

حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ

یہاں تک کہ پہنچی ان کو خبر یہے شک تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا

يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٣﴾ فَإِن

قیامت کے دن جس بات میں کہاں میں چوٹ پڑی ♦

كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ

تو ہے شک میں اس چیز سے کہ تماری ہم نے تیری طرف تو پوچھاں سے

يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ ۖ لَقَدْ جَاءَكَ

جو پڑھتے ہیں کتب تجھ سے پہلے بے شک آئی ہے تیرے پاس

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٤﴾

حقیقات تیرے رب سے سو تو ہرگز مت ہو شک کرنے والا

وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ

اور مت ہو ان میں جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو

فَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ

پھر تو بھی ہو جائے خرابی میں پڑنے والا جن پر ہمت

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٦﴾ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ

ہو چکی بات تیرے رب کا وہ ایمان نہ لائیں گے اگرچہ پہنچیں ان کو

یعنی فرعونوں کو ہلاک کر کے اوس ملک مصر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد عمالقہ کو نکال کر ملک شام دیا گیا۔
دووں ملک سرسبز و شاداب ہیں جہاں ستھری اور لذیذ چیزوں کی افراط ہے۔ غرض یہ کہ بنی اسرائیل
حدال و طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیے گئے۔

بنی اسرائیل میں اختلاف اور فرقہ بندی | یعنی مادی انعام و اکرام کے ساتھ دینی اور روحانی
نعمت سے سرفراز فرمایا کہ تو رات شریف کا علم دیا۔ جس میں دن کے اصول و فروع بیان ہوئے تھے۔
اور اگلے پچھوس کے متعلق خبریں تھیں ان واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ ایسی
صاف چیزوں میں اختلاف کر کے آپس میں پھوٹ ڈالیں اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوں۔
مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کئے اور پھوٹ ڈال کر
رہے۔ بعض احکام میں اپنے پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) سے بھی کٹ جاتی کی جیسا کہ ذبح بقر کے واقعہ
میں گذرا۔ بعد میں آنے والے پیغمبروں خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کی بعض نے تصدیق اور اکثروں نے
تکذیب کی، حالانکہ ان کے متعلق بہت سی پیشینگوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے۔ بلکہ بعثت محمدی سے پہلے
نبی آخر الزماں کی آمد کے منتظر تھے اور مشرکین سے کہتے تھے کہ ہم پیغمبر آخر الزماں کے ساتھ ہو کر
تمہاری خبریں گے۔ نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول
و فروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقے پیدا ہو گئے۔ مسیح علیہ السلام سے تین سو برس بعد
قسطنطین اعظم جو ایک فلسفی مزاج بادشاہ تھا، ازراہ نفاق دین نصرانیت میں داخل ہوا تو پادریوں نے
اسکی خاطر جہید قوانین وضع کئے اور نئی شریعت بنائی۔ اس نے ان کے لئے بڑے بڑے گرجا اور معابد
و مشاہد تعمیر کرائے اور اس نئے دین مسیحی کی جو اصلی مسیحیت کو بگاڑ کر تیار کیا گیا تھا خوب اشاعت ہوئی
بجز چند تارک الدنیا راہبوں کے جو بستیوں سے الگ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا رہے تھے۔ کوئی شخص
اصلی دین مسیحی پر قائم نہ رہا تھا۔ صلیب کی پرستش، مشرق کی طرف نماز پڑھنا، کلیساؤں میں مسیح و مریم
وغیرہ کی تصاویر پوجنا، خنزیر وغیرہ کو حلال کرنا اور اسی طرح کی تحریفات نے حقیقی مسیحیت کو بالکل مسخ
کر ڈالا۔ اور یہی مسخ شدہ مسیحیت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ یہ زمانہ تھا جب ملک شام، بیت المقدس،
جزیرہ اور بلاد روم پر نصاریٰ کا تسلط تھا، تا آنکہ فاروق اعظم کے عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان
ممالک کو نصاریٰ کے قبضہ سے نکالا۔ واللہ الحمد والمند۔

كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٠﴾ فَلَوْ لَا

ساری نشانہ

حکومت پاکستان

مذہب و رفاہ

—

كَانَتْ قَرْيَةً ؕ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا ؕ اِلَّا قَوْمٌ

میں نے

کے لئے

پھر کامیابانِ عرصہ بنتا

2000

يُونُسَ ط لَمَّا اٰمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

٢٠

جسٹس جعفر گیلانی

شعبہ برقیات

ذات کعبہ

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۖ (١٨) وَلَوْ

۱۰۰ کیلومیٹر کا فیروز

اور بائو و چینی، بھرے اُن کو

ایک وقت تک

1

شَاءَ رَبُّكَ لَأَمِّنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۖ

تیرا رب چاہتا ہے شک ایمان لاتے

جیتے لوگ کہہ رہے ہیں ہیں ہیں سہارے تھام

قرآن کی حقانیت

قرآن کی حقانیت بظاہر یہ فطرت پیغمبر علیہ السلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو فطرت طیب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جو ایک امی کی زبان سے ایسے عظیم الشان حقائق و واقعات سن کر حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور جبل و تعصب کی وجہ سے ان کی واقعیت میں شک و تردید کا اظہار کرنے لگتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ خود اپنی مائی ہوئی چیزوں میں کیسے شک و شبہ کر سکتے تھے اور جس کی طرف تمام دنیا کو دعوت دیتے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین سننے والوں کے قلوب میں پیدا کر دیتے تھے، انکو خود اپنی زبان سے ایسے جھٹلاتے۔ چند آیات کے بعد صاف فرما دیا **قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي خَشِيتُ فِيَّ شَكَّ مَن دِينِي** الخ یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ شک کرنے والے دوسرے لوگ تھے جن کے مقابلہ میں آپ اپنے غیر متزلزل اور اہل عقیدہ کا اعلان کر رہے ہیں۔ بہر حال ان آیات میں پیغمبر کی زبان سے قرآن کے ہر ایک مخاطب کو متنبہ کیا کہ کفر و تکذیب کی بیماری شک سے شروع ہوتی ہے۔ اُترم و قرآن کے بیان کردہ واقعات میں شک و شبہ پیدا ہو تو اس کا فوراً علاج کرو۔ یعنی جو لوگ کتب سابقہ کا علم رکھتے ہیں، ان سے تحقیق کر لو۔ آخر میں کچھ آدمی سچے اور انصاف پسند بھی ہیں۔ وہ بتائیں گے کہ نبی امی نے جو کچھ بیان فرمایا کہیں تک درست ہے۔ بلاشبہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ کے سوا کچھ نہیں، وہ پروردگار کا امارا ہوا ہے جس میں شک و تردید کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اگر یہ بدوشوک کا علاج نہ کیا جائے تو چند روز میں شک ترقی کر کے متراء (جدل) اور متراء ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچے گا جس کا نتیجہ خسران و خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے۔ جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتا ہے تکذیب کرتے کرتے قبولِ حق کی استعداد بھی برباد ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ لے۔ اسے مذاب یہ دیکھ کر ہی یقین آئے گا۔ جبکہ اس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ **قَاعِدُہ** کلمۃ ربک (رب کی بات) سے مراد عبادہ ہے جو

۱۱۔ سری جہر فرمایا۔ "لا فلتن جہنم من اللہ والکس اجمعین" یعنی دوزخ کو جن، انس سے بھرا ہوگا۔ جن لوگوں پر بد بختی ہو، متعدد اور شامت اعمال سے یہ بات علم الہی میں ثابت ہو چکی۔ یہاں ان کا ذکر ہے۔

♦ حضرت یونس کی قوم کا ایمان لانا یعنی جتنی بستیاں تکذیب انبیاء و شرارتوں کی وجہ سے مستوجب عذاب تھیں، ان

میں سے کسی و کسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الہی سے نجات دیتا۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے جس نے ایمان کر پنے کو اپنی مذہب سے ہٹ کر بچا لیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈال رہا تھا۔ خدا نے ایمان کی بدولت دنیوی زندگی میں ان پر سے آنے والے جلا نال دی اور جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے مستفیع کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ہر زمین موصول میں بل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام کا ۴۰ رات تک بند و نصیحت کرتے رہے انہوں نے ایک نہ سنی یونانیوں کا انکار تکذیب بڑھتا رہا۔ آخر حضرت یونس نے تنگ آ کر انکو گادیا کہ (باز نہ آئے تو) تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے۔ جب تیسری شب آئی یونس علیہ السلام آدھی رات بذر پرستی سے نکل کھڑے ہوئے صبح ہوئے ہی، عذاب عذاب کے نظر آنے لگے آسمان پر نہایت ہونک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا۔ وہ انکے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ انکی چھتیں بالکل تاریک ہو گئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں بدست کا یقین ہو گیا تو یونس کی تلاش ہوئی وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ واداشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لیکر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔ خوف سے جھپٹے رہتے تھے اور برے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، کہتے جاتے تھے کہ "ایمانا بما جاء بہ یونس" جو کچھ یونس علیہ السلام لائے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کے تضرع و بکا پر رحم فرمایا اور آسمان عذاب جو ہویدا ہو چکے تھے اٹھالے گئے۔ یہاں پہنچ کر سوائے سف کے دھواں نہیں۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ انکو نہ ہوا تھا۔ صرف ملاط و آثار نظر آتے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے "ایمان باس" کو معتبر و مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اس میں پھنس کر ایمان لائے جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر قرار کیا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک قوم یونس کا ایمان بھی فرعون کی طرح "ایمان باس" تھا جو عام ضابطہ کے موافق نافع نہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خلاف قواعد و بطور استثناء اس قوم کا یہ ایمان معتبر رکھا۔ فرعون کے ایمان کی طرح رد نہیں فرمایا۔ پھر اختلاف ہوا ہے کہ آیا ان کے ایمان کا معتبر ہونا صرف دنیوی زندگی تک محدود تھا کہ دنیا میں آنے والا عذاب نکل گیا۔ یا آخرت میں بھی موجب نجات ہوگا۔ ابن کثیرؒ نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے یعنی دنیا اور آخرت دونوں جگہ مفید و معتبر ہوگا۔ وندہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت لطیف و دقیق طرز میں تہیت کی تفسیر کی ہے۔ یعنی دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین مانا کسی کو کام نہیں آیا، مگر قوم یونس کو، اس واسطے کہ ان پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا۔ حضرت یونس کی تنہائی سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی (تاکہ انکی نظر میں حضرت یونس کی بات جھوٹی نہ ہو) وہ ایمان لائے پھر نجات گئے اور صورت عذاب ہٹا لی گئی۔ اسی طرح مشرکین مکہ کہ فتح مکہ میں فوج اسلام ان پر پہنچی قبل و غارت کے لئے۔ لیکن ان کا ایمان قبول ہو گیا اور انہیں ملی۔ حضرت یونس کے قصہ کا بقیہ سورہ صافات وغیرہ میں آئے گا۔

أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿١١﴾

♦ ایمان

کہہ دو

سب یہ تو روٹی کرے گا لوگوں پر

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَ

۱۱

فرمان کے بغیر

کہہ دینا

وہ کسی سے نہیں ہو سکتا

يَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٢﴾

♦ جنہیں سمجھنے

نہ

دوڑاتا ہے گندمی

قُلْ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا

۱۲

اور زمین میں

کیا چھتے آسمانوں میں

دیکھو تو

تو کہہ

تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾

♦ ان لوگوں کو جو نہیں مانتے

اور ڈرانے والے

کا نہیں آتی نشانیں

فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا

جو گذر چکے ہیں

مگر انہی کے ستار

سوا ب کچھ نہیں جس کا انتظار کریں

مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِّنْ

میں لگے ہمارے ساتھ

ب راہ دیکھو

تو کہہ

ان سے پہلے

الْمُنْتَظِرِينَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ

۱۴

اور ان کو جو ایمان لائے

پھر ہم بچتے ہیں اپنے رسولوں کو

♦ راہ دیکھنا ہوں

حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن

۱۵

اے لوگو

کہہ دو

ہم میں سے ایمان والوں کو

فائدہ ہے ہمارا

یعنی آپ کو یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان آتا رہیں۔ خدا چاہتا تو بیشک سب آدمیوں کے دلوں میں ایمان ڈال سکتا تھا۔ مگر جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں تقریر کی جا چکی ہے، ایسا کرنا اسکی تکوینی حکمت و مصلحت کے خلاف تھا، اس لئے نہیں کیا۔

اللہ کی توفیق کے بغیر ایمان نہیں ملتا | خدا کی مشیت و توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لاسکتا۔ اور یہ حکم و توفیق ان ہی کے حق میں ہوتی ہے جو خدا کے نشانات میں غور کریں اور عقل و فہم سے کام لیں۔ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں خدا تعالیٰ کفر و شرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

یعنی سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے آسمان و زمین میں خدا کی قدرت و حکمت اور توحید و تفرید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں۔ بلکہ ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اس کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا نہیں چاہتے ان کے لئے یہ سب نشانات و دلائل بیکار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تنبیہ و تحویف بھی غیر موثر ہے۔

ایسی ضدی اور معاند قوم کے لئے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانے، اور کچھ باقی نہیں بچا اسکے کہ گزشتہ مکذبین پر جو آفات و حوادث نازل ہوئے ہیں، ان کا یہ بھی انتظار کریں۔ سو بہتر ہے تم اور ہم دونوں مل کر اس وقت کا انتظار کرتے ہیں تاکہ صادق و کاذب کا آخری فیصلہ سامنے آجائے۔

یعنی جیسے پہلی قوموں کے ساتھ ہماری عادت رہی ہے کہ مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبروں اور مومنین کو بچایا۔ اسی طرح موجودہ اور آئندہ مومنین کی نسبت ہمارا وعدہ ہے کہ ان کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے ہاں شرط یہ ہے کہ مومنین مومنین ہوں۔ یعنی وہ صفات و خصائص رکھتے ہوں جو قرآن و حدیث میں مومنین کی بیان ہوئی ہیں۔

كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ

تم شک میں دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا جن کی

تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي

تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا اور میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی

يَتَوَفَّكُمُ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۴

تم کو جاننے سے تم کو اور مجھ کو حکم ہے کہ ہوں ایمان والوں میں

وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونَنَّ

اور یہ کہ سیدھا کر نہ بنا اور یہ کہ صریح ہو کر

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۵ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا

شک دعویٰ میں اللہ کے سوا اور مت پکار

لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا

نہ بھلا کرے تیرا اور نہ ہمارا اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اس وقت

مِّنَ الظَّالِمِينَ ۝۶ وَإِنْ يَسْسُكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا

سوا ظالموں میں اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ کا تکلیف تو کون میں

كَاشَفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ

اس کو ہٹانے والا اس کے سوا اور اگر پہنچا دے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں

لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ

اس کے فضل کو پہنچائے اپنا فضل جس پر چاہے اپنے بندوں میں اور وہی ہے

آنحضرت ﷺ کی زبان سے توحید کی تعلیم و تاکید | جنی گر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے اگلی نسبت شکوک و شبہات میں پھنسے ہوئے ہو تو میں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول (جو توحید خالص ہے) سمجھائے دیتا ہوں۔ غلام یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور و بیزار ہوں جس کے اختیار کرنے کا امکان بھی کبھی میری طرف سے دل میں نہ لانا۔ میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جسکے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے انہیں جسوں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے گا یا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ جوارح سے اس کی بندگی کی جائے ضروری ہے کہ وہ اس کی توحید و تقدیر پر پورائیتین و ایماں ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین ضعیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تہ نہ لگا رہنے دیا جائے۔ جس طرح عبادت صرف اسی کی کریں، استعانت کے لئے بھی اسی کو پکاریں، کیونکہ ہر قسم کا نفع نقصان اور بھلائی برائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔ مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارتا جو کسی نفع نقصان کی مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم (یعنی شرک) کا ایک شعبہ ہے۔ اگر بفرض محل نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو ان کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہوئے ظلم عظیم ہوگا۔

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۵۱﴾ قُلْ يَٰأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ

بشارتِ رحمت و بخشش ۵۱ کہو اے آدمی

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي

حق تم کو ۵۲ تمہارے رب سے اے جو کوئی راہ چلے

لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا

پہنچے ۵۳ اے جو کوئی بہکا ۵۴ سو بہکا ۵۵ اے گمراہ ۵۶

أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿۵۷﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ

تم پر نہیں ہوں مختار ۵۸ اور تو چل اسی پر جو تم پر بھیجی میری طرف

وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿۵۹﴾

در صبر ۶۰ جب تک فیصلہ نہ کرے اللہ ۶۱ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ۶۲

﴿۱۲۳﴾ ﴿۱۱﴾ سُورَةُ هُودٍ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۲﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ۱۰﴾

سورہ ہود مدہ میں ۱۱۳ آیتیں اور اٹلی ایک سو تھکس آیتیں ۱۰ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو ہے مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّفِيعِ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ

کڑ ۶۳ یہ کتاب ہے کہ جو آج کیا ہے ساری باتوں کو ۶۴ پھر کھول دی ہیں ۶۵ ایک حکمت والے

حَكِيمٍ خَبِيرٍ ﴿۱﴾ إِلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي لَكُمْ

خبردار کے پاس سے ۶۶ کہ عبادت نہ کرو ۶۷ مگر اللہ کی ۶۸ میں تم کو

◆ جب ان چیزوں کے پکارنے سے منع کیا جن کے قبضہ میں تمہارا بھلا برا کچھ نہیں تو مناسب ہوا کہ اس کے بالمقابل، لک علیٰ ارض علق کا ذکر کیا جائے جو تکلیف و راحت اور بھلائی برائی کے پورے سلسلہ پر کامل اختیار اور قبضہ رکھتا ہے جسکی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی نہیں ہٹا سکتا۔ اور جس پر فضل و رحمت فرما چاہے کسی کی طاقت نہیں کہ اسے محروم کر سکے۔

◆ یعنی حق واضح طور پر دلائل و برہین کے ساتھ پہنچ چکا، جسکے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہو گئی۔ اب ہر ایک اپنا نفع نقصان سوچ لے جو خدا کی بتائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔ جو اسے چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا خود پریشان اور ذلیل و نوار رہے گا اپنے بھٹے برے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کر لے اور جو راستہ پسند ہوا اختیار کرے پیغمبر کوئی مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے جو تمہارے افعال کے ذمہ دار اور جواب دہ ہوں۔ انکا کام صرف آگاہ کر دینے اور راستہ بتا دینے کا ہے۔ اس پر چلنا، چننے والے کے اختیار میں ہے۔

◆ **مختصر تفسیر کو تسلی** اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اُمر یہ وگ حق کو قبول نہ کریں تو اپنے کو ان کے غم میں نہ گھلائیں۔ آپ خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنے سے یہی اور تبلیغ و میرہ کے کام میں لگے رہیے۔ اور جو شدائد اس راستہ میں پہنچیں ان پر صبر کیجئے۔ منافقین کی ایذا و ساز نیوں کا تحمل کرتے رہنا چاہئے۔ یہاں تک کہ خدا آپ کے اور ان کے درمیان بہترین فیصلہ کر دے یعنی حسب وعدہ آپ کو منصور و غالب کرے یا جبار کا حکم بھیج دے۔ تم سورۃ یونس علیہ السلام بسمہ تعالیٰ و فصلہ للہ الحمد علی ذلک

سورۃ ہود

◆ **قرآن کی عظمت و شرف** یعنی یہ قرآن کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے جسکی تیس غلطی و معنوی ہر حیثیت سے نہایت نجی تلی ہونے کا پتا دیتی ہیں۔ زبان میں تناقض ہے نہ کوئی مضمون حکمت یا واقعہ کے خلاف ہے نہ بظاہر معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ایک حرف پرکتہ چینی ہو سکتی ہے جس مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا ہے محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے۔ الفاظ کی قبہ معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن اصول و فروع، اخلاق و اعمال اور قیمتی ہندو نصیحت پر یہ آیات مشتعل ہیں اور جو دلائل و براہین اثبات و دعاوی کے لئے استعمال کی گئی ہیں۔ وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تکی ہوئی ہیں۔ قرآنی حقائق و دلائل ایسے مضبوط و محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے ان کے بدنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ عالم کے مزاج کی چوری تشخیص کر کے اور قیامت تک پیش آنے والے تغیرات و حوادث کو من کل الوجود جو کچھ قول کر ایسی معتدل اور بدی غذائے روضہ، ماندہ تر آبی کے ذریعے سے پیش کی گئی ہے جو تناول کرنے والوں کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں مناسب و ملائم ہو۔ ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود یہ نہیں کہ انجیل و ابہام کی وجہ سے کتاب معمد اور چیتاں بن کر رہ جاتی بلکہ معاش و معادی تمام مہمات کو خوب کھول کر سمجھایا ہے اور موقع بہ موقع دلائل و حیدر احکام، مواظبہ، نقص، ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے مانگ لگ رکھی ہے۔ اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ نزدیکی حیثیت میں بھی یہ حکمت مرعی رہی ہے کہ پورا قرآن ایک دم نہیں اتارا بلکہ متناظر و متناسق و مصلحت کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ آیات کا نزول ہوتا رہا۔ قرآن میں تمام برکیوں کو مجتمع دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے۔ مگر حیرت کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر حکیم مطلق اور حیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہونگی تو اور کس کلام میں توقع کی جاسکتی ہے۔

◆ یعنی اس محکم و مفصل کتاب کے نازل کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور سکے طریقے سکھائے جائیں۔ اسی عظیم و جلیل مقصد کے لئے پہلے انبیاء شریف لائے تھے۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُولٍ إِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا هَٰ غَبْدُوْنَ“ (انبیاء، رکوع ۲) ”وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنْ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ“ (انجیل، رکوع ۵)

مِنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝۷ وَإِنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ

نہی کی طرف سے ڈرا، خوش خبری سننا ہوں اور یہ کہ گناہ بخشواو ہے رب سے

تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ

رجوع کرو اس کی طرف کہ وہ تم کو چھوٹا سے تم کو اچھا دے گا

مُسَيَّ وَيُؤْتِكُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۝۸ وَإِنْ

مقرر شدہ اور دے گا ہر دہائی دے گا اور دے گا ہر دہائی دے گا

تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝۹

تم پھر جاؤ گے تو میں اس کے خوف سے تم پر عذاب کے دن کا

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۰

اللہ کی طرف ہے تم کو لوٹ کر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

إِلَّا أَنَّهُمْ يَتَنَوَّنُونَ صُورَهُمْ لِيَسْتَخَفُّوا مِنْهُ ۚ وَلَا

سنا ہے وہ دوبارے کرتے ہیں اپنے چہرے تاکہ چھوٹیں نہ سنا

حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ ۚ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

جس وقت وہ اپنے کپڑے پہنتے ہیں وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں

وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۱

اور جو کچھ ہر کرتے ہیں وہ تو جاننے والے ہیں دلوں کی بات

یعنی جو کتب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرے اسے فلاح دارین کی خوشخبری سناتے ہیں۔ جو نہ مانے اور کفر و شرک اختیار کرے اس کو عذاب الہی سے ڈرتے ہیں۔

رجوع الی اللہ کے فوائد جو بھی قصیرات معاف کرے اور آئندہ کے لئے خدا کی طرف دل سے رجوع ہو، تو دنیا کی زندگی

اچھی طرح گزرے کیونکہ مومن قانت خواہ کسی حال میں ہو مگر خدا کے فضل و کرم کی بڑی بڑی امیدیں رکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی اور مستقبل کی عظیم الشان خوشحالی کے تصور میں اس قدر رگن رہتا ہے کہ یہاں کی بڑی بڑی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتا وہ جب خیال کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کے فرائض صحیح طور پر انجام دے رہا ہوں جس کا صلہ مجھ کو ضرور ایک دن عرش والی سرکار سے ملنے والا ہے تو بڑی کامیابی اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کر کے اس کا دل جوش مسرت سے اچھٹنے لگتا ہے۔ اسے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں وہ سکون قلبی اور راحت باطنی نصیب ہوتی ہے جو بادشاہوں کو بیشمار سامانوں اور اموال و خزانوں سے حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ بعض اوقات یہاں کی چند روزہ تکلیفوں اور سختیوں میں وہ لذت پاتے ہیں جو انبیاء و طوگ اپنے عیش و تنعم میں محسوس نہیں کرتے۔ ایک محبت وطن سی سی قیدی کو اگر فرض کیجئے! نہیں ہو جائے کہ میری امیری سے ملک انہیوں کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا اور مجھے قید سے نکلے گی ملک کی جمہور یہ کا صدر بنا دیا جائے گا تو کیا اسے جیل خانہ کی بند کوٹھڑی میں سرد و اطمینان کی کیفیت اس بادشاہ سے زیادہ حاصل نہ ہوگی؟ جس کے لئے ہر قسم کے سامان عیش و طرب فراہم ہیں مگر اندیشہ لگا ہوا ہے کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر نہایت ذمت کے ساتھ تخت شاہی سے اتاراجانے والا ہے۔ اس پر دنیا کے جیل خانہ میں ایک مومن قانت کی زندگی کو قیاس کرو۔

♦ جو جس قدر زیادہ بڑھ کر مل کرے گا اسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا۔ آخرت میں اجر و ثواب اور دنیا میں مزید طمانیت حاصل ہوگی۔

♦ جنی میری بات نہ مانو گے تو قیامت کا عذاب یقینی ہے، باقی یہ فرمانا کہ ”میں ڈرتا ہوں“ اس سے مقصود حضور کی عام شفقت و ہمدردی، خدائق کا اظہار کرنا ہے۔

♦ سزا دینے کے لئے ضروری ہے کہ مجرم حاضر ہو، حاکم سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہو۔ مجرمین کی کل کاروائیاں اس کے علم میں ہوں ”الی اللہ مز جفکم“ میں بتا دیا کہ مجرم و غیر مجرم سب کو خدا کے یہاں حاضر ہونا ہے۔ ”وہو علی کل شیء قدیر“ میں قدرت و اختیار کا عموم بیان فرمایا اور ”آل انھم یفون ضوؤدھم“ سے ”بدات الضوؤد“ تک اس کے علم محیط کی وسعت کو ظاہر کیا کہ خدا ہر کچھ چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے حتیٰ کہ دلوں کی تیر میں جو خیالات، ارادے اور فتنیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان پر بھی مطلع ہے۔ پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات پا سکتا ہے۔

صحابہ کرام کا ایمان کامل اور حیاء | تنبیہ ان آیات کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے صحیح ترین روایت ابن عباس کی بخاری میں ہے کہ بعض مسلمانوں پر حیاء کا اس قدر حد سے زیادہ غلبہ ہوا کہ استنجاء جماع وغیرہ ضروریات بشری کے وقت کسی حصہ بدن کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ آسمان والہ ہم کو دیکھتا ہے۔ برہنہ ہونا پڑتا تو غلبہ حیاء سے جھکے جاتے اور شرم گاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دھرائے پیتے تھے۔ اس طرح کے آثار کبھی کبھی غایت تاب مع اللہ اور غلبہ حیاء سے ناشی ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ ”صوفیہ“ کی اصطلاح میں ”مغلوب خال“ کہلاتے ہیں چونکہ سب پر رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ میں ایسا غلبہ اور تعق آئندہ امت کو ضیق میں مبتلا کر سکتا تھا اس لئے قرآن نے ”لا حیض یسغشون فیہم“ سے ان کی اصلاح فرمادی یعنی اگر بوقت ضرورت بدن کو کھولنے میں خدا سے حیاء کرتی ہے اس لئے جھکے جاتے ہو تو غور کرو کہ کیڑے پنہنے کی حالت میں تمہارا ناظر باطن کیا خدا کے سامنے نہیں ہے؟ جب انسان اس سے کسی وقت نہیں چھپ سکتا پھر ضروریات بشریہ کے متعلق اس قدر غلو سے کام لینا ٹھیک نہیں۔ واضح ہو کہ روایات کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک آیت کا مضمون دوسری کے مضمون سے مناسبت رکھتا ہو، سبب نزول سے مناسبت رکھن ضروری نہیں۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

درہ کی کبھی چبہ ۱ اور جہاں سوئی چا تا ہے ۲ جس سے ہر جانور کی غذا ہے ۳ علی کتاب میں ۴ اور زمین ۵

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۖ كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝

جہاں وہ ٹھہرتا ہے ۱ اور جہاں سوئی چا تا ہے ۲ سب کچھ جو ہر جانور کی غذا ہے ۳ علی کتاب میں ۴

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ

اور کی ہے ۱ جس نے آسمان ۲ اور زمین ۳

أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوكُمْ أَيُّكُمْ

دن میں ۱ اور جہاں کا تخت پانی پر ۲ تاکہ آزمائے تم کو ۳ کیوں تم میں

أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ

اچھا کرتا ہے کام ۱ اور اترتے ۲ کہ تم انھوں سے

بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا

مرنے کے بعد ۱ تو استہزاء کرنے لگیں ۲ یہ کجگویش

إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَى

مگر جاؤ ہے کھلا ہوا ۱ اور اگر ہم روکے رکھیں ۲ ان سے عذاب کو ۳ ایک

أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ مَا يَجْبِسُهُ ۖ إِلَّا يَوْمَ

موت معلوم تک ۱ تو کہنے لگیں ۲ کس چیز نے روک دیا عذاب کو ۳ سننا ہے ۴ جس دن

يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا

آئے گا ان پر ۱ نہ پھیرا جائے گا ۲ ان سے ۳ اور ٹھہرے گی ان کو وجہ

◆ اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کو رزق پہنچاتا ہے | پہلے علم الہی کی وسعت بیان ہوئی تھی یہ اسی مضمون کا ٹکڑا ہے۔ یعنی زمین پر چلنے والے ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو، اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل و اسباب بندہ اختیار کرتا ہے، وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں۔ اگر آدمی کی نظر اسباب و تدابیر اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو تو یہ توکل کے منافی نہیں البتہ خدا کی قدرت کو ان اسباب کا وہ یہ محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ گاہ بگاہ سلسلہ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچاتا یا اور کوئی کام کر دیتا ہے بہر حال جب تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا، درمکاش میاں رزاق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب پر محیط ہو ورنہ ان کی روزی کی خیر گیری کیسے کر سکے گا۔

◆ مستقر و مستودع کے معنی | حضرت شہ صاحب لکھتے ہیں ”مستقر“ (جہاں ٹھہرتا ہے) بہشت و دوزخ اور مستودع (جہاں سوچا جاتا ہے) اس کی قبر ہے۔ پہلے ”وما من ذاتۃ الخلق“ میں دنیوی زندگی کا بیان تھا۔ یہاں برزخ اور آخرت کا بیان ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا ابتدا سے انتہاء تک تہذیبی ہستی کے تمام درجات کا علم رکھتا ہے۔ ”مستقر“ و ”مستودع“ کی تعیین میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں پہلے سورہ ”انعام“ میں بھی ہم کچھ لکھ چکے ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ زمین میں جہاں تک چلے پھرے اس کی منجائے سیر کو مستقر اور پھر پھر کر جس ٹھکانے پر آئے اسے ”مستودع“ کہتے ہیں۔ ابن عباسؓ کے نزدیک اس زندگی میں جہاں رہے وہ ”مستقر“ اور موت کے بعد جہاں دفن کیا جائے وہ ”مستودع“ ہے، مجاہد نے ”مستقر“ سے رحمہ اور ”مستودع“ سے صلب پیر مراد لی ہے۔ عطاء نے اس کے عکس کا دعویٰ کیا بعض حنفیوں کا خیال ہے کہ زمین میں حیوانات کا جو مسکن بالفعل ہے سے ”مستقر“ اور جو فعلی سے پہلے جن موانع و مقار میں رہ کر آئے انہیں ”مستودع“ کہا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ ان تمام مختلف مواد اور اطوار و ادوار کا عام ہے جن میں سے کوئی حیوان گذر کر اپنی موجودہ ہیئت کدائی تک پہنچا ہے۔ وہ ہی اپنے علم ہیہ سے ہر مرتبہ وجود میں اس کی استعداد کے مناسب وجود و کمالات وجود فائض کرتا ہے۔

◆ معنی ”لوح محفوظ“ میں جو حقیقہ علم الہی ہے۔ پھر علم الہی میں ہر چیز کیسے موجود نہ ہوگی۔

◆ یہ ہم کے بعد قدرت کا بیان ہے۔ اس کی غیر سورہ ”اعراف“ کے ساتویں رکوع میں گذر چکی۔

◆ زمین و آسمان سے پہلے پانی کی تخلیق | یعنی آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا جو آئندہ اشیاء کا مادہ حیات بننے والا تھا۔ ”وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ سُحُبًا فَجَحْيٰ“ (الہ میاء، رکوع ۳) اس وقت عرش خداوندی اسی کے اوپر تھا جیسے اب سادات کے اوپر ہے۔ گویا یہ ایک صورت تھی جو اس حقیقت کو ظاہر کر رہی تھی کہ کائنات کا مادہ اور ذریعہ حیات بالکل رب العرش کے تسلط و تصرف اور قیومت مطلق کے ماتحت ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ تخلیق کی غرض و غایت | یعنی اس سارے نظام کی تخلیق و ترتیب سے مقصود تمہارا یہاں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب و غریب نظام اور سلسلہ مصنوعات میں غور کر کے خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتے اور مخلوقات ارضی و سماوی سے متعلق ہو کر محسن شناسی اور سپاس گزاری کا فطری فرض بجالاتے ہو۔ یہ مقام تمہاری سخت آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ تم میں سے کون غلام صدق و اخلاص و رسلۃ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔

◆ جب یہ دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور ہے کہ اس کے بعد مجازات انعام و انقام کا سلسلہ ہو، ناش کرین و کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں بعث بعد اموت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی کفار مکہ کو یقین نہیں آتا کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ جب وہ قرآن میں یا حضورؐ کی زبان سے بعث بعد الموت کا نہایت موثر بیان سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ کا یہ بیان کھلا ہوا جادو ہے جس نے بہت سے لوگوں کو مغرب و مسحور کر لیا۔ مگر یہ درکھیے ہم پر یہ جادو چلنے والا نہیں۔ (ابن کثیر)

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

جس پر ہنسے کیا کرتے تھے ♦ اور اگر ہم کچھ دین آدمی کو اپنی طرف سے رحمت

ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَؤُسٌ كَفُورٌ ۝ وَلَئِنْ

پھر وہ مجھیں نہیں اس سے تو وہنا میدان شکر ہوتا ہے ♦ اور

أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَاءٍ مَسَّنَاهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ

ہم کچھ دین اس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اس کو تو بول اٹھے اور ہوئیں

السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ

برائیاں مجھ سے وہ تو اترنے والے تھے خور ہے ♦ مگر جو لوگ

صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ

صبر میں اور کرتے ہیں نیکیاں ان کے واسطے بخشش ہے

وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ

اور وہ بڑا ♦ سو کہیں تو چھوڑ بیٹھے گا کچھ چیزیں جس میں۔ جو وحی آتی

إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنْزِلَ

تیری طرف اور تنگ ہوگا اس سے تیرا دل اس پر کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہ اترا

عَلَيْهِ كُزٌّ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۚ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ط

اس پر نوازہ یا کیوں نہ آیا اس کے ساتھ فرشتہ تو تو ڈراتے ہو، ہے

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ط

اور اللہ ہے ہر چیز کا مددگار ♦ کیا کہتے ہیں کہ بنا دیا ہے تو قرآن کو

♦ جیسی جب ان کی شرارتوں پر عذاب الہی سے ڈرایا جاتا ہے، مگر خدا کی حکمت ایک مدت معین تک عذاب کو روک رکھتی ہے تو کمندیب و استہزاء کے طور پر کہتے ہیں کہ وہ عذاب کہاں ہے آخر تا کیوں نہیں؟ کس چیز نے اسے پکڑ رکھا ہے؟ فرماتے ہیں کیا مذاق کرتے ہو، وقت معین پر جب عذاب آئے گا کسی کے نالے نہ ملے گا اور ہر طرف سے چھ کر رہا ہوگا، مگر کے چھوڑے گا۔

♦ آدمی کی ناشکری اور شہنی | یعنی اب تو کہتے ہیں عذاب کہاں ہے، کیوں نہیں آتا، یمن آدمی بدواں، تھوڑا اقا ہے کہ اگر خدا چند روز اپنی مہربانی سے عیش و آرام میں رکھنے کے بعد تکلیف میں مبتلا کر دے تو بچھل مہربانیاں بھی بھل دیتا ہے اور ناامید ہو کر آئندہ کے لئے اس توڑ بیٹھتا ہے۔ گزشتہ پر ناشکری اور آئندہ سے، یوی، یہی اس کی زندگی کا حاصل ہے۔

یعنی مسیت کے بعد اگر خدا ارادہ و آسائش نہیں کرے تو سمجھتے ہیں کہ گویا اب ہمیشہ کے لیے معصام و تکالیف کا خاتمہ ہو چکا کچھلی یقینیت بھی ہوٹ کر آنے والی نہیں اس وقت غافل و مغرور ہو کر شیخیں مارتا اور اتراتا ہے تا جب حالانکہ چاہئے تھا کہ کچھلی حاست ہو کر نے خدا کا شکر دے کر تار اور اس کے احسان کے سامنے جھک جاتا۔

✦ جتنی جو حرا اور پرامن انسانوں کا بیاں ہوا، اس سے اللہ کے وہ بندے مستثنیٰ ہیں جو تکلیف و مصیبت کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرتے اور امن و راحت کے وقت شکر گزاری کے ساتھ مصلحان میں مستعدی دکھاتے ہیں۔ یہ ابوالعزم و فداواروں کی جماعت ہی عظیم الشان بخشش و نفع کی مستحق ہے۔

✽ آنحضرت ﷺ کی بے مثال عزیمت ✽

مشرکین مکہ شرم و ہمت پرستی کی تریہ سے بہت غیظ کھاتے تھے مشرکانہ خرافات پر جس قدر ان کی تحقیر و تمجیل کی جاتی اسی قدر ان کے غصہ کی آگ بھڑکتی تھی۔ کبھی کوشش کرتے تھے کہ آپ کو اس معاملہ میں ذرا ڈھیلا کر دیں، اس سے بڑے اور بنیادی مسئلہ کی تبلیغ میں نرمی اور تساہل برتنے پر آمادہ کریں جب دھڑلے سے یوں ہوتے تو محض وق کر کے گوجب بیہودہ فرمائش کرے لگتے مثلاً یہ کہتے کہ آپ سچے ہیں اور منصب رسالت پر مامور ہو کر آئے ہیں تو آپ کے ساتھ خدا کے یہاں سے اس دولت کا بڑا خزانہ آچا ہے تھا۔ یا "اسان سے ایک فرشتہ آتا جو آپ سے ہمراہ ہوتا ہے ہر طرف چلا کرتا۔" "لولا انزل علیہ ککڑ او حناء معہ ملک" (ہو، رو، ۲۴) گویا جب آپ کی بات منوانے سے نہ مانی حاکم نہ رہے، تردید کی جائے مگر فی الحال ہم اس طرح تسلیم کر سکتے ہیں۔ آپ ان بیہودہ شبہات اور فرمائشوں سے سخت مغموم اور دیکھتے تھے۔ ممکن ہے کبھی ایسا خیال بھی دل میں گذرتا ہو کہ ان کے معبودوں کے معاملہ میں اگر خدا کی جانب سے اس قدر سختی اختیار کرنے کا حکم نہ رہے، تردید کی جائے مگر فی الحال قدرے نرمی اور رواداری کے ساتھ تو شاید زیادہ موثر و مفید ہو، یا جو فرمائشیں یہ لوگ کرتے ہیں ان کی یہ ضد بھی کسی حد تک پوری کر دی جائے تو کیا عجب ہے مسلمان ہو جائیں بہر حال وہ ایسا نازک اور خطرناک وقت تھا کہ تمام دنیا باطل پرستی کے شور سے گونج رہی تھی صرف ایک مقدس ہستی تھی جس کے حلقوم سے حق کی آواز نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلہ مچاتی تھی۔ آپ چاروں طرف سے موزی دشمنوں کے نرنگ میں گھر رہے تھے۔ کون جھٹلاتا، کون طعن کرتا، کون مذاق اڑاتا تھا۔ اس ماحول کا تصور رہا اور اس منبع عظیم کی قوت قلب اور ہمت مردانہ کا اندازہ لگاؤ، جس کا تمام تر اعتماد اسکا کمال ظاہری اسباب سے بہت کر خداوند قدوس کے وعدہ پر تھا۔ آپ جب محزون و دلگیر ہوتے تو صرف اپنے پروردگار کی آواز سے ہی تسلی پاتے اور دنیا کے مقابلہ میں تازہ دم ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے اسی سلسلہ میں یہ یتیم نازک بوئیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کی بیہودہ خرافات اور فرمائشوں کی وجہ سے اس قدر فکر مند اور غمگین نہ ہوں نہ اپنے دل میں ان لوگوں کی مراعات کا خیال، میں نہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ وہی الہی نے جو چیزیں آپ کو سکھائی ہیں اور جس بے خوف و خطر تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کے بعض حصہ کو ان لوگوں کی خرافات سے تنگ دل ہو کر چھوڑ دینا نہیں ہو سکتا، کیونکہ پیغمبران عصمت اور اولوالعزمی مانع ہے تو مشکل ہونے سے کیا فائدہ۔ آپ کا کام صرف بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے ان کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے سپرد ہر چیز ہے، ان کا معاملہ بھی اسی کے سپرد کیجئے اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ کی انجام دہی میں ثابت قدم رہیے۔

قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيْتٍ وَ اَدْعُوا

درجہ ۲

تم بھی لے آؤ ایک دس سو ریں ایسی بنا کر

کہا دے

مِنْ اَسْتَطَعْتُمْ مَنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

جس کو بلا سکو

اللہ کے سوا

اگر ہو تم سچے

فَاِلٰمُ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاَعْلَمُوْا اَنْتُمْ اَنْزِلَ بِعِلْمِ

پھر اگر تم پر آ کر میں تمہارا کہتا

تو جانو

کہ قرآن تو نازل ہے اللہ کی

اللّٰهِ وَاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

جی سے

اور یہ کہ کوئی حاتم نہیں جس کے سوا

مگر اب تم ختم ہوتے ہو

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنَتْهَا نُوْفٌ

جو کوئی چاہے

دنیا کی زندگی

اور اس کی ریت

بھٹا دینے

اِلَيْهِمْ اَعْمَالُهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُجْنَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

ہم ان کو

ان کے عمل

دیا میں

اور ان کو اس میں

جو نقصان نہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۚ

انہی میں

جن کے واسطے کچھ نہیں

آخرت میں

آگ کے سوا

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا

اور برباد ہوا

جو کچھ کیا تھا

یہاں

اور خراب کیا

جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰٓى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ وَيَتْلُوْهُ

کہا تھا

بھلا ایک شخص جو ہے صاف راست پر

اپنے رب کے

اور اس نے سنا ہے، تو ہے

❖ قرآن چھٹی دس سورتیں بنا لاء۔ کفار کو چیلنج | جی فرمائی معجزے طلب کرتے ہیں، جن کا دیا جانا معلمت نہیں۔ اور جو سب سے بڑا معجزہ (قرآن) ان کے سامنے ہے، اسے مانتے نہیں، کہتے ہیں یہ تو (معاذ اللہ) تمہاری بتائی ہوئی گھڑت ہے۔ اس کا جواب دیا کہ تم بھی آخر عرب ہو، فصاحت و بلاغت کا دعویٰ رکھتے ہو، سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو اور اس کام میں مدد دینے کے لئے تم مخلوق کو بلکہ اپنے ان معبودوں کو بھی بلا لاء جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز رہ جائے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہو سکتا اس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے (تنبیہ)۔ عجز قرآن کی کچھ تفصیل سورہ "یونس" میں گزر چکی ہے۔ ابتداء میں پورے قرآن سے تحدی کی گئی تھی۔ پھر دس سورتوں سے ہوئی۔ پھر ایک سورت سے جیسا کہ "بقرہ" اور "یونس" میں گزرا۔ گویا ان کا عجز بتدریج نمایاں کیا گیا۔

❖ کفار کی نیکیوں کی جزا دنیا میں | یعنی ایسے واضح ثبوت کے بعد جو شخص قرآن پر ایمان نہیں لاتا، یا اس کے بتائے ہوئے رست پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی شے پاپ ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے۔ اگر بظاہر کوئی نیک کام مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی محض دنیوی فوائد کا حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان بتلادیا کہ دنیا ہی میں انکا بھگتن کر دیا جائے گا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لئے کریں گے ان کے کم و کیف کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم و حکمت سے جس قدر من سب جانے گا اور دینا چاہے گا سبیں عطا فرمادے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اسکی یہ فانی اور صوری حسنت جو روح امین سے یکسر خالی ہیں، دنیا میں رائگاں نہیں جاتیں ان کے بدلہ میں خدا تعالیٰ تندرستی، مال، اولاد، عزت و حکومت وغیرہ دے کر سب کھاتے بے باق کر دیتا ہے۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں جس کا کفر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اس سے ملنے یا کم ہونے والی نہیں۔ "مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَذْمُورًا" (نبی اسرائیل، رکوع ۲) ریاکار اور دنیا پرست عالم، مصدق اور مجاہد کے حق میں جو عید آئی ہے، اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ جس غرض کے لئے تو نے ہم سکھلایا، یہ صدقہ و جہاد کیا وہ دنیا میں حاصل ہو چکی اب ہمارے پاس تیرے لئے کچھ نہیں۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ (اعاذنا اللہ منہا)

❖ یعنی ان اعمال پر دوزخ کے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں کفار ابدی طور پر اور ریاکار مسلمان محدود مدت کے لئے۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض مومنین کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے، وہ الگ بات ہے۔

❖ جی دنیا میں جو کام دنیوی اغراض کے لئے کئے تھے، آخرت میں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ وہ سب برباد ہوئے اور ریاکاری یا دنیا پرستی کے سلسلہ میں بظاہر جو نیکیاں کمائی تھیں، سب یونہی خراب گئیں، یہاں کوئی کام نہ آئی۔

شَٰهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۝

ایک کوہ شکن طرف سے اور اس سے پہلے کوئی بھی کسی کی کتاب رستہ بتاتی اور کشتی (۱۰۰ سال کی)

أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۝ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ

یہی لوگ مانتے ہیں قرآن کو اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقہ میں سے

فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ فَإِنَّهُ الْحَقُّ

سورہ ریح ہے لہذا اس کا سو مت رو یہ میں اس سے شک و شبہ نہیں ہے

مِنْ رَبِّكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

تیرے رب کی طرف سے اور پرست سے لگتے یقین میں نہ آتے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝ أُولَٰئِكَ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو ہاندھے اللہ پر جھوٹ دے گا

يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ

دور آئیں گے اپنے رب سے اور کہیں گے گواہی دینے والے یہی ہیں

الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَىٰ

جنہوں نے جھوٹ کہا تھا اپنے رب پر سن دے پونکار سے اللہ کی

الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

جاننا صاف لوگوں پر جو کہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے

وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفِرُونَ ۝

اور انھیں جھٹھکتے ہیں اس میں کمی اور وہی ہیں آخرت سے منکر

شاید کی تفسیر | یعنی یہ شخص اور وہ رباء کا روپ پرست جن کا ذکر پہلے ہوا، کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ”یٰسَہ“ (صاف رستہ) سے مراد وہ رستہ ہے جس پر انسان اپنی اصلی اور صحیح فطرت کے موافق چن چاہتا ہے۔ بشرطیکہ گرد و پیش کے حالات و خیالات سے متاثر نہ ہو، اور وہ توحید، سلام اور قرآن کا راستہ ہے۔ ”فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَرِيمُ“ (روم، رکوع ۴) ”وَلِلَّهِ الدِّينُ الْكُلُّ“ (کُلُّ مُؤْمِنٍ يُؤَلِّدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَمَا وَفَّاهُ يَهُودِيَّةً أَوْ نَصْرَانِيَّةً أَوْ مَجَسَّسَةً) ”الْح“ ”وَرُشَاهُ مَنَ“ (گواہ اللہ کی طرف سے) قرآن عظیم ہے جو گواہی دیتا ہے کہ ”دین فطرت“ (توحید و اسلام) پر چلنے والا بیشک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے۔ اور وہ قرآن اپنی حقانیت کا بھی خود گواہ ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ چونکہ قرآن کے لانے والے جبریل امین اور لینے والے محمد ﷺ ہیں۔ اس اعتبار سے ان کو بھی شاہد کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ حضور کی شان تو یہ ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات، معجزات، ربان مہارک، چہرہ نورانی، ہر چیز سے شہادت ملتی ہے کہ جس دین کے آپ حامل ہیں وہ بالکل سچا دین ہے آگے ”وَمَنْ قُلُوبُهُ كَفَتْ يَكُفَّ مِثْقَالَ مَرْتَنٍ أَوْ زَيْتُونَةٍ“ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی وہ بھی ”دین فطرت کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتب (تورات) اتاری گئی قرآن سے بیشتر اسے ایک بڑا بھاری شاہد ان لوگوں کی حقانیت کا کہنا چاہئے جو دین فطرت کے صاف راستہ پر چلتے ہیں۔

نجات کا واحد راستہ قرآن ہے | یعنی یہود، نصاریٰ، بت پرست، مجوس، عرب، عجم، یورپ ایشیا کسی فرقہ جماعت اور ملک و ملت سے تعلق رکھتا ہو جب تک قرآن کو نہ مانے گا نجات نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی بعض احادیث میں آپ نے بہت تصریح و تعظیم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآن کی صداقت اور ”مَنْ لَدُنَّ“ ہونے میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔ یعنی قرآن جھوٹ اور افتراء نہیں۔ خدا کا سچا پیغام ہے جسکو قبول کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ مثلاً اس کا کلام نہ ہو اور کہہ دے کہ اس کا کلام ہے یا واقعی اس کا ہو اور خدا بار بار فرمائے کہ میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ اس کا نہیں۔

یعنی محشر میں جب خدا کے سامنے علی رؤس الاشہاد پیش ہو گئے اور انکی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اس وقت گواہی دینے والے (ملائکہ، انبیاء، صالحین بلکہ خود ان کے ہاتھ پاؤں) کہیں گے کہ یہی وہ بد بخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بکا تھا۔

یہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یعنی جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے اور اس تلاش میں رہتے ہیں کہ سیدھے راستے کو میڑھا ہٹ کریں۔ ایسے ظالموں پر خدا کی خصوصی لعنت ہے۔

أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا

وہ لوگ نہیں تھکتے وہ زمین میں بھڑکے

۱۱

كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءٍ مُّ يُضْعَفُونَ

ان کے سامنے اللہ کے سوا وہی تھاتے ۱۲

لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا

ان کے لیے عذاب وہی ہے جسے وہ نہ سہتے تھے ۱۳

كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ

۱۴ وہی ہیں جو کھو بیٹھے اپنی جان

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ

۱۵ اور کم ہو گیا ان سے جو جھوٹ باندھتے تھے ۱۶ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ

فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخَسِرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

۱۷ آخرت میں یہی ہیں سب سے زیادہ نقصان میں بہتے جو لوگ ایمان لائے

عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبْتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

۱۸ کام کئے نیک اور عاجزی کی اپنے رب سے ملنے وہ ہیں جنت کے رہنے

الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ

۱۹ وہ کسی میں راہ کریں گے ۲۰ مثال ان دونوں فرقوں کی

كَأَلَا عَمِيٍّ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ هَلْ يَسْتَوِينَ

۲۱ جیسے ایک تو اندھا اور بہرا ۲۲ اور دوسرا بینا اور سنا ۲۳ کیا وہ برابر ہیں دونوں کا

یعنی اتنی وسیع زمین میں نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے جو خدا کے عذاب سے بچا دے۔

کیونکہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔

یعنی دنیا میں ایسے اندھے بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی نہ خدا کے نشانوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا راہ ہدایت پاتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے اصل اور غلط باتیں اس کی طرف منسوب کیں۔ کہاں سے لائے؟ غیب سے سن نہ سکتے تھے غیب کو دیکھتے نہ تھے پھر ان کا ماخذ کیا ہے۔

جان کا کھو بیٹھنا، یہ ہی کہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوئے اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو گئے۔

منکرین کی بد انجامی کے بالمقابل مومنین کا انجام نیک بیان فرمایا۔ ان کی عاجزی خدا کو پسند آئی اس لئے اپنی دائمی خوشنودی کا مقام عطا فرمایا۔

مَثَلًا أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۚ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ

۱۳۱۔ چھوٹے

۱۳۲۔ چھوٹے

قَوْمِهِ زَاتِي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۚ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا

۱۳۳۔ چھوٹے

۱۳۴۔ چھوٹے

۱۳۵۔ چھوٹے

اللَّهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ ۚ فَقَالَ

۱۳۶۔ چھوٹے

۱۳۷۔ چھوٹے

۱۳۸۔ چھوٹے

الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا

۱۳۹۔ چھوٹے

۱۴۰۔ چھوٹے

۱۴۱۔ چھوٹے

۱۴۲۔ چھوٹے

۱۴۳۔ چھوٹے

بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ

۱۴۴۔ چھوٹے

۱۴۵۔ چھوٹے

۱۴۶۔ چھوٹے

أَرَادُوا لَنَا بِالرَّأْيِ ۚ وَمَا نَرَاكَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ

۱۴۷۔ چھوٹے

۱۴۸۔ چھوٹے

۱۴۹۔ چھوٹے

۱۵۰۔ چھوٹے

فَضْلٍ بَلْ نَحْنُكُمْ كَاذِبِينَ ۚ قَالَ يَقَوْمِ آرَأَيْتُمْ

۱۵۱۔ چھوٹے

۱۵۲۔ چھوٹے

۱۵۳۔ چھوٹے

۱۵۴۔ چھوٹے

۱۵۵۔ چھوٹے

إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيْنِهِ مِّنْ رَبِّي وَاتَّبَعْنِي رَحْمَةً

۱۵۶۔ چھوٹے

۱۵۷۔ چھوٹے

۱۵۸۔ چھوٹے

مِّنْ عِنْدِهِ فَعَبَّيْتُ عَلَيْكُمْ ۚ أَنْزَلْنَا مَكُوهًا وَأَنْتُمْ

۱۵۹۔ چھوٹے

۱۶۰۔ چھوٹے

۱۶۱۔ چھوٹے

۱۶۲۔ چھوٹے

کفار اور مومنین کا فرق | یعنی منکرین تو اندھے بہرے ہیں جیسا کہ دو تین آیت پہلے فرمایا تھا۔
 مَا كَانُوا ابْتِغَاءَ لِسُلْطَانٍ أَوْ لِمَالٍ أَوْ لِحُسْنِ الْوُجُوهِ أَوْ لِحُسْنِ الْوُجُوهِ أَوْ لِحُسْنِ الْوُجُوهِ
 سکے، اس کا اتنا رد انجام کیسے نہ روشن ضمیر ایمانداروں کے برابر ہو سکتا ہے جو بصیرت کی آنکھوں سے
 حق و باطل اور بھلے برے میں تمیز کرتے اور اپنے ہادیوں کی باتیں مجبوس ہوش سنتے ہیں۔ غور کرو کہ
 وہ لوگ کا انجام یہاں کس طرح ہو سکتا ہے؟ آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی
 تائید میں پیش کرتے ہیں۔

یعنی نہایت وضاحت کے ساتھ وہ چیزیں بتلاتا ہوں جن کے ارتکاب پر مہلک مذہب نازل ہونے
 کا اندیشہ ہے۔ یا جو اس عذاب سے محفوظ رہنے کے ذرائع ہیں۔

یعنی وہ، سواع، یغوث، یحوق، نسر کی جن کا ذکر سورہ نوح میں آئے گا۔

یعنی غیر اللہ کی پرستش سے باز نہ آنے کی صورت میں سخت عذاب آنے کا ڈر ہے۔ ”درد ناک
 دن“ سے وہ دن مراد ہے جس میں المذبح اور درد انگیز حوادث کا وقوع ہو۔ مثلاً قیامت کا دن یا وہ دن
 جس میں قوم نوح غرقاب کی گئی۔

حضرت نوح اور ان کی قوم کا مناظرہ | جنی رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نہریاں
 امتیاز ہونا چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنس بشر سے ہو، آسمان کے فرشتے نہیں۔ جس
 کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں پھر بشر بھی ایسے نہیں جسے کوئی خاص تفوق
 اور بڑائی ہم پر حاصل ہوتی مثلاً بڑے دو ہتھند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے، جو لوگ تمہارے پیرو
 ہوئے وہ بھی ما شاء اللہ سب کے سب مفلس، رذیل، پست اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ
 بیٹھنا بھی ہم جیسے شریفوں کے لئے ننگ و مار کا موجب ہے تو کیا ساری خدائی میں سے تم ہی ملے تھے
 جنہیں خدا نے اپنے منصب سفارت پر مامور فرمایا۔ آخر ہم تم سے حسب نسب، مال و دوست، خلق
 و خلق کس بات سے تم تھے؟ جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لئے نہ ہو گیا۔ کم از کم آپ کا اتباع کرنے
 والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے۔ بھان ان موحیوں اور جی موں کا تابع ہو جانا آپ کے لئے
 کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور کس طرح صداقت کی اہل بن سکتی ہے؟ ایسے سطحی لوگوں کا
 جن کی پستی اور ذلت بالکل عیاں ہے بے سوچے سمجھے اور بدون غور و تامل کے ظاہری اور سرسری طور
 پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی سب جھوٹے
 ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بیوقوفوں نے ہاں میں ہاں ملا دی تاکہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھ
 کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کر لیں۔ یہ ان معونوں کی تقریر کا حاصل تھا۔ نوح علیہ السلام نے جو
 جواب دیا آگے آتا ہے۔

لَهَا كَرِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَقُومُ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَاحَظَ

اس سے بیزاری ۲۸۔ سے میری قوم نہیں مانگتا میں کرتے ہیں پر کچھ خاص

إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ

میں میری اجرت نہیں مگر اللہ پر اور میں نہیں ہانکتا ۲۹

أَمَّنُوا بِإِنَّهُمْ مُّلقُوا رَبَّهُمْ وَلَكِنِّي أَرْسَلُكُمْ قَوْمًا

ایمان والوں ان کو خدا سے پہنچانے کے لیے تم کو بھیج رہا ہوں

تَجْهَلُونَ ﴿٣٠﴾ وَيَقُومُ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ

جاننا نہیں ۳۰ اور ہے قوم کو جو میرے لیے ہے اللہ سے

طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣١﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي

اے لوگو! ان کو اٹھانے میں نہیں کرتے ۳۱۔ کہ میں نے تم کو نہیں بھجوا دیا

خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبِ وَلَا أَقُولُ إِنِّي

خزانے اللہ کے اور نہ میں خبر رکھوں غیب کی اے میں

مَلِكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ

فرشتہ ہوں اور نہ ہوں گا کہ جو لوگ تمہاری آنکھوں میں حقیر سمجھتے ہیں

يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ۖ

دے گا ان کو اللہ بخلائی اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

إِنِّي إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٣٢﴾ قَالُوا يُنُورُ قَدْ جَدَلْتَنَا

یہ کہہ کر میں نے ستمیوں کو ہراساں کیا ۳۲۔ کہ تو نے ہم سے جھگڑا کیا

حضرت نوح کی تقریر | یعنی یہ صحیح ہے کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہئے لیکن وہ امتیاز مال و دوست ملک و حکومت اور دنیا کی نیپ نیپ میں نہیں، بلکہ اسی اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خدا ترسی، حق پرستی، دردمندی، خلأقی اور ان صریح آیات و نشانات پیش کرنے سے ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت، ان کے اندر قائم کرتا یا ان کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے۔ وہ وحی الہی اور ربانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں ان پر بارش کی طرح برتی ہیں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھ میں کھلے طور پر موجود ہوں اور یقیناً موجود ہیں۔ لیکن جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی، تمہاری آنکھیں بھی اس نور الہی کے دیکھنے سے قاصر ہیں، تو کیا ہم زبردستی مجبور کر کے تم سے اس نور اور رحمت کا اقرار کر سکتے ہیں جس سے تم اس قدر غور و بیزار ہو کہ آنکھ کھول کر دیکھنے بھی گوارا نہیں کرتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ میری بزرگی و برتری جو تم کو نظر نہیں آتی، یہ اس لئے ہے کہ تمہارے دل کی آنکھیں اندھی ہیں یا بند ہیں۔

یعنی میں تبلیغ کے کام کی کوئی تنخواہ تم سے نہیں مانگا، جو وہ خود غرضی کا شبہ ہو۔ میں اپنے پروردگار کا نوکر ہوں اسی کے یہاں سے مزدوری ملے گی، مجھ کو تمہارے مال کی طلب ہے نہ ضرورت، پھر غریبوں کو چھوڑ کر، مددوں کی طرف کیوں نکلوں۔ اگر تم میرے اعتبار کو محض ان کے فلاح یا پیشہ کی وجہ سے حقیر و ذلیل سمجھتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ میں وہ نہیں جو دوست ایمان کے سرمایہ داروں کو ظاہری خسہ حالی کی بناء پر جانوروں کی طرح دھکے دیکر نکال دوں انہیں ایک روز اپنے پروردگار سے منا ہے۔ وہ میری شکایات اس کے دربار میں کریں گے کہ آپ کے پیغمبر نے متکبر دنیا داروں کی خاطر ہم غریب و ناداروں کو نکال دیا تھا۔ میں ظاہر حال کے خلاف یہ کیونکہ سمجھ لوں کہ ان کا ایمان محض ظاہری اور سرسری ہے۔ دلوں کو چیر کر، دیکھنا میرا کام نہیں۔ یہ پروردگار کے یہاں ہے۔ چسپے گا کہ ان کے دلوں کی کیا حالت تھی

یعنی جہل و حماقت سے انہیں پر نظر نہیں کرتے صرف ان کی ظاہری شگلی، کچھ حقیر سمجھتے ہو۔ اور کسی مہم درخوست کرتے ہو کہ ان کو بند دیا جائے تو ہم تمہارے پاس آئیں۔ کیا غربت اور کسب حلال کوئی عیب ہے؟ یہی چیز تو ہے جو حق کے قبول کرنے میں مڑام نہیں ہوتی۔ عموماً دوست و جاد کا نشانہ انسان کو قبول حق سے محروم رکھتا ہے ہی لئے ہر قسم کی حدیث میں، کہ انبیاء کے متبعین ضعیف ہوتے ہیں بہر حال تم نہیں چاہتے کہ سب کو خدا کے پاس جمع ہونا ہے، وہاں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ اپنے کون سے بہتر سمجھنا تمہارا جہاد نہ غرور تھا۔

یعنی میں تمہارے کبر و غرور اور جہالت سے متاثر ہو کر اپنا نقصان کیسے کروں، اگر تمہاری رعایت سے میں نے خدا کے مخلص بندوں کو دھکے دے دیے تو اس کی سزا اور گرفت سے مجھ کو کون بچا سکے گا۔

کفار نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو، جتنے اور دوست کے اعتبار سے بھی کچھ امتیاز نہیں رکھتے، اس کا جواب نہایت متانت و انصاف کے ساتھ دیتے ہیں کہ بیشک جیسا امتیاز تم دیکھنا چاہتے ہو اس کا ہم دعویٰ نہیں رکھتے، بلاشبہ میں ایک بشر ہوں فرشتہ نہیں۔ نہ خدا نے اپنے سارے خزانے میرے تصرف و اختیار میں دے دیے ہیں، نہ تمام غیب کی باتوں پر مطلع کیا گیا ہوں، لیکن ان تمام باتوں کے اعتراف کے ساتھ تمہاری طرح یہ کبھی نہ کہوں گا کہ جو لوگ تمہاری نگاہ میں معیوب و حقیر ہیں (یعنی میں اور میرے رفقاء) اس کو خدا ہرگز کوئی خیر (بھلائی) نہیں دے سکتا۔ مثلاً ان میں سے کسی کو نبوت و حکمت عطا فرما دے اور باتوں کو ایمان و عرفان کی دولت سے بہرہ ور کرے۔ خوب سمجھ لو حق تعالیٰ ان کے دلوں کی استعدادات و کیفیات کو پوری طرح جانتا ہے ہر ایک کی استعداد کے مناسبت فیض پہنچاتا اور باطنی احوال و کیفیات کے موافق برتاؤ کرتا ہے اس نے جو خاص مہربانی مجھ پر یا میرے ساتھیوں پر کی ہے، وہ تمہاری آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ اگر میں یہ کہنے لگوں کہ جو تمہیں بظاہر شکستہ حال اور حقیر دکھائی دیتے ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی جو باطن کا جاننے والا ہے انہیں کوئی عزت و شرف نہیں بخشا تو نہایت بے اصولی اور نا انصافی کی بات ہو گی۔ (تنبیہ)۔ اس آیت کے ابتدائی میں جملے سورۃ النعم میں مذکور چکے۔ اس کے فوائد دیکھئے جائیں۔

فَاَكْثَرَتْ جَدَّ النَّاسِ فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ

اُترے

بے لے آج تو وعدہ کرتا ہے تم سے

اور بہت جھگڑ چکا

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ

گر

کہاے گا تو اس کو ہندی

کہا

کچا ہے

شَاءَ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نَصْحِيَّ

میری نصیحت

اور تم کا رُسنوں تم کو

اور تم سے تم کا سونے میں ک

چاہے گا

اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

اگر چاہتا ہوگا

کہ تم کو نصیحت کروں

جو چاہوں

اَنْ يُغْوِيَكُمْ ۚ هُوَ رَبُّكُمْ ۚ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۳﴾ اَمْ

یا

اور کی کی طرف واپس چاہو گے

وہی ہے رب تمہارا

کہ تم کو گمراہ کرے

يَقُولُوْنَ افْتَرَاهُ ۚ قُلْ اِنْ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَىٰ اِجْرَامِي

وہ مجھ پر ہے میرا

اگر میں بنالایا ہوں

کہ بنا دیا قرآن کو

کہتے ہیں

وَ اَنَا بَرِيْءٌ مِّمَّا تَجْرِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاَوْحٰى اِلٰى نُوْحٍ

طرف نوح کی

اور حکم ہوا

جو تم کہہ کر رہے ہو

اور میرے دشمن

اَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا

۳

مگر جو میں لا چکا

تیری قوم میں

کتاب ایمان نہ لائے گا

تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاَصْنَعِ الْفُلَكَ

اور بنا کر

اُن کاموں پر جو کر رہے ہیں

تجسس نہ کر

◆ **عذاب کا مطالبہ** حضرت نوحؑ تیس از طوفان سزا دھے نو سو برس ان میں رہے۔ شب و روز سرا و ملائکہ انہیں نصیحت کرتے، ہر شبہ کا جواب دیتے، تہنیتی و تفسیر اور بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ اسی جھگڑے میں صدیوں گزر گئیں۔ کفار نے ان کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روئے و کُوب سے عاجز ہو کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجئے۔ پس گر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو وہ فوراً لے تو تاکہ یہ در دراز کا جھگڑا ختم ہو۔

◆ **حضرت نوحؑ کا جواب** یعنی یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں۔ خدا جس وقت اپنی حکمت کے موافق چاہے گا عذاب نازل کر دے گا۔ ہر رافرض صرف تگاہ و ردینا تھا۔ ہاتی عذاب تو کسی ہونا ک اور عظیم الشان چیز ہے، جس کا لے آنا اور دفع کر دینا دونوں پہلو تو اے بشریہ کے دارہ سے خارج ہیں۔ جب مشیت الہی ہوگی تو کہیں بھائ کر پناہ نہ لے سکو گے۔ یہ کون ہے جو خدا کو (معاذ اللہ) تھکا کر مارجا کر سکے۔

◆ **یعنی غرپر** اس قدر اصرار و مضہ و درنتہنی شوخ چٹشی سے نزل عذاب کی ستمنا پتہ دیتی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ ہی ہے کہ تم کو نمر ای میں پزار ہنے دے اور آخر کار ہلاک کر دے۔ پس گر تمہاری بد کرداری کے سبب سے خدا نے یہ ہی چاہا تو میں کتنا ہی نصیحت و خیر خواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں، کچھ نافع اور موثر نہ ہوگا۔ تمہارا رب وہی ہے جسکے ملک و تصرف میں ہر چیز ہے جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے، کوئی رک نہیں سکتا۔ سب کو کسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہی سب کے اعمال کی جزاء و سزا دینے والا ہے (رابط) حضرت شاہ صاحبؒ کہتے ہیں ”یہاں تک جتنے سوالات و اعتراضات اس قوم کے تھے، وہی تھے حضرت کی قوم کے۔ گویا یہ سب جو بے ان کو ملے۔ ایک ان کا نیا دعویٰ تھا، اسے آگے قصہ کے درمیان میں بیان فرماتے ہیں۔“

◆ **واقعہ نوحؑ پر کفر مکہ کا اعتراض** یہ گفتگو غار مکہ کی شخصیت کے ساتھ تھی کہ قرن سب خود بنالائے ہیں۔ خدا کا کلام ہمیں ہے۔ حضرت نوحؑ کتاب نہ لائے تھے جو ان کی قوم یہ بات ممتی۔ (کذا فی الموضح) لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کو بھی نوحؑ کے قصہ کا جزو بتلایا ہے۔ یعنی ان کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوحؑ خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان کی گھڑنت ہیں۔ بعض نے کہا کہ گفتگو تو اہل مدین حضورؐ سے ہے مگر اس کا تعلق خاص نوحؑ کے قصہ سے تھا گویا وہ کہتے تھے کہ یہ داستان آپ نے جھوٹ بنالی ہے۔ واقعہ میں ان قصوں کی کوئی اصل نہیں۔

◆ **آنحضرتؐ کا جواب** قرآن کو ”منفتری“ کہنے کا تحقیقی جواب اسی سورت میں ایک رکوع پہلے گزر چکا۔ یہاں آخری بات فرمائی یعنی قرآن کا کلام الہی ہونا نہایت واضح و محکم دلائل سے، بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کی تکذیب کر کے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ اس کی فکر کرو میں کافی تبلیغ کر کے بری اندازہ ہو چکا ہوں۔ اب جو خطیوں تم کرو اس کا میں ذمہ دار نہیں۔ ہاں بفرض محال اگر میں نے افتراء کیا ہو تو اس کا گناہ مجھ پر پڑ سکتا ہے۔ سو مجھ اندہ ایسا ہوا نہیں۔

◆ **حضرت نوحؑ کی دعا اور اس کا جواب** جب قوم کی ایذا انہیں حد سے گذر گئی، تو نوحؑ علیہ سلام نے سیکڑوں برس ظالموں کی زہرہ گداز جھٹائیں جھیننے کے بعد خدا کے آگے شکوہ کیا ”اِنِّیْ مُغْلُوْبٌ فَانصُرْ“ کہ میں مغلوب و ضعیف ہوں۔ آپ ان سے بد نہ کیجئے۔ ارشاد ہوا کہ جن گئے چنے فراہ کی قسمت میں ایمان لانا تھا، لا چکے۔ آئندہ ان میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے لہذا اب آپ ان کی عداوت و تکذیب اور ایذا و سانی سے زیادہ غمگین نہ رہیں۔ منقریب خدا کی شمشیر انتقام بے نیام ہونے والی ہے جو سب شرارتوں اور تریروں کا خاتمہ کر دے گی۔

بَاعَيْنُنَا وَوَحَيْنَا وَلَا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ

روبرو نہ ہو۔ اور تمہارے ضم سے اور نہ بات کر مجھ سے خاص میں سے

ظَلَمُوا ۖ إِنَّهُمْ مُّغْرَقُونَ ﴿۳۶﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلَكَ ۚ وَكَلَّمَا

ظلم میں یہ کہ شک و غم میں سے گئے۔ اور کشتی بنا کر تمہارا۔ اور آپ

مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۖ قَالَ

گذرتے اس پر سزا دیاں ان قوم نے۔ کہی سے اس نے۔ اور آپ

إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا

اگر تمہارے ہم سے تو تم ہنسنے میں تم سے۔ اور آپ

تَسْخَرُونَ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ

تمہارے سے۔ اور تمہارے جان لو گے۔ کہ کس پر آتا ہے۔ اور آپ

يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۳۷﴾ حَتَّىٰ إِذَا

کہہ سوا کرے اس کو۔ اور تمہارے جان پر عذاب دائمی۔ اور آپ

جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ

پہنچا حکم ہمارا۔ اور جوش مارا تنور نے۔ کہہ ہم نے۔ چڑھا۔ اور آپ

كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ

ہر قسم سے جوڑ دوہرا۔ اور بچے عمر کے۔ اور جس پر پہلے ہو چکا ہے

الْقَوْلُ وَمَنْ أَمِنَ ۖ وَمَا أَمِنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۳۸﴾

حکم۔ اور سب میں دلوں کو۔ اور میں نہ لے گئے تھے اس کے ساتھ۔ اور تمہارے

❖ کشتی بنانے کا حکم | حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک کشتی بہاؤ (یعنی بہاری حفاظت و نگرانی میں) بہاؤ کے حکم اور عظیم الہام کے موافق تیار کرو۔ کیونکہ غرق پانی کا سخت خوفناک طوفان آنے والا ہے۔ جس میں یہ سب ظالمین و مکذبین یقیناً غرق کئے جائیں گے۔ ان کے حق میں اس یہ فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا۔ ”پس کسی ظالم کی غارش وغیرہ سے ہم سے کوئی بات نہ کریں۔“ اے اللہ! مذہب بالکل اٹل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قوم وہ کے حق میں جھگڑنا شروع کیا تو ان و بھی اسی طرح کارشاد ہوا تو: ”يَا اِبْرَاهِيْمُ اغْرِضْ عَنْ هَذَا اِنَّهُ قَدْ جَاءَ اَمْرٌ رَبِّكَ وَاَنْتُمْ عَنْتِهِمْ عِدَاتُ عَزِيزٌ مُّرْتَدٍ“ (دور رس ۷)

♦ حضرت نوح کی کشتی | کہتے ہیں کشتی سب سار میں تیار کی۔ کشتی یہ تھی بڑا جہاز تھا جس میں ایک ایک درجے تھے۔
منسیرین نے اس کی تفصیل میں بہت سی مباحث آمیز اور عجیب و غریب روایات بیان کی ہیں جن میں کثرتِ شکیات ہیں۔

❖ قوم کا استہزاء کہ دیکھو اپنے نمبر سے بڑھتی بن گئے۔ کبھی ایک عجیب کی چیز اچھے کرفوں میں سے پڑھتے کہ یہ کیا جانتے ہو؟ آپ فرمائیے کہ ایک گھر بنا تا ہوں جو پانی پر چلے گا اور ادا بنے سے پائے گا۔ وہ سن کر کئی راستے کہ نشہ میں رہا اب کا بھی وکر رہے ہیں۔

۵۔ "نہت شوماسب کہتے ہیں" وہ منتے تھے کہ خشک زمین پر عرق کا پھونکنا ہے۔ یہ منتے تھے ان پانی۔ موت سر پر کھڑی ہے اور یہ بتے ہیں۔ اسی قصیدہ کے موافق مترجم محقق نے "فانا نسحر منکم" کا ترجمہ سیدہ حال کیا ہے۔ اس میں شیخ وغیرہ "نسحر منکم" لفظ میں مستقبل کے معنی مرا لیتے ہیں۔ یعنی آج تم ہمیں احمق بناتے اور ہستے ہو۔ لیکن وہ زمانہ قریب ہے کہ اس کے جواب میں تمہاری نہایت دشمنی پر ہم کو ہنسنے کا موقع ملے گا، جب تم اپنے جرائم کی پاداش میں رہا ہو گے۔

♦ مہینے اب زیادہ تاخیر نہیں۔ جلد آشکارہ ہو جائے گا کہ دنیا کا رسوا کمن اور تخریب کار ایسی مذاہب کس پر مشتمل ہے؟
♦ تنور سے پانی کا اُبلنا یعنی نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے یہاں تک کہ وعدہ ہے، اتفاق خدا کا علم پہنچ گیا ”بدلوں“ کو کہ

تَنُور سے پانی کا اُبلنا یعنی نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے یہاں تک کہ وہ نہالے، موافق خدا کا علم پہنچ گیا۔ ”بادلوں“ کو کہہ برس پڑیں اور زمین کو کہہ اہل پڑے، اور فرشتوں کو کہہ غریب، غریبہ کے متعلق اپنے فرض بھی کار نہ لائیں۔ آخر اوپر سے بارش آئی اور نیچے زمین کی سطح سے چشموں کی طرح جوش و رَم پانی اُٹھنے لگا۔ حتیٰ کہ روئی پکا۔ تَنُور میں بھی جہاں گے بھری ہوئی ہے، پانی بل پڑا۔ ”تَنُور“ کے معنی میں اختلاف ہے بعض مطلق روئی پکانے کا تَنُور کہتے ہیں جس سے جہاں گے بھری ہوئی ہے، حضرت حواء سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا، وہ ان کے گھہ میں طوفان کا نشان ٹھہرایا گیا تھا کہ جب اس سے پانی ابے کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ بعض کے نزدیک تَنُور کوئی خاص چشمہ ”کوفہ“ یا ”جزیرہ“ میں تھا۔ بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ ”تَنُور“ صبح کے اگلے اور روشنی کو کہتا ہے۔ یعنی صبح کی روشنی خوب چمکنے لگے۔ اودھیان کہتے ہیں ”فسر التَنُور“ ممکن ہے ”ظہور عذاب“ اور ”شدت ہول“ سے کہنا یہ ہو جیسے ”حمی الوطیس“ شدتِ حرب سے کہنا یہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ”تَنُور“ کے معنی جوارض (سطح زمین) کے ہیں۔ ہم نے اوپر جو تفسیر کی مقدم کی معنی کو رکھا ہے، اشارہ بعض دوسرے معانی کی طرف بھی کر دیا۔ حافظ ابن کثیر نے ہی تفسیر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وهذا قول جمهور السلف و عماء الحلف۔

کشتی کے سوار یعنی جن جانوروں کی ضرورت ہے اور نسل باقی رہنی مقدر ہے ان میں سے ایک ایک جوڑا (تراورہ دو دونوں) تیار کشتی پر سوار کرلو۔

♦ یعنی مقدر ہو چکا ہے کہ وہ ظالموں کے زمرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے غرق کئے جائیں گے۔ ”وَلَا تُحَاطَبُنِي فِي الدِّينِ طَلَمُوا أَتَهُمْ مُعْرِضُونَ“ اس سے مراد ہے نوح کا بیٹا ”یام“ جس کا لقب کعبان تھا اور کعبان کی مدد و اعلیٰ ”گھروالوں“ میں سے یہ دونوں متحدہ رہے اور غرق ہوئے۔

♦ یقیناً ان مردود کلم و بیش۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرْسَاهَا

اور

کے

نام سے

اور

اور

إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ

اور

اور

اور

كَأَجْبَالٍ تَوْنَادُ نُوحٌ ابْنُهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ

اور

اور

اور

اور

يُثْنِيَّ اَرْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ ۝

اور

اور

اور

اور

قَالَ سَاوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۖ قَالَ

اور

اور

اور

اور

اور

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۚ وَحَالَ

اور

اور

اور

اور

بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمَغْرِقِينَ ۝ وَقِيلَ يَا أَرْضُ

اور

اور

اور

اور

ابْلَعِي مَاءَكَ وَيَسْمَاءُ أَقْلَعِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ

اور

اور

اور

اور

اور

اور

الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَىٰ الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ

اور

اور

اور

اور

اور

سوار ہونے کی دُعا | نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ بنام خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ، کچھ فکر مت کرو اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے اذن و حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے۔ غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میرا پروردگار مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سمت اتارے گا۔ اس آیت سے نکلے کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت ”بسم اللہ“ کہنا چاہئے۔

حضرت نوح کا اپنے بیٹے کو سمجھانا | یعنی کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھرتی بے خوف و خطر چلی جا رہی تھی۔ سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے ”یام“ (کنعان) کو جو اپنے باپ بھائی وغیرہ سارے کنبہ سے کنارے ہو کر کافروں کی صحبت میں تھا، آواز دی کہ ان بد بخت کافروں کی معیت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہو جا! تا اس مصیبت عظمیٰ سے نجات پاسکے۔ (تنبیہ) یا تو نوح علیہ السلام اسے مومن خیال کرتے تھے، اس لئے آواز دی خواہ واقعہ میں مومن نہ ہو یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہو گئی کہ ان ہونا ک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ ”وَأَهْلَکُ“ کے عموم میں داخل سمجھ کر شفقت پوری کے جوش سے ایسا کیا ہو، اور ”إِلَّا مَنْ مَّنَّبِقْ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ کو مجمل ہونے کی وجہ سے اس پر منطبق نہ سمجھتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

وہ اپنے جہل و غباوت سے ابھی یہ خیال کر رہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات کسی بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچا لیتا ہے، میں بھی کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچا لوں گا۔

یعنی کس خط میں پڑا ہے۔ یہ معمولی سیلاب نہیں۔ عذاب الہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت کوئی چیز آج عذاب سے نہیں بچ سکتی ہاں خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے مگر اس ہنگامہ دار و گیر اور مقام انتقام میں کٹر مجرموں پر رحم کیسا؟ باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہو کر ہمیشہ کے لئے دونوں کو جدا کر دیا۔

۱۴۶

الظَّالِمِينَ ﴿۳۳﴾ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي

ظالم ♦ اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہ اے رب میرے بیٹے

مِّنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ

میرے گھر والوں میں ♦ درجہ شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا

الْحَكِيمِينَ ﴿۳۴﴾ قَالَ يَنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۚ إِنَّهُ

حکم ہے ♦ فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں ہے

عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ

کام میں خراب ♦ سو مت پوچھ (طلب نہ کر) مجھ سے جو تجھ و معبود میں

إِنِّي آعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ

میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں ♦ کہہ رہا اے رب

إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ

میں پناہ دیتا ہوں تیری ♦ اس سے کہ پوچھوں (ماں گوں) مجھ سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو

وَالَا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۳۶﴾

اور اُرتو نہ بخشے مجھ کو ♦ تو میں ہوں نقصان والوں میں ♦ درجہ نہ کرے

♦ طوفان اور سکا خاتمہ | ایک مدت تک اس قدر پانی برسا گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ درخت اور پہاڑیاں تک پانی میں چھپ گئیں۔ اصحاب سفینہ کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی "رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا ۙ اَنْتَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا" (نوح، رکوع ۲) غرق ہو گئے۔ اس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نکل جا اور بادل کو فرمایا کہ تقم جا! پھر کیا مجال تھی کہ دونوں اس کے احتیال حکم میں ایک لحد کی تاخیر کرتے۔ چنانچہ پانی خشک ہونا شروع ہو گیا۔ کشتی "جودی" پہاڑ پر جا لگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا۔ اور جو کام خدا نے چاہا (یعنی بحر میں کو نہ دینا) وہ چوراہو چکا۔ ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دور ہو کر ہمیشہ کے لئے مصیبت و بدآست کے مار میں پڑ رہو۔ تنبیہ | اس میں اختلاف ہے کہ "طوفان نوح" تمام دنیا میں آیا یا خاص ملکوں میں۔ اس کے فیصلہ کا یہاں موقع نہیں۔ مگر یہ

رہے کہ ”دائرة المعارف“ میں بعض محققین یورپ کے ایسے اقوال و دراکل نقل کئے ہیں جو عموم طوفان کی تائید کرتے ہیں۔ جو لوگ عام طوفان کے قائل ہیں، ان میں سے اکثر کے نزدیک موجودہ دنیا کے کل انسان نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں ’سام‘، ’حام‘، ’یافث‘ کی اور ہیں۔ ”وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ“ طوفان سے جو بچے اور حیوانات ہلاک ہوئے، ان کا ہلاک بطور تعذیب نہ تھا بلکہ جیسے خدا دوسرے اسباب طبعیہ کے ذریعہ سے ان پر موت وار کر تا ہے اور وہ ظلم نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں ان کی موت اس ذریعہ سے واقع ہوئی آخراں بھی جو سیلاب اور طوفان آتے ہیں ان میں کتنے جانور اور بچے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اپنے بیٹے کے بارے میں حضرت نوح کی دعا کے اسباب | نوح علیہ السلام نے یہ کس وقت عرض کیا کنعان کے غرق ہونے سے پہلے یا غرق ہونے کے بعد، دونوں احتمال ہیں۔ نیز کنعان کو اس کی منافقانہ اوضاع و اطوار دیکھ کر غصہ فحش سے مومن سمجھ رہے تھے یا کار کھتے ہوئے بارگاہ رب اعزت میں یہ گزارش کی۔ دونوں باتوں کا امکان ہے۔ اگر مومن سمجھ کر غرقابی سے پہلے عرض کیا تھا تو مقصود اپنی اضطرابی کیفیت کا اظہار اور خدا سے کہہ کر اس کے بچاؤ کا انتظام کرنا تھا۔ اور اگر غرقابی کے بعد یہ گفتگو ہوئی تو محض معامد کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے اپنا خبیان یا اشکال پیش کیا۔ یعنی خداوند! تو نے میرے گھر والوں کو پیٹنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور کنعان مومن ہونے کی وجہ سے ”الَا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ کے استثناء میں بظاہر داخل نہیں۔ پھر اسکی غرقابی کاراز کیا ہے؟ بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے۔ کسی کو یہ خیال نہیں گذر سکتا کہ معاذ اللہ وعدہ خلافی کی ہو۔ آپ احکم الحاکمین اور شہنشاہ مطلق ہیں۔ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کسی کو حق نہیں کہ آپ کے فیصلہ کے سامنے دم مار سکے، یا آپ کو وعدہ خلافی پر مجبور کر دے، نہ کسی کا یہ منصب ہے کہ آپ کے حکم ناطق کے متعلق کسی قسم کی تکتہ چینی کر سکے۔ فقط قلبی اطمینان کے لئے بطریق استعلاء و استفسار اس واقعہ کا راز معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جواب ملا یہ ان گھر والوں میں سے نہیں جن کے بچانے کا وعدہ تھا۔ بلکہ ”الَا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ میں شامل ہے۔ کیونکہ اسکے عمل خراب ہیں۔ تم کو اسکے کفر و شرک کی خبر نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ پیغمبر نہ فراست کی روشنی میں صریح آتا کفر کے باوجود ایک کافر کا حال مشتہر ہے۔ جس شخص کا واقعی حال تمہیں معلوم نہیں اس کے بارہ میں ہم سے ایسی نامناسب رعایت یا اس طرح کی کیفیت مت طلب کرو۔ مقررین کو لائق نہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے ادب ناشائس جاہلوں کی سی باتیں کرنے لگیں۔ آیت کی یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ نوح علیہ السلام کنعان کو مومن سمجھتے ہوں اور اگر کافر سمجھتے تھے تو شاید اس درخواست یا سوال کا منشاء یہ ہو کہ ”انجاء“ کے ذکر میں ”اہل“ کو چونکہ عام مومنین سے الگ کر کے بیان فرمایا تھا، اس سے نوح علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ میرے اہل کو اس دنیوی عذاب سے محفوظ رکھنے کے لئے ایمان شرط نہیں اور ”الَا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ مجمل تھا۔ اس لئے اس کے مصداق کی تعیین نہیں کر سکے۔ بناءً علیہ شفقت پدری کے جوش میں عرض کیا کہ الہ العالین امیرا بینا یقین میرے اہل میں داخل ہے جسکے بچانے کا آپ وعدہ فرما چکے ہیں پھر یہ کیوں غرق کیا جا رہا ہے یا غرق کر دیا گیا۔ جواب ملا کہ تمہارا یہودی مقدمہ (اِنَّ اِنْسِيْ مِنْ اَهْلِيْ) نادر ہے۔ جس اہل کے بچانے کا وعدہ تھا اس میں یہ داخل نہیں۔ کیونکہ اس کے کثوت بہت خراب ہیں نیز ”الَا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ“ کے مصداق کا تم کو کچھ علم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ پھر جس چیز کا علم تم نہیں رکھتے اس کی نسبت ایسے محاجہ کے رنگ میں سوال یا درخواست کرنا تمہارے لئے زیبا نہیں۔

حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں کہ ”آدمی وہی پوچھتا ہے جو معلوم نہ ہو۔ لیکن مرضی معلوم ہونی چاہئے۔ یہ کام جاہل کا ہے کہ بڑے کی مرضی پوچھنے کی نہ دیکھے، پھر پوچھے۔ ”مرضی کیوں نہ تھی؟“ اسے ہم فائدہ گذشتہ میں بیان کر چکے ہیں۔

حضرت نوح کی توبہ | حضرت نوح کا نپ اٹھو اور توبہ کی، لیکن یہ نہ کہا کہ پھر ایسا نہ کروں گا کہ اس میں دعویٰ نکلتا ہے۔ بندہ کو کیا مقدمہ ہے۔ چاہئے ہی کی پناہ مانگے کہ مجھ سے پھر نہ ہو اور دل میں عزم نہ کرنے کا رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام وغیرہ کی توبہ کے جو الفاظ قرآن میں نقل ہوئے ہیں ان میں یہی ادب ملحوظ رہا ہے۔

قِيلَ يٰ نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَ

عظم ہو سے نوح اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتوں کے ساتھ تجھ پر

عَلٰٓءِ اُمِّمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۚ وَاُمُّهُمْ سَتُنْتَعِلُهُمْ ثُمَّ

ان فرقوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور دوسرے فرماتے ہیں کہ ہم فائدہ دیں گے ان کو

يَمْسُهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝ تِلْكَ مِنْ اَنْبِیَآءِ

پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے عذاب دردناک یہ انہیں نیکو فیصلہ کی

الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ

خبروں کے ہیں کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف تجھ کو ان کی خبر تھی

وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ

اور نہ تیری قوم کو اس سے پہلے سو تو صبر کر البتہ انجام بہتر ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِلٰى عَادٍ اٰخَاهُمْ هُوْدًا ۚ قَالَ يَقَوْمِ

ڈرنے والوں کا اور عادی کی طرف ہم نے بھیجا اُس کے بھائی ہود کو اے قوم

اَعْبُدُوْا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اُس کے تم سب

مُفْتَرُوْنَ ۝ يَقَوْمِ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۚ اِنْ اَجْرِيْ

بجوت کہتے ہو اے قوم میں تم سے نہیں مانگا اُس پر مزدوری میری مزدوری

اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِيْ ۚ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَيَقَوْمِ

اسی پر ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا مجھ پر کیا تم نہیں سمجھتے اور اے قوم

مَعًا لَقَدْ ۙ اَلْقَوْفُ عَلٰی فَاَصْبِرْ اَحْسَنُ وَاَلْبَيْنُ ۙ

سلامتی اور برکت کا وعدہ | یعنی کشتی سے "جوئی" پر۔ پھر "جوئی" سے زمین پر اترے۔
برکتیں اور سلامتی آئندہ تم پر اور ان قوا پر ہے جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ فی
الحال جو زمین طوفان سے بالکل اجڑ گئی ہے خداوند بار و بار کہے گا۔ "اگر کبھی رات و برکت پھر عود کر
آئے گی۔" "اسامت" کے غلط سے ویا حق نوحی نے تسلی فرمادی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت
سے پہلے ایسی عام بدکت نہ آئے گی، مگر بعضے فرماتے ہلاک ہوں گے۔

یعنی یہ دلائل نبوت میں سے ہے کہ آپ اکی کی زبان سے اُمم ساقہ کے لیے مستند مفصل واقعات
سنوائے جائیں۔

جیسے نوح اور ان کے رفقاء کا اسی مہاجرا ہوا آپ کے ساتھیوں کا مستقبل بھی نہایت تاناک اور کامیاب
ہے۔ آپ کفار کی ایذاؤں پر صبر کریں، گھبرا کر تشدد نہ ہوں۔ جیسے نوح علیہ السلام نے سارے نوحہ نو
برس صبر کیا۔

کہ پھر "بت" بھی با اختیار حاکم جگہ معبود ہیں۔ "سورۃ" عرف "میں قوم "ہود" کا قصہ گذر
چکا۔

قوم عاد کو حضرت ہود کی تبلیغ | یعنی تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرا پیدا کرنے والا
ہی تمام دنیوی ضروریات اور خروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی
تاکہ نصیحت بے روٹ اور موثر ہو۔ لوگ ان کی محنت کو دنیوی طمع پر محمول نہ کریں۔

یعنی اس قدر غمی ہو، اتنی مونی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع بے غرض، محض درد مندی اور خیر
خواہی سے تمہارے فلاح داریں کی بات کہتا ہے۔ تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست و گریباں ہوتے
ہو۔

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ

گناہوں کا پتہ ہے ﴿﴾ توبہ کرو ان کی طرف ﴿﴾ چھوڑ کے تم پر آسمان سے

مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

دھاریں ﴿﴾ جو زیادہ دے گا قوت ﴿﴾ زور پڑھو ﴿﴾ اور نہ واپس نہ

مُجْرِمِينَ ﴿٥٦﴾ قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ

گنہگار ﴿﴾ اے یہودیہ! ہم کوئی سند لے کر نہیں آئے ﴿﴾ اور ہم نہیں

بِتَارِكِي الْهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾

چھوڑنے والے ہے تمہاری بات (معدوں) ﴿﴾ اور ہم تم کو سمجھنے والے

إِنْ تَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ الْهَتِنَا بِسُوءِ ط

ہم تو کہیں کہتے ہیں ﴿﴾ کہ تمہارے پیچھے ہے کسی عار سے (معدوں) نے ﴿﴾ بُری ط

قَالَ إِنِّي أَشْهَدُ اللَّهَ وَأَشْهَدُ وَأَنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا

ہوا ﴿﴾ میں گواہ کرتا ہوں اللہ ﴿﴾ درم گو دوں ﴿﴾ کہ میں چیزوں سے اُن سے

نُشْرِكُونَ ﴿٥٨﴾ مِنْ دُونِهِ فَاكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا

جن کو تم شریک کرتے ہو ﴿﴾ اس سے ﴿﴾ سدا ان کو میرے حق میں قسملار ﴿﴾ پھر

تَنْظُرُونَ ﴿٥٩﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ط

مجھ کو مہلت دے دو ﴿﴾ میں نے ہر دہائیہ ﴿﴾ جو وہ ہے میرا ﴿﴾ اور تمہارا

مَا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ط إِنَّ رَبِّي

کوئی نہیں زمین پر پاؤں دھنے ل ﴿﴾ گمراہ کے ہاتھ میں ہے چوٹی اس کی ﴿﴾ ہے شک میرا رب سے

اس سورت کے شروع میں اسی جملہ کی تفسیر گزر چکی۔

یعنی موقع پہ موقع خوب ہار میں دینگا۔ وہ قوم چونکہ کھیتی، بار بار لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی اس لیے ایمان لانے کے خاطر ہی فوائد و برکات وہ بیٹ کئے جو ان کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔ لکھتے ہیں کہ وہ لوگ تیس سال سے خشک سالی اور امساک باران کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گئے تو یہ مصیبت دور ہو جائے گی۔

یعنی مالی اور بدنی قوت بڑھائے گا، دلوں میں برکت دے گا۔ خوشحالی میں ترقی ہوگی، اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کی اطاعت سے بھرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔

قوم عاد کا ایمان لانے سے انکار | یہ انکی کھلی ہٹ دھرمی تھی جو کہتے تھے کہ آپ کوئی واضح سند اور دلیل اپنی صداقت کی نہیں لائے۔ خدا جسے پیغمبری کے عہدہ پر فائز کرے، ضرور ہے کہ اس کو تقرر کی سند اور پروانہ عطا فرمائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو نبی مبعوث ہو، اس کے ساتھ ایسے واضح نشان بھیجے گئے جس پر آدمی ایمان مانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔ اس لئے بالیقین کہا جاسکتا ہے کہ ہود علیہ السلام نے نشان پیش کئے ہوئے تھے، مگر وہ لوگ ہٹ دھرمی اور بے حیائی سے یہ ہی کہتے رہے کہ آپ کوئی عمل ہوا نشان نہیں لائے (شاید یہ مراد ہو کہ ایسا نشان نہ مانے جو سب کی گردنیں پکڑ کر ایمان مانے پر مجبور کر دے) بہر حال ہم محض تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ نہ کبھی تیری رسالت پر ایمان مان سکتے ہیں۔

حضرت ہودؑ پر آسیب کا الزام | یعنی یہ جو تم بھیجی ہو تمہاری باتیں کرتے ہو اور سارے جہان کو بیوقوف بنا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہنچا کر تمہیں مجنون و پاگل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) تم جو ان کی عبادت سے روکتے اور برا بھلا کہتے تھے، انہوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے۔

عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۵۱﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ

سید کی راہ پر ﴿۵۱﴾ اگر تم نے پھر الٹ کر دیکھا تو میں نے پہنچا دیا

مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۖ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ

جو میرے ساتھ بھیجا تھا تمہاری طرف اور قائم مقام کرے گا میرا آپ کوئی دوسرا

وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۲﴾

اور نہ ہمارے کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے تحقیق میرا آپ ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۵۲﴾

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ

اور جب پہنچی ہمارا حکم ہم نے نجات دی ہود کو اور جو اس کے ساتھ

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۖ وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۳﴾

اپنی رحمت سے اور نجات دی ان کو ایک بھاری عذاب سے ﴿۵۳﴾

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ

اور یہ تھے عاد کہ منکر ہوئے اپنے رب کی باتوں سے اور نہ مانائیں کے رسولوں کو

وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ

اور مانا حکم ان کا جو سرکش تھے مخالف ﴿۵۴﴾ اور پیچھے سے آئی ان کو اس

الدُّنْيَا لَعْنَةُ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِلَّا إِنْ عَادَا كَفَرُوا

دنیا میں پھنکارا اور قیامت کے دن بھی ﴿۵۵﴾ مگر اگر عاد پھر کفر کرنے لگے

رَبَّهُمْ ۚ إِلَّا بَعْدَ الْعَادِ قَوْمُ هُودٍ ﴿۵۶﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ

اپنے رب سے ﴿۵۶﴾ مگر بعد کے عادی قوم ہود کی اور قوم ثمود کی طرف بھیجا

❖ حضرت ہود کا جواب | یعنی وہ چاروی پتھر کی سورتیں تو مجھے کی نذر نہ پہنچ سکتیں، تم سب جو بڑے شہ زور، تو مند اور طاقتور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر اور مجھ جیسے یکہ و تنہا پر پوری قوت سے بیک وقت ناگہاں حملہ کر کے بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ سنو میں خدا کو گواہ بنا کر اسلان کرتا ہوں اور تم سب بھی اس پر گواہ رہو کہ میں تمہارے جھوٹے دیوتاؤں سے قطعاً بیزار ہوں۔ تم سب جمع ہو کر جو برائی مجھے پہنچ سکتے ہو پہنچ دو نہ ذرا کوتاہی کرو نہ ایک منٹ کی مجھے مہلت دو۔ درخواب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحد لا شریک لہ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے۔ گو بد فہمی سے تم نہیں سمجھتے۔ نہ صرف میں اور تم بلکہ مریچھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چھتی ہے خالص اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے گویا ان کے سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہیں جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے۔ کسی کی بول نہیں کہ اس کے قبضہ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے۔ نہ ظالم اس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں نہ سچے اس کی پناہ میں رہ کر سوا ہو سکتے ہیں۔ جہاں شبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے اس کے ہاں نہ ظلم ہے نہ بے موقع انعام، اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اس نے بتلائی، بیشک اسی پر چپنے سے وہ ملتا ہے ورنہ اس پر چلتے والوں کی حفاظت کرنے کے لئے خود ہر وقت وہاں موجود ہے۔

❖ یعنی ایسی صاف اور کھری کھری باتیں سن کر بھی نہ مانو گے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں۔ میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا۔ تم اپنی فکر کرو۔ ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب و عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی زمین تمہاری جہی سے دیران نہ ہوگی۔ وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔ تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یہ درکھو خدا کا یا اسکے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا نہ اس کا ملک خراب ہوتا ہے۔ جب وہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے تو ہر قابل حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کا مد سے کر دے گا۔

❖ قوم ہود پر عذاب | یعنی سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جیسا کہ سورۃ "اعراف" میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مکان گر گئے، چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے۔ ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی ورجسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ اس ہولناک عذاب سے ہم نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو جو آخر میں چار ہزار تک پہنچ گئے تھے بالکل محفوظ رکھا اور ایمان و عمل صالح کے بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی ان کو نجات دے دی۔

❖ یعنی ان کے کھڑے تاجسم عبرت سے دیکھو کہ یہ وہ قوم "عاد" تھی جن کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی۔ آخر دونوں تہ و تبرہ ہوئے۔ تنبیہ "ذمہ لہ" شاید اس لئے فرمایا کہ ایک کی تکذیب سب پیغمبروں کی تکذیب ہے۔ کیونکہ توحید و غیرہ اصول دین میں سب متفق و راہ یک در سرے کے مصداق ہیں۔

❖ یعنی خدا کی لعنت (پہنکار دہنا) ان کے پیچھے لگا دی گئی کہ جہاں جائیں ساتھ جائے اور قیامت تک جہاں ان کا ذکر ہو لعنت کے ساتھ ہو، بلکہ قیامت کے بعد بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ لعنت کا طوق ہمیشہ ان کے گلے میں پڑا رہے گا۔

❖ عاد اور قوم ہود پر لعنت | تفہیم فرمیں نے کہا کہ قیامت کے دن یوں پکارا جائے گا۔ اَلَا اِنَّ عَادًا كَفَرُوا بِالْبَحْرِ تَنبِيْہ "عاد" کے ساتھ "قوم ہود" کا لفظ یا تو اس لئے بڑھایا کہ دونوں کا تصور سننے والے کے دماغ میں ساتھ ساتھ آئے۔ یعنی "ہود" کا کیا حال تھا، اور یہ اسی کی قوم تھی جس کا حشر یہ ہوا۔ اور ممکن ہے اس پر تنبیہ کرنا ہو کہ "عاد" دو ہیں "اولیٰ" اور "خرئی"۔ اسی لئے ایک جگہ فرمایا۔ "وَ اِنَّ اَهْلَکَ عَادًا وَاِلٰہِی" (انجم، رکوع ۳) یہاں "عاد اولیٰ" مراد ہے جس کی طرف "ہود" مبعوث ہوئے تھے۔ واللہ اعلم۔

أَخَاهُمْ صَالِحًا ۖ قَالَ يُقَوْمُوا عِبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ

اس کا بھائی صالح ۖ کہنے لگا ۖ تم کو کچھ ہے کہ تم اللہ کو عبادت کرو ۖ تم کو

مِّنَ إِلَهِ غَيْرِهِ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَ

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ اسی نے تم کو پیدا کیا ۱۴۔ زمین سے ۱۵۔

اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ ۖ

۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ۖ قَالُوا يَصْلِحُ قَدْ كُنْتَ

۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔

فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ، هَذَا أَتَنْهَدُنَا أَنْ نَعْبُدَ

۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔

مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا

۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔

إِلَيْهِ مُرِيبٌ ۖ قَالَ يُقَوْمُوا أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ

۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔

عَلَىٰ بَيْنَةٍ مِّن رَّبِّي وَأُثْنِي مِنْهُ رَحْمَةً ۖ فَسَنُ

۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔

يُنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا تَزِيدُنِي

۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔

ان کا قصہ ”اعراف“ میں گزر چکا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب یعنی، اے آدم کوٹلی سے پیدا کیا۔ پھر زمین سے غذا میں پیدا کیس جن سے نطفہ وغیرہ بنتا ہے جو، وہ ہے آدمی کی پیدائش کا۔

یعنی پیدا کر کے باقی رکھا۔ بقاء کا سامان کیا۔ زمین کے آباد کرنے کی ترسیلیں بتلایں۔ تدابیر الہام فرمائیں، جب وہ ایسا معم و محسن ہے تو چاہئے آدمی اسی کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گنہگار چکا ہے ان کی معافی چاہے، وہ ہم سے بالکل نزدیک ہے، ہر بات خود سنتا ہے، درجہ توبہ اور استغفار صدق، دل سے کیا جائے اسے سن کر قبول کرتا ہے۔

قوم کا اعتراض اور شبہ | یعنی تجھ سے امید تھی کہ گئے چل کر بڑا فاضل اور نیک مرد ہو گا جس کو معزز بزرگوں کا چاشمین سمجھ کر قوم سر پر بٹھائے گی۔ تیری پیشانی سے رشد و صلاح کے آثار ہویدا تھے۔ سب کو توقع تھی، کہ مستقبل قریب میں زاہد و تقیہ سے پہنچے گا۔ رائے و تدبیر، صلاح و مشورہ سے اپنے قومی بھائیوں کی رہنمائی اور نہایت قوت قلب کے ساتھ آبائی مذہب کی حمایت و تائید کرے گا۔ یہ درست ہے کہ ابتداء سے تجھ کو بت پرستی، مہذنت و تہمتی اور عام قومی مذہب سے الگ تھلگ رہتا تھا، تاہم تیری سمجھ اور فطری قابلیت پر اعتماد کر کے ہم کو سید رہی کہ گئے چل کر عقل و تجربہ کی پختگی کے بعد یہ روش نہ رہے گی۔ لیکن افسوس یک ایک باتیں کرنے لگا جس نے تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تو نے ہمارے باؤا جہاد کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کر کے سب توقعات خاک میں مالدیں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پر نے دیتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں ہمارے نزدیک بزرگوں کی روش کے خلاف اب مسلک اختیار کرنا سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارے کسی طرح نہیں مانتا۔ ”موضح القرآن“ میں ہے۔ ”یعنی ہونہار لگتا تھا کہ باپ دادا کی راہ روشن کرے گا۔ تو گامٹنے۔“

حضرت صالح کا جواب | یعنی تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے میں ایک صاف راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمت عظیمہ سے منصب پیغمبری عطا کیا۔ اب اگر فرض کیجئے میں اس کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے کا حکم نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اس کی سزا سے کون بچا لے گا۔

غَيْرَ تَحْسِيرٍ ۖ وَيَقُومُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ

۱۰۰ اے تمہارے لیے ۱۰۱ اور اسے ۱۰۲ یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے

آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا

نہیں ۱۰۳ سو چھوڑ دو اس کو ۱۰۴ اٹھائی پھر ۱۰۵ ہتھکڑی رہیں میں ۱۰۶ ارمیت نہ تھکاؤ اس کو

بِسُوءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ۖ فَعَقَرُوهَا

۱۰۷ بری طرح ۱۰۸ پھر تو آجڑے کام کو مذہب بہت حد ۱۰۹ پھر اس سے چاروں طرف

فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَلِكُمْ

تہہ کہا ۱۱۰ قائمہ قیود ۱۱۱ اپنے گھروں میں ۱۱۲ تیس دن

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۖ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا

۱۱۳ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہو گا ۱۱۴ پھر جب پہنچی حکم ہمارا ۱۱۵ بچا دیا ہم

صُلِحًا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَمِن

۱۱۶ صلحاً ۱۱۷ اور جو ایمان لائے ان کے ساتھ ۱۱۸ اپنی رحمت سے

خِزْيٍ يَوْمَئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۖ

۱۱۹ اُس دن کی رسوائی سے ۱۲۰ بے شک تیرا رب ۱۲۱ وہی ہے زور والا و بڑا دست

وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْئَةَ فَاصْبَحُوا فِي

۱۲۲ دیر پھریاں ظالموں کو ۱۲۳ ہونا ک آواز نے ۱۲۴ پھر صبح کو رو گئے

دِيَارِهِمْ جُثَمِينَ ۖ كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۖ أَلَا إِنَّ

۱۲۵ اپنے گھروں میں اندھے پڑے ہوئے ۱۲۶ جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے وہاں ۱۲۷ اُس کو

اوتھنی کا نشان یعنی بجائے اس کے کہ اپنے بچے خیر خود و رحمن کی قدر کرتے مجھے فراغ دعویت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دے کر ناقابل تلافی نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ بعض سلف نے اس جملہ کا مطلب یہ لیا ہے کہ تمہاری گفتگو سے مجھ میں کوئی چیز نہیں بڑھتی بجز اس یقین کے کہ تم اپنا سخت نقصان کر رہے ہو۔ مگر سیاق کے مناسب پہلے معنی میں۔

قوم کی نافرمانی | حضرت صالح علیہ السلام سے قوم نے معجزہ طلب کیا تھا۔ وہ انہیں دکھایا دیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل اور الفاظ کی تشریح سورۃ "اعراف" میں "تھوئیں پارہ کے ختم پر گنڈر چلی ہے۔ وہاں ملہ خطہ کر لی جائے۔"

یعنی جب حکم عذاب پہنچا تو ہم نے "صالح" اور ان کے ساتھیوں کو پکڑ دیا۔ اور کہا ہے سے بچا دیا؟ کس دن کی رسوائی سے؟ "ومن حوزی یومئذ" "مجبنا" کی شرح و تفصیل ہے؟

یعنی جسے چاہے ہلاک کر دے اور جسے چاہے بچا دے۔

قوم صالح پر عذاب | یعنی بے نام و نشان ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ان پر عذاب کیا اس طرح کہ رات کو پڑے سوتے تھے فرشتہ نے چنگھاڑ ماری سب کے جگر پھٹ گئے، "بعض آیات میں "رُخفۃ" کا لفظ آیا ہے۔ یعنی "زلزلہ" یا "کچکی" سے ہلاک ہوئے۔ سورۃ "اعراف" میں ہم اس کے متعلق تحقیق کی صورت لکھ چکے ہیں۔

ثَمُودَ أَكْفَرُوا رَبَّهُمْ ۖ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ۝۴

پکار رہے ثمود

تو

اپنے رب سے

ثمود منکر ہو

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا

ہو

خوش خبری لے کر

ایراہیم سے پاس

اور ایسا آپ کے پاس سے بھیجے ہوئے

سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۝۵

کے یہ ایک بچہ (۱۲:۱۶)

بہ دیر نہ

۱۲:۱۷ سے

۱۲:۱۸

۱۲:۱۹

فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ

اور دل میں

۱۲:۲۰

ان سے ہاتھ نہیں آتے جانے پر

بہرہ ہوا

مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ

ہم بھیجے ہوئے تھے ہیں طرف

متنازع

۱۲:۲۱

ان سے ڈرا

قَوْمِ لُوطٍ ۝۶ وَأَمْرَانُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكْتُ فَلَبَسَ ثِيَابًا

پھر ہم نے خوشخبری دی ان کو

توبہ میں پڑی

اور اس کی عورت گھڑی تھی

قوم لوط کی

بِاسْحَاقَ ۖ وَمِنْ وَرَاءِ اسْحَاقَ يَعْقُوبُ ۝۷ قَالَتْ

ہو

اور اسحق کے پیچھے یعقوب کی

اسحق کے پیچھے ہونے کی

يُؤْتِيكَ الْإِلَهُ وَآنَا عَجُوزٌ ۖ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا ۖ

اور یہ نہاد میرے سے بڑھ چکا

اور میں بڑھ چکی

کیا میں بچہ جنوں کی

اسے خرابی

إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝۸ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ

کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے علم سے

۱۲:۲۲

یہ تو ایک عجیب بات ہے

یعنی جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہو اس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے۔ سن کر عبرت حاصل کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرشتے | اس سورت کے قصص کی ترتیب ”اعراف“ کی ترتیب کے موافق ہے۔

صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ مگر تفسیر ایسی رکھی جو ظاہر کرتی ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ہے چونکہ اس میں اور ابراہیم کے قصہ میں کئی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لئے بطور تمہید و توطیہ ابراہیم کا قصہ مذکور ہوا۔ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے خالہ زاد بھائی ہیں جو آپ کے ہمراہ عراق سے ہجرت کر کے آئے۔ ایک ہی جماعت فرشتوں کی دونوں کے پاس بھیجی گئی۔ حضرت ابراہیم نے قوم لوط کی بدگمت کے مسئلہ میں فرشتوں سے بحث کی جو آگے آتی ہے۔ یہ فرشتے نہایت حسین و جمیل جوانوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے کہ حق تعالیٰ نے انکو اپنا خلیل بنایا ہے اور اس بڑھاپے میں حضرت ”سارہ“ سے بیٹن سے میثاق کرنے والے ہیں۔ نیز یہ کہ لوط کے بد معاشرتوں اور فحاشیوں کے وجود سے مخترب دنیا پاک کر دی جائے گی جس میں حضرت ابراہیم و حضرت لوط کے متبعین کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے گا۔ فرشتوں نے ابراہیم کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا مگر وہ بیچکان نہ سمجھے۔ جیسے اثناء حضرت لوط نے بھی ان کو نہیں پہچانا (بلکہ متبعین کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ جبریل آدمی کی شکل میں حضور ﷺ سے ملا، جواب کرتے رہے جب انھیں کرچے گئے تب آپ کو بتلایا گیا کہ یہ جبریل تھے) گویا متنبہ کر دیا کہ نبی کو بھی فرشتہ وغیرہ کا علم ضروری خدا کے دینے سے ہوتا ہے۔ وہ کسی وقت غفلت رکھنا چاہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ معصوم کر سکے۔ بہر حال ابراہیم علیہ السلام انہیں آدمی سمجھ کر مہمان بنوازی کے لئے انھیں اور نہایت قرب و پیچھے بھونٹ کر سامنے حاضر کیا۔

فرشتوں کا کھانے سے انکار | کہ آخر یہ کون ہیں، کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں، یہ اسے ہاتھ نہیں

لاگاتے۔ اس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا، سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی چھٹے خیال سے نہیں آیا۔ ابراہیم علیہ السلام گھبرائے کہ اگر آدمی ہیں تو کھانے سے انکار کرنا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے اور فرشتے ہیں تو نہ معصوم کس منصب کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی یا میری قوم کے حق میں کوئی ناخوشگوار چیز لے کر آئے۔ اسی جیسے وہیں میں زبان سے اظہار بھی کر دیا۔ ”اِنَّا مَنَّكُم وَجَلُّوْنَ“ (حجر، رکوع ۴) یعنی ہم کو تم سے اندیشہ ہے۔ مفسرین نے ابراہیم کے خوف کی یہ ہی توجیہات کی ہیں۔ مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے میرے نزدیک نہایت لطیف توجیہ کی۔ ”فرشتوں کے ساتھ جو عذاب الہی تھا اور شان غضب و انتقام کے مظہر بن کر قوم لوط کی طرف جارہے تھے اس کا طبعی اثر یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ایک طرح کے خوف و خشیت کی کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار انہوں نے ”اِنَّا مَنَّكُم وَجَلُّوْنَ“ کہہ کر کیا۔ یعنی ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہم فرشتے ہیں جو ”قوم لوط“ کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کچھ اندیشہ ضرور کا نہ کیجئے۔

حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم کو بشارت | جیسی حضرت سارہ جو مہمانوں کی خدمت گزاری یا اور کسی کام کے سبب وہاں کھڑی تھیں اس

ذکر کے رفع ہونے سے خوش ہو کر ہنس پڑیں۔ حق تعالیٰ نے خوشی پر اور خوشیوں میں انہیں کہ تھکے اس میں میں بیٹا ملے گا۔ (الحق علیہ السلام) اور اس کی نسل سے ایک پوتا یعقوب عطا ہوگا۔ جس سے ایک بڑی بھاری قوم بنی سرکیل انھیں والی ہے یہ بشارت حضرت سارہ کو شاید اس لئے سنائی گئی کہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹا (اسماعیل علیہ السلام) حضرت ہاجرہ کے گھٹن سے پہلے ہی موجود تھا۔ سارہ کو نہ تھا کہ مجھے بھی بیٹا ملے۔ مگر بڑھی ہو کر مایوس ہو چکی تھی۔ اس وقت یہ بشارت ملی۔ بعض علماء نے حضرت سارہ کے ہنسنے کی اور بھی توجیہات کی ہیں مگر ظاہر وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ علماء نے ”وَمِنْ ذُرِّاءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبُ“ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اسحاق ”ذریعہ“ نہ تھے۔ اسماعیل علیہ السلام تھے۔ (راجع ابن کثیر)

یہاں ”یساوئلسنی“ کا لفظ آیا ہے جیسے ہمارے محاورات میں عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ میں ”گھوڑی“ کیا اس بڑھاپے میں اور وجوہوں کی۔ حضرت سارہ کی عمر کہتے ہیں اس وقت ننانوے سال تھی اور حضرت ابراہیم سو سال یا اس سے بھی متجاوز تھے۔

حضرت سارہ کا تعجب اور اس کا جواب | یعنی ایسا ہوتا بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی۔

اللَّهُ رَحِمْتُ اللَّهَ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ط

اللہ رحمت ہے اللہ پر بکثرت اور تمہیں تمہارے گھرانے

إِنَّهُ حَبِيدٌ مَّجِيدٌ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

تحقیق یہ ہے کہ وہ ایک عظیم الشان بندہ تھا ﴿۴۳﴾ جب کہ وہ اپنے گھر سے

الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ

الوحش میں آ کر اور اس کی خوشخبری پہنچ رہی تھی کہ ہم تمہارے قوم

لُوطٍ ﴿۴۴﴾ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَكِيمٌ آوَاكَ مُنِيبٌ ﴿۴۵﴾

وہ لوٹنے میں آ رہا ہے ﴿۴۴﴾ اے ابراہیم! تو ایک عاقل اور توبہ کرنے والا ہے ﴿۴۵﴾

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ

اے ابراہیم! اس سے باز رہ۔ یہ تو ایک حکم ہے جو آ رہا ہے

رَبِّكَ ۚ وَإِنَّهُمْ لَآتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿۴۶﴾

تو آپ کا رب ہے اور ان کے لیے عذاب آ رہا ہے جو واپس نہیں جاتا ﴿۴۶﴾

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئَاءَ بِهِمْ وَضَاقَ

اور جب پہنچے ہمارے رسول لوطؑ کے پاس تو اس پر غصہ ہوا اور تنگ ہوا

بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿۴۷﴾ وَجَاءَهُ

ان کے لیے سختی اور اس نے کہا یہ تو ایک سخت دن ہے ﴿۴۷﴾ اور آ رہا ہے

قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ط وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ

ان کے لوگ اس کی طرف دوڑ رہے تھے اور ان سے پہلے وہ بد عمل کرتے تھے

یعنی جس گھرانے پر خدا کی اس قدر رحمتیں اور برکتیں نازل رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات و خوارق و دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا، کیا ان کے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے؟ ان کا تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے۔
 نہیں لائق ہے کہ بشارت سن کر تعجب کی جگہ خدا کی تحمید و تمجید کریں کہ سب بڑیاں اور خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ سمیعاً بعض محققین نے لکھا ہے کہ نمرودوں میں جو درود شریف پڑھتے ہیں اس کے لفظ میں اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

فرشتوں سے حضرت ابراہیم کا مکالمہ | یعنی وہ سے مطمئن ہوئے تو فوراً قوم لوط کے مسئلہ میں فرشتوں میں بحث شروع کر دی۔ جس کا خلاصہ سورہ "عنکبوت" میں بیان فرمایا کہ فرشتوں نے ابراہیم کو مطلع کیا کہ ہم ان بتوں کو بدک کرنے آئے ہیں۔ ابراہیم بولے کہ ان میں تو خود لوط علیہ السلام موجود ہیں (پھر یہ پیغمبر کے ان میں موجود ہوتے ہوئے کیسے ہلاک کئے جاسکتے ہیں؟) فرشتوں نے کہا ہم سب وہ جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ لوط اور اس کے متعقلین کو وہاں سے علیحدہ کر دیا۔ مذہب نازک یا جایگا۔ تناسیر میں اس بحث کی جو تفصیل بیان ہوئی ہیں اللہ جانے وہاں تک پہنچے ہیں۔ یہاں تک کہ جت و مبالغہ لفظ "یاحاددا" سے تعبیر فرمایا۔ جس سے صاف مراد ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنی فطرت و تفقہت، نرم خوئی اور رحم دلی سے اس قوم پر ترس ہا کر حق تعالیٰ کی جانب میں چھ سناٹا کرنا چاہتے تھے اس کا جواب دیا کہ اس خیال و چھوڑنے ان ظالموں کا یہ لبریز ہو چکا ہے ب خدا کا حکم، اپنی نہیں ہو سکتا۔ مذاب آکر رہے گا جو کسی سفارش یا دہ و نیو سے نہیں مل سکتا۔

فرشتوں کا حضرت لوط کے پاس آنا | فرشتے نہایت حسین و جمیل و ریش و برکت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ بتداء حضرت لوط نے نہ پہچانا کہ فرشتے ہیں۔ معمولی مہمان سمجھے۔ ادھر اس قوم کی بے حیائی اور خوں بد معوم تھی۔ سخت فکر مند اور تنگ دل ہوئے۔ یہ مد معاش ان مہمانوں کا پیچھا کریں گے۔ مہمانوں کو چھوڑنا بھی مشکل اور ان خبیثوں کے ہاتھوں سے چھڑانا بھی دشوار، گویا ساری قوم سے بڑی مومن لیا ہے۔

السَّيَّاتِ ؕ قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ

برے کام ♦ بولے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں

لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَخْزُونِ فِي ضَيْفِي ؕ أَلَيْسَ

تم کو ہے سو، اتم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجھ کو میرے مسافروں میں کیا نہیں

مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ۝ قَالَوَا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا

یک مرد ایسی نیک چلن ♦ بولے تو تو جانتے ہو

فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۖ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝

تیری بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں درجہ کو معلوم ہے تو تم چاہتے ہیں ♦

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةٌ أَوْ إِيَّائِي لَكُنْ

کہنے کا کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا میری دہانہ میں

شَدِيدٌ ۝ قَالَوَا يَلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ

ہادیں ♦ ہمیں بولے لوٹ ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب سے ہرگز

يَصِلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ

پہنچ سکیں گے تجھ تک ♦ سولے کل اپنے لوگوں کو رات سے

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرَانِكَ ؕ إِنَّهُ مُصِيبُهَا

اور نہ مڑ کر دیکھے تم میں کوئی مگر عورت تین کہ اس کو پہنچ کر رہے گا

مَا أَصَابَهُمْ ؕ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ أَلَيْسَ الصُّبْحُ

جوں کو پہنچے ♦ ان کے وعدہ کا وقت ہے صبح کیا صبح نہیں ہے

♦ قوم لوط کی بے حیائی | یعنی اُس قوم کو نامعقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہیں چین سے بیٹھے دیتی، وہ ایسے خوبصورت لڑکوں کی خبر پاتے ہی نہایت بے حیائی کے ساتھ لوط علیہ السلام کے مکان پر اندھا دھند چڑھ دوڑے اور پوری قوت و شدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان نکلے حوالے کر دیے جائیں کیونکہ ہم پہلے ہی منع کر چکے ہیں کہ تم کسی مرد کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو۔ یہاں آئے مہمانوں کو ہم پر چھوڑ دو ہم جو چاہیں کریں۔

♦ قوم کو حضرت لوط کی فہمائش | حضرت لوط نے مہمانوں کی آمد و پھانے کے لئے ہر قسم کی کوشش کی۔ آخری بات اس شہوت پرست قوم سے یہ کہی کہ ظالمو! یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے حاضر ہیں۔ نکاح ہو جانے پر ان سے بطریق حلال تمتع کر سکتے ہو جو نہایت پاکیزہ اور شائستہ طریقہ ہے۔ خداست ڈرنا چاہئے کہ پاک اور مشروع طریقہ کو چھوڑ کر ایسے خلاف فطرت گندے کاموں میں مبتلا ہوتے ہو کم از کم میری ہی رعایت کرنا کہ میں ان مقدس مہمانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں۔ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سیدھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے۔ تنبیہ | ”ہو لاء یسائی“ سے مراد عام طور پر اس قوم کی لڑکیاں ہیں جن کو تجوزاً ”بیٹیاں“ کہا گیا۔ کیونکہ پیغمبر امت کے حق میں روحانی باپ ہوتا ہے، اور ویسے بھی عیارات میں قوم کے بڑے بوڑھے سب کی لڑکیوں کو اپنی ”بیٹیاں“ کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور اگر خاص و خاص علیہ السلام کی بیٹیاں مراد ہوں تو شاید ان میں سے بعض ممتاز و گوں کے نکاح کے لئے پیش کی ہوگی۔ اس وقت کافر کا نکاح مسلمان عورت سے جائز تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام کا مقصود اس قول سے نکاح وغیرہ کچھ نہ تھا۔ بلکہ ان کی زیدتیوں سے عاجز ہو کر مہمانوں کی آبرورہی نے کی دھن میں انتہائی تواضع سے یہ لفظ کہے۔ تاکہ ان میں غیرت و حیا کا کچھ شبہ اور آدمیت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہو تو یہ لفظ سن کر جھینپ جائیں۔ اور نرمی اختیار کر لیں، مگر وہ ایسے حیا دار کا ہے کہ کتھے کان پر جوں بھی نہ رہیں۔ پہلے سے زیادہ بے باک ہو کر بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

♦ پھر تنی حجت و تکرار کیوں کر رہا ہے ہم اپنا ناپاک ارادہ پورا کئے بدون نہ نہیں گے۔

♦ حضرت لوط کی گھبراہٹ | لوط علیہ السلام کی زبان سے انتہائی گھبراہٹ اور پریشانی میں بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ کاش مجھ میں بذات خود تم سب سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا کوئی طاقتور اور مضبوط پناہ دینے والا ہوتا۔ یعنی میرا کنبہ اور جھٹھا یہاں ہوتا۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”یَرْحَمُ اللَّهُ لَوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْحٍ شَدِيدٍ“ خدا لوط پر رحم فرمائے، بیشک وہ مضبوط مستحکم پناہ حاصل کر رہے تھے۔ یعنی خداوند قدوس کی مگر اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے حد ضیق کی وجہ سے ادھر ذیل نہ گیا۔ بے ساختہ ظاہری اسباب پر نظر گئی۔ لوط کے بعد جو نبیاء مبعوث ہوئے سب بڑے جتھے اور قبیلے والے تھے۔

♦ حضرت لوط کو فرشتوں کی تسلی | جب لوط علیہ السلام کے اضطراب و قلق کی حد ہو گئی، تب مہمانوں نے کہا کہ حضرت آپ کس فکر میں ہیں مطلق پریشان نہ ہوں، ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں یہ خبیث ہمارا تو کیا باز سکتے آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ تھامیں گے کہ وہ شریر لوگ دروازہ توڑ کر یا دیوار پھند کر اندر گھسے جاتے تھے، تب جبریل علیہ السلام نے خدا سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بندھا دیا اور ایک ذرا بزدان معونوں کی طرف ہلایا۔ جو سب کے سب نہایت اندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ بھائو لوط کے مہمان تو بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔

♦ عذاب الہی کی خبر | یعنی صبح کو عذاب آنے والا ہے۔ تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعاقبین کو لے کر یہاں سے تشریف لے جائیے اور اپنے ہمراہیوں کو مدایت کر دیجئے کہ جدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں تیری عورت کہ وہ ساتھ نہ جائے گی یا پیچھے پھر کر دیکھے گی۔ اس طرح اسی عذاب کی لپیٹ میں آجائے گی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔ کہتے ہیں اسی عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔

بِقَرِيبٍ ① فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

کرا ان پر سے وہستی اور نیچے

چراغ کی طرح

۱۰۰ یب

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ② مَّنْصُودٍ ③

تہ پتھر

نہر

اور برسے ہم نے اس پر پتھر

مُسَوَّمَةً ④ عِنْدَ رَبِّكَ ⑤ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ

ان ظالموں سے

اور تیس سے دوستی

تج سے رب سے یوں

تج سے تھوڑے

بِبَعِيدٍ ⑥ وَاللّٰی مَدِينٍ ⑦ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ⑧ قَالَ

۱۱

اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو

۱۰۰ یب

يَقُومِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ⑨ وَلَا

۱۲

کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

بندگی کرو اللہ کی

سے میری قوم

تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ⑩ إِنِّيْٓ أَنَا بَخِيلٌ وَإِنِّيْٓ

۱۳

میں دیکھتا ہوں تم کو سودا جان

۱۰۰ یب اور قول

مٹاؤ

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ⑪ وَيَقُومِ أَوْفُوا

۱۴

وہ سے قوم

۱۰۰ یب سے ایک گیم پینے والے ان کے

۱۰۰ یب سے قوم

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ⑫ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

۱۵

اور نہ غش کرو

۱۰۰ یب سے

۱۰۰ یب اور قول

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ⑬

۱۶

۱۰۰ یب سے

زمین میں

اور مت چڑ

۱۰۰ یب سے چیزیں

یعنی خوش ہو جائے اب ان ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا۔

قوم لوط پر ذلت و ہلاکت کا عذاب | جبریل علیہ السلام نے ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب سے نیچے پٹک دیا۔ اس طرح سب بستیوں پر دہانا ہو گئیں۔ پھر ان کی نکایت اور ذلت و رسوائی کی پوری تکمیل کے لئے اوپر سے جھانوں اور پتھر برسائے گئے۔ شہر کی آبادی سے الگ جو افراد اس قوم کے جس جگہ تھے وہیں پتھروں سے ہلاک کئے گئے (العیاذ باللہ) تنبیہ | جو سزا اس قوم کو اوپر نیچے کرنے کی ملی وہ ان کی شرمناک حرکت سے ظاہری مناسبت بھی رکھتی ہے۔

”منصود“ کے معنی مترجم محقق نے ”تہ بہ تہ“ کئے ہیں۔ بعض نے یہ معنی لئے کہ پتھر مسلسل یکے بعد دیگرے برس رہے تھے۔

نشان زدہ پتھر | یعنی کوئی خاص علامت ان پر تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الہی کے پتھر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔ واللہ اعلم۔

یعنی باعتبار زمانہ کے بھی قریب ہے کیونکہ ”ع د“ و ”شود“ و قوم نوح وغیرہ کے بعد یہ واقعہ ہوا۔ اور باعتبار مکان کے بھی کیونکہ ان کی بستیاں مدینہ اور شام کے درمیان میں تھیں۔ گزرنے والے قافلے وہاں کھنڈرات مشہدہ کرتے تھے۔ یا اس جگہ ”وما ہی من الظالمین ببعید“ کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا عذاب ایسے ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں۔ ہمیشہ خدا کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ تنبیہ | اس قصہ کے بعض اجزاء ”اعراف“ میں گزر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

یہ قصہ بھی سورۃ ”اعراف“ میں گزر چکا۔
حضرت شعیب کی اپنی قوم کو تبلیغ | یعنی خدا نے فراغت و رآسودگی عنایت کی تو ڈرتے رہو کہیں نافرمانی سے چھین نہ جائے اور آسائش و خوشحالی سب ہو کر دنیوی یا اخروی عذاب مسط نہ کر دیا جائے۔

یعنی اب تک جو ظلم و عدوان کا معیار و قانون تھا، اس کی اصلاح کرو۔
یعنی صرف اپ توں میں نہیں بلکہ کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو۔
یعنی شرک و کفر سے بچ کر اپنے توں سے یاد دوسری طرح اختلاف حقوق اور ظلم و ستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ۔ کہتے ہیں وہ لوگ ڈکیتی ڈالتے تھے اور امانت میں خیانت کرتے تھے۔

بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ

♦ اگر ہو تم ایمان لائے

وہاں سے تم کو

جو بقیہ ہے اللہ کا

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝۹۷ قَالُوا اإِشْعِيبُ أَصْلَوْتُكَ

اے شعیب یہ تیرے — ہاں پر جھٹلے

—

♦ اور میں میں ہوں تم پر نگہبان

تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرَكَ مَا يَعْْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ تَفْعَلَ

یہ تمہارا میں کرتا

جن کو پوجتے رہے ہمارے — باپ —

کہ ہم چھوڑ دیں

تجھ کو یہ سکھایا

فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَكِيمُ الرَّشِيدُ ۝۹۸

♦ تو ہی بڑا قاری ہے نیک طبع

جو تجھ کو کرتے ہیں اپنے مالوں میں

قَالَ يَقُومِ أَرَعَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيْنَةٍ مِّن رَّبِّي

میں نے رب کی طرف سے

اگر مجھ کو سمجھ گئی

دیکھو تو

اے قوم

یہ

وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ

کہ بعد و خود کو کراں

اور میں یہ نہیں چاہتا

♦ نیک روزی

اور اس سے راہی دی مجھ کو

إِلَىٰ مَا أَنُهِكُمْ عَنْهُ ۚ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا

جہاں تک

میں تو چاہتا ہوں سنبھالنا

♦ وہ کام جو تم سے چھڑاؤں

اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے

اور میں آج ہے اللہ کی مدد سے

جو ملے

وَالِيهِ أُنِيبُ ۝۹۹ وَيَقُومِ لَا يُجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَنْ

یہ

نہ کہ تو میری ضد کرے

اور اے قوم

♦ اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے

حلال مال میں برست ایک ایمان رکھنے والا یا جو نیک نیک حقوق اور کئے چائے رہے گو قلیل ہو، اس کثیر سے بہتر ہے جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔ مال حلال میں جو نیک مال تول کر لیا دیا جائے فی الحال یہ کہ توئی سے، اور خدا کے یہاں اجر ملتا ہے۔

یعنی میں نے تم کو نصیحت کر دی۔ آگے اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھڑو۔
حضرت شعیبؑ سے قوم کا استہزاء یہ بطور استہزاء و تمسخر کہہ رہے تھے، کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنے۔ کیا ساری قوم میں ایک آپ ہی بڑے عقلمند، باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟ ہاں، ہم اور ہمارے بزرگ سب جاہل اور احمق ہی رہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے، کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادوں کا پرانا دین چھوڑیں اور ہمارے اموال میں ہمارا لگانا اختیار نہ رہنے دیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے چاہیے۔ ہمارے مذہبی دنیاوی معاملات اور مال تول کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”جاہلوں کا دستور ہے کہ نیکوں کے کام آپ نہ کر سکیں تو انہیں کو بڑا نہ لگیں۔ یہ ہی خصلت ہے کفر کی۔“ بعض مسرین نے ”انک لانت الحلیم الرشید“ کو استہزاء پر نہیں۔ واقعیت پر حمل کیا ہے۔ یعنی تو ایک سمجھ دار، باوقار، اور نیک چلن آدمی ہے۔ پھر ایسی بے موقع باتیں کیوں کرنے لگا۔ جیسے صالح علیہ السلام کو کہا تھا ”قد کُنتَ لِنَا مَوْحُوًّا قَبْلَ هَذَا، اِنَّهَا اَنْ تَعْبُدَ مَا يَعْْبُدُ اَبَاؤُنَا“ الخ۔

حضرت شعیبؑ کا جواب یا تو ظاہری روزی مراد ہے۔ یعنی مال تول میں کمی بیشی کئے بدون حلال و طیب طریق سے روزی مرحمت فرمائی یا باطنی روزی یعنی علم و حکمت اور نبوت عطا کی، خلاصہ یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ کو فہم و بصیرت دے کر وہ صاف راستہ دکھا دیا جو تم کو نظر نہیں آتا اور اس دولت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا تو کیا اس کا حق یہ ہے کہ میں ”معاذ اللہ“ تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں، یا تمہارے استہزاء و تمسخر سے گھبر کر نصیحت کرنا در سمجھنا چھوڑ دوں؟ ہرگز نہیں۔

یعنی جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خوشنہش نہیں کہ تم سے پیچھے ہو کر خود ان کا ارتکاب کروں مثلاً تمہیں تارک الدنیاؤں اور خود دنیا سمیٹ کر گھر میں بھڑوں، نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا پابند ہوں، تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔ میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ تمہاری دینی و دنیوی حالت درست ہو جائے۔ موجودہ ردی حالت سے نکل کر بام ایمان و عرفان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اس مقصد اصل راہ کے سوا دوسرا مقصد نہیں، جسے میں اپنے مقصد و واسطہ علت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا، باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں، یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔ اسی کی امداد و توفیق سے سب کام انجام پا سکتے ہیں، میرا بھروسہ اسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

يُصِيبُكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ

پنا تم پر جیسا کہ پہلے چڑھا قوم نوح پر قوم ہود پر

قَوْمَ صَالِحٍ ۚ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيدٍ ۝۱۱۰ وَاسْتَغْفِرُوا

قوم صالح پر اور قوم لوط اور تم سے پہلے وہی نہیں اور سب سے

رَبِّكُمْ ثُمَّ تَوْبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ۝۱۱۱ قَالُوا

اپنے رب سے اور چونکہ وہ اس کی طرف بہت مہربان رحمت والا ہے

إِنَّا لَنَرِيكَ يَشْعَبٌ ۚ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ

سے شعب ہم نہیں سمجھتے بہت، تیرے جو کہتا ہے اور ہم تو، کہتے ہیں

فَبِنَا ضَعِيفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنْتَ

کہہ ہم میں کمزور ہے اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بندو تھو تو ہم سنگسار کرتے اور ہماری نگاہ میں

عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝۱۱۲ قَالَ يَقَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ

تیری کچھ عزت نہیں ہے کہ میرے بھائی بدو کا بدو تم پر زیادہ ہے اے قوم

اللَّهُ ۚ وَاتَّخَذْتُ مَخْلُوعًا ۚ وَرَأَيْتُكُمْ ظَاهِرًا لِّرَبِّ ۚ بِمَا

اللہ سے اور میں نے بنایا مخلوق اور میں نے دیکھا تم نے اپنے پیچھے بھڑکے تحقیق میرے رب سے ظاہر ہیں

تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝۱۱۳ وَيَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

جو کچھ کرتے ہو اور اے میری قوم کیے جاؤ اپنی جگہ

إِنِّي عَامِلٌ ۚ سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ

میں بھی کام کرتا ہوں تم جلد سے معلوم کرو گے کس پر آتا ہے عذاب

یعنی میری ضد اور عداوت کے جوش میں ایسی حرمتیں مت کرنا جو تم کو گزشتہ اقوام کی طرح سخت تباہ کن عذاب کا مستحق بنا دیں، نوح، ہود اور صالح علیہم السلام کی متوں پر تکذیب و عداوت کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں، اور لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب میں ہوا ہے اس کی یہ تہجد رے حافظہ میں تازہ ہوگی ان نغائر کو فراموش مت کرو۔

کیسا ہی پرانا اور کٹر مجرم ہو جب صدق دل سے س کی ہر گاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے وہ اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

قوم شعیب کی بہت دھری | سمجھتے سب کچھ تھے لیکن عداوت و حق پوشی سے ایسا کہتے تھے کہ تیری بات کچھ نہیں سمجھتے نہ معلوم کیا مجذوبوں کی بڑھاپہ رک رہا ہے (لعینۃ باندہ) اور اگر واقعی وہ ایسی سیدھی اور صاف باتیں ہے تو جہی یا عبادت کی وجہ سے سمجھتے نہ تھے تو یہ کلام اپنے ظاہر پر محض ہوگا۔

یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ تو اہ سارے جہان کو اپنا دشمن بنا رہا ہے۔ اسے چاہئے اپنے حال پر رحم کھائے، بیٹھے بٹھائے اپنے کو موت کے منہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہے (تنبیہ) بعض سلف سے ”ضعف“ کے معنی ”ضریر البصر“ (نا بینا) کے منقوس ہیں۔ شاید کسی خاص وقت میں عارضی طور پر خطہ بری چٹائی جاتی رہی ہو۔ جیسے یوسف علیہ السلام کے فراق میں حضرت یعقوب کا حال ہوا تھا۔ مفسرین نے بعض روایات نقل کی ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام روتے بہت تھے حتیٰ کہ نگاہ جاتی رہی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ شعیب اس قدر کیوں روتا ہے؟ جنت کے شوق میں یا دوزخ کے ڈر سے؟ عرض کیا، پروردگار! تیری لقا کا خیال کر کے روتا ہوں کہ جس وقت آپ کا دیدار ہوگا نہ معلوم میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ ارشاد ہوا تجھ کو ہماری لقا (دیدار) مبارک ہو، اے شعیب! اسی لئے میں نے اپنے کلیم موسیٰ ابن عمران کو تیری خدمت کے لئے کھڑا کر دیا ہے، کہتے ہیں خدا نے ان کی چٹائی واپس کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بصحته۔

یعنی تیرے کنبر کے لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا خیال آتا ہے ورنہ س تک تجھے سنگسار کر ڈالتے۔
حضرت شعیب کا جواب | جنی افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوں اور صاف اصرار و نشانہ اپنی سچائی کے دکھا رہا ہوں گو یہ تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اسکا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے۔ خدا کی عظمت و جلال کو ایسا بھاریا کہ کبھی تمہیں تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھد کر (مؤذندہ) پس پشت ڈال دے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمامی افعال و اعمال خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی کام کرو اور کسی حالت میں ہو، ایک آن کے لئے بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔

يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۖ وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ

۲ رنے وال اور کون سے جھوٹا میں کی تمہارے ساتھ

رَقِيبٌ ۚ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا ۖ وَالَّذِينَ

ناک رہا ہوں اور اسے بچا ہوا راہم پیو ایم نے شعیب اور

آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا ۖ وَآخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا

یمان دے تھے اس کے ساتھ ان سے بدیہی اور آ کر ان ظالموں کو

الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُثَثِينَ ۚ كَانَ لِمِ

ڑک نے پھر صبح کو روئے اپنے گروں میں ودھے پڑے ہوئے

يَغْنَوُا فِيهَا ۖ إِلَّا بَعْدَ الْمَدْيَنَ كَمَا بَعَدَتْ ثَمُودُ ۚ

جی وہاں سے ہی نہ تھے جن کو پہنکار ہے مدین کو جیسے پھنکار ہوئی تھی ثمود

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۚ

اور ابست بھیج چکے ہیں ہم موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۖ فَاتَّبَعُوا أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پیرو پی حکم پر فرعون کے

أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ۚ يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ہست فرعون کی کچھ کام کی آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن

فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَيُسَّ الْبُورُودُ ۚ وَاتَّبَعُوا

پھر پہنچائے گا ان کو آگ اور نہ کھٹ ہے جس پر پیچے اور پیچے سے پیروی

قوم کو عذاب کی خبر | یعنی اچھا، تم اپنی ضد اور ہٹ پر جسے رہو، میں خدا کی توفیق سے راہ ہدایت پر ثابت قدم ہوں غرقِ یب پہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب نصیب کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم اور تم دونوں فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔

قومِ شعیب پر اللہ کا عذاب | یہاں قومِ شعیب کا کڑک (فرشتہ کی چیخ) سے ہلاک ہونا مذکور ہے اور اعراف میں "رحمہ" کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ سورہ شعراء میں "عذابا یوم الطلۃ" ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سامان کی طرح ان پر محیط ہوئے۔ ان شے نکلت ہیں یہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیے گئے تھے، پھر ہر سورت میں وہاں کے یاقی کے مناسبت عذاب کا ذکر کیا گیا۔ "اعراف" میں تھا کہ ان لوگوں نے شعیب سے کہا کہ ہم تم وادرتہا سے ساتھیوں واپنی سرزمین سے نکال دیں گے۔ وہاں بتا دیا کہ "ان زمین سے کام نہ پاؤ۔ پتہ تھے، اسی کے زلزلہ سے ہلاک ہو گئے۔ یہاں ان سے سخت گستاخانہ مقالات کا ذکر تھا، اس لئے بالقابل آسمانی "صیحہ" (کڑک) کا ذکر فرمایا۔ سورہ عذاب الہی کی ایک ترکیب میں ان کی سب آوازیں گم ہوئیں۔ سورہ شعراء میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "فانقطع علینا کلمہ من السماء ان کنت من الصادقین" یعنی اگر تو سچا ہے تو میرا آسمان کا ایک ٹکڑا اُراد۔ اس کے مقابلہ میں "عذابا یوم الطلۃ" کا تذکرہ فرمایا۔

یعنی دونوں "صیحہ" سے ہلاک ہوئے۔

حضرت موسیٰ کی انشائیں اور معجزات | شیعوں سے غالب معجزات اور وہ وایتیں مراد ہیں، جن کا کبر و کبر و لدائیا فوسی تسع ایات میں ہوا ہے۔ اس میں سے عجزہ مص کو جو نہایت فخر و قابری عجزہ تھا شاید "سلطان مُبین" (واضح سند) فرمایا "یا سلطان مُبین" سے وہ روشن دلائل مراد ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے خدا تعالیٰ کے ادب و توحید وغیرہ کے متعلق پیش کیے ہیں اور وہ مقامات میں آئے گا۔ اور ممکن ہے سلطان مُبین نے اس کے بعدی معنی (یعنی ظاہر و غلبہ) مراد لئے ہوں، کیونکہ فرعونوں کے مقابلہ پر بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمایاں غلبہ اور فتح مبین حاصل ہوتی رہی۔

فرعون کی حالت | یعنی کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونوں نے وغیرہ کی بات نہ مانی، اسی وقت خدا نے ضم پر چلتے ہوئے حاکم اس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی، جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کر سکتا۔

جس طرح یہاں نہایت میں ان کا امام تھا، قیامت کے دن بھی امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کی اندھی تقلید کرتے تھے وہ ان کے پیچھے پیچھے آخری منزل (جہنم) تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ حادثہ ہے جہاں خدا نے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ لے لی۔

فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ بِئْسَ الرِّفْدُ

کے جہان میں قسمت

درون قیامت کے جہی

بہ اُومت

الْمَرْفُودُ ۝ ذَلِكُمْ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرْآنِ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ

جۈمھۇرىيەت

یہ تصور ہے کہ حالات میں بدستیاں

کے لئے

مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ

بعض لوگوں سے اچھا کام ہے

۱۱. رمضان پر دستِ نبوی

[illegible]

1

ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي

کلمہ مرے دہی پی چاہیے

پیر محمد کا نام ہے جس نے یہ (محبوبہ)

•

يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ أَمْرُ

424

سوائے ان کے

کی چر میں

اس وقت پوری

رَبِّكَ ۖ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ﴿٢١﴾ وَكَذَلِكَ أَخْذُ

اور نہیں بڑھایا کہ حق میں سوائے ہدایہ کرنے کے

وہا کی سی ہے

رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ

تمہیں

دستِ بزمِ مستقیم و

(Signature)

مفت محمد رفیع

الْيَوْمَ شَدِيدًا ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّمَن خَافَ

♦ دریا کس سے شدت (رار) کی

اگر بات میں نشانی ہے

سچو چور ہوتا ہے

عَذَابِ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لِّلنَّاسِ وَ

٦- مجلس

وہ ایک دن ہے

جس میں جمع ہوں گے سب لوگ

یعنی رہتی دنیا تک لوہ فرعون اور فرعونوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے پھر قیامت میں ملائکہ اللہ اور اہل معرفت کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگا تا رہے گا۔ گویا یہ انعام ہے جو ان کے کارناموں پر دیا گیا۔

یعنی پچھلی قوموں کے قصے جو تم کو سنائے گئے کہ کس طرح نبیوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں، پھر کس طرح تباہ ہوئے، ان میں سے بعض کی بستیاں ابھی آباد ہیں جیسے ”مصر“ جو فرعون کا مقام تھا اور بعض اجڑ گئیں۔ مگر ان کے کچھ ٹکندر باقی ہیں۔ جیسے قوم لوط کی بستیاں، اور بعض کا نشان بھی صفحہ ہستی پر باقی نہ رہا۔

پچھلی قوموں کی ہلاکت کے اسباب | یعنی خدا نے کسی کو بے قصور نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم ہو سکے، جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے گئے ٹکل گئے، اس طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا۔ پھر دیکھو جن معبودوں (دیتاؤں) کا انہیں بڑا سہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت کچھ بھی کام نہ آئے۔

باطل معبود کا کام کیا آتے^{۱۴} لئے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب انہیں نفع و ضرر کا ماک سمجھا، امیدیں قائم کیں، چڑھاوے چڑھائے تعظیم اور ذنڈات کی، تو یہ رو بہ رد یکین پڑا۔ تکذیب انبیاء، وغیرہ کا جو عذاب ہوتا شرک و بت پرستی کا عذاب اس پر مزید رہا۔

یعنی خالصوں کو بڑی حد تک مہلت دی جاتی ہے۔ جب کسی طرح باز نہیں آتے تو پکڑ کر گلا دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ تکلیف کم ہو، یا اس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے، اس خیل است و محال است و جنوں۔

ان واقعات سے عبرت پکڑو | یعنی دنیا جو ”دارِ عمل“ ہے، جب اس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء، پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص ”دارِ جزاء“ ہے، کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی^{۱۵} اور کیا صورت رستگاری کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کے لئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے۔ اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے۔

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ﴿١٣﴾ وَمَا نُوَخِّرُهُ اِلَّا لِاجَلٍ

اے ہاں سے سب کے پیش ہونے کا ﴿۱۳﴾ اس کو ہم دیر جو کرتے ہیں ہوا ایک وعدہ کے لیے

مَعْدُودٍ ﴿١٤﴾ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهِ ج

جو مقرر ہے ﴿۱۴﴾ جس کا آؤں گا بات نہ کرے گا کوئی چہ دار مگر اس کے حکم سے

فِيْنَهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ ﴿١٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُّوا فِى

سوئ میں ہیں جسے بد بخت ہیں اور جسے یک نیت ﴿۱۵﴾ سو خوش لوگ بد نیت ہیں دو تو

النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَشٰهِيْقٌ ﴿١٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا

جہنم میں ہیں ان کو وہاں چھتا ہے اور جھڑنا ہمیشہ ہیں اس میں جب تک

دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ط اِنَّ

رہے ۲۴ اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب سب تک

رَبُّكَ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا

تیرا رب کڑا لڑے جو چاہے اور جو تک نیک بات ہیں

فِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

سو بخت میں ہیں ہمیشہ ہیں اس میں جب تک رہے ۲۴

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ط عَطَاءٌ غَيْرٌ مَّجْدُوْدٍ ﴿١٨﴾

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بخشش ہے بے انتہا ﴿۱۸﴾

فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُوْهُ هُوَ لَآ مَا يَعْبُدُوْنَ

سو نہ رہو شک میں ان چیزوں سے جن کو پوجتے ہیں یہ لوگ جو نہیں پوجتے

یعنی تمام دنیا کا بیک وقت فیصد اسی دن ہوگا جب سارے اولین و آخرین کھٹے کٹے جائیں گے اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا۔ گو یہ خدائی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہی ہوگا۔

یعنی اللہ کے علم میں جو مبعوث مقرر ہے وہ پوری ہو جائے گی تب وہ دن آئے گا تاخیر سے یہ گمان مت کرو کہ یہ محض فرضی اور دہمی باتیں ہیں۔

یعنی کوئی شخص ایسی بات جو مقبول و نافع ہو بدون حکم الہی کے نہ کر سکے گا اور محشر کے بعض مواقف میں تو مطلقاً ایک حرف بھی اذن و اجازت کے بدون منہ سے نہ نکال سکیں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب آیات کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جس قدر مدت آسمان و زمین دنیا میں باقی رہے اتنی مدت تک اشتیاء و دوزخ میں اور سعادت و جنت میں رہیں گے مگر جو اور زیادہ چاہے تیرا رب وہ اسی کو معصوم ہے۔ کیونکہ ہم جب طویل سے طویل زمانہ کا تصور کرتے ہیں تو اپنے حول کے اعتبار سے بڑی مدت یہی خیال میں آتی ہے۔ اسی لئے "مداامت السموات و الارض" وغیرہ غلط محاورات عرب میں دوسرے کے مقبوم کو ادا کرنے کے لئے بولتے ہیں۔ باقی وہ اس واقعہ کا اسی مدلول جسے محمد و زمانہ پہنچا دینے والی حق تعالیٰ سے علم غیر متناہی کے ساتھ منتقل ہے جس کو "ماشاء ربک" سے ادا کیا۔ دوسرے معنی آیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ غلط "مداامت السموات و الارض" کو سنایا۔ اس سے مانجائے۔ یا آسمان و زمین سے آخرت کا زمین و آسمان مراد لیا جائے۔ جیسے فرمایا "یوم نبدل الارض غیر الارض و السموات" (ابراہیم، رکوع ۷) مطلب یہ ہوا کہ اشتیاء و دوزخ اور سعادت و جنت میں اس وقت تک رہیں گے جب تک آخرت کے زمین و آسمان باقی رہیں، یہی ہمیشہ۔ مگر جو چاہے تیرا رب تو موقوف ردے و بان ہمیشہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جنتیوں اور دوزخیوں کا خود بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے۔ لیکن وہ چاہے چاہے کہ نہ فرما میں کا داب اور اہل جنت کا ثواب بھی موقوف نہ ہوگا۔ چنانچہ فرمایا "وما ہنم بحار جہنم من انبار" (نہ، رکوع ۲۰) "نریبذون ان یسخر جنوا من لہم و ما ہنم بحار جہنم" (ماکہ، رکوع ۶) "وان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" اور "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء" (نہ، رکوع ۱۸) اس پر تمام اہل علم کا اجماع رہا ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض تارنما تفسیرین نے جو چہ اس کے خلاف چیزیں پیش کی ہیں وہی روایات ضعیفہ و مضمومہ ہیں یا اقوال غریبہ مآد۔ یا محض آیات و احادیث ہیں جن کا مطلب و تاہ نظر کی بد فہمی سے غلط سمجھ یا یہ ہے۔ مگر خدائی وفاق سے مستقل تفسیر لکھنے کی وقت آئی اس میں مفصل کام کیا جائے گا۔ اختصار کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں، رباعصۃ موحدین کا مسئلہ فنی جو مسلمان گناہوں کی بدولت دوزخ میں ڈالے جاتے ہیں (اعیاد و بدعت) ان کے متعلق احادیث صحیحہ نے ہم خدا کی مشیت پر مطلع کر دیا ہے کہ ایک دن سرور ان کو نکال کر جنت میں پہنچائیں گے جہاں سے کسی جنتی کو کبھی ڈھنسا نہیں۔ شریعتی نقطہ سے جنتیوں کے ذکر میں "عطائے غیر مخلدود" اور اشتیاء کے ذکر میں "ان ربک فعال لما یؤید" رشد ہوا۔ تا معلوم ہو جائے کہ بعض اشتیاء و دوزخ سے نکالے جائیں گے مگر سعید کوئی جنت سے خارج نہ کیا جائے گا۔ (تنبیہ) "الا ماشاء ربک" سے متنبہ فرمایا کہ خدا کے ہمیشہ رہنے اور مخلوق کے ہمیشہ رہنے میں فرق ہے، اس مخلوق کا ہمیشہ رہنا ہمہ وجوہ خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ جب چاہے فنا کر سکتا ہے۔ نیز یہ جتنا دیا کہ جز و سزا دینا سکے اختیار و مشیت کے تابع ہے۔ "تربہ سانج" وغیرہ کے عقیدہ کے موافق وہ اس پر مجبور نہیں۔

إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِّن قَبْلُ ۖ وَإِنَّا لَنُوفِّهُمُ

مگر یہی جیسا کہ چاہتے تھے ان کے باپ دادا سے اس سے پہلے اور ہم نے انہیں ان سے پہلے

نَصِيْبُهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ۚ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ

ان کا حصہ یعنی عذاب سے بے نقصان اور اپنی ہم سے دینی نعمت کو

الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۖ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

کتاب میں میں پہلے پہلے اور اگر نہ ہوتا یہ کلمہ کہ پہلے فرما دیتا

مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ

تیرے رب تو فیصلہ ہو جاتا ان میں اور ان کو اس میں شبہ

مِّنْهُ مُرِيبٍ ۚ وَإِن كَلَّا لَيُوفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

یہ مطمئن نہیں ہونے دیتا اور جتنے دیکھیں وہ ہیں جب وقت آیا اور اس کا (عقل، سمجھ) اس سے زیادہ

أَعْمَالُهُمْ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۚ فَاسْتَقِمُّ

ان کے عمل اس کو سب خبر ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں تو سیدھا چلنا

كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ

جیسا تجھ کو حکم ہوا اور جس نے توبہ کی تو میرے ساتھ اور حد سے نہ بڑھو

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۚ وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ

دیکھتے ہو جو کچھ تم کرتے ہو اور مت چکو ان کی طرف جو

ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ

ظالم ہیں مگر تم کو ملے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا مددگار

یعنی اتنی مخلوق کا شرک و بت پرستی کے راستہ پر پڑ لینا اور اب تک سزا یاب نہ ہونا، کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکہ کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے۔ یہ لوگ اپنے باپ داداؤں کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں۔ وہ جہوں نے معبود بنائے کیا کام؟، جو ان کے کام آئیں گے؟ یقیناً نہ سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصہ ملے گا۔ جس میں کوئی کمی نہ ہوگی یا کبھی کم نہ کیا جائے گا گویا لفظ "غیر منصوص" عطاء غیر منخلود کے مقابل ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دنیا میں رزق وغیرہ کا جو حصہ مقدر ہے وہ پورا ملے گا۔ پھر شرک کی پوری سزا بھگتیں گے۔

خیر و شر کے اختلاف کی حکمت | موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر بھیجا تو آپس میں پھوٹ پڑ گئی، کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا۔ جس طرح آج قرآن عظیم کے متعلق یہی اختلاف ہو رہا ہے۔ بیشک خدا اقدار تھمتھی کہ یہ اختلاف و تفریق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکے کے بعد ترمیم مہم بین کافورا استیصال کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا۔ مگر اس کی حکمت نمکونی اس وقت تک نہیں نہ ہوئی۔ ایک بات اس کے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے گا۔ وہ کس راستہ پر چلتا ہے، کیا حائق و مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا جبر و انہی کا رے سے فطرت صحیحہ کی رہنمائی کو بغیر باد کہہ کر اپنے کو غضب و خد کا مظہر ٹھہراتا ہے۔ "نفلو نکم ایکم احسن عملا" اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کی ساخت ایسی بنائی کہ وہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں بالکل مجبور و مضطر نہ ہو اس کا رزی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں خیر و شر اور نیک و بد کی باہمی توفیق جاری رہے بعد مہم و غضب و عیب کے جائیں۔ تاہم "الا من رحم ربک" کے ساتھ "لا فلاح لہم من اللہ والناس" والی بات بھی پوری ہو۔ مناسب یہی وہ کلمہ (لفظ) ہے جو گمراہ فریاد چکا ہوتا تو سب خدات کا ایک دم خاتمہ کر دیا جاتا۔ عام لوگ ان ممکنات کو نہ سمجھ سکتے کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ آئندہ بھی ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔

یعنی ابھی وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا بھٹکان کیا جائے۔ لیکن جب وقت آئے گا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائے گا۔ تاخیر عذاب سے یہ نہ سمجھو کہ اسے تمہارے اعمال کی جبر نہیں۔

اوامہ پر استقامت کا حکم | آپ ان شرکین کی جہنمیت میں نہ پڑیے۔ آپ کو اور ان لوگوں کو جہوں نے کفر و غیرہ سے توبہ کر کے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، احکام الہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جے رہنا چاہئے۔ عقائد، احقاق، عبادات، معاملات، دعوت و تبلیغ وغیرہ، ہر چیز میں افراط یا تفریط سے بچنا تو سب و استقامت کی رو پر سیدھے چلے جاؤ۔ کسی معاملہ میں افراط و تفریط کی جانب اختیار کر کے حد سے نہ لگو، اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

مِنْ أَوْلِيَاءِ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴿۱۳﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي

مردگار پھر کہیں عدتہ پاؤ گے اور قائم کرنا رکھو وہاں طرف

النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَّ

دن کے اور کچھ نیکوئوں میں رات کے بہت نیکیاں وہ برائی ہیں

السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرٌ لِلذَّكْرَيْنِ ﴿۱۴﴾ وَأَصْبِرْ

برایوں کو یہ یاد گاری ہے یاد رکھو وہاں کو صبر کرو

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۵﴾ فَلَوْلَا

البتہ اللہ صاحب کج نہیں کرتا ثواب بھی کرتے، لوں کا سو کیوں نہ

كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ

ہوئے اُن جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں سبے دگ جن میں خرچہ رہا

يَنهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ

کے منع کرتے رہتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے کچھ نہ

أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ

ہم نے بچایا ان میں سے اور چلا وہ لوگ جو ظلمتوں میں رہے تھے

وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ

اور تھے مجرم اور تیرے رب ہرگز یہ نہیں ہو گا کہ

الْقُرْءَانَ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿۱۷﴾ وَلَوْ شَاءَ

کے تیروں کو ظلمتوں سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں اور اگر چاہتا

پہلے "لا تَطْفُوا" میں حد سے نکلنے کو منع کیا تھا اب بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ظالم (حد سے نکلنے والے) ہیں، انکی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ ان کی سوالات، مصحبت، تعظیم و تکریم، مدح و ثناء، ظاہری عجب، اشتراک عمل، ہر بات سے حسب مقدور محترم رہو، مہربان آگ کی لپٹ تم کو نہ لگ جائے۔ پھر نہ خدا کے سوا تم کو کوئی مددگار ملے گا اور نہ خدا کی طرف سے کوئی مدد پہنچے گی۔

◆ نمازوں کے اوقات خالموں کی طرف مت جھکو۔ بلکہ خدائے وحدہ شریک نہ کی طرف جھکو۔ یعنی صبح و شام اور رات کی تاریکی میں خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہ بنی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔ تنبیہ | دن کے دونوں طرف یعنی طلوع و غروب سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ یا ایک طرف فجر اور دوسری طرف مغرب کو رکھا جائے کہ وہ بھی بالکل غروب کے متصل ہوتی ہے۔ اور بعض سلف کے نزدیک اس میں فجر اور ظہر و عصر تین نمازیں داخل ہیں۔ گویا دن کے دو حصے کر کے پہلے حصے میں فجر کو اور دوسرے حصے میں جو نصف النہار سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے، دونوں نمازوں (ظہر و عصر) کو شمار کر لیں۔ اور "زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ" سے نقطہ "عشاء" یا "مغرب" عشاء" دونوں مراد ہیں۔ ابن کثیر نے یہ احتمال بھی لکھا ہے کہ "ظہر ظہی السہار" سے فجر و عصر اور "زُلْفَا مِنَ اللَّيْلِ" سے تہجد مراد ہو۔ کیونکہ ابتدائے اسلام میں یہ ہی تین نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ بعدہ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی اور باقی دو کے ساتھ تین کا اضافہ کیا گیا (واللہ اعلم)

◆ نماز کے فوائد | یعنی نمازوں کا قائم رکھنا، خدا کی یادگاری ہے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ "اقِمِ الصَّلَاةَ قَلْبًا مَخْمُومًا" یا یہ مطلب ہے کہ "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الشُّبُهَاتِ" کا ضابطہ یاد رکھنے والوں کے لئے یاد رکھنے کی چیز ہے۔ جسے کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے مومن کو نیکیوں کی طرف خاص ترغیب ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو تین طرح، جو نیکیوں کرے اس کی برائیاں معاف ہوں، اور جو نیکیاں اختیار کرے اس سے خوں برائیوں کی چھوٹے، اور جس ملک میں نیکیوں کا رواج ہو وہاں ہدایت آئے اور گمراہی مٹے، لیکن تینوں جگہ وزن غالب چاہئے۔ جتا میل اتنا صابون۔"

◆ صبر اور صلوة کا تعلق | قرآن کریم میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی امداد و اعانت حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل ہے۔ صلوٰۃ اور صبر وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (بقرہ) یہاں بھی "صلوٰۃ کے بعد" صبر کا حکم فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ مومن خدا کی عبادت و فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے اور کسی دکھ درد کی پروا نہ کرے، جب خدا کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے اس کے یہاں کسی نیکو کار کا اجر ضائع نہیں ہوتا، بلکہ اندازہ سے زائد ملتا ہے۔

◆ مصلحین کی ضرورت اور اہمیت | یہ پچھلوں کا حال سنا کر نسبت محبت یہ گواہاں گیا ہے کہ ان میں "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔ گزشتہ قوس میں اس سے جاہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے با اثر آدمی حن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا، اس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت گھڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا۔ چند گنتی کے آدمیوں نے "امر بالمعروف" کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم جاہ ہو گئی۔ شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی۔ تھوڑے تھے سو آپ نکل گئے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ "امر بالمعروف" و "نہی عن المنکر" ترک کر دیں تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے (العیاذ باللہ)۔

◆ یعنی جس ہستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں، ظلم و فساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ انہیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔ عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر و عصیان یا ظلم و طغیان میں حد سے نکل جائیں۔

رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ

اور ہمیشہ رہتے ہیں

تیار رہتے ہیں

تو آپ برا نہ کہوں

مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ

اور ان کے لئے یہ ہے

مگر جن پر رحم کیا ہے

خلاف میں

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

انوں سے

کہ بہت سے ان کا اور

اور وہی دلی، ستیج سے

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

اور سب چیزیں کہتے ہیں ہم تم سے

اور ان سے

أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُنَبِّئُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي

اور ان سے

جس سے تمہاری

رسولوں کے

هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُلْ

اور ان سے

اور یہ دعا داشت ایمان و

اور نصیحت

اس سورت میں تحقیق،

لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ ۖ اِنَّا

ہم تمہیں

یہ جہاد

کام کے

جو ان سے

ان کو

عَمَلُونَ ۝ ۱۱۰ ۖ وَانْتَظِرُوا ۖ اِنَّا مُنْتَظِرُونَ ۝ ۱۱۱ ۖ وَلِلّٰهِ غَيْبُ

اور اللہ کے پاس سے

ہم بھی منتظر ہیں

اور انتظار کرو

کام کرتے ہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ ۖ فَاعْبُدْهُ

سواری کی

اور اسی کی طرف رجوع ہے سب کام کا

اور ان کی

پست آواز

❖ یعنی جیسا کہ بارہا پہلے لکھا جا چکا ہے خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی اس کو مشتقی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ اسی سے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا۔ مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاف و صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرت سیدہ کے موافق سب جتنے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اسی لئے ”إِلَّا مِنْ رُحْمَةٍ رَّبِّكَ“ سے متنبہ فرما دیا کہ جن پر خدا نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنیٰ ہیں۔

❖ تخلیق عالم کی غرض و غایت یعنی دنیا کی آفرینش سے غرض یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی ”صفات جمالیہ“ و ”قہریہ“ کا ظہور ہو، اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تاکہ ایک جماعت اپنے مالک کی وفاداری و اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے۔ جو الامس رُحْمَةٍ کی مصداق ہے اور دوسری جماعت اپنی بغاوت و نغاری سے اس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر جس دوام کی سزا بھگتے۔ جس پر خدا کی یہ بات پوری ہو ”لَا تَلْعَلْنَ جَهَنَّمَ مِنْ الْمُحْتَبِقَاتِ النَّاسِ اِخْمَعِينَ“ بہر حال آفرینش عالم کا شرعی مقصد عبادت ہے، ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“ (الفاریت، رکوع ۳) اور تکوینی غرض یہ ہے کہ تشریحی مقصد کو اپنے کسب و اختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دو گروہ ایسے موجود ہوں جو حق تعالیٰ کی صفات جلالیہ یا باقاعظ دیگر لطف و قہر کے مورد مظہر بن سکیں۔ درکار خاندان عشق و کفر ناگزیر راست دورخ کر اسوز دگر بولہب نہ باشد پھر لطف و کرم کے مظاہر بھی اپنے مدارج استعداد و عمل کے اعتبار سے مختلف ہونگے۔ گلبائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن سے ذوق اس جہاں و ہے زیب اختلاف سے

❖ **قصص قرآن کی حکمت اور فوائد** | اوپر بہت سے انبیاء و رسل کے قصص مذکور ہوئے تھے، اب ختم سورت پر ذکر قصص کی بعض خصلتوں پر تنبیہ فرماتے ہیں۔ جتنی گزشتہ اقوام و رسل کے واقعات سن کر پیغمبر علیہ السلام کا قلب بیش زبش ساکن و مطمئن ہوتا ہے اور اہمیت کو تحقیقی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جن میں نصیحت و تذکیر کا بڑا سامان ہے۔ آدمی جب سنتا ہے کہ میرے ابا نئے نوع پہلے فلاں جرائم کی پاداش میں ہلاک ہو چکے ہیں تو اس نے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ فلاں راستہ اختیار کرنے سے بچھٹوں کو نجات ملی تو طبعا اس کی طرف دوڑتا ہے۔ فی الحقیقت قرآن کریم میں قصص کا حصہ اس قدر موثر و مذکور واقع ہوا ہے کہ کوئی شخص جس میں تھوڑا سا آدمیت کا جز ہو اور خوف خدا کی ذرا سی ٹیس دل میں رکھتا ہو انہیں سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ باقی قصص یا بعض دوسرے مضامین کی تکرار جو قرآن کریم میں پائی جاتی ہے اس پر ہم نے رسالہ ”القاسم“ کے ابتدائی دور میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے اسے مدح و تحقیر کر رہا جائے۔

❖ **آنحضرت ﷺ کو توکل کا حکم** | اس مضمون کی آیات پہلے اسی سورت میں گزر چکی ہیں۔ مصعب یہ ہے کہ گر میری بات نہیں مانتے تو بہتر ہے تم اپنی ضد پر جھے رہو، میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لئے حوادث و ہر کا انتظام کرتے رہو، میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ چند در در میں پتہ چل جائے گا کہ ظالموں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ”يَسْرُبُونَ بِكُفْرٍ الْذُّوَانَرُ عَلَيْهِمْ ذَاتَرُ السُّوءِ“

:ہج

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۖ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾



جو کام تم کرتے ہو

اور تمہارے رب سے غافل نہیں

اور اس پر چھوڑ دو

﴿۱۲﴾

سُورَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ (۵۳)

﴿۱۲﴾

سورہ یوسف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں۔ سورہ درود کا ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّحْمَةُ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ

ہم نے اس کو نازل کیا ہے

واضح کتاب کی

آیت میں

قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ

ہم بیان کرتے ہیں

تاکہ تم سمجھو

قرآن عربی زبان کا

عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا

یہ

اس اسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف

بہت اچھا بیان

تیرے پاس

الْقُرْآنَ ۚ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ۝



بہت بے خبروں میں

اس سے پہلے

اور تو تھا

قرآن

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ

گیارہ

میں نے دیکھا خوب میں

اسے باپ

اچھا باپ سے

خوش آہٹ کہا یوسف نے

یعنی آپ ان کے کفر و شرارت سے ڈگمگاتے ہوں پنا کام کئے جائیں اور ان کا فیصلہ خدا کے ہوا کہ کریں اس سے آسمان وزمین کی کوئی بات چھپی نہیں سب معاملات پر پھر نرا ہی کی طرف اونٹنے والے ہیں وہاں ان کو پناہ ملے گا کہ وہ کس خطا میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل و جان سے اپنے برادر کا رکنی زندگی و فرخندہ رواری میں لگے رہے اور تنہا ہی کی عانت پر مجبور ہو کر رہے۔ وہ تنہا رہے مخلصانہ عمل سے

تفسیر

بے خبر نہیں انکے من سب تم سے معاملہ کرنے گا۔ حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد آگئے، فرمایا ”شَيْخِي هُوَ وَ اخَوَاتُهَا“ سورۃ ”ہود“ اور اس کی سہولت نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورہ ہود کی جس آیت نے آپ کو بوڑھا کر دیا یہ تھی۔ ”فَاسْتَغْنَى كَمَا أَمَرْتَ وَمِنْ تَابِ مَعَكَ وَلَا تَطْعَمُوا أَنَّهُ لَمَّا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا“ رد القا اللہ سبحانہ و تعالیٰ الا سقامۃ علی دینہ و سۃ بیہ صلعم تم سورۃ ”ہود“ بقصدہ و مد۔

سورۃ یوسف

جس کا من عند اللہ ہونا بالکل واضح ہے اور جن احکام و شرائع یا مواضع و نصاب پر وہ مشتمل ہے نہایت روشن اور صاف ہیں۔

عربی میں قرآن کے نزول کی حکمت

یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و سلیقہ اور منضبط و پر شوکت زبان ہے، نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی۔ جب خود پیغمبر عربی میں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اولین محب عرب ہو گئے۔ پھر عرب کے دروید سے چاروں طرف یہ روشنی پھیل گئی۔ اسی کی طرف ”لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ“ میں اشارہ فرمایا کہ تمہاری زبان میں تارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم جو پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اول اس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بن کثیر لکھتے ہیں۔ ”اُنزل اَشْرَفَ الْكُتُبِ بِاَشْرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰی اَشْرَفِ الرُّسُلِ بِسَفَاةِ اَشْرَفِ الْمَلَائِكَةِ وَ كَانِ ذٰلِكَ فِیْ اَشْرَفِ بَقَاعِ الْاَرْضِ وَ ابْتَدَاءِ اَنْزِلَ فِیْ اَشْرَفِ شَهْوَرِ السَّنَةِ وَ هُوَ رَمَضَانُ فَكُمُلَ مِنْ كُلِّ الْوُجُوهِ“

احسن القصص کی وجہ نزول

یعنی اس وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں ہم پر نازل ہوتی ہے۔ ہم ایک نہایت اچھا بیان نہایت حسین مرز میں تم کو سنتے ہیں۔ جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح تم بھی بے خبر تھے۔ گویہ واقعہ کتب تاریخ اور بائبل میں پہلے سے مذکور تھا مگر محض ایک نصاب کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و مؤثر انداز میں بیان فرمایا۔ جس نے نہ صرف پہلے تذکرہ نویسوں کی کتابوں پر مطلع کیا بلکہ موقع بہ موقع نہایت ہی اعلیٰ نتائج کی طرف رہنمائی کی اور قصہ کے ضمن میں عموم و ہدایت کے باب مفتوح کر دیے۔ یہ بات کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اور خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہاں مل کر بھی اپنی ساری امکانات تداویر سے اسے محروم نہیں کر سکتا، صبر و استقامت دنیوی و اخروی کا میابی کی کلید ہے، حسد و عداوت کا انجام خذلان و نقصان کے سوا کچھ نہیں، عقل انسان بڑا شریف جو ہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غائب ہوتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بناتا ہے، اخلاقی ثمرات اور پاکدامنی انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی آخر کار معزز بنا دیتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔ سورۃ یوسف کا شان نزول مفسرین نے اس سورت کی شان نزول میں کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ سب کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے مشرکین مد کے ذریعہ سے امتحان کیا کہ حضرت ابراہیم اور ان کی اور دو شام میں رہتی تھی، پھر ”بنی اسرائیل“ مصر میں کیسے پہنچ گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ شاید مسلمانوں کو بھی ایک مفصل تاریخی واقعہ جو بصیرت و عبرت سے ملبوس سننے کا اشتیاق ہوا ہوگا۔ ادھر اس قصہ کے ضمن میں جن احوں و حوادث کا تذکرہ ہونے والا تھا، وہ کئی طرح نبی کریم ﷺ اور آپ کی قوم کے حالات سے مشابہت رکھتے تھے۔ اور ان کا ذکر آنحضرت ﷺ کے حق میں موجب تسکین خاطر اور آپ کی قوم کے حق میں موجب عزت و شرف تھا۔ ان وجود سے یہ پورا واقعہ کافی بسط و تفصیل سے قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ تا پوچھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) اور ان کی اولاد کے شام سے مصر آنے کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہوا ہے۔ پھر وہیں ان کی نسل پھیلی اور بڑھتی رہی تا آنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے انہیں نجات دلائی۔

كُوكِبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَجْدِينَ ﴿٧﴾

تو میں نے ان کو اپنے سر پر بندھ کر دیکھے ﴿۷﴾

قَالَ يَبْنِي لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ

کہا میں نے کہا کہ اپنے خوابوں کو اپنے بھائیوں کو نہ بتاؤ

فَيَكِيدُوْا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ

تو وہ لوگ تجھے کدوا رہے ہیں کہ شیطان انسان کا دشمن ہے

مُبِينٌ ۝ وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ

﴿۸﴾ واضح طور پر اور اس طرح کہ تجھے وہی علم سکھائے گا

مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُمَتِّعُ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ

تو وہی تجھے احادیث کی تفسیر سکھائے گا اور اپنی نعمتوں سے تجھے مزین کرے گا

وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَيْمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ

اور یعقوب کے گھرانے پر کہ وہی تمہارے والدین کو مکمل کر دے

قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ ۹

﴿۹﴾ پہلے ابراہیم اور اسحاق پر کہ تمہارا رب علم والا اور حکیم ہے

حضرت یوسفؑ کا خواب یعنی گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جھک رہے ہیں اور پست ہو رہے ہیں۔ یہ خواب فرشتوں میں دیکھا تھا۔ سچ ہے "یونہا بردے کے چکنے چکنے پات۔"

یعنی شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہے۔ دوسرا اندازہ کر کے بھائیوں کو تیرے خلاف اکس دے گا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی، اور یوسفؑ حید السلام کے بھائیوں کو جو بہر حال خاندان نبوت میں سے تھے، ایسے واضح خواب کا سمجھنا کچھ مشکل نہ تھا کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج مال و پاشی ہیں گویا یہ سب کسی وقت یوسفؑ حید السلام کی عظمت شان کے سامنے سر جھکائیں گے۔

براہِ راست یوسفؑ چنانچہ آخر سورت میں "يَا أَيُّهَا الَّذِي هُوَ أَوْلَىٰ مِنْ قُلِّ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا" کہہ کر اسی طرف

اثر رہ گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اس کے علاقائی بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ بھائیوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی لگ ان کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوش حسد میں ہنگامیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسی حرکت کر گزریں جو یوسف کی اذیت اور خود ان کی رسوائی اور بدنامی کا موجب ہو۔ اس سب نے یوسف علیہ السلام کو منع فرما دیا کہ اپنا خواب بھائیوں کے روبرو نہ ہرن کرے۔ یوسف کا ایک حقیقی بھائی ”بنیامین“ تھا، اس کے سامنے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی، گو اس سے برائی کا کچھ اندیشہ نہ تھا لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ سن کر بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کرے۔ اور اس طرح یہ خبر لوگوں میں شائع ہو جائے۔ تنبیہ | حافظ ابن تیمیہ نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے کہ قرآن، حقیقت و اعتبارات میں سے کوئی چیز اس خیال کی تائید نہیں کرتی کہ برادر بن یوسف انبیاء تھے، نہ رسوں کریم ہیں۔ نہ نبی نہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی اس کا قائل تھا۔ بھلا حقوق و مدین، قطع رحم، مسلمان بھائی کے قتل پر اقدام کرنا، اس کو غلام بنا کر بیچ دینا اور بلاد کفر کی طرف بھیج دینا، پھر صریح جھوٹ اور جیسے بنا وغیرہ ایسی حرکات شنیعہ کیا کسی نبی کی طرف (خواہ قبل زبشت ہی کسی) منسوب کی جاسکتی ہیں (العیاذ باللہ)۔ جن لوگوں نے برادر بن یوسف کی نبوت کا خیال ظاہر کیا ہے، ان کے پاس لفظ ”اسباط“ سے سوا کوئی دلیل نہیں حالانکہ ”اسباط“ خاص صبی اولاد کو نہیں بلکہ اقوام و امم کو کہتے ہیں۔ اور ”بنی سرکیل“ کی اسباط پر تقسیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوئی ہے۔

حضرت یوسف کی نبوت کی پیشین گوئی | یعنی جس طرح ایسا اچھا خواب، کھلایا، اسی طرح محض جاہل و برہمت سے اپنی بارگاہ قرب میں تجھ کو خصوصی امت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ نبوت عطا فرمائی اور طرح طرح کی خدمت کی باطنی و اواہشیں کیں۔

حضرت یوسف کو تعبیر خواب کا علم | مثلاً تعبیر رزق یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو بات و فراست سے ٹھکانے پر لگا دینا۔ یا ہر بات کے موقع محل کو سمجھنا، اور معاملات کے عواقب و نتائج کو فور پرکھ لینا۔ یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات اقوام و امم کے قصص اور کتب منزل کے مضامین کی تہ تک پہنچ جانا، یہ سب چیزیں ”تاویل الاحادیث“ کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں۔

یعنی اخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ نبوت کے ساتھ بادشاہت میں حصہ دے گا اور شہداء و مجن سے نجات دیکر خوشحالی و فراخ بولی کی زندگی نصیب کرے گا۔

یعقوب کے گھرانے کو دنیوی کمزوبات، ورمادی تکلیفوں سے رہائی دے گا اور سندھان کی نسل سے بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ پیدا کرے گا۔ حضرت یعقوب نے تو افع اپنا نام نہیں لیا۔ اپنے والد حضرت احق اور ان کے والد حضرت ابراہیم کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے پناہیں اور نبی بنایا، ان کے دشمن نمرود کو ہلاک کیا، آگ کے شعلوں کو ان کے لئے گھزار بنادیا، حضرت احق کو نبوت عطا کی۔ پھر ان کے سب سے حضرت یعقوب جیسا نبی پیدا کیا۔ جس سے تمام انبیاء ہی اسرائیل کا سلسلہ چلے۔ حدیث صحیح میں ہے۔ الکوسیم ابن الکوریم ابن الکوریم یوسف بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم۔ تنبیہ | حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو پیشین گوئی کی اس کا کچھ حصہ تو غالباً حضرت یوسف کے خواب سے سمجھے اور اس سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں و مبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسف کے خصل و شمائل سے یا وحی الہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہونگے۔

یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت و استعداد سے باخبر ہے۔ اپنی حکمت سے اسی کے مناسب فیض پہنچاتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِلْسَّالِكِينَ ۝

ایست میں یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں
نما پائیں
پوچھنے والے کے لیے

إِذْ قَالُوا لِيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا وَ

جب کہنے لگے
بہت یوسف
اور اس کا بھائی
زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے

نَحْنُ عَصَبُهُ إِنَّا أَبْنَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اَقْتُلُوا

نہاں سے قوت دے لوگ ہیں
اہل ہمارا باپ
صریح دکھانے کے لیے
مار ڈالو

يُوسُفَ أَوْ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ

یوسف کو
یا پھینک دو کسی ملک میں
کہ خاص رہے تمہارے
وہ چھپو رہے باپ کی

وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝ قَالَ قَائِلٌ

اور پھر بنائیں گے بعد
نیک لوگ
ایک بولنے والا

مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوْهُ فِي غَيْبَتِ الْجُبِّ

میں
مست مار ڈالو یوسف کو
وہاں دواں کو
گم نام کو نہیں میں

يَلْتَقِطُهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ۝

کہ لٹے چائے اس کو
کوئی مسافر
اگر تم کو کرنا ہے

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا

بولے
اے باپ
کی بات ہے کہ تو متباہ نہیں کرتا ہمارے
یوسف پر

لَهُ لَنُصِصُوهٗ ۝ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَمِ وَيَلْعَبُ وَ

اس کے خیر خواہ ہیں
بھیج اس کو ہمارے ساتھ کل کو
خوب کھائے
اور کھیلے

❖ قصہ یوسف میں نشانیاں ہیں۔ یعنی جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کرے گی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لیے

یوسف اور ان کے بھائیوں کی سرگذشت میں ہدایت و عبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت کا نقش جم جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود آدمی ہونے اور کسی کتاب یا معصم سے استفادہ نہ کرنے کے ایسے منضبط تاریخی حقائق کا انکشاف فرما رہے ہیں۔ جن کے بیان کی بجز حلام ربانی کے کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً قریش مکہ کے سنے (جو یہود کے آسنے سے اس قصہ کے متعلق حضور سے سوال کر رہے تھے) اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف کو بھی یوں نے گھر سے نکالا۔ ازراہ حسد قتل یا جہد وطن کرنے کے مشورے کئے۔ طرح طرح سے ایدائیں پہنچی ہیں۔ اہانت و استخفاف میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ آخر ایک دس آیا کہ یوسف کی طرف نادام وقت ہو کر آئے۔ یوسف علیہ السلام کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا اور انہوں نے اپنے عروج و اقتدار کے وقت بھی یوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریاہی سے سب کے قصور حاف کر دیے۔ ٹھیک اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبہ باندھے، دھ پینچا، عزت و تہ پر حملے کئے، حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی و رفعت شان کا قہر چمکا، اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آئی پہنچا جب آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گزشتہ تقصیرات پر بعینہ حضرت یوسف والے کلمات ”لَا تَنْتَرِبْ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ“ فرما کر قلم غفلت کھینچ دیا۔

❖ **برادران یوسف کا حسد** حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف و ران کے جتنی بھائی بنیامین سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ یہ دونوں اپنے طمانی بھائیوں سے چھوٹے تھے، والدہ کا انتقال ہو چکا تھا، مرنے والے یوسف کی نسبت اپنے نو فرست یا الہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ انکا مستقبل نہایت درخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ ان کی ذات سے وابستہ ہونے والا ہے۔ خود یوسف علیہ السلام کا حسن صورت و سیرت اور کمال ظہری و باطنی پدر بزرگوار کی محبت خصوصی کو اپنی طرف جذب کرنا تھا۔ دوسرے بھائیوں کو یہ چیز ناگوار تھی۔ وہ کہتے تھے کہ وقت پر کام آئے والے تو ہم ہیں۔ ہمارا ایک طاقتور چچا ہے جو آپ کی ضعفی میں کام آ سکتا ہے۔ ان چھوٹے لڑکوں سے کیا امید ہو سکتی ہے؟ اس ہی خیالات کے ماتحت اپنے والد بزرگوار کی نسبت بہتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں سخت غلطی اور صحت خطا پر ہیں۔ اپنے نفع و نقصان کا صحیح موازنہ نہیں کرتے۔

❖ **حضرت یوسف کے قتل کا منصوبہ** یعنی رشک و حسد کی آگ اندر ہی اندر سکتی رہی۔ آخر آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں، اس لئے یوسف کا قصہ ہی یہاں سے ختم کر دیا چاہئے خواہ قتل کر دیا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینک دو جہاں سے واپس نہ آ سکے۔ جب وہ نہ میں گئے تو باپ کی ساری توجہات اور مہربانیوں کے ہم ہی تنہا حقدور رہ جائیں گے۔ بنیامین کے معاملہ کو غائبانہ کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ گویا اس کی محبت کو یوسف کی محبت کا ضمیر سمجھتے تھے۔

❖ **یعنی ایک مرتبہ قتل وغیرہ کا گناہ کرنا پڑے گا۔** اس سے فارغ ہو کر توبہ کر لیں گے اور خوب نیک بن جائیں گے، گویا رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ لگی۔ بعض مفسرین نے ”وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ“ کے معنی یہ ہے کہ یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہو جائیں گے کیونکہ پدر بزرگوار کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا۔

❖ **یہودا کی تجویز** یہ کہنے والا ”یہودا“ تھا جس کی قتل کرنا بہت سخت بات ہے اور ہملا مقصد بدون اس کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسمان صورت یہ ہے کہ اس کو سستی سے دور کی گناہ کوئیں میں ڈال دو۔ اوجیان نے بعض اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ ”عیات الخت“ اس طاق و غیرہ کو کہتے ہیں جو کوئیں (باولی) میں پانی سے ڈالا اور بنا ہوا ہو۔ غرض یہ تھی کہ ہم خواہی نہ خواہی عہد ہلاک کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیں۔ ایسے کوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کوئی مسافر اُدھر سے گزرے اور خبر پا کر کوئیں سے نکال لے جائے۔ اس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا اور خون ناحق میں ہاتھ نہ لگیں نہ کرنے پڑیں گے گویا سانپ مرجھائے گا اور لاٹھی نہ ٹوٹے گی۔

❖ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی باپ سے اس قسم کی درخواست کر چکے تھے مگر ان کا دل ان کے ساتھ جیسے پر مطمئن نہیں ہوا۔

إِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ﴿۱۱﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا

ہم تو اس کے لئے اس کے لئے ہیں ﴿۱۱﴾ کہہ رہا ہوں کہ میں اس کے لئے غمگین ہوں کہ تم اس کے لئے

بِهِ وَآخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ

اور اس کے لئے ڈرتا ہوں کہ اس کو کھا لے گا اور تم اس کے لئے

غَفِلُونَ ﴿۱۲﴾ قَالُوا لَيْنِ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا

غافل ہیں ﴿۱۲﴾ کہہ رہے ہیں کہ اگر کھا لے گا اور ہم ایک گروہ ہیں کہ ہم

إِذَا الْخُسِرُونَ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ

جب وہ ہار جائیں ﴿۱۳﴾ تو جب اس کو لے گئے اور جمع ہوئے کہ اس کو

فِي غَيْبَتِ الْحَبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ

غائبی میں اور ہم نے اس کو وحی دی کہ اس کو ان کے بارے میں

هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۴﴾ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً

اس وقت وہ اس کو نہیں سمجھتے ﴿۱۴﴾ اور وہ اپنے باپ کے پاس آئے

يَبْكُونَ ﴿۱۵﴾ قَالُوا يَا أَبَا نَا إِنَّا ذَهَبْنَا نُسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

رہتے ہیں ﴿۱۵﴾ کہہ رہے ہیں کہ اے ابا نوح! ہم نے مسابقت کے لئے

يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ

یوسف کو ہمارے سامان میں کھا لے گا اور تو ایماندار نہیں

لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿۱۶﴾ وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ

ہمارے لئے اور اگرچہ ہم سچے ہوں ﴿۱۶﴾ اور وہ اس کے قمیض پر خون لائے

- ❖ حضرت یوسف کو ساتھ لے جانے کی درخواست | یعنی اسے خوبصورت بچے کی قوی گھر میں خالی پڑے رہنے سے بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ اس کو بھریں جرات کے لئے جنگل بھیج دیجئے۔ جہاں جنگل کے پھل میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں ان کا کھیل بھٹ دوز اور تیر اندازی تھی۔ اور اسے بھی بچوں کے سے مناسب حد تک خمینا جیسا کہ ابوسیان نے کہا ہے نشانہ دشمنی کا موجب ہے غرض یعقوب حبیبہ اسلام سے یوسف کو ساتھ لے جانے پر زور درخواست کی اور نہایت مودعہ پروردگار سے اطمینان دیا کہ ہم ہر اہل اس کی حفاظت کریں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ خود بخود کو بھی خدا کا طور پر ساتھ چلے اور باپ سے اجازت لینے کی ترغیب دی۔
- ❖ یعنی یوسف کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے ٹھنکین مٹائے دیتا ہے اس پر یہ خوف مرید رہا کہ بچہ ہے۔ تمہاری بے خبری و غفلت میں بھیڑیہ وغیرہ کوئی درد نہ پھینکھے۔ لکھا ہے کہ اس جنگل میں بھی یہ اثرات تھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ان کو گے چل کر بھیڑیہ کا بہانہ کرنا تھا۔ وہی ن کے دس میں خوف آیا۔" بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ "اخاف ان یأکلہ الذئب" فرمایا حضرت یعقوب جیسے پیغمبر کے درجہ توکل و تنویض سے ذرا نازل بات تھی۔ اس کا جواب یہ ملا کہ لڑکوں نے گویا ان کے منہ میں سے بات پکڑی۔ جو اندیشہ ہر کیا تھا وہی وقت مٹا کر لے آئے۔
- ❖ یعنی گریہ کی جگہ طقوت جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیہ لکھ جائے تو سمجھو کہ ہم بالکل ہی گئے گئے گزرے ہوئے۔ اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا کہ دس گیارہ تو مند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے سے ایک مژدہ بچہ بھیڑیہ کے منہ میں پہنچ جائے۔ ایسا ہو تو کہنا چاہئے کہ ہم نے اپنا سب کچھ نوا دیا۔
- ❖ مفسرین نے بہت سے درمیانی قصے نہایت درد انگیز اور رقت خیز بیان یہ میں نقل کئے ہیں جنہیں سن کر پتھر کا کلیجہ موم ہو جائے۔ خدا جانے وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ قرآن کریم اپنے خاص نصب العین کے اعتبار سے اس قسم کی تفصیل کو زیادہ درخور متن اور لائق ذکر نہیں سمجھتا کیونکہ ان اجزاء سے کوئی مہم مقصد متعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم اپنے سامعین کے اہل میں و درقت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا فائدہ خاص ایمان و عرفان ہو۔ مہرقت جو ہر کافر و مومن بلکہ حیوانات تک میں صفا مشترک ہے اس پر مہم خطبہ کی طرح زار و ان قرآن کی عادت نہیں۔ یہاں بھی اس نے درمیانی واقعات حذف کر کے آخری بات بتا دی کہ برادرین یوسف یوسف کو بظرف اٹھلے باپ کے پاس سے لے گئے اور پھر وہی ہوئی قرارداد کے موافق کوئٹہ میں ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔ اس وقت ہم نے یوسف کو اشارہ کیا جس کی دوسروں کو مطلق خبر نہیں ہوئی کہ گھبراؤ نہیں، ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ یہ سب ہار و زاریاں تم ان کو یاد دلانے کے لئے وقت تم ایسے بندہ مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گئے کہ یہ تم کو بچپن نہ سکس گے یا طول عہد کی وجہ سے تم کو سخت نہ سکس گے۔ یہ خدائی اشارہ خواب میں ہوا یا بیداری میں، بطریق الہام موبایا فرشتہ کے درویش سے، اس کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ بہت ظاہر غلط و دیکھ کر کہا گیا ہے کہ وحی کا آنا چالیس برس کی عمر پر موقوف نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف اس وقت بہت مسمر تھے۔ والدہ اہم۔
- ❖ حضرت یعقوب کے سامنے بھائیوں کا گریہ | یا تو گھر چھینتے چھینتے ندھیر ہو گئے یا جان بوجھ کر ندھیرے سے آئے کہ دن کے اجاڑے میں باپ کو نہ دکھنا زیادہ مشکل تھا اور رات کی سیاہ چادر بے حیائی، سنگدلی و جھوٹی دھوکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ اُمش نے خوب فرمایا کہ برادران یوسف کا گریہ دیکھا، سننے کے بعد ہم کسی شخص کو کھنکھاس چشم اشکبار سے چاہیں سمجھ سکتے۔
- ❖ بھائیوں کی جھوٹی کہانی | یعنی ہم نے حفاظت میں کچھ کوتاہی نہیں کی، ہمارے کپڑے نئے وغیرہ قابل حفاظت چیزیں جہاں رکھی تھیں وہیں یوسف کو بھٹایا اور ایک دوسرے سے لے گئے لٹکنے کو بھٹ دوز شروع کی۔ بس ذرا آنکھ سے دھسلا ہوا تھا کہ بھیڑیہ نے یوسف کو آدھوچا۔ اس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال محی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو ڈکار کر لے گا۔
- ❖ یعنی یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے آپ کو ہماری طرف بدگمانی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہم بالکل سچے بھی ہوں تب بھی اس معاملہ خاص میں کسی طرح ہماری بات کا یقین نہیں کر سکتے۔

كَذِبٌ ۖ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبِرْ

جھوٹ ۱۰ یہ ہرگز نہیں بلکہ نادانی سے تم کو تمہارے خیالوں نے ایسا بات ۱۱ اب صبر ہی

جَمِيلٌ ۚ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝۱۸ ۚ وَجَاءَتْ

چتا ہے ۱۲ ارشدی سے مدد مانگتوں ۱۳ بات پر ہاتھ ظاہر کرتے ہو ۱۴ اور آیا

سَيَّارَةٌ فَأُرْسِلُوا وَارِدُهَا ۖ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۚ قَالَ يَبُشْرَا

ایک قافلہ ۱۵ چر بھیجی پتاپتی جرتے ۱۶ اس سے نکال دیا اس ۱۷ اسے نکال کر حلقی کی بات سے

هَذَا غُلْمٌ ۚ وَأَسْرَوْهُ بِضَاعَتِهِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝۱۹

یہ تائب لڑکا ۱۸ اور چھپایا اس کو تجارت کا نام لکھ ۱۹ ارشد خوب جانتا ہے جو چھپو دھرتے ہیں ۲۰

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخِيسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ

اور بیچ آئے اس کو بھلی ۲۱ ناقص قیمت کو ۲۲ حق ن ہو گیا ۲۳ اور پورے تھے اس سے

مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝۲۰ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ

بخر ۲۴ جس شخص نے خرید کیا اس کو ۲۵ مصر سے

لَا مُرَاتَةَ أَكْرَمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ

اپنی عورت کو ۲۶ آرو سے رکھا اس کو ۲۷ شاید ہمارے کام آئے ۲۸

۱۰ ایک بکری یہ برن وغیرہ ذبح کر کے اس کا خون یوسف کی قمیص پر چھڑک لائے تھے وہ جھونا خون پیش کر کے باپ کو یقین دلانے لگے کہ بھڑیے کے زخمی کرنے سے یہ کہہ خون آلود ہو گیا۔

۱۱ حضرت یوسف کا خون آلود کرتے ۱۲ بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کرتے کی خوشبو آتی تھی وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گن سب کر سکتا تھا۔ انہوں نے سنتے ہی حفاذ دیا۔ اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ کہنے لگے کہ وہ بھینٹ یا واقعی بڑا حیم و شیم ہو گا جو یوسف کو لے گی اور خون آلود کرتے کو نہایت اسیاد سے صحیح و سام اتار کر رکھ گیا۔ سچ ہے۔ "دروغ گور حافض نہ باشد" خون کے چھینے تو ایسے مگر یہ حیل نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھر ذکر پیش کرتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرمایا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہر حال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں

جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعاء کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت بھیجے جو ہمتیں ظاہر کر رہے ہوں، ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملا نصیب ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ فی الحال ڈھونڈنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں یوسف بھی میں گئے نہیں ہاں دوسرے بیٹے ساری دنیا میں رسوا ہو جائیں گے، اور ممکن ہے کہ طیش میں آکر خود یعقوب علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں۔ کذا قال۔ مام ارادی فی الکبیر۔ و اللہ اعلم۔

❖ کنوئیں میں حضرت یوسفؑ کے تین دن کہتے ہیں روز تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ قدرت الہی نے حفاظت کی۔ ایک بھائی یہود کے اس میں ڈوبا کہ وہ ہر روز کنوئیں میں کھانا پہنچاتا تھا۔ دینے بھی سب بھائی خبر رکھتے تھے کہ مرے نہیں۔ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکالے جائے تو تیار رہے درمیان سے یہ کائنات نکل جائے۔ سچ ہے۔ گل است سعدی و رچتم و شمنان خدا راست حرمدیں سے مصروف جانے والا ایک قافلہ ادھر سے گذرا، انہوں نے کواں دیکھ کر اپنی دی پانی بھرنے کو بھیجا اس نے اول پہنچا تو حضرت یوسفؑ چھوڑنے تو تھے ہی، اول میں ہو بیٹھے، درسی ہاتھ سے پکڑ لی کھینچنے والے نے ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب بڑا ہے بڑی قیمت کو لے گا۔

❖ یعنی کھینچنے والے نے اس وقت کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپا لیا کہ انہوں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہو جائیں گے۔ شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں۔ مجھ کو دیا ہے تا مصلحت۔ بازار میں فروخت کروں۔

❖ یعنی بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ و بچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ فرماؤں مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ رچا ہوتا توں کار ورائیوں کو یک سینڈ میں روک دیتا، لیکن اس کی مصلحت تاخیر میں تھی، اس لئے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے انہیں اکیل دی گئی۔

❖ بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو فروخت کرنا بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلہ بے نکال لے گئے۔ وہاں پہنچا اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ سے بھگنے کی حالت سے اس نے ہم رکھنا نہیں چاہتے، تم خرید دو خرید سکتے ہو۔ مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جائے کہتے ہیں اٹھارہ درہم یا تم، بیش میں بیچ ڈالو۔ اور نو بھائیوں نے دو درہم (تقریباً آٹھ آنے) بانٹ لئے۔ ایک بھائی یہودانے حصہ نہیں لیا۔

❖ یعنی اس قدر ارزاں بیچنے سے تعجب مت کرو۔ وہ اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو مستعد نہ تھے۔ جو پیدل گئے غنیمت سمجھ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں اس بیچ کا ذکر ہے جو قافلہ لوں نے مصر پہنچ کر رکھا۔ گرایا ہو تو کہا جائے گا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر نہ کی اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آکر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ نیز بق (بھگوزا) ہونے کا عیب سن چکے تھے، اس لئے سستے داموں بیچ ڈالا۔ الظاہر ہوا لاوں۔ واللہ اعلم۔

نَتَّخِذُهُ وَلَدًا ۖ وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ

ہم کریم بنوینا ۱؎ اور اسی طرح ۲؎ جیسا کہ ہم نے یوسف ۳؎ کو مکتبہ میں

وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۗ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ

۱؎ اور اس کو مکتبہ میں جو کچھ سے پڑھاتا تھا ۲؎ (اگر اس سے کہیں) ۳؎ اور خدا غالب ہے۔

أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ

۴؎ وہ ۵؎ میں ۶؎ نہیں آتا ۷؎ میں ۸؎ سے ۹؎ اور جب تک

أَشَدُّهُ اثْبِنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

۱۰؎ قوت ۱۱؎ اور ہم اس کو علم اور حکم ۱۲؎ میں ۱۳؎ اور اسی طرح ہم

وَرَاودَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ

۱۴؎ پسند کیا اور اس نے ۱۵؎ جس نے کھر میں تھا ۱۶؎ پائی تھامنے ۱۷؎ اور بند کر دیا

الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْت لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ

۱۸؎ اور اس نے ۱۹؎ اور وہی ۲۰؎ کہ ۲۱؎ خدا کی پناہ ۲۲؎

رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَلَقَدْ

۲۳؎ اس نے ۲۴؎ بھی ضرر و محنت ۲۵؎ بے شک بھلائی نہیں پاتے جو کچھ کہے صاف ہوں ۲۶؎ اور

حضرت یوسف عزیز مصر کے یہاں کہتے ہیں مصر پہنچ کر یہاں ہوا۔ عزیز مصر جو وہاں کا دارالہما تھا، اس کی بولی پر موعود ختم ہوا۔ اس نے اپنی عورت (زینب یا ریحیل) سے کہا کہ نہایت پیارا قبوں صورت، اور ہونہار لڑکا معصوم ہوتا ہے۔ اس کو چوری عزت و آبرو سے رکھو۔ غلاموں کا معاملہ مت کرو۔ شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے۔ ہم اپنی کاروبار اس کے سپرد کر دیں۔ یہ جب اور نہیں ہے قومیانہ۔

حضرت یوسف کو عطا کیے تمکین ۱؎ یعنی ہم نے اپنی قدرت کا امداد و تہذیب حریف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ غیبتوں اور کٹو میں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اس کے دل میں یوسف کی محبت و وقعت اللہ فرمائی، اس طرح ہم نے ان

کو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی غلوں میں نگوہید و محبوب بنا دیا۔ تاہم چیز سجدہ ترقیت اور سر بلند یوں کا پیش خیمہ ہو۔ اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا دریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے یہاں رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تا سہولت کے رموز، اشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو ان کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سہیتہ اور تجربہ حاصل ہو (تنبیہ) اسی سورت نے پہلے رکوع میں ”تا، میں، ما، حدیث“ کا لفظ گنڈر چکا ہے۔ اس کی تفسیر وہاں مد خطہ کر لی جائے۔

♦ حضرت یوسف کا علم و حکمت | یعنی بھائیوں نے یوسف کو رانا چاہا، خدا نے ن کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ نفسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بند و بست غالب آتا ہے۔

♦ جیسی جب یہ مذہب کے نامزد موقی حد کمال کو پہنچ گئے تو خدا سے یہاں سے عظیم اشان علم و حکمت کا فیض پہنچا۔ نہایت مشکل مسئلہ ایسی فہم رس سے حل کرتے، بڑی خوبی اور دہائی سے لوگوں کے نزاحت چکاتے، دین کی باریکیاں سمجھتے، جو زبان سے کہتے وہ کر کے دکھاتے۔ سعید نہ اخلاق سے قطعاً پاک و صاف اور علم شریع کے پورے ماہر تھے۔ تعبیر رؤیا کا علم تو ان کا مخصوص حصہ تھا۔

♦ جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید سالکین اور توفیق ازل سے نواب و حوادث پر صابر و رعبہ اخلاق و رنیک چال چھن اختیار کرتے ہیں جتنی تھائی ان پر ایسے ہی انحراف مفرماتا ہے۔

♦ حضرت یوسف کا کڑا امتحان | اھ تو اظاف غیبیہ حضرت یوسف کی عجیب و غریب طریقہ سے تربیت فرما رہے تھے۔ ادھر عزیر کی بیوی (زینچہ) ان کے سامنے ایک نہایت ہی مزیدار لائقہ موقع امتحان کا کھڑ کر دیا۔ یعنی حضرت یوسف کے حسن و جمال پر زینچہ مفتون ہو گئی اور بکشی و ہاشر بانی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو انکسے قیوسے باہر کر دے۔ ایک طرف پیش کش و سامان نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زینچہ کے گھر میں موجود رہنا، اس کا نہایت محبت و رپیاری سے رکھنا، تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا پتہ بانظر کسی غیر کے آنے جانے کے سبب، روزے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کارمانہ، مزاج کا اعتماد، تجرد کی زندگی، یہ سب روائی و اسباب یہ تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا۔ حضرت یوسف کی بے مثال ثابت قدمی مگر خدا نے جس کو محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور غیبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچا دیا، اس پر کیا حجاب تھی کہ شیطان کا قہر چل جاتا۔ اس نے ایک لفظ کہا ”معاذ اللہ“ (خدا کی پناہ) اور شیطان فی جال کے سارے حقے توڑ ڈالے۔ کیونکہ جس نے خدا کی پناہ اس پر کس کا وار چل سکتا ہے؟

♦ آپ کی ثابت قدمی اور پاکبازی | یعنی خدا کی پناہ میں ایسی قبیح حرکت کیسے کر سکتا ہوں؟ حادہ بریں ”عزیز“ میرا مربی ہے جس نے مجھے ایسی عزت و رحمت سے رکھا، کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن شئی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے نیز جب ظاہری غریبی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھو کہ اس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمنا و رعبا کرنا چاہئے جس نے محض اپنے فضل سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت و راحت رسانی کے سے کھڑا کر دیا۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے ”انہ دینی“ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی ہے۔

هَمَّتْ بِهِ، وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ط

عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا ✦ اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ط إِنَّهُ مِنْ

یوں ہی ہوا تاکہ نہ ہم اس سے برائی اور بے حیالی البتہ ۱۱ سے

عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۱۰ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ

تو اسے بڑی تیزی سے بھاگنے میں ✦ دو دونوں دروازے دروازوں اور عورت نے چپے ڈالا اس کا کرتہ

مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ

پچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خادم سے دروازہ کے پاس بولی اور کچھ مہربان نہیں

مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ

ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید میں ڈالا جائے یا عذاب

الَيْمٌ ۱۱ قَالَ هِيَ رَاوَدْتَنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ

اور ناک ✦ یوسف بول اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تو میں اپنے بیوی کو اور گواہی دئی ایک گواہ نے

مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

عورت کے لوگوں سے ✦ اگر بے کرتا اس کا پہنا گئے سے تو عورت سچی ہے

وَهُوَ مِنَ الْكَذِبِينَ ۱۲ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ

اور وہ ہے جھوٹا اور بے کرتا اس کا پہنا

دُبُرٍ فَلَا بَتَّ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۱۳ فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ

پچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے پھر جب دیکھا عزیز نے کرتا اس کا

◆ زلیخا اور حضرت یوسف کی رغبت ”ہم“ کا فرق | یعنی عورت نے چہنسنے کی فکر کی اور اس نے فکر کی عورت کا وہ چہنسنے پائے اگر اپنے رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ کرتا تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔ بعض مفسرین نے ”وہم بہا“ کو ”وَلَقَدْ هَمَّتْ“ سے عیدہ کر کے ”لَوْلَا اَنْ رَّا بُوْهَانَ رَّبِّهٖ“ سے متعلق کیا ہے۔ جیسے ”اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيَنَّ لَوْ لَا اَنْ رُّبَّنَا عَلٰی قَلْبِهَا“ کی ترکیب ہے۔ اس وقت مقصود یوسف کے حق میں ”ہم“ کا ثابت کرنا نہیں، بلکہ نفی کرنا ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا کہ عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتا مگر اپنے پروردگار کی قدرت و حجت نہ دیکھ لیتا۔ بعض نے ”وہم بہا“ میں لفظ ”ہم“ کو بمعنی میلان و رغبت کے لیا ہے۔ یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت و میلان بے اختیار پیدا ہوا۔ جیسے روزہ دار کو گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعاً رغبت ہوتی ہے لیکن نہ وہ پینے کا ارادہ کرتا ہے نہ بے اختیار پانی کی رغبت کچھ مضرب ہے۔ بلکہ باوجود رغبت طبعی کے اس سے قطعاً محتر ز رہنا مزید اجر و ثواب کا موجب ہے اسی طرح سمجھ لو کہ ایسے اسباب و دوائی تو یہ کی موجودگی سے طبع بشری کے موافق بلا اختیار و ارادہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کسی قسم کی رغبت و میلان کا پیدا جانا نہ عصمت کے منافی ہے نہ ان کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے۔ بلکہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ اگر بندہ کا میلان کسی برائی کی طرف ہو لیکن اس پر عمل نہ کیا تو اس کے فرد حسنات میں ایک نیکی نکلی جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اس نے (باوجود رغبت و میلان) میرے خوف سے اس برائی کو ہاتھ نہ لگایا۔ بہر حال باوجود اشتراک لفظی کے زلیخا کے ”ہم“ اور یوسف کے ”ہم“ میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے دونوں کے ”ہم“ کو ایک ہی لفظ میں جمع نہیں کیا ورنہ زلیخا کے ”ہم“ پر ”لام“ اور ”قد“ داخل کیا گیا۔ بلکہ سیاق و سباق میں بہت سی دلائل یوسف علیہ السلام کی طہارت و نزاہت پر قائم فرمائیں جو غور کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تفصیل ”روح المعانی“ اور ”کبیر“ وغیرہ میں موجود ہے۔

◆ اللہ کی برہان | ”برہان“ دلیل و حجت کو کہتے ہیں یعنی اگر یوسف علیہ السلام اس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو قہری میلان پر چل پڑتے۔ دلیل کیا تھی؟ زنا کی حرمت و شہادت کا وہ عین یقین جو حق تعالیٰ نے اس کو عطا فرمایا۔ یاد ہی دلیل جو خود انہوں نے زلیخا کے متعبد میں ”اِنَّہٗ رَبِّیْ اَخْسَ مِنْہَا“ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ“ کہہ کر پیش کی۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے کہ انہی دانتوں میں دبائے سامنے کھڑے ہیں۔ بعض نے کہا کہ کوئی غیبی تحریر نظر پڑی جس میں اس فعل سے روکا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

◆ یہ برہان دکھانا اور اسی طرح ثابت قدم رکھنا اس لئے تھا کہ یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں ہیں۔ لہذا کوئی چھوٹی بڑی برائی خواہ ارادہ کے درجہ میں ہو یا عمل کے، ان تک نہ پہنچ سکے۔

◆ حضرت یوسف کا بھاگنا | آگے یوسف تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں۔ اور پیچھے زلیخا انہیں روکنے کے لئے تعاقب کر رہی تھیں۔ اتنا قایم یوسف کے قیام کا پھل حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے پکڑ کر کھینچنا یا کھینچنا تانی میں کرت پھٹ گیا۔ مگر یوسف جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ادھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پہنچے، ادھر عورت کا خاندان عزیز مصر بھی پہنچ گیا۔ عورت نے فوراً بات بتائی شروع کی۔

◆ زلیخا کا الزام | عورت نے الزام یوسف پر رکھا کہ اس نے مجھ سے برا ارادہ کیا۔ ایسے شخص کی سزا یہ ہونی چاہئے کہ جیلیخا نہ بھیجا جائے یا کوئی اور سخت مار پڑے۔

◆ حضرت یوسف کی صفائی | اب یوسف کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف کے حق میں گویا دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خواہ بچہ تھا، جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف کی براءت و وجاہت عند اللہ ظاہر کرنے کو بول پڑا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ بچہ نہیں کوئی مردانا تھا جس نے ایسی پتہ کی بات کہی۔ واللہ اعلم۔

قَدْ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِ كُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَ كُنَّ

پہنچا ہوا چپھے سے کہا ہے شکایت فرم سے تم غور کا بہت قہر کر رہے

عَظِيمٌ ۖ يَوْسُفُ أَعْرَضُ عَنْ هَذَا سَكَنَ وَاسْتَغْفِرِي

بڑا ہے یہ غصہ چاہے اس کو کرے یوسف نے اس کو غور سے

لِذُنُبِكَ ۚ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۖ ۴ وَقَالَ نِسْوَةٌ

اپنا گناہ ہے شک تو میں سوہا کرتی ہوں کہ جس سے نہیں جو نہیں

فِي الْمَدِينَةِ ۚ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۚ

اس شہر میں عزیز کی عورت حویش کرتی ہے بے غلام سے اس کے حق

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۚ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ ۵

فریفت ہو گیا اس کا دل اس کی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں اس کو صریح خط پر

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ ۖ وَأَعْتَدَتْ

پھر جب سنا اس نے ان کا مکر ہے کہ ہم بھیجا ان کو اور تیار

لَهُنَّ مَتْنًا وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا ۖ وَ

ان کے لئے سونے کے تھیلے دیے اور ہر ایک کے لئے تھیلے میں

قَالَتْ اخْرِجِي عَنْ هُنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ ۖ وَقَطَّعْنَ

بولی یوسف نکل آئے اس کے سامنے پھر جب ایک سے ایک شہرہ ہو گئیں درکات سے

أَيْدِيَهُنَّ ۖ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا ۖ إِنْ هَذَا

اپنے ہاتھ سے کہہ گئیں حاشا کہ نہیں یہ ٹھکانہ دی ہے

♦ ایک شخص کی دانائی اور گواہی | اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض معتبر روایات میں ہے تب تو اس کا دہا اور بیسی کو ہی دینا جو انجام کار یوسف کے حق میں مفید ہو، خود مستقل دلیل یوسف کی سچائی کی تھی۔ کرتے کا گے یا پیچھے سے پہننا مشاہد سے نہ بطور ایک عادت اور قرینہ کے سمجھنا چاہئے۔ اور اگر گواہ کوئی مرد دان تھا تو بظاہر ایسا معصوم ہونا سے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اس نے نہایت دانائی سے ایسے چیرا یہ میں شہادت دی جو دفعہ کسی کی جاہداری پر جمی محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف کی برائت ثابت کرے۔ جو چیرا یہ اظہار واقعہ کا اس نے اختیار کیا وہ غیر جاہد اوروں کے نزدیک نہایت معقول تھی۔ کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف نے (معاذ اللہ) اسکی طرف اقدام کیا تو ان کا چہرہ عورت کی طرف موکا تو غلط ہر یہ ہے کہ کشمکش میں نہایت بھی سامنے سے پہنچے اور یوسف کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف ہلاتی تھی میں دروازہ کی طرف بھاگا، اس نے پکڑنے کے لئے میرا قبضہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتے پیچھے سے پہن ہوگا کیونکہ اس صورت میں یوسف اسکی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ اس سے پیچھے پیچھے رہے تھے۔ بہر حال جب ایک گویا کہ کرتے آئے سے نہیں پیچھے سے چلتا ہے۔ تو میرے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے، یوسف تصور و نہیں۔ چنانچہ اس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پرفریب کارروائی اسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کرتی ہیں۔ اس نے یوسف سے استدعا کی کہ جو ہونا تھا ہو چکا سمجھو اس کا ذکر مت کرو کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے۔ اور عورت کو کہہ کہ یوسف سے یا خدا سے اپنے قصور کی معافی مانگ، یقیناً قصور تیرا ہی تھا۔

♦ شہر کی عورتوں میں چرچا | یعنی شدہ شدہ شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ عزیز کی عورت اپنے نو جوان غلام پر مفتاح ہو گئی۔ چاہتی ہے کہ اس کے نفس کو بے قابو کر دے۔ غلام کی محبت اس کے دل کی تہ میں پیوست ہو چکی ہے۔ نکدایت معزز مبدہ دار کی بیوی کے لئے یہ سخت شرمناک بات ہے کہ وہ ایک غلام پر مگر کرنے لگے۔ ہمارے نزدیک اس معاملہ میں وہ غلطی پر ہے۔ عورتوں کی گفتگو کو مکر (فریب) اس لئے کہا کہ مکاروں کی طرح چھپ چھپ کر یہ باتیں کرتی تھیں۔ اور زلیخا پر طعن کر کے گویا اپنی پارسائی کا اظہار متصوّد تھا۔ حالانکہ یوسف کے بمثال حسن و جمال کا شہرہ جس عورت کے کان میں پڑتا تھا، اس کی دید کا اشتیاق دل میں چنگیں لینے لگتا تھا۔ کچھ عہد نہیں کہ زلیخا پر طعن و تشنیع اور نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلوں میں یہ ہی غرض پوشیدہ ہو کہ زلیخا کو قصہ دلا کر کسی ایسی حرکت پر راہ کر دیں جو یوسف کے دید رکاسب بن جائے۔ یا زلیخا کے دس میں اس کی نفرت بھرا اپنی طرف مائل کرنے کا موقع نکالیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ زلیخا نے بعض عورتوں کو اس معاملہ میں پناہ دے دیا ہو۔ اس نے رازداری کی جگہ پردہ داری اور خور و گیری شروع کر دی بہر حال ان کی گفتگو کو لفظ "مکر" سے داکر نے میں یہ سب احتمالات ہیں۔

♦ حضرت یوسف کا بے مثال حسن | یہی دعوت کر کے ان عورتوں کو بلوا بھیجا اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے وغیرہ ان کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دے دیا۔ تا ترانے کے قابل چیزوں کے کھانے میں کسی کو کلفت انتظر رانھا نہ پڑے۔ یہ سب سامان درست کر کے اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کہیں قریب ہی موجود تھے آوار دی کہ ادھر نکل آئے۔ نکلتا تھا کہ بجلی کی گوند گئی، تمام عورتیں یوسف کے حسن و جمال کا دفعہ مشاہدہ کرنے سے ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔ اور مدہوشی کے عالم میں تھریوں سے پھولوں کی جگہ ہاتھ کاٹ لئے۔ گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی فراہم و صداقت پر قائم فرمادی کہ جس کے جمال و جمال کی ذرا سی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کر دیے۔ حالانکہ یوسف نے انکوائی کر بھی ان کے حسن و خوبی کی طرف نہ دیکھا تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا کہ زلیخا اس کے جمال و ہوش پر باکود کیے کر ہوش و خرد کھو بیٹھی۔ اور وہ معصوم فرشتہ کی طرح اپنا دامن حفت بچاتا ہوا صاف نکل گیا۔

إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذَلِكُنَ الَّذِي لُمْتُنَنِي فِيهِ ۖ

کولی فرشتہ ہے بزرگ ﴿۳۱﴾ یہ وہی ہے کہ بعد یہاں تم نے مجھ کو اس سے لڑائی

وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ ۖ فَاسْتَعْصَمَ ۚ وَلَئِن لَّمْ

اور میں نے بیجا ہاتھ اس سے ﴿۳۲﴾ میں نے تم کو رکھا ۖ "اے شبِ بُر"

يَفْعَلْ مَا أَمُرُهُ لَيْسَجَنَ وَلِيَكُونَا مِنَ الصَّغِيرِينَ ﴿۳۲﴾

کرے گا جو میں اس کو کہتی ہوں توقید میں پڑے گا اور وہ ہے عورت ﴿۳۲﴾

قَالَ رَبِّ السَّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ

یہ عہد ہلا سے رب مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے جس کی طرف مجھ کو دہائی ہیں

وَلَا أَتَصَرَّفُ عَنْ كَيْدِهِنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ

اور نہ تو نہ دفع کرے گا مجھ سے ان کا فریب تو میں، دو چوں کہ اس کی طرف اور ہوا اس کا

الْجَاهِلِينَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۖ

بے عقل ﴿۳۳﴾ سو قبول کر لی اس کی دعا اس کے رب نے پھر منع کیا اس سے ان کا فریب

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَأَ الَّهُمُّ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاوَا

ابن وہی ہے سنے والا خبر دار ﴿۳۴﴾ پھر میں کچھ میں یا لوگوں کی ان نشانوں کے اچھے

الْأَيِّتِ لَيْسَجَنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السَّجْنُ

کریڈر بھیجیں اس کو یہ مدت ﴿۳۵﴾ اور داخل ہوئے قید خانہ میں اس سے ساتھ

فَتَيْنِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَ

دو جوان کہنے لگا ان میں سے ایک میں دیکھتا ہوں کہ میں پھونچتا ہوں شراب

یعنی حسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معصوم ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

قَوْمٌ اِذْ قُوْلُوْا اٰمَنَّا لَنْكُفُّهٗ حُسْنًا وَّانْ قُوْلُوْا نَحْنُ مُعْتَفِرَاتٌ
یا حیاء و عفت اور پاکدامنی جو چہرہ اور چال ڈھال سے

نپک رہی تھی اسے دیکھ کر کہا کہ یہ وہی نہیں کوئی معصوم فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

اب زینحاکو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن و تشنیع کا تیرا ان ہی کی طرف لوٹا دے۔ گویا اس وقت ”فَدَلْتُکُمُ الْاِیْمٰنُ فِیْہِ“ کہہ کر وہ اس شعر کا خدو ادا کر رہی تھی۔ ایں است کہ خوں خورد و دل برد و بے را۔ ہم اندہ اگر تاب نظر بہت کے را

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کی گواہی مجمع کا رنگ دیکھ کر زلیخا بالکل ی کھل پڑی اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کر دیا کہ بیشک میں نے ان کا دل لینا چاہا تھا، مگر اس بندہ خدا نے یہ مضبوط تھامے رکھا کہ کسی طرح نہ دید۔ یہ خدا تعالیٰ نے شہر کی عورتوں کے مجمع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال عصمت و عفت اور غایت نزاہت و طہارت کا اقبالی ثبوت پیش کر دیا۔ ۱۰۔ حال اس وقت وہ ہی تھا جو کہی ہے۔ لَا تَخَفْ مَا صَعَّتْ بِكَ الْأَشْوَاقُ، وَاشْبَخْ هَوَاكَ، طَمَعُ عَشَاقِ،

یہی کی اس گفتگو میں کچھ نوجوانوں پر اپنی معذوری اور نامرادی کا اظہار تھا۔ جس کی ہمہ دلی حاصل کر سکے۔ اور کچھ یوسف علیہ السلام کو کھانا نہ دھمکیوں سے مرعوب کرنا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر آئے۔ جس کی مطلب برتری پر آمادہ ہو جائیں حالانکہ

عنقا کا کس نہ تو دور دام باز چیں کانچا ہمیشہ باد بدست دامن را

حضرت یوسف کی دُعاء [معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کا ایسا نہ غصہ اور مظلومانہ انداز بیان اس کی ہم جنسوں پر اثر کر گیا۔ یا پھر اس سے کچھ ملی بھگت ہوگی، بہر حال لکھا ہے کہ اب عورتوں نے یوسف کو سمجھنا شروع کیا کہ تم کو اپنی محسنہ اور سیدہ کا کہنا ماننا چاہئے۔ آخر اس غریب پر تعظیم کیوں کرتے ہو، پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا، خواہ کچھ موصیبت سر پرینے سے کیا فائدہ۔ کہتے ہیں کہ بظہر زبان سے وہ زلیخا کی سفارش کر رہی تھیں مگر دل ہر ایک کا یوسف کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ یوسف نے جب دیکھا کہ یہ عورت سب طرح پیچھے پڑی ہے اور شیطان ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور بغیرانہ استقامت سے بارگاہ احدیت میں درخواست کی کہ مجھے ان کے مکر و فریب سے بچائیے۔ اگر اس سلسلہ میں قید ہونا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت ترجیح دیتا ہوں۔ اگر آپ میری دھگیری نہ فرمائیں گے تو اُر ہے کہ بے عقل ہو کر ان کی ابلہ فریبوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جملہ دیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دھگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ عصمت کا جو فضاء ہے (مخالفت و صحت الہی) اسی پر نظر رکھتے ہیں۔

نہی ان کو عصمت و حقیت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا کسی کا فریب چھنے نہ دیا۔

فقہ سے ہمیشہ اچھی چیز مانگنی چاہیے یعنی سب کی دعائیں سنتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مانگے سے قید میں پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے تنہا قبول فرمایا کہ ان کا فریب دفع کر دیا، باقی قید ہونا تھا قسمت میں۔ آدمی کو چاہئے کہ گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگے، پوری بھلائی مانگے گو ہوگا وہی جو قسمت میں ہے۔“ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص کو حضورؐ نے یہ دعاء مانگتے تے۔ ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الضُّمَرُ“ (اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں) آپ نے فرمایا ”سَأَلْتُ اللّٰهَ الْفَلَاءَ فَاسْتَنْدَ الْعَالِیَہُ“ (تو نے اللہ سے بداء طلب کی کیونکہ صبر تو بداء پر ہوگا۔ اب تو اس سے عافیت مانگ)

حضرت یوسف کی قید جیسی باوجودیکہ حضرت یوسف کی براءت و زنا بہت کے بہت سے نشان و دیکھ چکے تھے۔ پھر بھی انکی مصلحت یہ دینی کہ یوسف کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے۔ تاکہ عام لوگ سمجھیں کہ قصور یوسف ہی کا تھا، عورت بچاری مفت میں بدنام ہوئی۔ گویا عورت نے قید کی جرم محکم کی تھی اسے پورا کر کے چھوڑا۔ ان لوگوں کی غرض تو یہ ہوگی کہ عورت سے یہ بدنامی زائل ہو، یعنی ایک مدت تک یوسف کی نظر سے دور رہیں اور عورت کا مطلب یہ ہوگا کہ شاید قید کی سختیاں اٹھا کر یوسف کو کچھ نرم پڑ جائیں۔ اس طرح اپنا مطلب نکل سکوں۔

قَالَ الْاٰخِرُ اِنِّیْ اَرِیْیَ اَحْمَلُ فَوْقَ رَاسِیْ خُبْرًا تَاْكُلُ

اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اٹھ رہا ہوں اپنے سر پر دھڑکی جانور

الطَّیْرُ مِنْهُ ۖ نَبِئْنَا بِتَاوِیْلِهِ ۚ اِنَّا نُرِیْکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۳﴾

کہتے ہیں اُس میں سے ہم کو اس کی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا

قَالَ لَا یَأْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِیْہٗ اِلَّا نَبَاۤءُکُمَا بِتَاوِیْلِہٖ

بول نہ سے پائے گا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر بتا چکوں گا تم کو اس کی تعبیر

قَبْلَ اَنْ یَّآتِیْکُمَا ذٰلِکُمَا مِمَّا عَمِنٰی رَبِّیْ ۚ اِنِّیْۤ اِنِّیْۤ

اس کے آگے سے پہلے یہ میرے کہ مجھ کو کھانا میرے رب نے میں نے

تَرٰکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَہُمْ بِالْاٰخِرَةِ ہُمْ

چھوڑا دین اُس قوم کا کہ میدان نہیں مانتے اللہ پر اور آخرت سے دو شک

کَفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اِبْرٰہِیْمَ وَاسْحٰقَ

مگر ہیں اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور اسحاق

وِیَعْقُوْبَ ۚ مَا کَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرَکَ بِاللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ۚ ط

اور یعقوب کا ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو

ذٰلِکَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ عَلَیْنَا وَعَلٰی النَّاسِ وَلٰکِنْ اَکْثَرُ

یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت

النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ یٰصَاحِبِ السَّجْنِ اِنَّ اَرْبَابَ

لوگ احسان نہیں مانتے اے رفیق قید خانہ کے بھائی مجبور

❖ **دو قیدیوں کے خواب** | جی اسی زمانہ میں دونوں جوان قیدی جیل خانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر (اریان بن الوید) کا نانہائی اور دوسرا ساقی (شراب پلانے والا تھا)۔ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں مایخوذ تھے۔ قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی مروت و امانت، راست گوئی، حسن خلاق، کثرت عبادت معرفت، تعبیر اور ہمدردی خلاق کا چرچا تھا۔ یہ دونوں قیدی حضرت یوسف سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ ساقی نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ نانہائی نے کہا کہ میرے سر پر کی ٹوکرے ہیں جس میں سے پرندے نوج کر رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔

❖ **قیدیوں کو حضرت یوسف کی تبلیغ** | یوسف علیہ السلام نے اول ان کو تسلی دی کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہوا جاسکتی ہے ورنہ مرہ جو کھانا تم کو ملتا ہے اسکے آنے سے پیشتر میں تعبیر بتلا کر فارغ ہو جاؤں گا۔ لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری چیز پہلے تم کو سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ تعبیر، غیرہ کا یہ علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کسی چیز سے دور کا نہیں یا منجھ نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اسکی مدد سے عطا فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے کافروں اور باطل پرستوں کے دین و ملت کو چھوڑ رکھا اور اپنے مقدس باپ و اجداد (حضرت ابراہیم، حضرت احق، حضرت یعقوب) جیسے انبیاء و مرسلین کے دین تو حید پر چلا اور ان کا اسوہ حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم منہج نظریہ ہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو کسی درجہ میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ ربوبیت و معبودیت میں۔ صرف اسی کے آگے جھکیں، اسی سے محبت کریں، اسی پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنے جینا مرنا سب اسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہر حال یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت مؤثر طرز میں ان قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ پیغمبروں کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہونگے۔ لہذا ان حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں۔ اول ان کو دین کی باتیں سکھائیں۔ پھر تعبیر بھی بتلا دیں گے۔ یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر معلوم ہو جائے گی تا وہ نصیحت سے اکتائیں نہیں۔ (تنبیہ) بہت سے مفسرین نے ”لَا يَأْتِيَنَّكُمَا طَعَامٌ فَرَزَقَاهُ“ الخ کے معنی یہ لئے ہیں کہ کبھی کھانا تمہارے پاس نہیں آتا ہے مگر میں آنے سے پہلے اس کی حقیقت پر تم کو مطلع کر دیا کرتا ہوں۔ یعنی آج کیا کھانا آئے گا، کس قسم کا ہوگا، پھر تعبیر بتلانا کیا مشکل ہے۔ گویا اول حضرت یوسف نے معجزہ کی طرف توجہ دلا کر انہیں اپنی نبوت کا یقین دلانا چاہا، تاکہ آئندہ جو نصیحت کریں زیادہ مؤثر و وقع فی النفس ہو۔ اس قدر پر یوسف کا یہ معجزہ ایسا ہی ہوگا جیسے حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا ”وَأَتَيْنَكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْرُوْنَ فِي بُيُوتِكُمْ“ مگر ترجمہ محقق نے پہلی تفسیر اختیار کی ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں ”حق تعالیٰ نے قید میں یہ حکمت رکھی کہ ان کا دل کافروں کی محبت سے (یعنی کافر جوان کی محبت و مدارات کرتے تھے، اس سے) نوتا تو اس پر اللہ کا علم روشن ہوا۔ چاہا کہ اول ان کو دین کی بات سنادیں پیچھے تعبیر خواب کہیں۔ اس واسطے تسلی کر دی، تاکہ گھبرائیں۔ کہا کہ کھانے کے وقت تک وہ بھی بتا دوں گا۔

❖ یعنی ہر راخالص توحید اور ملت ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت و فضل ہے، کیونکہ خاندانِ ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہئے یہ تھا کہ اس کا احسان مان کر راہِ توحید پر چلتے وہ اپنی ناشکری کر کے شرک و عصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

مَنْفَرِقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهِ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُونَ

کچھ نہیں پڑھتے



یا اللہ الیکلار بردست

بہتر

خداوند

مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

۱۱۔ تمہارے باپ دادا

جو رکھ لئے ہیں تم

مکرم ہیں

سوائے اُس کے

مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۖ إِنَّ الْحَكْمَ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا

- اُس سے لڑنا

حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے



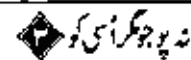
کراہند

نہیں اتاری اللہ نے نہی

تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِن أَكْثَرُ

پر بہت

نہی ہے راستہ سیدھا

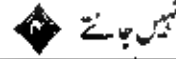


نہ پر جو کراہی کو

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يُصَاحِبِ السَّجْنَ أَمَّا أَحَدُكُمْ

ایک جو ہے تم دونوں میں

اے رفیقو قید خانہ کے



نہیں جانتے

لوگ

فَيَسْقِي رَبِّهِ خَمْرًا ۚ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصَدَّبُ فَتَأْكُلُ

سوٹولی۔ یا (پر چڑھے گا) پائے گا بھر کھا نہیں گے

اور دوسرا جو ہے

سوٹلائے گا پئے خاند (مالک) کو شراب

الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ۚ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ۝

جس کی تحقیق تم پوچھتے تھے

فیصل ہوا دو کام

اس کے سر میں سے

چاند

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ۚ

۱۲۔ یاد رکھو کہ یوسف نے

اُس کو جس کو گمان کیا تھا کہ بچے گا اُن دونوں میں

میر ذکر کرنا

فَأَنسَاهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السَّجْنِ بِضْعَ

کئی

بیس

بھر

ذکر کرنا اپنے خاند سے

سوٹلا دیا اُس کو شیطان نے

یعنی مختلف انواع و اقسام کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں ان سے لو لگنا بہتر ہے یا اس اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کُل اختیار اور کامل تصرف و قبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار نہ اسے کوئی بھاگ کر برا سکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے۔ خود سوچو کہ سرعبودیت ان میں سے کس کے سامنے بھکایا جائے۔

یعنی یوں ہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کے نیچے حقیقت ذرہ برابر نہیں۔ ان ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہئے۔

یعنی قدیم سے ائمہ انبیاء علیہم السلام کی زمانی یہی حکم بھیجتا رہا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو سربلست نہ ہو۔ "وَأَمْسِلْ مِنْ أَرْسَالِ مَنْ قَبْلَكَ" "وَمَا أَجْعَلْنَا مِنْ ذُرِّ الرَّحْمَنِ الْهَيْئَةً يَخْتَضُونَ" (زخرف۔ رکوع ۴)

یعنی تو حید خالص کے راستہ میں ایچ پیج کچھ نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے۔ لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

قیدیوں کے خواب کی تعبیر | فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے اُن کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی، کہ جس نے خواب میں شراب پلاستے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہی ہے کہ وہ بیداری میں بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں کھاتے دیکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سولی دیا جائے گا۔ پھر جانور اسکے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ قصداً قدر کا فیصلہ یہی ہے جو کسی کے تائے مل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلادی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے۔ جس میں تحلف نہیں ہو سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی زہر خورانی کی تہمت سے بری ہو گیا، اور خباز (نان پائی) کو جرم ثابت ہونے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے جیسے "الَّذِينَ يَطْمَنُونَ إِلَهُمْ فَلَا فَوَازَ بِهِمْ" میں یعنی یوسف علیہ السلام کو دونوں میں سے جس شخص کی بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو فرمایا اپنے بادشاہ کی خدمت میں میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص ہے قصور قید خانہ میں برسوں سے پڑا ہے۔ مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ میری جو حالت تو نے مشاہدہ کی ہے بلکہ کام و کاست بہرہ دینا۔

سِنِينَ ۴۰ وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ

برس اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں

سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعٌ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ

سوں اُن کو کھاتی ہیں سات گائیں زلی اور سات ہاتھیں مری

وَأُنْثَىٰ رَبِيسٍ ۖ يَأْتِيهَا الْبَلَاءُ أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ۴۱

اور دوسری سوچی اور دوسری سوچی اور دوسری سوچی

كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ۴۲ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا

ہوتم خواب کی تعبیر دینے والے سے یہ خیالی خواب ہیں اور

نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالَمِينَ ۴۳ وَقَالَ الَّذِي نَجَا

ہم کو ایسے خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں اور وہاں

مِنْهُمَا وَادَّكَرْبَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ

اُن دونوں میں سے اور یاد آگیا اُن کو مدت کے بعد میں بتاؤں تم کو اُن کی تعبیر

فَارْسِلُون ۴۴ يَوْسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي

سوچو مجھ کو بھیجو چاہو کہ اے یوسف اے سچے حکم دے ہم کو اس خواب میں

سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعٌ

سات گائیں سوں اُن کو کھاتی ہیں سات گائیں سات دلی اور سات

سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخْرَىٰ ۖ عَلَيَّ أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ

ہاتھیں مری اور دوسری سوچی تاکہ سے جاؤں میں لوگوں کے پاس

- ◆ حضرت یوسف کو عتاب آمیز تنبیہ یعنی شیطان نے چھوٹے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات و وساوس ڈال کر ایسا فاضل کیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے اپنے محسن بزرگ (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا یا دینی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف کو کئی سال اور قید میں رہنا پڑا۔ مدت دراز کے بعد جب بادشاہ نے ایک خوب دیکھا وراس کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی تب اس شخص کو یوسف علیہ السلام یاد آئے جیسا کہ آگے آتا ہے "وَقَالَ الْكَاهِنُ صَبْرًا وَاصْبِرْ لَهُمَا وَادْكُرْ بَعْدَ أَثَمِهِ" بھلانے کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی کہ وہ اٹھائے وساوس وغیرہ کا ذریعہ ہے جو سبب بنتا ہے نسیان کا۔ حضرت موسیٰ کے رفیق مفر نے کہا تھا "وَمَا أَنْسَانِي إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ" (کہف، رکوع ۹) لیکن ہر ایک شرمیں حق تعالیٰ کوئی خیر کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ یہاں بھی گوسن سین کا نتیجہ تطویل قیدی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاہم حضرت شاہ صاحب کی نکتہ آفرینی کے موافق اس میں یہ تنبیہ ہوگئی کہ ایک جہنم کا دوسرا ظہری سبب پر نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ بلکہ ابن جریر اور بیہوی وغیرہ نے بعض سف سے نقل کیا ہے کہ وہ فاسف الشیطان دُخْر زنبہ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں۔ گویا "أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا ایک طرف کی غفلت تھی جو یوسف علیہ السلام کو یاد دلاتی تھی کہ وہ اپنے رب سے میرا ذکر کرنا۔ نکتہ چاہئے تھا کہ یہ ظہری سبب جہنم کا دوسرا پہلو ہے رب سے فریاد کرتے۔ بیشک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظہری استغاثت اور اسباب کی مہر مطلقاً حرام نہیں ہے۔ لیکن ابراہیم کی حسات مقررین کی سیما ت بن جاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھل کر سکتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے منصب عالی کے اعتبار سے وہ ہی بات ایک قسم کی تقصیر بن جاتی ہے۔ امتحان و ابتلاء کے موقع پر انبیاء کی شب رقیع اسی کو مقصود ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں، انتہائی عزیمت کی راہ چلیں۔ چونکہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا "أَذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا عزیمت کے خلاف تھا، اس لئے عتاب آمیز تنبیہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید اٹھانی پڑی اور اسی لئے "انہ" کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ زیادہ تفصیل روح المعانی میں ہے۔
- ◆ بادشاہ کا خواب وہ سوکھی پائیں ہری بالوں پر لپکتی ہیں اور انہیں خشک کر دیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر "ریان بن الولید" نے دیکھا۔ جو آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا اور ظہری عروت کا سبب بنا۔ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جا بجا اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ خدا جب کوئی بات چاہتا ہے غیر متوقع طریقہ سے اس کے ایسے سبب فراہم کر دیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال نہیں جاتا۔
- ◆ یعنی اگر اس فن میں کچھ مہارت رکھتے ہو تو میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔
- ◆ معبرین کا جھوٹا عذر معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس فن سے جا مل تھے۔ اپنے جہل کا صاف لفظوں میں اقرار کرنے سے شرمائے تو یوں بات بنادی کہ یہ کوئی خواب نہیں، محض پریشان خیالات ہیں، بسا اوقات انسان کو نیند میں ایسی صورتیں خیال ہو جاتی ہیں جو رقیع اعتد نہیں، نہ ہم ایسے خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ علم تعبیر رویہ کے اصول کے ماتحت نہیں ہوتے۔
- ◆ بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف کا تذکرہ اب خواب کے سلسلہ میں ساتی کو جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا مدت کے بعد حضرت یوسف یاد آئے اس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دو تو میں اس خواب کی تعبیر ماسکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ہر ہے (ممکن ہے اس نے اپنے خواب کا قصہ بھی ذکر کیا ہو) میں تعبیر لینے کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں چنانچہ اجازت دی گئی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ عرض کیا جو آگے آتا ہے۔
- ◆ قید خانے میں ساتی کی حضرت یوسف سے ملاقات "إِنَّمَا الصَّدُوقُ" کہنے سے یہ غرض تھی کہ آپ مجسم سچ ہیں۔ جو بات کبھی آپ کی زباں سے نکلی سچ ہو کر رہی امید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے وہ ہو پوری ہو کر رہے گی۔ یہ لفظ تبارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق و یاقوت کا نقش کس طرح عام و خاص کے قلوب پر بیٹھ جاتا ہے۔

لَعَلَّكُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابًّا

شاید ان کو معلوم ہو کہ تم کھیتی کرو گے سات برس داب

فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا

سو جو کاٹو اس کو چھوڑ دو اس کی دان میں مگر تھوڑا سا

تَأْكُلُونَ ﴿۳۷﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ

تم کھاؤ گے پھر آئے گی اس کے بعد سات برس سخت

يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصِنُونَ ﴿۳۸﴾

صحابہ میں گے جو رکھا کرتے ان سے کھائے مگر تھوڑا سا جو وہ اکھڑے رکھتے ہیں

ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُّ النَّاسُ وَ

پھر آئے گا اس کے پیچھے ایک برس اس میں پھر برسات کا لوگوں پر

فِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿۳۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۚ فَلَمَّا

اس میں برس بچھڑائیں گے اور بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس پھر جب

جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسْأَلْهُ مَا بَالُ

پہنچا اس کے پاس بھیجا ہوا آدمی کہ لوٹ جا پے خدا (ملک) کے پاس اور پوچھا اس سے کیا حقیقت ہے

یعنی خواب کی تعبیر اور اس کے ذریعہ سے آپ کی تدر و منزلت معلوم ہو۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور بشارت | یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتلانے میں دیر نہ کی نہ کوئی شرط لگائی، نہ اس شخص کو شرمندہ کیا کہ تجھ کو اتنی مدت کے بعد اب میرا خیال آیا۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر وہ صرف خواب کی تعبیر، نگاتا تھا۔ آپ نے تین چیزیں عطا فرمائیں۔ تعبیر، تدبیر، تبشیر، آپ کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات

ہری بالیس سات برس ہیں، جن میں متواتر خوشحالی رہے گی، کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی، حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے۔ اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا بچہ، مرد و عورت لٹا کر ختم کر ڈالو گے۔ صرف چندہ تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا ماتیہ رہ جائے گا۔ یہ سات سال دہلی گائیں اور سبھی بالیس ہیں جو موٹی گائیں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔ تعبیر بتلانے کے دوران میں حضرت یوسف نے ازراہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرمادی کہ اول سات سال میں جو پیداوار ہو اسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اٹھاؤ۔ کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اسے الگ کرنا اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ۔ باقی غلہ بالوں میں رہنے دینا اس طرح کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہ سکے۔ اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ اب نہ کرو گے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ تعبیر و تدبیر بتانے کے بعد انہیں بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئے گا اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے فریاد رسی ہوگی اور خوب مینہ برسے گا۔ کھیتی باڑی، پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہونگے، جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔ انگوڑ وغیرہ پھوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ شراب کشید کریں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی۔ کیونکہ وہ یہی کام کرتا تھا۔

النِّسْوَةُ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ

نہ عورتوں کی جنہوں نے کاٹے تھے ہاتھ اپنے میرا رب تو نکال فرما

عَلَيْهِمْ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُمْ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ ۖ

سب جانتا ہے کہ بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلانا چاہا یوسف کو اس کے نفس کی حفاظت سے

ثُمَّ مَا حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ

بوتیس ماشائے ہم کو معلوم نہیں اس پر کچھ برائی بولی عورت

الْعَزِيزِ النَّاصِحِ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ

عزیز کی اس کھل گئی جی بات میں نے پھسلانا چاہا تھا اس کو اس کے ہی سے

وَأَنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ

یوسف نے کہا یہ اس واسطے کہ عزیز معلوم کریوے کہ میں نے اس کی چوری نہیں کی درودہ بچا ہے

بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝

چھپ کر دیر یہ کہ اللہ نہیں ہدایتا (چلنے دیتا) فریب دہکاروں کا

رہائی کا حکم اور حضرت یوسف کا صبر و تحمل | بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساقی کے تذکرے سے حضرت یوسف کا معتقد ہو گیا تھا۔ اب جو ایسی موزوں و دو نشین تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو ان کے علم و فضل، عقل و دانش اور حسن اخلاق کا سکھ اس کے دل پر بیٹھ گیا۔ فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ مگر اس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور اس کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کروں۔ قاصد پیام شہی سنے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر یوسف کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اسنی سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ اہم تھی۔ آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ اگر آج میں بادشاہ فرمان کے موافق چپ چپاتے قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں ساہ سال قید و بند کی مصائب اٹھائیں اس کا

قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے نادانف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں اور حاسدین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل اثرات سے فائدہ اٹھ کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔

عورتوں کے واقعہ کی تحقیق پر اصرار | ان مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے اشتعال میں جدلی نہ کی بلکہ نہایت صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ آپ نے (بادشاہ) سے واپس جا کر دریافت کر کہ تجھ کو ان عورتوں کے قصہ کی کچھ حقیقت معلوم ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ حضرت یوسف کو ان عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں معلوم ہوئی۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس لئے واقعہ کے ایک ممتاز جز (ہاتھ کاٹنے) کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس مشہور و معروف قصہ کی تفتیش و تحقیق کر۔ نا باباً وہ عورتیں بتلا دیں گی کہ تفصیر کس کی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صحیحین کی حدیث میں حضرت یوسف کے کمال صبر و تحمل کی اس طرح ادوی ہے۔ "لَوْلَيْسَتْ هِيَ الْمَسْنُونُ فَلَيْسَتْ يَوْسُفُ لَا حَبْثَ الْذَاهِي" (اُس میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنا یوسف رہے تو بمانے والے کی اجابت کرتا یعنی فوراً ساتھ ہویتا) محققین کہتے ہیں کہ اس میں حضرت یوسف کے صبر و تحمل کی تعریف اور لطیف رنگ میں اپنی عیوب کا مہ کا اظہار ہے۔ ہم نے اس مضمون کی تفصیل شرح صحیح مسلم میں کی ہے۔ یہاں اختصار کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتے۔

حضرت یوسف نے "سب کا فریب" فرمایا، اس واسطے کہ ایک کا فریب تھا اور سب اس کی مددگار تھیں اور اصل فریب وہی کا نام شاید حق پرورش کی وجہ سے نہیں لیا۔ بیاد کی وجہ سے گول مول فرمایا۔ کیونکہ جانتے تھے کہ اصل حقیقت آخر کھل کر رہے گی۔ کذافی الموضع۔

بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے خبر رہتا ہے تا یہ دیکھ کر انہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔ نیز یوسف علیہ السلام کی استقامت و صبر کا اثر پڑا ہوگا کہ مدون ظہار برائے کے جیل سے نکلا گوارا نہیں کرتے اور "اِنْ رَاسِيْ سَكْنَدَهْنِ عَذِيْبٌ" کہہ کر ان سے "کید" کا ظہار فرما رہے ہیں۔ ادھر ساقی وغیرہ نے واقعات سنائے ہوئے نئے بھی یوسف کی براہت اور عورتوں کے مکائد کی تائید ملی ہوگی۔

زلیخا کا اقرار جرم | سب عورتوں کی مختلف شہادت کے بعد خود زلیخا نے بھی صاف اقرار کر لیا کہ تصور میرا ہے۔ یوسف بالکل سچے ہیں۔ بیشک میں نے ان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کاہلے کو تھے کہ میرے دواؤں میں تباہ تے۔

یعنی اتنی تحقیق و تفتیش اس لئے کرنی کہ پیغمبر انہ عصمت و دیانت بالکل آشکارا ہو جائے اور لوگ معصوم کر لیں کہ خائسوں اور دغا بازوں کا فریب اللہ چھٹے نہیں دیتا۔ چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چلا۔ آخر حق ہو کر رہا۔

وَمَا أُبْرِئُ نَفْسِي ۚ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ

اور میں پاک نہیں ہوں۔ اپنے آپ کو ہے شک کی تو کھاتا ہے زبان

إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵۲﴾ وَقَالَ

مگر جو رحم دیا میرے رب نے ہے شک میرا ہے بخشنے والا ہے مہربان ﴿۵۲﴾ اور کہنے

الْمَلِكُ أَتُتُونِي بِهِ ۚ اسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۚ فَلَبَّا كَلِمَةً

بادشاہ نے میں آؤں وہ ہے پس میں خاص کر رکھوں اس کو اپنے ہاں میں ﴿۵۳﴾ پھر جب بات چیت کی اس نے

قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ

کہا تو نے آج ہے ہمارے پاس جگہ پائی معتبر ہو کر ﴿۵۴﴾ یوسف نے کہا

اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۚ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿۵۵﴾

مجھ کو خزانہ دار ﴿۵۵﴾ جس کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا ﴿۵۵﴾

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَّبِعُوا مِنْهَا

اور یوں قدرت ہی ہم نے یوسفؑ کو زمین میں جگہ عطا کی اس میں

حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نَصِيبُ بَرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ

جہاں چاہتا ہے ﴿۵۶﴾ نصیب دیتے ہیں ہم رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم

أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۷﴾ وَلَا جُرْأُولَ الْأُخْرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ

مزد دہائی ہوں کا ﴿۵۷﴾ اور ثواب آخرت کا بہتر ہے ان کو

أَمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۵۸﴾ وَجَاءَ إِخْوَتُ يُوسُفَ

ایمان لائے اور رہے ﴿۵۸﴾ نیز گاری میں اور آئے ﴿۵۸﴾ بھائی یوسف کے

حضرت یوسف کا اعلان برائے چوتھے حضرت یوسف نے اپنی برائے پرست زیادہ روز دیا۔ ممکن تھا کہ سلطنتی آدمی اس سے نفرت و ناز و غرور و عجب کا شیعہ کرنے لگتا اس لئے اپنی نراست کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں، روتا نہ یا ک صاف بنے ہیں اپنے نفس پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت، امانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہی رحمت خصوصی سمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل، اضافہ ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دیتا تھا۔ خدا تعالیٰ کی خصوصی رفعت، تعمیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا۔ "اِنْ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" سے اشارہ کر دیا، کہ نفس امارہ جب توبہ کر کے "لو امارہ" بن جائے تو خدا اس کی پچھلی تقصیرات معاف فرما دیتا ہے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اپنی مہربانی سے "نفس مطمئنہ" کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے تنبیہ حافظ ابن تیمیہ اور ابن کثیر وغیرہ نے "ذَلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اُحْسِنُ" سے "غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" تک زینح کا مقولہ قرار دیا ہے یعنی رہیختے "اسرار و ذنوب غنِ نفسہ" کا اقرار کر کے کہا کہ اس اقرار و اعتراف سے عزیز کو یہ معلوم کرنا ہے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے کوئی بڑی خیانت نہیں کی۔ بھگت یوسف کو پھسلانا چاہتا تھا مگر میری مراد اس پر کارگر نہیں ہوتی۔ اگر میں نے مزید خیانت کی، تو تیرا اس کا پردہ فاش ہو کر رہتا۔ چونکہ خدا انکس کے مکر و فریب کو چھٹے نہیں دیتا۔ ہاں میں نے نفس، مری، جتنی جتنی مجھ سے ہوئی اس کا اقرار کر رہی ہوں۔ دوسرے آدمیوں کی طرح نفس کی شرارتوں سے میں بھی پاک نہیں۔ ان سے تو یوسف جیسا پاک و زائد ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔ جس پر خدا کی خاص مہربانی اور رحمہ ہے۔ ابوحیان نے بھی اس کو زینح کا مقولہ قرار دیا ہے۔ لیکن "لِیَعْلَمَ" اور "لَمْ اُحْسِنُ" کی تفسیریں بجائے عزیز کے یوسف کی طرف راجع کی ہیں۔ یعنی اپنی خطا کا صاف اقرار اس لئے کرتی ہوں کہ یوسف کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی غلط بات نہیں کہی نہ اپنے جرم کو ان کی طرف مسوب کیا۔ واللہ اعلم۔

یعنی میرا شیر خاص رہے گا۔

عزیز مصر سے حضرت یوسف کی گفتگو | کچھ پہلے سے معتقد ہو چکا تھا۔ بالمشافہ ہمیں سن کر بالکل ہی گرویدہ ہو گیا اور حکم دے دیا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز و محترم ہو کر رہیں گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اب عزیز کا وہ مختلف کیا اپنی صحبت میں رکھا۔"

حضرت یوسف مالیات کے سربراہ | یعنی دولت کی حفاظت بھی پوری کرونگا اور اس کی آمد و خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے خوب واقف ہوں۔ یوسف نے خود درخوست کر کے مالیات کا کام اپنے سر لیا۔ اس ذریعہ سے عامہ و خلایق کو یہ رافعہ پہنچی سکیں۔ خصوصاً انے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کمال رکھتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمدردی خلایق کے لئے مالیات کے قصوں میں پرنا نشان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا تو مسدوس کی خیر طلبی و نفع رسائی کی غرض سے اس کی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے اور اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصائل حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں۔ عبدالرحمن بن عمر کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود مدح طلب کرے تو اس کا ہر کسی سے کدھوں پر ڈال دیا جاتا ہے (غیبی اعانت مددگار نہیں ہوتی) یہاں وقت سے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی خاطر ہو۔ واللہ اعلم۔

حضرت یوسف کی حکومت | جہاں چاہتے آتے اور جو چاہتے تصرف کرتے۔ گو داریان بن الولید رائے امام شاہ تھا۔ حقیقت میں یوسف، بادشاہی کر رہے تھے۔ اور "عزیز" کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آئے گئے گا۔ بعض علماء نے یہاں کہہ دیا کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسدود ہو گیا۔ نیز اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہوا تو اس کی عورت زلیخا نے آپ سے شادی کر لی۔ اللہ اعلم۔ محدثین اس پر اعتقاد نہیں کرتے۔

آخرت کا اجر بہتر ہے | جو بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اس کو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہشات و حکومت یا مذمت و شہرت حیات طیبہ اور غنائے قلبی۔ حضرت یوسف کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر، سو، ایک ایسا نادر و پرہیزگار کے لئے دنیا کا اجر سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ خوب ہوا ان کے سوال کا کہ دولا اور ابھیر من طے "شام" سے مصر میں آئی اور بیان ہوا کہ بھائیوں نے حضرت یوسف کو گھر سے دور پھینکا تا کہ لیں ہو۔ اللہ نے عزت دی اور ملک پر نصیب کر دیا۔ ایسا ہی ہوا ہمارے حضرت کو۔"

فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا

چرا، اگلے پاس آئے تو ان نے پہچان لیا کہ وہ انہیں پہچانتے ہیں۔

جَهَّزَهُمْ بِجَهَّازِهِمْ قَالَ اِنتُؤُنِي بِآخِ لَكُمْ مِّنْ

تیار کر دیا ان کو ان کا اسباب کہ لے آؤ میرے پاس یہ بھائی تمہارے

اَبِيكُمْ ؕ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْ اَوْفِي الْكَيْلِ وَاَنَا خَيْرُ

اپنے باپ سے تم نہیں آیت ہے کہ میں پورا دیتا ہوں۔ اور خوب طرح

الْمُنْزِلِينَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَّكُمْ

آنکارتا ہوں مہربانوں کو اگر تم نہ آؤ گے میرے پاس تو تمہارے لئے بھرتی نہیں

عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنَ ﴿۶۰﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ

میرے نزدیک اور ہم نہ آئیں گے کہ وہ بولے ہم خود ہمیشہ کریں گے

اَبَاهُ وَاِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفَتَيْنِهِ اجْعَلُوا

اس کے باپ سے اور ہم وہ یہ کرنا ہے کہہ دیا اپنے خدمت گاروں کو رکھ دو

بِضَاعَتِهِمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا اِذَا انْقَلَبُوْا

ان کی چوٹی ان کے اسباب میں شاید اس کو پہچانیں جب پھر کر پھریں

اِلَى اٰهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْا

اپنے گھر شاید پھر آئیں پھر جب پہنچے

اِلَى اٰبِيْهِمْ قَالُوْا يَا اَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ

اپنے باپ کے پاس بولے اے باپ روک دی گئی ہم سے بھرتی سوچ

حضرت یوسفؑ کی بھائیوں سے ملاقات اور مدارات | موضح القرآن میں ہے ”جب حضرت یوسف ملک مصر“ پر مختار ہوئے خواب کے موافق سات برس خوب آبادی کی اور ملک کا اناج بھرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک بھادُ میا نہ باندھ کر بکویا اپنے والوں کو اور پردیسیوں کو سب کو برابر مگر پردیسی کو ایک اونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ اس میں خلق بچی قحط سے ارخرانہ بادشاہ کا بھر گیا۔ ہر طرف خبر تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے ان کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے۔ ان کے تن و توش و ہوسات، وضع قطع میں چندس تغیر نہ ہوا تھا۔ ادھر حضرت یوسف برابر اپنے باپ بھائیوں کا تنقید کرتے رہے ہوئے اور وہاں پہنچنے پر ان کا نام و نشان بھی دریافت کر لیا ہوگا جیسا کہ سلاطین و اعیان سے ملاقات کرنے میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض تفاسیر میں ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا نام و نسب وغیرہ بیان کیا۔ ہاں یوسف علیہ السلام جدائی کے وقت چونکہ رب چورے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے ادھر خیال بھی نہ تھا، نہ بادشاہوں۔ کہ یہاں عام آدمیوں کی یہ جرات ہو سکتی ہے۔ کہ ان کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ اس لئے وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

بنیامین کو لانے کا حکم | حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ ایک ایک اونٹ فی کس غلہ دیا۔ یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر کہتے ہیں انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک علاقائی بھائی (بنیامین) کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اس کا دوسرا بیٹا بھائی (یوسف) جو باپ کو بے حد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے تم پھر آؤ تو بنیامین کو ساتھ لاؤ تب اس کا حصہ پاسکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کو تم خود مشاہدہ کر چکے ہو، کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کے لئے میں کچھ تردد ہو سکتا ہے؟

یعنی نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے اس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصہ بھی سوخت ہو جائے گا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

یعنی گو باپ سے اس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں۔ امید ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہیں گے۔

حضرت یوسفؑ کا بھائیوں پر احسان | اپنی جو پونجی دے کر غلہ خریدا تھا، حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر ان کے اسباب میں رکھ دو تا گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دے دی گئی تو دوبارہ ادھر آنے کی ترغیب مزید ہو کہ ایسے کریم بادشاہ کہاں ملتے ہیں۔ اور ممکن ہے قیمت نہ موجود ہونے کی بناء پر دوبارہ آنے سے مجبور رہیں اس لئے قیمت واپس کر دی۔ بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے قیمت لینا مروت و کرم کے خلاف سمجھا۔

مَعَنَا أَخَانًا نَكْتَلُ وَإِنَّا لَهُ لَحَفُظُونَ ﴿٢٣﴾ قَالَ هَلْ

ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو کہہ رہی ہے آئیں اور ہم اس کے نگہبان ہیں

أَمِنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ط

اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اس کے بھائی پر اس سے پہلے

فَاللَّهُ خَيْرٌ حِفْظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ﴿٢٤﴾ وَكَمَا

سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان

فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ه

کھول اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی کہ پھیر دی گئی ان کی طرف

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ط هَذِهِ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ج

بولے اے باپ ہم کو اور کیا چاہیے (دے جو ہم چاہتے ہیں) یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم کو

وَنَسِيرُ أَهْلُنَا وَنَحْفُظُ أَخَانًا وَنَزِدَادُ كَيْلٍ بَعِيرٍ ه

اب جائیں تو رسد لائیں ہم اپنے گھر کو اور خیر داری کریں گے اپنے بھائی کی اور زیادہ دیویں بھرتی ایک اونٹ کی

ذَلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ﴿٢٥﴾ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ

وہ بھرتی آسان ہے کہ ہرگز نہ بھیجوں گا اس کو تمہارے ساتھ یہاں تک

تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنِي بِهِ إِلَّا أَن

کہ دو مجھ کو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دو گے اس کو میرے پاس مگر یہ کہ

يُحَاطَ بِكُمْ فَلَمَّا اتَّوَاهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَا

کھیرے جاؤ (گھر جاؤ) تم سب پھر جب دیا اس کو سب نے عہد بولا اللہ

حضرت یعقوب سے بیٹوں کی درخواست یعنی یوسف کی طرح اس کے متعلق کچھ تردد نہ کیجئے اب ہم چوکے ہو گئے ہیں پوری طرح حفاظت کریں گے۔

یعنی یہی الفاظ "وَأَن لَّكَ لَاحِفَظُونَ" تم نے یوسف کو ساتھ لے جاتے وقت کہے تھے۔ پھر تمہارے وعدہ پر کیا اعتبار ہو۔ ہاں اس وقت ضرورت شدید ہے۔ جس سے انراض نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے تمہارے ساتھ بھیجتا ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ سو میں اس کو خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ وہی اپنی مہربانی سے اس کی حفاظت کرے گا۔ اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائے گا۔

یعنی بنیامین کا حصہ۔

یعنی ایسی آسان بھرتی کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ جس طرح ہو بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ بعض نے "ذَلِكَ كَيْدٌ يُسِيرٌ" کا اشارہ پہلے جو غدلائے تھے اس کی طرف کیا ہے۔ "یسیر" کو بمعنی قلیل لیا ہے۔ یعنی جو پہلے لائے ہیں وہ جنت کے اعتبار سے تھوڑا ہے۔ قحط کے زمانہ میں یہاں تک کام دے گا۔ لہذا ضروری ہے کہ جس طرح بن پڑے ہم دوبارہ جائیں اور سب کا حصہ لے کر آئیں۔

مَا نَقُولُ وَكِيدٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يَبْنِي لَا تَدْخُلُوا

میری بات پر گمان ہے ♦ اور کہا میں یہ کہتا ہوں نہ داخل ہوں

مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَّادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ ۝

ایک دروازہ سے اور داخل ہوں کئی دروازوں سے جدا جدا

وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا

اور میں تم سے اللہ کی کسی بات سے تم کو قلم کسی کا نہیں سوائے

لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾

اللہ کے پر مجھ کو بھروسہ ہے اور اُن پر بھروسہ چاہئے مگر وہ کرنے والوں کو ♦

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ ط مَا كَانَ

اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا ان کے باپ نے ♦ کچھ نہ

يُغْنِي عَنْهُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي

بھی سکتا تھا ان کو اللہ کی کسی بات سے مگر ایک خواہش تھی

نَفْسٍ يَعْقُوبُ قَضَاهَا وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ

یعقوب کے جی میں سوچ رہی کر چکا اور وہ تو خبر ارتقا جو کچھ ہم نے اُس کو سکھایا

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا

لیکن بہت لوگوں کو خبر نہیں ♦ اور جب داخل ہوئے

عَلَى يُوسُفَ أَوَّاهٍ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا

یوسف کے پاس ہے پاس رکھ اپنے بھائی کو کہا تحقیق میں ہوں

یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد یعنی اترتھ راہی سے کوئی ایسا حادثہ پیش نہ جائے جس میں تم سب گھر جاؤ اور نکلنے کی کوئی سہیل نہ رہے تب تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ماں اپنے مقدمہ راز و رندگی بھر بنیامین کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرے۔ یہ پختہ ممد یون اور قتمیں سے رزیدہ کید و انتہام کے طور پر فرمایا "اللہ علی ما نقول ویکفل" یعنی جو کچھ عہد و پیمان ہم اس وقت کر رہے ہیں وہ سب خدا کے سپرد ہیں۔ اگر کسی نے خیانت اور بد عہدی کی وہ سی سزا اے گا، یا یہ کہ قول و قرار تو اپنے مقدمہ کے موافق پختہ کر رہے ہیں لیکن ان باتوں سے جو مقصد اصل ہے وہ خدا کی حفاظت و نمبہائی سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ خدا نہ چاہے تو سارے اسباب و تدابیر رکھی رہ جائیں، کچھ نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ظاہری اسباب بھی پختہ کر لئے اور بھروسہ اللہ پر رکھا۔ یہی حکم ہے ہر کسی کو۔"

بیٹوں کو نصیحت برادران یوسف پہلی مرتبہ جو مسرے تھے مام مسافروں کی طرف بلا تمیاز شہر میں داخل ہو گئے تھے لیکن یوسف علیہ السلام کی خاص وجہات و اظاف و دیکھ کر یقیناً وہاں کے لوگوں کی نظریں ان کی طرف اٹھنے لگی ہوں گی۔ اب دوبارہ جانا خاص شان و اہتمام سے بلکہ کہنا چاہئے کہ ایک طرح کی یوسف کی دعوت پر تھا۔ بنیامین جس کی حفاظت و محبت حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف کے بعد بہت کرتے تھے۔ بھائیوں کے ہمراہ تھے یعقوب علیہ السلام کو خیاں نڈرا کہ ایک باپ کے گیارہ وجیہ و خوش رو بیٹوں کا خاص شان سے ہیبت اجتماعی شہر میں داخل ہونا مخصوص اس برتاؤ کے بعد جو عزیز مصر (یوسف) کی طرف سے لوگ پہلے مشاہدہ کر چکے تھے، ایسی چیز ہے جس کی طرف عام نگاہیں ضرور اٹھیں گی۔ "اعین حق" نظر لگ جانا ایک حقیقت ہے (اور ان کی کل مسریم کے عجائبات تو عموماً اسی قوت نگاہ کے کرشمے ہیں) یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو نظر بد اور حسد و غیرہ مکروہات سے بچانے کے لئے یہ ظاہری تدبیر یقین فرمائی کہ متفرق ہو کر معمولی حیثیت سے شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوں، تاکہ خواہی نہ خواہی پبلک کی نظریں ان کی طرف نہ اٹھیں ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں کوئی تدبیر کر کے قضا و قدر کے فیصلوں کو نہیں روک سکتا۔ تمام کائنات میں حکم صرف خدا کا چلتا ہے۔ ہمارے سب انتظامات حکم الہی کے مقابلہ میں بیکار ہیں۔ ہاں تدبیر کرنا بھی، کسی نے بھایا ہے اور جائز رکھا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ پیو کی تدبیر کرے مگر بھروسہ خدا پر رکھے گویا لڑکوں کو بتایا کہ میری طرح تم بھی تدبیر سے خدا کی حفاظت پر بھروسہ رکھو۔ تدابیر پر مغرور نہ بنو۔

یعنی مختلف دروازوں سے علیحدہ علیحدہ۔

تقدیر اور تدبیر کو جمع کرنا یعنی جس طرح کہا تھا داخل ہوئے تو اگرچہ نظریات لوگ نہ لگی۔ لیکن تقدیر اور طرف سے آئی (بنیامین کو الزام ہرق کے سلسلہ میں روک لیا گیا) تقدیر دفع نہیں ہوتی۔ سو جن کو ظلم ہے ان کو تقدیر کا یقین اور اسباب کا بچاؤ دونوں حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن بے علم سے ایک ہو تو دوسرا نہ ہو، یا ہمتن اسباب پر اتکا کر کے تقدیر کا انکار کر بیٹھتا ہے یہ تقدیر پر یقین رکھنے کے یہ معنی سمجھ لیتا ہے کہ اسباب کو معطل کر دیا جائے، البتہ عارف اور باخبر لوگ تقدیر و تدبیر کو جمع کرتے اور مرایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں۔

أَخُوكَ فَلَا تَبْتِغِ بِهَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾

بھائی تیرے ہم نیکین مت ۶۹ ان کا میں سے جو انہوں نے کئے ہیں

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَّازِهِمْ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي

پھر جب تیار کر دیا ان کے واسطے اسباب ان کا رکھ دیا پینے کا پیالہ

رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ

اسباب میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے سے قافلہ والو تم تو

لَسَرِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾

البتہ چور ہو کہنے لگے مگر کہے ان کی طرف تہہری کیا چیز کم ہو گئی

قَالُوا نَفَقْدُ صُورَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیکر اور جو کوئی اُس کو لے اُس کو ملے ایک بوجھ اونٹ کا

وَأَنَّا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا

اور میں ہوں اُس کا ضامن ہوسے قسم اللہ قسم تو کو معلوم ہے ہم

لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَرِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا

شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں اور نہ ہم بھی چور تھے بولے

فَمَا جَزَاءُوهُ إِنْ كُنْتُمْ كَذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاءُوهُ

پھر کیا سزا ہے اُس کی رستم نکلے جھوٹے کہنے لگے اُس کی سزا یہ کہ

مَنْ وَجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاءُوهُ ۖ كَذَلِكَ

جس کے اسباب میں سے ہاتھ آئے وہی اُس کے بدلے میں جائے ہم یہی

بنیامین سے حضرت یوسفؑ کا خصوصی معاملہ | حضرت یوسف نے بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا۔ اور خلوت میں آہستہ سے گاہ کر دیا کہ میں تیرا حقیقی بھائی (یوسف) ہوں۔ جو مقام ان عداوتی بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا۔ غلام بنا کر بیچا۔ اور ہمارے باپ بھائی و فیہرہ کو فرق کے صدمہ میں مبتلا کیا یا اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی، ان باتوں سے غمگین مت ہو۔ وقت گئی ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور غمخیزوں کے بعد حق تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس بھائی کو جو یوسف نے آرزو سے جایا دروں کو حسد ہوا۔ اس سفر میں اس کو بات بات پر چبھزکتے اور طعنے دیتے۔ اب حضرت یوسف نے تسلی کر دی۔

بھائیوں پر چوری کا الزام | جی جب یوسف علیہ السلام کے حکم سے ان کا غلہ لے دیا اور سامان سفر تیار کیا گیا تو ایک چاندی کا پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں با اطلاق رکھ دیا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا محافلین کو پیل کی تلاش ہوئی۔ خزان کا شہر اسی قافلہ پر گیا۔ قافلہ تھوڑی دور نکلا تھا کہ محافلین میں سے کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو۔ تم لوگ یقیناً چور معصوم ہوتے ہو تنبیہ | اگر یہ لفظ یوسف کے حکم سے کہے گئے تو یہ مطلب ہو گا کہ کوئی مال چراتا ہے۔ تم دو ہو جنہوں نے باپ کی چوری سے بھائی کو بیچ ڈالا۔

یعنی ہم کو خواہ مخواہ چور کیوں بناتے ہو۔ اگر تمہاری کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ تلو دہم ابھی کہیں گے نہیں ہمارے اسباب میں تلاش کر لو۔

محافلین نے کہا، بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ یا غلہ ناپنے کا پیالہ گم ہو گیا ہے۔ اگر بدان حیل و حجت کے کوئی شخص حاضر کر دے گا تو غلہ کا ایک اونٹ انعام پائے گا۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

یعنی مصر میں ہمارا چاچا چمن عام طور پر معلوم ہے کیا کوئی تلو سکتا ہے کہ ہم نے یہاں بھی کچھ شرارت کی؟ نہ ہم شراروں کے لئے یہاں آئے۔ اور نہ چوروں کے خاندان سے ہیں۔

محافلین نے کہا کہ تم فضوں جتیں کر رہے ہو۔ اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہو گیا تو کیا کرو گے۔

نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٥﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِينَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ

ہاں یہ ہیں خالصہ پھر شروع کریں یوسف نے اُن کی خرجیوں پہنچانی اپنے بھائی کی

أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِعَاءِ أَخِيهِ ۖ كَذَلِكَ

خرجی سے پیسے آخر کو وہ برتن نکال اپنے بھائی کی خرجی سے

كَذْنَا لِيُوسُفَ ۖ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ

دوہوا دیا ہم نے یوسف کو وہ نہ لے لے سکتا تھا اپنے بھائی کو میں (قانون) میں

الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۖ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ

اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس نے

نَشَاءُ ۖ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٦﴾ قَالُوا إِنِ يَسْرِقْ

چاہیں اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا کہنے لگے اُس نے چوری

فَقَدْ سَرَقَ آخِرُ لَهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَاسْرَهَا يُّوسُفُ

تو چوری کی تھی اُس کے ایک بھائی نے بھی اس سے پیسے کیا بہتہ سے کہا یوسف نے

فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ أَنْتُمْ شَرُّ

اپنے جی میں اور ان کو نہ بتایا کہا جی میں کہ تم بدترین

مَكَانًا ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ﴿٧﴾ قَالُوا يَا يٰهٰ

درجہ میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو کہنے لگے

﴿شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا﴾ یہ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا تھی۔ یعنی جس کے پاس سے چوری نکلے وہ ایک سال تک نام ہو کر رہے۔ برادر بن یوسف نے اپنے قانون شرکی کے موافق بے تامل سزا کا ذکر کر دیا۔ کیونکہ انہیں چور اچھے نہیں تھا کہ ہم چور نہیں۔ نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہو سکا ہے۔ اس طرح اپنے اقرار سے خود پھڑے لگے۔

بھائیوں کی تلاش یعنی اس منگنے کے بعد ہی اظہارِ ان کو "عزیز مصر" (یوسف علیہ السلام) کے پاس لے گئے اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے تعقیب کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کی خوجیاں (زیمیلیں اور بگ وغیرہ) دیکھے گئے، پیالہ برآمد نہ ہوا۔ اخیر میں بنیامین کے اسباب کی تلاش ہوئی، چنانچہ پیالہ اس میں سے نکل آیا۔

یہ یوں تدبیر کی ہم۔ یوسف نے گئے۔

بنیامین کو روکنے کی تدبیر یعنی بھائیوں کی زبان سے آپ ہی نکلا کہ جس کے پاس مال بکھے غلام بنا لو۔ اس پر پکڑے گئے۔ وہ حکومت مصر کا قانون یہ نہ تھا۔ اگر ایسی تدبیر نہ کی جاتی کہ وہ خود اپنے اقرار میں بندھ جائے تو ملکی قانون کے موافق کوئی صورت بنیامین کو راک لینے کی نہ تھی۔

یعنی جسے چاہیں حکمت و تدبیر سکھائیں۔ یا اپنی تدبیر لطیف سے سر بلند کریں۔ یہ محمودی وقت جنہوں نے باپ کی چوری سے یوسف کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا۔ آج یوسف کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں۔ شاید اس طرح ان کی تکمیلی غلطیوں کا کاروبار ہوگا۔

حضرت یوسف کے توریہ کی حقیقت یعنی بنیامین ایک آدمی سے زیادہ اور اس سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا ور ہے جسے "عالم الغیب" کہتے ہیں۔ "تسمیہ" اس نام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی غلط خلاف واقعہ نہیں نکلا۔ نہ کوئی مرست خلاف شرع ہوئی۔ یہ وہ توریہ ہے "توریہ" "توریہ" کا مطلب ہے یا ایسی بات کہنا کہ جس سے دیکھنے والے کے ذہن میں ایک نظریہ، رقبہ بنی مطلب آئے سیکس متکلم کی مراد دوسری ہو جو نہ ہری مطلب سے بعید ہے۔ "توریہ" کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جاتا ہے۔ جائز بلکہ محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم و فبیح غرض کے لئے سو تو "توریہ" نہیں دھوکہ اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ نے منظور تھا کہ یوسف علیہ السلام کے ابتداء امتحان کی تکمیل کر دی جائے۔ یوسف کے بعد بنیامین بھی ان سے جدا ہوں۔ ادھر مدت کے گچھڑے۔ وہ دیکھنی بھائی آجس میں مل رہے ہیں۔ یوسف کو امتحان کی گھائیوں سے نکالنے کے بعد اول ملاتی بھائیوں پھر مینی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج مل جائیں۔ دوسری طرف برادران یوسف سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹوکریں کھ کر وہ بھی معذور جم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ ورنہ معصوم یا کیا تھیں ہوگی جن کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کو تھوڑا سا "توریہ" کرنے کی ہدایت ہوئی۔ انہوں نے یہاں اپنے بھائی کے سہاگ میں رکھا۔ پھر نہ کسی پر اس کی چوری کا الزام لگایا نہ یہ کہا کہ ہم فداں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت و راحت کے ساتھ رہنے کی سہیل نکل آتی۔ مصلحتاً بعض ایسے الفاظ پیشک استعمال کئے جن کے معنی متبادر مراد نہ تھے۔ بعض چیزوں پر سکوت بنایا جن کی نسبت اگر کچھ بڑے تو راز فاش ہو کر صل مقصد فوت ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

یہ اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لئے محض ناحق کوشش و مزاحمت بنیامین کے جرم کو پختہ کر دیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے مفسرین نے اس موقع پر کئی قصے بیان کئے ہیں جن کی طرف برادران یوسف نے چوری کے لفظ میں اشارہ کیا تھا۔ ان کے نقل کی یہاں حاجت نہیں۔

بھائیوں کا حضرت یوسف پر چوری کا الزام یعنی ایسا سخت لفظ اس نے بھی یوسف سے قابو نہیں ہوئے، کیونکہ مصلحت خداوندی افشائے روز کو تقضی نہ تھی۔ یوسف نے بات کو دل میں رکھا۔ جواب دیکر ان کے اتہام کی حقیقت نہ کھوں۔ اپنے جی میں کہا "انتم شر مکارا واللہ اعلم بما تصفون" یعنی اٹ چور کو تو اس کو ڈانٹے، مجھے چور بناتے ہو، حالانکہ تم نے ایسی چوری کی کہ بھائی کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا۔ باقی میری چوری کا حال اللہ کو معصوم ہے۔ بعض مفسرین نے قال انتم شر مکارا الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ یوسف نے ان کو خطاب کر کے کہا کہ تم بڑے ہی بدترین لوگ ہو۔ ابھی تو کہہ رہے تھے "وہا شکر سارقین" ہم چوروں میں سے نہیں۔ جب ایک بھائی کے اسباب میں سے مال برآمد ہوا تو اس کے ساتھ دوسرے غیر حاضر بھائی کو بھی ملوث کرنے لگے گویا چوری کرنا تمہارا خاندانی پیشہ ہے (یعنی ذہن) خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو۔ وہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دے گا۔

الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا

عزیز اس کا ایک باپ ہے بزرگ بڑی عمر کا سارھے ایک کو ہم میں سے

مَكَانَهُ ۚ إِنَّا نُرِيكَ مِنَ الْمُسْنِينَ ﴿۵۸﴾ قَالَ مَعَاذَ

اس کی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا ﴿۵۸﴾ کہ اللہ

اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ ۚ

پناہ کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس سے پاس پائی ہم نے اپنی چیز

إِنَّا إِذَا الظَّالِمُونَ ﴿۵۹﴾ فَلَمَّا اسْتَبَسَّوْا مِنْهُ خَلَصُوا

تو ہم نے وہ بے انصاف ہوئے ﴿۵۹﴾ پھر جب تا امید ہوئے اس سے اکیلے ہو بیٹھے

نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ

مشورہ کرنے کو بول ان میں کا بڑا کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارا باپ نے

قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوَثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ

لیے تم سے عہد اللہ کا اور پہلے

مَا فَرَطْتُمْ فِي يُوسُفَ ۚ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ

جو تصور کر چکے ہو یوسف کے حق (عہد) میں سو میں تو ہرگز نہ سرکوں گا اس ملک سے

حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۚ وَهُوَ خَيْرُ

جب تک کہ حکم دے مجھ کو باپ میرا یا قضیہ چکا دے اللہ میری طرف اور وہ سب سے بہتر

الْحَكِيمِينَ ﴿۶۰﴾ ارْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَا نَا

چکا نے وال ﴿۶۰﴾ پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو سے باپ

بھائیوں کی درخواست اور اس کا جواب یعنی بوزھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچے گا، وہ ہم سب سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسف کے بعد اب اسی سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ آپؐ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپؐ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں، وہ ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔

یعنی خدا پناہ میں رکھے، کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے سے بد میں پکڑ لگیں۔ ہم تو صرف اسی شخص کو روکیں گے جس کے پاؤں سے اپنی چیز فی ہے۔ (وہ بنیامین ہے جو بیٹی بھائی ہونے کی حیثیت سے ہمارے پاس رہے گا) یہاں بھی الامن و احذامنعا عندہ کی جگہ الامن موقوف نہیں فرمایا جو مختصر تھا۔ کیونکہ واقعہ کے خلاف ہوتا۔

یعنی مجرم کے بدلہ میں بے قصور کو پکڑیں تو تمہارے خیال اور قانون سے موافق ہم بے انصاف ٹھہریں گے۔

بھائیوں کا آپس میں مشورہ | جب حضرت یوسفؑ کا خوب سن کر مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اکثر لوگ کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہیے۔ ان میں جو عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے بڑا تھا اس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ کر جائیں گے، جو عہد ہم سے یہ تھا اس کا کیا جواب دیں گے۔ یہ تقصیر تو پہلے یوسفؑ کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چھا جانا سخت بے حیثی ہوگی۔ سو واضح رہے کہ بندہ تو کسی حال میں اس سے نمٹنے والا نہیں۔ الٰہیہ کہ خود والد بزرگوار مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ مثلاً تقدیر سے میں یہیں مرجاؤں یا کسی تدبیر سے بنیامین کو چھڑاؤں۔ تنبیہ یہ کہنے والا غالباً وہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بھی نرم مشورہ دیا تھا "لا تَقْتُلُوا يٰٓيُوسُفُ"

إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ، وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَا

تیرے بیٹے نے تو چوری کی اور ہم نے وہی کہا تھا جو ہم کو خبر تھی

وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ ۝۸۱ وَسَعِلَ الْقَرْيَةَ الَّتِي

اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا اور پوچھ لے اسی ہستی سے

كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا

جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں اور ہم

لَصَادِقُونَ ۝۸۲ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا

بے شک سچ کہتے ہیں کوئی نہیں بولے تمہارے جی نے ایک بات

فَصَبِّرْ جَبِيلٌ ۝۸۳ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۝

اب صبری بہتر (کام آئے) ہے شاید اللہ لے آئے میرے پاس ان سب کو

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝۸۴ وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ

وہی ہے خبردار حکمتوں والا اور اٹھا پھر ان کے پاس سے اور بولا

يَا سَفِي عَلَى يُونُسَ وَأَبِصْتُ عَيْنَهُ مِنَ الْحُزْنِ

اے افسوس یوسف پر اور سفید ہو گئیں آنکھیں اس کی غم سے

فَهُوَ كَظِيمٌ ۝۸۵ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَوُا تَذَكَّرُ يُونُسَ

سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا کہنے لگے قسم اللہ کی تو نہ چھوڑے گا یوسف کی یاد کو

حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ۝۸۶

جب تک کہ تھل جائے یا ہو جائے نرد

یعنی مجھے چھوڑ دو، مگر تم سب جا کر باپ سے عرض کرو کہ یہ واقعہ پیش آیا، جسکی کوئی توقع نہ تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ”یعنی تم کو قول دیا تھا اپنی دست پر یہ کی خبر تھی کہ بنیامین چوری کر کے پکڑ جائے گا۔ یا ہم نے چور کو پکڑ رکھنا بتایا اپنے دین کے موافق۔ یہ یہ معلوم تھا کہ بھائی چور ہے۔“

یعنی آپ معتبر دینی بھیج کر اس ہستی و دلوں سے تحقیق کر لیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ نیز دوسرے قافلہ داروں سے دریافت فرمائیں جو ہمارے ساتھ رہے اور وہ آپس میں ہیں۔ آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

حضرت یعقوبؒ کا صبر و استقامت

پہلی بار کی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوبؒ نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا۔ انہیں نبی و مہاجر نہ سمجھے۔ بیٹوں کی بات نہ تھی۔ حضرت یوسفؑ بھی بیٹے تھے۔ ”کہ فی الموضع“ ”وہاں“ ”لکھو“ ”کا خطاب جنس انسانی کی طرف ہوا۔“ ”وہاں“ ”مفسرین نے یہ مطلب یہ ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے لیے وعدہ کر کے اصرار کے ساتھ اسے وہاں پہنچ کر اتار بھی نہ رہا کہ اس کے اسباب میں سے یہاں سے چوری کیسے ثابت ہو سکتی، شاید کسی نے چھپا دیا ہو۔ مداخلت کیا کرتے یہ بیکر کہ پہلے سے بھائی نے بھی چوری کی تھی اس کے جرم کو پختہ کر دیا۔ تمہارے اس میں کھوت نہ ہوتا تو یہ طرز عمل اختیار نہ کرتے۔ اب باقی بنانے کے لئے آئے ہو۔ بہرحال میں تو اس پر بھی صبر ہی کروں گا کوئی حرف شکایت زبان پر نہ آوے گا۔ خدا کی قدرت و رحمت سے یہ بعید ہے کہ یوسفؑ، بنیامین، اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہا کیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے۔ وہ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہم یہاں کے ساتھ اپنی صحت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کے یاس انگیز احوال اور مرہم و دوا کے بعد بھی انبیاء کے قلوب مایوس نہیں ہو سکتے۔ وہ ہمیشہ خدا کی رحمت و اسعد پر اعتماد کرتے اور اللطف و مہربانی کے امیدوار رہتے ہیں۔

یہ زخمیہاں پر انارحم ہوا ہوا۔ اختیار پکارا تھے ”یا اسمعیٰ علیٰ یوسف“ (بائے افسوس یوسف)

یعنی بے روق یا بے نور ہو گئیں۔ علی خلاف القومین۔

حضرت یعقوبؒ کی آزمائش

حدیث میں ہے ”سَخِرُ مَعَاشِرِ الْأَنْبِيَاءِ إِلَّا دَلَاءُ اللَّهِ الْأَمْثَلُ فَلَا مَثَلُ“ ”یعنی انبیاء کی ہمدست حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی قسم میں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت و رحمت سے اس کی استعداد کے موافق جس قسم کے امتحان میں چاہے مبتلا کرتا ہے۔ یعقوبؒ مدینہ ادرام کے قلعہ میں یوسفؑ کی فوق اعادہ محبت و ازالہ کی پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان، برائیکی کا چشمہ و چراغ تھا، ایسے ارادہ پاک طریقے سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ و زخمی خوردہ یعقوبؒ کے جگر کو اس رمن فرما صدمہ نے حالیا تھا۔ وہ کسی مخلوق نے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے، نہ غصہ نکالتے۔ غم کی بات منہ سے نہ نکلتی۔ ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسیوں برس تک چشم گریاں و سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض، حقوق میں کوئی خصل نہ پڑنے و یا ان کا دل جتن یوسفؑ کے فراق میں روٹا تھا، اتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ تر گڑا تھا۔ درد و غم کی شدت اور شکباری کی کثرت جس قدر ان کی بصارت کو ضعیف کرتی اسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بے تابی و غصہ اب کا کیسا ہی طوفان امتحان، دل پکڑ کر اور ہیجے مسوس کر رہا تھا۔ ربان سے نف نہ نکالتے، بنیامین کی جدائی سے جب پر نے زخم میں نیا چرکا لگا تو اس وقت بے اختیار ”یا اسمعیٰ علیٰ یوسف“ ”صرف اتنا لفظ ربان سے نکلا۔ بقول حضرت شاہ صاحبؒ ”ایسا درختی مدت دہا رکھنا غمگین کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔“

قَالَ إِنَّمَا أَشْكُوا بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ

ہو میں بڑھوتریوں میں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں

اللَّهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۸۷﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ

اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ﴿۸۷﴾ اے بیٹے! سے بیٹھا جا اور تلاش کرو

يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَأْيِسُوا مِنْ رُّوحِ اللَّهِ ۖ إِنَّكَ

یوسف کی اور اس نے بھائی کی اور نا اُمید مت ہو اللہ کے فیض سے سبقت

لَا يَأْيِسُ مِنْ رُّوحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۸﴾ فَلَمَّا

نا اُمید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے گمراہی و کفر میں ﴿۸۸﴾ پھر جب

دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يٰأَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَّا

داخل ہوئے اس کے پاس ہو اے عزیز پرزی ہم پر اور ہماری

الضَّرَّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ

تختی اور لائے ہیں ہم کو چکی ناقص سو پوری دے ہم کو بھرتی

تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿۸۹﴾

خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو ﴿۸۹﴾

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ

کہا کچھ تم کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اس کے بھائی سے جب تم کو

جَاهِلُونَ ﴿۹۰﴾ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا

مجھ نہ پہچانتے ہو لے کیا جانتی ہے یوسف ﴿۹۰﴾ کہا میں

❖ موضح القرآن میں ہے۔ یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے؟ بے مبروہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکایت کرے۔ میں تو اسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ (یوسف زندہ ہے ضرور مے گا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہے گا) یہ مجھ پر آزمائش ہے، دیکھو اس حد پر پہنچ کر بس ہو۔

❖ بیٹوں کو حضرت یوسفؑ کی تلاش کا حکم اور نصیحت | جی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے۔ جنہیں اس کی رحمت و سعادت اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر بائیس آن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست اہمتی نہ دکھائے۔ جاؤ کوشش کر کے یوسفؑ کا کھوج گاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کے پھرانے کا کوئی درجہ تلاش کرو۔ تجھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ تیسرے بھائی کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ وہ اختیار خواہ مخواہ بنیامین کی جگہ سے رکا ہے۔ بنیامین چھوٹ جائے تو وہ کیوں پڑا رہے گا۔

❖ حضرت یوسفؑ سے بھائیوں کا سوال | باپ کے فرمان پر مصر کو پھر روانہ ہوئے۔ کیونکہ یوسفؑ کا یہ معلوم نہ تھا۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ جس کا یہ معلوم ہے (بنیامین) پہلے اسکی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت ہے، عزیز کو ادھر بھی توجہ دلائیں، اگر دینے میں سے معاملہ میں کچھ نرم پایا تو بنیامین کے متعلق گفت و شنید کریں گے۔ چنانچہ یہی بات انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ بھی کہی کہ اے عزیز مصر! آج کل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گزر رہی ہے۔ سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ ٹکی اور حقیری پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کے لئے ساتھ لائے ہیں آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے امید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ مقدار گذشتہ کی طرح چوری وادیں گے۔ یہ رعایت حقیقت میں ایک طرح کی خیرات ہوگی جو آپ ہم پر کریں گے یا اس کے علاوہ ہم کو بطور خیرات ہی کچھ دیدیجئے خدا آپ کا بھلا کرے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سن کر رو پڑے، شفقت و رحمہوں کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے، مل پڑا۔ اس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا تھا، اس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں، اگلی آیت میں اسی اظہار کی تمہید ہے (تنبیہ) بعض نے تصدیق کے معنی مطلق احسان کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے ”قصر صلوة“ کی حدیث میں ”صدقۃ تصدق اللہ بها علیکم“

❖ جی دونوں میں جدائی ڈان اور دونوں سے پیر رکھا۔

❖ حضرت یوسفؑ کا صبر و صروت | ائذا صبر و صروت و اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ بچے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ متحضر کریں تا ماضی و حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے ان حسانات کی حقیقت روشن ہو، جو یوسفؑ پر ان مصائب و حوادث کے بعد ہوئے جن کی طرف آگے ”قد من اللہ علیا“ میں اشارہ ہے۔ پھر سوال کا پیرایہ نرم اختیار کیا۔ جس میں ان کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہنچو نیاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناگہی و بیوقوفی سے ہوگئی۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ یوسفؑ کا خواب پورا ہو کر اور ہلال ایک روز بدر بکر رہے گا۔

❖ حضرت یوسفؑ کو پہچاننا | ممکن ہے اس سوال سے گھبرائے ہوں کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسفؑ کے قصہ سے کیا مطلب۔ غیر معمولی مہربانیوں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعہ ان کا ذہن ادھر منتقل کر دیا ہو کہ کہیں یوسفؑ جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بچ ڈالا تھا یہ ہی تو نہیں ہے۔ جب ادھر توجہ ہوئی تو بغور دیکھ ہوگا اور ممکن ہے یوسفؑ نے خود بھی اپنے کو اس دفعہ زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہو، بالخصوص یہ کہ دیا ہو کہ میں یوسفؑ ہوں۔ غرض وہ سخت متعجب و حیرت زدہ ہو کر بول اٹھے۔ ”اے انک لانت یوسف“ (بچ تاؤ کیا تم ہی یوسف ہو؟)

يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي زَقْدُ مَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ

یوسف ہوں اور یہ ہے میرا بھائی ♦ اللہ نے جان لیا ہم پر ♦ البتہ جو ولی

يَتَّقُ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ضائع نہیں کرتا حق نہیں دے گا ♦

قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ أَشْرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخُطِئِينَ ۝

بولے قسم اللہ کی اللہ پسند کریں تجھ و اللہ نے ہم سے اور ہم تھے بڑے گنہگار ♦

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ز

کہا کہجو الزام نہیں تم پر آج تم سے اللہ غفرت ♦

وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ۝ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا

اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان ♦ لے جاؤ یہ قمیض ♦

فَالْقُوَّةُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۖ وَأَتُونِي بِأَهْلِكُمْ

اور ذوالواس کو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا اور لے آؤ میرے پاس گھر آنا

أَجْمَعِينَ ۝ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ

سارا ♦ اور جب جدا ہوا قافلہ کہا ان کے باپ نے

إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝

میں پاتا ہوں یوسف کی ♦ نہ ہو مجھ کو کہ ورنہ بہک گیا ♦

قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝ فَلَمَّا أَنْ

لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو ابھی قدیم گمراہی میں ہے ♦ پھر جب پہنچے

یعنی جس سے مجھ کو جدا کیا تھا آج میرے پاس بیٹھا ہے۔

جدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراجم میں فروخت کیا گیا تھا، آج خدا نے اسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”جس پر تکلیف پڑے اور وہ شرع سے باہر نہ ہو اور گھبرائے نہیں تو آخر بلا سے زیادہ عطا ہو۔

بھائیوں کی ندامت یعنی تجھ کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا، ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی، آخر تیرا خواب سچا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا۔

حضرت یوسف کا غنودہ درگزر یوسف علیہ السلام بھائیوں سے اتنا بھی سنا نہیں چاہتے تھے فرمایا، یہ تذکرہ مت کرو آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں۔ جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمہاری تقصیر کا ذکر بھی نہ ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تم نے جو خطہ میں خدا تعالیٰ کی کی ہیں، وہ بھی معاف کر دے۔

میری مہربانی بھی اسی کی مہربانی کا ایک پرتو ہے۔

حضرت یوسف کی کرامت یعنی میں بحالت موجودہ شام کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں سے آؤ۔ چونکہ والد بزرگوار کی نسبت وحی سے یہ بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا ہوگا کہ بیٹائی نہیں رہی یہ نگاہ میں فرق آ گیا ہے، اس نے اپنا ٹیٹس دے کر فرمایا کہ یہ ان کی آنکھوں کو لگا دینا بیٹائی بحال ہو جائیگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”مرض کی اللہ کے ہاں دوا ہے۔ آنکھیں مٹی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اسی کے بدن کی چیز مٹنے سے چسپی ہوئیں۔ یہ کرامت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی۔“ اور کرامت نہ کہیں تب بھی ”جکل واقعات و مشاہدات کی بنا پر یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی سخت صدمہ یا غیر معمولی خوشی کے اثر سے بعض نابینا دفعتاً بینا ہو گئے ہیں۔

حضرت یعقوب کو یوسف کی خوشبو خدا کی قدرت یوسف مصر میں موجود ہیں کبھی نہ بہا کہ یوسف کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا۔ اب بلا نے کی ٹھہری تو ادھر قافہ یوسف کا قیصر لیکر مصر سے نکلا ادھر پیراہن یوسف کی خوشبو یعقوب کے مشام جان کو سطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا پورا واقعہ ہی عجیب قدرت کا ایک مرقع ہے۔ یعقوب جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسف جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے۔ یوسف کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئے، خود یوسف کے مہمان بنیں اس کے باوجود خداوند قدوس کی حکمت غامضہ اور مشیت قاہرہ کا ہاتھ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رلا کر امتحان کی تکمیل کرائے، ”جَلُثَ قَلْبُهُ وَغَرَّ سُلْطَانُهُ“

یعنی یہ بات کہتے ہوئے جھجکتے ہوں۔ کیونکہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی کہہ دو گے، بڑھا سٹھیا گیا ہے۔

یعنی یوسف کی محبت اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ مٹنے کا یقین تیرے دل میں جاگزیں ہے۔ وہ ہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔

جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَى وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ

خوشخبری ۱۱ اس نے وہ کرتیاں سے منہ پر پھرکوت کر دیا، گھٹنے ۱۲

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ ۖ إِنِّي عَنْ أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا

بول میں نے نہ ہاتھ تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے ۱۳

تَعْلَمُونَ ۝ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا

تم نہیں جانتے ۱۴ بولے اے باپ بخشو ہمارے گناہوں کو بے شک ہم تھے

خٰطِئِينَ ۝ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ

چو کے الے ۱۵ کہہ دو بخشو اس کا تم کو اپنے رب سے وہی ہے

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ أَوَّاهُ

بخشش والا مہربان ۱۶ پھر جب داخل ہوئے یوسف کے پاس جگہ دی

إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِن شَاءَ اللَّهُ

اپنے پاس اپنے ماں باپ کو اور کہا اور اگل ہو مصر میں اللہ نے چاہا

أَمِينٌ ۝ وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهُ

تو اس جمعی سے ۱۷ اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر دربار گرساں کے تے

سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ

سجدہ میں ۱۸ اور کہا سے باپ یہ بیان ہے میرے اس پہلے

قَبْلُ زَقَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا ۖ وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ

خواب کا اس کو میرے رب نے سچ کر دیا ۱۹ اور اس نے ان کو میرا بھپ جب

♦ **بیٹائی کی بحالی** | یعنی بیٹی واپس گئی، دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔

♦ یعنی میں نے کہا تھا یوسف کی حوشو تری ہے۔ آخر چیخ ہوا۔ یا بیٹوں کو کہہ دو کہ یوسف کو تلاش کرو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کر دے۔ اچھ لو، وہی صورت ہوئی۔

♦ **بیٹوں کی ندامت اور معافی** | یعنی توجہ اور دعا کر کے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرائیے ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں۔ پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب لعزت سے معافی دلوائیں کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔

♦ **حضرت یوسف کا استقبال** | جیسی قبول کی گئی آنے دو، اس وقت اپنے مہربان خدا کے گے تمہارے سے ہاتھ ٹھوٹکا، کہتے ہیں جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

♦ شہر سے باہر استقبال کو نکلے۔ ماں باپ کو پنے قریب جگہ دی (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت یوسف کی وادہ چہ شتر و فاقہ پا چکی تھیں۔ جیسا کہ سابق فوائد میں گزر چکا یہاں غلہ کا ذکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ والدہ حیات تھیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لائی تھیں) سب کو فرمایا شہر میں چلو، قحط وغیرہ کا اب کچھ اندیشہ مت کرو۔ انشاء اللہ بالکل دلجمعی اور راحت و اطمینان سے رہو گے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچ کر کہے۔ گویا "اذلحلونو مضر" الخ کے معنی ہوئے مصر میں قیام کر رہے تھے۔

♦ **باپ بیٹوں کا سجدہ تعظیمی** | یوسف نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی، تحت پر بٹھایا لیکن خدا کو یوسف کی جو تعظیم کرائی تھی اسے یوسف کب روک سکتے تھے۔ اس وقت کے دستور کے موافق ماں باپ اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کے گے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا، جو بقول حافظ علیہ السلام دین ابن کثیر آدم کے زمانہ سے مسیح علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا۔ البتہ شریعت محمدیہ نے منوع و حرام قرار دیا۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے "وان المساجد لله الخ" سے حرمت کا اشارہ لگایا ہے۔ بعض مفسرین نے اس جگہ سجدہ کے معنی متبادر مراد نہیں لئے۔ محض جھک جانے کے معنی لئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سجدہ یوسف کو نہ تھا بلکہ یوسف کی عزت و عظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس تقدیر پر "وحسروا لہ" میں لاسبہ ہوگا۔ جیسی یوسف کے عروج و افتاد کے سبب سے خدا کے گے سجدہ میں گر پڑے۔ تنبیہ تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ غیر اللہ کی تعظیم کلینہ منوع نہیں، البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے۔ جس کی اجازت ایک حد کے لئے کبھی نہیں ہوئی، نہ ہو سکتی ہے "سجود عبادت" یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل، لک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے جس کی اجازت کبھی کسی ملت ساوی میں نہیں ہوئی۔ ہاں "سجود تعظیم" یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خاں ہو کر شخص تعظیم، تکریم کے طور پر سر ہنجو و ہونا شراخ سابقہ میں جائز تھا۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بھی جزا کاٹ دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں قسام شرک پر جو دقیق بحث کی ہے اسے دیکھنا چاہئے۔

♦ یعنی میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔ خواب کی تعبیر پوری ہوئی تھی وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔

أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ

مجھ کو نکال قید خانہ سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد

بَعْدَ أَنْ نَزَعَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۖ إِنَّ

اس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں میرا

رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے بہت ہی ہے خبردار حکمت والا

رَبِّ قَدْ أَتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ

اے رب تو نے دی مجھ کو کچھ حکومت اور سکھایا مجھ کو

تَاوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ قَدْ

کچھ پھیرنا باتوں کا اے پیر کرنے والے آسمانوں اور زمین کے

أَنْتَ وَلِيٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ تَوْفَنِي مُسْلِمًا

تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھ کو اسلام پر

وَالْحَقُّنِي بِالصَّالِحِينَ ۚ ذَلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ

اور مل مجھ کو نیک بختوں میں خبریں ہیں غیب کی

نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتُ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ

ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس اور تو نہیں تھا ان کے پاس جب وہ ٹھہرنے لگے اپنا کام

وَهُمْ يَمْكُرُونَ ۚ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

اور فریب کرنے لگے اور اکثر لوگ نہیں ہیں یقین کرنے والے اگرچہ

♦ حضرت یوسف کا تذکرہ نعت | خدا تعالیٰ کے احسانات، کر فرمائے اور انکی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم بنا دیا اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جب کہ کوئی امید دوبارہ مٹنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیے اس موقع پر اپنی مصائب و تکالیف کا کچھ ذکر نہ کیا، نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے، بلکہ بھائیوں کے واقعہ کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے۔ مبادا بھائی سن کر محجوب ہوں۔ اللہ اکبر، یہ خلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہوتے ہیں۔

♦ ی سورت کے پہلے رکوع میں "ثَاوِيلَ الْاِحَادِيثُ" کی تفسیر گزر چکی۔

♦ حضرت یوسف کی دعاء | یا تو لقا، اللہ کے شوق میں فی اہل موت کی تمنیٰ کی یہ یہ مطلب ہے کہ جب کبھی موت آئے اسلام (یعنی کامل تسلیم و رضا) پر آئے۔ تنبیہ حدیث میں آئی ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنیٰ نہ کرے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ جب لقاء اللہ اور کسی غرض صالح کی وجہ سے موت کی تمنیٰ کر سکتا ہے جیسے ساحرین فرعون نے دعا کی تھی "رَبَّنَا اَلْمَرْغُ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوْفِقًا مُّسْلِمِينَ" یا حضرت مریم نے کہا تھا "بِالْيَسَنِ مَثٌ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ سَبِيًّا مُّسَيَّبًا" اور معاذ کی حدیث میں ہے "وَإِذَا رُذِّتْ بِقَوْمٍ فَسَفَةٌ فَأَقْبَضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مُقْتَنُونَ" ورمسند احمد میں حدیث ہے بِكْرُهُ الْمَوْتُ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ حضرت علیؓ نے جہنم فتن کے وقت دعا کی "اللَّهُمَّ خُذْنِي إِلَيْكَ فَهَذَا سَخِطُهُمْ وَمُسْتَوْبِي" امام بخاریؒ کو جب امیر خراسان کے ساتھ جھگڑا پیش آیا تو یہ دعا کرنی پڑی۔ "اللَّهُمَّ تَوَفَّنِي إِلَيْكَ" حدیث میں ہے کہ خروج و جہل کے وقت ایک شخص کسی قبر پر گزریا اور فتن (زلزل) کو دیکھ کر کہے گا "يَا لَيْتَنِي مَكَانَكَ" کاش کہ میں تیری جگہ ہوتا۔

♦ یہ لفظ ایسے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ مرض الموت میں فرماتے تھے "اللَّهُمَّ فِي الرَّفِيقِ الْاَعْلَى"۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں علم کامل پایا، دولت کامل پائی، اب شوق ہوا اپنے باپ دادا کے مراتب کا۔ گویا الجحشینی بالصالحین سے یہ غرض ہوئی کہ میرا مرتبہ الحق و ابراہیم کے مراتب سے ملا دے۔ حضرت یعقوبؑ کی زندگی تک ملکی انتظامات میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد اپنے اختیار سے چھوڑ دیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری رشتہ "شام" لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ جنازہ وہیں لے گئے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب "بنی اسرائیل" مصر سے نکلیں گے۔ اس وقت میری لاش بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے، حضرت یوسفؑ کا تابوت بھی ساتھ لے گئے۔ واللہ اعلم۔

♦ ان واقعات کا علم آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل ہے | یعنی برادران یوسف جب ان کو باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے آپ ان کے پاس نہیں کھڑے تھے کہ ان کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔ پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الہی کے آپ کو کس نے بتائے۔ آپ رمی طور پر پڑھے لکھے نہیں، کسی ظاہری معلم سے استفادہ کی نوبت نہیں آئی پھر یہ حقائق جن کی اس قدر تفصیل بائبل میں بھی نہیں، آپ کو خدا کے سوا کس نے معلوم کرائیں۔

بُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ

تو کتنی چاہیے ♦ اور تو مانگتا نہیں ان سے اس پر کچھ بدلہ پتہ

هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي

اور کتنے عجیب نہیں مگر نصیحت سارے عام کو ♦ اور بہتیری نشانیوں ہیں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمْشُونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا

سمانوں اور زمین میں جن پر گزر رہا ہوتا رہتا ہے انکا اور وہ ان پر

مُعْرِضُونَ ۝ وَمَا يُوْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ

دھیان نہیں کرتے ♦ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ ہی

مُشْرِكُونَ ۝ أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

شریک بھی کرتے ہیں ♦ کیا نڈر ہو گئے اس سے کہ آڈھا نکلے ان کو ایک آفت

عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ

اللہ کے عذاب کی یا آنچے قیامت اچانک اور ان کو

لَا يَشْعُرُونَ ۝ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ فَتَأْتِي

خبر نہ ہو ♦ کہہ دے یہ میری راہ ہے بند تائیں اللہ کی طرف

عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَنَ اللَّهُ وَمَا

کچھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہے اور

أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا

میں نہیں شریک بتانے والوں میں ♦ اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے

یعنی باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسی واضح دلیل موجود ہیں، پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

یعنی نہیں مانتے نہ مانیں آپ کا کیا نقصان ہے کچھ تبلیغ کی تنخواہ تو آپ ان سے مانگتے نہ تھے کہ وہ بند کر لیں مگر نصیحت و رہنمائی تھی سو ہو گئی اور ہو رہی ہے۔

اللہ کی نشانیوں سے کفر کی غفلت یعنی جس طرح آیات تنزیلیہ سن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے ہی آیات مکتوبیہ دیکھ کر خدا کی توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے اصل یہ ہے کہ ان کا سننا اور دیکھنا محض سرسری ہے۔ آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ فائدہ پہنچتا۔ جب دھین نہیں تو ایمان کہاں سے ہو۔

یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصار بنا رہا ہے چنانچہ مشرکین عرب ”تبیہ“ میں یہ لفظ کہتے تھے ”لَئِنْكَ اللَّهُمَّ لَئِنْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكَاهُ لَوْ لَكَ مُمْلِكُهُ وَمَا مَلِكٌ“ کوئی اس کے لئے بیٹے بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔ کوئی اسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے کسی نے احبار و رہبان کو خدائی کے اختیار و قدرت دے دیے ہیں بہت سے تعزیر پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو کھد کر رہے ہیں۔ ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہو گئے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا رنجاب نہیں کرتے (اعاذنا اللہ من سائر انواع الشرک)

یعنی ایسے بے فکر و بے خوف کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے عذاب الہی یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے؟

توحید خالص کا راستہ میرا راستہ ہے یعنی میرا راستہ یہی خالص توحید کا راستہ ہے میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات و اوہام کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف آئیں، اس کی توحید، اس کی صفات و کمالات اور اس کے حکام و غیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ حاصل کریں۔ میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستہ پر حجت و برہان اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ خدا نے مجھ کو ایک نور دیا جس سے سب ہمراہیوں کے دماغ روشن ہو گئے۔ یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں۔ خالص توحید کا راہرو ہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت و بصیرت کی خاص روشنی اور عبودیت محضہ کی خاص لذت محسوس کر کے بے ساختہ پکارا تھا ہے ”مُبْحَانُ اللَّهِ وَمَا أَمَّا مِنَ الْمُتَشَبِّهِينَ“۔

رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ ۖ أَفَلَمْ يَسِيرُوا

سہمردی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم ان کو بستیوں کے رہنے والے کیا ان لوگوں نے نہیں سیر کی

فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

مک کی کہ دیکھ پیتے کیا ہوا انجام ان لوگوں کا

مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ

جون سے پہلے تھے اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیزگاروں سے واول کو

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٣١﴾ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْعَسَ الرُّسُلُ وَ

کیا اب بھی نہیں سمجھتے ﴿۳۱﴾ یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول

ظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا ۖ فَنُجِّيَ

ذباں کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد پھر بچا دیا

مَنْ نَّشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾

جن کو ہم نے چاہا اور پھر تا نہیں مڑا ہمارا قوم گنہگار سے

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّلأُولَىٰ ۖ إِلَّا لِبَآبٍ

البتہ ان کے احوال سے انھیں اس میں سبق ملتا ہے عقل والوں کو

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي

کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اس کلام کے جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَ

اس سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور

تمام انبیاء مرد تھے | یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا انبیاء نے سابقین ان ہی نسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔ پھر دیکھ لو ان کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے اور آخرت کی بہتری تو خالص ان ہی کے لئے ہے جو شرک و کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تنبیہ ہے کفار مکہ کو کہ انگوٹوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں | تنبیہ | اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ حضرت مریم کو بھی قرآن نے صدیقہ کا مرتبہ دیا ہے۔ نیز آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بوادی (جنگلی کنواروں) میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

کفار کو تنبیہ | یعنی تاخیر عذاب سے دھوکہ مت کھاؤ۔ پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں۔ اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکریں باہر نکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگیں۔ یہ حالت دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی، دھر خدا کی طرف سے ان کو وحی میں قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے۔ غرض دونوں طرف کے حالات آثار پیغمبروں کے لئے یاس انگیز تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ نبیاء سے جو وعدے ان کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے لئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عذاب بغیر دھوکہ صرف ڈرانے کے واسطے تھا۔

انبیاء کی ناامیدی کا مفہوم | کچھ بعید نہیں کہ ایسی باتیں کنور و غریب کی حالت میں نبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا وسوسہ و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزر رہا ہے کہ ہمارے نصرت اور منکرین کی ملامت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے جیسے دوسری جگہ فرمایا "وَلَا تُرْجُوا" حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى مَضَى إِلَهُكُمْ (بقدرہ۔ کو ۲۶) جب بحرین کی بے خون اور انبیاء کی تشویش اس حد تک پہنچ گئی اس وقت ناگہاں آسمانی مدد آئی۔ پھر جس کو خدا نے چاہا (یعنی فرمانبردار مومنین کو) محفوظ و مصون رکھا۔ اور مجرموں کی جزا کاٹ دی۔ (تنبیہات تنبیہ ۱) اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے ناامیدی کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامیدی کفر نہیں۔ یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ قدر سا چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے، یوں ہی لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں۔ آیت "حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْشَسَ السُّنُلُ" میں یہ ای مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں۔ (تنبیہ ۲) کفر کا دوسرا کفر نہیں نہ کسی درجہ میں ایمان یا عصمت کے منافی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صبیہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے دلوں میں ایسی چیزیں (بے اختیار) پاتے ہیں جن کے زبان پر ماننے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کونکہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا پاتے ہو؟ عرض کیا ہاں "فرمایا" داک صرینح الانعام "یہ تو کھلا برا ایمان ہے۔"

قرآن کریم کے اوصاف | یعنی یہ کوئی انسان نہ یا ناول نہیں۔ تاریخی حقائق ہیں۔ جن سے عقل مندوں کو سبق لینا چاہئے۔

رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۴﴾

رحمت ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں

آیتھا ۳۳ ﴿۱۳﴾ سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۹۶﴾ ﴿رُكُوْعَاتُهَا ۶﴾

سورہ رعد مدینہ میں نازل ہوئی اور جس میں تینتالیس آیات اور پندرہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحمہ والا ہے

الْمَرَّتْ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ ۖ وَالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ

تقریباً یہاں تک کہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو پہنچاؤں

مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

تو یہ سب سے سچ ہے لیکن بہت لوگ نہیں مانتے

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ

اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بغیر ستون دیکھتے ہو

اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ

قائم ہو عرش پر اور کام میں لگا دیا سورج اور چاند

كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ

ہر ایک چلتا ہے وقت مقرر پر (تک) تدبیر کرتا ہے کام کی ظاہر کرتا ہے

الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوقِنُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي

نشانیں کہ (تاکہ) شاید تم اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو اور وہی ہے

❖ یعنی قرآن کریم جس میں یہ قصص بیان ہوئے کوئی جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ چونکہ ایدہ گاراس سے نفع اٹھاتے ہیں اس عائد سے ن کے حق میں خاص طور پر ذریعہ ہدایت و رحمت ہے۔ **بَشَعَا اللّٰهُ بَعْلُوْمِهٖ وَرَرَقْنَا تَلَاوَتَهٗ اَمَاءَ اللَّيْلِ وَاَمَاءَ الْبَهَارِ وَجَعَلْنٰهُ لَحَافَةً لِّاٰلِا عَلِيْہَا اٰمِيْن** تم سورۃ یوسف علیہ السلام بعوں اللہ تعالیٰ۔

سورة الرعد

❖ **قرآن ایک واضح حقیقت** یعنی جو کچھ اس سورت میں پڑھا جائے وہ عظیم الشان کتب کی کتابیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اتاری گئی۔ یقیناً حق و صواب ہے لیکن جب تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں۔

❖ **بے ستون آسمان** یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان، بلند اور مضبوط چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی ستون یا کھمبہ یا گرڈ روکھالی نہیں دیتا۔ جس پر اتنی بڑی ڈاٹ کھڑی کی گئی ہے اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت کے غیر مرئی ستون کے سہارے اس کا قیام ہے۔ **وَيُفْسِكُ السَّمَاءُ اِنْ تَقَعَ عِثْقُ الْاَرْضِ اِلَّا مَادُودَ (حج رکوع ۹) شَشْ اِجْہَامِ كَانْظَرِيْہٗ اِگْرِجْہٗ** ہو تو اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ کشش کو عرفاً عمداً نہیں کہتے اور اگر عمداً کہتے تو مرئی ہیں۔ **رَّوٰی عَنِ اَنْسِ غِبَاسٍ وَمُحَاہِدٍ وَالْحَسَنِ وَقَتَادَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالُوْا اَلِهٰا عَمْدٌ وَّلٰكِنْ لَا مَرٰی (ابن کثیر) یعنی ان بزرگوں نے فرمایا کہ آسمانوں کے ستون ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے۔** ائمہ علم۔

❖ **استوی علی العرش** اے متعلق "سورۃ عرف" "نہوین" پارہ کے آخر میں مذکور ہے۔ وہاں مدح و تحسین کر لیا جائے۔
❖ **تسخیر شمس و قمر** یعنی سورج اپنا دور ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے۔ یہ "لَا جَبَلٌ مِّسْمٰی" کے معنی وقت مقرر تک کے لئے جائیں تو یہ مضرب ہوگا کہ چاند سورج اسی طرح چلتے رہیں گے قیامت تک۔

❖ **لقائے رب کا یقین** یعنی جس نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو پیدا کیا ہے تمہارے دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ نیز ایک باخبر، مدبر، بیدار، مغزور، حاکم، رگورنٹ، باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یوں ہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ نہ وہ ادا دار اس پسند و عیا کی رحمت و رسانی سے انصاف کر سکتی ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تحت کا تہ مالک اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات کو دیکھنے کا انتظام باحسن اسلوب قائم رکھنے والا ہے مطیع و عاصی کو یوں ہی مہمل چھوڑے رکھے۔ ضرور ہے کہ ایک دن وہ دروس کو دفن و رکی کا صدر ہے اور مجرم اپنی سز کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع و عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔

مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ

جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں (پہاڑ) اور ندیاں اور

كُلِّ الشَّجَرِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشَى

ہر سوکے رکھے اس میں جوڑے دو قسم ڈھانکتے

الَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۲﴾

دن پر رات کو اس میں نشانیاں ہیں اس کے واسطے جو کہ دھیان کرتے ہیں

وَفِي الْأَرْضِ قِطْعٌ مُّتَجَوِّرٌ وَجَنَّتْ مِنْ أَعْنَابٍ وَ

اور زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل (پاس پاس) اور باغ ہیں انگور کے

زَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنَوَانٌ وَغَيْرُ صِنَوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ

کھیتیں ہیں اور کھجوریں ہیں ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی اور بعض بن ملی ان کو پانی بھی ایک ہی

وَاحِدٍ وَنُفُضِّلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأَكْلِ ط

دیا جاتا ہے اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ان میں ایک کو ایک سے میووں میں

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿۳﴾ وَإِنْ تَعْجَبْ

ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کو جو غور کرتے ہیں اور اگر تو عجب بات چاہے

فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ إِذَا كُنَّا ثَرِيًّا عَلَانَا لَفِي خَلْقٍ

تو عجب ہے ان کا کہنا کہ کیا جب ہو گئے ہم مٹی کی بنائے ہوئے

جَدِيدٍ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ

بنائے جائیں گے ای ہیں جو منکر ہو گئے اپنے رب سے اور وہی ہیں

یعنی پہاڑ جو ایک جگہ کھڑے ہیں اور دوسرا جو ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔

پھلوں کے جوڑے | یعنی چھوٹا، بڑا، کھٹا، میٹھا، سیاہ و سفید، گرم سرد اور جدید تحقیق کے موافق ہر ایک میں دو مادہ بھی پائے جاتے ہیں۔

اس کے معنی سورہ اعراف میں ”مٹھویں پارے کے خاتمہ پر بیان ہو چکے وہاں دیکھ لیا جائے

زمین کی نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیں | بندہ سمجھنے کے مقابل پست زمین کا ذکر کیا۔ آسمان سے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا کہ ہر ایک کی رفتار، رنگ ہے اور ہر ایک کا کام جدا گانہ ہے۔ ایک کی گرم و تیز شعاعیں جو کام کرتی ہیں دوسرے کی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی سے وہ بن نہیں پڑتا۔ اسی طرح یہاں زمین کے مختلف حوالہ اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا۔ کہیں پہاڑ کھڑے ہیں کہیں دریا رواں ہیں، جو میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں ان میں بھی شکل، صورت، رنگ، مزہ، چھوٹے بڑے ہندو مادہ کا اختلاف ہے۔ کبھی زمین دن کے اجاے سے روشن ہو جاتی ہے کبھی رات کی سیاہ نقاب منہ پر ڈال جاتی ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ چند قطعات زمین جو ایک دوسرے سے متصل ہیں ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں، ایک سورج کی شعاعیں سب کو پہنچتی ہیں ایک ہی ہوا سب پر پھلتی ہے۔ اس کے باوجود اس قدر مختلف پھول پھل اُتاتے ہیں در باہم پیداوار کی کمی زیادتی کا اتنا فرق ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ غور و فکر کرنے والے ان نشانوں کو دیکھ کر سمجھ جیتے ہیں کہ یک ہی ابر رحمت کی آبیاری یا ایک ہی آفتاب ہدایت کی موجودگی میں انسانوں کے مادی و روحانی احوال کا اختلاف بھی کچھ مستبعد و مستلک نہیں ہے اور یہ کہ محدود قدرت کا کوئی زبردست ہاتھ آسمان سے زمین تک تمام مخلوق کے نظام ترکیبی کو اپنے قبضہ میں لئے ہوئے ہے۔ جس نے ہر چیز کی استعداد کے موافق اس کے دائرہ عمل و شریک بہت مضبوط حد بندی کر رکھی ہے۔ پھر ایسے ماتنائی قدرت و ختم رکھنے والے خدا کو کیا مشکل ہے کہ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس عالم کے مخلوط عنصر کی کمی و تکمیل کر کے ہر خیر و شر کو اس کے مستقر میں پہنچا دے۔

یعنی اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہوگی کہ جس نے اول ایک چیز بنائی وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہو؟
(العیاذ باللہ)

الْأَغْلُلُ فِيْ أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ

کڑوق ہیں ان کی گردنوں میں اور وہ ہیں دوزخ والے

هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ

وہ اسی میں رہیں گے برابر اور جلد نکلتے ہیں تجھ سے برائی کو

قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثَلَتُ ۖ

پہلے بھلائی سے اور گزر چکے ہیں ان سے پہلے بہت سے عذاب (مثالیں)

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ

اور تیرا رب معاف بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے اور

إِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُولُ الَّذِينَ

تیرے رب کا عذاب بھی سخت ہے اور کہتے ہیں

كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَبِّهِ ۖ إِنَّمَا

کافر کیوں نہ اتری اُس پر کوئی نشانی اُس کے رب سے تیرا کام

أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا

تو ڈر سنا دیتا ہے اور ہر قوم کے لیے ہوا ہے راہ بتانے والے اللہ جانتا ہے جو

تَحِبُّ كُلُّ انْثَى وَمَا تَغِيصُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ

پہنٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جو سگلاتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۝ عِلْمُ الْغَيْبِ وَ

اور ہر چیز کا اُس کے یہاں اندازہ ہے جاننے والا پوشیدہ اور

بعث بعد الموت کا انکار اور اس کی سزا گویا یہ لوگ "بعث بعد الموت" کا انکار کر کے خداوند قدس کی شہنشاہی سے منکر ہیں۔ تو ایسے باغیوں کا انجام یہ ہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں پھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جہنم خانہ میں ڈال دیے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔

یعنی حق کو قبول نہیں کرتے جس سے دنیا و آخرت کی بھلائی ملے کفر اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں عذاب لے آؤ۔

حق تعالیٰ کا صم و تدبیر یعنی پہلے بہتری تو مومن پر عذاب آچکے ہیں۔ تم پر لے آنا کیا مشکل تھا، بات صرف اتنی ہے کہ تیرا پروردگار اپنی شانِ علم و غنوں سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم و ستم دیکھتا اور درگزر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گزر جاتا ہے اس وقت اس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

یعنی جو نہانی ہم مانگتے ہیں وہ کیوں نہیں اتری جسے دیکھ کر ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے۔

کفار کا مطالبہ اور اس کا جواب یعنی آیات کا اتارنا آپ کے قبضہ میں نہیں، یہ تو خدا کا کام ہے جو آیات پیغمبر کی تصدیق کے لئے مناسب ہو دکھلائے۔ آپ کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سنا دیں اور برائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف معجزہ دکھانا پیغمبر کے قبضہ میں نہیں ہادی "راہ بتانے والے" اور نذر ڈرانے والے آتے رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہوا کہ جو نشان معاندین طلب کریں گے ضرور دکھلا کر رہیں گے ہاں خدا کی راہ دکھانا ان کا کام تھا وہی آپ کا ہے۔ البتہ وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے آپ دنیا کی ہر قوم کے لئے ہیں۔

کہ مذکر ہے یا مونث، پور ہے یا اذھورا، اچھا ہے یا برا، وغیر ذلک من الاحوال حمل کے مراحل اور اللہ کا علم یعنی حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا ناقص ہے تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ میں۔ غرض پیٹ کے گھسنے بڑھنے کے تمام اسرار و اسباب اور اوقات و احوال کو پوری طرح جانتا ہے۔ اور اپنے علم محیط کے موافق ہر چیز کو ہر حالت میں اس کے اندازہ اور استعداد کے موافق رکھتا ہے۔ اسی طرح اس نے جو آیات انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے اتاری ہیں ان میں خاص اندازہ اور مصالح و حکم ملحوظ رہی ہیں۔ جس وقت جس قدر بنی آدم کی استعداد و صلاحیت کے مطابق نشانات کا ظاہر کرنا مصلحت تھا اس میں کمی نہیں ہوئی۔ باقی قبول کرنے اور مشتعل ہونے کے لحاظ سے لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حوامل کے پیٹ سے پیدا ہونے والوں کے احوال تفاوت استعداد و تربیت کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں۔

الشَّهَادَةُ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسَرَ

ظہر کا سب سے بڑا تر ♦ برہستے تم میں جو بہت

الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَ

بات کہے اور جو کہے پکارے اور جو چھپ رہا ہے رات میں اور

سَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝ لَهُ مُعَقِّبٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ

جو گھوموں میں پھرتا ہے اس کو ♦ اس سے پہلے دے ہیں بندہ سے

مِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

چھپے اس کی ٹہنیاں کرتے ہیں اللہ کے حکم سے ♦ اللہ

لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ۚ وَإِذَا

نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو جب تک وہ نہ بدلیں جو ان کے جہول میں ہے اور جب

أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءً أَوْ أَفْلًا مَرَدَّدًا لَهُ ۖ وَمَا لَهُمْ

چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر آفت پھر وہ پس پھرتی اور کوئی نہیں ان کا

مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَّالٍ ۝ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

اس کے سوا ♦ مدگار ♦ وہی ہے کہ تم کو دکھاتا ہے بجلی (برق) ڈرنا (وال)

وَطَبَعًا وَيُنَشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسِجُّ الرُّعْدُ

اور اُمید کو اور اُنھٹاتا ہے بادل بھاری ♦ اور پڑھتا ہے گرجنے وال

♦ یہ علم الہی کی لامحدود وسعت و احاطہ کا بیان ہوا۔ یعنی دنیا کی کوئی کھلی چھپی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور تمام عالم اس کے زیر تصرف ہے۔

♦ اللہ کا علم محیط، علم الہی کا عموم بیان کر کے لحاظ مناسبت مقام خاص حوالہ مکتفین کی نسبت جلاتے ہیں کہ تمہارے ہر قول

و فعل کو بہر اعلیٰ محیط ہے۔ جو بات تم دل میں چھپو یا آہستہ کہو اور جو طمانیہ پکار کر کہو، نیز جو کام رات کی اندھیری میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دہڑے برس رہا کر دو، دونوں کی حیثیت علم الہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کو تین قسم کے آدمیوں پر مشتمل بتلایا ہے "من اسر القول" (جو بات کو چھپائے) "من جہر بہ" (جو ظاہر کرے) "من هو فستخف باللیل و سارط بالنہار" (جو اپنا کام رات کو چھپائے مثلاً شب کو چوری کرنا اور دن کو ظاہر کرے مثلاً دن میں نمازیں پڑھنا) اللہ تعالیٰ کو سب یکساں طور پر معلوم ہیں۔

❖ اللہ کے پہرے دار یعنی بر بندہ کے ساتھ خدا کے فرشتے، مور ہیں جن میں بعض اس کے سب اگلے پچھلے اعمال لکھتے ہیں اور جیسے خدا کے حکم کے موافق ان بلاؤں کے دفع کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ بندہ کو بچانا چاہتا ہے جس طرح اس عالم میں خدا کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہے اس کے ظاہری اسباب مہیا کر دیتا ہے ایسے ہی اس نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع پیدا کئے ہیں جن کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھتیں لیکن مشیت الہی کی سمیٹان کے واسطے ہوتی ہے۔

❖ قوموں کے عروج و زوال کا قانون | یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی و مرہبانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بد لے۔ جب بدلتی ہے تو آفت آتی ہے پھر کسی کے نالے نہیں ملتے۔ نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے تنبیہ | یہاں قوموں کے عروج و زوال کا قانون بتایا ہے، اشخاص و افراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔

❖ بجلی و بارش میں نشانیاں | پہلے بندوں کی حفاظت کا ذکر تھا، پھر بد اعمالیوں سے جو آفت و مصیبت آتی ہے اس کا ذکر ہو، معلوم ہوا کہ خدا کی ذات شان انعام و انتقام دونوں کی جامع ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بعض ایسے نشانہ کے قدرت کی طرف توجہ دائی جن میں بیک وقت امید و خوف کی دو متضاد کیفیتیں پیدا کرنے کی صلاحیت ہے یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو امید بندھتی ہے کہ بارش آئیگی۔ اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں گر کر ہلاکت کا سبب نہ بن جائے ہماری بدول پانی کے بھرے ہوئے آتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے کہ باران رحمت کا نزول ہوگا، ساتھ ہی فکر رہتی ہے کہ پانی کا طوفان نہ آجائے، لہیک اسی طرح انسان کو چاہئے کہ رحمت الہی کا امیدوار رہے مگر مکر اللہ سے، مومن اور بے فکر نہ ہو۔

بِحَمْدِهِ ۝ وَالْمَلِكِ ۝ مِنْ خِيفَتِهِ ۝ وَيُرْسِلُ

خوبیاں اُس کی اور سب فرشتے اس کے ذریعے اور بھیجتے

الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ

کرک بجلیاں پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں

فِي اللَّهِ ۝ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ۝ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۝ ط

اللہ کی بات میں اور اُس کی تن (پکڑ) سخت ہے اسی کا پکارنا سچ ہے

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُمْ

اور جن لوگوں کو وہ نہیں کاہتے اُن کے اور جن لوگوں کو کہ پکارتے ہیں اُس کے سوا

بَشَىٰ ۝ إِلَّا كَبَاسِطٌ كَفِيهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا

کچھ بھی کچھ جیسے کسی نے پھیلے دونوں ہاتھ پانی کی طرف کہ پیچھے اُس کے منہ تک اور وہ

هُوَ بِبَالِغِهِ ۝ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۝ ۴

بھی نہ پہنچے گا اُس تک اور کفاروں کی سب گمراہی ہے

تسبیح رعد کی توجیہ | جیٹی گرجنے والا بادل یا فرشتہ زبان "حان" یا "قال" سے حق تعالیٰ کی تسبیح تحمید کرتا ہے وان من شئ الا نسبح بحمده ولكن لا نفقهون تسبیحہم" (نی اسرائیل رکوع ۵) اور تمام فرشتے ہیبت و خوف کے ساتھ اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں۔ (جدید تحقیق تنبیہ) "رعد" و "برق" وغیرہ کے متعلق "جکل کی تحقیق" یہ ہے کہ بادلوں میں "قوت کبریا" یہ موجب پائی جاتی ہے اور زمین میں کبریا یہ سائب۔ "جو باد زمین سے زیادہ نزدیک ہواں میں گاہ بگاہ زمین کی سائب کبریا یہ سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اس بادل کے اوپر بسا اوقات وہ دہ گزرتے ہیں جن میں کبریا یہ موجب موجود ہے۔ اور یہ قعدہ تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف قسم کے "کبریا یہ" رکھنے والے دو جسم جب محدی ہوں تو ہر ایک اپنے اندر دوسرے کی "کبریا یہ" کو جذب کرتا ہے تاکہ دونوں کی کبریا یہ متحد ہو جائے۔ اسی قاعدہ سے اوپر نیچے والے بادل جب ایک دوسرے کی قوت کبریا یہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دونوں کے مل جانے سے شدید حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس حرارت شدیدہ سے دونوں بادلوں کے حجم کے منسوب ایک آتشیں شعلہ اٹھتا ہے جو صاعقہ کہلاتا ہے سی صاعقہ کی چمک اور روشنی برق بہتی ہے اور ہوا میں اس کے سرایت کرنے سے جو آواز نکلتی ہے وہ رعد ہے۔ کبریا کا یہ ہی آتشیں شرارہ کبھی ہادیوں اور ہواؤں کو پھڑکڑا کر نیچے گرتا ہے جس کے نہایت عجیب و غریب افعال و آثار

مشابہہ کئے گئے ہیں، علاوہ اس کے کہ وہ مکانون کو گرتا یا پہاڑوں کو شق کرتا اور جانداروں کی بدست کا سبب بنتا ہے۔ بعض اوقات دیکھ گیا ہے کہ اس نے نہایت احتیاط سے ایک آدمی کے بدن سے کپڑے اتار کر کسی درخت کی شاخ پر رکھ دیے ہیں مگر پہننے والے کے جسم کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا۔ (انزۃ العرف فرید وجدی) جسے دیکھ کر خیال نہ کرتا ہے کہ بجلی کے اس آتشیں شعہ میں کوئی ذی شعور اور ذی اختیار قوت غیر مرئی طریقہ سے کام کر رہی ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ اوپر بیان کئے ہوئے نظریہ کا انکار کریں۔ لیکن یہ بیان کرنے والے خود اقرار کرتے ہیں کہ ”روح“ کی طرح ”قوت کبریائی“ کی اصل حقیقت پر بھی اس وقت تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام و ردوس۔ ارباب کشف و شہود کا بیان یہ ہے کہ تمام نظام عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی سبب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کار فرما ہے جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے اس کے ادراک تک عام لوگوں کی رسائی نہیں۔ صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اسے دیکھتے ہیں۔ آخر تم جو نظریات بیان کرتے ہو (مثلاً یہی قوت کبریائی کا موجب ہے۔ ہونا وغیرہ) اس کا علم بھی چند حکمائے صمیمین کے سوا بل واسطہ کس کو ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا ہی وثوق انبیاء کے مشاہدات و تجربات پر کر لیا جائے تو بہت سے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے نو۔ بیس طبعیہ کی طرح بادلوں و بارشوں کے انتظامات پر بھی فرشتوں کی جماعتیں تعینات ہیں جو بادلوں کو منسوب مواقع پر پہنچانے اور ان سے حسب ضرورت و مصیحت کام لینے کی تدبیر کرتی ہیں۔ گرتہا رے بیان کے موافق باد اور زمین وغیرہ ”کبریائی“ کا مدبر کوئی غیر مرئی فرشتہ ہو تو انکار کی کوئی وجہ ہے؟ جس کو تم ”شرارہ کبریائی“ کہتے ہو چونکہ وہ فرشتہ کے خاص تصرف سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا اسے وحی کی زبان میں خاریق من نار (فرشتہ کا آتشیں کوڑا) کہہ دیا گیا تو کیا قیامت ہو گئی۔ اس کی شدت و رخت شتعال سے جو ریح اور کڑک پیدا ہوئی اگر حقیقت کو غافل کرتے ہوئے اسے فرشتہ کی ڈانٹ سے تعبیر فرمایا تو یہ نہایت ہی موزوں تعبیر ہے۔ بہر حال ”سائنس“ نے جس چیز کی محصل صورت کو سمجھا۔ ”وحی“ نے اس کی روح اور حقیقت پر مطلع کر دیا۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف متبادل قرار دے یا جائے۔ علامہ محمود آلوسی نے بقرہ کے شروع میں اس پر محقوں بحث کی ہے۔ فلیراجع۔

بجلی کی کڑک میں نشانیاں | ان جھگڑنے والوں پر عذاب کی بجلی نہ گروے۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس آدمی بھیجا کہ اسے میرے پاس بلاؤ۔ قاصد نے اس کو کہہ کر رسول اللہ ﷺ تک پہنچے جاتے ہیں کہنے لگا رسول اللہ کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سوے کا ہے یا چاندی کا یا تانبے کا؟ (العیاذ باللہ) تین مرتبہ یہی گفتگو کی۔ تیسری مرتبہ جب وہ یہ گستاخانہ کلمات بک رہا تھا ایک بادل اٹھ فوراً بجلی گری اور اس کی کھوپڑی سر سے جدا کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ عامر بن طفیل اور ارباب بن ربیع نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم، سدا ملاتے ہیں بشرطیکہ آپ کے بعد خدمت ہم کو ملے آپ نے انکار فرمادیا۔ دونوں یہ کہہ کر اٹھے کہ ہم ”مدینہ“ کی وادی کو آپ کے مقابلہ میں پیدل اور سواروں سے بھر دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اس کو روک دے گا اور انھیں مدینہ میں روکے گا۔ وہ دونوں چپے راستہ میں رہ کر بجلی گری اور عامر بن عوف کی گلٹی سے ہلاک ہوا۔ **فَدَعَا رَعْدُكَ آذَانًا لِّكَرْبَانَا** ”سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ حِيفَتِهِ اللَّهُمَّ لَا تَقْلُنَا بِفَصِيكَ لَا تَهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَاعِافَا قَبْلَ ذَلِكِ“

معبودان باطل سے دعاء کی مثال | یعنی پکارنا اسی کو چاہئے جو ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک ہے عاجز کو پکارنے سے کیا حاصل؟ اللہ کے سوا کون ہے جس کے قبضہ میں اپنا یا دوسروں کا نفع و ضرر ہے؟ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے بلانا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا کنوئیں کی من پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھینکے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جائے۔ ظاہر ہے قیامت تک پانی اس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ بلکہ اگر پانی اس کی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر منہ تک نہیں جاسکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کافر جن کو پکارتے ہیں بعضے محض خیالات و اوہام ہیں، بعضے جن اور شیاطین ہیں، اور بعضی چیزیں ہیں کہ ان میں کچھ خواص ہیں۔ لیکن اپنے خواص کی مالک نہیں۔ پھر ان کے پکارنے سے کیا حاصل؟ جیسے آگ یا پانی اور شاید ترے بھی اسی قسم میں ہوں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَ

وہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو مانی ہے آسمانوں اور زمین میں طوع سے اور

التجید ۲۴

كَرْهًا وَظَلَمُوْهُمْ بِالْعُدُوِّ وَالْاَصٰلِ ۝۱۵ قُلْ مَنْ رَّبُّ

رور سے اور ان کی پر چھایا صبح اور شام ۱۵ کون ہے رب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ قُلِ اللّٰهُ ۝ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُ مِنْ

آسمان اور زمین کا کہہ دے اللہ کہ پھر کیا تم نے پڑے ہیں

دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِنَفْسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۝

اُس کے سوا ایسے حمایتی جو مالک نہیں اپنے بھنے اور نہ ہے

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ ۝ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي

کہہ کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا یا نہیں برابر ہے

الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرُ ۝ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوْا

اندھیرا اور اجال ۱۶ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اللہ کے لیے شریک کہ انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے

كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۝ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

جیسے پیدا کیا اللہ نے پھر مشابہ ہو گئی پیدائش ان کی نظر میں کہہ اللہ ہے پیدائش

كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۷ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

ہر چیز کا اور وہی ہے کیا لاز بردست ۱۷ اتارا اُس نے آسمان سے

مَآءٍ فَسَالَتْ اَوْدِيَةًۭ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّبِيْلُ

پانی پھر بہنے لگے تالے پھر اپنی موافق پھر اوپر لے آیا وہ تال

مخلوقات کا اللہ کو سجدہ | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”جو اللہ پر یقین لیا خوشی سے سر رہتا ہے اس کے ختم پر اور جو نہ یقین پایا آخر اس پر بھی بے اختیار اسی کا حکم جاری ہے اور پرچھائیاں صبح و شام زمین پر پسر پاتی ہیں یہی ہے انکا سجدہ۔“ مطلب یہ ہے کہ جوابدہوں یا اعراض کوئی چیز اللہ کے قسم تکوینی سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اس کے نفوذ و اقتدار کے سامنے سب منتقاد اور سر بسجود ہیں۔ سایہ کا گھٹنا بڑھانا یا سایہ میں مائل ہونا سب ہی کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ صبح شام کا ذکر شاید اس لئے کیا کہ ان وقتوں میں زمین پر سایہ کا پھیلنا زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

یعنی جب ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لئے کرتے ہو پھر مدد کے لئے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لئے۔ ہاں کہہ دو زور و اثر نفع نقصان کا مستقل اختیار نہیں رکھتے۔

یعنی موصد، شرک میں ایسا فرق ہے جیسے مینا اور امینا میں اور تو حید و شرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور کا ظلمت سے۔ تو کیا ایک موصد، شرک جو شرک کی اندھیریوں میں پڑا نامک نونیاں مار رہا ہو اس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں ایک موصد کو پہنچنا ہے جو فہم و بصیرت اور ایمان و عرفان کی روشنی میں فطرت انسانی کے صاف راستہ پر چل رہا ہے؟ ہر گز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔

یعنی جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی، کیا تمہارے دیوتاؤں نے ایسی کوئی چیز پیدا کی ہے جسے دیکھ کر ان پر خدائی کا شبہ ہونے لگا۔ وہ تو یک کھس کا پر اور ایک چمھری کا ٹکڑا بھی نہیں بنا سکتے بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی اکیسے زبردست خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز و مجبور چیزوں کو خدائی کے تخت پر بٹھادینا کس قدر گستاخی اور شوخ چٹخی ہے۔

زَبَدًا رَابِيًا ۝ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ

جھگڑا چھل ہوا اور جس چیز کو وہ آگتے ہیں آگ میں

ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلَهُ كَذَلِكَ يَضْرِبُ

۱۔ سطر پیور کے یا اسباب کے اُس میں بھی جھگڑا ہے ایسی ہی یوں بیان کرتا ہے (تھہراتا ہے)

اللَّهُ الْحَقُّ وَالْبَاطِلُ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۚ

اللہ حق اور باطل کو سودہ جھگڑا توجہ تارہتا ہے ساہو

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَلِكَ

اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں اس طرح

يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ

بیان کرتا ہے اللہ مثالیں ۱۔ دہوں نے مانا اپنے رب کا حکم

الْحُسْنَىٰ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا

۱۔ اُن کے واسطے بھلائی ہے ۱۔ اور جنہوں نے اُن کا حکم نہ مانا گراں کے پاس ہو

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَا بِهِ ۚ

کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اُس کے ساتھ اور تو سب دیویں (دے ڈالیں) اپنے بد (چھڑائی) میں ۱۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۚ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ

۱۔ اُن لوگوں کے لیے ہے برا حساب ۱۔ اور ٹھکانا اُن کا دوزخ ہے

بِئْسَ الْمِهَادُ ۚ ۸ أَفَبِنَّا عَلَّمْنَا أَنْزِلَ إِلَيْكَ

۱۔ وہ بُری (برا بچھونا) آرام کی جگہ ہے بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ نازل تھا

حق اور باطل کی مثال | آسمان کی طرف سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتن خدا نے چاہا پانی جاری کر دیا چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہو گیا۔ پھر میل کچیل اور جھاگ پھوں کر اوپر آیا۔ جیسے تیز آگ میں چاندی تانبا لوہا، اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تازیور، برتن اور تنہیہ وغیرہ تیار کریں اس میں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی، یہ بعد خشک یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصلی کارآمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے مختلف طور پر لوگ منفعہ ہوتے ہیں۔ یہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دس حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق و باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبالتا ہے لیکن اس کا یہ بال غرضی و ربیہ بنیاد ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ خد جانے کدھر گیا۔ جو اصلی اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) اس وہی رہ گئی دیکھو خدا کی بین کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں۔ کیسے موثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گورائے چندے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے، لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہیگا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اتر جائے کچھ دیر کے لیے اوہام و وساوس زور شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں تھوڑی دیر میں یہ بال بیٹھ جائیگا اور خالص حق ثابت و مستقر رہیگا۔ گزشتہ آیات میں چونکہ توحید و شرک کا مقابلہ کیا گیا تھا اس مثال میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بتلا دی آگے دونوں کا انجام بالکل کھوں کر بیان کرتے ہیں۔

یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، حقیقی خوشی اور قلبی طرینیت و سکون ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

آخرت کی پریشانی | یعنی یہاں تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں ان کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو ترنہ کریں گے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دیکر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں۔ و انھی لہم دلتک یعنی حساب میں کسی قسم کی رعایت اور درگزر نہ ہوگی ایک ایک بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔

مَنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَى ۖ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

جو ہے رب سے حق ہے برابر ہو سکتا ہے اس کے جو نام نہ جانتے ہیں

أُولُوا الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا

جن کو قتل ہے ♦ اور لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہدہ اور نہیں

يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ۚ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ

توڑتے اس عہد کو ♦ اور وہ لوگ جو ملتے ہیں جس اللہ نے فرمایا

بِهِ أَنْ يُوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ

اس کا ♦ اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں اس سے

الْحِسَابِ ۚ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

حساب کا ♦ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا خوشی و اپنے رب سے

وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً

قائم رکھی نماز ♦ اور خرچ کیا سیر سے پوشیدہ (چھپے) اور ظاہر (نکلے)

وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

ورکرتے ہیں نیک کے مقابلہ میں جہاں ان لوگوں کے لیے ہے آخرت

الدَّارِ ۚ جَنَّتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ

گھر ♦ داخل ہوں گے ان میں اور جو نیک ہوئے ان کے

أَبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ

پاپہ و اول میں ♦ اور جو روں میں اور فرشتے آئیں

❖ مومن و کافروں دونوں کا اگٹ ملگ انجم ذکر فرمانے کے بعد متنبہ کرتے ہیں کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک نپت اندھا جسے کچھ نظر نہ آئے یوں ہی اماں پٹنپ اندھیرے میں پڑا ٹھوکر میں کھ رہا ہو، اس شخص کی برابری کر سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ حق کی روشنی سے مستفید ہو رہا ہے۔

❖ اہل عقل کی صفات یعنی اللہ سے جو عباد میں ہو چکا ہے (عبدالست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے اور جو انبیاء کی زبانی عہد لئے گئے ان سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذات خود کسی معاد میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

❖ یعنی صلہ رحم کرتے ہیں۔ یا ایمان کو ٹٹل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں، یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا نبی و پیغم اسلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو، انیس کسی کو نہ مانیں۔

❖ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترس رہتے ہیں اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ در ذرہ کا حساب ہوگا، کیا صورت پیش آئے گی۔

❖ یعنی مصائب و شدائد اور دنیا کی مکر و بات پر صبر کیا۔ کسی سختی سے گھبرا کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا نہ معصیت کی طرف جھکے اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھایا، اس لئے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صبر اور مستقل مزاجی کہے۔ نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے۔

❖ پوشیدہ و شاید اس لئے مقدم رکھا کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ آیا یہ کہ انہیں مصیبت شرعی ملانیہ دینے میں ہو۔
❖ یعنی برائی کا جو بھلائی سے دیتے ہیں۔ سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے یہ معاف کرتے ہیں (بشرطیکہ معافی سے برائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو) بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام (یعنی توبہ و حسن گنہ کی تلافی) کرتے ہیں۔

❖ یعنی جس میں ہمیشہ رہیں گے

❖ جنت میں اقرباء کی معیت ”آباء“ کا غلط تلفظ کیا کہہ ہے جس میں امہات (مائیں) بھی شامل ہیں۔ یہ جنت کی بشارت کے ساتھ مزید خوشخبری سنائی کہ ایسے کاملین کو جن کی خصال اوپر بیان ہوئیں جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور ان کے ماں باپ، اورد، بیویاں، جوانی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے۔ حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ ہوگا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر اس مرد کامل سے نزدیک کر دیگا۔ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ“ (طور۔ رکوع ۱) اس سے معلوم ہوا کہ بدون ایمان و عمل صالح کے محض کامیابین کی قربت کافی نہیں ہاں ایمان و عمل صالح موجود ہو تو تعلق قربت سے کچھ ترقی درجہات ممکن ہے۔ واللہ اعلم۔

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۖ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ

ان کے پاس ہر دروازے سے سلام ہے سلا متی تم پر بدلے اس کے کہ تم نے صبر کیا۔ بخوبی۔

عُقِبَ الدَّارِ ۖ وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ

ماقت کا گھر اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضمون

مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَ

کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں جس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنا

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

نہ دانتھتے ہیں ملک میں ایسے لوگ ان کے واسطے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے

سُوءُ الدَّارِ ۖ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ

بڑا گھر اللہ کشادہ کرتا ہے رزق جس کو چاہے

يَقْدِرُ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

ٹک کرتا ہے اور فریختہ ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں

فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۚ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا

آخرت کے لئے مگر متاع (ماں) حقیر اور کہتے ہیں کافر کیا نہ

أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن

انہی اس پر کوئی نشانی اس کے رب سے کہہ دے اللہ گمراہ کرتا ہے (بچتا ہے)

يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن أَرَادَ ۚ الَّذِينَ آمَنُوا

جس کو چاہے اور راہ دکھاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع ہوا وہ لوگ جو ایمان لائے

- ♦ **مومنین کا ملین کو فرشتوں کا سلام** | صحیح حدیث میں جنت کے آئینہ دار سے بیان ہوئے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کا ملین کی تعظیم بکریم کے لئے خدا کے پاک فرشتے ہر طرف سے تحائف و ہدایا ستر ضروبوں گئے۔ احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اول وہ فقرا و مہاجرین جنت میں داخل ہو گئے جو غنیوں اور زانیوں میں سینہ پر ہوتے اور خندہ بندی کے وقت کام سے تھے۔ جو حکمران کو ملا اس کی قبیل کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے۔ دنیا کی حالتیں اور دل کے ارمان دس ہی میں لٹکر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ قیامت کے ان حق تعالیٰ فرما بیگا میرے وہ بندے کہاں ہیں (حاضر ہوں) جو میرے راستہ میں لڑے، میرے لئے تکلیفیں اٹھائیں اور جہاد کیا۔ جہاد بست میں بے کھلے داخل ہو جاؤ۔ پھر ملائکہ کو حکم ہو گا کہ میرے اس بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو۔ وہ عرض کریں گے خداوند اہم تیری سمت میں مخلوق میں کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والوں کو ظہم دیتے ہیں۔ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں۔ ارشاد ہو گا ہاں یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے توحید پر جان دی دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں بکر چلے گئے، میرے راستہ میں جہاد کیا اور سر تکلیف کو ذلتی سے برداشت کرتے رہے۔ یہ سن کر فرشتے ہر طرف سے رن خدمت میں حاضر ہو گئے اور کہیں گے "سلام علیکم بما صبرتم فنعیم غفی الذنار" حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال کے آغاز میں جو رشتہ پر مشرف لے جاتے اور فرماتے سلام علیکم بما صبرتم فنعیم غفی الذنار یہی اصل ماجل و برہنہ اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔
- ♦ **اشقیاء کی غلامت** | سعداء کے مقابل یہاں اشقیاء کی عادات و خصال اور فخری اشیاء بتایا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بدعہدی کریں جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا، انہیں توڑیں، ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا میں، وہ سروں پر اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکھیں۔ یہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت سے دور پھینک دیے گئے اور سب سے زیادہ بڑے مقام پر پہنچنے والے ہیں۔
- ♦ **دنیا کی خوشحالی سعادت کا معیار نہیں ہے** | یعنی دنیا کے عیش و فراخی کو کچھ سعادت و شقاوت کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ جس کو دنیا میں خدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے وہ اس کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ بہت سے مقبول بندے بطور زماش و امتحان یہاں عسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مرد و بچروں کو ذلیل دی جاتی ہے وہ مزے نہ لاتے ہیں۔ یہی اصل اس کی ہے اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جہاں ہر شخص کو اس کے نیک و بد اعمال کا پورا پورا پھل مل کر رہے گا۔ بہر حال دنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتا۔
- ♦ **دنوی زندگی کی حقیقت** | جتنی اسی کو مقصود سمجھ کر اتراتے اور اترتے ہیں۔ حالانکہ آخرت کے متعلق دنیا کی زندگی محض پیچ ہے جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جوانگی کو پہنچی ہے سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ دنیا کی آخرت کے مقابل اتنی بھی حقیقت نہیں۔ ہذا عقل مند کو چاہئے کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھتی ہے بذات خود مقصود نہیں۔ یہاں کے سامانوں سے اس طرح تمتع کرو جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔
- ♦ **فرمان کی نشانیوں کا مطالبہ** | سکڑوں نشان دکھتے تھے مگر وہ ہی مر غے کی ایک ننگ پکڑی ہوئی تھی کہ جو ہم کہتے جامیں وہ نشان دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے پہاڑوں کو ذرا اپنی جگہ سے سر کا کر کھیتی باڑی کے لئے زمین وسیع کر دو۔ یا زمین کو پھر زرخیز شے اور نہریں نکال دو ہمارے پرانے بڑوں کو بارہ زندہ کر کے ہم سے بات چیت کرادو۔ غرض کوئی شان ایسا دکھاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ اس کا جواب دیا کہ بے شک خدا ایسے شان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی حکمت و عادت متفق نہیں کہ تمہاری فرمائش پوری کیا کرے پیغمبروں کی تصدیق کے لئے جس قدر ضرورت ہے اس سے زائد نشان دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سکڑوں معجزات سے قطع نظر کر کے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان نشان پیغمبر کی صداقت کا ہے۔ جب تم ان نشانوں کو دیکھ کر راہِ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معصوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بد شہر اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اس کی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا۔ جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اس کی حکمت بھی اسی کو متفق ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے۔ پھر فرمائی شان دکھانے کی یہ ضرورت رہی بلکہ نہ دکھانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائی شان اسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کا تباہ کرنا مقصود ہو۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا اے محمد اگر تم چاہو تو ہم ان کو فرمائی شان دکھادیں، اس پر بھی نہ مانیں تو ایسا عذاب بھیج جائے گا جو دنیا میں کسی پر نہ ہو۔ اور اگر تم چاہو تو رحمت و توبہ کا دروازہ کھلا رکھیں۔ آپ نے دوسری شق کو اختیار فرمایا چنانچہ یہی معاندانہ فرمائش کرے والے بہت سے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

وَتُطْبِئْنَ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۖ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ

اور چین پاتے ہیں اُن کے دل اللہ کی یاد سے ﴿۱۸﴾ شہر ہے اللہ کی یاد سے

تُطْبِئْنَ الْقُلُوبُ ﴿۱۸﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

چین پاتے ہیں دل جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے

طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿۱۹﴾ كَذَلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي

خوشحالی (خوبی) ہے اُن کے واسطے اور اچھا ٹھکانا ﴿۱۹﴾ اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے ایسے

أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوا عَلَيْهِمْ

امت میں کہ گزر چکی ہیں اس سے پہلے بہت امتیں تاکہ نہاے تو اُن کو

الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَنِ ۖ قُلْ

جو کچھ بھیجی ہم نے تیری طرف ﴿۲۰﴾ اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمن سے ﴿۲۰﴾ تو کہہ

هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ

وہی رب میرا ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا کسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور کسی کی طرف

مَتَّابٍ ﴿۲۱﴾ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ

متابوں رجوع کر کے ﴿۲۱﴾ اور اگر کوئی قرآن ہوا ہو تاکہ چلیں اُس سے پہاڑ

قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٍ بِهِ الْمَوْتُ ۖ بَلْ لِلَّهِ

کھڑے ہوئے اس سے زمین یا بولیں (بولنے لگیں) اُس سے مردے تو کیا ہوتا ہر سب کا

الْأَمْرُ جَمِيعًا ۖ أَفَلَمْ يَأْتِ الْذِينَ آمَنُوا أَنْ لَوْ

تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں ﴿۲۲﴾ سو یا خدا طرح نہیں ایمان والوں کو اس پر اگر

◆ اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے | یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا۔ یعنی ان کو دولتِ ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین اور اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے۔ ”إِنَّا نُنشِئُ الْفُلْكَانَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ لِمَا تَحْفَظُونَ“۔ جسے پڑھ کر ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے شبہات اور وساوسِ شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ ایک طرف اُترحق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دونوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لامحدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض ان کا دل ہر طرف سے نوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔

◆ یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشیں ثنائات کا دیکھ لینا، کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف یاد الہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دور کر سکتا ہے۔

◆ مترجم محقق نے ”طوبی“ کے لغوی معنی سے یہی اسی کے اندر جنت کا وہ درخت بھی ”یا جسے حدیث صحیح میں ”طوبی“ کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

◆ ”تخصّصت کی بعثت نیا واقعہ نہیں ہے | جیسی جس طرح ہم اپنی طرف رجوع ہونے والوں کو کامیابی کی راہ دکھاتے ہیں۔ اسی طرح اس امت کی رہنمائی کے لئے ہم نے تجھے مبعوث کیا۔ تا جو کتاب اپنی رحمت کا مد سے تجھ پر اتاری ہے آپ ان کو پڑھ کر سنا دیں۔ آپ کا پیغمبر بنا کر بھیج دیا کوئی انوکھی بات نہیں پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے چکے ہیں جو اس وقت تکذیب کرنے والوں کا حشر ہوا ان لوگوں کو بھی پیشِ نظر رہنا چاہئے۔

◆ رحمان سے انکار | یعنی رحمان نے اپنی رحمت کا مد سے قرآن اتارا ”الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ“ اور آپ کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ مگر انہوں نے سخت ناشکری اور کفرانِ نعمت پر کمر باندھ لی۔ رحمان کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اس نام سے ہی وحشت کھانے لگے۔ اسی نے ”حدیبیہ“ کے صلحیہ میں بسم اللہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نُسَخ پر جھڑپ کیا ”وَادْفِئِلْ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ“۔ (فرقان۔ رکوع ۵)

◆ یعنی جس رحمن سے تم انکار کرتے ہو وہ ہی میرا رب ہے اور وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ”فَلْيُذْخِرُوا الْآلَةَ أَوْ يَدْعُوا إِلَيْهَا فَيَكْفُرُوا بِهَا فَإِنَّهُمْ لَكَاظِمُونَ“۔ (نہار ۱۲) میرا آغا و انجام سب اسی کے ہاتھ میں ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں۔ نہ تمہارے انکار و تکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ اس کی امداد و اعانت سے مایوس ہوں۔

◆ کفار فرمائشی کتاب پر بھی ایمان نہ لاتے | یہاں قرآن سے مراد عام کتاب ہے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں ”زبور“ پر غلط قرآن کا اطلاق ہوا ہے یعنی اگر کوئی کتاب ایسی اتاری جاتی جس سے تمہارے یہ فرمائشی نشان پورے ہو جاتے تو وہ بجز اس قرآن کے اور کوئی ہو سکتی تھی۔ یہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جسے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ قلوب بنی آدم کی رمینوں کو پھر زمر معرفت الہی کے چشمے جاری کر دیے۔ وصول الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرائے۔ مردہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب ایسے قرآن سے تم کو شفا و ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمہاری طب کے موافق اگر یہ قرآن مادی اور محسوس طور پر بھی وہ سب چیزیں دکھل دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو۔ تب ہی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی جہتیں اور کج بکثیں شروع نہ کرتے تم ایسے ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ سب کام (ہدایت و اضلال) اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جسے وہ نہ چاہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی طرف سے قبولِ حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔

يَشَاءُ اللَّهُ لَهْدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَلَا يَزَالُ

اور ہر پرہیزگار سے



تو راہ پر لائے سب لوگوں کو

چاہے اللہ

الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ

یا آگ

ان کی کڑوت پر صدمہ (دھڑکا)

مکروں کو

قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا

بے شک اللہ

اعدوہند کا

جب تک کہ پہنچے

ان کے گھر سے نزدیک

يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝۳۱ وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرُسُلٍ مِّنْ

کئے رسولوں سے

اور غصہ کر چکے ہیں

خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ

قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

سو کس

پھر ان کو پکڑ لیا

مکروں کو

تجھ سے پہلے سو اہل دی میں نے

كَانَ عِقَابٌ ۝۳۲ أَفَمِنْ هُوَقَائِمٍ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا

جو پتھر

ہر کسی کے سر پر

بھلا جو پے کھڑا ہے

تھ میرا بدلہ

كَسَبَتْ ۖ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ ۖ قُلْ سَمُّوهُمْ ۖ أَمْ

یا

کہہ ان کا منہ

اُس نے کیا ہے (اوروں کے برابر ہو سکتا ہے) اور مقرر کرتے ہیں اللہ کے لیے شریک

تُذَبِّوْنَہُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بظَاهِرٍ مِّنْ

یا کرتے ہوا دہریہ



زمین میں

جو وہ نہیں جانتا

اللہ کو بتلاتے ہو

الْقَوْلِ ۖ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا

اور وہ روک دیے گئے ہیں

ان کے فریب

یہ نہیں بلکہ بھٹے بھٹے ہیں مکروں کو

باتیں

◆ شاید بعض مسلمانوں کو خیال گزرا ہوگا کہ ایک مرتبہ ان کی فرمائش ہی پوری کر دی جائے شاید ایمان لے آئیں ان کو سمجھایا کہ خاطر جمع رہو! اگر خدا چاہے تو بدوں ایک نشان دکھلائے ہی سب کو اور راست پرے آئے۔ لیکن یہ اس کی عادت و حکمت کے خلاف ہے اس لئے انسان ایک حد تک سب اختیاراتی آزادی دے کر ہدایت کے کافی اسباب فراہم کرے، جو چاہے ان سے منع ہو۔ کیا ضرورت ہے اس کی فرمائش پوری کی جائے؟ وہ خود کافی سامان ہدایت موجود ہونے کے اگر معاندین نہیں، نئے اور اپنے ایمان کو یہود و فرماشتوں پر مصق کرتے ہیں۔ تو ہم نے یہ ارادہ بھی نہیں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منور دیا جائے "آخر لا فلاح لجمہ من النجۃ والناس اجمعین" ان بات بھی تو پوری ہو کر رہے گی۔

◆ کفار کیسے قارعہ یعنی یہ کفار مکہ فرماشتی نشانوں سے ماننے والے نہیں۔ یہ تو اس طرح مانیں گے کہ ہر کوئی آفت و مصیبت خود ان پر پان کے آس پاس والوں پر پڑتی رہے گی۔ جسے دیکھ کر یہ عبرت حاصل کریں۔ مثلاً جہاں میں مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ قتل ہوئے کچھ قید کیے جائیں گے کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہونگے، یہ ہی سلسلہ رہے گا۔ جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو جیسا کہ "اور جزیرۃ احرب" شرک کی زندگی سے پاک و صاف ہو جائے بے شک خدا کا وعدہ اٹل ہے، پورا ہو کر رہیگا۔ بعض مسلمانوں نے اونٹنوں کو قرینا من دارہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب مانا ہے یعنی آپ ان کی ہستی کے قریب اتریں گے جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا۔ اس وقت "قارعہ" سے وہ مراد مراد ہونگے جن میں آپ بہ نفس نفیس شریک نہ ہوتے تھے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ آیت تمام کفار کے حق میں مام ہے۔ مکہ و اوس کی تخصیص نہیں واللہ اعلم

◆ یعنی سزا سننے میں دیر ہو تو مت سمجھو کہ چھوٹے گزشتہ مجرموں کو بھی پہلے ذلیل دی گئی، پھر جب پکڑا تو دیکھ لو کیا مشر ہوا۔ آج تک ان کی تپائی کی داستانیں رہا ہوں پر ہیں۔

◆ اللہ ہر شخص کے عمل کی نگرانی کرتا ہے | یعنی جو خدا ہر شخص کے برعکس کی ہر وقت نگرانی رکھتا ہے، ایک لمحہ کسی سے غافل نہیں۔ ذرا کوئی شرارت کرے۔ اسی وقت تنبیہ کر سکتا اور سزا دے سکتا ہے کیا مجرم اس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں؟ یا اس کی مثل پتھر کی دو مورتیں ہو سکتی ہیں جو نہ دیکھتی ہیں نہ سنتی ہیں۔ نہ اپنے یا دوسرے کے نفع و ضرر کا کچھ اختیار رکھتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسا مجر و حقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اس کو خدا کی اختیارات تنویض کر دے۔ اس ظلم کی بھی کوئی انتباہ ہے کہ عظیم الکمل، ربہ صفت موصوف خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہم تنبیہ یا مدنیہ کرتے ہیں سب خدا کی تنبیہ سے ماننے ہے۔ لوگوں ان مشرکانہ گستاخیوں سے وہ بہ خبر نہیں۔ جدید یا بدیر سزا مل کر رہے گی۔

◆ اللہ کے حصہ دار کہیں موجود نہیں | یعنی ذرا آگے بڑھ کر ان شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ، کیا خداوند قدس کی یہ صفات سن کر جواب پر بیان ہوئیں کوئی حیا دار ان پتھروں کا نام بھی لے سکتا ہے؟ اور بے حیائی سے سات و عز کی نام لینے لگو تو کیا کوئی عاقل ادھر التفات کر سکتا ہے؟ یعنی خدا کو تم مردے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک (حصہ دار) معلوم نہیں (کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو) کیا تم اسے وہ چیز بتلاؤ گے جسے وہ نہیں جانتا؟ (اعیاد باللہ) تمہیں زمین کی قید میں لگائی کہ بت پرستوں کے نزدیک شرکاء (اصنام) کی قیام گاہ یہ ہی زمین تھی۔ جو دیان۔ لا یعلم کی تسمیر ماک طرف بنائی ہے یعنی یہ خدا کو بتلاتے ہو کہ آپ کی خدائی سے حصہ روہت ہیں جو انی سا علم بھی نہیں رکھتے۔

◆ شرکاء کا عقیدہ صرف قول ہی قول ہے | پہلے فرمایا تھا ان شرکاء کا ذرا نام دو، پھر متفقہ فرمایا کہ جس چیز کا واقعہ میں ثبوت ہی نہیں اس کا نام کیا کیا جا سکتا ہے؟ اب بتلاتے ہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھہرانا خالی لفظ اور صوت محض ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں۔ مجر ظن و تخمین اور باطل اوہام سے چند بے معنی الفاظ بمعنی نہیں بن جاتے۔ شاید بظاہر من القول میں ادھر بھی اشارہ ہو کہ جو مشرکانہ باتیں وہ کر رہے ہیں اگر کورانہ تقلید و تعصب سے خالی ہو کر اپنے ضمیر کی طرف رجوع کریں تو خود ان کا ضمیر بھی ان لغویات سے انکار کرے گا۔ اس لئے کہنا چاہئے کہ یہ سب اوپر اوپر کی باتیں ہیں۔ جن کو انی فی ضمیر اور انسان فطرت دونوں مرد و مہر اچکے ہیں۔

عَنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝

راہ سے ♦♦♦ دور جس کو گمراہ کرے اللہ سو کوئی نہیں اُس کو راہ بتائے گا ♦♦♦

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ ۖ

اُن کو مار پڑتی ہے ♦♦♦ دنیا کی زندگی میں ♦♦♦ اور آخرت کی مار ♦♦♦ تو بہت ہی سخت ہے

وَمَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي

اور کوئی نہیں اُن کو ♦♦♦ اللہ سے بچانے وال ♦♦♦ جس جنت کا ♦♦♦ جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ أُكُلُهَا

وعدہ ہے پر پیڑ گاروں سے ♦♦♦ بہتی ہیں اُس کے نیچے ♦♦♦ نہریں ♦♦♦ سیود اُس کا

دَائِمٌ ۖ وَظِلُّهَا ۖ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا ۖ وَعُقْبَى

ہمیشہ ہے ♦♦♦ اور سایہ بھی ♦♦♦ یہ بدل ہے ♦♦♦ اُن کا جو ڈرتے رہے ♦♦♦ اور بدلہ

الْكٰفِرِينَ النَّارُ ۝ وَالَّذِينَ اتَّيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ

منکروں کا ♦♦♦ آگ ہے ♦♦♦ اور وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ♦♦♦ خوش ہوتے ہیں

بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ ۖ مَنْ يُنْكِرْ بَعْضَهُ ۖ

اُس سے جو نازل ہوا ♦♦♦ تجھ پر ♦♦♦ اور بعضے فرتے ♦♦♦ نہیں مانتے اُس کی بعض بات ♦♦♦

قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۖ

کہہ ♦♦♦ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے ♦♦♦ کہ بندگی کروں اللہ کی ♦♦♦ اور شریک نہ کروں اُس کا

إِلَيْهِ أَدْعُوا وَإِلَيْهِ مَآبٌ ۝ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ

اسی کی طرف کھاتا ہوں ♦♦♦ اور اُسی کی طرف ہے میرا ٹھکانا ♦♦♦ اور اسی طرح ♦♦♦ اتار ہم نے

یعنی کچھ بھی نہیں شرک کی حمایت میں ان کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جدوجہد خالی
نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے۔ ان کے ان کو رہنمائی سے روک دیا ہے۔

یعنی جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے۔ اسے کون روک رہا ہے اور وہ کی توفیق دیتا ہے جو با اختیار خود
ہدایت کے دروازے اپنے اوپر بند نہ کرے۔

یہ بدین کے ہاتھوں سے یا بلا واسطہ قدرت کی طرف سے۔

یعنی بے سزا دیے چھوڑ دیا نہیں۔ پھر وہاں کی سزا کا کیا پوچھنا۔

جس کی کوئی نوع بھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہی ملے گا جس کی خواہش کریں گے۔ لا مَفْطُولَ غَہْ وَلَا
مَفْضُولَ غَہْ (واقعہ۔ رکوع ۱)

یعنی یہ بھی ہمیشہ آ رہا اور ہے گا۔ نہ بھی دھوکہ کی پیش ہوئی نہ سردی کی تکلیف۔ لا یسرون فیہا
شئنا وَلَا دھہور یون (دوسرا رکوع)

یعنی خدا سے ڈر کر شرک و کفر کو چھوڑے رہا۔

اہل حق اور اہل باطل کا نبی مایک دوسرے کے بالمتقابل بیان فرمایا۔ وبصذا تَتَّبِعَنِ الْأَشْیَاءَ۔

نزول قرآن سے اہل کتب اور مسلمانوں کی خوشی جن کو اب قرآن دیا ہے (یعنی

مسلمان) اور جن کو پہلے "تورات" و "انجیل" وغیرہ دی گئی تھی (یہود و نصاری) اس چیز کو سن کر خوش

ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی مسلمانوں کا خوش ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اسی کتب کو فلاح دارین کی

کلید جانتے تھے، باقی یہود و نصاریٰ میں جو لوگ اہل علم و انصاف و رُفٰی، جملہ حق پرست تھے ان کے

لئے بھی ایک طرح مسرت کا موقع تھا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کیسی فرخندہ ہے ان کی اصل

کتبوں کی تصدیق اور ان کے انبیاء کی تعریف و تعظیم میں رطب اللسان ہے بلکہ سچے احبار و رہبان

کے وجود کو بھی معرض مدح میں پیش کرتا ہے۔ "ذٰلِکَ بَآئِ مَہْمَہُ قَسِیْسِیْنِ وَ زُہٰنَا"۔ چنانچہ

اسی قسم کے منصف ذوق پرست یہود و نصاریٰ آخر کار مشرف ہاں ہوتے۔

یعنی یہود و نصاریٰ یا عرب کے چاہوں میں وہ ہمتیں بھی ہیں جو قرآن سے اس لئے ناخوش ہیں کہ

انہیں اس کی بعض چیزوں سے نکار ہے ورنہ وہی چیزیں ہیں جو ان کی تحریف و تبدیل یا آراء و ابواء

کے خلاف قرآن نے بیان کی ہیں

آنحضرت کی دعوت توحید خاص کی طرف | یعنی کوئی خوش ہو یا ناخوش، میں تو اسی

خدائے وحدہ لا شریک۔ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء و رسل بالاتفاق مانتے چھڑے۔ اسی

کے احکام و سرحدات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اسی کے

ہاتھ میں ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، وہیں میرا ٹھکانا ہے وہ ہی مجھ کو آخر کار غائب و

منصور اور غنائیں کو مغلوب و رسوا کرے گا۔ لہذا کسی کے خلاف دھمکی کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا

یکلام حکم عربی زبان میں ﴿ اور اگر تو چلے ان کی خواہش کے موافق بعد اس

جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا

علم کے جو تجھ کو پہنچ چکا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی

وَإِقْرَأْ ۖ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

پچانے والا ﴿ اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں

لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ

ان کو جوڑائیں اور ان کو جوڑائیں ہو اس کی رسول سے کہ

يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ۝

وہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے ذمہ سے ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا ﴿

يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۚ وَعِنْدَهُ أُمُّ

مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل

الْكِتَابِ ۝ وَإِنْ مَا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ

کتاب ﴿ اور اگر اڑھل دیں ہم تجھ کو کوئی وعدہ جو ہم نے کیا ہے ان سے

أَوْتَوْفَيْكَ فَإِنَّا عَلَيْكَ الْبَلَدُ وَعَلَيْنَا

یا تجھ کو اٹھائیویں سو تیرا ذمہ تو پہنچ دینا ہے اور ہمارا ذمہ ہے

الْحِسَابُ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا

حساب لینا ﴿ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹانے

◆ قرآن کا نزول عربی زبان میں | یعنی جیسے پشتہ، دوری کتاب اتاری گئی۔ اس وقت یہ قرآن اتارا جو عظیم اثنان معارف، بحرِ مشتمل، مرجع، باطل کا مٹا دینے والا ہے۔ پھر جس طرح یہ پیغمبر کو اسی زبان میں کتاب دی گئی جو اس کی قومی زبان تھی۔ یہی علم دینی، مادی قیاس، یا شبہ قرآن جیسی معجروبا مع کتاب، ایسی ہی روان میں مائل، مادی پائے تھی، جو نہایت نیا، وسیع، جامع، مضبوط، واضح، پر معز اور پر شکست ہونے کی وجہ سے اسے اللہ اور ملکہ اللغات کہہ سکتی ہے۔

◆ علم عظیم کی پیروی کرو | یعنی کسی کے انکار، ناخوشی کی ذرہ بھر پر، اند کرو۔ حق تعالیٰ نے جو علم عظیم تم کو دیا ہے سکی پیروی کرتے رہو اگر بالاس قیاس، مادی خواہشات کی طرف جھک گئے تو اس کے داس سے کون بچ سکتا ہے۔ یہ خطاب ہر طباعت کو ہے اور حضور کا علم میں وہ آپ دوسرے رکھ کر، دوسروں کو نہ مقصود ہے جیسا کہ پیچھے متعدد مواضع میں اس کی نظر فرمائی جائے گی۔

◆ تمام انبیاء بشر تھے | یعنی پیغمبر عربی ہی کوئی کتاب اور نئے احکام، دیکر بھیجنا کیا اچھے کی بات ہوئی جو اتنی جہتیں نکال جاتی ہیں۔ آخر ان سے پہلے جی مرنے پر پیغمبر جیسے دو تین کے فرشتے نہ تھے اسی دنیا کے رہنے والے آدمی تھے۔ جو کما نا کھاتے، پانی ضروریات، پہنا، تمہوں سے انجام دیتے اور یہی بچے رکھتے تھے۔ ان میں کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشان، مانگتے ضرور دکھا دیتا۔ بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں حدائی اذن کے خطر رہتے تھے۔ وہی نشان دکھاتے اور وہی احکام سناتے تھے جس کا اذن خدا کے یہاں سے ہوتا۔ حدائی اذن کا حال یہ ہے کہ اس کے یہاں ہر زمانہ اور ہر قرن کے مناسب جداگانہ حکم لکھا ہوا ہے۔ اور ایک وعدہ پھر ہوا ہے جس کو نہ کوئی نبی اس میں شک ہے نہ فرشتہ۔ پھر جب ہر ایک پیغمبر اپنے زمانہ کے مناسب احکام لے لے۔ اور اپنی صداقت کے نشان دہانی میں یہ ایک کی خواہشات کے پابند نہیں رہے۔ نہ اپنے کو جان بڑی اور تعلقات معاشرت سے پاک۔ ہر طرف ہر کیا تو ان ہی چیزوں کا مکرر رسول اللہ ﷺ میں پایا جانا انکار نبوت کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

◆ اللہ قضا و قدر کا مالک ہے | یعنی اپنی حکمت کے موافق جس قسم کو چاہے منسوخ کرے، جسے چاہے باقی رکھے۔ جس کو مکر چاہے منائے جسے چاہے اس کی جگہ بدلے۔ جس اسباب کی تاثیر چاہے اس ڈالے جن کی چاہے نہ بدلے۔ جو وعدہ چاہے شے کے ان موجودات میں ظاہر کرے جو چاہے شرائط کے نہ پائے جانے کی بنا پر مقوف کر دے۔ عرض ہر قسم کی تبدیلی و تغیر بخود اثبات، نسخ و احکام کی۔ ہاتھ میں ہے۔ قضا و قدر کے تمام، فائز اس کے قبضہ میں ہیں اور سب تفصیلات وہ فائز کی جڑ جسے ام القلوب کہتے ہیں اس کے پاس ہے یعنی علم ازل میحد جو ہر قسم، تبدیلی و تغیر سے قطعاً منز و دوبری اور لوح محفوظ کا مالک ہے۔

◆ تقدیر معلق اور تقدیر مبہم | حضرت شاہ صاحب کہتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعض اسباب ظاہر ہیں بعض چھپے ہیں۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے۔ جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے۔ جب چاہے وہ کسی شے رکھے۔ ان ہی کمر سے مارتا ہے اور بھی گولی سے پچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ وہ تقدیریں ہوں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اس کو معلق اور جو نہیں بدلتی اس کو مبہم کہتے ہیں۔ جن احادیث و آثار سے بعض افاضل کو قضا و قدر کے بدلنے کا شبہ ہوا ہے ان کے متعلق یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ انشاء اللہ مستقل قلم میں لکھا جائے گا۔ گرض خدا نے توفیق دی۔ وہو الموفق والمستعان۔

◆ یعنی جو وعدے ان سے کئے گئے ہیں، ہم کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض آپ کے سامنے پورے کر دیں۔ یا آپ کی وفات کے بعد ظاہر کریں، نہ ان کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہئے اور نہ تاخیر و امہال دیکھ کر ان لوگوں کو بے فکر ہونا چاہئے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ اپنا فرض (تبلیغ) ادا کئے جائیں۔ مکرہ کر کے والوں کا حساب ہم خود ہی پتہ کر دیں گے۔

مِنْ أَطْرَافِهَا ۖ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۖ

اس کے لئے اس سے ۖ اللہ حکم کرتا ہے ۖ کوئی نہیں چاہے اس کے حکم کو

وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ

اور وہ جلد دیتا ہے ۝ حساب ۖ اور یہ رچے ہیں ۖ جان سے

قَبْلِهِمْ فَبِئْسَ الْمَكْرُ جَمِيعًا يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

پہلے تھے ۖ اللہ ۖ ہر جگہ میں ہے کیا کیا ۖ جانتا ہے ۖ جو کیا کرتا ہے

نَفْسٍ ۖ وَسَيَعْلَمُ الْكُفْرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ وَيَقُولُ

نہ ۖ اور اب معلوم کئے جیتے ہیں کافر ۖ کس کا موتا ہے پچھا کر ۖ اور کہتے ہیں

الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۖ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

کافر ۖ تو جیسا نہیں آیا ۖ کہہ ۖ اللہ کافی ہے ۖ

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۝

میرے ۖ تمہارے جتن میں ۖ درجہ کو فتح سے تمہارا ۖ

آيَاتُهَا ۝ (۱۴) سُورَةُ الزَّهِيمِ مَكِّيَّةٌ (۴۲) ﴿زُكُوٰتُهَا﴾

سورۃ الزہیم مدینہ میں اتاری اور اس کی ۴۲ آیتیں ہیں اور اس کا نام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع ۖ اللہ نام سے جو رحیم و رحیم ہے

الَّذِي كُتِبَ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ

الذی یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف ۖ تاکہ نکالے دلوں ۖ اندھیروں سے

۱۔ صدقہ کا ختم نہ ہو رہا ہوتا ہے۔ [یعنی زمین کے آسمان پاس سے مکا اثر پھیلتا جاتا اور کفر کی مسداری ممتدی جاتی ہے۔] بڑے بڑے قابل و شخص۔ قلوب پر اسلام کا سا مٹھ رہا ہے۔ اوس خزانے میں صدقات سے سامنے مستحق ہو رہے ہیں۔ اس طرح ہم آتے آتے عسکر کی حکومت کو ہاتھ چھو رہے ہیں۔ یہ یہ دشمن تارن مذہب کو نہیں بتاتے کہ خدا کا فیصلہ ان کے مستقبل کے متعلق یا سوچا ہے۔ ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام آتی جس رفتار سے بڑھ رہا ہے وہ کسی طاقت سے روکنے والا نہیں۔ مذاہم غیبیوں میں سے کہ آئے وہ چیز و آتی ہوئی سمجھیں۔

یعنی اس کا نیکوین حکم، فیصلہ اہل ہے۔ جب وقت آجائے تو اس کی طاقت سے کہ یہ منٹ کے لئے متونی بڑے پیچیدہ ہیں۔

یعنی جس سبب سے وقت آن پہنچا چکا ہے نہ گئی۔ یا جو چیز یقیناً آئے وہاں ہے اسے جلد ہی سمجھو۔ اللہ کی تدبیر غائب ہے [وہ نہ جانتا ہے تو سب فریب رکھ رہا ہے] یہ کہ خدا ان کے فریب کا توڑ کرتا ہے مگر اصل میں خفیہ تدبیر کو سمجھتے ہیں اور برائی کے لئے کی جائے بری ہے اور برائی کو دور کرنے کے لئے ہو تو اچھی ہے۔ یعنی انہوں نے چھپ چھپ کر ناپاک تدبیریں کیں لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی، اس لئے وہ تدبیریں نہی پر لٹا دیں۔ "وَلَا يَحِطُّ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ" (فاطر ۵۰)

یعنی جس سے کوئی حرکت و سکون اور کھل چھپا کام پوشیدہ نہیں اس کے آگے کسی کا کر کیا چل سکتا ہے وہ ان دکاروں کو غیب مڑ پھٹائے گا۔

یعنی جیسے انگوٹھ نے اپنے ٹکڑے کا نمونہ دیکھ لیا، موجودہ کفر کو بھی قدر مافیت معلوم ہوا چاہتی ہے۔ آنحضرت کی صداقت پر اللہ کی گواہی [یعنی تمہارے جھوٹے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے قرآن جو اس کا کلام ہے جیسے اپنے کلام ہی ہونے کی شہادت دیتا ہے، اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ اگر تم کھیں کھول کر دیکھو تو سخت، مسافرت حالات میں حج کا اس شان سے پھیلتے جانا و دشمنوں تک کے دلوں میں گھر کرنا اور جھوٹ کا مغلوب و مقبور ہو کر سمیٹتے رہنا خدا کی طرف سے کھلی ہوئی گواہی میری حقانیت کی ہے۔

اہل علم کی گواہی [یعنی جن کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہوئی ہے وہ بھی دل سے گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا۔ یہ جنہیں پہلی کتب کا وہیہ اور ان کی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ ٹھیک ان پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سیکڑوں برس پیشتر مکی اور مکی کرچے تھے۔ علیہما و علی سبیل الصلوٰۃ والسلام، اے خدا! تو گواہ و رد کہ جس چیز کی گواہی تو نے ورتیری کتاب و لوگوں نے دی، یہ سب خفا کی بھی صدق دہ سے اس کی گواہی دیتا ہے۔ تم سورۃ القاعد یعوں اللہ و حسن توفیقہ۔

إِلَى النُّورِ ۙ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطٍ الْعَزِيزِ

اجائے کی طرف ان کے رب کے حکم سے ♦ رستہ (راہ) پر (کی طرف) اس رستہ سے

الْحَبِيدِ ۝ اللَّهُ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

خوہیں، اے اللہ کے جس کا ہے جو کچھ کہ موجود ہے سمائوں میں اور جو چھپے

الْأَرْضِ ۖ وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝

زمین میں ♦ اور عذابت ہے کافروں کو ایک سخت عذاب سے ♦

الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ

جو کہ پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ أُولَٰئِكَ

دور دھکے ہیں اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے ہیں (نکالنا چاہتے ہیں) اس میں غی و

فِي ضَلٰلٍ بَعِيدٍ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا

راستہ بھوں کر چاہتے ہیں دور ♦ اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر

بَلِْسَانٍ قَوْمِهِ لِیُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَّشَآءُ

ہوں بونے والے اپنی قوم کے تاکہ ان کو سمجھائے ♦ پھر راستہ بھداتا ہے (بھکا تا ہے) اللہ جس کو چاہے

وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَلَقَدْ

اور رستہ دکھاتا ہے (دیتا ہے) جس کو چاہے اور وہ ہے زبردست حکمتوں والا ♦ اور

أَرْسَلْنَا مُوسٰی بِآيٰتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

بھیجا تھا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں دے کر کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے

سورۃ ابراہیم

قرآن کی عظمت شان

یعنی اس کتاب کی عظمت شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ہم اس کے اتارنے والے اور آپ جسکی رفیع الشان شخصیت اس کی محنتوں اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا وہ یہ کہ خدائے تعالیٰ سے تمام دنیا کے لوگوں کو خود حرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، عربوں یا سرہادیں، بادشاہوں یا رعایا۔ سب کو جہالت، وہم کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت و بصیرت اور ایمان و یقین کی روشنی میں ہرگز کرنے کی کوشش کی جائے۔

یعنی صحیح معرفت کی روشنی میں اس راستہ پر چل پڑیں جو بر درست و عذب، مستقیم و سناٹا، شہنشاہ مطلق اور مطلق خدا کا بتایا ہو اور اس کے مقام رضا تک پہنچنے والا ہے۔

یعنی جو لوگ ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد کفر و شرک و جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے نکلے ان کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے، آخرت میں یاد دہانی میں بھی۔

کفار کی دنیا کی محبت اور گمراہی یہ کافروں کا حال بیان فرمایا کہ ان کا اور دنیا پھونکا یہ دنیا سے آخرت کے مقابلہ میں اسی کو پسند کرتے و ترجیح دیتے ہیں۔ شب و روز اسی کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور وہ لوگ بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں پھنس کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے راستہ سے روک دیں۔ اسی لئے یہ فکر رہتی ہے کہ خدائے تعالیٰ میں کوئی عیب نکالیں اور سیدھے راستہ کو ٹھیکہ نہ بت کریں۔ فی الحقیقت یہ لوگ راستہ سے بھٹک کر بہت ہی دور چل پڑے ہیں جن کے وہ پس کرنے کی توقع نہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی تب تک نہیں ٹھکیں گی۔

تمام انبیاء اپنی قوم کی زبان بولتے تھے | یعنی جس طرح آپ کو ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لئے یہ عظیم الشان کتاب عطا فرمائی، یہ سب بھی ہر زمانہ میں سامان ہدایت بہم پہنچاتے رہے ہیں۔ چونکہ طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے وہیں مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے وہ پیغمبر اٹھایا جاتا ہے اس سے اسی کی قومی زبان میں اسی بھیجی جاتی رہی۔ تاکہ کام ہیہ کے سمجھنے سمجھانے میں چوری سہولت رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت میں گویا تمام جن و انس شامل ہیں، تاہم جس قوم میں سے آپ اٹھائے گئے اس کی زبان عربی تھی اور ترتیب طبعی کے موافق شیوع ہدایت کی یہی صورت مقتدر تھی کہ آپ کے وہیں مخاطب اور مقدم ترین شاگرد ایسی سہولت اور خوبی سے قرآنی تعلیمات و احکام کو سمجھ لیں اور محفوظ کریں کہ ان کے ذریعہ تمام اقوام سامعہ اور سنے والی نسلیں درجہ بدرجہ قرآنی رنگ میں رنگی جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عربوں نے اپنے نبی کی صحبت میں رہ کر اپنی قومی زبان میں جس سے انہیں بحد شغف تھا، قرآنی حور پر کافی دسترس پائی، پھر وہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے اور روم و فارس پر چھائے۔ اس وقت قدرت نے عجیبی قوموں میں یا زبردست جوش اور داعیہ کلام، الہی کی معرفت اور ربان عربی میں مہارت حاصل کرے کا پیرا فرما دیا کہ تھوڑی مدت کے بعد وہ قرآنی حور کی شرع و تمیز میں اپنے معاصر عربوں سے گویا سبقت لے گئے بدعنوانیوں، بیہودہ کاموں اور اثرات تک پروار کرنے والے بنیوں پر وہ گیا۔ اس طرح خدا کی محبت بندوں پر تمام ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً قرآنی ہدایت سے مستفید ہونے کے اسباب فراہم ہوتے رہے والحمد للہ علیٰ ذالک۔ بہر حال خاتم انبیاء و پیغمبر کے خاص قوم عرب میں سے اٹھائے جانے کی اگرچہ وجوہ موجود ہیں (اور یقیناً ہیں) تو ان ہی وجوہ کے نتیجہ میں اس سوال کا جواب بھی آ جاتا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اتار کر خداوند مہربانوں کی رعایت کیوں کی؟

یعنی تمیز و ہدایت کے سامان کمال کر دیے پھر جس نے ان سامانوں سے امتیاح ہونا چاہا اس کی ہنگامی فرما کر راہ پر لگا دیا جس نے وہ گمراہی کی سے گمراہی میں چھوڑے رکھا۔ وہ زبردست اور غالب ہے چاہے تو سب کو زبردستی راہ ہدایت پر لگا دے لیکن اس کی حکمت متعین ہوئی کہ انسان کو کسب و اختیار کی ایک حد تک آزادی دے کر رحمت و غضب دونوں کے مظاہر کو دنیا میں باقی رہنے دے۔

إِلَى النُّورِ وَذَكَرَهُمْ بِآيِهِمِ اللَّهُ طَارِقٌ فِي ذَلِكَ

جانب میں طرف اور یاد دلاتا ہے ان میں سے ایک آیت میں

لَا يَتَّبِعُ لِكُلِّ صَبَّارٍ شُكُورٌ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ

نشان دینے والے اس کو جو صبر کرنے والے کے لئے شکر گزار (نہیں) ہے ﴿۱۰﴾ ♦ جب یہ کہتا ہے

اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ آلِ

یاد کرو اللہ کا انعام تم پر کہ جب تم کو قوموں

فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ

فرعون سے پیچھے کرتے تھے تم کو عذاب سے ذبح کرتے

أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَعْبُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَلِكَ بَلَاءٌ مِّنْ

تجربہ دینے والوں اور تمہاری عورتوں پر اور اس میں بلاء ہے

رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی ♦ اور اس کا حکم تھا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں

لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ وَ

اور میں تمہاری تعداد بڑھا دوں گا اور اگر تم نے کفر کیا تو میرا عذاب سخت ہے

قَالَ مُوسَى إِنَّ تَكْفُرًا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ

کہا موسیٰ نے کہ تمہارا کفر ہے اور زمین میں جو

جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبُؤُا

سب سے تو اللہ بے پروا ہے سب پروردگار ♦ کیا تمہیں خبر نہیں تھی

حضرت موسیٰ کی آیات | انہیں دیکر یعنی معجزات دیکر جو آیات سعدؑ کے نام سے مشہور ہیں یا آیات قرات مراد ہوں۔ اور یا اول انکودن مند کے یعنی ن دوس کے و تعسید اولاد جب ان پر شدہ مصائب کے پھاڑا۔ پھر بد تعاقب سے نجات دی و اپنی مہ بانی مبدل فرمائی کیونکہ وہ اس قسم کے حالت سے صابر و تابر نہ ہو بلکہ عبرت حاصل ہوتی ہے کہ مصیبت کے وقت گھبرنا اور راحت کے وقت اترا نہیں چلتے جو وہ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ غیبتوں پر صبر اور نعمت الہیہ پر شکر کرنے سے ہوتے ہیں۔ وَنَحْنُ كَعَمَلِ الْحُفْلَةِ عَمِي سِي اسرائیل بمصا صبر و ادب و قربات کاں یضع فرعون و قومہ وما کاؤ یفرشون (اعراف۔ ۱۶)

مثلاً تم کو غم نہ رہا رہا تھا اور سخت یاریں دیتے تھے۔

بنی اسرائیل کی آزمائش کہ تم وہابی کی امت سے نکلا اور امت آردی سے ماہا کیا۔ "جنانا کے صل معنی آزمائش ہے ہیں۔ تکلیف و راحت دوسو حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش سے و سئلکم بالسر و الحیر لفتة (نبیاء۔ ۳) و سئلناہم بالاحسان و السینات (اعراف۔ ۲) پھر فرعون سے نجات دینا بڑی نعمت تھی یہاں آزمائش عدم سے ہوتی ہے مگر ہم متیقن ہیں۔ بطور حال مٹی غلط ہوئے تعبیر کیا۔ اس قسم کی آیت سورۃ بقرہ اور اعراف میں مذکور تھیں ہیں۔ فوائد حفظ کر لے جائیں۔

شکر سے نعمت بڑھتی ہے | مٹی کا یہ عالم کا مقولہ ہے یعنی وقت بھی یہاں جب تمہارے پروردگار نے جان فرمایا کہ براہمن میں زبان اس سے میری نعمت کا شکر ادا کرے گا اور زیادہ نعمتیں میں کی۔ ہسانی روحانی اور دنیوی و خروقی ہر قسم کی۔

موجودہ محبتیں سب کرنے میں کی اور ناشکری کی مزید سرائی رہی۔ حدیث میں ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک سائل آیا آپ نے اسے ایک بھور عنایت فرمائی۔ اس نے نہ بڑا پھینک دی۔ پھر اس سائل آیا اس کو بھی ایک بھور دی۔ وہ بوجھان اللہ نصرۃ من رسول للہ صلعم یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے۔ آپ نے جاریہ و قلم کیا کہ اس کے پاس جو چاہے میں رہ کر رکھے ہیں وہ اس شکر گزار سائل کو دے گا۔

ناشکری سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا | یعنی کفر ان نعمت کا ضرر تم ہی کو پہنچے گا۔ حد کا کچھ نہیں بگڑتا ہے تمہارے شکریوں کی کیا حاجت ہے۔ کوئی شکر داکرے یا نہ کرے۔ بہر حال اس کے مفید و محمود ہونے میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ صحیح مسلم میں حدیث قندی ہے جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بند! اگر تمہارا گناہ چھپے، جن و انس سب کے سب ایک اہل وجہ کے مٹی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بڑھ جائیں ایک مترین اسان جیسے ہو جائیں (ابن ماجہ) تو اس سے میرے ملک میں زیادہ برکتی نہیں ہوتی۔

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۝

ان لوگوں کی جو پہلے تھے قرے قوم نوح کی اور

وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۝

اور جو ان سے پیچھے ہوئے کسی کو ان کی خبر نہیں مگر اللہ

جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي

آئے ان کے پاس ان کے رسول نشانیں لے کر پھیل دیں ان کے پاس

أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ وَإِنَّا

اپنے منہ میں اور ہم نہیں مانتے جو تم کو آ کر بھیجے اور

لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۝

تو شبہ ہے جس رو میں جس کی طرف تم کو جلاتے و غیبی میں ماننے والے

رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝

ان کے رسول کیا اللہ میں شک ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین

يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ

دوہم کو بلاتا ہے تاکہ بخشے تم کو اور تاخیر دے تم کو

أَجَلٍ مُّسَمًّى ۝ قَالُوا إِنَّا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا ۝

معدود جو نمبر چکا ہے کہنے لگے تم تو بیک آوی ہو ہم جیسے

تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا

تم چاہتے ہو کہ روک دو ہم کو ان چیزوں سے جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادا

پچھلی قوموں کا علم صرف اللہ کو ہے | یہ موی حید الاسلام کے کلام کا تہہ ہے یا اسے چھوڑ کر حق تعالیٰ۔ اس مت کو خطاب فرمایا

ہے بہر حال اس میں بتایا کہ جو بے شمار قومیں پہلے گزر چکیں گے تفصیلی سچے اور احواں بخود کے کسی کو معذور نہیں۔ بہت چند قومیں جو عرب و انوں کے یہاں زیادہ مشہور تھیں ان کے نام بطور تہذیب و التہذیب منہم لکھے ہیں۔ ان قوموں کا جو بچہ بشر ہوا یہ وہ قوم کو نہیں پہنچا۔ تعجب ہے کہ قومی پیدائش تو ان کے حال سے اچھی تک تمہیں مرث حاصل نہ ہوئی۔
تسمیہ ان جن نے لا یعلمہم الا اللہ کو پڑھ کر فرمایا کذب السانوں (یعنی سب کی پوری معرفت کا دعویٰ رکھنے والے جھوٹے میں) ان بن زبیر فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا جو معدن مدائن سے دیر (تحقیقی طور پر) سب کا سنا سنا ہو نہ نام۔

کفار کی انبیاء کے ساتھ بد سلوکی | یعنی کفار طائفہ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے جیسے دھری جہد۔ عَصُوا عَلٰی کُلِّ

الامام من العبط یا انبیاء کی، تم میں کفر و طغیانی سے ہاتھ منہ پر رکھئے، یا ہاتھ منہ کی طرف سے نہ مت رہو یا کہ جس چپ رہنے یا تار کی زبان سے اس جواب کے سو کوئی توقع نہ رکھو جو آگے رہا ہے۔ یا پتھر کی باتیں سن رہے تھے اور بھیجی جی کے دے دے اور منہ پر ہاتھ رکھتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں یہی نصیر کفار کی طرف اور انہیں یہی نصیر ان کے طرف راہی ہو، یعنی ملعونوں نے اپنے ہاتھ پتھروں کے منہ میں ڈال دیے کہ وہ بالکل بول نہ سکیں یا دونوں ضمیریں رسل کی طرف ہوں یعنی سنا نہ۔ ظہر پر انبیاء کے ہاتھ پتھر، نبی کے منہ میں ٹھونس دیے بعض کے نزدیک یہاں "ایدی" سے مراد نکتیں ہیں۔ یعنی جو عظیم الشان نعمتیں انبیاء نے پیش کی تھیں۔ مثلاً شراغِ نبیہ وغیرہ، ناقد کی سے ان کی طرف دیا کسی کو قبول نہ کیا جیسے مارے ہو رات میں کہتے ہیں کہ میں نے فداں ٹھنکس کی چیز اس کے منہ پر ماری۔ بہر حال کوئی معنی مئے جائیں سب کا حاصل یہ ہے کہ رسول نے نعمت خداوندی کی ناقدہ کی اور نبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول نہ کی ان کے ساتھ بڑی بے زنی بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

توحید میں شبہ غیر عقلی ہے | یعنی خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی گنجائش ہو، انسانی

فطرت خدا کے وجود پر واہ ہے۔ حیویات و مصیبات کا عجیب و غریب ٹھکانہ مشہدات دیتا ہے۔ سب مشیتیں۔ پرہیز و وجود کے سانچے میں جاننے والے، پھر انہیں جوڑ کر نہایت محکم و منظم طریقہ سے چلانے والا بڑا درست ہاتھ ہونا چاہیے جو کامل حکمت و اختیار سے عالم کی مشیت کو قابو میں کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتداف سے چارہ نہیں رہا کہ بڑا خدا جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرات پیدا کئے وہی ہو سکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں سے اونچے مقام پر ہے۔ انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک عظیم و حکیم قادر و توان مبعوث کیا خدا کا سراغ پالیا پھر اوہام و ہنوں کی دبدل میں پھنس کر سادہ فطری عقیدہ کو کھوٹا یا چیتا کیوں بنایا جاتا ہے۔ وجدال تہذیب دیتا ہے کہ ایک قادر مطلق اور عالمہ الکمل خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا سیارہ فلکی یا اور کسی مخلوق کو وحییت میں شریک کرنا فطرت صحیحہ کی۔ زکوٰۃ بے یارگانے کا مرادوف ہے کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں معذورندہ چھ کی محسوس ہوئی جس کی مخلوق خداؤں کی جمعیت سے تلافی کرنا چاہتے ہو۔

اہل عالم کو اللہ کی دعوت | یعنی ہم نہیں جانتے۔ فی الحقیقت ہمارے ذریعہ سے وہ تم کو اپنی طرف راہ ہے کہ توحید و ایمان کے

رستہ چل کر اس کے مقام قرب تک پہنچو۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آ کر ایمان و ایقان کا طریق اختیار کرو تو ایمان۔ نے سے بیشتر کے سب گناہ (بجز حقوق و واجبات کے) معاف کرے گا۔ پھر ایمان لا۔ کے بعد جیسا کہ اس کے موافق معاملہ ہوگا۔

یعنی کفر و شرارت پر قائم رہنے کی صورت میں جو جہد تباہ کئے جاتے اس سے محفوظ ہو جائے اور جتنی مدت دنیا میں رہو گے سکون و اطمینان کی زندگی گزارو گے۔ "یَمْتَعُکُمْ مَتَاعًا حَسَنًا" اور لِلْخَیْثَةِ حَیْوَةٌ طَیْبَةٌ غَیْرُ نَفْصٍ کے موافق۔

رسالت پر کفار کے اعتراضات یعنی چھ خدا کی بحث و چوڑیہ۔ آپ اپنی بہت جلدی کیا
 آپ ان سے ارشاد فرماتے ہیں: "یا نوح بشر کہ" کوئی دوسری نوح نہیں، بس پہنچ نہیں جس جیسے آدمی و
 تو آخر اس طرح آپ کی باتوں پر یقین کر لیں۔ آپ کی خبر اس یہ کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ آپ سے پہلے
 نوح میں تو خاطر منہ رہے یہ کہی نہ تھا۔ آپ نے قیامت ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا
 چاہتے ہیں تو کوئی ایسا عمل نہ کرنا یا خدا کی سرینہ دیکھنا جس کے سامنے کوئی نہ ہو جسے
 رائیں نہ ہو۔ آپ میں اور یہی وقت ممکن ہے کہ آپ ہماری فرمائش سے موافق ہو جائیں۔

انبیاء تمام بشر تھے مگر کامل بشر یعنی تمہارے یہ ہمارے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے وہی
 مخلوق، وہ نفس بشریت میں قمری جیسے ہیں لیکن نوح بشر کے انفرام میں احوال ابدی رہے۔ ان سے
 یا زمین، آسمان، آسمان نہیں۔ غرض ان کو تو ہم بھی مشاہدہ کرتے ہو کہ حق تعالیٰ سے ان کی مافیہ
 اخلاقی اور معاشی حالت۔ تمہارے نفس انہوں نے بعض برس قدر طبیعت ان سے کچھ کر لیا ہے
 جب کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو ان کی فطری قابلیت اور ان کی مہارت کی مدد سے ان کی مافیہ
 باطنی قرب کے اس مندرجہ مقام پر پہنچایا، یا جسے "مقام نبوت" کہا۔ بس اس سے کہتے ہیں کہ اس میں
 یہ ہے۔ اس اعتبار سے بہر حال دعویٰ نبوت سے یہ زور نہیں آتا کہ ہم اپنی بات پر اس سے کوئی
 دوسری نوح نہ دے گا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر کہ ہم اسے حق تعالیٰ سے پہنچا دیں۔

بعض پر ایک خصوصی حسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔
 اللہ کے قسم کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھایا جاسکتا۔ یعنی جہاں اللہ کی عبادت کے ساتھ
 قدمہ سوا اسے جس سے ہم پہنچے ہیں اپنی نبوت کی سند اور دلیل لائیں۔ ان کے سامنے حجاب
 و تسلیم مناسب، جو آدمی دیکھتا ہے اس کے اطمینان کے۔ "ہاں سے دیکھو، اچھا، اچھا، اچھا
 تمہاری فرمائشیں پوری کرنا، تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں۔ نہ ہماری تصدیق، نہ تمہاری پوری
 ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت سے موافق جو سداور نشان دیکھتا ہے کہ اسے کمالی حالت دیکھنے
 سے ایمان نہیں آتا، اللہ کے دیکھنے سے آتا ہے۔ لہذا یہ ایمان دیکھو کہ وہ دیکھتا ہے کہ تمہارے
 مانو گے اور ہماری عداوت و ایذا دہانی پر تیار ہو گے تو ہمارے جو وہی خدا کی مہربانی اور مدد سے رہے گا۔
 یعنی حق تعالیٰ ہم کو جہاد و حید و حرمان پر تیار کرتی کامیابی کے راستے بتا رہا ہے جیسے تمہارے سامنے
 ناکل نہ کریں۔

انبیاء کا توکل اور استقامت یعنی تم خود کو اتنی ہی دیکھو جیو، خدا کے فضل سے ہمارے توکل
 میں فرق نہیں پڑتا۔ تاکہ ان کا یہ کام نہیں کہ سختیوں و محرومیوں کا اور استقامت ان سے مل جائے گی۔
 رسولوں کو کفار کی دھمکیوں [یعنی اپنے توکل وغیرہ کو رہنے والا، یہ وہ بزرگ متذکرہ۔ اس اب
 "باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہی۔ یا تم اجنت سے پہلے کی طرف) چپ چاپ میں مل
 کر رہو گے، ورنہ کوئی نہ ہو گا، یہ وہ سب ہمارے پرانے ایں میں اپنی آئیں گے۔ ورنہ ہم
 کو ملک بدر اور بے وطن کر دے گا۔

الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَ

اس زمین میں ان کے پیچھے ۞ یہ بتاتا ہے اُس کو جو ڈرتا ہے کھڑے ہونے سے میرے سامنے ۱۱

خَافَ وَعَبِيدُ ۝۱۲ وَأَسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

ڈرتا ہے میرے مذاب کے وعدہ سے ۞ اور فیصد (فتح) لگے گئے تھے پیغمبر ۞ اور نامراد ۱۲

عَبِيدُ ۝۱۳ مِّنْ وَرَآيِهِ جَهَنَّمُ وَ يُسْفُ مِنْ مَّاءٍ

ضدی (صدر سے وال) ۞ پیچھے اس کے روزش ہے اور پلایا سے اس و پانی ۱۳

صَدِيدٍ ۝۱۴ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ

پتھپکا ۞ گھونٹ گھونٹ پتا ہے اس کو اور گلے سے نہیں اتار سکتا ۞ اور چلی آتی ہے اس پر ۱۴

الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۚ وَمِنْ

موت ہر طرف (جگہ) سے اور وہ نہیں مرنے والا ۱۵

وَرَآيِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝۱۵ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا

اُس کے پیچھے عذاب سے سخت ۞ حال ان لوگوں کا جو منکر ہو ۱۵

بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي

اپنے رب سے ان کے عمل ہیں جیسے اہراکھ کہ زور کی چلے اُس پر ہوا ۱۶

يَوْمٍ عَاصِفٍ ۚ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ

آندھی کے دن کچھ اُن کے ہاتھ میں نہ ہوگا اپنی کمائی میں سے ۱۷

ذَٰلِكَ هُوَ الصَّلُّ الْبَعِيدُ ۝۱۸ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ

یہی ہے بہک کر دور جاڑنا ۞ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے ۱۸

◆ انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ | یعنی یہ تم کو کیا نکالیں گے ہم ہی ان ظالموں کو تہہ کر کے ہمیشہ کے لئے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر بھی واپس نہ آسکیں۔ اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے قتل و قماروں کو زمین میں آباد کریں گے۔ دیکھو کتنا رحمہ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے مکہ سے نکالنا چاہا وہ یہی اگلا آخر اس کا سبب بن گیا کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کا دائمی تسلط ہوا اور کافر کا نشان باقی نہ رہا۔

◆ یعنی مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک ان حساب دینے کے لئے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اس کے بے پناہ عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

◆ اللہ سے انبیاء کی استعانت | یعنی پیغمبروں نے خدا سے مدد مانگی اور فیصلہ چاہا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا "فافتح

بینی و بینہم فتحا و یحییٰ الخ" "نوح علیہ السلام نے کہا رب مجھے و اہلی معی یغمرن" "شعیب علیہ السلام نے عرض کیا "ربنا افتح بنا و بین قومنا بالحق" "موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی ربنا انک انت فیہم فرعون و ملائکہ الخ" اور کفار نے بھی جب دیکھا کہ اتنی طویل مدت سے عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں لیکن اسے آثار کچھ نہیں آتے تو استہزاء اور تسخر سے کہنے لگے ربنا عجل لنا قضا قبل یوم الحساب" (ص - رکوع ۲) اور اللہ نے ان کا انہماک و ہوا الحق من عندک فامطر علیہا حجارة من السماء و انتا بعداب الیم (انفال - رکوع ۳) یہ تو قریش کے مقتولے ہیں تو مروج نے کہا تھا ہاتھ بٹھا کر تعذبا۔ "قوم شعیب نے کہا "فاسقط علیہا کسفا"۔ وغیرہ الگ - غرض دونوں طرف سے فیصلہ کی جلدی ہونے لگی۔

◆ یعنی پیغمبروں کا خدا کو پکارنا تھا کہ مدد دے اور ہر ایک سرکش اور فہمی نامراد ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ خیانات پکار کھے تھے، ایک ہی جگہ میں کافروں کو گئے زور ہے ان کی توقعات رہیں۔ ایک لمحہ میں سب کا خاتمہ ہوا۔

◆ دوزخیوں کا پانی | یعنی یہ تو یہاں کا عذاب تھا اس کے بعد آگے دوزخ کا بھی ایک منظر ہے جہاں شدت کی تشکی کے وقت ان کو پیپ یا پیپ جیسا پانی پلایا جائے گا۔

◆ یعنی خوشی سے کہیں پی پیس گئے۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے۔ جس وقت منہ کے قریب آئیں گے شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اتر کر نیچے ننگ پڑے گی، منہ میں پیچ کر گھلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ یہ ایک گھونٹ کر کے حق سے نیچے اتاریں گے۔ پیٹ میں پہنچنا ہوگا کہ تئیں کٹ کر باہر جائیں گی۔ "و سفوا ماء حمیفا ففطیہ انعاء ہم" (محمد رکوع ۲) وان یستغفوا یعثوا ایماہ کالمہل یسوی الوجوہ (کہف - رکوع ۴) (ایذا اللہ منہا سائر المومنین)

◆ دوزخ کے سخت احوال | یعنی اس کا پینا کیا ہوگا ہر طرف سے موت کا سامن کرنا ہوگا، سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سحرات موت جاری ہونگے، شش جہت سے مہلک عذاب کی چیز چھائی ہوگی، اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔ لیکن موت بھی نہیں آئے گی۔ جو سب تکلیفوں کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہے گا۔ کُلَّمَا نَصَحْتَ جَلُودَہُمْ بِذِلَّتْہُمْ خُلُودًا غَیْرَہَا لَیَذُوقُوا الْعَذَابَ (سہ - رکوع ۸) ثُمَّ لَا یَمُوتُ فِیہَا وَلَا یَحْیَی (اسی - رکوع ۱) سچ ہے اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چھیں نہ پایا تو کدھر جائیں گے اللہم احفظنا۔

◆ کفار کے اعمال کی مثال | بعض کفار کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ "خبر ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام صدقہ خیرات کی مد میں کئے ہیں، خوش اخلاقی لوگوں میں مشہور ہوئی، بہتر سے آدمیوں کی مصیبت میں کام آئے اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی پوجا بھی کی، کیا یہ سب کیا کر لیا اور دیا اس وقت کام نہ آئے گا؟ اس کا جواب اس تمثیل میں دیا۔ یعنی جسے خدا کی صحیح معرفت نہیں۔ محض فرضی اور دہمی خدا کو پوجتا ہے اس کے تمام عمل محض بے روح اور بے وزن ہیں۔ وہ محشر میں اسی طرح اڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اڑ جاتے ہیں، اس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہونگے، وہ جہاں ہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اللہ اکبر! یہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اہل کو ذریعہ قرب و نجات سمجھے تھے وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہیں۔ کہ بازار چندوں کے آگندہ تر۔ تہی دست رادل پر آگندہ تر۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ إِنَّ يَئِشًا يَذُهِبُكُمُ وَ

يَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ

بِعَزِيزٍ ۝ وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ

اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَوْ هَدَانَا

اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجْرُ عَنَّا أَمْ صَبَرْنَا مَا

لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ۝ وَقَالَ الشَّيْطَانُ لِمَا قُضِيَ

الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَعَدْتُكُمْ

فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا

۱۵

دوسری زندگی کے وسائل | جی شیکرہ یہ خیال کرے۔ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے پھر دوبارہ زندگي کہاں قیامت و رعد و برق وغیرہ سے کہیا یوں ہیں انسان و کتایا کہ جس خدا نے انسان و زمین کا کل قدرت و عظمت سے پیدا کئے سے تمہارا سر نو، ہمارا پیدا کرنا، یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے گا کیا مشکل ہے؟ اگر تمہیں وہ زمین کے محکم بنیاد ہو، لیکن یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قوم رہنے والی صانع ختم سے جیسا کہ غلط باقی "میں نہیں فرمائی تو ایسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے شروع مخلوقات انسان کو بخش بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی تخلیق و ایجاد سے وہی عظیم اساتذہ مقصد متعلق رہا ہے تین اس زندگی - ہم وہی دوسری زندگی سوچی چاہئے جس میں آدمی پیدا کر کے کام و مقصد تعلیم ملے، ترغیب و تنبیہ سے تشکر ہو۔

یعنی سب سے بڑی حدت میں پیشی ہو۔

سُخْرَت میں کفار کی اپنے بڑوں سے مدد کا سوال یہ جان پہ متنبہ ہیں سے کہیں گے۔
یعنی ان میں تمہارے سارے بڑے اور تمہارے تمام بڑے تباہ ہو چکے ہیں۔ آج اس مصیبت کی
گھڑی میں بیٹھو تو کام تو کیا ہو سکتا ہے کہ خدا اب اس کی مدد و رحم سے ذرا ہٹا کر دے۔ یہ
دور خ میں جائے۔ بعد ازیں یہ امید بن شر میں، بن کثیر نے اپنے اہتمام کو ترجیح دی ہے غور۔
تَعْلٰوْا ذٰلِکَ حٰیثُ فِیْ سَارِ فَعْمٰوِ الصُّعْمٰءِ لَسٰیئِیْنِ اسْتَكْزٰوْا اَمَّا کَانَ لَکُمْ
تَعْلٰوْا اِنَّہٗ وَغَیْرَ ذٰلِکَ مِّنَ الْاٰیٰتِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

ان کا جواب۔ یعنی سر خدا، یا میں ہم کو ہدایت کی توفیق دیتا تو نہ تم کو بھی آپے ساتھ سیدھے راستے پر لے جتے۔ نہیں مرنے ٹھوکر جانی تو تمہیں بھی لے آئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ نہ تھاتا تو ہم تمہیں وہی راہ بتا دیتے۔ تو تمہاری طرح عمر نوادہ حیرت میں مبتلا ہیں، مرنے حیرت جی، یہی جس سے پہچان رہے کی دینی صورت نہیں۔ نہ جبر کرنے اور خاموش رہنے کی مدد، نہ ٹھہرانے اور چلنے سے پیچھا چل۔

أَنْ دَعَوْتَكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي، فَلَا تُلْوِمُونِي وَلَوْ مَوًّا

یہ میں نے دیا کرتا تھا، چہ تو نے مان لیا میری بات کو سواڑا میں نہ سمجھو اور تو میں

أَنْفُسَكُمْ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي

اپنے آپ کو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں نہ تم میری فریاد کو پہنچو میں

كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ

مشرکوں (مجھ کو قبول نہیں) جو تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے بہت جونا لیم ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَأَدْخِلِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

ان کے لیے ہے عذاب دردناک اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان دے گئے تھے اور ان کے گئے تھے

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

نیک، باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں

فِيهَا بِأَذْنِ رَبِّهِمْ ۖ تَحْيِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۝ أَلَمْ تَرَ

وہاں میں اپنے رب کے حکم سے نہ کی طاقت ہے وہاں سلام کو نے دیکھا

كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ

تسک بیانوں میں نے ایک مثال بات ستمی جیسے ایک درخت

طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝

ستر اس کی جڑ مضبوط ہے اور نیچے (شاخیں) ہیں آسمان میں

تَوْتَىٰ أَكْلاهَا كُلٌّ حَبِيبٌ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَيَضْرِبُ اللَّهُ

لہتا ہے پھل ہا ہر وقت پڑے رب کے حکم سے اور بیان کرتا ہے اللہ

❖ دوزخ میں شیطان کی تقریر یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکے گا۔ وقت کفار دوزخ میں جا کر داخل ہونے سے پہلے بیس عین کو الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں رفتار ماری۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر۔ تاکہ عذاب الہی سے رہائی ملے۔ تب انہیں ان کے سامنے لیکھ دے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے صادق لقول پیغمبروں کے توسط سے ثواب و عقاب اور دوزخ و جنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے۔ میں نے اس کے باقاعدہ جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے۔ جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر و تامل سے واضح ہو سکتا تھا۔ وہ یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ نجات و برہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا، بلاشرع میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا، تم جھپٹ کر خوشی سے آئے، اور میں نے جدھر شدی ادھر ہی اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے۔ اگر میں نے انگوٹیاں تھوتم یہ اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل ہی نہ دعوے کو پرکھا سکتے تھے۔ بند کر کے پیچھے ہوئے۔ انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفس پر مدست کرو۔ میرا جرم انگوٹیاں بچائے خود رہا لیکن مجھے مجرم گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو۔ آج تم کو مدد دینا تو درکنار، خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔ تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا (یعنی بعض تو براہ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بہتوں نے اس کی باتوں کو ایسی طرح مانا اور اس کے احکام سے سامنے اس طرح سر تسلیم و انقیاد خمیا جو خدائی احکام کے گئے کرنا چاہئے تھا) بہرحال اپنے جہل و غیبات سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اس سے منکر اور بیزار ہوں۔ یا "لَمَّا الشِّرْكَتُ خُفُوْنِی" میں بائیں سیرت لیکر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا رتبہ دیا اس سبب سے میں بھی کانفر بنا۔ اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر و طغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا۔ اب ہر ایک ظالم اور شرک کو اپنے کئے کی سزا اور دناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہیے۔ شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ گزشتہ سیرت میں ضعیف و مستکمرین (عوام اور لیڈروں) کی گفتگو نقل کی گئی تھی اسی کی مناسبت سے یہاں دوزخیوں کے مہالیدر (ایس لیس) کی تقریر نقل فرمائی چونکہ عوام کا الزام اور ان کی استدعا دونوں جگہ یکساں تھی شاید اسی لئے شیطان کی گفتگو کے وقت اس کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری کا تصور کر کے شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔

❖ یہ بطور مقدمہ کفار کی سز کے بعد مومنین کا انجام فرمایا۔

❖ اہل جنت کا حال | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا میں "سلام" دعا ہے سلامتی مانگنے کی، وہاں سلام کہنا مبارکباد ہے سلامتی ملنے پر۔

❖ یعنی دیکھئے اور غور کیجئے، کیسی باموقع اور معنی خیز مثال ہے۔ تھل مند جس قدر اس میں غور کرے سیکڑوں باریکیاں نکلتی چلی آئیں۔

❖ "ستھری، ست" میں کلمہ تو حید، معرفت الہی کی باتیں، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثناء، تسبیح و تہلیل، سچ بولن سب داخل ہے۔

❖ اکثر روایات و آثار میں یہاں "ستھرے درخت" کا مصداق کھجور کو قرار دیا ہے، گو دوسرے ستھرے درخت بھی اس کے تحت میں

مندرج ہو سکتے ہیں۔

❖ کلمہ طیبہ کی مثال | یعنی اس کی جزیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں کہ زور کا جھکڑ بھی جڑ سے نہ اکھڑ سکے اور چوٹی آسمان

سے لگی ہو یعنی شائیں بہت اونچی اور زمینی کشتوں سے دور ہوں۔

❖ یعنی کوئی فصل پھل سے خالی نہ جائے یا فرض کیجئے باہر مینے صبح و شام اس پر تازہ پھل لگا کرے۔

الْأَمْثَالِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵﴾ وَمَثَلُ

مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں (سوچیں) اور مثال

كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ

گندی بات کی گندے درخت نڈا اکھاڑ لیا (پھینکا) اس کو

فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۶﴾ يُثَبِّتُ اللَّهُ

زمین کے اوپر سے کچھ نہیں اس کو ٹھہراؤ (جماد) مضبوط کرتا ہے اللہ

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي

ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور

الْآخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۖ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا

آخرت میں اور بھلا دیتا ہے (راہ بھلا دیتا ہے) اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے اللہ جو

يَشَاءُ ﴿۷﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا

چاہے تو نے نہ دیکھا ان کو جنہوں نے بددیا اللہ کے احسان کا ناشکری

وَاحْتَلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا

اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جو دوزخ ہے داخل ہوں گے اس میں

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۹﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّوْا عَنْ

اور وہ نہ اٹھکا نا ہے اور ٹھہرائے اللہ کے لیے مقابل کہ بھانگیں لوگوں کو

سَبِيلِهِ ۖ قُلْ تَتَّبِعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿۱۰﴾ قُلْ

اس کی راہ سے تو کہہ حراڑالو پھر تم کو لوٹنا ہے طرف آگ کی کہہ دے

◆ کلمہ کفر کی مثال | کلمہ کفر، جھوٹی بات و درجہ ایک کام جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو "کلمہ خبیثہ" میں داخل ہے۔

◆ شے اس سے حفظ (اندر نہ) مراد یہ ہے جو غم غلط میں ہر خراب درخت شامل ہو سکتا ہے۔

◆ یعنی جزا پچھتے ہو، ذرا شرم و ہراس آکر جا۔ گویا اس کے دو سین اور ناپائیداری کو ظاہر فرمایا، دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوائے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جس سے اہل نہایت صاف و صحیح اور مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونگی وجہ سے اس کی جزایں قلوب کی پسائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمالِ صالحہ کی شاخیں آسمان قیوں سے جا لگتی ہیں۔ **إِنَّهُ يَضْعَفُ الْكَلِمَةَ الطَّيِّبَ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ بِرَفْعِهِ (فاطر۔ رکوع ۲)** اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے مسودین کے کام و دہن ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں۔ الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سد اہل رنخت روز بروز پھوٹا پھوٹا اور بڑی پائیداری کے ساتھ اونچی ہوتا رہتا ہے اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر سے جو اے باطل کی جزا بنی دیکھ نہیں ہوتی۔ ہوا کے ایک جھٹکے میں اکھڑ کر جا پڑتا ہے۔ ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں، لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونگی وجہ سے اس کی جزایں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتی۔ تھوڑا دھکیان کرنے سے غلط مضمون مٹنے لگتی ہے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں نہیں چلتا۔ نہ اس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازیؒ نے صوفیاء کے طرز پر ان مثالوں کے بیان میں بہت اہتمام سے کام لیا ہے۔ یہاں اس کے نقل کی گنجائش نہیں۔

◆ مومنین کی قوت کلمہ توحید میں ہے | یعنی حق تعالیٰ توحید و ایمان کی باتوں سے جن کی مضبوطی و پائیداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتا ہے۔ رہی قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو ادھر یا ادھر جس طرف چاہیں شہر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر آخرت تک اسی کلمہ حبیب کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں، کتنی ہی سخت امتحان ہو، قبر میں کبیرین سے سوال و جواب ہو، محشر کا ہولناک منظر پیش آئے، ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پاسداری اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔

◆ بے انصافوں سے مراد یہ ہیں کفار و مشرکین ہیں، وہ دنیا میں بھی پیچھے اور آخرت تک پھلتے رہیں گے کبھی حقیقی کامیابی کا راستہ ہاتھ نہ لگے گا۔

◆ یعنی، نئی حکمت کے موافق جیسا معاملہ جس کے ساتھ مناسب ہوتا ہے کرتا ہے۔

◆ کفار کی ناشکری انکی تباہی ہے | اس سے کفار و مشرکین کے سردار مراد ہیں، خصوصاً رؤسائے قریش جن کے ہاتھ میں اس وقت عرب کی باگ تھی جنہی حق تعالیٰ نے ان پر کیسے احسان کئے، ان کی بدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا، قرآن اتارا، اپنے حرم و ربیت کا بھار بنایا۔ عرب کی سرداری دی، انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ کیا کہ خدا کی ناشکری پر کمر بستہ ہو گئے، اس دن ان کو جہنم، یا اس کے پیغمبر سے لڑائی کی، آخر اپنی قوم کو لیکر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔

◆ یعنی خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعم حقیقی کی شکر گزاری اور اطاعت شکاری میں لگتے، یہ تو نہ ہوا، اگلے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے، خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدا کے واحد کا حق تھا، وہ مختلف عنوانوں سے ان کے لئے ثابت کرنے لگے، تا اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ راہیں اور انہیں بہکا کر اپنے دام سیادت میں پھنسائے رکھیں۔

◆ یعنی بہتر ہے بیوقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو اور دنیا کے مزے اڑ لو، مگر تاکہ آخروں کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کیونکہ اس مزے اڑانے کا یہ ہی نتیجہ ہوگا۔ گویا یہ جہاد ایسا ہو جیسے ایک طبیب کسی بدن پر مریض کو خفا ہو کر کہے "کُلْ مَاتُ رِنْدُ فَإِنْ مَصِيرُكَ إِلَى الْمَوْتِ" جو تیرا جی چاہے صحت کیونکہ ایک دن یہ مریض تیری جان لے کر رہے گا۔

لِعِبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ يُنْفِقُوا

میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قمر گھیس نماز اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ

ہماری دی ہوئی راز کی میں سے پوشیدہ اور ظاہر (چھپے اور کھلے) پہلے اس سے کہ آئے

يَوْمَ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خِلَافٌ ۚ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ

وہ دن جس میں نہ سودا (خرید و فروخت) ہے نہ دوستی ♦ اللہ ہے جس نے بنائے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ

آسمان اور زمین اور اتارا آسمان سے پانی ♦ پھر اس سے نکال

بِهِ مِنَ الشَّجَرِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلُكَ

روز کی تمہاری میوے ♦ اور کھجے میں کھ (کام میں دیں تمہارے کشتیاں کہ چلیں تمہارے کشتی کو

لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْإِنهَارَ ۚ

کہ چھے دریا میں اس کے حکم سے ♦ اور کام میں لگایا (دیں) تمہارے ندیوں (ندیں) کو

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآبِّينَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور کام میں لگایا تمہارے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر اور کام میں لگایا تمہارے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن

رات اور دن کو ♦ اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ♦ اور اگر

تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ

گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ♦ بے شک آدمی بڑا بے انصاف ہے

❖ **مومنین کو نصیحت و تنبیہ** کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، وظائف عبودیت میں ذرا فرق نہ آنے دیں، دل و جان سے خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں کہ وہ بھی بہترین عبادت ہے۔ نمازوں کو ان کے حقوق و حدود کی رعایت کے ساتھ خشوع، خضوع سے ادا کرتے رہیں۔ خدا نے جو کچھ دیا ہے اس کا ایک حصہ خفیہ یا مالا یہ مستحقین پر خرچ کریں۔ عرض کفار جو شرک اور کفر ان نعمت پر تے ہوئے ہیں ان کے بالمقابل مومنین کو جان و مال سے حق تعالیٰ کی طاعت و شکرگزاری میں مستعدی دکھانا چاہئے۔

❖ **یوم حساب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا** یعنی نماز اور خالق فی سبیل اللہ وغیرہ نیکیاں اس دن کام نہیں گی، بیع و شراء یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ لگے گا۔ یعنی نہ وہاں نیک عمل نہیں سے خرید کر اسکو گے نہ کوئی ایسا دوست جیٹھا ہے جو بدوٹ ایمان و عمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بنا پر نجات کی ذمہ داری نہ لے (رابطہ) پہلے کفار کی ناشکری کا ذکر تھا، پھر مومنین کو مراسم طاعت کی اقامت کا حکم، پھر شکرگزاری کی طرف ابھارا۔ آگے چند عظیم الشان نعمت الہیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ہر مومن و کافر کے حق میں ہیں، تاہم مومنین کو شکرگزاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرم میں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بنوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و احدانیت کے اہل بھی بیان ہو گئے۔ ممکن ہے انہیں من کر کوئی ناقص مصحف شریعت سے باز نہ جائے، یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے۔

❖ **اللہ تعالیٰ کے انعامات** یعنی آسمان کی طرف سے پانی اتارنا یا یہ مطلب ہو کہ بارش کے آنے میں بخارات وغیرہ ظاہری اسباب کے علاوہ غیر مرئی مادی اسباب کو بھی دخل ہے۔ دیکھو آفتاب کی شعاعیں تمام اشیاء کی طرح تنقش شیشہ پر بھی پڑتی ہیں لیکن وہ اپنی مخصوص ساخت اور استعداد کی بدولت انہی شعاعوں سے غیر مرئی طور پر اس درجہ حرارت کا استفادہ کرتا ہے جو دوسری چیزیں نہیں کرتیں۔ چاند سمندر سے کتنی دور ہے، مگر اس کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر کے پانی میں جزر و مد پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر وہاں بھی کسی مادی خزانہ سے غیر محسوس طریقہ پر مستفید ہوتا ہو تو انکار کی کوئی وجہ ہے۔

❖ **یعنی حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی جو درختوں اور کھیتوں کے نشہ و نما اور بار آور ہونے کا سبب بنتی ہے۔** سی کے ذریعہ سے پھل اور میوے ہمیں کھانے کو ملتے ہیں۔

❖ **تسخیر بحر و انہار** یعنی سمندر کی خوفناک لہروں میں ذرا سی کشتی پر سوار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچے ہو اور کس قدر تجارتی یا غیر تجارتی فوائد حاصل کرتے ہو۔ یہ خدا ہی کی قدرت اور حکم سے ہے کہ سمندر کے تھیلوں میں ذرا سی ڈوگی کو ہم جدھر چاہیں لئے پھرتے ہیں۔
❖ **تسخیر شمس و قمر** یعنی ندیوں میں پانی کا آنا، کہیں سے کہیں پہنچنا گوشتی کی طرح تہہ رے کہنے میں نہیں، تاہم تہہ رے کام میں وہ بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسی طرح چاند سورج جو ایک معین نظام اور ضابطہ کے موافق برپا چل رہے ہیں، کبھی ٹھکے نہیں نہ رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ یہ رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے ٹھہری ہوئی حالت کے موافق ہمیشہ چلے آتے ہیں یہ سب چیزیں گواہی دیتی ہیں کہ تہہ رے قبضہ میں نہیں کہ تم جب چاہو اور جدھر چاہو ان کی قدرتی حرکت و تاثیر کو پھیر دو تاہم تم بہت سے تصرفات و تدابیر کر کے ان کے اثرات سے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہو اور انہی تصرف و تدبیر سے قطع نظر کر کے بھی وہ قدرتی طور پر ہر وقت تمہاری کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہوئے ہیں تم سوتے ہو، وہ تمہارا کام کرتے ہیں، تم جینے سے بیٹھے ہو، وہ تمہارے سنے سرگرداں ہیں۔

❖ **یعنی جو چیزیں تم نے زبان قال یا حال سے طلب کیں، ان میں سے ہر چیز کا جس قدر حصہ حکمت و مصلحت کے موافق تھا، مجموعی طور پر تم سب کو دیا۔**
❖ **اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں** یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بے شمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر اجازتی گفتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر امام رازیؒ نے نعمائے الہیہ کا بیشتر ہونا، اور عدم ابوالسعود نے ان کا غیر متناہی ہونا ذرا ربط سے بیان فرمایا ہے اور صاحب روح معانی نے ان کے بیانات پر مفید اضافہ کیا۔ یہاں اس قدر تطویل کی گنجائش نہیں۔

كَفَّارٌ ۝۳۰ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ

ناظر ♦ اور جس وقت کہا ابراہیم نے ♦ ارب کر — اس سے

أَمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝۳۱ رَبِّ

امن وار اور اور رکھ ٹھک اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم چھیں مورتوں کو ♦

إِنَّهُمْ أَضَلُّونَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ

انہوں نے گمراہ کیا (گمراہی میں ڈال) بہت لوگوں کو ♦ (جو کوئی میرے ساتھ چلا) جس سے وہ ان کی راہ میں

فَإِنَّهُ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۳۲

سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو وہ نیک ہے ♦ مہربان ہے

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بُوَادٍ غَيْرِ ذِیْ

اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو میدان میں کہ یہاں

زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

کھیتی نہیں تیرے محترم (حرمت والے) گھر کے پاس اے رب ہمارے تاکہ ہم چھیں نماز کو

فَاجْعَلْ أَفِيدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

سورکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں (جھکتے رہیں) ان کی طرف اور روزی دے اس

مِّنَ الثَّغْرِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ۝۳۳ رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا

میدوں سے شاید وہ شکر کریں ♦ اے رب ہمارے تو جانتا ہے جو چیز

نَحْفِيْ وَمَا نَعْلُنُ ۚ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ

ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر (کھول کر) اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز

یعنی جنس انسان میں بہتر ہے نصف اور ناپاس ہیں، جو اتنے میثار احسانات و کلمے کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کو یاد کرو | روسائے قریش جن کی ناشکر گزاری اور شرک و کفر کا بیان اوپر اللہ تعالیٰ الٰہدین

بذلوا نعمۃ اللہ الخ میں ہو تھی، ہمیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلانا مقصد کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے نعمۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو، انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص تو حید پر رکھی تھی، ان ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر مکہ آباد کیا اور پتھر پلے رنگتوں میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیے۔ وہ دنیا سے یہی دعا میں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ان کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہئے کہ کہاں تک ان کی وصایا کا پاس کیا یا ان کی دعا سے حصہ پایا، اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گزار ہوئے۔

یہی مکہ کو حرم آسمانی بنا دے (چنانچہ خدا نے یہاں) میری اور میری اولاد کو ہمیشہ بیت پرستی سے دور رکھ۔ مابا بہاں اولاد سے خاص صلی اولاد مراد ہے سو آپ کی صلی اولاد میں یہ مرض نہیں آیا اور اگر عام ذریت مراد ہو تو کہا جائے گا کہ وہ بعض کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت ابراہیم معصوم پیغمبر تھے،

دعا کا ایک خاص اہم | عمر پود کا اب ہے کہ دوسروں سے پہلے آدمی اپنے سئے دعا کرے۔ اس قسم کی دعائیں جو انبیاء سے منقول ہوں ان میں یہ اشارہ ہوتا ہے۔ پیغمبروں کی عصمت بھی خود ان کی پیدائش کی ہوتی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی حفاظت و نصیحت سے ہے۔ اس سے وہ ہمیشہ ان کی طرف التجا کرتے ہیں جو انکی عصمت کا ضامن و شیل ہوا ہے۔ تنبیہ | حافظ ابن الدین ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا میں مکہ کی آبادی و تعمیر کعبہ کے بعد کی تھی۔ سورۃ بقرہ میں اول پارہ کے ختم پر جس دعا کا ذکر ہے وہ البتہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت اسماعیل کی معیت میں ہوں۔ یہ دعا میں اس کے بہت زمانہ بعد پیرائے ساری تلک کی گئی۔

مٹی یہ پتھر کی مورتیاں بہت آمیوں کی مرآت کا سبب ہوئیں۔

یعنی جس نے تو حید خاص کا راستہ اختیار کیا اور میری ہمت مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے۔ جس نے کھانا، نانا اور ہمارے راستے سے علیحدہ ہو گیا تو اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کورست خصوصاً اور نجات ابدی کا مستحق بناسکتا ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ آپ وقت رست سے ات بھی عیست موجودہ بخش دیں گواپنی حکمت سے اس کا قوت نہ ہو۔ تنبیہ | سورہ

انہوہ آخر میں ہم نے حضرت ظہیر کے اس قول اور آیت علیہ السلام کے منقولے میں فرق بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

چھیل وادی میں حضرت اسماعیل کو چھوڑنا | یعنی اسماعیل علیہ السلام کو۔ کیونکہ دوسری اولاد حضرت اسحق وغیرہ شام میں تھے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ حضرت اسماعیلؑ کا محاسن شیر خوارگی اور ن کی ولد و جہ کو یہاں چھیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بعد ذقیلہ جبرہم کے چھوٹ وہاں پہنچے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی نطفہ اور بارجہ کی چٹائی کو دیکھ کر فرشتے کے ذریعہ سے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ جبرہم کے خانہ بدوش لوگ پانی دیکھ کر تر پڑے اور بارجہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے۔ اسماعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو ان قبیلہ میں ان کی شادی ہوئی۔ اس طرح جہاں آج مکہ ہے ایک بستی آباد ہو گئی۔ حضرت براہیمؑ کا گاہ بگاہ ملک شام سے تشریف لیا کرتے تھے اور اس شہر اور شہر کے باشندوں کے لئے دعا فرماتے، کہ خداوند! میں نے اپنی ایک اور دو اس بنجر اور چھیل تادی میں تیرے حکم سے تیرے معظم و محترم گھر کے پاس بڑے باہرے تادیہ اور اس کی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے، نیز ان کی روزی اور دلچسپی کے لئے غیب سے یہ سامان فرما دے کہ (غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے گزر کر) عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گزاری میں لگے رہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کی قبولیت | حق تعالیٰ نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں۔ آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی شرق و مغرب سے کھینچ کھینچ کر وہاں جاتے ہیں۔ اسی قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہو۔ حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی شہر دار و رخت موجود نہ ہوگا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں اَللّٰهُمَّ قَسِّ النَّاسِ (پچھ آدمیوں کے دل) کہا تھا، ورنہ سارا جہاں ٹوٹ پڑتا۔

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۝۳۸۱ أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

زمین میں نہ آسمان میں ♦ شکر ہے اللہ کا جس نے

وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۝۳۸۲ إِنَّ رَبِّي

بخش مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسمعیل اسحاق ۱۱ آحق ہے شک میرے

لَسَبِيْعُ الدُّعَاءِ ۝۳۸۳ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ

سنتا ہے دعا کو ♦ اے رب میرے کر مجھ کو کہ قائم رکھوں نماز ۱۱

ذُرِّيَّتِي ۝۳۸۴ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝۳۸۵ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَ

میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے ♦ اور قبول کر میری دعا ۱۱ اے ہمارے رب بخش مجھ کو ۱۱

لِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝۳۸۶ وَلَا

میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب ♦ اور نہ

تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۝۳۸۷ إِنَّا

مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف ♦ ان کو

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۝۳۸۸ مُمِطِعِينَ

ڈھیل دے رکھی ہے (تھوڑا رکھا ہے) اس دن کے لیے کہ پھرجائیں گی (کھلی رو جائیں گی) آنکھیں ♦ دھڑکتے ہوں گے

مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۝۳۸۹ وَ

اور ٹھائے اپنے سر پھر نہ نہیں آئیں گی ان کی طرف ان کی آنکھیں ۱۱

أَفِدَّتْهُمْ هَوَاءٌ ۝۳۹۰ وَأَنْذَرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمْ

دل ان کے اڑ گئے ہوں گے ♦ اور ڈرادے لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا ان پر

یعنی زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ پھر ہمارا خدا ہر باطن کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یہ جو فرمایا ”جو ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کرتے ہیں دکھا کر اس میں مفسرین کے کئی قوال ہیں لیکن تخصیص کی کوئی مر نہیں۔ غلط سام ہیں جو سب کچھ چیزوں کو شامل ہیں۔ حضرت شاہد صاحب نے فرمایا کہ ظاہر میں دعا کی سب اوستے مردوں میں دعا منظور تھی پھر آخر الزمان کی۔

یعنی بڑھاپے میں بحق سارہ کے اراستہ ہر جہ سے غیر متوقع طور پر منیت کئے۔ جیسے آپ نے اولاد کے متعلق میری دعا رب ہٹا لی میں الصالحین کی یہ دعا میں بھی قبول فرمائی ہے۔

یعنی میری دریت میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نماروں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔

یعنی میری سب دعا میں قبول فرمائی ہے۔

حضرت ابراہیم کی اپنے والدین کیلئے دعا کی توجیہ یہ دعا باپ اپنے والد کے حالت کفر پر مرنے کی خبر موصول ہونے سے پہلے کی۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اسے اسلام کی ہدایت کر کے قیامت کے دن مغفرت کا مستحق بنادے۔ اور اگر مرنے کی خبر ملنے کے بعد دعا کی ہے تو شاید اس وقت تک خدا تعالیٰ نے آپ کو مطلع نہیں کیا ہوگا کہ والدین مغفرت نہیں ہوگی۔ عطا کافر کی مغفرت محال نہیں سمجھا جاتا ہے۔ سو اس کا علم مع پر موقوف ہوگا اور قبل از سمع امکان نقلی معتبر ہے۔ بعض شیعہ نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو جو کافر کہا گیا ہے وہ ان کے حقیقی باپ نہ تھے بلکہ چچا وغیرہ کوئی دوسرے خاندان کے بڑے تھے۔ واللہ اعلم۔

ایک روع پہلے بہت سے لعنات عظیمہ کا ذکر کر کے فرمایا تھا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (انسان بڑا ظالم اور ناشکر گزار ہے) بعد از مغفرت ابراہیم کا قصہ سنا کر کفار کو بعض خصوصی نعمتیں یاد دلائیں۔ اور ان کے ظلم و شرارت کی طرف اشارہ کیا۔

کفر کے اعمال سے اللہ تعالیٰ قفل نہیں ہے اس روع میں متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ان لوگوں کو سر ملنے میں کچھ دیر ہو تو یہ مت سمجھو۔ خدا ان کی حرکات سے بے خبر ہے، یاد رکھو ان کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ اب اس کی عادت نہیں ہے کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر دے۔ وہ بڑے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یا اپنے جرائمات بارگاہیہ یا رتبہ جہان میں اس حد تک پہنچ جائے کہ کوئی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کا خدشہ باقی نہ رہے۔ تمہیں لانا تحسین کا خطاب ہر اس شخص کو ہے جسے ایسا خیال نہ ہو سکتا ہو۔ اور اگر حضور کو خطاب ہے تو آپ کو بھی طلب بنا کر دوسروں کو سنا مقصود ہوگا کہ جب حضور کو فرمایا کہ ایسا خیال مت کرو۔ حالانکہ یہ خیال آپ کے قریب بھی نہ سکتا تھا تو دوسروں کے حق میں اس طرح کا خیال کس قدر واجب الاتزام ہونا چاہئے۔

یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے آنکھیں پھٹی کی پہنچی رہ جائیں گی۔

محشر میں ظالموں کی حالت | یعنی محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اٹھائے ٹٹکلی ہاتھ گھبرائے ہوئے چلے آئیں گے۔ جدھر نظر اٹھائی اُدھر سے بٹے گی نہیں، ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے، دنگے۔ ذرا پک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل و فہم اور بہتری کی توقع سے یکسر خالی اور غمزدہ دشت و خوف سے بڑے جا رہے ہونگے۔ غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرت کا وقت ہوگا۔ رہے مومنین قانتین ان کے حق میں دوسری جگہ چکا ہے ”لَا يَحْزَنُهُمْ الصَّرَغُ الْاَكْبَرُ وَتَسْلَقُاهُمْ الْمَلَائِكَةُ“ (انہیں روع سے)

الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِذْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

عذاب ♦ تب کہیں گے ظالم اے رب ہمارے مہلت دے ہم کو تھوری

قَرِيبٍ لَا يَجِبُ دَعْوَتَكَ وَتَتَّبِعِ الرَّسُولَ ۖ أُولَٰئِكَ سَكُونُوا

مدت تک کہ ہم قبول کر لیں تیرے بدلے کو ♦ اور پیروی کریں رسولوں کی کیا تم پید

أَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُم مِّنْ زَوَالٍ ۖ وَسَكَنْتُمْ فِي

قسم نہ کھاتے تھے کہ تم کو نہیں دنیا سے من (کچھ زوال) ♦ اور آباد تھے تم

مَسْكِنٍ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُم كَيْفَ

بستیوں میں انہی لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور کھل چکا تھا تم کو کہ یہاں

فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْآمَثَالَ ۖ وَقَدْ مَكْرُوا

ہم نے ان سے اور بتلائے ہم نے تم کو سب قصے ♦ اور یہ بنا چکے ہیں

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

اپنا دھڑ ♦ اور اللہ کے آگے ہے ان کا دھڑ ♦ اور نہ ہوگا ان کا دھڑ

لَيَتَزَوَّلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۖ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ

کھٹل جائیں اس سے پہاڑ ♦ سو خیال مت کر کہ اللہ خلاف کرے گا

وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۖ يَوْمَ

اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے ♦ بے شک اللہ زبردست ہے بدلے لینے والا ♦ جس دن

تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ وَبَرَزُوا

بدلی جائے اس زمین سے اور زمین اور بدلے جائیں آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں

۱۔ یا تو قیامت کا دن اور عذاب خروی مراد ہے یا موت کا وقت اور اس کے سکرات و قبض روح کی شدت یا دنیوی عذاب سے ہلاک ہونے کا دن اور دیا جائے۔

۲۔ کفار کا مہبت مانگنا اگر یہ کہنا دین میں عذاب یا موت کی شدت دیکھ کر ہوتی تو مصعب ظاہر ہے کہ ابھی چند روز کی ہم کو اور مہبت دیجئے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ اپنا رویہ درست کر لیں گے۔ یعنی حق کی دعوت کو قبول کر کے انبیاء کی پیروی اختیار کریں گے مَا قَالُوا حَتَّىٰ اِذَا حَآءَ اَحَدُهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعْنِیْ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا (المومنون رکوع ۶) اور اگر ان کا یہ مقولہ قیامت کے دن ہوگا۔ تب مہبت طلب کرنے کے معنی یہ ہونگے کہ ہم کو وہ بارہ تھوڑی مدت کے لئے دین میں بھیج دیجئے، پھر دیکھئے ہم کسی وہاری دھارتے ہیں کہ قال تعالیٰ وَلَوْ سَئِیْ اِذَا الْمُخْرِجُونَ مَا كُنُوْا زُرَّارًا وَبِهِمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَتَبَا لِلَّذِیْنَ ابْصَرُوْا وَسَمِعُوْا فَارْجِعْنَا لَعْمَلُ صَالِحًا (اسجدہ رکوع ۲)

۳۔ یعنی ترموہی تو ہوجن میں کے بعض مغرور و بے باک زبان قال سے۔ در اکثر زبان حال سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہاری شان و شکوہ کو کبھی زوال نہیں، نہ بھی مرکز خدا کے پاس جانا ہے۔ ”وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَنْفَعُ الْمَلَّةَ مِنْ يَمُوتُ“ (نحل رکوع ۵) یہ ان کے جو ب میں خدا کی طرف سے کہا جائے گا۔

۴۔ کفار کو تنبیہ یعنی تمہارے پیچھے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے جہاں گھلے دم سکونت رکھتے تھے۔ اور ان کی عادات و اطوار اختیار میں، حالانکہ تاریخی روایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے امم، فیہ کے یہ قہے کتب کا وہ یہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا، مگر انہیں ذرا بھرم نہ ہوئی۔ اسی سرگئی، جن دو وعدہ، حق پرانے۔ حکمت بالعدۃ فما تنص الذر (القرم رکوع ۱)

۵۔ کفار کے داؤ چنچ یعنی سب اگلے پچھلے ظالم، اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دہانے اور منانے کی کوئی تدبیر و سازش انہوں نے اٹھ نہیں رکھی۔ ان کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں وہ ہی ان کا بددینے والا ہے۔

۶۔ یعنی انہوں نے بہترے داؤ کر کے دیکھ لئے مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مکاریاں پہاڑوں کو ان کی جگہ سے نہ دیں یعنی انبیاء علیہم السلام اور شرانے حقہ جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستقیم ہوتے ہیں ان کی مکاریوں سے ڈمگا جائیں ”حاشا وکلہ۔“ اس تفسیر کے موافق ”وَإِنْ كُنَّا مِنْكُمْ لَمُخْلِفُونَ“ میں ”ان“ نافیہ ہوگا، اور ”آیت کا مضمون وَلَا تَنْفُسُ فِي الْأَرْضِ مُرْخًا، أَنْكَ لَنْ تُخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْحِجَالَ طُولًا“ (بنی اسرائیل رکوع ۴) کے مشابہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے ”ان“ شرطیہ در داؤ وصلیہ سے کر آیت کا مطلب یہ یہ ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے داؤ چلے جو حفاظت الہی کے سامنے بچ ثابت ہوئے۔ اگرچہ ان کے داؤ فی حدو تہ ایسے زبردست تھے جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہڈا لیں۔

۷۔ یعنی وہ وعدہ جو انا لِنُصْرُکُمْ۔ اور کتب اللہ لا غش انا ورسلی وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔

۸۔ نہ مجرم اس سے چھوٹ کر بھی گ سکتا ہے نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیے مدون چھوڑ سکتا ہے۔

لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ

سارے اللہ کیلئے زبردست کے ♦ اور کچھ تو ♦ تنگدروں کو ♦ اس دن

مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُمْ مِّنْ قِطْرَانٍ

بہم جکڑے ہوئے ♦ زنجیروں میں ♦ کرتے ان کے ہیں ♦ گندھک کے ♦

وَتَغْشَىٰ وُجُوهُهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ

اور ڈھانکے لیتی ہے ان کے منہ کو ♦ آگ ♦ تاکہ پورا ہے اللہ ♦ ہر ایک

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

جی کو ♦ اس کی کمائی کا ♦ بے شک اللہ جلد کرنے والا ہے ♦ حساب

هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنذِرُوا بِهِ وَيَعْلَمُوا أَنَّمَا

یہ خبر پہنچا رہی ہے ♦ لوگوں کو ♦ اور تاکہ چونک جائیں اس سے ♦ اور تاکہ جان لیں ♦

هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ وَلْيَذَكِّرْ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝

معبود ہی ہے ایک ہے ♦ اور تاکہ سوچ لیں ♦ نقل دے ♦

آيَاتُهَا ۹۹ (۱۵) سُورَةُ الْحَجَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۴) وَكُنُوزُهَا ۶

سورہ حجر ملکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تانوائے آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو ہے حمد مہربان نہایت رحم والا ہے

الزَّكَاةَ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ وَقُرْآنٍ مُّبِينٍ ۝

الزکوٰۃ ♦ یہ آیتیں ہیں کتاب کی ♦ اور واضح قرآن کی ♦

قیامت میں زمین و آسمان کی تبدیلی | قیامت کو یہ زمین و آسمان بیہات موجود باقی نہ رہیں گے، یا تو نیک و نیکوں کی یا صرف عدالت میں تغیر ہوگا اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاید متعدد مرتبہ تبدیلی و تغیر کی نوبت آئے گی۔ واللہ اعلم۔ سامنے کھڑے ہونے کا مطلب و بروز اللہ حمیفافعال الصغفء الخ کے تحت میں گزر چکا ہے۔

یعنی ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے رنجیروں میں باندھے جائیں گے کہ قال تعالیٰ اُحْشِرُوا الدِّینَ ظَنُّوا اِذَا وَاٰحِبُّهُمْ (صافات رکوع ۲) وقال تعالیٰ وَ الدُّفُوسُ رُوحٌ (تکویر رکوع ۱) دوزخیوں کے کڑتے | جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور سخت بدبو ہوتی ہے پھر جیسی جہنم کی آگ۔ یہی وہاں کی گندھک سمجھ دیجئے۔

چہرہ چونکہ حواس و مشاعر کا محل اور انسان کے ظاہری اعضا میں سب سے اشرف عضو ہے اس لئے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا جیسے دوسری جگہ تَطْلُعُ عَلٰی الْاَفْنَدَةِ میں قلب کا ذکر کیا ہے۔

سریح الحساب کے معنی | یعنی جس بات کا پیش آنا بالکل یقینی ہے، اسے دور مت سمجھو کہما قال تعالیٰ اَفْتَرَبْ لِنَاسٍ حِسَابُهُمْ وَهُمْ هِيَ عَصَابَةُ مُفْرَضُونَ (الانبیاء رکوع ۱) یا یہ مطلب ہے کہ جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی۔ تمام اولین و آخرین جن و انس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شن سے مشغول کرتی ہے۔ مَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَغْنُكُمُ اِلَّا كَفَسٌ وَاحِدٌ (قہن رکوع ۳)

یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل و فکر سے کام نہ لیں نصیحت پر کاربند ہوں۔ تم سورة ابراهيم عليه لسلام ولله الحمد والمدة

سورة الحجر

یعنی یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب ”کتاب“ کہلانے کی مستحق نہیں۔

اور اس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات مختلفہ اور فیصلہ کن ہیں، لہذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے محاطین کو پوری توجہ سے سنا چاہئے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝

کس وقت زور کریں گے یہ لوگ جو عمر ہیں کیا انچا موتا ہو جاتا ہے نہ

ذَرَهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ

چھوڑ دے ان کو کھائیں اور برت لیں (فائدہ اٹھائیں) اور امید میں (پر بھڑے) لگے رہیں سو نہ

يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا

معلوم کر لیں گے ۝ اور کوئی سٹی ہم نے مارت نہیں تھی مگر اس کا وقت

كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

لکھا ہوا تھا مقرر ۝ نہ سہقت کرتا ہے کوئی فرق اپنے وقت مقرر سے اور نہ

يَسْتَأْخِرُونَ ۝ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ

بجھے رہتا ہے ۝ اور لوگ کہتے ہیں اے وہ شخص کہ تجھ پر اتار ہے

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْبَلَاءِ

قرآن (فیحت) تو بے شک دیوانہ ہے ۝ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس فرشتوں کو

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ مَا نُنْزِلُ إِلَّا

اگر تو سچی ہے ۝ ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو

۝ کفار کو مسلمان نہ ہونے کی حسرت

وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور دست حسرت مل کر نہیں گے کاش ہم مسلمان ہوتے اور وقت اب آئے گا؟ اس میں اختلاف ہوا ہے۔ ہم بن الانہری کے قول کے موافق ہیں کہ عام رکھتے ہیں یعنی دنیا و آخرت میں جو مواقع کافروں کی مامراوی اور مسلمانوں کی کامیابی کے پیش آتے رہیں گے ہر موقع پر کفار کو روہ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمت اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت ہوگی۔ اس سلسلہ میں پہلا موقع تو جنگ بدر کا تھا جہاں کفار نے مسلمانوں کی طرف کھڑا ہوا تھا اور تائبہ غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس سلام نے فقرائے مہاجرین و انصار و خزانہ کے کاشکاروں کو اوچی تاک دلائے قریب کی سرداروں پر غالب کیا، اسوں ہم اس دولت سے محروم ہیں۔ اسی طرح اسلامی فتوحات و ترقیات کی ہر ایک سرس پر کفار کو اپنی

تمی دقت و حرمان پر پھٹتا ہے، ورنہ دل سے اشک حسرت بہانے کا موقع ملتا رہا۔ انتہائی حسرت و افسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کے لئے سامنے کھڑا ہے اور عالم غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آ رہے ہیں۔ اس وقت ہاتھ کانٹیں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کر لیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہ سکتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یاں انگیز نظر وہ ہوگا جو طہرانی کی حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔ بعد ازاں مشرکین ان پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان و توحید نے تم کو کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو، اس پر حق تعالیٰ کسی موحّد کو جہنم میں نہ چھوڑے گا۔ یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی "وَسَابِقُوا إِلَى الدِّينِ فَكَهْرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ" گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔

❖ یعنی جب کوئی نصیحت کا رُخ نہیں تو آپ ﷺ کے غم میں نہ پڑیے بلکہ چند روز انہیں بہ نرمی کی طرح کھانے پینے دیجئے۔ یہ خوب دس کھوں کر دنیا کے مزے اڑائیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں غنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب ہیفت حال کھل جائے گی اور اگلا پچھلا کھانہ پیاسا بھل جائے گا۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں حقیقت کھل گئی۔ اور پوری تکمیل آخرت میں ہو جائے گی۔

❖ ہر قوم کی ہلاکت کا وقت معین ہے | یعنی جس قدر بستیوں اور قوموں پہلے ہلاک کی گئیں، خدا کے علم میں مراہب کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھوک چوک ہو سکتی تھی نہ غفلت اور نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا تھا جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور تعدیب کا وقت آپہنچا، ایک دم میں غارت گردی گئی۔ موجودہ کفار بھی امہال و تاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔ جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کی جارہی ہے اس میں خدا کی بہت حکمتیں ہیں۔ مثلاً ان میں سے بعض کا یا بعض کی اور دکان ان لانا مقدر ہے۔ فوری عذاب کی صورت میں اس کے وقوع کی کوئی صورت نہیں۔

❖ جنی ام مہکد کی تخصیص نہیں بلکہ ہر قوم کے عروج و زوال یا موت و حیات کی جو میعاد مقرر ہے وہ اس سے ایک سیکنڈ کے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

❖ آنحضرتؐ سے استہزاء | مشرکین مکہ یہ الفاظ محض بطریق استہزاء و استخفاف کہتے تھے یعنی آپ سب سے آگے بڑھ کر خدا کے یہاں سے قرآن لے آئے، دوسروں کو احق و جاہل بتلانے لگے بلکہ ساری دنیا کو الٹی میٹم دیا، اس پر یہ دعویٰ ہے کہ آخر میں ہی غالب ہوگا و ایک وقت آئے گا کہ مکرین حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہو جاتے۔ یہ کوئی عقل و ہوش کی باتیں ہیں؟ کھلی ہوئی دیوانگی ہے اور جو بڑھ کر سناتے ہو مجنون کی بڑے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ (العیاذ باللہ)

❖ اگر بارگاہِ احدیت میں آپ کو یہ ایسی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں سے خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی۔ جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی منہ مانے تو فوراً سزا دیتی۔

إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذَا مُنْظَرِينَ ① إِنَّا نَحْنُ

مگر کام پورا (نہیک) کر کے اور اس وقت نہ ملے ان وملت ◆

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ② وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ◆ اور ہم بھیج چکے ہیں رسول

مِنْ قَبْلِكَ فِي شِعْرِ الْأَوَّلِينَ ③ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ

تجھ سے پہلے اگلے فرقوں میں اور نہیں آتا ان سے پہلے

رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ④ كَذَلِكَ نَسْلُكُهُ

کوئی رسول مگر رتے رہتے ہیں اس سے ہنسی ◆ اسی طرح بھجھا دیتے ہیں ہم اس کو

فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ⑤ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ

دل میں گنہگاروں کے یقین نہ ملے اس پر اور ہوئی آئی ہے

سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ⑥ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

رسم پہلوں کی ◆ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان سے

فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ⑦ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكَّرَتْ

اور سارے دن اس میں چڑھتے رہیں تو بھی یہی کہیں گے کہ باندھ دیا ہے

◆ فرشتوں کا نزول حکمت کے مطابق ہوتا ہے جنی ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے رائے نشین موجود ہیں۔ مگر جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں، وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہ مانیں گے پھر ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرض بھیجے گا۔ وہ بھیجے ہیں، وہی ہے۔ فائدہ تماشا دھلا تا مقصود نہیں ہوتا۔ عموماً حالت اللہ یہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انہیں کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل تنہیم و ہدایت کے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اس کے بدکار کرنے کے لئے بھیجی جاتی ہے پھر اس کو قطعاً مہلت نہیں ملتی جاتی۔ اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اتارے جائیں تو اس سے صرف یہی ایک مقصد ہو سکتا ہے کہ تم کو بدکار بنایا جائے جو فی الحقیقت اللہ کی حکمت الہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا، یہ تو آخری صورت ہے جو سب منزلیں سے ہو چکی اور سب کام ختم ہو چکے ہیں۔ بعد ظہور پڑے ہوئے ہے

حفاظت قرآن کا وعدہ الہی

یعنی تمہارا استہزاء، تعنت اور قرآن لانے والے کی طرف جنون کی نسبت کرنا قرآن و حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جس شان و ریاست سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زبردستی کی تبدیلی کے چاروں طرف عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیمت تک ہر طرح کی تحریف غلطی و معنوی سے محفوظ و مصون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدیں چائے مگر اس کے اصول و احکام بھی نہ بدیں گے، زبان کی فصاحت و بدعت و رسم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں، پر قرآن کی صوری و معنوی اچائی میں صلاضعف و انحطاط محسوس نہ ہوگا۔ تو میں اور مسطفتیں قرآن کی آواز کو دہانے یا گم کر دینے میں سہی ہو گئی۔ لیکن اس کے ایک نقطہ کو گم نہ کر سکیں گی۔ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و مغرور مبنی لغو کے سر نیچے ہو گئے۔ ”سور“ کہتا ہے ”جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔ ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بیحد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔“ واقعتاً بتدیت ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کیا جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک، ایک زیر زبردست عمل نہ ہو سکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن گئے۔ کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتیٰ کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظت قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزو کا رسالہ یاد کرنا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو تشابہات سے پر ہے، کس طرح فر فرستادیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجود بہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فرو گذاشت ہو جائے تو یک بچہ اس کو نوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے لکارتے ہیں، ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام و اعتناء عہد نبوت میں سب لوگ مشہور کرتے تھے۔ اسی کی طرف ”زَانَا لَهُ نَحْفَظُوْنَ“ فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

آنحضرت کو تسلی | آپ کو تسلی دی گئی کہ ان کی تکذیب و استہزاء سے دلگیر نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت

رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اس کی ہنسی اڑائی، کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دق کرنے کے لئے غواور و زوراز کار مٹا لیے گئے۔

ارعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا تھا ”اِنْ رَسُوْلُكُمْ اَلَدِّیْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ“ (شعراء رکوع ۲) اور وہی

فرشتوں کی فوج لانے کا مطالبہ کیا جو قریش آپ سے کر رہے تھے۔ ”لَوْلَا اَلْقٰی عَلَیْہِ اَسْوَرَةٌ مِّنْ ذٰہِبٍ اَوْ خِزَانٌ مِّمَّا فِی الْمَلٰئِکَةِ مُقْتَٰرِیْنِ“۔ (زخرف رکوع ۵)

یعنی جو لوگ ارتکاب جرائم سے باز نہیں آتے ہم ان کے دلوں میں اسی طرح استہزاء و تکذیب کی عادت جاگزیں کر دیتے

ہیں۔ جب ان کے دل میں کانوں کے راستہ سے وحی الہی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ تکذیب بھی چلی جاتی ہے۔

یعنی ہمیشہ یوں ہی جھگڑاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہی رہی ہے کہ مترددین ہدایہ کے دروازے کھلتے رہے اور انجام کار حق

کا یوں بالا رہا۔

أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ۝ وَلَقَدْ

ساری نگاہیں ہمیں مکہ ہم لوگوں پر چا رہی ہوتی ہیں

جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝ وَ

ہم نے آسمان میں برج اور روشنی دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں

حَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ۝ إِلَّا مَنْ اسْتَرَقَ

محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مراد سے مگر جو چوری سے

السَّمْعَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ مُبِينٌ ۝ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا

سن بھاگا سانس کے پیچھے پڑا نگارہ چمکتا ہوا اور زمین کو ہم نے پھیلایا

وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور کھدے اس پر بوجھ (پہاڑ) اور گائی اس میں برجز

مَّوْزُونٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ

انداز سے اور بنادے تمہارے واسطے اس میں معیشت کے سبب اور وہ چیزیں

لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۝ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا

جن کو تم روزی نہیں دیتے اور ہر چیز کے ہمارے پاس

کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی یعنی فرشتوں کا اتارنا تو اس قدر عجیب نہیں، اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انہیں اپنے چڑھادیں اور یہاں بھر سی شغل میں رہیں، تب بھی ضدی ورمعند لوگ حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس وقت کہہ دیجئے کہ ہم پر نظر ندی یا جادو کیا گیا ہے۔ شاید، ابتداء میں نظر بدی سمجھیں اور آخر میں بڑا بوجھ قرار دیں۔

آسمان میں ”برج“ سے یہاں بڑے بڑے سیارات مراد ہیں بعض نے منزل شمس و قمر کا ارادہ کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔

اہل نظر کے لئے ”برج“ تو حید یعنی آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔ رات کے وقت جب ہادل اور گردوغبار نہ ہو، بیشتر ستاروں کے تقنوں سے آسمان دیکھئے، ان کی نظر میں کسی قدر خوبصورت اور پر عظمت معبود ہوتا ہے اور غور و فکر کرنے والوں کے

ہے اس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعت کاملہ، حکمت عظیمہ اور وحدانیت مطلقہ کے پتے جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فرشتے تارنے زمین کو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اگر مانتا چاہیں تو آسمان زمین میں قدرت کے نشان کیا تھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر سمجھ دار آدمی توحید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایسا روشن نشان دیکھ کر انہوں نے کیا معرفت حاصل کی؟ جو آئندہ توفیق رکھی جائے۔

◆ شیاطین اور شہاب ثاقب | یعنی آسمانوں پر شیاطین کا کچھ ٹھل داخل نہیں چلتا۔ بلکہ بعثت محمدی ﷺ کے وقت سے تو ان کا گذر بھی وہاں نہیں ہو سکتا۔ اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ سرے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت کے نزدیک ہو کر خبر غیبی کی اطلاعات حاصل کریں، اس پر بھی فرشتوں کے پیر۔ بھائیے گئے ہیں کہ جب شیاطین کسی کوشش کریں وہ پر سے آتش بازی کی جائے۔ نصوص قرآن وحدیث سے معصوم ہوتا ہے کہ تنگ بینی اس کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصد کا ایمان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ ایمان ایسا خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر سہاؤ دین پر اور بخاری کی ایک روایت کے موافق "عن ابن عباس" میں فرشتے اسکا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معادات کے متعلق غیبی معصومات حاصل کریں، اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ دائرہ بیس نیٹیفون جا رہا ہو، بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں، ناگاہک اوپر سے بم کا گولہ (شہاب ثاقب) پکھٹتا ہے۔ ورنہ غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کر کے چھوڑتا ہے۔ اسی دواؤش و رہنگامہ دار دیگر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی بکلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کابن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں۔ جب وہ ایک آدھ ساوی بات بھی نکلتی ہے تو انکے معتقدین اسے ان کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو سیکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ان سے الغماض و تغافل برتا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث نے یہ واقعہ بیان کر کے متنبہ کر دیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے۔ شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب و افتراء کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتقامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا بدو و داغ بانی جدوجہد کے وہاں کے انتقامات اور فیصلوں پر معتد بہ دسترس حاصل کر لے۔ باقی جو ایک آدھ جہد ادھر ادھر کافرشتوں سے من بھاگتا ہے، حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کر دی جائے۔ وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا، مگر یہ بات اس کی حکمت کے موافق نہ تھی۔ آخر شیطان الجن والانس کو جن کی مابت اسے معصوم ہے کہ کبھی اغواء و اضلال سے باز نہ آ میں گئے اتنی طویل مہلت و رمغویہ اسباب و وساکیں پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو مانی پڑے گی۔ اسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو تنبیہ شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے خاک ہوتے رہتے ہیں۔ مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمایہ کی بند ترچوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے انکا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے۔ اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کر لو۔ یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث نے یہ نہیں بتایا کہ شہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے۔ ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

◆ یعنی نوکر چاکر حیوانات وغیرہ جن سے کام اور خدمت ہم لیتے ہیں اور روزی ان کی خدا کے ذمہ ہے۔

خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ﴿۱۱﴾ وَأَرْسَلْنَا

خزانے ہیں اور اتارتے ہیں ہم اندازہ معین پر (نہیں بھرتے اندازہ پر) اور چلتے ہیں ہم نے

الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ

موائیں اور بھری (بوجھل کرنے والی ابر کی) پھر تارا ہم نے آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا

وَمَا أَنْتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ ﴿۱۲﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَ

اور تمہارے پاس نہیں اس کا خزانہ اور ہم ہی میں جانے والے اور

نُمِيتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

مارنے والے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنے والے اور ہم نے جان رکھا ہے

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِينَ ﴿۱۴﴾

آگے بڑھنے والوں کو تم میں سے اور جان رکھا ہے پیچھے رہنے والوں کو

وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ بِحَشْرِهِمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ

اور تیرا رب وہی اکٹھا کر لائے گا ان کو وہی شک وہی ہے حکمتوں و اخبار اور

خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَبٍ مَّسْنُونٍ ﴿۱۶﴾

بنایا ہم نے آدمی کو کھٹکھٹاتے (بجھنے والی مٹی سے) سے ہوئے گارے سے (جوئی سے ہونے گارے سے)

وَالْجَبَانَ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُومِ ﴿۱۷﴾ وَإِذْ

اور جان کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لو کی گ سے اور جب

اللہ کے خزانے یعنی جو چیز جتنی مقدار میں چاہے پیدا کر دے، نہ کچھ تعب ہوتا ہے نہ تکان، اور، راہ کیا اور وہ چیز موجود ہوئی۔

گویا تمام چیزوں کا خزانہ اس کی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت نہیں رہے ہوئے

اندازہ پر بلکہ وہ کماست نکل چلی تھی ہے۔

پانی کا حشر، انگیز نظام یعنی برساتی مائیں یہ کی بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لیتی ہیں، ان سے پانی برستا ہے جو نہروں

چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے۔ خدا چاہتا تو اسے پینے کے قابل نہ چھوڑتا، لیکن اس نے اپنی مہربانی سے کس قدر شیریں اور لطیف پانی تمہارے بارہمیدہ پینے کے لئے زمین کے مہم میں جمع کر دیا۔

یعنی نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے، نہ نیچے چشمے اور کنوئیں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے، نہ تم روک سکتے ہو نہ اپنے حسب خواہش لاسکتے ہو اور اگر کنوؤں اور چشموں کا پانی خشک کر دے یا زیادہ نیچے اتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہو جائے تو کیسے قابو حاصل کر سکتے ہو۔

وارث حقیقی | یعنی دنیا فانی ہو جائے گی، ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”ہر کوئی مرجہا تا ہے اور اس کی کمائی اللہ کے ہاتھ میں رہتی ہے۔“

یعنی اگلا پچھلا کوئی شخص یا اس کے اعمال ہمارے حاطہ میں سے باہر نہیں، حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے، اسی کے مطابق دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائے گا۔ نبی | آگے بڑھنا اور پیچھے رہنا عام ہے۔ ولادت میں ہو یا موت میں، یا اسلام میں، یا نیک کاموں میں، صفوف صلوٰۃ میں آگے پیچھے رہنا بھی نیک کام کے ذیل میں آگیا۔

اللہ کا علم و قدرت | یعنی ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔ جب اسکی حکمت متفقہ ہوگی کہ سب کو یک وقت انصاف کے لئے اکٹھا کیا جائے تو کچھ دشواری نہ ہوگی۔ قبر کی مٹی، جانوروں کے پیٹ، سمندر کی تہ، ہوائی فضا میں یا جہاں کہیں کسی چیز کا کوئی جز ہو گا، وہ اپنے علم محیط اور قدرت کاملہ سے جمع کر دے گا۔

قصہ آدم و ابلیس | آیات آفاقہ کے بعد بعض آیات انفسیہ کو بیان فرماتے ہیں جس کے ضمن میں شاید یہ تنبیہ بھی مقصود ہے کہ جس ذات منبع الکلمات نے تم کو ایسے انوکھے طریقہ سے اول پیدا کیا، دوبارہ پیدا کر کے ایک میدان میں جمع کر دینا کیا مشکل ہے۔

آدمی کس قسم کی مٹی سے بنایا گیا؟ | آدمی کی پیدائش کے متعلق یہاں دو لفظ فرمائے ”صلصال“ (بجنے والی ٹھکنی مٹی جو آگ میں پکنے سے اس حالت کو پہنچتی ہے اسی کو دوسری جگہ ”کاغی“ فرمایا) اور ”حملا منسوب“ (سزا ہوا گارا جس سے بڑھتی

ہو) خیال یہ ہوتا ہے کہ اول سے ہوئے گارے سے تم کا پتلا تیار کیا، پھر جب خشک ہو کر اور پک کر کھن کھن بننے لگا، تب مختلف تہورات کے بعد اس درجہ پر پہنچ کر انسانی روح پھونکی جائے۔ روح المعانی میں بعض ماہر کا قول نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ”

كَانَتْ سُبْحَانَهُ الْفُورُغُ الْحَمَامُفُصُورُ مِنْ دَلِكُ تَمَثَّلُ الْإِنْسَانُ أَجُوفٌ فَيَسُ حَتَّى إِذَا انْقَرَصَتْ ثُمَّ غَيْرُهُ طَوْرًا مَعْدُ طَوْرًا حَتَّى يَفْجِعَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ فَتَارِكُ الْمَلَأَ أَحْمَسُ الْحَالِقِينَ“ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں مٹی پانی میں ترکی اور خیر اٹھایا کہ کھن

کھن ہوئے لگی، وہی بدن ہوا انسان کا۔ اس کی خاصیتیں سختی اور بوجھ اس میں رہ گئیں سی طرح نرم ہوا کی خاصیت (حدت و نفث) جن کی پیدائش میں رہی۔ راغب اصفہانی نے ایک طویل مضمون کے ضمن میں متنبہ کیا ہے کہ ”حملا منسوب“ اور ”طین

لأرب“ وغیرہ الفاظ ہر کرتے ہیں کہ مٹی اور پانی کو ملا کر ہوا سے خشک کیا اور ”فخّر“ کا لفظ ولادت کرتا ہے کہ کسی درجہ میں آگ سے پکایا گیا یہی ناری جز آدمی کی شیطنت کا منشاء ہے۔ اسی مناسبت سے ایک جگہ فرمایا ”حَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَحَلَقَ

الْحَاقِّنَ مِنْ عَارِجٍ مِّنْ نَّارٍ“ راغب کا یہ مضمون بہت طویل و رد پچھ ہے، انہوں نے ہم اس کا خلاصہ بھی یہاں درج نہیں کر سکتے۔

لو کی آگ سے جنات کی تخلیق | یعنی لطیف آگ ہوائی ہوئی۔ کہ قال وخلق الجنان من عارح من نار (الرحمن رکوع ۱) یا یوں کہو تیز ہوا جو آگ کی طرح جلانے والی ہو، جسے ہمارے یہاں ”لو“ کہتے ہیں۔ بہر حال آدمیوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں عنصر ترابی غالب تھا، ورنہ جنوں کا باپ اس مادہ سے پیدا ہو جس میں ناری عنصر کا غلبہ تھا، ابلیس بھی اسی قسم میں تھا۔

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ

میں ہوں گا ایک بشر

ذشت

کہ تیرے رب نے

صَلٰٓصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوْنَ ۝۸ فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ

اور چھوٹا ہوں

پھر جب ٹھیک کروں اس کو

سے ہونے کا

کھینکتے

فِيْهِ مِّنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا اِلَیْ سٰجِدٰیْنَ ۝۹ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

جب سجدہ کیا ان فرشتوں نے

♦ تو ریزہ ریزہ ہوئے

اس میں اپنی جان سے

كُلُّهُمْ اٰجْمَعُوْنَ ۝۱۰ اِلَّا اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ

سہارا کہ ساتھ ہو

مگر ابلیس نے

سب نے مل کر

السَّٰجِدِیْنَ ۝۱۱ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

کہ ساتھ نہ ہوا

کیا ہو تجھ کو

سے ابلیس

فرمایا

سجدہ کرنے والوں کے

السَّٰجِدِیْنَ ۝۱۲ قَالَ لَّمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ

جس کو تو نے بنایا

ایک بشر کو

کہ سجدہ کروں

میں وہ نہیں

ہو

سجدہ کرنے والوں کے

مِّنْ صَلٰٓصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوْنَ ۝۱۳ قَالَ فَاٰخِرُ مِنْهَا

♦ تو توکل یہاں سے

فرمایا

سے ہونے کا

کھینکتے

فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝۱۴ وَاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلَیَّ یَوْمٍ

اس دن تک

اور تجھ پر پھنکار ہے

♦ تجھ پر رجم ہے

الدِّیْنِ ۝۱۵ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْ اِلَیَّ یَوْمٍ یُّبْعَثُوْنَ ۝۱۶

کہ مردے زندہ ہوں

اس دن تک

تو مجھ کو ڈھیل دے

اے رب

بول

♦ کہ انصاف ہو

آدم میں اللہ کی روح پھونکنے کا مطلب | یعنی آدم کا پٹا ٹھیک کر کے اس قابل کر دوں کہ
روح انسانی فائز کی جاسکے پھر اس میں جان ڈال دوں جس سے ایک جدا انسان بن جاتا ہے، اس
وقت تم کو علم دیا جاتا ہے کہ سب سجدہ میں گر پڑو۔ تنبیہ | ”روح“ (جان) کی انصاف جو اپنی طرف
کی، یہ محض تشریف و تکریم اور روح انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ یعنی وہ خاص
”جان“ جس میں نمونہ ہے میری صفات (علم و تدبیر وغیرہ) کا، اور جو اصل فطرت سے مجھے یاد کرنے
والی اور بسبب خصوصی لطف کے مجھ سے نسبتاً قریبی عاقل رکھنے والی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے
دوسرے عنان سے اس صفت پر روشنی ڈالی ہے فرماتے ہیں اُرقاب کو قوت گویائی مل جائے اور
وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا، تو کیا یہ لفظ (اپنا نور) غلط ہوگا؟ جب یہ سچ ہے
حالانکہ اُرقاب زمین میں حوال کرتا ہے نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے، بلکہ زمین سے ہاتھوں میل
دور رہ کر بھی روشنی باغ اسی کے قبضہ میں ہے، زمین کا کچھ اختیار نہیں چلتا، بجز اس کے کہ اس سے
بقدر اپنی استعداد کے نفع حاصل کرتی رہے، تو دراء الورا، خدا کا یہ فرمانا کہ میں نے آدم میں اپنی روح
پھونکی، حلول و اتحاد وغیرہ کی دلیل ایسے بن سکتی ہے۔ ”روح“ کے متعلق مناسب کلام انشاء اللہ آئندہ
وینسئلونک عن الروح فل الروح من امر رتی میں کیا جائے گا۔

یعنی جنت سے یا آسمان سے یا اس مقام مالی سے نکل جہاں سب تک پہنچ سکتا تھا۔

ابلیس کا استکبار | یعنی مردود و مطرود ہے یا ”رجیم“ سے اشارہ اسی طرف ہو جو پہلے گزرا کہ شیب
سے شیاطین کا رجیم کیا جاتا ہے۔ گویا اس لفظ میں اسکے شبہ کا جواب دیا گیا کہ تیرا وجود سے انکار کرنا
شرف غصری کی بناء پر نہیں فضل و شرف تو اسی کے لئے ہے جسے خدا تعالیٰ سرفراز فرمائے۔ ہاں
تیرے ابا و استکبار کا انشاء وہ شقاوت و بد بختی ہے جو تیری سوء استعداد کی وجہ سے مقدر ہو چکی ہے۔

یعنی قیامت کے دن تک خدا کی پھنکار اور بندوں کی طرف سے محنت پڑتی رہے گی۔ اس طرح آنا فنا
خیر سے بعید تر ہوتا رہے گا۔ جب قیامت تک توفیق خیر کی نہ ہوگی تو اس کے بعد تو کوئی موقع ہی نہیں
کیونکہ آخرت میں ہر شخص وہی کانے گا جو یہاں بویا ہے۔ یا یوں کہو کہ قیامت کے دن تک لعنت
رہے گی۔ اس کے بعد جو بیشمار قسم کے عذاب ہو گئے وہ محنت سے کہیں زیادہ ہیں، یا ”السی یوم
الذین“ کا غلط دوام سے کنایہ ہو۔

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝۳۶ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ

نہیں کہے گا تو تجھ کو قید خانہ کی طرف لے جائے گا

الْمَعْلُومِ ۝۳۷ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ

ان تک کہ میں ان کو بہاؤں گا اور ان کے لیے دلائل بناؤں گا

فِي الْأَرْضِ وَلَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝۳۸ إِلَّا عِبَادَكَ

زمین میں اور ان سے کھو دوں گا ان سب کو مگر جو تیرے

مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۝۳۹ قَالَ هَذَا صِرَاطٌ عَلَى مُسْتَقِيمٍ ۝۴۰

چنے ہوئے بندے ہیں لہذا یہ راہ ہے سیدھی

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ

جو میرے بندے ہیں تیرا ان پر کچھ اثر نہیں

اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَوِيں ۝۴۱ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

جو تیری راہ چلا جائے گا ہوں میں سے جو گمراہ ہیں

أَجْمَعِينَ ۝۴۲ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ

ان سب کا اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ کے واسطے ان میں سے

جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۝۴۳ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝۴۴

ایک فرقہ ہے بانہ ہوا پر بیزار گاہیں باغوں میں اور چشموں میں

أَدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۝۴۵ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ

میں گے ان کو جہان میں سلامتی سے باہر نکلے گا اور نکال دیا ان ہم نے جو ان کے دلوں میں تھی

◆ ابلیس کو مہلت حیات | یعنی اس وقت تک تجھے ڈھیل دی جاتی ہے جی کھول کر ارمان نکال لے۔ اس واقعہ کی تفصیل ”بقرہ“ اور ”اعراف“ میں گذر چکی ہے۔ ہم نے ”اعراف“ کے دوسرے رکوع میں اس کے اجزاء پر جو کچھ کلام کیا ہے اسے مد خطہ کر لیا جائے۔ امداد کی ضرورت نہیں۔

◆ ابلیس کا اعلان انتقام | یعنی دنیا کی بہاریں دکھلا کر خواہشات نفسانی کے جال میں پھنساؤنگا اور تیرے مخصوص و منتخب بندوں کے سوا سب کو راہ حق سے ہٹا کر رکھوں گا۔ یہ کلمات لعین نے جوش انتقام میں کہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن جس کی وجہ سے میں دور پھینکا گیا ہوں اپنی قدرت اور بساط کے سوا حق اس کی نسلوں تک سے بدلہ لے کر چھوڑوں گا۔ سورہ ”اعراف“ میں اس موضوع پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ کیا جائے۔

◆ یعنی بیشک بندگی اور خلاص کی راہ سیدھی میرے تک پہنچتی ہے اور یہ ہی میرا صاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت و اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہ ہی شیطان عین کے تسلط سے بچ سکیں گے۔ اور جو ملعون کی پیروی کریں گے اس کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے۔ بعض مفسرین نے ”ہذا صراط علیٰ مستقیم“ کو تہدید پر حمل کیا ہے۔ یعنی ابولعون ”لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کر کے کہاں بھاگے گا وہ کون سا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ جاتا ہو۔ پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جا سکتا ہے اس وقت کلام ایسا ہو گا جیسے کہتے ہیں ”افعل ما شئت فطربک علی“ اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا ”ان ربک لبا لمؤصاٰب“ واللہ اعلم

◆ مخلصین پر ابلیس کا قابو نہیں ہوگا | یعنی بیشک چنے ہوئے بندوں پر جن کا ذکر اوپر ہوا تیرا کچھ زور نہ چلے گا یا یہ مطلب ہو کہ کسی بندے پر بھی تیری زبردستی نہیں چل سکتی۔ ہاں جو خود ہی بہک کر اپنی جہالت و حماقت سے تیرے پیچھے ہو لیا وہ اپنے اختیار سے خراب و برباد ہوا۔ جیسے پسے خود شیطان کا مقولہ گذر چکا ”وما کنا لی علیکم من سلطان الا ان دعوناکم فاستجبتم لہ“ (ابراہیم رکوع ۴)

◆ جہنمی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے دوزخ کا جلیقہ تیار ہے تم سب اسی گھاٹ اتارے جاؤ گے۔

◆ جہنم کے سات دروازے | بعض سف نے ”سبعة ابواب“ سے دوزخ کے سات طبقے اوپر نیچے مراد لئے ہیں، چنانچہ ان کے نام ابن عباس نے یہ بتلائے ہیں جہنم ستر، لعلی، سلم، حمرہ، کس، سقر، حیم، باویہ، کس، درلفظ ”جہنم“ ایک خاص طبقہ اور مجموعہ طبقات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک سات دروازے مراد ہیں، جن سے الگ الگ دوزخی داخل ہوں گے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں“ جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے، ویسے ”دوزخ کے سات دروازے ہیں بد عمل والوں پر بانٹے ہوئے۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اس لئے ہے کہ بعض مسحدین نے فضل سے جنت میں جائیں گے بغیر عمل کے۔ باقی عمل میں دروازے برابر ہیں۔“

◆ متقین اور جنت کی نعمتیں | جو لوگ کفر و شرک اور معاصی و دنوب سے پرہیز کرتے ہیں، وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ سے خوشے اور نہریں بہتی ہوں گی شیطان کے قلعین کے جد یہ عباد مخلصین کا انجام بیان فرمایا۔

◆ یعنی فی الحال تمام آفات و عیوب سے محفوظ و آئندہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی فکر، پریشانی، گھبراہٹ اور خوف و ہراس سے بے کھلے۔

مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰی سُرٍّ مُّتَقَبِلِينَ ﴿۵۶﴾ لَا يَمَسُّهُمْ

نفل بھائی ہوئے ♦ نیتوں پر بیٹھے آتے رہنے ♦ نہ پہنچے گی ان کو

فِيهَا نَصَبٌ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿۵۷﴾ نَبِيُّ عِبَادِي

وہاں کچھ تکلیف ♦ اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے ♦ خبر نہ دے میرے بندوں

إِنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۵۸﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ

کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان ♦ اور یہ بھی کہ میرا عذاب وہی عذاب

الْأَلِيمُ ﴿۵۹﴾ وَنَبِّئُهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿۶۰﴾ إِذْ دَخَلُوا

درد ناک ہے ♦ اور حال سن دے ان کو ♦ ابراہیم کے مہمانوں کا ♦ جب چلے آئے

عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ﴿۶۱﴾ قَالُوا

اس کے گھر میں اور بولے (کہا انہوں نے) سلام وہ بول ♦ ہم تو تم سے ذرا معصوم ہوتا ہے ♦ بولے

لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ أَبَشْرُ ثَمُونَةٍ

ذرت ہم تجھ کو خوش خبری سناتے ہیں ایک بوشیار لڑکے کی ♦ بول کیا خوش خبری سناتے ہو مجھ کو

عَلَىٰ أَنْ مَّسَّنِي الْكَبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿۶۳﴾ قَالُوا

جب پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا ♦ اب کا ہے پر خوش خبری سناتے ہو ♦ بولے

بَشْرُكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَتِيلِينَ ﴿۶۴﴾ قَالَ وَمَنْ

ہم نے تجھ کو خوش خبری سنائی تھی (کچی) سومت ہو تو ♦ نا اُمیدوں میں ♦ بولا ♦ درکن

♦ یعنی جنت میں پہنچ کر اہل جنت میں ہم کوئی گناہتہ کدورت باقی نہ رہے گی۔ ہر نکل پاک و صاف کر کے داخل کئے جا میں گئے۔ نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا، بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت و الفت سے رہیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و محفوظ ہوگا۔ اس کا کچھ بیان سورہ اعراف آٹھویں پارہ کے اخیر ربیع میں گزر چکا۔

یعنی عزت و کرامت کے تختوں پر آئے سانسے بیٹھ کر باتیں کریں گے، ملاقات وغیرہ کے وقت ایسی نشست نہ ہوگی جس میں کوئی گئے کوئی پیچھے ہو۔

حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا، اے اہل جنت! اب تمہارے لئے یہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو، کبھی بیماری نہ سٹائے، ہمیشہ زندہ رہو کبھی موت نہ آئے۔ ہمیشہ آرام سے مقیم رہو کبھی سفر کی تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔

اللہ کی صفات رحمت و غضب | "مجرمین" و "مستقین" کا الگ الگ انجام بیان فرما کر یہاں تنبیہ کی ہے کہ ہر ایک صورت میں حق تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت و شان کا ظہور ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اصل سے اپنی تمام مخلوق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اسی کی ہے۔ تمام دنیا کی مہربانیاں اسکی مہربانی کا پرتو ہیں لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے مہربان کے دروازے اپنے اوپر بند کرے تو پھر اسکی سزا بھی ایسی سخت ہے جس کے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ سعدیؒ نے خوب فرمایا

جہد یدر بر کشد تیغ حکم بمانند کرد بیاں مہم تو حکم
وگرد و مدیک سلائے کرم عز ازل گوید نصیب بزم

”گئے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے۔ وہی فرشتے ایک جگہ خوشخبری سناتے اور دوسری جگہ پتھر برساتے تھے، تا معلوم ہو کہ خدائی دونوں صفات (رحمت و غضب) پوری ہیں۔ بندوں کو چاہئے نہ دلیر ہوں، نہ آس توڑیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے مہمان فرشتے | ”مہمان“ اس لئے کہا۔ ابراہیمؑ ابتدا میں مہمان ہی سمجھے، بعد میں کھلا کہ فرشتے ہیں۔

دوسری جگہ آیا ہے ”وَاَوْحَسْنٰهُمْ حِفْظًا“ یعنی خوف کو اس میں چھپایا تو کہا جائے گا کہ ہند میں چھپانے کی کوشش کی۔ آخر ضبط نہ کر سکے، زبان سے ظاہر کر دیا۔ یا یہ مطلب ہو کہ باوجود چھپانے کے خوف کے آثار چہرہ وغیرہ پر اس قدر عیاں تھے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ڈر اس بات کا تھا؟ اس کی تفصیل سورہ ہود میں گذر چکی وہاں ملاحظہ کی جائے۔ اور اس واقعہ کے دوسرے جز اوپر بھی جو کلام آیا ہے ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ مراجعت کر لی جائے۔

یعنی ڈرنے کی ضرورت نہیں بے خوف ہونے کا موقع ہے۔ اس بڑھاپے میں ہم تم کو ولادت کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اور ابھی کیسی؟ مڑکا نہایت ہوشیار، بڑا عالم، جسے بغیر اذن معلوم دیکر منصب نبوت پر فز کیا جائے گا۔ ”وَبَشِّرُوْهُ بِبِشْرٍ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ“ (الصافات رکوع ۳)

حضرت ابراہیمؑ کا تعجب | چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی، تو اپنی پیرانہ ساری کواہمیتیں ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آ جانے کے اسے خوب کھو کر دیکر دریافت کرتا اور بوجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے، تاخیر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل و التباس کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور نکر و سماع سے بذات حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔ ”قال متعجبا من کبر روحه و متحقفا للوعد فاجابوه مؤکدین لما بشر وہ به تحقیقا و بشارة بعد بشارة“ چونکہ سطح کلام سے نامیدی کا توہم ہو سکتا تھا۔ جو اکابر خصوصاً اوداعزم و پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے ملائکہ نے ”فَلَا تُكِنُّ مِنَ الْفَاطِطِیْنِ“ کہہ کر تنبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”معلوم ہوا کہ کامین بھی (کسی درجہ میں) ظاہری سبب پر حیل رکھتے ہیں۔“

يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الصَّاَلُونَ ﴿٥٨﴾ قَالَ فَمَا

آس توڑے اپنے رب کی رحمت سے مکر (دبی) جو گمراہ ہیں ﴿۵۸﴾ بولے پھر کیا

خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٩﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا

ہم ہے تمہاری اے اللہ کے بھیجے ہوئے ﴿۵۹﴾ بولے ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں

إِلَى قَوْمٍ مَّجْرِمِينَ ﴿٦٠﴾ إِلَّا آلَ لُوطٍ ؕ إِنَّا لَنَجُّهُمْ

ایک قوم مہمکار پر ﴿۶۰﴾ لوط کے گھر والے ہم ان کو بچا دیں گے

أَجْمَعِينَ ﴿٦١﴾ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٦٢﴾

سب کو ﴿۶۱﴾ مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھیر لیا ہے وہ جانیے گا کہ وہ اس میں

فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ﴿٦٣﴾ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ

پھر جب پہنچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے ﴿۶۳﴾ بولے تم لوگ ہو

مُنْكَرُونَ ﴿٦٤﴾ قَالُوا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ

اوپر سے ﴿۶۴﴾ بولے (جن سے لڑکا ہوتا ہے، اور طرح کے) ﴿۶۴﴾ بولے نہیں پر ہم نے کرائے ہیں تیرے پاس وہ چیز جس میں

يَمْتَرُونَ ﴿٦٥﴾ وَآتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٦٦﴾

وہ چمکاتے تھے ﴿۶۵﴾ اور ہم لائے ہیں تیرے پاس سچی بات اور ہم سچ کہتے ہیں ﴿۶۶﴾

فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا

سو لے نکل اپنے گھر کو کچھ رات رہے سے اور تو چل ان کے پیچھے اور

يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ﴿٦٧﴾

مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی ﴿۶۷﴾ اور چلے جاؤ جہاں تم کو حکم ہے ﴿۶۷﴾

◆ اللہ سے ناامید کی گمراہی ہے | یعنی رحمت الہیہ سے ناامید تو عام مسلمان بھی نہیں ہو سکتے۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کو معاذ اللہ یہ نہ ہو بت آئے۔ محض اسباب عادیہ اور اپنی حالت موجودہ کے اعتبار سے ایک چیز عجیب معلوم ہوئی، اس پر میں نے اظہار تعجب کیا ہے کہ خدا کی قدرت اب بڑھاپے میں مجھے اودادے گی۔ حضرت شہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”مذاب سے نڈر ہونا اور فضل سے ناامید ہونا دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے۔ ایک بات پر دعویٰ کرنا یقین کر کے کہ یوں نہیں ہو سکتا یہ ہی کفر کی بات ہے باقی محض دل کے خیال و تصور پر پکڑ نہیں جب منہ سے دعویٰ کرے تب گناہ ہوتا ہے۔“

◆ فرشتوں سے حضرت ابراہیم کا سوال | یعنی کیا محض یہ بشارت سنانے کے لئے ہی بھیجے گئے ہو۔ یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالباً قرآن سے ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد تشریف دہی کا کچھ ور ہے۔ ممکن ہے جو خوف انہیں دیکھ کر پیدا ہوا تھا اسی سے خیال گذرا ہو کہ خالص بشارت لانے والوں کو دیکھ کر خوف کیسا ضرور کوئی دوسری خوفناک چیز بھی انکے ساتھ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی وہ باقی کفر کے ساتھ عذاب میں مبتلا رہے گی۔ تنبیہ | ظاہر یہ ہے کہ ”قَدْزُنَا أَنهَآ لَمَسَ الْعَبْرَيْنِ“ مقولہ ملائکہ کا ہے جو عذاب لیسر آئے تھے چونکہ اس وقت وہ قضا و قدر کا فیصلہ نافذ کرنے کے لئے سرکاری ڈیوٹی پر آئے تھے اس لئے تقدیر (نمبرانے) کی نسبت نیابت اپنی طرف کر دی۔ اور ممکن ہے ”قَدْزُنَا“ حق تعالیٰ کا کلام ہو۔ تب کوئی اشکال نہیں۔

◆ حضرت لوط اور فرشتے | یا تو یہ مطلب تھا کہ تم مجھے غیر معمولی سے آدمی معلوم ہوتے ہو جنہیں دیکھ کر خواہ مخواہ دل ٹھٹکتا ہے۔ یہ شاید دیہاتی ٹھٹکا ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا تھا یا یہ غرض ہو کہ تم اس شہر میں انجمن ہو تم کو یہاں کے لوگوں کی خوئے بد معلوم نہیں ہو دیکھئے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں، یا یہ اس وقت فرمایا جب لوگوں نے فرشتوں کو حسین لڑکے سمجھ کر لوط کے مکان پر چڑھائی کی۔ لوط علیہ السلام انہیں مہمان سمجھتے ہوئے امکانی مدافعت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آخر میں نہایت حسرت سے فرمایا ”لَوَ اُنِّی لَمِی بَسْکُمْ قُوَّةً وَاَوْ اِوْنِی اِلٰی رُحْبٍ شَدِیْدٍ“ اس وقت تک ہو کر اور گھبرا کر ان مہمانوں سے کہنے لگے کہ تم عجیب طرح کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہاری آبرو بچانے کے لئے خون پسینہ ایک کر رہا ہوں لیکن تم میری امداد کے لئے ذرا ہاتھ بھی نہیں ہلاتے۔

◆ یعنی گھبراؤ مت۔ ہم آدمی نہیں ہیں، ہم تو آسمان سے وہ چیز لیکر آئے ہیں جس میں یہ لوگ تم سے جھٹڑا کرتے تھے۔ یعنی مہلک عذاب جس کی تم دھمکی دیتے اور یہ انکار کرتے تھے۔

◆ یعنی اب آپ بالکل مطمئن ہو جائیے۔ یہ بالکل سچی اور اہل بات ہے جس میں قطعاً جھوٹ کا احتمال نہیں۔

◆ یعنی جب تھوڑی رات رہے اپنی گھرداؤں کو ہستی سے لیکر نکل جائیے اور آپ سب کے پیچھے رہنے تاکہ پورا اطمینان رہے کہ کوئی روہ تو نہیں گیا یا راستہ سے الٹیں تو ہمیں ہو۔ اس صورت میں آپ کا قلب مطمئن رہے گا اور دل جمعی سے خدا کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے ہوئے رفقاء کی دیکھ بھال رکھیں گے۔ دوسری طرف آپ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے آگے چلنے والوں کو آپ کا رعب مانع ہوگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ اس طرح وَلَا یَلْتَمِثْ مِنْکُمْ اَحَدٌ کا پورا احتمال ہو سکے گا اور وہ لوگ خطرہ کے مقام سے بچیں گے اور آپ کو پناہ ظاہری پشتیاں سمجھیں گے۔

◆ یعنی ملک شام میں یا اور کہیں امن کی جگہ جو خدا نے ان کے لئے مقرر کی ہوگی۔

وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَوْلَاءِ

اور مقرر کر دی ہم نے اس کو یہ بات کہ ان کی جز

مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ۝۱۱ وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

کٹے صبح ہوتے اور آئے شہر کے لوگ

يَسْتَبْشِرُونَ ۝۱۲ قَالَ إِنَّ هَؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُون ۝۱۳

خوشیاں کرتے لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو برا مت کہو

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْنَ ۝۱۴ قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ

اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرویت نہ کھو دو بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا

عَنِ الْعَالَمِينَ ۝۱۵ قَالَ هَؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ

جہان کی حمایت سے بول یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو

فَاعِلِينَ ۝۱۶ لَعَنُوكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝۱۷

کرتا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی (مستی) میں مدہوش ہیں

فَاخَذَتْهُمْ الصَّبِيحَةُ مُشْرِقِينَ ۝۱۸ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا

پھر آٹھ اذان کو چٹکھڑنے سورج نکلنے وقت (صبح) پھر کر ڈالی ہم نے وہ سختی

سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۝۱۹

اوپر سے اور برسائے ان پر پتھر (نکڑ) کے

◆ قوم لوط پر عذاب کی خبر | یعنی لوط علیہ السلام کو ملا کہ کہ تو سب سے ہم نے اپنا قطعی فیصلہ سنا دیا کہ عذاب کچھ دور نہیں۔ ابھی صبح

کے وقت اس قوم کا بالکلہاں اتصال کر دیا جائے گا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ صبح سوتے ہی عذاب شروع ہو جائے گا اور شراق تک سب

موت ختم کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ ساری جگہ ”مُصْبِحِينَ“ کے بجائے ”مُشْرِقِينَ“ کا لفظ آیا ہے۔

یعنی جب سنا کہ لوط کے یہاں بڑے حسین و جمیل لڑکے مہمان ہیں تو اپنی عادت بد کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے اس کے مکاں پر آئے اور لوط سے مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے حوالہ کر دو۔ تنبیہ: "وَسَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْخ" میں "وَأُو" مطلق جمع کے لئے ہے، یہاں ترتیب واقعات بیان میں ملحوظ نہیں سورہ سواد اور اعراف میں یہ قصہ گنہگار چکا ہے اسے دیکھ لیا جائے اور وہاں کے فوائد مدحہ حفظ کئے جائیں۔

کیونکہ مہمان کی فضیلت میزبان کی رسوائی ہے۔

یعنی خدا سے ڈر کر یہ بے حیائی کے کام چھوڑ دو، راجسی مہمانوں کو دق مت کرو۔ آخر میں تم میں رہتا ہوں، میری آبرو کا تمہیں کچھ پاس کرنا چاہئے میں مہمانوں کی نظر میں کس قدر حقیر ہو چکا جب یہ سمجھیں گے کہ بستی میں ایک آدمی بھی ان کی عزت نہیں کرتا نہ ان کا کہنا، نہ اسے۔

قوم لوط کی گستاخی | یعنی ہم بے آبرو نہیں کرتے آپ خود بے آبرو ہوتے ہیں۔ جب ہم منع کر چکے کہ تم کسی اجنبی کو پناہ مت دو نہ اپنا مہمان بناؤ۔ ہم کو اختیار ہے باہر سے آنے والوں کے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ پھر آپ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ ان نوجوانوں کو اپنے یہاں ٹھہرا کر فضیلت ہونے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اجنبی مسافروں کو اپنے افعال شنیعہ کا تحتہ مشتق بناتے ہوں گے اور حضرت لوط علیہ السلام اپنے مقدور کے موافق غریب مسافروں کی حمایت و رانہ اشیاء کی تالافت ترکوں سے باز رکھتے ہو گئے۔

حضرت لوط کی نصیحت | یعنی بیشک تم نے مجھ کو اجنبی لوگوں کی حمایت سے روکا لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اس روکنے کا منشا کیا ہے؟ یہ بی ناکہ میں تمہاری خلاف فطرت شہوت رانی کے رستہ میں حائل ہوتا ہوں۔ تو خود غور کرو کیا قصے شہوت کے حلال موقع تمہارے سامنے موجود نہیں جو ایسی بیہودہ حرام کاری کے مرتکب ہوتے ہو؟ یہ تمہاری بیویاں (جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں) تمہارے گھروں میں موجود ہیں، اگر تم میرے کہنے کے موافق عمل کرو اور قصے شہوت کے مشروع و معقول طریقہ پر چلو، تو حاجت برتری کے لئے وہ کافی ہیں۔ یہ کیا گفت ہے کہ حلال و مستحکم چیز کو چھوڑ کر حرام کی گندگی میں ملوث ہوتے ہو۔

آنحضرتؐ کی جان کی قسم | ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو ہے۔ یعنی تیری جان کی قسم لوط کی قوم غفلت اور مستی کے نشہ میں بالکل اندھی موری تھی وہ بڑی لاپرواہی سے حضرت لوط کی نصیحت بلکہ کاجت کو ٹھکرا رہے تھے۔ ان کو اپنی قوت کا نشہ تھا، شہوت پرستی نے ان کے دماغ کو مسموم کر دیے تھے۔ وہ بڑے امن و اطمینان کے ساتھ پیغمبر خدا سے بھگڑ رہے تھے۔ نہیں جانتے تھے کہ صبح تک کیا حشر ہونے والا ہے۔ نبی اور ہلاکت کی گھڑی ان کے سر پر منڈلا رہی تھی، وہ لوط کی باتوں پر ہنستے تھے اور موت انہیں دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ تنبیہ: ابن عباسؓ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان محمد ﷺ کی جان سے زیادہ اکرام و اشرف پیدا نہیں کی۔ میں نے خدا کو نہیں سنا کہ اس نے محمد ﷺ کی جان عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔ قرآن کریم میں جو قسمیں آئی ہیں ان کے متعلق ہم انشاء اللہ کسی دوسری جگہ ذرا مفصل کلام کریں گے۔

اس کے متعلق ہم قریب ہی "دابرہنؤلاء مفطونع مضبحین" کے فائدہ میں کلام کر چکے ہیں۔ ابن خریج کا قول ہے کہ ہر مذاہب جس سے کوئی قوم ہدک کی جائے "صحیح" اور "اصح" کہلاتا ہے۔

اس کی تفصیل سورہ ہود وغیرہ میں گذریگی

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٥٥﴾ وَإِنَّهَا

بے شک اس میں نشانیوں ہیں وہیں کرنے والوں کو اور وہ ہستی واقع ہے

لِكِسْبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٥٦﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾

سیدھی راہ پر البتہ اس میں نشانی ہے ایمان والوں کو (یقین کرنے والوں کو)

وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ ظَالِمِينَ ﴿٥٨﴾ فَانْتَقِمْنَا

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گنہگار سو ہم نے بدلہ دیا

مِنْهُمْ وَإِنَّهَا لِبِأَمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٥٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

ان سے اور یہ دونوں بستیاں واقع ہیں کھلے رستہ پر اور بے شک جھٹلایا

أَصْحَابُ الْحَجَرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا

حجر والوں نے (حجر کے رہنے والوں نے) رسولوں کو اور دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں

فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٦١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ

سو رہے ان سے منہ پھیرتے (ان کو ٹالتے) اور تھے کھراشتے تھے

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا أَمِينًا ﴿٦٢﴾ فَأَخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةُ

پہاڑوں کے گھر اطمینان کے ساتھ پھر پکڑا ان کو چنگھڑنے

مُصْبِحِينَ ﴿٦٣﴾ فَمَا اغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٦٤﴾

صبح (ہوتے) ہونے کے وقت پھر کام نہ آیا ان کے جو کچھ کیا تھا

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا

اور ہم نے بنائے نہیں آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے بغیر

۱۔ اہل فراست کے سبب نشانیاں | ”موسمہ“ اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بعض ظاہری علامات و قرائن دیکھ کر محض

داست سے کسی پوشیدہ بات کا پتہ لگائے۔ حدیث میں ہے: ”انفوا فراسہ المؤمن فانہ یطرس سور اللہ“ بعض روایات میں

”وستوفی اللہ“ کی زیادت ہے، جس کا معنی مؤمن کی فراست سے ہر تیرے روح و خداتوں کے چھائے ہوئے نور کو فاش سے دیکھا ہے۔

شاید ”کشف“ اور ”فراست“ میں بقول امیر مہر رحمن خاں مرحوم اتنی ہی فرق ہو جتنی نیفیون و رئیسیراف میں ہوتا ہے۔ بہر حال

تیرت کا مطلب یہ ہے کہ دھیان کرنے اور پتہ لگانے والوں کے لئے ”قوم لوط“ کے قصہ میں عبرت کے بہت نشان موجود

ہیں۔ انسان سمجھ سکتا ہے کہ ہدی اور سرکشی کا نجی مہیا ہوتا ہے۔ خدائی قدرت ہمیشہ کے سامنے ساری طاقتیں بچا ہیں۔ ”اس کی لاشی

میں آ، نہیں۔“ اس کی مہبت پر آدمی مغرور نہ ہوتا، جمہور کے ساتھ ضد اور عداوت قائم نہ ہے، ورنہ ایسا ہی حشر ہوگا۔ وغیرہ لک۔

۲۔ مہ سے شرم کو جاتے ہوئے اس اتنی ہوئی بستی کے کھنڈر نظر آتے تھے۔ ”واککم لتسروون علیہم مضحکین وبائلال اہلا

نعمنون“ (صافات ۴۲)

۳۔ قوم لوط کے کھنڈر | یعنی ان کھنڈرات کو دیکھ کر بالخصوص منافقین کو عبرت ہوتی ہے، کیونکہ وہ ہی سمجھتے ہیں کہ اس قوم کی بدکاری

اور سرکشی کی سزا میں یہ بستیاں نئی گئیں۔ منافقین کے سو دوسرے لوگ تو ممکن ہے انہیں دیکھ کر محض بخت و اتفاق یا اسباب طبعیہ کا

نتیجہ قرار دیں۔

۴۔ اصحاب اما یکہ | بن کے رہنے والے جن قوم شعیب شہ ”مدین“ میں رہتی تھی جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا کچھ وہاں رہتے

ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں ”اصحاب یکہ“ اور صحابہ مدین ”دو حد گانہ قومیں ہیں۔ حضرت شعیب دونوں کی طرف مبعوث

ہوئے۔ ان لوگوں کا گناہ شرک و بت پرستی، ڈاکہ زنی و رباپنوں میں فریب اور دھوکہ کرنا تھا۔ پہلے سورو بود و عراف میں انکا

منسل قصہ گنڈر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

۵۔ قوم شعیب کی بستیاں | یعنی حجاز و شام کے جس راستہ پر قوط لوط کی بستیاں تھیں، وہیں ذرا نیچے اتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا

دونوں کے آثار رستہ چھنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

۶۔ اصحاب حجر | ”حجر“ لے ”فرمایا“ غمزدہ ”کو۔ ن کے ملک کا نام ”حجر“ تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف واقع ہے۔ ن کی طرف

حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ ایک نبی کا جھٹانا سب نبی کا جھٹانا ہے۔

۷۔ یعنی انہی جو پتھر سے نکالی گئی اور اس کے علاوہ دوسرے معجزات۔

۸۔ یعنی انہی کی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر و تجبر کی مہاش سے سنے پہاڑوں کو ریش کر بڑے مالی شان مکان بناتے تھے۔ گویا کبھی یہاں سے

جانا نہیں یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ ایسی مضبوط و مستحکم عمارتوں میں کوئی آفت کہاں پہنچ سکتی ہے۔

۹۔ یعنی اس وقت مستحکم عمارتوں، ہستیانی قوت و دوسرے اسباب و وسائل میں سے کوئی چیز بھی خدا کے عذاب کو دفع نہ کر سکی۔ ن کا

قصہ بھی پہلے گنڈر چکا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ بنوک جاتے ہوئے ”وادی حجر“ پر سے گزرے۔ آپ نے سر ڈھانپ لیا۔

سواری کی رفتار تیز کر دی ورنہ یہ لوگ فرمایا کہ معذب قوم کی بستیوں پر مت داخل ہو مگر (خدا کے خوف سے) روتے ہوئے اگر روانہ

کئے تو رونے والوں کی صورت بنا لو۔ خدا نہ کرے وہ چیز تم کو پہنچے جو ان کو پہنچی تھی۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھایا کہ آدمی اس

قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے رزائل و ترسوں کو محض سیر و تماشا نہ سمجھے۔

بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ السَّاعَةَ لَأَتِيَةٌ ۖ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ

عدت (تدبیر) در قیامت بٹھکے گا۔ ان سے صاف کر دے۔

الْجَمِيلَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ۝ وَلَقَدْ

کنارہ دل سے پیدا کرنے والا تیرا رب جو ہے

آتَيْنَكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝

ہم نے ان میں سے تیرے سات آیتیں اور قرآن عظیم

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

مت ڈال نہ نکھیں ان چیزوں پر جو ہمتے دے دیں ہم نے ان میں سے کئی طرح کے لوگوں کو

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

اور نہ غم کھا کر اور جھکا اپنے بازو ایمان والوں کے واسطے

وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ۝ كَمَا أَنزَلْنَا

اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرنے والا تم کو خبر دے گا

عَلَى الْمُتَنَبِّهِينَ ۝ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ ۝

ان پر تنبیہ کرنے والوں پر جنہوں نے کیا ہے قرآن کو پونیاں

◆ تخلیق میں اللہ کی حکمت حضرت شامی صاحب لکھتے ہیں: پہلی امتوں کا حال نہ فرمایا کہ یہ جہاں میں ہی جہاں نہیں پڑا۔ سر پر یک مدبر ہے۔ ہر چیز کا تدبیر کر کے، اور مکمل اور آخری تدبیر کا نام قیامت ہے اور کفار سے کفارہ کرنے کو فرمایا۔ جب خدا کا حکم پہنچا دے تب تک کفر نہ کرنا اور کفر نہ کرنا۔ جب حکم ہوا کہ زیادہ جھگڑنے سے نہ ہو تو میں اب وعدہ کی راہ دیکھو اور ساری تالیف ایذا پر صبر کرو، حرف شکایت رہا نہ پڑے۔ ویسا نہ کہ خدا کا فیصلہ سچا ہے۔

◆ جس کو تیرے میرا اور ساری ایذا کی سب خبر ہے، وہ ایک واسطے مکمل کا بدلہ دے گا۔ اس آیت میں گویا معافی و تقریر فرمادی، یعنی جس نے ایک مرتبہ پیچیدہ بار و پیداکرنا کیا مشکل ہے اور جس چیز کے اجزاء منتشر ہو گئے ہوں اس کو ہر جز کی خبر ہے، جہاں میں ہوگا سب کو جمع کرے گا۔ دوسری جگہ فرمایا: "اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ" (الیٰ - خیرات) (یسر روح ۵)

﴿سبع مثانی کی فضیلت و عظمت﴾ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”یعنی یہ اتنی بڑی نعمت، دیکھ جو تجھ کو عطا ہوئی اور کافروں کی ضد سے محفوظ رہا۔“ ”سبع مثانی“ کا مصداق تنبیہ ”سبع مثانی“ کے مصداق میں اختلاف ہے۔ صحیح اور رائج یہی ہے کہ اس سے مرد سورہ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں اہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے، رب پر اس کا ۳۰ ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن، جنیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل ماز نہیں فرمایا۔ حدیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ ”فاتحہ“ کو فرمایا کہ یہ ہی ”سبع مثانی“ اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا۔ اس چھوٹی سی سورت کو ”قرآن عظیم“ (بزرگ قرآن) فرمایا درجہ سے اعتبار سے ہے۔ اس سورت کو ام نقرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خالصہ اور متن ہے جس کی تفصیل و شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ قرآن کے تمام علوم، مطالب کا اجمالی نقشہ تھا اس سورت میں موجود ہے پس مثانی کا لفظ بعض حیثیات سے پورے قرآن پر بھی اطلاق کیا گیا ہے اللہ سزل احسن الحدیث کتابا متشابھا فتاویٰ اس (مرکور ۳) اور ممکن ہے دوسری سورتوں کو مختلف وجوہ سے ”مثانی“ کہہ دیا جائے مگر اس جگہ ”سبع مثانی“ اور ”قرآن عظیم“ کا مصداق یہی سورت (فاتحہ) ہے۔

﴿کفار کی دولت پر نظر نہ کرو﴾ یعنی مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا اور سب دنیا کی چہر روزیہ زندگی کا جو سامان دیا ہے اس کی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان معنوں کو یہ سامان کیوں دے دیا گیا جس سے ان کی شقاوت و شرارت زیادہ بڑھتی ہے یہ دولت مسلمانوں کو ملتی تو اچھے رستہ میں خرچ ہوتی۔ اس کو تھوڑی دیر مزہ وڑا اپنے دہم کو خدا تعالیٰ نے وہ دولت قرآن دی ہے جس کے گے سب دولتیں گرد ہیں۔ روایات میں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔

﴿غم نہ کھا کہ مسلمان یوں نہیں ہوتے۔﴾ آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں، معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں مبتلا نہ کیجئے۔ آپ ان شفقت و ہمدردی کے مستحق مومنین ہیں ان کے ساتھ ماطفت، نرم خوئی و شفقت و تواضع کا برتاؤ رکھیے۔

﴿یعنی کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیام صاف پہنچائے دیتا ہوں اور تکذیب و شرارت کے عواقب سے خوب کھول کر گاہ کر رہا ہوں۔﴾ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”تیرا کام اس پھیر دینا نہیں، یہ خدا سے ہو سکتا ہے۔ جو کوئی ایمان نہ لائے تو غم نہ کھا۔“

﴿مفتسمین کون ہیں؟﴾ اس آیت کے معنی کی طرح کئے گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ”مفتسمین“ (بانٹنے والوں) سے ”آپ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں جنہوں نے قرآن کی تقسیم و تحلیل کر رکھی تھی۔ یعنی جو مضمون قرآنی ان کی تحریغات یا آراء و ابواء کے موافق پڑ جائے مان لو، جو خلاف ہو نہ مانو۔ مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے تجھے ”سبع مثانی“ اور ”قرآن عظیم“ دیکر بھیجا جیسے ان لوگوں پر بھی پہلے کتابیں نازل کی تھیں۔ آپ پر کتاب اتارنا یا وحی بھیجنا کوئی نوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے بعض نے ”مفتسمین“ سے یہود و نصاریٰ مراد لیں لفظ قرآن سے کتب سابق مراد لی ہیں۔ یعنی انہوں نے تحریف کر کے اپنی کتابوں کو پارہ پارہ کر ڈالا بعض نے کہا مشرکین مراد ہیں جو ہور استہر، دستخرف قرآن کی تقسیم کرتے تھے۔ جب سورتوں کے نام سنتے تو ہنس کر آہیں میں کہتے۔ ہر دینا نہ دے میں لوٹا۔ عکسوت تجھ کو دوس گا۔ ان لوگوں نے ایک اور طرح بھی قرآن کے متعلق خیالات تقسیم کر رکھے تھے کوئی اسے شاعری بتاتا، کوئی کہانت، کوئی جادو، کوئی مجنون کی بڑ، کوئی ساطیر الاولین، ان کو گاہ کیا کہ میں سب کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں، جیسے عذاب یقیناً نازل ہونے والا ہے نہ ٹھنکا کرنے والوں پر اس وقت ”اسرنا“ کی تعبیر اس لحاظ سے ہوگی کہ متیقن اوقوع اور قریب الوقوع مستقبل کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا۔ ابن کثیر نے ”مفتسمین“ کے معنی قسم کھانے والوں کے لئے دیے ہیں یعنی وہ گزشتہ قومیں جو نبیاء کی تکذیب و مخالفت کے حلف اٹھا چکی تھیں اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتی تھیں اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے کر دیے تھے۔ جیسے عذاب ہم نے ان پر اتارا، اسی طرح کے عذاب سے یہ ”سیدس مفتسمین“ تم کو ڈراتا ہے۔ ”مفتسمین“ کے معنی کی تائید میں ابن کثیر نے ذیل کی آیت پیش کی ہیں۔ ”نفاستوا باللہ لیسئتہ و اہلہ“ (نمل رکوع ۲) و اقسوا باللہ حلفہ ایمانہم لا ینعث اللہ من یموت (نمل رکوع ۵) اولم تکنونوا فستمت من قتل مالکم من زوال (ابراہیم رکوع ۷) اھو لاء الدین افسمت لا یالہم اللہ برحمۃ (عراف رکوع ۶)

فَوَرِّبِكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۱﴾ عَمَّا كَانُوا

سو تم میرے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ

يَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَن

کرت تھے ﴿۱۲﴾ سون دے کھو کر جو کچھ تو حکم ہوا اور پردانہ کر

الشُّرَكِيِّنَ ﴿۱۳﴾ إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ﴿۱۴﴾

مشرکوں کی ﴿۱۳﴾ ہم ہی (کافی) ہیں تیرے طرف سے شتمنے کرنے والوں کو ﴿۱۴﴾

الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۵﴾

جو کہ ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے کی بندگی سو غریب معلوم کریں گے ﴿۱۵﴾

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ﴿۱۶﴾

اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا دل تنگ رہتا ہے ان کی باتوں سے

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿۱۷﴾ وَاعْبُدْ

سو تبارک و تعالیٰ اپنے رب کی ثناء پڑھا کر اور سجدہ کرنے والوں سے ﴿۱۷﴾ اور بندگی کے جا

رَبِّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ ﴿۱۸﴾

اپنے رب کی جب تک کہ تیرے پاس یقین بات ﴿۱۸﴾

آيَاتُهَا ۱۲۸ ﴿۱۶﴾ سُورَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۰﴾ رُكُوعَاتُهَا ۶

سورہ نحل مکہ میں اتنی اور اس کی ایک سو اٹھ آیتیں ہیں اور سورہ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یعنی کس کی عبادت کی تھی؟ پیغمبروں کے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے؟ لا الہ الا اللہ کو کیوں نہ مانا تھا؟ اس کلمہ کا حق کیوں ادا نہیں کیا تھا؟ یہ وہ اسی قسم کے نہ معلوم کتنے سوالات ہونگے۔

یعنی کہنے میں کوتاہی نہ کیجئے خوب کھوس کر خدائی پیغامات پہنچائیے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

یعنی دنیا و آخرت میں ہم سب ٹھنڈے سرنے والوں سے بہت نہیں گئے آپ بے خوف، خطر تیغ کرتے رہنے آپکا باں بیکانہ ہوگا۔

کفار کے استہزاء کا انجام یعنی رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور خدا کے لئے شریک ٹھہرانا، دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

یعنی اگر ان کی ہٹ اہرمی سے دل تنگ ہو تو آپ ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمتن خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیں۔ خدا کا ذکر، نماز، عبادت الہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن و منشرح رہتا ہے اور فکر و غم دور ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کی مدت تھی کہ جب کوئی مہم بات فکر کی پیش آتی آپ نماز کی طرف جھپٹتے۔

یقین بمعنی موت | یقین کا لفظ دوسری جگہ قرآن نے اسی معنی میں استعمال کیا ہے ”وَمَا كُنَّا نُكَذِّبُ بَيْنُومَ الَّذِينَ حَتَّىٰ آتَانَا الْيَقِينَ“ (مذکر کو ع ۲) حدیث میں ایک میت کی نسبت آپ نے فرمایا: ”أَمَّا هُوَ فَقَدْ حَاءَ الْيَقِينَ“ وائی لا حول له الخیر ”جمہور سلف نے اس آیت میں ”یقین“ کو بمعنی موت یا ہے یعنی مرتے دم تک خدائی عبادت میں لگے رہیں۔

ندریں رہی ترش و می خرش تادم تخر و سے فارغ مہاش

جن بعض رفیقین۔ اس جگہ ”یقین“ کو کیفیت قلبیہ کے معنی میں لیا ہے اس کی توجیہ روح المعانی میں مذکور ہے دیکھ لی جائے۔ تم سورۃ الحجۃ وللہ الحمد والمہ وھو المسنول ان یتوفانا علی اکمل الاحوال واحسنھا فانہ جواد کریم۔

أَنِّي أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ ۖ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

چہنی حکم اللہ کا ۱۱۱ اس کی جلدی مت کر ۱۱۱ وہ پاک ہے اور تعالیٰ

عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ

اس کے شریک تالانت ۱۱۱ انزل فرشتوں کو ۱۱۱ پیدا کر

أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ إِنَّ أَنْذِرُوا

پہنچم جس پر چاہے ۱۱۱ بندوں میں ۱۱۱ کہنے

أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ۚ خَلَقَ السَّمَوَاتِ

کہ کسی کی ندی نہیں ۱۱۱ میرے ۱۱۱ مجھ سے ڈرو ۱۱۱ بنائے آسمان

وَالْأَرْضِ بِالْحَقِّ ۖ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۚ خَلَقَ

اور زمین ۱۱۱ تعالیٰ ۱۱۱ اور ہے ان کے شریک بدلنے سے ۱۱۱

الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۚ

تلی و ۱۱۱ پیدا ہونے سے ۱۱۱ چہ جہی ہونا ۱۱۱ جگر کرنے والا ۱۱۱ ہوتا ہے ۱۱۱

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ

اور چوپائے بنانا ہے ۱۱۱ تمہارے واسطے ۱۱۱ ان میں بڑا دل ہے ۱۱۱ اور کتنے فائدے

سورة النحل

اللہ کا حکم آچکا ہے | جی خدا کا یہ حکم کہ ”پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب و منصور اور حق کے مخالف مغلوب، ذلیل و ناتوان
مہیں دنیا میں مسکن مجاہدین کے ماتھوں اور آخرت میں براہ راست انھم کی کمین کے دربار سے شرک و کفر کی مداخلت اس حکم
کے قیام کا وقت قریب پہنچی۔ اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے۔ جس چہر کا تائیدی ہو اسے آتی ہوئی سمجھنا چاہئے پھر جلدی
میں سے کیا ضرورت ہے۔ کہ راز راہ تکذیب و استہزاء کہا کرتے تھے کہ جس مذہب یا قیامت کے آئے کا تم وعدہ کرتے ہو وہ وعدہ
کیوں نہیں جاتا انہیں متنبہ فرمادیا کہ تمہارے ایسا کہنے سے وہ بھٹکے نہیں۔ بدستوری اور یقینی طور پر جلد یہ چاہتا ہے جس قدر یرگ

ہی ہے، وہ بھی یہ طرح سے تمہارے حق میں معیدے ضمن ہے، غرض کو اصل حجت تو یہی مل جائے۔ وینسفعجلوہک بالعداب ولولا احل قسمی لعماء ہم العذاب (عنکوت رکوع ۵) ینسفعجلوہا الدین لا یؤمنون بہا والدین امنوا ینسفعون مہا وینسفعون انہا الحق (توری رکوع ۲)

یعنی جب حق کا غائب ہو، اور شرک پر استغناء یعنی ہے تو حید کی راہ اختیار کرو، اور مشرک نہ طور طریق سے متحد ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدا کی شریعت سے ہموار ہو، ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو نہیں مکتا، عذاب ہی کو روک سکتا ہے۔

یعنی فرشتوں کی جنس میں سے بعض کی جیسے حضرت جبریل علیہ السلام یہ حفظ الوحی، جن کی طرف ”فانہ ینسلک من ہبی یدہ ومن حلقہ وصدہ“ (جن رکوع ۲) میں اشارہ کیا ہے۔

یہاں ”روح“ سے مراد وہی اہی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں کی طرف غیر مرئی طریق پر بطور ایک ہمد کے آتی ہے۔ چنانچہ ”سری جبرئیل“ ”نفسی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ“ (المومن رکوع ۲) ایک جبرئیل کی نسبت فرمایا: ”وکلک او حین الیک روحا من امرنا“ (توری رکوع ۵) قرآن یوحی الی کو ”روح“ سے تعبیر فرمائے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح مادی جسم روح سے گھبراہٹ حاصل ہوتی ہے، اسی طرح جو قلوب جہل و غلامان کی تیریاں سے مردہ ہو چکے تھے وہ وہی الہی کی روح پر مرزندہ ہو جاتے ہیں۔

انبیاء کی بعثت وہ ہندے رسوں کا انتخاب نبی و پیغمبر اسوۃ و سلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق چنے کا اہل اختیار سے چن لیتا ہے۔ ”اللہ اعلمہ حین یجعل رسالۃ“ (انحر رکوع ۱۵) اللہ بظہری من الملائکۃ زسلا ومن الناس“ (جن رکوع ۱۰)

یعنی تو حید کی حکیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت، یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء و پیغمبر اسلام کا مشترک و مشترک نصب العین (مشن) رہا ہے۔ گویا ثابت تو حید کی یہ نقلی دلیل ہوئی۔ آگے عقلی دلیلیں یہاں کی جاتی ہیں۔

زمین و آسمان میں تو حید کے دلائل | یعنی زمین و آسمان کا نظام ایسا درست و ستوار بنایا ہے جسے دیکھ کر احمق یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک و قدار کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ اگر کئی باختیار خداؤں کے ہاتھوں میں بانٹ ہوئی تو یہ نظام انتظام و ضبط اتنی مدت تک برقرار قائم نہ رہتا ضرورتاً جس میں ٹکڑ ہو جاتی۔ بلکہ کئی زرد و خد وں کی ٹکڑش باہمی سرے سے اس نظام کو موجود ہی نہ ہونے دیتی ”لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا“ (انبیاء رکوع ۲) ”اذالذہب کُلُّ الہ بما خلق ولعل بعضہم علی بعض“ (المومن رکوع ۵)

تخلیق انسان میں اللہ کی نشانیاں | یعنی عوایت و سفلیات کا انتظام درست کر کے تم کو پیدا کیا۔ تم خود اپنی خلقت میں غور کرو تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملے گا تمہاری اصل یہ تھی ”یک قطرہ بے جان، جس میں جس حرمت تھی نہ شعور وار وہ نہ وہ بات کرنے کے قابل تھ، نہ اس رقی تھ کہ کسی معاملہ میں جھگڑ کر اپنے حق منوائے یا دوسروں پر غائب جائے۔ اب دیکھو حق تعالیٰ نے اسی قطرہ ناچیز کو کیا سے کیا بنادیا۔ کیسی عجیب صورت عطا کی، اور کیسی اعلیٰ قوتیں اور کمالات اس پر فائز کئے جو ایک حرف بولنے پر قادر تھ وہ کیسے بکھر دینے لگا جس میں ادنیٰ حس و حرکت نہ تھی، اب کس طرح بات بات میں جھگڑے کرنے اور جھگڑیں نکالنے لگا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات مخلوق سے گزر کر حق کے مقابلہ میں خرم ٹھوٹک کر کھڑا ہو گیا، یہ بھی یاد نہ رکھ کہ میری اصل کیا تھی اور کسے یہ طاقت حاصل ہوئی ”اولہ یو الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا هو حصیم مبین و صرب لا مثلاً ونسی حلقہ قال من یحیی العظام وہی رمیم، قل ینحییہا الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکلی خلق عیم“ (یس رکوع ۵)

وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ

اور جنھوں کو کھاتے ہو ۝ اور تم وہاں سے لذت ہے ۝ جب تم وہاں سے چلتے ہو

وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحِبُّهُ أَثْقَالَكُمْ ۝ إِلَيَّ بَلَدٌ

اور جب تم سے جاتے ہو ۝ اور تم اسے پیچھے میں مانو ۝ تمہارے اس شہر میں ہے

لَمْ تَكُونُوا بِهِ إِلَّا بِإِذْنِ رَبِّكُمْ

کہ تم نہ پہنچتے وہاں ۝ مگر جس بار ۝ سے تمہارا رب

لَرْؤُفٌ رَحِيمٌ ۝ وَالْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ

بڑا شفقت کرنے والا ۝ مہربان ہے ۝ اور اونٹوں سے پیدا کیے ۝ اور اونٹوں میں ۝ اور مہرے

لَتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً ۝ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَعَلَىٰ

تم پر سوار ہوا ۝ اور زینت کے لیے ۝ اور پیدا کرتا ہے ۝ جو تم نہیں جانتے ۝ اور

اللَّهُ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَايِرٌ وَلَوْ شَاءَ

اللہ صاف راستے کی ۝ اور بعض راہیں بھی ہے ۝ اور اگر وہ چاہے

لَهْدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

تم سب کو راہ دکھائے گا ۝ وہی ہے جس نے اتارا ۝ آسمان سے

مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝

تمہارے لیے پانی ۝ اس سے پیتے ہو ۝ اور اسی سے درخت ہوتے ہیں ۝ جس میں چرتے ہو ۝

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَ

گاتا ہے تمہارے واسطے ۝ اس سے کھیتی ۝ اور زیتون ۝ اور انجوریں ۝ اور

الْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

انگوں کو جو غور کرتے ہیں اور تمہارے کام میں لگا دیا اس میں بہت نشانی ہے

لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَ

ان لوگوں کو جو غور کرتے ہیں اور تمہارے کام میں لگا دیا اور دن رات

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مَسْخَرَتٌ بِأَمْرِهٖ إِنَّ

سورج اور چاند اور ستارے کام میں لگائے ہیں اس کے حکم سے

فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ

اس میں نشانیاں ہیں ان دوسروں کو جو سمجھ رکھتے ہیں اور جو چیزیں پھیلا میں تمہارے واسطے

فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

زمین میں رنگ برنگ کنی اس میں نشانی ہے

لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ

ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں اور وہی ہے جس نے کام میں لگا دیا دریا کو

لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ

کھو واس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس میں سے

حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاحِرَ فِيهِ

گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھر ذکر اس میں (دریا میں)

وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَالْقَافُ

اور اس واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ احسان مانو اور کھادیے

پھلوں اور میوؤں کی تخلیق | یعنی ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل اور میوے اگاتا رہتا ہے جن کی شکل و صورت رنگ، بو، مزہ اور تاثیر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس میں غور کرنے والوں کے لئے خدا کی قدرت کا مدد اور صنعت غریبہ کا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین، ایک آفتاب، ایک ہوا، اور ایک پانی سے کیسے رنگ رنگ کے پھول پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کر سکیں۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھتے رہتے ہیں۔ رات، دن کی آمد و شد اور غروب و طلوع کے ساتھ انسانوں کے بیشتر فوائد وابستہ ہیں۔ بدلتی غور سے دیکھا جائے تو نئے نئے مدون انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند سورج اور کل ستاروں کو ادنیٰ مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کر سکیں۔ لیکن چونکہ رات دن اور چاند سورج سے بالکل صریح طور پر ہمارے کام متعلق ہیں اور دوسرے ستاروں سے ہمارے فوائد و مصالح کی وابستگی اس قدر واضح نہیں ہے، شاید اس لئے ان کو جدا کر کے دوسرے عنوان سے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم

یعنی جس بلند برتر ہستی نے آسمانی چیزوں کو تمہارے کام میں لگایا اسی نے تمہارے فائدہ کے لئے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں جو ماہیت، شکل و صورت، رنگ و بو، اور منافع و خواص میں ایک دوسرے سے بالکل متحدہ ہیں۔ اس میں سب حیوانات، نباتات، بحار، سمندری و برکبات شامل ہو گئے۔

سمندر کی تسخیر اور اس کے منافع | یعنی یہ نہ نہیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے انسان ضعیف انسان کی کچھ بات نہیں تمہارے کام میں لگادیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تر تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اور اس کے بعض حصوں میں سے مواتی اور مونگا نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک سلسلہ کے برابر حقیقت نہیں۔ لیکن ایسا چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کرنے کی ترکیب بخشی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو پایاب کر دیا گیا۔

یعنی جہازوں و کشتیوں پر تجارتی مال لے کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاؤ، و خدا کے فضل سے بڑی فراخ روزی حاصل کرو، پھر خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکر گزار رہو۔

فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي أَنْ تُبِيدَ بِكُمْ وَانْهَارًا وَسَبِيلًا

زمین پر (پہاڑ) بوجھ (پہاڑ) کہ کبھی جھک پڑے تم کو لے کر ♦ اور بتائیں اندیشہ ♦ اور سبیل

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَعَلَّمْتَ ۖ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

تائیم ♦ اور بتائیں (رہنمائی) بتائیں ♦ اور ستاروں سے ♦ اور

يَهْتَدُونَ ۝ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۖ أَفَلَا

رہنمائی میں ♦ بعد جو پیدا کرے ♦ برابر ہے اس کے جو نہ پیدا کرے ♦ کیا

تَذَكَّرُونَ ۝ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصَوْهَا ۖ

تم نہ جانتے نہیں ♦ اور گشت گرد (گنوں) اللہ کی نعمتوں کو ♦ نہ چور کر سکتے ہیں اس کو ♦

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ♦ اور اللہ جانتا ہے ♦ جو تم چھپاتے ہو

وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور جو غائب کرتے ہو ♦ اور جن کو پکارتے ہیں ♦ اللہ کے سوا

لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۖ أَمْ هُمْ

کچھ پیدا نہیں کرتے ♦ اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں ♦ مرد ہیں

أَمْ هُمْ شُرَكَاءُ ۖ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ

یا اللہ! کیا وہ شریک ہیں؟ کہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے وہی تم کو مرنے کا حکم دے گا اور تم کو زندہ کرے گا اور تم کو جہنم میں داخل کرے گا یا تم کو جنت میں داخل کرے گا اور اللہ جانتا ہے جو تم کی حالت ہے

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

کہ جس نے تم کو پیدا کیا ہے وہی تم کو مرنے کا حکم دے گا اور تم کو زندہ کرے گا اور تم کو جہنم میں داخل کرے گا یا تم کو جنت میں داخل کرے گا اور اللہ جانتا ہے جو تم کی حالت ہے

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَ رَبِّهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

یعنی ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر خدا کے حکم سے ان بستیوں تک پہنچتی ہیں جن کا رزق ان کے پانی سے متعلق یا گیا ہے۔

یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکو۔

یعنی پہاڑ، چشمے، درخت، ریت کے نیچے غرض مختلف قسم کی ملا متیں قائم کر دی ہیں جن سے مسافروں کے قافلے ٹھیک راستہ کا سراغ نکال سکیں۔ میں نے خود بعض اعراب (بدوؤں) کو دیکھا کہ مٹی سوگھ کر راستہ کا پتہ لگاتے ہیں۔

ستاروں کے فوائد | یعنی رات کے وقت دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ سے راستہ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ "قطب نما" سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔

پھر باطل معبودوں کی پرستش کس لئے؟ | یعنی سوچنا چاہئے یہ کس قدر حماقت ہے کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور بچھری کا ٹکڑا، ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں معبود و مستعان ٹھہرا کر خداوند قدوس کے برابر کر دیا جائے۔ جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے حکم و نظام کو قائم رکھنے والا ہے اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات کو خیر کرو۔ حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

یعنی جو نعمتیں وہ بیان ہوئیں "مٹتے نمونہ اور خوار" تھیں۔ باقی خدا کی نعمتیں تو اس قدر ہیں جن کا تم کسی طرح شمار نہیں کر سکتے۔

اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں | یعنی ان بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا تھا۔ لہذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے خدا اس سے درگزر کرتا اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرماتا ہے۔ یا یہ کہ کفرانِ نعمت کے بعد جو شخص توبہ کر کے شکر گزار بن جائے حق تعالیٰ اس کی پچھلی کوتاہیوں کو بخشتا اور آئندہ کے لئے رحمت مبذول فرماتا ہے۔ بلکہ ناشکری کی حالت میں بھی اپنی رحمت و اسد سے اس کو بالکل بے محروم نہیں کرتا۔ ہزاروں طرح کی نعمتیں دنیا میں فائز کرتا رہتا ہے۔

یعنی حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گزار بنتا ہے اور کون یہ ہے جس کا ظاہر و باطن اسے حق نعمت سے خالی رہتا ہے، یا مذکورہ بالا دلائل و نعم کو منکر کون ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتا ہے اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔ خدا کے علم میں جس کا جو حال ہو گا اس کے موافق معاملہ کرے گا۔

ان کے معبود خود مخلوق ہیں | خدا تو وہ ہے جس کے عظیم اشیان اور غیر محصور انعامات کا اوپر تذکرہ ہوا۔ اب مشرکین کی حماقت ملاحظہ ہو کہ ایسے عام اکل اور خالق اکل خدا کا شریک ان چیزوں کو ٹھہرا دیا جو ایک گھاس کا ٹکا پیدا نہیں کر سکتیں، بلکہ خود ان کا وجود بھی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔

۱۶

۱۶

غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۚ

جن میں جاں نہیں ۖ اور نہیں جانتے ۖ کب اٹھائے جائیں گے ۖ

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

معبود تمہارا ۖ معبود ہے اکیلا ۖ سو جن کو یقین نہیں آخرت کی زندگی

قُلُوبُهُمْ مُّذَكَّرَةٌ ۖ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ۚ لَا جَرَمَ

ان کے دل نہیں مٹتے ۖ اور وہ معرہ میں ۖ تحقیر بات ہے

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ لَا

کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں (جہالت ہے) ۖ شک و شبہ نہیں

يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَاذَا

پسند کرتا ۖ غرور کرنے والوں کو ۖ اور جب کہے ان سے کہو

أَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا ۖ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۚ لِيُحْمَلُوا

۱۳۱ راہے تمہارے رب نے تو کہیں کہانیاں ہیں پہلو کی ۖ تاکہ اٹھائیں

أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَهُمْ أَوْزَارُ

بوجھ اپنے پر سے ۖ دن قیامت کے ۖ اور چھ بوجھ

الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۚ

ان کے جن کو بہکاتے ہیں (ان سے اٹھے) ۖ بے سنا ہے ۖ بڑا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں ۖ

قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَآتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ

ابہتدعا بازی کر چکے ہیں جو تھے ان سے پہلے (ان سے اٹھے) ۖ پھر پہنچی حکم اللہ کی عمارت پر

یعنی جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے (بے جان) ہیں۔ خواہ وہ انسان، شہادت، یا فی الحال مثلاً جو بزرگ مر چکے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے یا انجی م و مال کے اعتبار سے مردہ ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح روح القدس درملہ مکملہ اللہ، جن کی بعض فرقے پرستش کرتے تھے بلکہ جن و شیطان بھی جن کو بعض مسوخ الفطرت پوجتے ہیں سب پر ایک وقت موت طاری ہونے والی ہے۔ پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا ہو اور وہ جب چاہے چھین لے، اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یہ عبادت کے حق کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی یہ عجب خدا ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب کتاب کے لئے اٹھائیں جائیں گے۔ ایسی بے جان اور بے خبر ہستیوں کو خدا بتلانا انتہا درجہ کی حماقت اور جہل ہے۔

اللہ تو ایک ہی ہے | یعنی جو دلائل و توبہ و پرہیزان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے لیکن غور و طلب تو وہ کرے جسے، پنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو بعد الموت کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان و کفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبروں کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے۔

تکبر کا برا انجام | یعنی خوب سمجھ لو کہ غرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں، اس کا نتیجہ جھگڑنا پڑے گا، توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو اور غرور و تکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال و طور و طریق سے ہو رہا ہے، سب خدا کے علم میں ہے۔ وہ ہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دے گا۔

قرآن کریم پر کفار کا تمسخر | یعنی ماواقف اشخاص بغرض تحقیق یا واقف ہوگ ازرہ امتحان جب ان مکذبین سے کہتے ہیں یا وہ مکذبین خود آپس میں ایک دوسرے سے ازرہ تمسخر و ستہزء سوال کرتے ہیں کہ ”کہو تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟“ مطلب یہ کہ قرآن جسے پیغمبر علیہ السلام خدا کا اتارا ہوا بتلاتے ہیں تمہارے نزدیک کیا چیز ہے اور محمد ﷺ اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور ملل سابقہ کی کچھ پرانی بے سند باتیں (توحید، نبوت، جنت و دوزخ وغیرہ) اور چند قصے کہانیاں نقل کر دی گئی ہیں۔

یعنی اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن عزیز کو بے وقعت ٹھہرا کر اپنے ساتھ دوسروں کو گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر و ضلال کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ ان لوگوں کے، ضلال و غواء کا بھی سر پر رکھیں۔ جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ خیال کر دیکسی بدی کی پوٹ سر پر رکھ رہے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ ”وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ أَثَامِ مَنْ أَتٰهُ لَا يَقْضُ ذَلِكَ مِنْ أَثَامِهِمْ شَيْئًا“ قال اللہ تعالیٰ ”وَلِيَحْمِلُوا أَثْقَالَهُمْ وَانْقَالُوا مَعَهُمْ“ (منکبوت رکوع ۱)

مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ

بنیادوں سے

چھڑائی کی حالت میں

پڑا

أَنَّهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ

آپ کو عذاب پہنچے گا

جہاں سے

ان کو نہ لگتی

چھ قیامت

الْقِيَمَةِ يُخْزِبُهُمْ وَيَقُولُ آيُنَ شُرَكَائِي الَّذِينَ

سے ان

وہاں رہے گا ان

دوستوں

جہاں میں میرے شریک

ہیں

كُنْتُمْ تُشَاقِقُونَ فِيهِمْ ۖ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

تم وہاں ہر قسم کی

ہیں

جہاں کو ای کی قسم

إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

بے شک

روحانی

آج کی حالت

اور دنیاوی

منکروں پر ہے

الَّذِينَ تَتَوَفَّيهِمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ ۝

جن کی

جان نکالتے ہیں

فرشتے

اور وہ اپنے آپ کو جہنم میں

فَالْتَقُوا السَّكَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ ۖ بَلْ

تب ظاہر ہو رہی ہے اس عنت

کہ ہم کرتے نہ تھے

چھوڑ لی

یوں ہی

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ فَادْخُلُوا

اللہ خوب جانتا ہے

چھڑاتے تھے

جہنم میں

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَلَيْسَ مَثْوًى

دروازوں میں دور رہنے کے

رہا کرو خدا کی میں

سوا یہ نہ ٹھکانا ہے

پچھلی قوموں کے کفر کا انجام یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغمبر حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جارہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکر، تلبیس کے بڑے اوسے بچے نکل کھڑے کر دیے۔ پھر جب خدا کا علم پہنچا تو اس نے پکڑ کر بنیادیں ہموار کر دیں۔ آخر عذاب الہی کے یک جھٹکا میں ان کے تیار کئے ہوئے محل ان ہی پر آ پڑے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تدبیریں خود ان ہی پر سونپی گئیں۔ اور جو سامان غلبہ و حفاظت کا کیا تھا وہ فنا و بلاکت کا سبب بن گیا۔ بلکہ بعض اقوام کی بستیاں حسی طور پر بھی تہ و بال کر دی گئیں۔

آخرت میں کفار سے خطاب | یعنی جن شرکاء کی حمایت میں ہمارے پیغمبروں سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے آج وہ کہاں ہیں۔ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے "هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ اَوْ يَنْصُرُونَ" (شعرا، رکوع ۵) "فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ" (طارق، رکوع ۱) یہ بہانے ان کو رسوا کرتا ہے۔ یہ رسوائی سے مراد جہنم میں داخل کرنا اور ان کی خفیہ مکاریوں کا پردہ فاش کرنا ہے۔ "اِنَّكَ مِنْ تَحْلِلِ النَّارِ فَقَدْ اُخْرِنِيْهِ" (آل عمران، رکوع ۲۰)

یعنی وہ تو کیا جواب دے سکتے۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے باخبر لوگ اس وقت ان مکار دنیا بازوں کو نہ کر کہیں گے کہ دیکھ لیں جو ہم کہا کرتے تھے۔ آج کے دن ساری برائی اور رسوائی صرف منکرین حق کے لئے ہے۔

یعنی شرک و کفر اختیار کر کے اپنے حق میں برا کرتے رہے۔ آخر اسی حالت میں موت کے فرشتے جان نکالنے کو آ گئے۔ خلاصہ یہ کہ خاتمہ حالت کفر و شرک پر ہوا۔ العیاذ باللہ۔

یعنی اس وقت ساری فوسل نکل جائے گی۔ جو شرارت و بغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے۔ "يَوْمَ يَنْعُتُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيُخَلِّفُوْنَ لَهُ كَمَا يَخْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيُحْسِنُوْنَ اِلَيْهِمْ عَلٰی شَيْءٍ اِلَّا اِنَّهُمْ هُمُ الْكَٰذِبُوْنَ" (مجادلہ، رکوع ۳)

یعنی کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو؟ جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں آج تمہارا کوئی مکر اور جھوٹ خدا کی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ وقت آ گیا ہے کہ اپنی کثرت کا حرہ چکھو۔

الْمُتَكَبِّرِينَ ۝ وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ

غور کرنے والوں کا اور کہا پرہیزگاروں کو کیا اتارا

رَبِّكُمْ ۖ قَالُوا خَيْرٌ ۖ وَاللَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا

تمہارے رب نے بولے نیک بات جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں

حَسَنَةً ۖ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ

اُن کو بھلائی ہے اور آخرت کا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے

الْمُتَّقِينَ ۚ جَنَّتٌ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُجْرَى مِنْ

پرہیزگاروں کا باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں وہ جائیں گے بہتی ہیں اس کے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۖ كَذَلِكَ

نیچے نہریں اُن کے واسطے وہاں ہے جو چاہیں ایسا

يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۚ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُم الْمَلَائِكَةُ

بدر دے گا اللہ پرہیزگاروں کو جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے

طَيِّبِينَ ۚ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا

دروہ تمہاری ہیں کہتے ہیں فرشتے سلامتی تم پر جاؤ بہشت میں دلہن

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ

اس کا جو تم کرتے تھے کیا کا فر اب اس کے منتظر ہیں کہ آئیں ان پر

الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ كَذَلِكَ فَعَلَ

فرشتے پہنچے حکم تیرے رب کا ای طرح کیا تھا

متقین سے سوال اور ان کا جواب | یہ مسکمرین کے مقابلہ میں متقین (پرہیزگاروں) کا حال بیان فرمایا کہ جب ان سے قرآن کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری تو نہایت عقیدت و ادب سے کہتے ہیں کہ ”نیک بات جو سراپا خیر و برکت ہے“ ایسے لوگوں کو معصوم ہونا چاہئے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل ملکر رہے گا۔ خدا کے یہاں کسی کی محنت و زور برابر نیکی ضائع نہیں جاتی۔

یعنی آخرت کی بھلائوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دنیا و مافیہا کی نعمتیں وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں بچے ہیں۔

اہل جنت کی ہر خواہش پوری ہوگی | یعنی جنتی جس قسم کی جسمانی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوگی ”وَفِيهَا مَا تَشْتَهُهُ الْأَنْفُسُ وَقَلْذُ الْأَعْيُنِ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“ (زخرف رکوع ۷)

یعنی ان تمام لوگوں کو جو کفر و شرک اور فساد و عصیان سے پرہیز کرتے ہیں ایسا اچھا بدلہ ملے گا۔ یعنی ان کی جانیں موت کے وقت تک کفر و شرک کی نجاست سے پاک اور فسق و فجور کے میل کچیل سے صاف رہیں۔ اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت و محبت کی وجہ سے نہایت خوشدن اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جاں آفریں کے حوالہ کی۔

ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہاں جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہوگا۔ ممکن ہے، اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔

یعنی تمہارا عمل سبب عداوت ہے دخول جنت کا۔ باقی سب حقیقی رحمت الہیہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا۔ ”إِلَّا أَنِّي يُتَعَمَّدَنِي اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ“

کفار کو تنبیہ | جنت کی خوبیاں اور اس کا تفوق و امتیاز بیان فرمانے کے بعد ان غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے جو محض دنیوی سامانوں پر مست ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ جیسا کہ یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو جائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی، یا ہجر موت کی سزا دہی کا حکم پہنچ جائے گا اور جو تاسر پر پڑنے لگے گا تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے، حالانکہ اس وقت کا ایمان یا توبہ و رجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے جو شتر بچاؤ کی تدبیر کر لیں۔

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ

لیکن

اور اللہ نے ظلم نہ کیا

ان سے انہوں نے

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا

ان کے

پھر پڑا اس کے سر

وہ خود اپنا کر رہے

عَبِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٤﴾ وَ

اور

جو ہنسنے لگے تھے

اور اس پر ان پر

بڑے کام

قَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ

اس کے سوا

نہ پوجتے ہم

اگر چاہتا اللہ

شرک کرنے والے

ہوے

مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ دُونِهِ

بدون اس کے حکم کے

اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم

اور نہ

کسی چیز کو

مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ

۳

ان سے انہوں نے

اسی طرح کیا

کسی چیز کو

عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا

(بھیجے ہیں)

صاف صاف

مگر پہنچا دینا

رسولوں کے ذمہ نہیں

فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا

اور بھیجے

کہ بندگی کرو اللہ کی

۴

ہر امت میں

الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ

اور کسی پر

بزدل گئے سے (جھوٹے معبودوں سے) پھر کسی کو ان میں سے ہدایت کی (رو بھیجی) اللہ نے

❖ یعنی اگلے معنیدین بھی اسی طرح غرور و غفلت کے نشے میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی میں تہاد کی ہوتی رہی، توبہ کے وقت توبہ نہ کی، اخیر تک انبیاء کی تکذیب و کائنات پر تہرے اور ان کی باتوں کی نفی کرتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور مذاہب الہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھنکھ کیا کرتے تھے وہ نگھوں سے دیکھ لیں۔ ان کا استہزاء و تمسخر انہی پر الٹ پڑا، بھگ کر جان بچانے کی کوئی کھیل نہ رہی اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویہ تھا سوکانا۔ خدا کو ان سے کوئی پیر نہ تھا نہ اس کے یہاں ظلم و تعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کھاڑی ماری کسی کا کی بگڑ انہی کا نقصان ہوا۔

❖ **مشرکین کے دلائل کا رد** | یہاں سے ان باطل احادیث اور لہجہ پوچ دلائل کا رد شروع کرتے ہیں جو مشرکین اپنے شرک اور اعمال شرکیہ کا جواز و استحسان ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں (مثلاً بکیرہ سائبہ وغیرہ) کو حرام ٹھہرایا نہ ہو اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا تو ہم کو کرنے کیوں دیتا۔ ضرور تھا کہ جب ہم اس کی مرضی کے خلاف کام کریں تو اس سے روک دے نہ رکھیں تو فوراً سزا دے۔ گریہ نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ ”تھویر پارہ کے دوسرے ریلج“ بیت ”سِقْوٰی الدِّیْنِ اَشْرُکُوْا لَوْ شَاءَ اللّٰہُ“ کی جو تفسیر ہم نے کی ہے اس میں مشرکین کا یہ شبہ اور اس کا مفصل جواب بیان کیا گیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

❖ **انبیاء کی بعثت کا مقصد** | جنی مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ خدا کی طرف سے روکا نہیں گیا ابتدائے آفرینش سے ”ج“ تک حسب ضرورت و مصلحت حق تعالیٰ انبیاء کو بھیجتا رہا ہے جن کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو شرک و افعال شرکیہ سے روکیں۔ اور صاف صاف اعلان کریں کہ خدا تعالیٰ کو کیا کام پسند ہیں کیا ناپسند، اور ان میں سے ہر ایک کا انجی مکیا ہے۔ باقی یہ کہ لوگوں کو کون سی طور پر مجبور کیوں نہ کر دیا گیا کہ وہ ہدی کا راستہ اختیار نہ کر سکتے تو یہ بات اس کی حکمت کے منافی تھی جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواضع میں سمجھ چکے ہیں۔ رہی یہ چیز کہ جو انبیاء کا کہنا نہ مانیں انہیں فوراً سزا دی جاتی تو بہت سی قوموں کو دنیا میں عبرت ناک سزائیں بھی دی گئیں۔ جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ہاں عقلاً و نقلاً یہ ضروری نہیں کہ ارتکاب جرم کے ساتھ انہیں فوراً سزا دی جائے۔ مجرم کو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے نہ اس کے لئے توبہ و صلاح کا کوئی موقع باقی چھوڑا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ مذکور یہ کام برا لگتا تو کیوں کرنے دیتا۔ آخر ہر فرقے کے نزدیک جیسے کام برے ہیں، پھر وہ کیوں ہونے دیتا ہے“ (کیا ان کے روکنے سے خدا عاجز تھا؟) یہاں جواب بھل فرمایا کہ ہمیشہ رسول منع کرتے آئے ہیں، جس کی قسمت میں ہدایت تھی اس نے پائی، جو خراب ہونا تھا خراب ہو۔ اللہ کو یہی منظور ہے (کہ انسان کو فی الجملہ سب و اختیار کی قوت دیکر آزاد رکھے۔ اسنٹ پتھر کی طرح مجبور یا حیوانات کی طرح اس کا دائرہ عمل محدود نہ کرے بلکہ ہر طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع دے۔)

❖ **ہر قوم کے لئے ہدایت بھیجی گئی** | یعنی اپنے اپنے وقت پر۔ پھر آخر میں پیغمبر عربیؐ کو رسول الغلین بنا کر بھیجا۔ (تنبیہ) اس آیت سے۔ زمین پر آتا کہ ہر قوم اور ہستی میں رسول بلا واسطہ بھیج دیا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک نبی کسی قوم میں اٹھایا جائے اور اس کے نائب جنہیں ”بادی“ و ”نذیر“ کہا جاسکتا ہے دوسری اقوام میں بھیجے جائیں۔ ان کا بھیجنا گویا بالواسطہ اسی پیغمبر کا بھیجنا ہے، اللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ”خود انکا وہ جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے کچھ سند نہ رکھے۔ ایسے کو ”طغوت“ کہتے ہیں بیت، شیطان اور زبردست ظالم سب اس میں داخل ہیں۔“

حَقَّتْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ ۖ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

ثابت ہوئی گمراہی سو سفر کرو ملکوں میں

فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۳۱﴾ اِنْ

پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا اگر

تَحَرَّصْ عَلَى هُدَاهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ يُضِلُّ

تو طمع کرے اُن کو راہ پرمانے کی تو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو بھیجے تاہی

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ ﴿۳۲﴾ ۖ وَأَقْسُوا بِاللَّهِ جَهْدَ

اور کوئی نہیں اُن کا مددگار ﴿۳۲﴾ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت

اَيْمَانِهِمْ ۖ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَن يَمُوتُ ۖ بَلَىٰ وَعْدًا

قسمیں کہ نہ اٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے ﴿۳۳﴾ کیوں نہیں (جنگ اٹھائے گا) وعدہ

عَلَيْهِ حَقًّا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۴﴾

ہو چکا ہے اس پر پکا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۳۴﴾

يُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يُخْتَلَفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ

اٹھائے گا تاکہ ظاہر کر دے ان پر جس بات میں کہ جھگڑتے ہیں اور تاکہ معلوم کر لیں

كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَذِبِينَ ﴿۳۵﴾ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ

کافر کہ وہ جھوٹے تھے ﴿۳۵﴾ ہمارا کہنا کسی چیز کو

إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِينَ

جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ کہیں اس کو ہو جائے تو وہ ہو جائے ﴿۳۶﴾ اور جنہوں نے

یعنی جس کو قصور، استعداد اور سوء اختیار کی بناء پر خدا گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا نہ اسے خدا کی سزا سے کوئی بچ سکتا ہے۔ آپ کا ان کی ہدایت پر حریص ہونا بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر آپ ان کے غم میں اپنے کو اس قدر کیوں گھمساتے ہیں۔

یعنی موت کے بعد دوسری زندگی ہی نہیں پھر عذاب کا کیا ڈر۔ سب ڈھکوسلے ہیں۔

کفار کی قسمیں | یعنی تمہارے نکار اور انکلی بچہ قسمیں کھانے سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا، وہ تو ہو کر رہے گا۔ لہذا تم ایسی حقائق ثابتہ کا انکار کر کے اپنے جہل کا ثبوت دے رہے ہو۔ جو شخص خدا کے علم محیط اور شہون قدرت و حکمت، مکتوبین کے راز اور اس کی غرض و غایت سے گاہ ہوگا وہ کبھی بعث بعد الموت کا انکار نہیں کر سکتا۔ سچ ہے۔ ”الناس اعداء ما جہلوا“

دوبارہ زندگی کی حکمت | یعنی مود (قیامت و فیروزہ کا آنا) مین حکمت ہے۔ اگر موت کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو دنیا میں جو مختلف احوال و احوال پائے جاتے ہیں ان کے صاف اور مکمل نتائج کیسے ظاہر ہوں گے۔ یہاں کے جھگڑوں کا دو ٹوک فیصلہ تو وہیں ہوگا اور اس وقت منکرین معلوم کر لیں گے کہ قسمیں کھ کر جن باتوں کا انکار کرتے تھے وہ سچی تھیں۔ اور قسم کھائیوالے جھوٹے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی ای جہان میں بہت باتوں کا شبہ رہا اور کسی نے اللہ کو مانا کوئی منکر بات تو دوسرا جہان ہونا لازم ہے کہ جھگڑے تحقیق ہوں، سچ اور جھوٹ جدا ہو اور مطیع و منکر اپنا کیا پائیں۔“

پھر مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔ ”تجیبہ“ ”نفس فی کفون“ کی بحث پارہ الم رکوع وقالت الیہوذا الح میں مدحہ کر لی جائے غرض صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ایک سینکڑوں کے لئے بھی مراد کا تحلف نہیں ہو سکتا۔ ارادہ کے بعد مراد کا نہایت سہولت و سرعت سے فوراً واقع ہونا اور کسی مانع و مانع کا مزاحمت نہ کر سکتا یہی خلاصہ اس جملہ کا ہے۔

هَاجِرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلِمُوا لَنَبُوِّنَهُمْ

گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے کہ ظلم انھیں کیا جاتا تھا کہ ہم ان کو نبی بنا دیں گے

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَآ جَزَا لْآخِرَةِ ۚ أَكْبَرُ مَلَكُوكَانُوا

دنیا میں اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے اور ان کو

يَعْلَمُونَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٢﴾

معلوم کرتے ہیں جو ثابت قدم رہے اور اپنے رب پر جو توکل کرتے ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا ۖ نُوحِيٓ إِلَيْهِمْ

اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مراد بھیجی تھی کہ ہم بھیجتے تھے ہر انسان کی طرف

فَسَأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾

سو پوچھنا یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں

بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۖ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

بھیجتے تھے ان کو نشانیاں دے کر اور روتے (اوراق) اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت کہ تو کہوں دے

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٣٤﴾

لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے تاکہ وہ غور (دھیان) کریں

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ

سو یا مکر رہو گئے وہ لوگ جو مکر سے فریب (داف) کرتے ہیں اس سے کہ خدا دلوں کو

﴿جہالت کے دنیاوی اور اخروی منافع﴾ جیسی ہمدردی (طاعت و معصیت کا پورا نتیجہ ظاہر کرنے) کے لئے جہالت بعد موت ضروری ہے۔ بہت سے خدا کے وفادار بندے مصائب و شدائد بھیلے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، کیا ان کی قربانیاں ضائع کی جا سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں جن لوگوں نے حق کی حمایت و رضا جوئی کے لئے ظالموں کی سختیاں برداشت کیں اور انواع و اقسام کے ظلم و ستم اٹھائے حتیٰ کہ مجبور ہو کر گھریلو، خوش و اقارب، عزت و راحت سب چیزوں کو خدا کے راستے میں قربان دیا، ان کی محنت و وہ دیر کا صلہ یقیناً ملے گا۔

کر رہے گا۔ اول تو ان میں سے جو جیتے بچیں گے دنیا ہی میں اپنی قربانیوں کا تھوڑا سا پھل چکھ میں گئے۔ یعنی گھر چھوڑنے والوں کو بہترین ٹھکانہ دیا جائے گا۔ گھر سے اچھا گھر، وطنی بھائیوں سے بڑھ کر دردمند بھائی، روزی سے بہتر روزی، عزت سے زیادہ عزت ملے گی۔ بلکہ وطن سے نکلنے والوں پر غالب، دنیا کے حکماء اور پرہیزگاروں کے امام بن جائیں گے۔ مہاجرین کا آخرت میں اجر پھر اس سب کے بعد جو بلند مقامات اور عظیم الشان مدرجہ آخرت میں ملیں گے ان کا اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہاں کے جبر و ثواب کا پورا یقین ہو جائے تو دوسرے لوگ بھی جو ہجرت کی سعادت سے محروم ہیں تمام گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل پڑے ہوں۔ تنبیہ: آیت کے عموم الفاظ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ تقریر کی ہے (وہو مقلول فی روح المعانی عن بعضہم امامہ منسبین نے اس کو ان اسی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں رکھا ہے جو کفار مکہ کی دیتوں سے تنگ آ رہے تھے، حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ یہاں آیت کے ردیک آیت کی ہے جو ہجرت الی امدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ اس ہجرت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ نے اچھا ٹھکانہ دینہ میں دیا۔ رخصی اللہ علیہم ورضوانہ۔

♦ جن کی ظلم اور سختی سے نہیں گھبرائے وطن محبوب اور خوش وقارب کے جھوٹے پروردگار۔ رضائے نبی کے رستہ سے ذرا قدم نہیں ہٹا گیا۔ ہر طرف سے ٹوٹ کر یہ سب۔ اور نہ ہی اس کی مدد و رائل و مدد پر ہوا۔ کیا۔ یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا ان کا ہو جاتا ہے۔

♦ اہل ذر سے استفادہ کا حکم

یعنی پیغمبر نے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ مہر و توکل کی راہ میں ثابت قدم ہوں، داریں میں غالب و منصور کرنا ہماری کوئی نئی عادت نہیں۔ پہلے بھی ہم نے انسانوں میں سے رسول بھیجے جن کا ہر یہ تھا کہ خدا کے احکام اور نیکی بدی کے انجام سے لوگوں کو خبردار کر دیں اب اگر تمہیں معلوم نہیں تو جاننے والوں سے جو امر سابقہ اور ان کے پیغمبروں کے تاریخی واقعات کا ہم رکھتے ہیں تحقیق کرو کہ ان کے پہلے چھ آدمی پیغمبری کے منصب پر مینات و زبرد (معجزے اور تائیدیں) دیکھ کر بھیجے گئے یا نہیں۔ اور یہ کہ ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہو۔ اہل حق مہر و توکل کی بدولت کس طرح منصور و کامیاب ہوئے۔ اور ظالم معاندین اتنا مہم جہت کے بعد یہ تباہ کئے گئے۔ "وتمت کلمۃ ربک لعلی عسیٰ یسئیر انیل بما صرنا واولد قمرنا ما کان یضع فرعون وقرطہ و ما کانوا یغرضون" (عرفہ کو ح ۱۶) ہم نے اہل اندر سے خاص اہل کتب مراد نہیں لیے بلکہ عموم غفہ کی رعایت کی ہے جس میں اہل کتب بھی شامل ہیں۔ روح المعانی میں ہے۔ "قال المر ماسی والرحاج والازھری الموراد باھل الذکر غلماہ احبار الامم السالفة کانامس کان فالذکر بمعنی الحفظ" مترجم محقق رحمہ اللہ نے بھی "اہل الذکر" کا ترجمہ یاد رکھنے والوں سے کرے شاید کسی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہر حال عموم آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غیر اہل علم کو اہل الدنیا سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہئے بہت سے علماء اس کو تقلید ائمہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

♦ جنی معجزات اور وہ علوم جو اوراق میں لکھے جاتے ہیں۔

♦ قرآن کریم کی جامعیت

"یادداشت" سے مراد ہے قرآن کریم جو اگلی امتوں کے ضروری احوال و شرائع کا محافظ، انبیائے سابقین کے علوم کا جامع، اور ہمیشہ کے لئے خدائی احکام اور ملاح داریں کے طریقوں کو یاد دلانے والا اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے رسول بھیجے گئے، کتابیں اتاری گئیں، آج تم کو (سے محمد ﷺ) ہم نے ایسی کتاب دیکر بھیجا جو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ و انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یادداشت ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے اس کتاب کے مصامین خوب کھن کر بیان فرمائیں اور اس کی مشکلات کی شرح اور تجملات کی تفصیل کر دیں۔ اس سے معلوم ہو کہ قرآن کا مطلب وہی معتبر ہے جو احادیث رسول اللہ ﷺ کے موافق ہو۔

♦ یعنی حضور کا کام مضامین قرآن کو کھول کر بیان کرنا، اور لوگوں کا کام اس میں غور و فکر کرنا ہے۔

بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان کو زمین میں یا آنے والے ان پر عذاب جہاں سے

يَشْعُرُونَ ﴿٣٥﴾ أَوْ يَأْخُذْهُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ فَمَا هُمْ

خبر نہ رکھتے ہوں ﴿۳۵﴾ یا پکڑ لے ان کو چلتے پھرتے سو دیکھیں ہیں

بِمُعْجِزِينَ ﴿٣٦﴾ أَوْ يَأْخُذْهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ ۖ فَإِنَّ رَبَّكُمْ

عجز کرنے والے ﴿۳۶﴾ یا پکڑ لے ان کو ڈرانے کے بعد (ڈرا کر، ڈرانے کو) سو تمہارا رب

لَكُمْ رُءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٣٧﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ

بڑا نرم ہے مہربان ﴿۳۷﴾ کیا نہیں دیکھتے وہ جو کہ اللہ نے پیدا کی ہے کوئی چیز

يَتَّقِيُوا ظِلَّ اللَّهِ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ

کہ ڈھلتے ہیں سائے ان کے دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو

وَهُمْ دَخِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَلِلَّهِ يُسْجَدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا

اور وہ عاجزی میں ہیں (کرتے ہیں) ﴿۳۸﴾ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو

فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةِ وَهُمْ لَا يُسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٩﴾

زمین میں ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے ﴿۳۹﴾

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٤٠﴾

ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں ﴿۴۰﴾

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ

اور کہا ہے اللہ نے مت پڑو مشہود دو وہ معبود

◆ کیا کفار اللہ کے عذاب سے نڈر ہو گئے؟ یعنی اگلے انبیاء اور ان کی قوموں کا حال سننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کفار مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور دواؤں فریب سے باز نہیں آتے، کیا یہ امکان نہیں کہ خدا انہیں قارون کی طرح زمین میں دھنسا دے۔ یا ایک طرف سے کوئی آفت بھیج دے جدھر سے انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو۔ چنانچہ بدر میں مسلمان عاریوں کے ہاتھوں سے ایسی سزاؤں دوائی جو اپنی قوت و جمعیت اور مسلمانوں کے ضعف و قلت کو دیکھتے ہوئے ان کے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی۔

◆ یعنی یہ بھی ضرورت نہیں کہ پہلے سے کچھ اہم کام کیا جائے یا فوجیں مقابلہ کیسے روانہ کی جائیں۔ خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چپتے پھرتے کام کاج کرتے یا بستر پر کر دینیں بدلتے ہوئے ایک دس پکڑ لے اور بالکل عاجز و بے بس کر دے۔ اس کو سب قدرت ہے وہ تم کو عاجز کر سکتا ہے تم اسے نہیں تھکا سکتے۔

◆ یعنی آپ تک نہ پکڑے۔ بد آگاہ کرنے اور مبادی مذہب پہنچنے کے بعد ایسی حالت میں پکڑ لے جب کہ لوگ طلاع پا کر اور آہار مذہب دیکھ کر طعنا خوف کھا رہے ہوں یا آپ کے لوگوں کو آفات وادیہ میں مبتلا دیکھ کر ڈر رہے ہوں لیکن یہ خوف محض طبعی ہو۔ ندامت اور توبہ کے ساتھ نہ ہو جو دفع عذاب ہو سکتا ہے۔ بعض نے ”تخوف“ کے معنی ”مقتض“ (آہستہ آہستہ کم کرنے) کے لئے دیے ہیں۔ یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ دفع ہلاک نہ کرے آہستہ آہستہ تو گھٹائے و رست کرتا رہے۔

◆ عذاب میں تاخیر کی حکمت یعنی خدا سب چھوڑ سکتا ہے مگر کیوں نہیں کرتا، اس کی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ بحرین پر فوراً عذاب نازل کر دے، اس کی رافت و رحمت مقتضی ہے کہ بحرین کو ہست اور اصلاح کا موقع دیا جائے یا یہ جملہ صرف ”یَا خُلَٰلُہُمْ عَلٰی نَحْوِہٖ“ سے متعلق ہے بحالیہ ”تخوف“ بمعنی ”مقتض“ لیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ کم کرنا اور دفع ہلاک نہ کرنا اس کی رحمت و شفقت کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک آن میں نیست و نابود کر دیتا۔

◆ اشیاء کا سجدہ یعنی جب تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع و متقاد ہے۔ حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا اور، دھریا دھریا ہلتا رہتا ہے پھر ایسے قدرت و سہ خدا کو عذاب بھیجنے سے کوئی طاقت روک سکتی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ با اختیار خود اس کا احکام مشریعیہ کے سامنے گردن بھکا دے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”ہر چیز ٹھیک دو پہر میں کھڑی ہے اس کا سایہ بھی کھڑا ہے۔ جب دن ڈھلا، سایہ بھکا، پھر جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑ گیا، جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع، رکوع سے سجدہ اسی طرح ہر چیز پہ کھڑی ہے اپنے سایہ سے نماز کرتی ہے۔ کسی ملک میں کسی موسم میں دھنی طرف جھکتا ہے کہیں بائیں طرف۔“

◆ چاندروں اور فرشتوں کا سجدہ | پہلے کھڑی چیزوں کا جو سایہ دار ہوں سجدہ بیان ہو تھا، یہاں عام چاندروں باخصوص فرشتوں کا سجدہ بیان کر کے متنبہ فرمایا کہ ایسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اس کے آگے سر سجدہ دیں کوئی شنی یا غروران میں نہیں، جو اپنے مالک کے سامنے سر جھکانے سے رکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”مغرور لوگوں کو سر رکھنا زمین پر مشکل ہوتا ہے۔ نہیں جانتے کہ بندہ کی بڑائی اسی میں ہے، تو اضع للہ رفعة اللہ۔“

◆ یعنی فرشتے باوجود اس قدر قرب و وجاہت کے اپنے رب کے حلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم پاتے ہیں فوراً بجا لاتے ہیں۔ موضع القرآن میں ہے کہ ”ہر بندہ کے دل میں ہے کہ میرے پروردگار آپ کو نیچے سمجھتا ہے، یہ سجدہ فرشتوں کا بھی ہے اور سب کا۔“

وَاحِدٌ فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ۝ وَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

ایک ہی ہے ۳۔ مجھ سے ڈرو ۴۔ اور اسی کا ہے جو کچھ ہے سمٰوٰت میں ۵۔

الْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصْبِرْ اَوْغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا

زمین میں ۶۔ اور اسی کی عبادت ہے ہمیشہ ۷۔ سو کیا سوائے اللہ کے کسی سے ڈرتے ہو ۸۔ اور جو چو

بِكُمْ مِّنْ رَّعٰیۡهِ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

تمہارے پاس ہے نعمت ۹۔ سوا کی طرف سے ۱۰۔ پھر جب پہنچتی ہے تم کو ۱۱۔ سختی

فَاِلَیْهِ تَجْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كُشِفَ الضُّرُّ عَنْكُمْ اِذَا

تو اسی کی طرف چلا تے ہو (اسی سے فریاد کرتے ہو) ۱۲۔ پھر جب کھول دیتا ہے ۱۳۔ سختی ۱۴۔ تم سے اسی وقت

فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّہُمْ یُشْرِكُوْنَ ۝ لِّیَكْفُرُوا بِمَا

ایک فرقہ تم میں سے ۱۵۔ اپنے رب کے ساتھ مٹا ہے شریک بتانے ۱۶۔ تاکہ منکر ہو جائیں اس چیز سے

اَتٰیۡنَہُمْ ۚ فَتَمْتَعُوْا اِنَّہُمْ فَسُوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَیَجْعَلُوْنَ

جو کہ ہم نے ان کو دی ہے ۱۷۔ سوزے اڑا لو ۱۸۔ سخر معلوم کر لو گے ۱۹۔ اور ٹھہراتے ہیں

لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰہُمْ ۚ تَاللّٰهِ لَکُنَّ

ان کے لیے جن کی خبر نہیں رکھتے (جن کو خبر نہیں) ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے ۲۰۔ قسم اللہ کی قسم سے پوچھنا ہے

عَمَّا کُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَدَنَ

جو تم بہتان باندھتے ہو ۲۱۔ اور ٹھہراتے ہیں ۲۲۔ اللہ کے لیے ۲۳۔ نہیں

سُبْحٰنَہٗ ۚ وَلَہُمْ مَا یَشْتٰہُوْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُہُمْ

اداس (لڑتی نہیں) سے پاک ہے ۲۴۔ اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے ۲۵۔ اور جب خوش خبری ملے ان میں کسی کو

❖ یعنی جب تمام سماوی و زمینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بے اختیار سر بسجود اور عاجز و مقبور ہے، پھر عبادت میں کوئی دوسرا شریک کہاں سے آگیا۔ جو سارے جہان کا ملک و مطاع ہے تھا اسی کی عبادت ہونی چاہئے اور اسی سے ڈرنا چاہئے۔

❖ یعنی نکوئی طور پر ہر چر خالص اسی کی عبادت و راجعت پر مجبور ہے ”الَّذِينَ دِينُ اللَّهِ يَتَّبِعُونَ وَلَهُ اسْلَمَ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ“ (آل عمران رکوع ۹) یہ یہ مصعب ہے کہ ہمیشہ اسی کی عبادت کرنا لازم ہے ”إِلَّا لِلَّهِ الدِّينُ الْحَالِصُ“ (زمر رکوع ۱) اور جعفر نے ”دین“ کو ”جزاء“ کے معنی میں لیا۔ یعنی نیک و بد کا داغی خدا اسی ایک خدا کی طرف سے ملے گا۔ اللہ اعلم۔

❖ ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے | یعنی سب بھلائیوں و نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ جب کوئی سخت مصیبت انسان کو چھو جاتی ہے تو کٹر سے کٹر شکر بھی اس وقت سب سہارے چھوڑ کر خدا کو یکارنے لگتا ہے۔ گویا فطرت انسانی شہادت دیتی ہے کہ مصائب اور سختیوں سے بچنا خدا کے واحد کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر جس کے قبضہ میں ہر ایک نعمت و نعمت اور ہر قسم کا نفع و ضرر ہے، دوسرا کون ہے جو اس کی الوہیت میں حصہ دار بن سکے۔ یا جس سے انسان خوف کھائے اور امیدیں باندھے۔

❖ یعنی جہاں سختی و درد ہوئی منعم حقیقی کو بھلا بیٹھے اور نہایت بے حیائی سے خدائی کے حصے بخرے کرنے لگے۔ شرم نہ آئی کہ بھی تھوڑی دیر پہلے عجز و کرکے پکار رہے تھے۔ نہ محسن حقیقی کا احسان، نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے، یا کم از کم کفران نعمت سبب نفع کا موجب ہو جائے گا۔ گویا خدائے وحدہ، شریک نہ لے جو نعم فرمایا تھا بالکل اس کے انکار پر تسل گئے۔ بہتر ہے چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ خوب دنیا کے مزے اڑائیں آخر موصوم ہو جائے گا کہ اس شرکاء نہ کفران نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔

❖ یہ ن کو فرمایا جو اپنے کفایت میں، سواشی میں، تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نیار ٹھہراتے ہیں (موضح القرآن) جیسا کہ مشرکین عرب کا دستور تھا جس کا ذکر آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں گذر چکا ”فَمَا لَا يَغْلِبُ الْمُؤْمِنُونَ“ سے مراد وہی اصنام و غیرہ ہیں جنہیں مشرکین جہالت اور بے خبری سے معبود یا مالک نفع و ضرر سمجھتے تھے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل یا سند ان کے پاس نہ تھی، پھر شرکاء بھی جو رکے گئے پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں دلائلِ انسانی غصبات

❖ یعنی قیامت میں ان افتراء پرداز یوں کی تم سے ضرور ہار پرس ہوگی۔ خدا کے ذیے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک و شہیم بناؤ (باقی کسی کو ثواب پہنچانے کا مسئلہ جدا گانہ ہے وہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں)

❖ یعنی وہ کس سے پاک ہے کہ اسکے لئے اولاد و ثابت کی جائے۔ خاص کر بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرات کس طرح کرتے ہیں۔ اس آیت میں ”بنو خراہ“ کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (العیاذ باللہ)

❖ اللہ کے لئے بیٹیوں کی نسبت | یعنی خود اپنے لئے بیٹیاں دیے جانے پر رضامند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔

بِالْأُنْثَىٰ ظَلٍّ وَجْهَهُ مُسَوِّدًا وَهُوَ كَظِيمٌ ج (۵۹)

بچی کی سارے بدن پر منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹا رہے

يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَبِهِ ط أَيُّسَكُهُ

چھتا پھرے لوگوں سے مارے بذاتی اس خوش خبری کے جو سنی س کو رہنے دے

عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ط أَلَا سَاءَ مَا

ذلت قبول کر کے یا اس کو داب دے مٹی میں گرتا ہے برا

يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

فیصلہ کرتے ہیں جو نہیں مانتے آخرت کو

مَثَلُ السُّوءِ ۚ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ

ان کی بری مثال ہے اور اللہ کی مثال (شان) سب سے اوپر اور ہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ۝ وَلَوْ يُوَاقِدُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِم مَّا

ع ۱۳

حکمت والا اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر نہ

تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ

چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے

إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا

ان کو ایک وقت موعود تک پھر جب پہنچے گا ان کا وعدہ نہ

يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ

پچھے مرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ گے مرک سکیں گے اور کرتے (ٹھہراتے) ہیں

❖ یعنی ن میں سے کسی کو اگر خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر ناخوشی سے چہرہ بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ ناشدنی مصیبت کہاں سے سر پر آئی۔

❖ یعنی رمی جنگ و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔ لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا اور ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے۔

❖ لڑکیوں کو زندہ گاڑنا یعنی شب و روز ادھیڑ بن میں لگا ہوا ہے اور تجویزیں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے

دے یا زمین میں اتار دے، یعنی ہدک کر ڈالے۔ جیسا کہ جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ سلام نے آ کر اس قبیح رسم کو مٹایا اور ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ بعض نے اِنْفُسُکُمْ عَلٰی ھُوْنِ کے معنی یوں کئے ہیں ”روکے رکھے لڑکی کو ذلیل و خوار کر کے“ یعنی زندہ رہنے کی صورت میں ایسا ذلیل و خوار کر دے کہ گویا وہ اس کی اولاد ہی نہیں بلکہ آدمی بھی نہیں۔

❖ لڑکیوں کے متعلق جو خالص فیصد انکا تھا اس سے زیادہ برائے فیصد یہ ہے کہ خدا کے لئے اوراد تجویز کریں، پھر اولاد بھی ”اناث“ جس سے خود اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز ان کے لئے اور ناقص خدا کے لئے ہے۔ (احیاء باللہ)

❖ کفار کی مثال بُری ہے | یعنی مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں۔ بری مثال یا بری صفت و حالت ان ہی کی ہے وہ ہی اولاد کے محتاج ہیں۔ دکھ اور ضعفی وغیرہ میں کام آنے کے لئے انکو لڑکوں کا سہارا چاہئے۔ دفع عار یا افلاس وغیرہ کے ڈر سے لڑکیوں کو ہدک کر نا ان کا شیوہ ہے۔ آخر میں ظلم و شرک وغیرہ کا جو برنجیم ہونا چاہئے اس سے بھی وہ بچ نہیں سکتے۔ غرض ہر بچ سے بری مثال اور نقص و عیب کی نسبت ان ہی کی طرف ہونی چاہئے۔ حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور (معاذ اللہ) بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم و رفیع کے منافی ہے۔ اس کے لئے تو وہ ہی مثالیں اور صفات ثابت کی جاسکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔

❖ یعنی ر بردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا باتھوں ہاتھ دے سکتا ہے۔ لیکن فوراً سزا دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں۔ لہذا ڈھیل دیکھتی ہے کہ اب بھی باز آجائیں اور اپنا رویہ درست کر لیں۔

❖ اللہ کی ڈھیل وقت معین تک ہے | یعنی اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی گستاخی اور نا انصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی، کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے۔ اور چھوٹی موٹی خط و قصور سے تو کوئی خلی ہوگا؟ (کلکم حطاؤں) جب ظالمی و بدکار فوراً ہلاک کر دیے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ ان کا مانگہ معصومین کے ساتھ رہنا موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنے بے فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ سب بنی آدم کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم و عدوان پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مریں گے۔ بہر حال خدا اگر بات بات پر دنیا میں پکڑے اور فوراً سزا دے تو اس دنیا کا سار قصہ منٹوں میں ختم ہو جائے۔ مگر وہ اپنے حلم و حکمت سے یہ نہیں کرتا۔ بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک نہیں ڈھیدا چھوڑتا ہے۔ جب وقت پہنچی، پھر ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ تنبیہ | بعض مفسرین نے ”ماترک علیہا من دآئۃ“ سے خاص دابہ غلامہ مراد لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مطلب واضح ہے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم

لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُونَ وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ

اللہ کے واسطے جس کو اپنا جی نہ چاہے اور بیان کرتی ہیں کہ ان کا کذب ہے

لَهُمُ الْحُسْنٰی لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ

ان کے واسطے خوبی ہے آپ ثابت (محقق ہو گیا) ہے کہ ان کے واسطے آگ ہے

مُفْرَطُونَ ﴿۶۱﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ

بڑھائے جا رہے ہیں ﴿۶۱﴾ تسمیہ اللہ نامہ نے رسول بھیجے مختلف فرقوں میں

مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

تجھ سے پہلے پھر اچھے کر کے دکھائے ان کو شیطان نے ان کے کام سووی

وَلِيُّهُمْ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَمَا

رہیں ان کا بھائی اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے اور

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي

ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنائے تو ان کو وہ چیز

اُخْتَلَفُوْا فِيْهِ اَوْ هُدٰى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶۳﴾

کہ جس میں جھگڑا ہے اور سیدھی رہ بھگنے کو اور واسطے بخشش (رحمت) لوگوں کیسے جو ایمان لائے ایمان لانے والوں کے

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاحْيَا بِهٖ الْاَرْضَ

اور اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر اس سے زندہ کیا زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

اس کے مرنے کے بعد اسی میں نشانی ہے ان لوگوں کو

یعنی جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً بینیاں یا اپنے ملک میں کسی اجنبی کی شرکت یا استہزاء، تنہاف کا موعودہ، وہ خداوند قدوس کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

کفار کے جھوٹے دعوے | یہی وہ جو دایک گستاخیوں کے زہن پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے ادا ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصے سچے ہوئے تو وہاں بھی خوب چھین اڑائیں گے۔ "وَلَيْسَ ادْفْسَاةٌ رَحْمَةً مَّا مِنْ بَعْدُ صَرَءَءَ مَسْتَه لِيَقُولُوا هَذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَنْ رُحِفْتُ إِلِي رَنِي" ان لِي عِنْدَهُ لِلْخَنَسِي " (حم السجدہ رکوع ۶)

یعنی ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کے لئے کوئی خوبی درہمائی تو کیا ہوتی، مستہ، مزخ تیر ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جا رہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بھلا دیے جا رہے ہیں۔ یعنی ابدانہ بد تک کبھی مہربانی کی نظر ان پر نہ ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ س کو فرمایا جو ناکارہ چیزیں اللہ کے نام دیں اور اس پر یقین کریں کہ ہم کو بہشت ملے گی۔ ہاں، انکو، وہ یہ، بروز دور رخ کی طرف بڑھتے ہیں۔

آنحضرتؐ کو تسلی | کفار مکہ کی گستاخیوں اور لنو و سیوہ و دعاوی کا ذکر کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی حرکتوں سے دلگیر اور رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ہیں لیکن ہمیشہ یہی ہوا کہ شیطان لعین مکذبین کو ان کے عمل اچھے کر کے دکھاتا رہا۔ اور وہ برابر شرارت میں بڑھتے رہے۔ آج وہ سب خدائی عذاب کے نیچے ہیں۔ اور شیطان جو انکار فتن ہے کچھ کام نہیں سنا نہ، نگی فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔ یہی انجام آپ کے مکذبین کا ہوگا۔ بعض نے "فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْمَوْتُ" کا یہ مطلب لیا ہے کہ شیطان جس نے انگوں کو بہکا یا تھارہ ہی آج ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔ ہذا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی ہوگا۔

یعنی قرآن صرف اس لئے تارا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں (مثلاً تو حیدہ و معاد، اراد کام حلال و حرام وغیرہ) ان سب کو وضاحت و تحقیق کے ساتھ بیان کر دے۔ کوئی اشکال و خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم ﷺ بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دو ٹوک فیصلہ سنا دیں، اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کر دیں۔ آگے، ننانہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے جسے توفیق مومن قبول کرے گا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

یعنی فیصلہ اور بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت سے مستفیع ہونا اور رحمت الہیہ کی آغوش میں آنا نبی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور بطوع و رغبت ایمان لاتے ہیں۔ یعنی حاکم زمین کو سہانی بارش سے سرسبز کر دیا گویا خشک ہونا زمین کی موت اور سرسبز و شاداب ہونا حیات ہے۔

يَسْمَعُونَ ﴿١٥﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط

♦ سنے میں اور تمہارے واسطے چوپایوں میں سچے نیکوں کے لیے

نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ قَرْتٍ وَدَمٍ

پالتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے گو براہِ لب کے بیچ میں سے (دھیریاں سے)

لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرِبِ ﴿١٦﴾ وَمِنْ ثَمَرَاتِ

♦ دھیر ♦ خوشنوار پینے والی کے لیے ♦ اور میوے سے

النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَ

شہرے رانگوں کے بناتے ہو اس سے شراب

رِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٧﴾

♦ روزی خاص ♦ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے واسطے جو سمجھتے ہیں (سوچتے ہیں) ♦

وَأَوْحِ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنْ

اور ضم دیا تیرے رب نے شہ کی کھی کر کہنے

الْجِبَالِ يَئُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿١٨﴾

پہاڑوں میں اور درختوں میں اور جہاں نہیں باندھتے ہیں

ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ

پھر کھا ہر طرح کے میوے سے ♦ پھر چل رہاں میں (رستوں میں)

رَبِّكَ ذُلًّا ۖ يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ

اپنے رب کی صاف پڑے ہیں ♦ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف

یعنی اسی طرح قرآن سے چاہوں کو عام اور مردہ دونوں کو زندہ کرے گا۔ اگر توجہ قلبی اور انصاف سے سنیں گے۔

چوپایوں میں عبرت کے نشان | یعنی اونٹ گائے، بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں۔ وہ بیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں کی طرف مستقیم ہو جاتا ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندر مالی حصہ میں ایسی مشینیں لگائی ہیں جو غذا کے کچھ اجزاء کو نکھیل کر کے فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ حزام و خون بنا کر عروق میں بھیلادیتی ہے جو ان کی حیات و نظام کا سبب بنتا ہے۔ اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر و بعض خون بن گئے۔ اس دو گندنی چیزوں کے درمیان ایک قیسری چیز (دودھ) تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشبودار چیز ہے۔

مشروبات کا بیان | پہلے کتاب اتارنے کی مناسبت سے پانی تارنے کا، اگر فرمایا تھا ان آیات میں پانی کی مناسبت سے باقی انواع مشروبات کا تذکرہ ہوا ہے یعنی دودھ، شراب و خمر اور شہد۔ ایک دوسرے مانع پر جہاں جنت کی مہروں کا ذکر کیا ہے مشروبات کی یہی چار قسمیں مذکور ہوئی ہیں۔ "فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ عَذْبٍ غَيْرِ اسِيٍّ أَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ حَمِئٍ لَّدَفٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى" (محمد رکوع ۲) یہاں سے قسم کی چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں جو بڑی بڑی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھر تجب ہے کہ وہی اس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا خدام بن جاتا ہے۔ گویا شرک کے رد کی طرف اشارہ ہوا اور یہ بھی کہ جس طرح تمہاری جسمانی زندگی کے لئے خدا نے طرح طرح کے انتظامات و رمن سب سامان کئے ہیں ضرور ہے کہ روحانی زندگی اور باطنی ترقی کے وسائل و ذرائع بھی کافی مقدار میں مہیا کئے ہوئے ہوں گے۔

پھلوں کے منافع | یعنی ان میوؤں سے نشہ لانے والے شراب کشید کرتے ہوئے اور کھانے پینے کی دوسری عمدہ چیزیں مثلاً شربت، خمیر، سرکہ، اور خشک زریا، شمش و غیرہ ان سے حاصل کرتے ہوئے۔ تنبیہ یہ آیت کی ہے شراب مذہب میں حرام نہ ہوئی تھی، پینے والے اس وقت تک بے تکلف پیے تھے۔ ہجرت کے بعد حرام ہوئی پھر کسی مسلمان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ تاہم اس کی آیت میں بھی "مُسْكِرًا" کے بعد "وَرَزَقًا حَسَنًا" فرمایا کہ جو چیز مسکندہ حرام ہونے والی ہے اس پر "رِزْقٌ حَسَنٌ" کا اطلاق کرنا موزوں نہیں۔

یہاں "يَعْقِلُونَ" کا لفظ عقل سے مشتق ہے "مُسْكِرًا" کے تذکرہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ چونکہ نشہ عقل کو زائل کر دیتا ہے۔ اس لئے اشارہ فرمایا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نشہ پینے والوں کا نہیں۔

شہد کی مکھی میں اللہ کی نشانیاں | یعنی انگور کی تیل چڑھانے کو جو نیاں باندھتے ہیں یا جو عرقیں و گ تیار کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی کو حکم دینے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی فطرت ایسی بنائی جو باوجود ادنیٰ حیوان ہونے کے بہت کارگیری اور باریک صنعت سے اپنا چھتہ پہاڑوں، درختوں و مکانات میں تیار کرتی ہے۔ ساری کھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فراہم و نیر واری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو "يَعْلُوبُ" کہا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ مکھیوں کا جوس چلتا ہے۔ جب کسی جگہ مکاں بناتی ہیں تو سب خانے "مَسَدٌ تَسَادَى الْأَضْلَاحُ" کی شکل پر ہوتے ہیں۔ بدون مسطور پر کار و غیرہ کے اس قدر صحت و انضاط کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کا رکھنا آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ مسدس کے ملادہ کوئی دوسری شکل اگر اختیار کی جاتی تو محالہ درمیان میں کچھ جگہ فضول خاں رہتی۔ فطرت نے ایسی شکل کی طرف رہنمائی کی جس میں دراصل فرجہ بھی بیکار نہ رہے۔

"مُسْكِي" اور "فَاسْلُكِي" سب اہم نکویہ ہیں۔ یعنی فطرۃ اس کو ہدایت کی کہ اپنی خواہش و استعداد مزین کے مناسب ہر قسم کے پھلوں اور میوؤں میں سے اپنی غذا حاصل کرے، چنانچہ کھیاں اپنے چھتہ سے نکل کر رنگ برنگ کے پھول پھل چوتی ہیں جس سے شہد اور موم وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

شہد کی مکھی کے راستے | یعنی غذا حاصل کرنے اور کھپائی کر چھتہ کی طرف واپس آنے کے راستے صاف کھلے پڑے ہیں۔ کوئی رک ٹوک نہیں۔ چنانچہ دیکھ گیا ہے کہ کھیاں غذا کی تلاش میں بعض اوقات بہت دور نکل جاتی ہیں پھر بے تکلف اپنے چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں۔ ذرا راستہ نہیں بھولتیں۔ بعض نے "فَاسْلُكِي" مُسْلِلٌ رَتْبُكَ ذُلُّكَ کا مطلب یہ یہ ہے کہ قدرت نے تیرے عمل و تصرف کے جو فہمی راستے مقرر کر دیے ہیں ان پر مطیع و منقاد بن کر چستی رہو۔ مثلاً پھول پھل چوس کر فطری قوی و تصرفات سے شہد وغیرہ تیار کر

أَلَوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً

رنگ میں ♦ اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں ♦ لوگوں کے ♦ اس میں نشانی ہے

لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١١﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ

ان لوگوں کے لیے جو دھیان کرتے ہیں ♦ اور اللہ نے تم کو پیدا کیا ♦ پھر تم کو موت دیتا ہے

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلَى أَرْدَلِ الْعُمُرِ لَكُمْ لَا يَعْلَمُ

اور کوئی تم میں سے پہنچ جاتا ہے ♦ کسی عمر کو ♦ کہ بچے کے بچے

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿١٢﴾

اب کچھ نہ سمجھے ♦ اندھ خیر وار ہے ♦ قدرت والا ♦

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ط

اور اللہ نے بڑائی دی ♦ تم میں ایک ♦ ایک پر ♦ روزی میں

فَمَا الَّذِينَ فَضَّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ

سو جن کو بڑائی دی ♦ وہ نہیں پہنچ دیتے اپنی روزی ان کو ♦ جن سے، ملک کے

أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ط أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

ہاتھ ہیں ♦ کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں ♦ کیا اللہ کی نعمت کے

يَجْحَدُونَ ﴿١٣﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

منکر ہیں ♦ اور اللہ نے پیدا کیس تمہارے واسطے ♦ تمہاری قسم سے

یعنی مختلف رنگ کا شہد نکلتا ہے، سفید، سرخ، زرد، کہتے ہیں کہ رنگوں کا اختلاف موسم، غذا اور کھسی کی عمر وغیرہ کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

شہد ملیں شفاء ہے | یعنی بہت سی بیماریوں میں صرف شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو ہڈیوں سے مریضوں کی شفا یابی کا ذریعہ بنتا ہے | حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آرہے تھے اس کا بھائی قصور کی خدمت میں حاضر ہوا

آپ نے شہد پانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد سہال میں ترئی ہوئی۔ اس نے پھر حضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آئے لگے فرمایا۔ "صدق اللہ و کذب بطن الحنک" (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہو گئی۔ اہباء نے اپنے اصول کے موافق کہا ہے۔ بعض وقت پیٹ میں "کیوس فاسد" ہوتا ہے جو پیٹ میں پینچنے والی ہر ایک غذا اور دوا کو فاسد کر دیتا ہے اس لئے دست آتے ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ مسلات دی جائیں تاکہ "کیوس فاسد" خارج ہو۔ شہد کے مسئلہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں گویا حضور کا مشورہ اسی طبی صوں کے موافق تھا۔ مامون رشید کے زمانہ میں شامہ محسی کو جب اسی قسم کا مرض لاحق ہوا تو اس زمانہ کے شاہی طبیب یزدین دہنا نے مسلسل سے اس کا علاج کیا اور یہی عہد بتلائی۔ تی کل کے اہباء شہد کے استعمال کو مستطابقین کے مطابق ہیں۔ حد منید بتاتے ہیں۔

یہ روں سے بھلوں کی تخلیق حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں برے میں سے بھلا نکلنے کے تین پتے بتلائے۔ چاروں پتے اور خون، برکے، سے دودھ، نشے کے مادہ (انگور، کھجور وغیرہ) سے پاک ردی اور مکھی کے پیٹ سے شہد۔ تینوں میں اشارہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی بدولت چاہوں کی اولاد میں عالم پیدا کرے گا۔ حضرت کے وقت میں یہی ہو کہ کافروں کی اولاد صرف کامل ہوئی۔

انسانی وجود میں نشانی قدرت کے بہت سے خارجی نشان بیان فرما کر انسان کو متغیر کرتے ہیں کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کر۔ وہ کچھ نہ تھا، خدا نے وجود بخش پھر موت بخشی اور یہی ہوئی زندگی واپس لے لی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیر نہ سماں کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی، بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہم و قدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے۔ اور جب چاہے وہیں کرے۔ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس امت میں کامل پیدا ہو کر پھر ناقص پیدا ہونے لگیں گے۔ واللہ اعلم۔

رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت یعنی خدا کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لئے برابر نہیں۔ بجاظ تفاوت استعداد احوال کے اس نے اپنی حکمت باللہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو مالدار اور بااقتدار بنایا جس کے ہاتھ تھے بہت سے ملام اور نوکر چاہیں۔ جن کو کسی سے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ ایک وہ غلام ہیں جو بذات خود ایک پیسہ یا ادنیٰ اختیار کے مالک نہیں، ہر وقت آقا کے شرابوں کے منتظر رہتے ہیں۔ پس کیا دنیا میں کوئی قانگوارا کرے گا کہ غلام کو کر چاکر جو بہر حال اسی جیسے انسان ہیں دستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اس کی دولت، عزت، بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ غلام کا حکم تو شرعیہ سے کہ بے استغناء کسی چیز کا مالک بنایا جائے تب بھی نہیں بننا آقا ہی، مالک رہتا ہے اور فرص کروا قانگاری سے آزاد کر کے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنالے تو مساوات پیش ہو جائے گی، لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہر کیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب وہ ہم جنس اور متحد انواع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات نہیں ہو سکتی، پھر غضب ہے۔ خالق و مخلوق کو معبودیت وغیرہ میں برابر کر دیا جائے اور چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے۔ (الا شرینکاھو لک تملکھ و ما ملک)، لک حقیقی کا شریک و ہم ٹھہرا دیا جائے۔ کیا منعم حقیقی کی نعمتوں کا یہ ہی شکریہ ہے کہ جس بات کے قبول کرنے سے خود مالک بھوں چڑھتے ہو اس سے زیادہ قبیح و شنیع صورت اس کے لئے تجویز کی جائے۔ نیز جس طرح روزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی، سب کو یک درجہ میں نہیں رکھا، اگر علم و عرفان اور کمالات نبوت میں کسی ہستی کو دوسروں سے فوق کر دیا تو خدا کی اس نعمت سے انکار کرنے کی بجز ہمت دھرمی کے کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِينَ وَ

عورتیں ♦ اور آپ کے لیے آپ کے زوجوں سے

حَفَدَةً وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ أَفَبِالْبَاطِلِ

پوتے ♦ اور نیک چیزوں سے ♦ یہ جھوٹی باتیں

يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ ۝ ۙ وَ

مانتے ہیں ♦ اور اللہ کے فضل کو ♦ کفر کرتے ہیں

يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا

پوجتے ہیں ♦ اللہ کے سوا ♦ ایسے کچھ جو تمہاری

مِّنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ ۚ

آسمان ♦ اور زمین میں سے ♦ کچھ بھی ♦ اور نہ قدرت رکھتے ہیں ♦

فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَ

سو مت چسپاں کرو (بھدو) ♦ اللہ کے ♦ مثالیں ♦ بیشک اللہ جانتا ہے

أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ۛ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا

تم نہیں جانتے ♦ نے بتلائی ایک مثال ♦ ایک بندہ (نما)

مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا

پر ایمان ♦ نہیں قدرت (اختیار) رکھتا کسی چیز پر ♦ اور ایک جس کو ہم نے رزق دی تھی

رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ۖ هَلْ

طرف سے خاصی روٹی ♦ سودہ خرچ کرتا ہے اس میں سے ♦ چھپا کر ♦ اور سب کے رو بہ ♦ نہیں

یعنی نوع انسان ہی سے تمہارا جوڑ پیدا آیا تا الفت و موافقت قائم رہے۔ اور تحقیق کی غرض پوری ہو۔
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ زُجَّارًا لَتَسْكُنُوا فِيهَا وَحَقْلَ بَيْنِكُمْ مَوَدَّةً
وَرَحْمَةً (۱۷۰ روایت ۳)

جو تمہاری بقائے نوعی کا ذریعہ ہیں۔

جو غلہ ششما کی سبب ہے۔

یعنی جنوں کا احسان مانتے ہیں کہ یہاری سے چنگا کی یا جینا دیا، یا رواری دی، اور یہ سب جھوٹ اور وہ جو حج
دینے والے اس کے شکر گزار نہیں۔ کد فی الموضع۔ اور شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ فی ازل زندگانی کی
حال نوعی و جسمی کے اسباب کو تو مانتے ہو اور خدا کی سب سے بڑی نعمت (یعنی عیہ اسد م کی
ہدایت) کو جو بقا۔ ابدی اور حیات جاوید کا و حد ذریعہ ہے تسلیم نہیں کرتے الا کسل شئ و
ما حلال اللہ باطل۔

یعنی نہ آسمان سے بندہ برسرے کا خدا فی اختیار رکھتے ہیں نہ زمین سے غدا اگانے کا۔ پھر قادر مطلق کے
تریک معبودیت میں کس طرح بن گئے۔

یعنی نہ فی اس اختیار حاصل ہے نہ اسد و حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ کیسے کوئی مثال نہیں مشرک کہتے تھے کہ مالک اللہ ہی ہے۔ یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار

ہیں۔ ہمارے کام ہی سے پڑتے ہیں۔ بڑی سرکار تک براہ راست رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو یہ مثال
نقطہ ہے جو بارگاہ احدیت پر چسپاں نہیں۔ نہ ہر چیز آپ کرتا ہے خواہ بالواسطہ و بالبدو۔ ط۔ کوئی کام
کسی کو اس طرح سپرد نہیں کر رکھا جیسے سعد بن ابی وقاص نے کیا اپنے ماتحت حکام کو اختیار ات تفویض کر دیتے ہیں
کہ تفویض تو ارادہ و اختیار سے کیا ہیں بعد تفویض ان اختیار سے استعمال میں ماتحت آزاد ہیں۔
کسی مجسمہ پر فیصد کے وقت ہاشم دیا پارہینٹ کو اس وقت اور فیصد کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ نہ اس
وقت جزئی طور پر ہاشم کی مشیت و ارادہ کو فیصد صادر کرنے میں قطع دخل ہے یہ صورت حق تعالیٰ
کے یہاں نہیں۔ بلکہ ہم ایک چھوٹا برا کام اور ادنیٰ سے دنی جزئی خود واسطہ اسباب یا بدو۔ ط۔ اس
کے ہم محیط اور مشیت و ارادہ سے وقوف پذیر ہوتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ایسی رکلی جزئی کا فاعل
اور مؤثر حقیقی اعتقاد کرے تبہا اسی کو مجبور و مستعان سمجھے۔ جیسے ابن عباس وغیرہ سلف سے
فَلَا تَصْرُفُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ کا یہ مطلب منقول ہے کہ خدا کا مماثل کسی کو مت ٹھہرو۔

وومثالیس۔ یعنی تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح مثال پیش کرنی چاہئے۔ جو اصل حقیقت

اور صحیح مطلب کی تفہیم میں معین ہو۔ اور اس کی عظمت و نزاہت کے خد ف شہ پیدا نہ کرے۔ اگر صحیح
مثال چاہو تو گے وومثالیس بیان فرمائیں۔ نہیں غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو۔

يَسْتَوْنَ ۖ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾

برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لَا

دو مثالیں اللہ نے ایک دوسری مثال دو مرد ہیں ایک دانا

يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلَاهُ ۖ أَيْنَمَا

چھکا نہیں کر سکتا اور وہ بھاری ہے اپنے صاحب (مالک) پر جس طرف

يُوجِّهُهُ لَا يَأْتِ بِخَيْرٍ ۖ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ

اس کو بھیجے نہ کرے اسے کچھ بھلائی تیس پر برابر اور ایک دانا

يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۖ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ وَاللَّهُ

جو حکم کرتا ہے انصاف سے اور ہے سیدھی راہ پر اور اللہ ہی ہے پاک ہیں

غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ ۖ إِلَّا

بھیج آسمانوں اور زمین کے اور قیامت کا کام قریب ہے

كَلِمَةٍ الْبَصَرِ ۖ أَقْرَبُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

پست نگاہ کی یا اس سے بھی قریب اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ ۖ وَاللَّهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا

قادر ہے اور اللہ نے تم کو نکال تمہاری ماں سے پیٹ سے

تَعْلَمُونَ شَيْئًا ۖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

جانتے تھے تم کسی چیز کو اور ہے تم کو کان اور آنکھیں

ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں، دوسرے کا مملوک، علم سب کی طرح کی قدرت و اختیار میں رکھتا۔ ہر ایک تصرف میں مالک کی جارت کا اتفاق ہے۔ مدون جارت اس کے ساتھ ذات عین معنوں میں اور آزاد اور اختیار شخص سب جسے خدا نے اپنے فضل سے بہت کچھ قدرت اور روزی عنایت فرمائی جس میں سب کے ساتھ سب برابر ترجیح کرتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ یہ وہ انوں شخص برابر ہو سکتے ہیں؟ کی طرح سمجھنا ہوتا ہے کہ حق تو سب پر کاہل حقیقی ہے۔ سب قریش اور غویہ اس کے خزانہ میں ہیں جس کو جو چاہے دے۔ کوئی عزت کرے۔ نہیں۔ اور ہر کی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت واس کے برابر کر دیا جائے۔ جو کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ خود پر یہاں سے۔ اگر مالک جاری اور مملوک جاری برابر نہیں ہو سکتے تو کوئی مملوک محض مالک حقیقی کا شریک ہے۔ نہ سکتا۔ یہاں سے یہ بھی سمجھ لو کہ خدا نے دھند کا پرستار جسے مالک نے علم و ایمان کی بات بخشتی اور دلوں میں شب و روز و حالی نعمتیں تقسیم کرنے کا یہ یہاں سے ایک پلید شریک و جوت کا مملوک، اہواء و اہام کا علم و عقل متہول سے محض تہی دست ہے نہ میں سے۔ مگر برابر رکھ دیا جائے سکتا ہے "کا" کا۔

گناہ کا نہ تو ذمی طور پر بہر بھی ہوگا۔ گویا نہ اپنی مدت۔ اور نہ ہی نہ۔

کیونکہ وہ اس رکھتا ہے نہ عقل، اور پانچ ہے جو چل پھر بھی میں ملتا۔

یہ مالک کے کسی کام کا نہیں۔ خدا سے جیہنا چاہے یا مقرر۔ یہ جو بدلی و رفت نہ پائی سکتے۔

یعنی خود سیدھی روپر قائم و کرداروں کو بھی اعتدال و اسلاف کے راستے پر رہا ہے۔ جب یہ انوں شخص پر نہیں ہو سکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی صورتی کو (احیاء و ہمد) خدا کی کار و خیر و خیر و بد کرتا ہے۔ یا ایک مددگار شریک جو خدا کی پیدا کی ہوئی روئی کرتا ہے اور چھدا ہوا کام کر کے نہیں دیتا اس میں تو سب کی ہمد کی سے رسالت ہے جو خود سیدھی راہ پر ہوا اور دوسروں کو اپنے ساتھ ترے جائے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ خدا اس مخلوق ایک تہ نعمتوں سے نہ چل سکے جیسے وہ کا علم، دوسرا رس جو اندکی راہ دہا ہے ہر اردوں کو و آپ ہدیٰ پر قائم کے اس کے تابع ہونا استریاں کے اھ۔

انہ تمام بھیدوں کو جانتا ہے | یعنی ہماری مخلوق میں نہ ہونی۔ ایک آدمی کا حال دوسرے سے بے انہ مختلف ہوا۔ سب چیزیں ایک سطح مستوی پر کھڑی نہیں کی ہیں۔ اس کا حید و رعب کی پوشیدہ استعداد، انسانی حالت کا علم خدا ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ وہ اپنے علم محیط کے موافق قیامت میں ہر ایک سے ساتھ جدا جدا کرے گا۔ اور مختلف حوس پر مختلف نتائج مرتب فرمائے گا۔

قیامت دور نہیں | یعنی قیامت کے آنے سے بعد موت سمجھو، خدا کے آنے کوئی چیز مشکل نہیں۔ تمام دلوں کو جب دوبارہ پیدا کرنا چاہے گا تو ایک جھپکنے کی ایر بھی نہ لگے گی، اھر سے ارادہ ہوتا ہے جہنم ردن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہو جائے گی۔ تبھی "کلّمح البصراؤھو افول" کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے محسوسات کے موافق تو اس کی سرعت کو آنکھ جھپکنے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ لیکن واقعی اس سے بھی کم میں قیامت قائم ہو جائے گی۔ کیونکہ "بصر" بہر حال رہتی چیز ہے اور ارادہ خداوندی پر مرا کا ترتیب تہی ہوگا۔

یعنی جس کے علم محیط کا وہ حوس ہو کہ آسمان و زمین کے سارے جہیز کے سامنے حاضر ہیں اور جس کی قدرت کا وہ ذرہ ذرہ پر محیط ہو۔ بعد اس کا ہمد کون ہو سکتا ہے؟ اور اس کی چوری مثال کون سے! سکتے ہیں۔

وَالْأَفْدِيَّةَ ۚ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۵۸﴾ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى

کیا نہیں دیکھے

احسان مانو

تاکیر

اور اس

الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوْ السَّمَاءِ ۖ مَا يُبْسِكُهُنَّ إِلَّا

اڑتے جانور علم کے بندھے ہوئے آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں تو مہربان کو سوائے

اللَّهُ طَائِفٌ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَاللَّهُ

اللہ کے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اور اللہ

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ

بنادینے تم کو

تہیہ کر کے

تہیہ کر کے

اور بنادینے تم کو

مِّنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ

جو پاؤں کی کھال سے جو پتھر رہتے ہیں تم پر ذریعہ جس دن

ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ ۚ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَ

سفر میں ہو اور جس دن تم میں اور بھینسوں کی اذان سے

أَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ﴿۶۰﴾

انٹوں کی بھریوں سے اور بھریوں کے ہاتھ سے کتے، سب اور استعمال کی چیزیں وقت مقرر تک

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُمْ

اور اللہ نے بنادینے تمہارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سایے اور بنا دیں تمہارے واسطے

مِّنَ الْجِبَالِ أَكْنَآثًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيَكُمُ

پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں اور بنادینے تم کو کرتے جو پھیلا دیں

اپنے وجود میں غور کرو | یعنی پیدائش کے وقت تم آجھ جانتے اور سمجھتے تھے، خدا تعالیٰ نے علم کے ذرائع اور سمجھنے والے دل تم کو دیے۔ جو بذات خود بھی بڑی نعمتیں ہیں اور انھوں نعمتوں سے مستمتع ہونے کے وسائل ہیں۔ اگر کچھ کان، عقل وغیرہ نہ ہوتو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ جو جن آدمی کا بچہ بڑا ہوتا ہے اس کی علمی و عملی قوتیں، تدریجاً بڑھتی جاتی ہیں۔ اس کی شکر گزاری یہ تھی کہ ان قوتوں کو مومن کی طاعت میں خرچ کرتے، اور حق شای میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے، نہ یہ کہ بے اسان ماننے کے لئے جود پر کمر بستہ ہو جائیں۔ اور منعم حقیقی و چھوڑ مراد نہ پتھر کی پرستش کر لیں۔

پرندوں میں نشانیوں | یعنی جیسے آدمی واس کے مناسب قوی حیثیت فرماے، پرندوں میں ان کے حالات کے مناسب فطری قوتیں ودیعت کیں، ہر ایک پرندہ اپنی اڑان میں قانون قدرت کا تابع اور خدا تعالیٰ کے حکم کی ادائیگہ کرتا ہے۔ ست کی درگاہ میں اڑنے کی تعلیم نہیں دی گئی، قدرت نے اس کے پر اور بازو اور دم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت سہولت سے آسانی لفظ میں اڑتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جسم ثقیل ہوئے لطیف کو چیر پھار کر بے اختیار پیچھے پڑے۔ یا زمین کی عظیم الشان کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور پھر ان سے منع کر دے۔ کیا خدا کے سوا کسی اور کا ماتھ ہے جس نے ان کو بے تکلف لفظ لے سہولت میں روک رکھا ہے۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”جنی ایمان لانے میں بعضے اکتاتے ہیں، معاش کی فکر سے، سو فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لاتا۔ کہانی کے اسباب کہ کچھ کان دل وغیرہ ہیں، امدادی دیتا ہے اور اڑنے کا ذرہ دھر میں آخر کس کے بھروسہ رہتے ہیں“ ہ

یعنی ایسا، پتھر مٹی وغیرہ مکان۔

اللہ نے تمہارے مسکن بنائے | جنی ینت پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے، اس لئے چڑے اور اداں وغیرہ کے ذریعے خیمے بنانے سکھا دیے جو سہولت منتقل کے جاسکتے ہیں۔ سفر، حضر میں جہاں چاہوں نصب کر دو اور جب چاہوں پیٹ کر رکھ دو۔ بعض نے ”یوم طعمتکم ویوم اوفامتکم“ کا یہ مطلب لیا ہے کہ چلنے کے وقت اللہ نے میں اور کسی جدا کرتے وقت نصب کرنے میں ملکہ رہتے ہیں۔

یعنی اوند کی چشم سے۔

مختلف انعامات | یعنی ان چیزوں سے کتنے سامان رہائش و آسائش کے تیار کئے جاتے ہیں جو ایک وقت معین یا مدت دراز تک کام دیتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل و دماغ نہ دیتا، کیا یہ سامان میسر آسکتے تھے۔

مثلاً بارش، درخت، مکان اور پہاڑ وغیرہ کا یہ قانون قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے۔

جہاں سر چھپ کر بارش، دھوپ یا دشمن وغیرہ سے اپنی حفاظت کر سکتے ہو۔

الْحَرَّوَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بِأَسْكُمُ ۖ كَذَلِكَ يُتِمُّ

گرمی میں ♦ اور کرتے جو یہی وہیں ٹہرائی میں ♦ اسی طرح پورا کرتا ہے

نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ﴿۸۱﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا

اپنا احسان تم پر تاہم ♦ قسم نو ♦ پھر اگر پھر جا میں

فَإِنَّا عَلَيْكَ الْبَلَدُ الْمُبِينُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ

ذخیرہ کا متوجہ ہے ♦ صول کرنا دینا ♦ پہچانتے ہیں

اللَّهُ ثُمَّ يُنْكِرُ وَنَهَا وَأَكْثَرَهُمُ الْكُفْرُونَ ﴿۸۳﴾ وَيَوْمَ

احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں ♦ اور بہت ان میں شمار ہیں ♦

نُبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ

کھڑا کریں ہر ہر فرقہ میں ایک بتائے گا ♦ پھر حکم (جائزہ) نہ دے گا

كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿۸۴﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

منکروں کو اور نہ ان سے توبہ لی جائے ♦ اور جب دیکھیں گے

الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۸۵﴾

عذاب کو پھر ہکا نہ ہوگا ان سے ♦ اور نہ ان کو ڈھکیل دے گا

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا

اور جب دیکھیں شرک اپنے شریکوں کو کہیں کہ رب

هَؤُلَاءِ شُرَكَائُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِنْ دُونِكَ ۚ

یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے ♦ تیرے سوا

حضرت شاہد حسب لکھتے ہیں ”جن رتوں میں رُرمی کا بچہ دے، سروں کا بھی بچہ ہے۔ پر اس ملک میں رُرمی زیادہ تھی اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔“
یعنی زر ہیں جو رُرائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔

جسمانی اور روحانی تربیت کا سامان | یعنی دیکھو اس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی و عملی قومیں مرحمت فرمائیں جن سے کام لیکر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ جس ۔ مادی اور جسمانی دنیا میں اس قدر احسانات فرمائے، روحانی تربیت و تکمیل کے سلسلہ میں ہم پر اپنا حساب پورا نہ کرے گا۔ بیشک پورا کر چکا۔ ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا“ (مائدہ رُوم ۱) ضروری ہے کہ سب لوگ اس کے، حسان کے گئے گئے نہیں جھکا دیں، اس منعم حقیقی و رحمن اعظم کے مطیع و منقاد ہو کر رہیں۔

یعنی اگر اس قدر حسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھائیے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے، کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سن دی گئیں۔ آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔
یعنی بیشک جتنے بدے شکر گزار بھی ہیں ”وَقَبِلْ مَرُ عَادَى الشُّكُورُ“ (سہ رُوم ۶) لیکن کثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عبادت کو، سمجھتے ہیں۔ حسانات کو سمجھتے ہیں، مگر جب شکر گزاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں۔ گویا اس سے سمجھتے ہیں اور عمل سے انکار کرتے ہیں۔

کفر و ناشکری کا انجام | یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتاتے ہیں۔ یہ یاد رکھو وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام گلی بچھیں امتیں احکم الی کمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تا اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ سب کشائی کر سکیں یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور سب کشائی کا ہے میں کریں گے، در نہ حالیکہ انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سمجھ میں گئے کہ یہ ”دار جزا“ ہے ”دار عمل“ نہیں جواب توبہ کر کے خطائیں معاف کرا لیں۔

یعنی نہ مذاہب کی فتنے میں کی ہوگی اور نہ درمیان میں وقفہ ہوگا کہ تھوڑی دیر مہلت مل جائے، پھر از سر نو عذاب شروع ہو۔ بعض نے ”وَلَا يُنْظَرُونَ“ سے یہ مراد لیا ہے کہ جہنم کو دیکھنے کے بعد ایک منٹ کی ڈھیل نہ ملے گی۔ جہنم فوراً بحرین کو اس طرح چک لے گا جیسے پرند ایک دم دانہ اٹھ کر نکل جاتا ہے۔ گویا سرعت دخول کی طرف اشارہ ہوا۔

کفار اور ان کے جھوٹے معبود | جتنی ہم تو ان کی بددست داری گئے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذات خود بے تصور ہیں، یا یہ کہ انہیں دوہری سزا دیجئے۔

فَالْقُوا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٦٧﴾ وَالْقُوا

حب وہاں پر انہیں کے بات کرتے جھوٹے ہو اور پڑیں

إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَامَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

اللہ کے گئے اس دن وہاں سے ان سے (جہ) اور بھول جائیں گے

يَفْتَرُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ

جھوٹ بنا رہتے تھے جو لوگ کفر میں ہیں اور روکے رہے ہیں

اللَّهُ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا

راہ سے ان کو ہم بڑھادیں گے عذاب پر عذاب بدل اس کا جو

يُفْسِدُونَ ﴿٦٩﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

شرارت کرتے تھے اور جس دن ہم ہر قوم میں ایک شہید

عَلَيْهِمْ مِّنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلٰٓ

ان پر انہی میں سے اور تجھ کو شہید بنائے

هَؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ

ان لوگوں پر اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب اور اتمام

شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٧٠﴾

ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری علم ماننے والوں کے لیے

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قربت وادب (کو)

باطل معبودوں کا جواب | جینی جہٹے، جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہریا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم محض اپنے اوباس و خیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی، یا جن شیطانی پرستش کرتے تھے۔ مگر وہاں شیطان بھی یہ کہہ کر لگ بھگ "وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمُ فَاتُّبِعْتُمْ لِيَ وَلَا تَلُومُوا مَنُومُوا لِي وَتَلُومُوا أَنفُسَكُمُ" (ابراہیم کو ۴۴) غرض جن چیزوں کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا، سب اپنی عیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ کوئی حج کوئی چھوٹ پتھر کے بتوں کو تو سرے سے کچھ خبر ہی نہ تھی۔ ملائکہ اور بعض حیاء و حسنین ہمیشہ شرک سے سخت نفرت و بیزاری و اپنی خاص سنگی کا اظہار کرتے رہے۔ روئے تیا طین سوان کا اظہار نفرت کو جھوٹ ہوگا، تاہم اس سے مشرکین کو کلی طور پر بڑی ہوجائے گی کہ آج بڑے سے بڑا فتنہ بھی کام آنے والا نہیں۔

یعنی ساری ظمطراق اور افتراء پر داریاں اس وقت غائب ہوجائیں گے سب عاجز و متہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی طاعت و نیکو کار کا اظہار کریں گے "أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصُرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا" (مریم کو ۲) یعنی ایک عذاب تو ان کا حق پر، دوسرا اس پر کہ وہیں کو خدا کی رو سے روکا۔ یا ایک عذاب صدر و جرم پر، دوسرا اس کی عادت ڈالنے پر۔ ہر حال آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل و مدارق متفاوت ہو گئے، جہنم کا عذاب بھی کتنا ہیغا و نونا متواتر ہوگا۔

آخرت میں آنحضرتؐ کی شہادت | جینی وہ ہولناک دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہ احدیت میں بیان دے گا۔ اور آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کی حالت بتائیں گے بعد بعض مفسرین کے قول کے موافق آپ ان تمام شہداء کے لئے شہادت دیں گے کہ بیشک انہوں نے اپنا فرض منصبی بخوبی ادا کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال بر روز حضورؐ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعلیٰ فیہ کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہر ایمان پر مشتمل ہو کر نائنقوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

قرآن کریم رحمت و بشارت ہے | یعنی قرآن کریم میں تمام موم بدیت اور اصول دین و فلاح دین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آگے جن کا ذکر، پر ہوا۔ اندریں صورت حسن و پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اتاری گئی اس کی مسطوریت اور وسعت داری بھی بہت بھاری ہوگی گویا "شَهِدْنَا عَلَىٰ هَؤُلَاءِ" کے بعد "وَرَزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ" "فرما، حضورؐ کے تنظیم مرتبہ و درسی مرتبہ کے مناسب مسطوریت کی طرف لطیف اشارہ فرمادیا۔ "لِّلْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلِلْمُسْلِمِينَ" (اعراف کو ۱۸) سن کثیر نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے فرمانبردار و نداد کو شکار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

کے بچنے کا منع کرتا ہے، بدکاریوں سے روکتا ہے اور باغیوں سے روکتا ہے۔

يُعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا

تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو اور پورا پورا عہد بندہ رہو۔

عَهْدُكُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَ

اپنی قسموں میں مہم نہ کرو اور نہ توڑو اور قسموں کے بعد پکارنے کے بعد۔

قَدْ جَعَلْتُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

تم کیا کرتے ہو (مگر وہ تم پر کافیلاً ہے) اللہ جانتا ہے۔

تَفْعَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا

تم کرتے ہو۔ اور نہ بنو جیسے وہ عورت جس نے اپنے سات کا تار

﴿قرآن کریم کی جامع ترین آیت﴾ قرآن کو سبب لکھ لکھی ہو گیا تھا۔ یہ آیت اس کا ایک نمونہ ہے۔ بن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں سمجھا دیا ہے۔ وہی کوئی عقیدہ، خلق، بیت، عمل، معاملہ، ایسی ہی آیت نہیں جو اس کے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ قرآن میں کوئی ۱۰۰ صریح آیت نہ ہوئی تو کیا یہ ہی آیت "نیسا لکل شیء" کا ثبوت دینے کے کافی تھی۔ شاید ہی سے خدیجہ و راشدہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے عہد میں اس سورج کے مٹنے سے سو دن کا مہرہ رہا۔ اس آیت کی جامعیت سمجھانے کے لیے اس آیت کی تفسیر کی ضرورت ہے۔ تاہم تھوڑا سا اندازہ یہی ہے کہ آیت میں تین چیزیں شامل فرمائی ہیں۔

عدل و احسان عدل سے احسان^۱ اور ان کی قریبی^۲ "حسن" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کے ترزو میں کلموں، ارادوں و تہذیب سے کوئی پرہیز نہ کرے، نہ خست و خست آئن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دائرہ ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات چنے سے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔ "احسان" کے معنی یہ ہیں کہ اس بذات خود کوئی اور بھائی یا پیر بن کر اس کا بھلا چاہے۔ مقام عدل و انصاف سے ذرا دور بندہ سو فیض و ثمن و تحفہ و زینت حاصل کرتا ہے۔ غرض ادا کرنے کے بعد تھوڑے عجز کی طرف قدم بڑھائے انصاف کے ساتھ موت و جمع کرے۔ مریضین رکھے کہ جو کچھ بھلائی کرے گا حد است اکیڑہا ہے۔ آخر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا۔ **الاحسان** ان تعبد اللہ کما انک تراء فان لم تکن تراء فاسہ

مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا ۖ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا

محنت کے (مضبوط کرنے کے) بعد کڑے نعرے ۖ اپنے ٹھہرے (اپنی قسموں) ۖ جس نے کاپی نہ

بَيْنَكُمْ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۖ

ایک دوسرے میں (آپس میں) ۖ اس واسطے کہ ایک فرقہ سوچڑھا ہوا ۖ دوسرے سے

إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ

یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو اس سے ۖ اور آئندہ کھول دے گا تم کو ۖ قیامت

الْقِيَامَةِ مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

کے دن ۖ جس بات میں تم جھگڑ رہے تھے ۖ اور اللہ چاہتا

لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَ

تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا ۖ لیکن راہ بھڑاتا ہے ۖ جس کو چاہے ۖ اور

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۖ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ

بھڑاتا ہے ۖ جس کو چاہے ۖ اور تم سے پوچھ ہوگی ۖ جو کام تم کرتے تھے ۖ

وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمُ

اور نہ ٹھہراؤ ۖ اپنی قسموں کو ۖ دھوکا (فریب) آپس میں ۖ کہ ڈنگ (پنل) اندھانے کی کاپیوں

بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ

جنے کے پیچھے ۖ اور تم چکھو سزا ۖ سب بات پر کہ تم نے روکا

سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۖ وَلَا تَشْتَرُوا

اللہ کی راہ سے ۖ اور تم کو بڑا عذاب ہو ۖ اور نہ لو

عہد توڑنے کی مثال یعنی عہد باندھ کر توڑنا ان کی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کت کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسی ہی کیا کرتی تھی، مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے سبے تکلف توڑ ڈالتا سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ قول و قرار کی پابندی ہی سے عدس کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قوم میں قانون عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں، ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں جہاں معاہدہ قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردی کی نوکری میں پھینک دیے گئے۔

یعنی معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا، مکاری اور حیلہ ساری کا آ۔ مت بناؤ۔ جس طرح اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے طاقتور دیکھ کر معاہدہ کر لیا پھر جس وقت کوئی جماعت اس سے بڑھ کر معزز اور طاقتور سامنے آئی، پہلے معاہدہ توڑ کر نئی جماعت سے عہد و پیمان گاتھ لئے۔ پھر چند روز بعد ان حلفاء کو کمزور بنانے اور اپنے کو بڑھانے کا موقع پایا تو فوراً معاہدات توڑ ڈالے اور سب قسمیں اور حلف بالائے طاق رکھ دیے۔ بعینہ جس طرح آج کل یورپین اقوام کا معمول ہے۔

قوموں کی قوت اور ضعف میں آزمائش ہے یعنی قوت و ضعف میں اقوام کا اختلاف ان میں سے کسی کو اوپر چڑھانا کسی کو نیچے گرانا، خدا تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے رکھا ہے اور ایضاً عہد کا حکم دینے میں بھی تمہارا امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں کون ثابت قدم رہتا ہے کہ اپنا عہد پورا کرنے میں حلفاء کی قوت و ضعف کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ باقی اقبال و ادبار کسی کے بدلے سے بد مانہ نہیں جاتا۔ ادبار کی جگہ اقبال اور ضعف کی جگہ قوت خدا ہی لائے تو آئے۔ ہاں بد عہدی کا خیل آنا اس کی علامت ہے کہ ادبار آنے والا ہے۔

یعنی یہاں امتحان ہے نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائے گا۔ جس وقت ضعف و طاقت کے سب جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔

یعنی اسے قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا، مگر حکمت اس کو مقتضی نہ تھی۔ جیسا کہ کئی مواقع میں ہم اسکی تقریر کر چکے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”اس سے معصوم ہوا کہ کافر سے بھی غدر اور بد عہدی نہ کرے۔ کفر ان باتوں سے ہوتا نہیں۔ اور اپنے اوپر وبال آتا ہے۔“

بد عہدی سے بچو یعنی عہد شکنی کر کے اور قسمیں توڑ کر بد عہدی کی راہ مت نکالو۔ اور مسلمان قوم کو بدنام نہ کرو کہ تمہارے خرب اور پست کیر کمزور کو دیکھ کر یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں اور غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہونے سے رکے لگیں۔ اور تم پر خدا کی راہ سے روکنے کا گناہ چڑھے جس کی سزا بڑی سخت ہوگی۔

بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ إِنَّمَا عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ

اللہ کے عہد پر ممال (مال) اتھڑا ہوا ہے ٹھیک جو ثمن کے برابر ہے وہی بہتر ہے

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ

تمہارے حق میں اگر تم جانتے ہو جو تمہارے پاس ہے فقیر و غنا کا

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُ الَّذِينَ صَبَرُوا

اور جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ دگا (سورہ بقرہ ۱۷۷) اور ہم بدلے میں دیں گے صبر کرنے والوں کو

أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ مَنْ عَمِلَ

اُن کا حق اچھے (بہتر) کاموں پر جو کرتے تھے جس سے یا

صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ

نیک کام مرد یا عورت کو اور وہ ایمان پر ہے اور اس کو ہم زندہ کریں گے

حَيَوَةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ

ایک اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے اُن کو اچھے کاموں پر

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ

جو کرتے تھے سب سے پہلے قرآن تو پڑھ لے

بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ

اللہ کی شیطان مردود سے اس کا ذوق نہیں

سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝

جنت ان پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں

اللہ کا عہد پورا کرو | پید نہ کو تھ آپس میں قوت توڑنے کا۔ اب بندہ سے قول توڑنے کا ذکر ہے۔ معنی مال طمع سے خلاف شرع حکم مت کرو۔ نجا مکار ایسا مال وہاں۔ لے گا۔ جو موافق شرع، تمہارے حق میں وہی بہتر ہے۔ (موضح القرآن) یو ایف نے عہد کا جو جرحہ خدا کے یہاں ہے گا وہ اس ضمن قلیل سے تیس بہتر ہے۔ ضمن قلیل اس سے کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تب بھی حرمت کے مقابلہ میں قلیل و حقیر ہے۔

پھر باقی وہ نہ کو چھوڑ کر فانی و زائل کا پسند کرنا کہاں کی عقلندی ہے۔

یہی جملہ لوگ خدا کے عہد پر ناپاکی قدم ہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے، انکا جرحہ ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہتر بن عمل کا بدلہ ضرور بہارے یہاں سے مل کر رہے گا۔

عمل صالح اور حیات طیبہ | و پر کی آیت میں صابرین اور پائے عہد کرنے والوں کے جرحہ ذکر تھا۔ یہاں تمام اعمال صالحہ کے متعلق ماضیہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی بات رکھے، بشرطیکہ وہ کام صرف صورتاً نہیں بلکہ حقیقتہً نیک ہو۔ جن ایساں اور معرفتِ حقیقی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک، تہری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً، دنیا میں حلال روزی، حق و عزت و غنائے قلبی، سکون و امن و نیت، ذکر اللہ کی لذت، حب ہی کا مزہ، ادا لے فرض نبویہ کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ کچھ باریک عارف نے ہاتھ میں

یوں چتر سجھ کر رہنا۔ دریاں آبر بہا ہوں ملک بنجرم | زندگ کہ با فتم خبر از ملک نمر شب | من ملک نیم روز بیک جوئی خرم | آج ہے۔ "اھل البیت فی لیلہم الدھم اھل اللہو فی لیلہم" اسی سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر سدا طین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں، رات کے گھنٹے میں یہ لذت و دوست حاصل ہوتی ہے، تو اس کے چہینے کے اسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے کرتے ہیں۔ بہر حال مومن قانت کی پاک اور مزیدار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور یاد رکھ جاتا ہے۔ "خرا نند، اس حیات طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے حیدۃ بلاموت و عسی بلافقر و وصحة بلامسقم و ملک بلامہک و سعاده بلا شقاۃ" (رقی اللہ تعالیٰ بقصلہ و مہ اناھا۔) سمجھیے اس آیت نے حدود کیا کہ قانت کی فکر میں عورت، مرد، دنیا، شے اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ یعنی عورت اور مرد باقی تیار اپنے حسب حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن کی تلاوت کا ایک خاص ادب | حدیث میں سے "حیرو کتم من تعلم القرآن و علمہ" (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے، دیکھو۔) مضمون یہ کہ مومن کے لئے قراءت قرآن بہترین کام ہے۔ اور نیچلی آیات میں "مرتبہ بہتہ کاموں پر اجر ملنے کا ذکر تھا۔ اس سے یہاں قراءت قرآن کے بعض ادب کی تعلیم فرماتے ہیں تاکہ آدمی بے حقیقتی سے اس بہتر کام کا اجر ضائع نہ کر بیٹھے۔ شیطان کی وحش ہمیشہ یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قراءت قرآن جیسے کام جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے، ایک ٹھنڈے دل سے ٹوڑا کر سکتا ہے۔ ضرار اس کی کوشش ہوں کہ مومن کو اس سے باز رکھے، اور اس میں کامیاب نہ ہو تو یہی آفات میں مبتلا کر دے جو قراءت قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب مغویانہ تدبیروں اور پیش آنے والی فریبوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قراءت قرآن کا ارادہ کرے، پہلے صدق دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زار سے بھاگ کر خداوند قدوس کی پناہ میں آجائے۔ اصلی استعاذہ (پناہ میں آنا) تو اس سے ہے۔ مگر زبان و دل کو موافق کرنے کے لئے مشروع ہے کہ بندہ قراءت میں زبان سے بھی اغویہ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے۔

مؤمنین پر شیطان کا زور نہیں چلتا | یعنی جس نے خدا پر بھروسہ کیا، اس کی پناہ و حوذی اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا شخص کسی وقت محض تمویزی ارے سے بے مقصد، شریت شیطان کے چمکے میں آیا بھی تب بھی شیطان اپنا قبضہ اور تسلط اس پر نہیں جاسکتا۔ بہت جلد اس کی آنکھ کھل جائے گی اور نفعت میں تمادی نہ ہوں۔ "ان الذین اتقوا ادا مسہم طائف من الشیطان تدکر و اداہم فبصروں و احوالہم یمتدوہم فی العی ثم لا یفصروں" (اعراف رکوع ۲۳)

إِنَّمَا سُلْطَنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ

اس کا زور تو انہی پر ہے جو اس کو رہنمائی سمجھتے ہیں اور جو

بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ

اس کو شریک مانتے ہیں ﴿۳۰﴾ اور جب ہم بدل لیتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنْزِلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ

اور اللہ خوب جانتا ہے جو نازل کرتا ہے تو کہتے ہیں تو تو بھڑاتا ہے

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ

یہ بات نہیں پر اکثر وہ لوگ ان میں خبر نہیں ﴿۳۱﴾ تو کہہ اس کو اتارا ہے پاک

الْقُدُّسُ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا

فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے بلاشبہ ﴿۳۲﴾ تاکہ ثابت کرے ایمان والوں کو

وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۳۲﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ

اور ہدایت اور خوش خبری مسلمانوں کے واسطے ﴿۳۳﴾ اور ہم کو خوب معلوم ہے

أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّلسَّانِ الَّذِي

کہ وہ کہتے ہیں اس کو تو سکھاتا ہے ایک آدمی جس کی طرف

﴿۳۴﴾ جی جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر مہروسہ کرنے کے اس پر مہروسہ رہیں۔ گویا اس کو خدائی کا شریک

تھیں یا اس کے انگوٹھے سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں، انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جس طرح چاہتا ہے انہیوں پر نچاتا ہے۔

﴿۳۵﴾ نسخ کی حقیقت پہلے حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان رجیم کے کید سے بھاؤ ڈھونڈو۔ کہیں وہ اس ہمسرین کام میں رکاوٹ

اور خرابی نہ ڈالے۔ یہاں اس کی بعض رکالوں کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کے متعلق پیدا کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک

مرتبہ تو نازل ہوا نہیں، موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں۔ ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے۔ پھر دوسرے وقت حاجات کے

تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا مثلاً ابتداء میں قتل سے ممانعت اور ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اجازت دی

گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا۔ قُمْ اِلَیْلًا قَلِیْلًا یُضْفِیْهِ اِنْ تَحْزَنْ مَدَّتْ کَیْ جَعَلَکَیْ مِیْنِ یَا یَاتِ نَازِلْ ہُوْکِیْنِ۔ ”عَلِمَ اَنْ لَّنْ نَّخْصُوْهُ فَاَنْتَ عَلَیْکَہُ فَاَقْرَءْ وَاَمَّا یَسْرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ الْحِ“ کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے (معاذ اللہ) پہلے بے خبری سے، ایک بات کا حکم دے دیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بتلاتے ہیں۔ ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہو سکتے ایک دن کچھ دوسرے دن کچھ۔ اس طرح کے شبہات و وساوس ممکن تھے شیطان جنس مسلمانوں کے دلوں میں القا کرے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔ تم کو اگر ”منہج“ کی حقیقت معلوم ہوتی تو کبھی یہ لفظ زبان سے نہ نکالتے ”منہج“ کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ایک موعود کی حکم کی موعود پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیج جائے۔ کیا طیب منہج کا نسخہ دس بیس دن بدل کر اس مسئلہ تجویز کرے تو اسے طیب کی کم علمی یا بے خبری پر محمول کیا جاسکتا ہے؟ جو ایسا ہے وہ خود جاہل و بے خبر کہلے گا۔ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جس وقت جو حکم اتارا گیا یعنی جو روحانی تدبیر اور تحویز کی گئی وہ کہاں تک مریضوں کے مزاج اور حالات کے منسوب ہے۔

❖ قرآن روح القدس کا لایا ہوا ہے | یعنی میری کسی بشر کا بنایا ہوا لہذا نہیں۔ یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس (پاک فرشتہ، ہرمل امین) کے ذریعہ سے تین حکمت و مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا گوئی ”مَنْ رَئٰکَ“ کہہ کہ متنبہ فرمادیا کہ اس کی نازل کرنے والی وہ سستی ہے جس نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی س قدر حیرت انگیز طریقہ سے ایسے اعلیٰ و اکمل خلاق پر تربیت فرمائی جو تمہارے سامنے ہے۔ اور ”روح القدس“ کا واسطہ بیان فرما کر شاید اس حرف شہادہ کرنا ہو کہ اس کلام کا حامل ”روح القدس“ بنایا گیا، دور و رحمت پائیزگی اور ملکوتی نصال کا پیر ہونا چاہئے۔ چنانچہ دیکھ لو ان ”صاف“ میں اس شان کا کیا کوئی دوسرا کلام آسان کے نیچے نظر آتا ہے۔

❖ یعنی موقع موقع اور ہر وقت، حکام و آیات کا نزول دیکھ کر ایمان والوں کے دل قوی اور اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے ہر حال اور زندگی کے ہر ایک دور سے پورا خبردار ہے اور نہایت حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے۔ جیسے حالات پیش آئیں ان کے موافق ہدایت و رہنمائی کرتا اور ہر کام پر اس کے منسوب خوشخبری سناتا ہے۔

❖ آنحضرتؐ پر ایک احمقانہ اعتراض | یعنی قرآن شریف نہ خدا کا کلام ہے، ورنہ نسخ اس میں نہ ہوتا اور نہ یہ آپ کا کلام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ کا امی ہونا سب کو معلوم و مسلم تھا۔ ایک امی جس نے نہ کبھی کوئی کتاب چھوئی ہو نہ قلم ہاتھ میں پکڑا ہو، بلکہ باوجود امی ہونے کے قریشی ہونے کے چار بیس برس تک ایک شعر بھی زبان سے نہ کہا ہو، جس میں عرب کی چھوکریاں تک فطری سلیقہ اور حکم رکھتی تھیں۔ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ بدون تعلیم و تعلم کے دفعہ ایسی کتاب بھلائے جو اس قدر عجیب و غریب علوم و حکم و موثر ہدایات اور کایا پٹ کر دینے والے قوانین و احکام پر مشتمل ہو۔ ناگزیر کہنا پڑے گا کہ کوئی دوسرا شخص انہیں یہ باتیں سکھاتا اور ایسا کلام بنا کر دے دیتا ہے۔ وہ شخص کون تھا جس نے بے اندازہ قیامت سے قرآن جیسی کتاب تیار ہوئی اس کے نام میں اختلاف تھا جبر، یس، عایش، لعیث۔ کئی غبی غلاموں کے نام لئے گئے ہیں جن میں کوئی یہودی تھا کوئی نصرانی۔ بلکہ بعض کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ نصرانیت چھوڑ کر مذہب سام قبول کر چکے تھے۔ کہتے ہیں حضور گاہ بگاہ آتے جاتے ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھتے تھے یا وہ حضور کی خدمت میں کبھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر عجیب ہے تنے بڑے قابل انسانوں کا تو نام بھی تاریخ نے پورے یقین و یقین کے ساتھ یاد نہ رکھا۔ اور جو ان سے سیکھ کر محض نقل کر دیا کرتے تھے، دنیا ان کے قدموں پر گر پڑی۔ حتیٰ کہ جنہوں نے ان کو نبی نہ مانا، دنیا کا سب سے بڑا مصلح اور کامل انسان ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ بہر حال مشرکین کے اس سفیانہ اعتراض سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ دعوائے بعثت سے پہلے آپ کا امی ہونا ان کے نزدیک ایسا مسلم تھا کہ قرآنی علوم و معارف کو آپ کی اہلیت مسلمہ سے تطبیق نہ دے سکتے تھے۔ اسی لئے کہنا پڑتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ باتیں سکھاتا جاتا ہے۔ بدشہاب آپ سکھائے ہوئے تھے، لیکن سکھانے والا کوئی بشر نہ تھا ورنہ آپ نہ جانتے تھے کہ ”الْوَحْمُنْ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ“

يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَبِي وَهَذَا لِسَانُ عَرَبِيٍّ

تقریب کرتے ہیں اس کی زبان ہے عجیبی اور یہ قرآن زبان عربی ہے

مُبِينٌ ۱۳۰ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

صاف ♦♦♦ وہ لوگ جن کو اللہ کی باتوں پر یقین نہیں

لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۱۳۱

ان کو ہندرا نہیں دیتا اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ♦♦♦

إِنَّمَا يَفْتَرِے الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

مجبوت تو وہ لوگ بناتے ہیں جن کو یقین نہیں

بِآيَاتِ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَذِبُونَ ۱۳۲

اللہ کی باتوں پر اللہ کی باتوں کو اور وہی لوگ جھوٹے ہیں ♦♦♦

كَفَرُوا بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ

منکر ہو اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مکر وہ ہیں جس پر برہمائی ہوئی

قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلَٰكِنْ مِّنْ شَرٍّ

اس کا دل برقرار ہے ایمان پر ♦♦♦ نہیں جو وہی اس

بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ ۚ وَلَهُمْ

کھول کر منکر ہوا سوا ان پر غضب ہے اللہ اور ان کو

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۱۳۳ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ

بڑا عذاب ہے یہ اس واسطے کہ انہوں نے عجز و غرور کیا

قرآن کی فصاحت و بلاغت | یعنی اگر قرآن کے علوم خارق اور دوسری وجوہ انجاز کو اپنی نبوت کی وجہ سے تم نہیں سمجھ سکتے تو اس کی رہن کی معجزہ فصاحت و بلاغت کا ابرار کو کر سکتے ہو۔ جس کے متعلق بار بار پیش کیا جا چکا اور احادیث سے جا چکا ہے کہ تمنا جس انسان میں رہی اس کام کا مثل پیش نہ کر سکیں گے۔ پھر جس کا مثل نے سے عرب کے تمام فصیح و بلیغ و مستثنیٰ اعدے عاجز و درماندہ ہوں ایک تمام عجیبی بازاری نام سے کیونکر پیدا کی جاسکتی ہے۔ یہاں معجزہ تیار کر کے پیش کر دے۔ اگر تم عرب میں کوئی شخص بالفرض ایسا کام بنا سکتا تو وہ نہایت کم قیمت پر بیچے سوتے مگر قرآن کے سوا آپ کے اور۔ ظاہر کا ذخیرہ قرآن کے بیان و معنی و فصاحت و بلاغت ہے جو باوجود انہی کی فصاحت کے کسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورت قرآنی کی ہر سہی نہیں رسکتا۔

یعنی کلمہ دہل کے ہونے جو شخص پہلی بار میں نہیں ہے کہ یقین نہیں، انکا خدا تعالیٰ بھی اس کو مقصد پر پہنچنے کی راہ نہیں دیتا۔ جتنا سمجھیں گے بھی نہ سمجھیں گے۔ مگر مومن مدیت سے محروم رہ کر آخر سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

کافرین | یعنی آپ کو کہتے ہیں "انسانیت مفسر" حارند آپ کی بات، رہنمائی پہلے سے مسلم اور ہر ایک چال احسان سے ظاہر تھی۔ کیا جھوٹ بیانے و دلوں کا چہرہ اور روضہ بنی ایسا ہوتا ہے؟ جھوٹ بنا تو ان شقیہ کا شیوہ ہے جو خدا کی باتیں سن کر اور اسے شہادت دیکھ کر بھی یقین نہ کریں۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ وہی خدا کی باتوں کو جھوٹا کہے۔

مرتد کون ہے؟ | ایک تو وہ مجرم ہیں جو سب سے اہل و آیت من رحمہم ہیں۔ قرآن سے براہ کر مجرم وہ ہیں جو یقین مانے و تسلیم کرنے کے بعد شیعہ بنی شہادت و ایمان سے متاثر ہو کر صداقت سے منکر ہو جائیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن ابی سرن نے کیا تھا۔ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ یہ لوگوں کی را آگے بیان فرمائی ہے۔ ایمان میں الٹا منکرہ "الخ" سے ایک ضروری استثناء دیا گیا۔ یعنی گرونی مسلمان صدق اس سے یہ ایمان قائم ہے ایک لمحہ کے لئے بھی ایمانی رہی اور یقین طمانیت اس کے قلب سے جدا نہیں، وہی سرف و خاص حالت میں بہت سی سختی ہوا اور رہتی ہے مجبور و موثر شدید ترین خوف۔ وقت کھوٹا دینی کے لئے بعض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام سے خلاف نکالے۔ بشرطیکہ اس وقت بھی قلب میں وہ تروانہ ہو، بعد زبانی لفظ سے سخت کراہیت و نفرت ہو، یہاں شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ ہاں اس سے بلند مقام وہ ہے کہ وہی مرقبوں کے گمراہ سے بھی ایسا نکالے۔ نکالے جیسا کہ حضرت جلال، حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت خبیب بن زید انصاری اور حضرت ہدایت بن خداوند رضی اللہ عنہم وغیرہ کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ نظر اختصار ہم یہاں درج نہیں کر سکتے ابن کثیر میں دیکھ لئے جائیں۔

الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ۖ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

زندگانی کو آخرت سے اور اللہ راستہ نہیں دیتا مگر

الْكَافِرِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ

لوگوں کو یہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے

قُلُوبِهِمْ وَسَمِعَتْهُمْ ۖ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور یہی ہیں

الْغٰفِلُونَ ۝ لَا جَرَمَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ

بے ہوش خود غافل ہیں کہ آخرت میں یہی لوگ

الْخٰسِرُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ

خواب ہیں پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب نا و گول پر کہ انہوں نے وطن چھوڑا ہے بعد

مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهِدُوا وَصَبَرُوا ۖ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ

اس کے کہ مصیبت اٹھائی (بچلائے گئے) پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے بے شک تیرا رب

بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ

سب باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے جس دن آئے گا ہر

نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ

جی جواب سوال کرتا جی طرف سے اور پورے ملے گا ہر کسی کو

مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۖ وَضَرَبَ اللَّهُ

جو اس نے کیا دوران پر ظلم نہ ہوگا اور تھکائی اللہ نے

یعنی ایسے مکروں کو جو حیات دنیا ہی کو کعبہ مقصود ٹھہر میں، کامیابی کا رستہ کہاں ملتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو کوئی بدن سے بھرا ہے تو دنیا کی غرض کو، جان کے ذرے سے یا برادری کی خاطر سے یا زر کے لالچ سے جس نے دنیا عزیز رکھی اس کو آخرت کہاں؟ اگر جان کے ذرے سے لفظ کہے تو چاہئے جب اذکار وقت جا چکے تو یہ واستغفار کر کے ثابت ہو جائے۔"

یعنی دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و سیہوش ہیں جن کے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی دی ہوئی قومیں انہوں نے سب بیکار کر دیں۔ آخر کار ان سے حق کی آواز سننے، آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے، اور ان سے حق بات سمجھنے اور سوچنے کی توفیق سب ہو گئی۔ مہر کرنے کا مطلب پہلے سورہ بقرہ وغیرہ میں مذکور چکا ہے۔

یعنی جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قومیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلہ مقصود بنالیں، ان سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔

حضرت عمار کا کلمہ کفر اور توبہ۔ مکہ میں بعض لوگ کافروں کے ظلم سے پھل گئے تھے۔ یا صرف زبانی لفظ کفر کہہ لیا تھا۔ اس کے بعد جب ہجرت کی، جہاد کیا، اور بڑے استقلال و پامردی سے اسلام پر قائم رہے، اتنے کام ایمان کے کئے، وہ تقصیر بخشی گئی اور خدا کی مہربانی مبذول ہوئی ایک بزرگ تھے "عمار" ان کے باپ تھے "یاسر" اور ماں "سمیہ" دونوں ظلم اٹھاتے مر گئے، پر لفظ کفر نہ کہا۔ یہ مسلمانوں کا پہلا خون تھا جو خدا کی راہ میں گرا۔ بیٹے (عمار) نے خوف جان سے غلط کہہ دیا، پھر روتے ہوئے حضرت کے پاس آئے۔ تب یہ یتیم اتریں۔ رضی اللہ عنہم جمعین

یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہ بول سکے گا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، او، و، جواب و اقارب کوئی کام نہ کرے گا۔ ہر شخص اپنی فکر میں پڑا ہوگا کہ کس طرح خدا کے عذاب سے نکلنے حاصل کرے۔ طرح طرح کے جھوٹے چھ عذر و راءت کے لئے تراشے گا جواب و سوال کر کے چاہے گا کہ تنگداری حاصل کرے۔

یعنی نیکی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی، اور بدی کی سزا، استحقاق سے زائد نہ دی جائے گی۔

مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا

ایک مثال (مثلاً) ایک بستی تھی ۛ میں امن سے ۛ علی - آتی تھی اس

رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعَمِ

روز کی فراغت کی ہر جگہ سے ۛ پھر ناشکری کی بدنامی

اللَّهِ فَآذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا

انسانوں کی پر پھینکا یا اس کو اللہ سے جو ۛ انسان کے تین شکایات سے جوئے اور خوف

كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْهُمْ

ان کا جوہ کرتے تھے ۛ ان کے پاس بھیجی چکا رسول نبی میں کا

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢﴾

پھر اس کو جھٹلایا ۛ پھر آجڑان کو عذاب ہے اور وہ گنہگار تھے ۛ

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا

سو کھاؤ ۛ حلال اور پاک ۛ اور شکر کرو

نِعْمَتَ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٣﴾ إِنَّمَا

اللہ کے احسان کا ۛ اگر تم اس کو پوجتے ہو ۛ

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا

اللہ نے تو یہی حرام کیا ہے تم پر مردار ۛ اور لہو ۛ اور سور کا گوشت ۛ اور جس پر

أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا

نام پکار ۛ اللہ کے سوا کسی اور کا ۛ پھر جو کوئی ناجائز مروج ہے ۛ نہ زور کرتا ہو ۛ

◆ ایک بستی کی مثال جنی نہ باہر سے دشمن کا کھانا نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن چین سے زندگی گذرتی تھی۔

◆ یعنی کہانے نے اپنے اور پھل وغیرہ کھینچے چھڑاتے تھے۔ چیز کی افراط تھی، مگر ہٹنے دینا کی نعمتیں مٹی تھیں۔

◆ اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی، دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل و بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا احسان بھی نہ آیا۔ بعد اس کے مقابلہ میں بغاوت کی ٹھانڈی۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا مزد چکھایا۔ یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور کفرانِ روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے ان کو اس طرح گھیرا جیسے کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ ایک دم کو بھوک اور ذراں سے جدا نہ ہوتا تھا۔

◆ خدا ہی نعمتوں کے مٹاؤ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی بھاری باطنی نعمت بھی ان کو دی گئی تھی۔ یعنی انہی کی قوم و نسب میں سے ایک رسو بھیجا گیا۔ جس کا اتباع کر کے وہ خدا کی خوشنودی کے بڑے اونچے مقامات حاصل کر سکتے تھے انہوں نے اتباع و تصدیق کی خدا کی تکذیب و مخالفت پر مہربان نہ دی اور اس طرح بستی میں گرتے چلے گئے۔ آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب نے پکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں۔ محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا راہی التعمیس حوالہ دے کر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کر کے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو سکتا ہے۔ کفرانِ نعمت اور تکذیب و عداوت رسول کی سزا سے بے فکر نہ ہوں۔ بعض علماء کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن چین تھا اور باوجود اوی غیر فی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھینچے چلے آتے تھے۔ "اولم نمنکن لہم حرماً مآئیناً یغشی الیہ نمرث نخل مشیء" (القصص رکوع ۶) اہل مکہ نے نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی۔ شرک و مصیبات، بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہو گئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی صورت میں بھیجی۔ اس کے انکار و تکذیب میں کوئی دقیقہ غماز نہ رکھا۔ "السم تو الی الدین مدلولو انعمۃ اللہ کفروا واحسبوا قوا مہم دار النوار" (ابراہیم رکوع ۵) آخر خدا تعالیٰ نے امن و اطمینان کے بجائے مسلمان مجاہدین کا خوف اور فرشتہ روزی کی جگہ سات سال کا قحط ان پر مسلط کر دیا۔ جس میں کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت نہ گئی۔ پھر "بدر" کے معرکہ میں خاندانِ اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب اُن پر ٹوٹ پڑا۔ اھر قویہ ہو دوسری طرف جو لوگ ان ظالموں کے جوہر و ستم سے تنگ آ کر گھر بار چھوڑ بھاگے تھے ان کو خدا نے بہتر ٹھکانا دیا، دشمنوں کے خوف سے مامون و مصون بنایا، روزی کے دروازے کھول دیے، زبردست دشمنوں پر فتح عنایت کی، بلکہ اقیموں کا بادشاہ اور متقیوں کا امام بنادیا۔ شاید اسی نے ان آیات میں ممدواؤں کا حال نہ کر اگلی آیت "فکلوا مما رزقکم اللہ" ان میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے۔ کہ تم اس قسم کی حرکات سے بچتے رہنا جن کی بدولت ممدواؤں پر مصیبت ٹوٹی۔

◆ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو یعنی جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہوا ہے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال و طیب روزی سے تمتع

کرے و اس کا احسان مان کر شکر گزار بندہ بنے۔ حلال کو حرام نہ سمجھے اور نعمتوں سے مستمع ہوئے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولے۔ بلکہ اس پر اور اس کے پیچھے سوائے پیغمبروں پر ایمان لائے اور اسی کے احکام و ہدایات کی پابندی کرے۔

عَادِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَا تَقُولُوا

زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت کہو

لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلٌّ وَ

اپنی زبانوں کے جھوٹ بتالینے سے کہ یہ حل ہے

هَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ط

یہ حرام ہے کہ اللہ پر بہتان دندھو

إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

بے شک جو بہتان دندھتے ہیں اللہ پر

لَا يُفْلِحُونَ ﴿۱۶﴾ مَتَاءٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ان کا بھلا نہ ہوگا تمہوڑا (کچھ) فی مدہ اٹھائیں اور ان کے واسطے عذاب

أَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا

دردناک ہے اور جو لوگ یہودی ہیں ان پر ہم نے حرام کیا تھا

قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ

جو تجھ کو پہلے سنا چکے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ

وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے پھر بت یہ ہے کہ تیرا رب

لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا مِنْ

ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی

حرام چیزوں کا بیان | اس آیت کی تفسیر سورۃ بقرہ اور ”انعام“ وغیرہ میں مذکور چکی وہاں دیکھ لی جائے، یہاں غرض یہ ہے کہ جس طرح پہلی آیت میں اشارہ تھا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے، اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔ خاصہ یہ کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ ”مکند“ آیات میں نہایت وضاحت سے یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

اپنی رائے سے حلال اور حرام نہ ٹھہراؤ | یعنی بدون کسی سند شرعی کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھ کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جہالت اور کذب و افتراء ہے۔ حلال و حرام تو وہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حلال یا حرام کہا ہو۔ اگر کوئی شخص محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے ورنہ خدا کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے، جیسے مشرکین مکہ کرتے تھے، جس کا ذکر سورۃ ”انعام“ میں گذر چکا وہ فی الحقیقت خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ کبھی ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس چیز کو خدا نے حلال کیا حلال اور جس کو حرام کیا حرام سمجھیں۔ بدون ماخذ شرعی کے حلت و حرمت کا حکم نہ لگائیں۔

یعنی مشرکین مکہ جو حضور کو معاذ اللہ مفتری کہتے تھے یاد رکھیں کہ وہ خود مفتری ہیں۔ ازراہ کذب و افتراء، جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اس کو معترب معصوم ہو جائے گا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن اور دنیا کا مزہ زالیں، پھر دائمی جیل مانا تیار ہے۔

اشیاء کی تحریم میں حکمت ہے | سورۃ ”انعام“ آیت ”وَعَلَى الدِّينِ هَاجُوا حَوْنًا كُلِّ دِينٍ ظَهَرَ وَمِنَ الْبُغْرِ وَالْعَمِ حَوْنًا عَلَيْهِمْ شُحُوفُهُمَا“ الخ کے فوائد میں اس کا بیان گذر چکا، ملاحظہ کر لیا جائے یہاں مقصد یہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے، مین حکمت ہے کسی بشر کو حق نہیں کہ اس میں تصرف کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

نافرمانی بے عقلی ہے | مثلاً حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنایا۔ ”نادانی سے“ اس سے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان و جھ کر کرے، وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر کرتا ہے۔ اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بد نتائج کا تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کر سکتا۔ سورہ ”نساء“ آیت ”إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِخَهَالَةٍ“ الخ کے تحت میں جو اس کے متعلق لکھا گیا ہے اسے بھی ایک مرتبہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

بَعْدَ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا

اس کے پیچھے اور بخیر اپنے کاموں کو تیرا رب ان باتوں کے پیچھے

لَعَفُورٌ رَحِيمٌ ۱۱ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا

بجائے والا مردمان ہے اصل میں تیرا ایمان تھا راہنما ہے قنوت پر

لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۱۲ شَاكِرًا

اللہ کا سب سے ایک طرف ہو کر اور حق شکر والوں میں شکر کرنے والا

لَا نُعْمُهُ ۱۳ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۱۴

اس کے حسنوں کا اس کو اللہ نے چاہا سیدھی راہ پر

وَأَتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّا فِي الْآخِرَةِ

اور دی ہم نے دنیا میں اس کو خوبی دیا اور آخرت میں

لِمَنِ الصُّلِحِينَ ۱۵ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ

اچھے لوگوں میں سے پھر حکم بھیجی ہم نے تجھ کو کر چل

مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۱۶ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۱۷

دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والوں میں

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۱۸

جستہ کا دن جو مقرر (لازم) کیا سہارے پر جو اس میں اختلاف کرتے تھے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا

اور تیرا رب غم رہنے کا دن میں قیمت کے دن جس بات میں

یعنی کنہیات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے اور آئندہ کئے سئے اپنی حالت درست کر لینے پر حق تعالیٰ تمام گزشتہ گناہ معاف فرمادیتا ہے خواہ تہمتیں ہی تہمتیں نہ ہوں۔

بارہ ہزار آنچہ ردی بارہ آ
گر کافر و کبر و ہمت پرستی باز
ہیں در گمہ ما در گمہ نومیدی نیست
صد بار، مگر توبہ شکستی باز

حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ مشرکین عرب کی شرکيات کا رد کر کے امام الموحدين ابوالانبياء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبیہ و علیہ الصلوٰۃ و السلام کا طریقہ یاد دلواتے ہیں کیونکہ عرب کے لوگ ان کی نسل سے تھے اور دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ حالانکہ ملت ابراہیمی سے نہیں دور کی نسبت بھی نہ رہی تھی۔ انہیں بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام موحدين کے امام نبی کے معصوم، تمام ان کے مشرکین کے مقابلہ میں تنہا ایک امت عظیم کے برابر تھے جن کی ذات واحد میں حق تعالیٰ نے وہ سب خوبیاں اور کمالات جمع کر دیے تھے جو کسی بڑے مجمع میں مفرق طور پر پائے جاتے ہیں

ليس على الله بمشرك
ان يجمع العالم في واحد

ابراہیم خدا کا کامل مطیع و فرمانبردار بندہ تھا جو ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کا ہو رہا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ بدون حکم الہی کسی چیز کو محض اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا دے۔ وہ خود تو معبود اللہ شرک کا ارتکاب کہاں کر سکتا، مشرکین کی جماعت اور ہستی میں رہنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ پھر جو آپ کو "حیف" کہتے اور دین ابراہیمی پر بتاتے ہیں انہیں شرم کرنی چاہئے کہ خدا پر افتراء بندھ کر حلال کو حرام یا حرام کو حلال بنا کر شرک کی حمایت میں پیغمبروں سے زنا کیا ایک "حیف" و ابراہیمی کی شان ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو احداث و حرم کے بیان و اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور ربط و تفصیل کے لئے تشریف لائے ہیں اگر اصلی دین ابراہیم پر چننا چاہو تو آپ کا طریقہ اختیار کرو۔

حضرت ابراہیمؑ شاکر تھے | یعنی ابراہیم خدا کا شکر گزار بندہ تھا۔ تم سخت ناپاس اور کفران نعمت کرنے والے ہو جیہ کہ ضرب اللہ مثلاً قزوۃ کاٹ امانح کے فوائد میں لکھ جا چکا ہے۔ پھر اس کی راہ پر کیونکر ہوئے۔

یعنی توحید کامل و تسلیم و رضا کی سیدھی راہ پر چلایا۔

حضرت ابراہیمؑ پر دنیا اور آخرت کے انعامات | یعنی نبوت، فراخ روزی، واداء اور وجاہت و مقبولیت مارا کہ تمام اہل دین بالاحاقق ان کی عظیم کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ چاہتا ہے کہ اپنا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملائے۔

یعنی اس نے اپنے حق میں جودع کی تھی۔ والحق فی بالصالحین، قبول ہوئی، بیشک وہ آخرت میں صالحین کے اعلیٰ طبقہ میں شامل ہوں گے۔ جو انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے۔

اس کا بیان سورہ "انعام" آیت "دینا لیماملہ انراہیم خبیفاً و ماکان من المشرکین" کے تحت میں گزر چکا وہاں ملاحظہ کیا جائے مقصد یہ ہے کہ حلال و حرام و دین کی باتوں میں اصل ملت ابراہیم ہے۔ درمیان میں یہود و نصاریٰ کو ان کے حالات کے من سب بعض مخصوص احکام دیے گئے۔ آخر آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا، تا اصل ملت ابراہیمی کو جو غفلت اور تحریف و تصرف بیجا کی و متبرد سے ضائع ہو چکی تھی۔ از سر نو زندہ اور روشن کیا جائے، اور شرک کی تمام رگیں کاٹ دی جائیں حدیث میں ہے۔ "بعضت بالسّمحة الحقیقة البصاء" اس کی پوری شرح و تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجتہ اللہ الباطنہ" میں کی ہے جو قابل دید ہے۔

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۳۴﴾ اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ

مختلف کرتے تھے ﴿۱۳۴﴾ اپنے رب کی راہ پر

بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي

کئی باتیں سمجھ کر اور نیکیت سنائے بھلے طریق اور اثر رسد سے ان کو حس

هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

طریق بہتر ہے ﴿۱۳۵﴾ تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے وہ جو بھول گیا (بکلی)

سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۳۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ

اس کی راہ اور وہی بہتر جانتا ہے ان کو جو راہ پر ہیں ﴿۱۳۵﴾ اور اگر بدلہ لو

فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ ۖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ

تو بدلہ اسی قدر جس قدر تم کو تکلیف پہنچی گئی جائے (پہنچے) اور اگر صبر کرو

لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ﴿۱۳۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا

تو یہ بہتر ہے صبر والوں کو ﴿۱۳۶﴾ اور صبر کر اور تجھ سے صبر ہونے

بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ

اللہ کی مدد سے اور ان پر غم نہ رکھ اور تنگ (خفا) مت ہو

مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۳۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا

ان کے فریب سے ﴿۱۳۷﴾ اللہ ساتھ ہے ان کے جو پر میزگار ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴿۱۳۸﴾

اور جو ﴿۱۳۸﴾ نیکی کرتے ہیں

یوم سبت کا حکم یعنی اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا، اس امت پر بھی نہیں ہے۔ البتہ درمیان میں ”یہود“ نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے، اختلاف کر کے جب اپنے لئے یہ دن انتخاب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی کی تعظیم کرو اور پھر صلی کا شکار اس روز مت کرو ایہ حکم کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ نہ ماننے والے دنیا میں بندہ در سوراٹائے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا۔ ایک اسی پر کیا منحصر ہے و ماں تو سارے اختلافات اور جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت کوئی ”یہودی“ بتلاتا تھا کوئی ”نصرانی“ حالانکہ حق تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ وہ ”ضیف مسم“ تھے۔ بہر حال آخرت میں سب اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص تکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا کون راستی پر۔

دعوت کے بنیادی اصول اوپر کی باتوں میں مخاطبین کو آگاہ کرنا تھا یہ پیغمبر اصل ملت ابراہیمی لیکر آئے ہیں، اگر کامیابی چاہتے ہو اور ”ضیف“ ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ اذ غ اللہ سبیل ربک الح سے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے، اس کے تین طریقے بتلائے۔ حکم، موعظت حسنہ، جدال بالحق ہی احسن ”حکمت“ سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اہل مضامین مضبوط دماغ و برہن کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں۔ جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے مانہ پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الہی کی بیاں کردہ حقائق کا ایک ٹوٹے تبدیل نہ کر سکیں۔ ”موعظت حسنہ“ موثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دوسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے، بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مردوں میں جانیں پڑ جاتی ہیں۔ ایک، یوں و پڑ مردہ تو مہر جھری لیکر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترفیب و تربیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف پتہ پانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی فہم نہیں ہوتے، مگر طبقت کی چٹاری سینے میں رکھتے ہیں، ان میں موثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جاسکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں۔ ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایک جماعت بھی موجود رہا کی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں جھیتن کاٹنا اور کج جتنی کرنا ہے یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور حالمین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدان بحث کے سلی نہیں ہوتی اس لئے وحساد لہم بالنتی ہی اخصس فرما دیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو احترام و ادب بہترین اسلوب سے دو، خواہی خواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو۔ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طویل کھینچے، مقصود تعلیم اور احق حق ہونا چاہئے۔ خشونت، بد اخلاقی، سخن پراری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔

یعنی طریق دعوت و تبلیغ میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چھنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو۔ وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسے مناسب ہوگا ان سے معاملہ کرے گا۔ انتقام اور صبر یعنی دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو، اجازت ہے، لیکن مہر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔

یعنی مخالف و شدائد پر صبر کرنا، اہل کام نہیں۔ خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور آف نہ کرے۔ اللہ متقین کے ساتھ ہے یعنی انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا، اسی قدر خدا کی امداد و عانت اس کے ساتھ ہوگی۔ سوائے لوگوں کو کفار کے کرو و فریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں حق تعالیٰ اس عاجز ضعیف کو بھی متقین و محسنین کے ساتھ اپنے فضل و رحمت سے مشور فرمائے۔ تم سورۃ اسحل بعونہ و توفیقہ وللہ الحمد۔

﴿آيَاتُهَا ١١﴾ ﴿سُورَةُ بَنِي إِسْرَءِيلَ مَكِّيَّةٌ (٥٠)﴾ ﴿رُكُوعَاتُهَا ١٢﴾

سورہ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو تیرہ آیتیں ہیں اور ۱۱ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرنے والے نام ہے جو ہے حمد مہربان نہایت رحم والا

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

یہاں سے ہے کہ جو اپنے بند کو راتوں رات مسجد حرام سے

إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ

مسجد اقصی تک کہ جس کو ہمیں رحمانی برکت نے تاکہ دکھائیں اس کو

أَيِّنَّا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ وَإِنِّي نَامُوسَةَ الْكِتَابِ

اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سنے والا دیکھنے والا ۱ اور میں موسیٰ کو کتاب

وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ

اور یہ اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے کہ نہ ٹھہراؤ

دُونِي وَكَيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ

میرے سوا کسی کو کارساز کہ تم جو اولاد جو ان لوگوں کی جن کو ہم نے نوح کے ساتھ پہلے شہید کیا تھا

عَبْدًا اشْكُورًا ۝ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي

بند مخلص بننے والا اور صاف پہنچایا ہم نے بنی اسرائیل کو

الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ

کتاب میں کہ تم غرابی کرو گے مکرر دو بار اور سرکش کرو گے

یعنی اس کی ذات نقص و قصور و ہر قسم کے ضعف و بجز سے پاک ہے جو بات ہمارے خیال میں ہے انتہا عجیب معوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اسے بے حد مستبعد سمجھیں، خدا کی قدرت و مشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

◆ **واقعہ اسری** | یعنی صرف ایک رات سے محدود حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندہ (محمد رسول اللہ ﷺ) کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ اس سفر کی غرض کیا تھی؟ گئے لمبیہ میں ایسا میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خود اس سفر میں یہ "بیت المقدس" سے آگے کہیں اور یحجا کراچی قدرت کے عظیم الشان نشان و تحسین نہ منکھات کے عجب و غریب نمونے دکھانے منظور تھے۔ سورہ نجم میں ان بات کا کچھ ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ "سدرۃ المنتہی" تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا۔ "ولقد رآه نزلة اخرى عند سدرة المنتهى عند هاتحة المأوى اذ يغشى السدرة ما يغشى ما راع الصروما طعى لفقراى من ايت ربه الكبرى" (انجملہ روح ۱)

واقعہ معراج کی کیفیت | علماء کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسراء" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہی" تک کی یہ حالت کو "معراج" کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات دونوں سفر کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ "اسراء" یا "معراج" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ سے منقول ہیں جن میں معراج اسراء کے واقعات بعد و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ معراج حالت بیداری میں ہوئی جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور کو حالت بیداری میں بحمدہ الشریف معراج ہوئی۔ صرف دو تین صحابہ ہوتا یحییٰ سے منقول ہے کہ واقعہ اسراء و معراج و منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب و غریب خواب کے ہوتے تھے۔ چنانچہ اس سورہ میں آگے چل کر جو لفظ "وم جعلنا الرؤيا التي ارىك اسراء" آتا ہے اس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ سلف میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں نفس روحانی طور پر ہوئی ہو۔ جیسا کہ بعض علماء و صوفیہ کے مذاق پر تجویز کیا جاسکتا ہے۔ روح المعانی میں ہے۔ "ولیس معی الاسراء بالروح الذہاب بقطفۃ کالاسلح الدی دهب الیہ الصوفیۃ والحکماء فانہ وان کان حارفا للعادة ومحلا لتعجب ایضا الا انہ امر لا تعرفہ العرب ولم یذهب الیہ احد من السلف" بیشک بن قیم۔ زاد المعاد میں اللہ صدیقہ، معاد یہ اور حسن بھری رضی اللہ عنہم کے مسلک کی اس طرح توجیہ کی ہے۔ لیکن اس پر کوئی نص پیش نہیں کی۔ محض ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔ ابن حق وغیرہ نے جو الفاظ ان برہگوں کے عقل کے ہیں ان میں کہیں حالت بیداری کی تصریح نہیں۔

معراج کا واقعہ خواب نہیں تھا | بہر حال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام و درمت زور و خشا غنون سے واقعہ "اسراء" کو ذکر فرمایا اور جس قدر جد و مستعدی سے مخالفین اس کے انکار و تکذیب پر تیار ہو کر میدان میں نکلے، حتیٰ کہ بعض مواضع کے قدر بھی انحرش کھانے لگے یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جوہر وادی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں، دلوئے اسراء کفار کے لئے کچھ ان سے براہ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا جو خصوصی طور پر اس کو تکذیب و تردید اور استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آج مدلی نبوت کی ایک بالکل اونکھی بات سنو، نہ آپ کو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و متشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں صاف غلط ہیں "ثم اصححت ممکة باثم اثنت مئة" (پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے عاصی ہی کہاں ہوئے۔

معراج جسمانی طور پر ہوئی | اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ”رات میں قیام گاہ پر تلاش کی، حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟“ ہمارے نزدیک ”انسری بعندہ“ کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنے بندہ کو خوب میں یا محض روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا۔ اس کے مثیل یہ ہے کہ کوئی شخص ”فاسر بعبادی“ کے یہ معنی لینے لگے کہ ”اے موسیٰ میرے بندوں (یہی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لیکر مصر سے نکل جاؤ۔“ یا سورہ ”کہف“ میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے جانا اور ان کے ہمراہ سفر کرنا جس کے لئے کئی جگہ ”فانطلقا“ کا لفظ آیا ہے، اس کا مطلب یہ لے لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب میں یا بطور روحانی سیر کے واقع ہوا تھا۔ باقی لفظ ”رویا“ جو قرآن میں آیا، اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ فرما چکے ہیں۔ ”رؤیا عین اریہا رسول اللہ صلعم“ مفسرین نے کلام عرب سے اس کے شواہد پیش کئے ہیں کہ ”رؤیا“ کا لفظ گاہ بگاہ مطلق رویت (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا اگر اس سے مراد یہ ہی اسرار کا واقعہ ہے تو مطلق نظر وہ کے معنی لئے جائیں جو غلط ہر کی سمجھوں جیسے ہوتا کہ۔
ظہور نصوٹ اور جمہور امت کے عقیدہ کی مخالفت نہ ہو۔

شریک کی روایت | ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ ضرور ایسے آئے ہیں جن سے ”سراء“ کا بھارتیہ نام واقع ہونا معدوم ہوتا ہے مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا، اس لئے بڑے بڑے حفاظ حدیث کے مقابلہ میں ان کی روایت قابل استناد نہیں ہو سکتی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے اواخر میں حدیث شریک کے الفاظ شمار کرائے ہیں اور یہ بھی بتوایا ہے کہ ان کی روایت کا مطلب ایسا لیا جاسکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اس قسم کی تفصیل ہم یہیں درج نہیں کر سکتے۔ شرعاً صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح و بسط سے درج کئے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ مذہب رائج یہی ہے کہ معراج و اسرار کا واقعہ حیات بیداری میں بحسدہ الشریف واقع ہوا۔ ہاں اگر اس سے پہلے یا بعد خواب میں بھی اس طرح کے واقعات دکھائے گئے ہوں تو انکار کرنے کی ضرورت نہیں۔

واقعہ معراج کے عقلی دلائل | کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہوگی یا کردہ ناز و مہریر میں سے کیسے گزرے ہو گئے۔ یا اہل یورپ کے خیال کے موافق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے دوسرے سے تیسرے پر اس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابل تسلیم ہوگا۔ لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقعہ میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نیلگوئی چیز جو ہم کو نظر آتی ہے فی الحقیقت آسمان نہیں ہے۔ تب بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نیلگوئی رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہو سکتا۔ رہا ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا تو تمام حکماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعت حرکت کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ بھی یقین نہیں آ سکتا تھا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چنے والی موٹر تیار ہو جائے گی۔ یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کر سکیں گے۔ ”اسٹیم“ اور ”قوت کہربائیہ“ کے یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے۔ کردہ ناز تو آج کل ایک غلط فہمی ہے۔ ہاں اوپر جا کر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا متاثرہ نہ کرنے والے آرت طیاروں میں لگا دیے گئے ہیں جو ان کے والوں کی رہبر سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا۔ خالق کی جا و واسطہ پیدا کی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ زمین یا سورج چوبیس گھنٹہ میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ باد کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے۔ اور اس سرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو پرکاش کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا

نے یہ چیزیں پیدا کیں کیا وہ قادر مطلق اپنے حبیب ﷺ کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت و سائنس کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جن سے حضور بڑی رحمت و مکریم کے ساتھ چشم زہن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکیں۔ تہیہ اسی لئے واقعہ "سرء کا بیان غلط" منہج احسان الدینی "سے شروع فرمایا، تا جو لوگ کوتاہ نظری اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی حمد و قدرت کو اپنے دسم و تنجیس کی چہرہ دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں، کچھ پنی گستاخیوں اور عقلی ترک تازیوں پر شرمائیں

نہ ہر جائے مرکب تو ان تافہن

کہ جا با سپر باید انداختن

◆ مسجد اقصیٰ اور برکات | یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی عجائبات و باطنی برکات رکھی ہیں۔ ماویٰ حیثیت سے چشمے، نہریں، نخل، پھل اور میوؤں کی افراط، اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے نبیاء و رسل کا مسکن و مدفن اور ان کے یوسف و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم ﷺ کو وہاں لے جانے میں یہ جی اشارہ ہو گا کہ جو کمالات نبیاء بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے آپ کی ذات مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، حواریت بنی اسرائیل پر سبزل ہونے تھیں، ان پر اب بنی اسمعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ "کعبہ" اور "بیت المقدس" دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔ احادیث معرکہ میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضور کو جو بدلت و امامت انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اس کا حسی نمونہ آپ کو اور مقررین ہارگاہ کو دکھایا گیا۔

◆ یعنی اصلی سننے والا اور دیکھنے والا خدا ہے۔ وہ جسے اپنی قدرت کے نشان دکھانا چاہے دکھا دیتا ہے۔ اس نے اپنے حبیب محمد ﷺ کی منجات کو سنا، راحوں رقیعہ کو دیکھا۔ آخر معراج شریف میں "سُیِّئُصْرٍ" والی آنکھ سے وہ آیات عظام دکھائیں، جو آپ کی استعداد کامل و روشن رفیع کے منسوب تھیں۔

◆ حضرت موسیٰ اور تورات | نبی کریم ﷺ کا فضل و شرف بیان فرما کر مسد کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ چونکہ "اسراء" کے ذیل میں "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) تک جانا مذکور ہوا تھا، آگے "مسجد اقصیٰ" اور اس کے قدیم متولیوں (بنی اسرائیل) پر جو مختلف دور گزرے، مسلمانوں کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لئے ان کا بیان کیا جاتا ہے، یہ آیت اسی کی تمہید ہے۔ واقعہ "اسراء" میں اشارہ تھا کہ جزی پیغمبر کی امت ہی آئندہ اس امانت الہی کی مالک بنے واں ہے جو شام کی مبارک سرزمین میں ودیعت کی گئی تھی۔ ان آیات میں بنی اسرائیل کو متنبہ کرنا ہے کہ اگر خیریت چاہتے ہیں تو اب پیغمبر عربی ﷺ کی پیروی کریں حق تعالیٰ ان کے حال پر مہربانی فرمائے گا۔ ورنہ پیچیدگی طرح پھر شرارتوں پر سزا ملے گی اور مسجد اقصیٰ کی تولیت سے محروم کر دیے جائیں گے۔

◆ یعنی تورات میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ خاص تو حید پر قائم رہیں اور خدا کے سوا کسی کو کاہن نہ سمجھیں ہمیشہ اسی پر بھروسہ اور توکل کریں۔

◆ یعنی تم ان کی اولاد ہو جو نوح کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذاب الہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اسے فراموش مت کرو۔ دیکھو نوح علیہ السلام جن کی اولاد میں تم ہو کیسے احسان شناس اور شکر گزار بندے تھے۔ تم کو بھی ان ہی کی راہ پر چلنا چاہئے۔

عُلُّوا كَبِيرًا ۝ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ اُولٰٓئِهٖمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

بھیجے ہم نے تم پر

پیارے

پھر جب آیا

بڑی سرکشی

عِبَادَ النَّارِ اُولٰٓئِیْ بِاِیْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّیَارِ ۝

شہر سے

پھر پھیل پڑے

ختم الی واسے

اپنے بندے

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْکُرَّةَ عَلٰیهِمْ

ہاں

تمہاری باری

پھر ہم نے پیچھے

اور دودھ ہوئی تھی

وَاَمَدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا ۝

اور اس سے زیادہ کر دی تمہارا کثیر

اور بیٹوں سے

ہاں سے

اور قوت دی تم کو

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لَا نُفْسِکُمْ وَلَیْنَ اَسَاۤءْتُمْ فَلَهَا ۝

تو پتے

اور برائی کی

تو بھلا کیا پنا

اگر بھلائی کی تم نے

فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِبُسُوۡءٍ اَوْجُوْهُكُمْ وَلَیْدُ خُلُوۡا

اور گھس جائیں

بھیجے اور بندے کہ واس کر دیں تمہارے منہ

دودھ دھرا

پھر جب پہنچے

الْمَسْجِدَ کَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلَیْتَبَرُوۡا مَا عَلُوۡا

اور خراب کر دیں جس جگہ غائب ہو

بھلا

جیسے گھس گئے تھے

مسجد میں

تَنْبِیْرًا ۝ عَلٰی رَبِّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُمْ

اور اگر پھر وہی کرو گے

کہ رحم کرے تم پر

بھید نہیں تمہارے رب سے

پوری خرابی

عُدْنَا مَوْجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا

کافروں کا قید خانہ

تو ہم پھر وہی کریں گے اور کیا ہے ہم دوزخ کو

وقف کلاذف

تورات کی پیشینگوئی | تورات میں یہ کسی دوسری سہانی کتاب میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ یہ قوم (بنی اسرائیل) اور مرتبہ ملک میں سخت خرابی پھیلانے لگی اور ظلم و تکبر کا شیوہ اختیار کر کے سخت تر دہرکشی کا مظاہرہ کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہر مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دردناک سزا کا مزہ چکھنا پڑا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

یعنی جن کو ہم نے سزا دینے کے لئے تم پر مسط کیا تھا۔

یعنی بہت سی میں مکافوں کے اندر گھس کر خوب شست و خون اور لوٹ کھسوٹ کی۔ اس طرح خدا نے سزا دی کا جو وعدہ کیا تھا پورا ہو کر رہا۔

یعنی جب تم ہماری طرف رجوع ہوئے اور توبہ و انابت کا طریقہ اختیار کیا ہم نے پھر ایک مرتبہ تم کو دشمنوں پر غالب کیا۔

یعنی بھلائی برائی کا جو کچھ نفع نقصان پہنچتا تھا تم ہی کو پہنچتا تھا سو پہنچا۔

بنی اسرائیل کی قوت کا خاتمہ | یعنی مار مار کر تہارے منہ بگاڑ دیے۔ اور ”مسجد اقصیٰ“ (بیت المقدس) میں گھس کر پہلے کی طرح اودھم مچائی بیکل وغیرہ کوتاہ کر دیا۔ اس طرح ”بنی اسرائیل“ کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

بنی اسرائیل پر دو حملے | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”تورات میں کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل دوبار شرارت کریں گے، اس کی جزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہوں گے۔ اسی طرح ہوا ہے۔ ایک بار جالوت غالب ہوا، پھر حق تعالیٰ نے اس کو حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے ہلاک کیا۔ پیچھے بنی اسرائیل کو و قوت زیادہ دی حضرت سلیمانؑ کی سلطنت میں۔ دوسری بار فارسی لوگوں میں بخت نصر غالب ہوا۔ تب سے ان کی سلطنت نے قوت نہ پکڑی۔ اب فرمایا کہ اللہ مہربانی پر آیا ہے اگر اس نبی کے تابع ہو تو وہی سلطنت اور غلبہ پھر کر دے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم وہی کریں گے۔ یعنی مسلمانوں کو ان پر غالب کیا اور آخرت میں دوزخ تیار ہے۔“ بعض علماء نے پہلے وعدہ سے بخت نصر کا حملہ جو وراثت مسیح سے ۵۸۷ سال پہلے اور دوسرے وعدہ سے ”طیلوس رومی“ کا حملہ جو رفع مسیح سے ستر سال بعد ہوا مراد لیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں حملوں میں یہود پر پوری تباہی آئی اور ”مقدس بیکل“ کو برباد کیا گیا۔ و خدا اعلم

الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ

قرآن بتلاتا ہے وہ راہِ جو سب سے سیدھی ہے اور خوش خبری سناتا ہے (بشارت دیتا ہے) ایمان والوں کو

الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝

جو عمل کرتے ہیں اچھے کاموں کے لیے ہے ثواب بڑا

وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

اور یہ کہ جو نہیں مانتے آخرت کو ان کے لیے تیار کیا ہے ہم نے عذاب

أَلِيمًا ۝ وَيَذَرُ الْإِنْسَانُ بِالْإِشْرَافِ بِالْخَبِيرِ ۝

دردناک اور مانگتا ہے آدمی برائی جیسے مانگتا ہے بھلائی

كَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ

ہے انسان جلد باز اور ہم نے بنائے رات اور دن دو نمونے

فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

پھر مٹا دیا رات کا نمونہ اور بنادیا دن کا نمونہ دیکھنے کو

لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَ

تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور تاکہ معلوم کرو کتنی برسوں کی اور

الْحِسَابَ ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ۝ وَكُلَّ

حساب اور سب چیز کی ہم نے کھول کر اور جو

قرآن ہی سب سے سیدھا راستہ ہے یعنی یوں تو "تورات" بھی بنی مزا کیل کو راہ بتانے والی تھی جیسا کہ پہلے فرمایا "ہدی لیسے

اسرائیل" لیکن یہ قرآن ساری دنیا کو سب سے زیادہ اچھی سیدھی اور مضبوط راہ بتاتا ہے۔ تمام "قومِ براہین" اس "قوم" کے تحت میں مندرج ہو گئی ہیں۔ لہذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اسی سیدھی سڑک پر چلو۔ جو لوگ قلب و جوارح یعنی ایمان و عمل صالح سے اس صاف و کشادہ راہ پر چلیں گے قرآن اُن کو دنیا میں حیاتِ طیبہ کی اور آخرت میں جنت کی عظیم الشان بشارت سناتا ہے۔ باقی جنہیں انجیم

کا کچھ خیال نہیں۔ اندھا دھند دنیا کی مذات و ثبوت میں غرق ہیں۔ آخرت کی صدا گونج نہیں رکھتے، ان کا انجام اگلے جہد میں بیان کیا گیا ہے۔

انسان کی ناقصیت اندیشی یعنی قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھائی کی طرف بدلتا، اجر و پیر کی بشارتیں سناتا اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ لیکن حضرت انسان کا حال یہ ہے کہ وہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اپنے سے بڑی کو اسی اشتیاق والی رحمت سے صواب رہتا ہے جس طرح کوئی اٹھائی ہوئی جیسے جھانی طلب کرنا چاہیے۔ وہ اس کی طرف سے نکلیں بند کر کے بڑی تیزی کے ساتھ کہ ہوں اور برائیوں کی طرف پرتا ہے بدھش مد بخت تو صاف لفظوں میں زبان سے کہہ دیتے ہیں۔ "اللہم انی کما ھذا ھو الحق من عندک فاعطرنی علینا حجارة من السماء او انسا بعداب الیم" (خداوند اگر بخیر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائے یا اور کوئی سخت عذاب نار بکھیرے) بعض یہ قیوف وعدے سے جھنجھکا کر اپنے حق میں دیتی ہیں اور غیور کے حق میں بے سوچے سمجھے بدکاریاں کرتے ہیں۔ بعض دنیا کے نفع کا جمل کو مہیا کرنا، ہر ایک حد و حرام طریقہ سے اس کی طرف دھرتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس سب سے کیا نفع ہے کچھ بھی چھپے ہوئے ہیں۔ جو ان کی ہلاکت کے زمرے میں پہنچا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی جہد باری سے کسی چیز کی ظاہری نیپ ناپ کو دیکھ لیتے ہیں، بدی کے دور رس نتائج غور نہیں کرتے۔ اس جو بات کسی وقت سنا ہوئی فوراً کہہ ڈالتے ہیں ایک دم گڑبڑا۔ جہد ہر قدم اٹھایا ہے سب سے پہلے اصرار بڑھتا چلا گیا۔ اس جہد ہارنی چھوڑنا، متانت، تدبیر اور ایسا مہی سے کام لے کر کبھی ایسی خطیاں نہ کرے۔

دن اور رات میں دو نشانیوں رات کا اندھیرا، دن کا اجالہ، دونوں میں سے کبھی اس کا بھی اس کا پھینکا بڑھونا، پھر رات میں چاند کی تہستہ تہستہ کھلتے بڑھنے والی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی، دن میں آفتاب کا ستاب کی تیز اور گرم روشنی، یہ سب خداوند قدوس کی قدرت کا مدد کے نمونے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کا مستقل نظام معیہ و تہستہ جس کے ساتھ پتھر، فواید اور مصالح وابستہ ہیں۔ اور سب کا مجموعی نظام الٰہی ہے جو شہ و دن سے اب تک نہایت مضبوط و محکم قوانین کے ماتحت چل رہا ہے۔

رات کا سونڈا رات اور دن کا سورج، چاند کی روشنی سورج کے اعتبار سے دھیمی اور دھندلی ہوتی ہے بلکہ خود جرم قمر بھی دیکھنے والے کو اس کا نظر آتا ہے۔ یعنی دن کے وقت سورج کی روشنی میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے لوگ تازہ دم ہو کر رو رہی کی تلاش میں نکلتے اور مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ آخر شب میں جن چیزوں پر تاریکی کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ سورج کی شدت میں سب کو بے چارہ کر دیتی ہیں۔ درجہ حرارت خوب براں سے مدھوش تھے نکلیں کھول کر دھرا دھرا شستہ لگاتے ہیں۔

یعنی میل و نہایتی، مدھند اور شمس و قمر کے طوع و غروب سے مہینوں اور سالوں کی گنتی اور بہت طرح کے چھوٹے بڑے حساب متعلق ہیں۔ تم سمجھو لو کہ خبر نے اور جلدی مچانے سے کچھ مدھند نہیں۔ خدا کے یہاں ہر چیز کا خیر و شر ایک وقت اور انداز مقرر ہے۔ جیسے رات اور دن۔ کسی کی جہد باری اور شب کا رات سے رات گھر نہیں ہو جاتی یا دن بڑھ نہیں جاتا۔ اپنے وقت پر آپ صبح و شام ہوتی ہے شر کے بعد خیر اور خیر کے بعد شر کا آنا بھی ایسا ہی سمجھو جیسے رات کے چھپے دن اور دن کے چھپے رات برابر ہی چلی آتی ہے۔ دنیا کے تمام خیر و شر کا سلسلہ ایک معین ضابطہ و نظام کے ماتحت ہے جس کا توڑ و الٹا کسی کے امکان میں نہیں۔ اس دنیا کی مکدر، معصوم زندگی کو شب و تاریک کے مشابہ سمجھو جس کے اندھیرے میں وہی کو خیر و شر کے نتائج بالکل صاف دکھائی نہیں دیتے۔ بے شک حق تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو بھیجا کہ رات کی اندھیری میں مخلوق کو صحیح راستہ بتلائیں اور ان کی آنکھوں کے سامنے اپنے اپنے درجے کے موافق اجالا کریں جس سے لوگوں کو خیر و شر کی حقیقت اور اس کے نتائج کا انکشاف ہو جائے۔ لیکن ایسا صحت اور بدیہی انکشاف جس میں کسی فرد بشر کو انکار یا شبہ نہ ہو رہا ہے اس وقت ہو گا جب ہماری دنیاوی زندگی کی رات ختم ہو کر فردائے بحشر کا دن نکل آئے گا۔ انسان کے وہی اعمال جو دنیا کی دھندلی زندگی میں مروجہ تھے اس کے گھر کا بار بنے ہوئے تھے، پر غفلت، جہالت وغیرہ کی تاریکی میں صاف نظر نہ آتے تھے قیامت کی صبح ہونے ہی ایک کھلی کتاب کی شکل میں سامنے آ جائیں گے اس سے روز روشن کے اجالے میں ہر شخص بے شکلف پڑھ سکے گا۔ "فکشفنا عنک عطاءک فبصرک الیوم حدیث" (قرآن ۲) اس وقت اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال کو اصلی رنگ میں دیکھ کر ہر شخص کا۔ "ما لہذا الکت لا یعادز صغیرہ ولا کثیرہ الا اخصاھا" (کہف رکوع ۶)

إِنْسَانِ الزَّمَنُ طَيْرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخِرَ لَهُ يَوْمَ

آدی ہے لگا دی ہے ہم نے اس کی بڑی قسمت اس کی گردن سے اور نکال دھائیں گے اس کو قیامت

الْقِيَمَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۱۳ اقْرَأْ كِتَابَكَ ۖ كَفَىٰ

کے دن ایک کتاب (تحریر) کہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی پڑھ لے کتاب اپنی (لکھا اپنا) تو ہی

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۱۴ مَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا

بس (کافی) ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا جو کوئی راہ پر آیا تو

يَهْتَدِيَ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ

آیا اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی بڑے کو

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ

اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا اور ہم نہیں ڈالتے بل

حَتَّىٰ نُبْعَثَ رَسُولًا ۱۵ وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً

جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول اور جب ہم نے چاہا کہ عارت کریں کسی بستی کو

أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

علم بھیج دیا اس کے پیش کرنے والوں کو پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں تب ثابت ہو گئی ان پر (ان کے دوسرے) بات

فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ۱۶ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ

پھر اکھاڑ مارا ہم نے ان کو اٹھا کر اور بہت عارت کر دیے (کر دیں ہم نے جماعتیں) ہم نے قرن

مِنْ بَعْدِ نُوحٍ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا

نوح کے (سے) پیچھے اور کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ جاننے والا

♦ انسان کا نامہ اعمال | یعنی شوقی قسمت اور زشتی اعمال اس کے گلے کا رہے۔ بری قسمت کے ساتھ برے عمل ہیں کہ پھوٹ نہیں سکتے۔ وہی نظر نہیں گئے قیامت میں۔

♦ نامہ اعمال کی سچائی | یعنی نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے، جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھ گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کرے گا کہ ذرہ ذرہ عمل بد کم و کاست اس میں موجود ہے۔ دنیا میں جو کتاب بھیجی (قرآن کریم) اور چاند سورج و میرہ سے جو حساب متعلق ہے پہلے اس کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں قیامت کے حساب و کتاب کا ذکر فرمایا جو اسی پہلے حساب و کتاب پر بطور نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

♦ ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے | یعنی سیدھی راہ خدا نے سب کو بتلا دی اب جو کوئی اس پر چلے یا نہ چلے، اپنا بھلا برا خود سوچ لے۔ کیونکہ اپنے طریق عمل کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ ایک کے گناہوں کی گنجی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جائے گی۔

♦ بعثت رسول کے بغیر عذاب نہیں دیا جاتا | یعنی بدادشہ برے عمل آفت لاتے ہیں، پر حق تعالیٰ بغیر بچھائے نہیں پکڑتا اسی واسطے رسول بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں۔ نیک و بد سے پوری طرح آگاہ کر دیں۔ جن باتوں کو آدمی محض عقل و فطرت کی رہنمائی سے سمجھ سکتا ہے (مثلاً وجود باری یا توحید) ان کی مزید تشریح و توضیح پیغمبروں کی زبانی کر دی جائے اور جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہو انہیں وحی و الہام کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ اسی لئے ابتدائے آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ نبیاء علیہم السلام کے انوار و فیوض نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ کوئی معذب قوم دنیا یا آخرت میں جہل و بے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الہی سے دستگیری حاصل نہیں کر سکتی۔ (تنبیہ) مفسرین نے یہاں ”اصحاب فترت“ اور اطفال صفار کی تحذیب پر بحث شروع کر دی ہے۔ ہم تطویل کے خوف سے درج نہیں کر سکتے۔

♦ یعنی جب بد اعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دلعز پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے امراء اور ہار سوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک وائے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے اور کھلے بندوں نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں، اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الہی کی مستحق ہو جاتی ہے (مَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا) (تنبیہ) وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ اِنَّ الْاَمْرَ هِيَ قَوْلُهُ تَعَالٰی ”اَمَرْنَا مُنْزِلُهَا“ اَمْرٌ تَكُونِيْ فَلَذِيْ بِالْحَقِّ وَقَوْلُهُ تَعَالٰی ”اِنَّ اللّٰهَ لَا يَافِرُ بِالْغُدَاوِلِ“ معناه نَفَى الْاَمْرِ التَّشْرِيعِي فَلَا مَسَافَاةَ، فَافْهَم۔

♦ معذب قوموں کی ہلاکت | آدم و نوح کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسام پر رہے۔ پھر شرک و بت پرستی شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے، سینکڑوں برس سمجھایا، نہ مانے، آخر سب ہلاک کئے گئے۔ اس کے بعد بہت سی قومیں (عدو و ثمود وغیرہ) تباہ ہوئیں۔ حاصل یہ کہ قوموں کے ہلاک کئے جانے کا سلسلہ بحسب نوح کے بعد سے شروع ہوا۔

بَصِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ

عجلنا میں تم کو

جو کوئی چاہتا ہو پہلے

دیکھنے کو

فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ

اس میں

جس کو چاہیں

پھر ٹھہرایا ہے ہم

جتنا چاہیں

اس میں

يُضِلُّهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَ

اور جس نے چاہا بچھلنا

اور اس کے واسطے جو اس کی

اپنی برائی سے

سَعَى لَهَا سَعِيهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعِيهِمْ

سعیوں کی

اور وہ یقین پر ہے

اور وہ اس کے واسطے جو اس کی

مَشْكُورًا ۝ كُلًّا نَهْدُ هُوْلَاءَ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ط

ٹھکانے لگی ہے (کام آتی ہے) ہر ایک کو ہم پہنچاتے جاتے ہیں ان کو اور ان کو تیرے رب کی بخشش میں سے

وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ أَنْظِرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا

تیرے رب کی بخشش

کس نے نہیں روک لی

دیکھ

بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ط وَالْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ

ایک کو

ایک سے

تو اور بڑے درجے ہیں

اور بڑی

تَفْضِيلًا ۝ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا

فضیلت

مت ٹھہرا

اللہ کے ساتھ

اور دوسرا

مُخَذَّوْلًا ع وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَٰهٗ وَبِالْوَالِدَيْنِ

بے کس ہو کر

اور حکم کر چکا تیرے رب

کہ نہ چو جو اس کے سوائے

اور مال باپ کے ساتھ

❖ یعنی کسی کو بے قصور نہیں پکارتا نہ غیر مناسب سزا دیتا ہے۔ بلکہ ہر ایک کے گنہوں کو دیکھ کر اور اس کے اوضاع و اطوار کو پوری طرح جان کر موزوں و مناسب برتاؤ کرتا ہے۔

❖ یعنی ضروری نہیں کہ ہر عاشق دنیا کو فوراً ہلاک کر دیا جائے، نہیں۔ ہم ن لوگوں میں سے جو صرف متاع دنیا کے لئے سرگرداں ہیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دے دیتے ہیں تا کہ دنیا کی جدوجہد اور فانی نیکیوں کا فانی پھل مل جائے اور اگر آخری سعادت و مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ کے ابدی جیل خانہ میں دھکیل دیئے جائیں۔

❖ سچے مومنین کا انعام | یعنی جس کے دل میں ایمان و یقین موجود ہو اور نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور ثواب اخروی کی خاطر پیغمبر کے بتائے ہوئے راستہ پر عملی دوز و صوبہ کرے۔ اس کی کوشش ہرگز ضائع ہونے والی نہیں۔ یقیناً بارگاہ احدیت میں حسن قبول سے سرفراز ہو کر رہے گی۔

❖ یعنی حق تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے موافق بعض طالبین دنیا کو دنیا اور تمام طالبین آخرت کو آخرت عطا فرماتا ہے۔ اس کی عطا میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت دنیاوی مداد سے دونوں کو حسب مصلحت حصہ پہنچتا ہے۔ محض کفر و عصیان کی وجہ سے دنیاوی بخشش کے دروازے بند نہیں کر دیئے جاتے۔

❖ جنت کے درجات | یعنی دنیاوی زندگی میں مال، دولت، عزت، حکومت، اولاد وغیرہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کسی قدر فضیلت ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ آخرت میں تفاوت اعمال و احوال کے لحاظ سے کس قدر فرق مراتب ہوگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ درجات جنت اور درجات جہنم بے حد متفاوت ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا تفاوت ہوگا۔ نیچے والے اوپر داؤں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ہم زمین پر کھڑے ہو کر افق میں کوئی ستارہ دیکھتے ہیں۔ پہلے بتایا جا چکا کہ جنت کے یہ درجات انہی کو مل سکتے ہیں جو آخرت کے لئے اسکے لائق دوز و صوبہ کریں۔ اگلی آیتوں میں دور تک آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جس پر چلنے سے انسان کو یہ بلند مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات کی ساری اخلاقی تعلیم سورہ بنی اسرائیل کی پندرہ آیتوں میں درج کر دی ہے۔ وہ پندرہ آیتیں اگلے رکوع سے شروع ہوتی ہیں۔

❖ شرک رسوائی اور بے کسی کا سبب ہے | یعنی شرک ایسی ظاہر ابطلان چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، بلکہ دنیا کے ہر عقلمند کے نزدیک تم مذموم و مہم و مذہم ہو گئے۔ چنانچہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن مذاہب میں شرک صریح کی تعلیم تھی وہ بھی دانش مندوں کی سوسائٹی میں جگہ حاصل کرنے کے لئے اپنی ترمیم و اصلاح کر کے آہستہ آہستہ توحید کی طرف قدم اٹھ رہے ہیں۔ ہر ایک عاقل یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کے لئے یہ چیز سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہے کہ اپنے سے کتر یا کسی عاجز مخلوق کے سامنے سر سجدہ ہو جائے۔ خصوصاً ان چیزوں کے سامنے دست سوال دراز کرے جو خود اُسی کی تراشی ہوئی ہیں۔ جو آدمی خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے، خدائے بے نیاز حقیقی نصرت و برکت کا دروازہ اس پر بند کر کے کمزوری اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیتا ہے چنانچہ سخت کٹھن وقت میں جب کہ سے اعانت و امداد کی بڑی ضرورت ہو گی، کوئی یار و مددگار نہ ملے گا "ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ"

اِحْسَانًا ۱۴ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا

بھائی کرو ۱۴ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یہ دونوں

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اِفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا

تو نہ کہان کو نہوں اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات

كَرِيمًا ۱۵ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

ادب کی ۱۵ اور جھکا دے ان کے آگے سندھے عاجزی کر کر نیاز مندی سے

وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۱۶ رَبِّكُمْ اَعْلَمُ

اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا نہوں نے مجھ کو چھوٹا سا ۱۶ تمہارا رب خوب جانتا ہے

يَمَا فِي نَفُوسِكُمْ ۱۷ اِنْ تَكُونُوا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ

جو تمہارے دلی میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ

لِلْاَوٰیِبِیْنَ غَفُوْرًا ۱۸ وَاِنَّ ذَا الْقُرْبٰی حَقُّهٗ وَالْمُسْكِيْنَ

رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے ۱۸ اور دے قربت والے کو اس کا حق اور محتاج کو

وَابْنِ السَّبِيْلِ وَلَا تُبْذِرْ تَبْذِيْرًا ۱۹ اِنَّ الْمُبْذِرِيْنَ

اور سب کو اور مت اڑا بجا (افسول) ۱۹ بے شک اڑانے والے

كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیْطٰنِ ۲۰ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۲۱

بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکر ۲۱

وَاِمَّا تَعْرِضْنَ عَنْهُمْ اِبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوْهَا

اور اگر بھی تغافل کرے تو ان کی طرف سے انتظار میں اپنے رب کی مہربانی کے جس کی تجھ کو توقع ہے

❖ **والدین سے حسن سلوک** خدا تو حقیقت بچے کو جو دو مظلوم بنا رہا ہے، والدین اس کی ایسی دکھاہری ذریعہ ہیں اس لئے کئی تئوں میں خدا تعالیٰ کے حقوق نے ساتھ والدین کے حقوق کر کے لئے گئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ جنت میں کے قدموں کے نیچے ہے والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے زندگی میں اس کی جان و مال سے خدمت اور اس سے تعظیم و محبت کرے۔ مرنے کے بعد انکا جنازہ پڑھے۔ ان کے لئے دعا و استغفار کرے۔ ان کے عہد نامہ دور چورے کرے، اس کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے وغیرہ انک

❖ بڑھاپہ میں خدمت کی حقیقت زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل وعیال بھی استاءنے لگتے ہیں زیادہ پیرانہ سالی میں ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری و فرمانبرداری سے جی نہ بارے۔ قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور زانٹنا تو کجی ان کے مقابلہ میں زبان سے ”ہو“ بھی مت کرو۔ بد بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ بن مسیب نے فرمایا اسکی طرح بات کر، جیسے ایک خطاوار غلام سخت مزاج آقا سے کرتا ہے۔

❖ **والدین کے لئے دعا** یعنی جب میں بالکل کزاد و ناتواں تھا انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ یک کر دیا۔ اپنے خیال کے موافق میرے لئے یہ رحمتِ دہلی کی فکر کی ہر بات فتنہ و حوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میری خاطر اپنی جان جو کھوں میں ڈالی، آج ان کی ضعفی کا وقت آیا ہے جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت و تعظیم کرتا ہوں۔ لیکن پورا حق اس نہیں کر سکتا اس لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظر رحمت فرما۔

❖ یعنی والدین کی تعظیم اور اس کے سامنے تواضع و فروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے اس کو پکی خدمت کرتا ہے۔ اُرنی الواقعہً مال سے نیک اور سعادت مند ہو گے اور خدا کی طرف رجوع ہو کر اخلاص و حق شناسی کے ساتھ ان کی خدمت کرو گے تو وہ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ فرض کرو اگر کسی وقت ہاؤ جود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی سے کوئی فروگزاشت ہو گئی، پھر توجہ رجوع کیا تو اللہ بخشنے والا ہے۔ (تنبیہ) والدین کی فرمانبرداری کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں؟ اس کی تفصیل کتب فقہ و غیرہ میں دیکھ چاہئے۔ روح المعانی میں بھی اس پر مفید و مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔

❖ **قربت داروں اور دوسرے لوگوں کے حقوق** یعنی قربت و یوں کے مالی و اخلاقی ہر قسم کے حقوق ادا کرو، محتاج و مسافر کی خبر گیری رکھو اور خدا کا دیا ہوا مال فتنوں سے محفوظ رکھو۔ فضول خرچی یہ ہے کہ معاشی اور غویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تقویٰ و حقوق اور ارتکابِ حرام کا سبب بنے۔

❖ **فضول خرچی کی ممانعت** یعنی وہ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو، بہت سی سلامی خدمات اور نیکیاں کرنے کا موقع ملے۔ اس کو بیجا بُرائی ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک و اغواء سے وقوع میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و اضلال میں خرچ کیا اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا۔

فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً

نہا ہوا

اور نہ رکھ چنا تھی

بہت نرمی کی

تاکہ نہ

إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا

پھر تو پیچھے رہے تو اس کا

یا کل کھول دینا

ور نہ کھولے اس کو

اپنی زبان کے ساتھ

مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

بازو ۝ تیرا رب ۝ کھول دیتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اور ٹھک چکی وہی رہتا ہے

إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ

وہی ہے اپنے بھائی کو

اور نہ ماراؤ

دیکھنے والا

جانتے والا

وہی ہے اپنے بھائی کو

خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ط إِنَّ قَتْلَهُمْ

بے شک ان کا مارنا

اور تم کو

بھرا روزی دیتے ہیں ان کو

مظلم کے خوف سے

كَانَ خَطًا كَبِيرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّيْنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

وہ ہے بے حیائی

اور پاس نہ جاؤ زنا کے

بڑی خطا سے

وَسَاءَ سَبِيلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ

جس کو منع کر دیا ہے اللہ نے

اور نہ مارو اس جان کو

اور بڑی راہ ہے

إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيٍّ

تو دیا ہم نے اس کے وارث کو

اور جو مارا گیا ظلم سے

محرم پر

۝ صدقہ و خیرات کے آداب ۝ یعنی جو کوئی ہمیشہ سخاوت کرتا ہے اور ایک وقت اس کے پاس نہیں ہے تو اللہ کے ہاں امید والے کا محروم نہ جانا خوش نہیں آتا۔ اس محتاج کی قسمت سے بد نظریوں کو بھیج دیتا ہے۔ سو اس واسطے اگر ایک وقت تو دے سکے تو نرم اور اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ جب خدا ہم کو دے گا۔ انشاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بد نظری سے جواب دینے میں اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی خیراتیں بھی برباد نہ ہو جائیں۔

❖ خرچ میں میانہ روی | جنی سب راہیں - جس بھی جس سے یا یہ - قیاس یا - آپس میں رد کیا - غرض ہر معاملہ میں توازن اور اعتدال برقی رکھنا چاہئے۔ نہ ہاتھ سب قدر پھینکے۔ نہ ہاتھ سے کب جا۔ اور طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں ایک اشارہ دینی صواب ہے۔ کچھ بیک وقت بھی بڑے ہاتھ کھلے کا کھا رہا ہے۔ ابن شہینہ جیسے فسطی فوق طاقتک و فخر اکثر من دحلک یعنی طاقت سے بڑھ کر یا مدلی سے راہ خرچ کرنا بھی "ولا مستطیع کل البسط" کے تحت میں غل ہے۔ حدیث میں ہے "مآعال من اقتصد" (جس نے میانہ روی اختیار کی محتاج نہیں رہا)۔

❖ رزق میں کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے | یعنی تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور فقیر نہیں ہو جاتا۔ نہ تمہاری سخاوت سے دوغنی اور تم فقیر بن سکتے ہو۔ فقیر و غنی بنانا اور روری کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ افسوس تجہارے پاس نہیں ہے، یہ فقیر جو سید بیکر آیا تھا کیا کہے گا۔ فقر و غنی کے مختلف دور بھی جتنا اسی مالک علی الاطلاق کے قبضہ میں ہے۔ تمہارا کام میانہ روی سے اعتدال حکم کرنا ہے۔ حضرت شہ صاحب لکھتے ہیں - "یعنی محتاج و دیکھ کر بالکل بیتاب نہ ہو جا۔ اس کی حاجت روائی تیرے ذمہ نہیں۔ اللہ کے اذن پر ہے۔ لیکن یہ باتیں پیغمبر حبیبہ اسلام و فرمائی ہیں جو بھگدئی واقعہ ہوئے تھے۔ باقی جس کے حق سے دل نہ نکل سکے اس کو پابند کما ہے دینے کا حکم بھی فرمایا ہے اور سردی والے کو گرم۔"

❖ غنا اور فقر میں اللہ کی حکمت | یعنی ہر ایک بندے کے خدا بری و باطنی احوال و مصالح سے خبردار ہے۔ اسی کے موافق معاد کرتا ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی رستی حال فقیر رہنے میں ہے۔ اگر میں اس کو غنی کر دیتا تو اس کا دین تباہ ہو جاتا۔ اس کے برعکس بعض بندے ہیں جن کو غنی بنایا، اگر فقیر بنا دیا جاتا تو ان پر قائم نہ ہو سکتے۔ اس کے علاوہ بعض اشقیاء کے حق میں غنائے خدا بری محض اہمال و استدران کے طور پر یا فقر و تنگدستی عقوبت اور سزا کے طریقہ سے ہے۔ (عیاد اللہ من ہدا و ہدا) ہم پہنچنے کی جداس کی تقریر پر چلے ہیں۔

❖ بعض کافروں کو دہانتے تھے کہ ان کا خرچ کہاں سے لائیں گے۔ سورہ انعام میں اس مضمون کی آیت زیر تجلی تفصیل وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔ کیونکہ یہ ہے جس کی حرکت سب انسان کے قطع کرنے کا موجب ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے حق تعالیٰ کی رزاق پر اعتماد نہیں۔

❖ زنا اور فواحش کی ممانعت | یعنی زنا کرنا تو بڑی سخت چیز ہے۔ اس کے پاس بھی مت جاؤ۔ گویا تنفس نوا میں مبادی زنا سے بچنے کی ہدایت کر دی گئی۔ مثلاً جنسی عورت کی طرف بدون مذر و شری نظر کرنا یا بوسہ مارنا وغیرہ۔

❖ کیونکہ زنا سے انسان میں گڑبڑ ہوتی ہے اور بہت طرح کی بڑائیاں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور سب کے سب بری راہ نکلتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں - "یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے، کوئی دوسرا اس کی عورت پر کرے گا۔"

مسند احمد کی ایک روایت | مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔ حاضرین نے اسے ڈانٹ بتلائی کہ (پیغمبر خدا کے سامنے ایسی گستاخی؟) خبردار چپ رہو۔ حضور ﷺ اس کو فرمایا کہ میرے قریب کو۔ و قریب آ کر بیٹھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو یہ حرکت اپنی ماں، بیٹی، بہن، بھوپھی، خالہ میں سے کسی کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا یہ رسول اللہ! خدا مجھ کو آپ پر قربان کرے ہرگز نہیں۔ فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی ماں، بیٹیوں، بہنوں، بھوپھیوں اور خالہ کے سب سے یہ فعل گوارا نہیں کرتے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی کہ انہی اس کے گناہ و معاصی فرما اور اس کے دل کو پاک اور شرمگاہ و محفوظ کر دے۔ ابوا، فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اس شخص کی یہ حالت ہو گئی کہ کسی عورت وغیرہ کی طرف نگاہ نہ کر نہ دیکھتا تھا۔ اللہم ہب علی سبتنا محمد و باریک وسلم

❖ قتل ناحق کی ممانعت | صحیحین میں ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں، جان کے بدلے جان، یا زانی بھگت یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفُ فِی الْقَتْلِ ۖ اِنَّهٗ كَانَ مَنصُورًا ﴿۳۰﴾

زور سے نہ نکل جائے قتل کرنے میں اس کو مدد ملی ہے

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی

اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جس طرح کہ بہتر ہو جب تک

یَبْلُغَ اَشَدُّهُ ۚ وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ

کدو پہنچنے اپنی جوانی کو اور پورا کرو عہد ہے شک عہد کی

مَسْئُولًا ﴿۳۱﴾ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ

پوچھ ہوگی اور پورا پورا دیا جب آپ کو وزن کرنا ہو اور تو سیدھی

الْمُسْتَقِیْمَ ۚ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا تَقْفُ

ترازی سے یہ بہتر ہے اور چھپے اس کا انجام اور نہ چھپے

مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۖ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

جس بات کی خبر نہیں تجھ کو سنے شک کان اور نگاہ اور دل

کُلُّ اُولٰٓئِکَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَمْشِ فِی

ان سب سے پوچھ ہوگی اور مت چل

الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ

زمین پر اترا تا ہوا تو پھاڑ نہ ڈالے گا زمین کو اور نہ پہنچے گا

الْجِبَالِ طُوْلًا ﴿۳۴﴾ کُلُّ ذٰلِکَ كَانَ سِیِّئُهُ عِنْدَ رَبِّکَ

پہاڑوں تک لمبا ہو کر یہ جتنی باتیں ہیں ان سب میں بُری چیز ہے تیرے رب کی

❖ قتل کا بدلہ یعنی اویسے مقتول کو اختیار ہے کہ حکومت سے کہہ کر خون کا بدلہ لیں۔ لیکن بدلہ دینے سے وقت حد سے نہ گزریں۔ مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کر لیں۔ یا قاتل کے ناک، کان وغیرہ کاٹنے اور مشہ کرنے لگیں۔

❖ یعنی خدا نے اس کی مدد کی کہ بدلہ دینے کا حق دیا اور حکام کو امر فرمایا کہ حق دلوانے میں کمی نہ کریں۔ بلکہ ہر کسی کو لازم ہے کہ خون کا بدلہ دلانے میں مدد کرے۔ نہ یہ کہ اس قاتل کی نہایت کرنے لگے۔ اور وارث کو بھی چاہئے کہ ایک کے بدلے دو نہ مارے یا قاتل ہاتھ نہ لگا دے اس کے بیٹے بھی کو نہ مارا لے جیسے جاہلیت میں رواج تھا۔

❖ مال یتیم کے احکام یعنی یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ ہاں اگر اس کی حفاظت انگہداشت اور خیر خواہی مقصود ہو تو مضا فقہ نہیں۔ جس وقت جوان ہو جائے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھے گئے، مال اس کے حوالہ کر دو۔

❖ ایمانی عہد کی تاکید اس میں سب عہد داخل ہیں خواہ اللہ سے کہئے جائیں یا بندوں سے شرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ کسی کو قول و قرار صبح کا دیکھ رہے مددی کرنا، اس کا وہاں ضرور پڑتا ہے۔

❖ باپ تول میں کمی یعنی جھوٹک نہ مارو۔ باپ تول میں کمی کرنے سے معادلت کا نہ محتمل ہو جاتا ہے۔ قوم شعیب کی ہلاکت کا قصہ پہلے کئی جگہ آچکا ہے اس کا بڑا عملی گند یہ ہی بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام پر تدرت یا کر محض خدا کے خوف سے رک جائے تو خدا تعالیٰ اسی دنیا میں آخرت سے پہلے اس کو نعم انبیل عطا فرمائے گا۔

❖ یعنی دغا بازی اول چلتی ہے پھر بوٹ خبر دے ہو کر اس سے معاملہ نہیں کرتے۔ اور پورا حق دینے والا سب کو بھلا لگتا ہے۔ اللہ اس کی تجارت خوب چلے جاتا ہے۔

❖ بے تحقیق زبان سے کوئی بات نہ نکالو یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر۔ آدمی کو چاہئے کہ کان، آنکھ اور دل دماغ سے کام لے کر ہر جگہ کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی نکل پھو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عمدہ آمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط ہتھکنس لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض وعداوت قائم کر لینا، باپ و داد کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلف شرع و راجح باتوں کی حمایت کرنا، ان میں سے کسی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتانا۔ غیر معلول شیعہ کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن تمام قومی کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا، بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟

❖ اکثر کرمات چھو یعنی مشکبوس کی چال چھنا مسان کو زیبا نہیں نہ تو زور سے پاؤں مار کر وہ زمین کو چھڑ سکتا ہے نہ گردن بھرنے اور سینہ تاننے سے اونچی ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ پھر ایسے ضعیف و بجز اور اس بساط پر اپنے کو اس قدر لمبا کھینچنے سے کیا فائدہ؟

مَكْرُوهًا ۳۱ ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ط

بیزاری ♦ راستان با قوس میں سے جو اوحی تھی تیرے رب نے تیری طرف ♦ عقل کے کاموں سے

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا

اور نہ پیغمبر ♦ اللہ کے سوا کسی اور کی ندگی ♦ پھر بچے تو دور نہیں ♦ ذرا صدمہ

مَلْحُورًا ۳۲ اَفَاَصْفُكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنْ

جس پر غصہ ہے ♦ یا تم وہ بچے نہ بنے یہ تمہارے رب — ♦ بنے ♦ اور اپنے لیے بیٹے

الْمَلَائِكَةِ اِنَّا نَاثِرٌ اَيْتَكُمْ لَتَقُولُوْنَ قَوْلًا عَظِيمًا ۳۳ وَلَقَدْ

دھتور و ♦ مہیا ♦ تم کہتے ہو ♦ بھاری بات ♦

صَرَفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوْا وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا

بھیر بھیر نہ سمجھا یا تم نے ♦ اس قرآن میں ♦ تاکہ وہ سوچیں ♦ اور ان کو یاد دلاتے (اس کا بڑھتا جا تا ہے)

نُفُوْرًا ۳۴ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُوْنَ اِذَا

وہی بدگنا (غرت کرنا) ♦ یہ اگر ہوتے اس کے ساتھ اور نہ ♦ جیسا یہ بتاتے ہیں ♦

لَا بُتَغُوْا اِلَیْ ذِی الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۳۵ سُبْحٰنَہٗ وَ

ناتے ♦ اس عرش کی طرف راہ ♦ وہ پاک ہے ♦

تَعَالٰی عَمَّا يَقُولُوْنَ عُلُوًّا کَبِيْرًا ۳۶ نَسِیْ لَهُ السَّمٰوٰتِ

برتر (بازتر) ہے ♦ ان باقوس سے نہایت (بہت) اور ♦ اس کی پاک بیون کرتے ہیں ساتوں

السَّبْعِ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ

آسمان ♦ اور زمین ♦ اور جو کوئی ان میں سے ♦ اور جو کوئی چیز نہیں ♦ جو نہیں پڑھتی

یعنی جن ہاؤں کو اوپر منع کیا ان کے کرنے میں رب کی بیزارگی ہے اور جن کا حکم یہ ان کے نہ کرنے میں چیز ری ہے۔

یعنی "اگر جو پر مغز اور بیش بہا نصیحتیں کی گئیں، یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب اخلاق کی باتیں ہیں جنہیں عقل سیم قبول کرتی ہے۔ اور جو وحی کے ضمن میں نبی امی ﷺ کی طرف بد واسطہ اور امتامیہ کی طرف بواسطہ حضور ﷺ پہنچتی ہیں۔"

مذکورہ باتوں کا بیان توحید سے شروع کیا تھا، "لا تَعْبُدْ سِوَا اللَّهِ" لا تَعْبُدْ سِوَا اللَّهِ احِرْ فَتَقْعُدْ مَدْمُونًا فَحَذُّوْا"۔ خاتمہ پر بھی توحید یاد دلائی گئی تا قوری سمجھ سکے کہ تمام حسنات کا ترازو نہایت خاص توحید و ہونا چاہئے۔

اللہ کے لئے بیٹیوں کی نسبت | یعنی ایک تو خدا کے لئے اولاد جو بڑ کرنا اور اولاد بھی بیٹیاں۔ جنہیں تم نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو یہ بڑی بھاری گستاخی ہے۔

یعنی قرآن کریم مختلف عنوانوں اور رنگ و رنگ کے دلائل و شواہد سے ان مترکین و فہاش مرتبہ ہے۔ لیکن بجائے نجات حاصل کرنے کے یہ بد بخت اور زیادہ بدست اور وحشت کھا کر رہ گئے ہیں۔

توحید کے عقلی دلائل | یعنی انسان، غیہ و جنہیں خدا کی شریک اور لوہیت کا حصہ بتایا جاتا ہے۔

یعنی پر یا محکوم رہنا کیوں پسند کرتے، سب مل کر خدا، تعالیٰ کے تخت سلطنت کو اسٹالٹے۔ اگر کہا جائے کہ صاحب عرش کے متبادل میں ان کی کچھ جہتیں نہیں تو یک عاجز مخلوق کی عبادت نہر پر لے درجہ کی حماقت ہے یہ گرو معبود خود رب عرش کو خوش رکھا اور اس کا قرب حاصل کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں تو ان کے چوبنے والوں کے لئے اور بھی زیادہ ضروری ہوا کہ خدا کے اکبر کو خوش رکھنے کی فکر کریں۔ لیکن خدا کے بزرگ تمام انبیاء کی زبانی اور فطرت انسانی کی معرفت شرک سے اپنی کامل بیزاری کا اظہار فرما چکا۔ پھر تعجب ہے کہ یہ احمق کس راستہ پر اندھا دھند چلے جا رہے ہیں۔

يَحْمَدُهُ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ

خوبیاں اس د یکن تم نہیں سمجھتے

حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٣٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ جَعَلْنَا بَيْنَكَ

تمل و ان بخشے اور حب تو پڑھتے قرآن رویتیں ہم حق میں یہ —

وَيُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٧﴾

اور میں لوگوں سے جو نہیں مانتے، نفرت ہوتی ہے۔

جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمُ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ

بہم رکتے ہیں ن کے دوں پر چڑھو کہ اس کو سمجھیں اور ان سے تامل ہیں

وَقَرَأُوا إِذَا ذُكِّرْتُ بِكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَوْ أَنْتَ عَلَيَّ

بوجھ ۛ اور جب ڈر رہتا ہے تو قرآن میں اپنے رب کا ایسا مژر جہتے ہیں ایسی

أَدْبَارِهِمْ نَفُورًا ﴿٣٣﴾ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ

◆ ہم خوب جانتے ہیں جس واسطے وہ سنتے ہیں ◆ جس وقت

يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ

کان رکھتے ہیں تیری طرف اور جب وہ مشاوت کرتے ہیں جب کہ کہتے ہیں یہ ہے صاف

إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا ﴿٢٤﴾ أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا

جس کے لئے رقم جمعیت ہو وہ نہیں ہے مگر آپ مردِ جادو کا راز (سحر زدہ) دیکھ لے کیسے بنتے ہیں

لَكَ الْأَمْثَالُ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٢٨﴾ وَ

تجھ پر مقلید (مٹائیں) اور بھگتے پھرتے ہیں۔ سو نہیں پاسکتے

ہر شے پاکی بیان کرتی ہے | یعنی ہر ایک مخلوق زبان سے یا حواس سے اس کی پاکی و خوبیوں بیان کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھتے نہیں۔ خواہ فکر و تامل نہ کرنے کی وجہ سے یا س قوت کے فقدان کی وجہ سے جس کے ذریعہ بعض مخلوقات کی تسبیح قالی سنی اور سمجھی جاسکتی ہے۔ درگزر کوئی شخص ہوا جو سمجھنے کے قبول نہ کرے یا اس کے مقتضی پر عمل نہ کرے۔ تو یہ سمجھنا نہ سمجھنے ہی کے حکم میں ہے۔

یعنی تمام مخلوقات جس کی پاکی میں کریں تم اس کے شکر کا، اللہ اور نبیوں تجویز کرو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم وفور ہدایہ کر دیا جاتا لیکن وہ اپنے ظلم سے شرم نہیں پکڑتا اور توبہ نہ کرنا بخشتا دیتا ہے۔

کفار اور نبی کے درمیان پردہ | جو شخص آخرت کو نہ مانے اور اپنے بھٹے برے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا۔ جب اسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات والے والے پیغمبر کے حواس و اقوال میں غور کرنے اور ہر گاہ رسالت تک پہنچنے کی یہ ضرورت ہوگی۔ اس یہی عدم ایمان بالآخرت۔ انجام کی طرف سے بے فکری وہ معنوی پرہیز جو اس شخص کے درجہ (میں حیث ہوسا) کے درمیان نکال دیتا ہے۔

پہلے پیغمبر کی صداقت تک نہ پہنچ سکنے کا ذکر کیا تھا۔ یہاں فہم قرآن تک رسائی حاصل نہ کر سکے کا بیان ہے یعنی اس قرآن میں ایسی قوی تاثیر ہے، اور کافروں پر اثر نہیں ہوتا۔ یہ سبب ہے کہ اوٹ میں ہیں۔ تقاب سے سارا جہان روشن ہے لیکن گروہی شخص نہ خانہ میں تہہ در تہہ اڑے اور تابان بند کر کے بیٹھ جائے بلکہ آنکھیں بھی بند کرے تو اس کے اعتبار سے تقاب کی روشنی کہیں بھی نہیں۔

کفار کے حجاب | یعنی جب بہت شفاعت و استفادہ سننا نہیں چاہتے تو گویا سنتے ہی نہیں۔ تمہیں خدا تعالیٰ نے جو حجاب اور پردے وغیرہ ڈالے یہ وہی ہیں جن کا جوہر میں نے خواہ اپنے سے بڑی خوشی اور فخر سے ثابت کیا تھا۔ "وَقَالُوا أَفَلَوْا فُلُوْنَا هِيَ الْكِتَابَةُ مَقَالِدُ غُلُوْنَا إِلَيْهِ وَهِيَ آدَانَا وَلَوْ وَهْنٌ نِيْسَا وَيَسْكُ حَحَاتٍ فَاَعْمَلُ اَنَا عَامِلُوْنَا" (حم اسجدہ رکوع ۱) آخرت پر ایمان نہ رکھنا اور انجیم سے بے فکر رہنا، خدا کے ذکر سے چڑنا، پیغمبروں کے ساتھ تسخر کرنا، وہ چیزیں ہیں جو حجاب، کنوں دروڈ کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ درچونکہ خالق ہر چیز کا خدا تعالیٰ ہے ان لئے ان کے خلق کی نسبت بھی اس کی طرف کی جاتی ہے۔

یعنی خدائے واحد کے ذکر سے چڑتے، بدکتے، در پیٹھ پھیر کر بھگتے ہیں، ہاں اس کے معبودوں کا تذکرہ نہ تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ "وَاِذَا دُكِرَ النَّاسُ وَخُدَهُ اَضْمَارَاتٍ فُلُوْنَا الدُّنْيَا لَا يُؤْمِنُوْنَا بِالْآخِرَةِ وَاِذَا دُكِرَ النَّاسُ مِنْ دُوْبَةِ اِذَا هُمْ يَنْسُخُوْنَا" (زمر رکوع ۵)

یعنی سننے سے استفادہ مقصود نہیں ہوتا محض استغفار و استہزاء مقصود ہوتا ہے جس کا ذکر آگے رہا ہے۔
آنحضرت پر مسکور ہونے کا الزام | یعنی قرآن اور آپ کی باتیں س کر گئے۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کی نسبت کیا کہا جائے۔ آخر کہنے لگے کہ یہ شخص جادو کا مارا ہوا معصوم ہوتا ہے۔ یعنی جادو کے اثر سے مجنون ہو گیا، ماغ ٹھکانے نہیں رہا (العباد سالئہ العظیم) بعض نے "مسکور" کو یہاں "سحر" کے معنی میں لیا ہے گویا سحر کی باتوں میں جادو کا اثر ہے۔ تنبیہ | غلط "مسکور" سے جو مطلب وہ مینے تھے اس کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی پر کسی قسم کے سحر کا کسی درجہ میں عارضی طور پر بھی اثر نہ ہو سکے یہ آیت کلی ہے۔ مدینہ میں آپ پر یہود کے جادوگرانے کا واقعہ صحاح میں مذکور ہے۔ جس کا اثر چند روز تک صرف اتنا رہا کہ بعض دنیوی کاموں میں کبھی کبھی ذہول ہو جاتا تھا۔

یعنی کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی جادوگر، کبھی کامن، کبھی مسکور یا مجنون، غرض پہلی پہلی باتیں کرتے رہتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں جس وقت جو منہ میں آیا بک دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جادو جادو جہد کے طعن و تشنیع کا کوئی ایسا راستہ نہیں مل سکتا جس پر چل کر وہ اپنے مقصد غواہ و اعداں میں کامیاب ہو سکیں۔

قَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا ؕ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ

کہتے ہیں یہاں ہم ہو جائیں ہڈیاں اور ہڈیاں پھر اٹھیں گے

خَلْقًا جَدِيدًا ۝ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ۝ أَوْ

نئے بن کر ۞ کہہ تم ہو جاؤ پتھر یا

خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا

کوئی حقیقت جس کو مثل سمجھو اپنے ہی میں ۞ پھر آپ نہیں ہے دن دہرائے گا ہم کو

قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ فَسَيُبْغِضُونَ إِلَيْكَ

کہہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلے بار ۞ پھر آپ نہا میں ہے تیری طرف

رءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ

اپنے سر اور میں ہے کہہ ہو گا یہ ۞ تو کہہ شاید نہا یہی

قَرِيبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ

ہو گا ۞ جس دن تم کو پکارے گا پھر چلے آؤ گے اس کی تعریف کرتے ہو ۞ اور انکل آؤ گے

إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي

کہہ اگر نہیں گئی تم کو مگر قہری ۞ اور کہہ میرے بندوں کو کہ بات وہی نہیں جو

هِيَ أَحْسَنُ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ بَيْنَهُمْ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ

بہتر ہو ۞ شیطان ۞ جھڑپ کرتا ہے ان میں شیطان ہے

كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ۖ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ

انسان کا دشمن ۞ صریح ۞ تمہارا رب خوب جانتا ہے تم کو

❖ دوسری زندگی پر تعجب | یعنی آپ پر مسکور و مجنون یا شعر و کاہن، غیرہ کی مثالیں چسپاں کرنا تو تعجب انگیز تھا ہی، اس سے زیادہ قابل تعجب وہ دلیل ہے جو (معاذ اللہ) مسکور و مجنون ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ موت کے بعد ہم مشابہہ کرتے ہیں کہ آدمی کا بدن گل سرز کر سفید ہڈیاں رو جاتی ہیں تھوڑے دنوں بعد وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل جاتی ہیں۔ کیا کوئی ذی ہوش یہ تجویز کر سکتا ہے کہ یہ ہڈیوں کا چورہ اور خاک کے ریزے دوبارہ جی انھیں گے؟ اور انسانی حیات ان منتشر ذرات میں عود کر آئے گی؟ اگر غیر ایسی ناممکن بات کی خبر دیتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ (العیاذ باللہ) اس کی دماغی صحت بحال نہیں ہے۔

❖ آنحضرت کا جواب | یعنی یہ ریزے اور چورہ تو بہر حال انسانی شے کا ہے جس میں بیشتر زندگی رہ چکی ہے۔ اور خود مٹی کے ذرات میں بھی آثار حیات کا پید ا ہو جانا چنداں مستبعد نہیں۔ میں اس سے بڑھ کر تم کو اجازت دیتا ہوں کہ ہڈیوں کا چورہ نہیں، اگر ممکن ہو تو پتھر یا وہاں جو جو آثار حیات کے قبوں کرنے سے باطل محض نظر آتے ہیں، ہند کوئی ایسی سخت چیز بن کر تجر پہ کر لو جس کا زندہ ہونا ہو اور پتھر سے بھی زیادہ مشکل معلوم ہو جی کہ مجسمہ موت بن کر، یکے کو یکے پھر بھی اس قادر مطلق کو تمہارا زندہ کر دینا کس قدر آسان ہے۔

❖ دوسری زندگی پر عقلی دلیل | جس نے پہلی بار تم کو مٹی یا لطفہ سے پیدا کیا اور بعد ازاں عقل پر روح انسانی فائز کر دی۔ کیا اب اس میں قدرت نہیں رہی کہ خاک کے ذرات اور مردہ شے کے اجزاء جمع کر کے دوبارہ زندگی عطا کر دے۔

❖ کفار کا استہزاء | یعنی استہزاء و تمسخر سے سر بلا ہاں کر لیتے ہیں کہ ہاں صاحب ابوسیدہ ہڈیوں کے ریزوں میں کب جان پڑے گی۔ اور کب مردے قبروں سے حساب کے لئے اٹھائے جائیں گے۔

❖ قیامت اور یوم حشر | یعنی قیامت کا ٹھیک وقت حق تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتایا، ماں اس کے مستقبل قریب میں آئے کی تم امید ظاہر کر سکتے ہو۔ گویا دنیا کی بقیہ عمر اس سے تم بے چینی رز چکی ہے۔

❖ یعنی جس وقت خدا کی طرف سے آواز دی جائے گی ایک دانت میں سب مردے زمین سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہو جائیں گے کسی کو سر تابی کی مجال نہ ہوگی۔ ہر ایک انسان اُس وقت مطیع و منتظر ہو کر خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوا حاضر ہوگا۔ گو کافر کو اس وقت کی اضطرابی حمد و ثنا سے کچھ فائدہ نہیں۔ بعض روایت میں ہے کہ مومنین کی زبان پر یہ الفاظ ہوں گے۔ ”الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن“۔

❖ یعنی اب شہابی کرتے ہو، اس وقت اندر زندہ کرو گے کہ دنیا میں کچھ زیادہ دیر نہیں رہے تھے۔ پچاس سو برس ان ہزاروں برسوں کے سامنے کیا معلوم ہوں (موضح القرآن) بعض نے کہا کہ شدت ہوں و خوف سے دنیا کی زندگی تھوڑی معلوم ہوگی۔ یا نفع، اول اور نفع، ثانی کے درمیان چونکہ عذاب نہ رہے گا۔ اس درمیان مدت کو قلیل خیال کر کے کہیں گے ”من بعثا من مرقدا“ (نہیں رکوع ۴)

❖ مسلمانوں کو ایک نصیحت | مشرکین کی جہالت اور طعن و تمسخر کو سن کر ممکن تھا کوئی مسلمان نصیحت و فہمائش کرتے وقت تنگ دلی برتنے لگے اور سختی پر اتر آئے اس لئے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ مذاکرہ میں کوئی سخت دل آزار اور اشتعال انگیز یہو، اختیار نہ کریں۔ کیونکہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ شیطان دوسرے کو ابھار کر لڑائی کر دیتا ہے۔ پھر مخالف کے دل میں ایسی ضد و عناد قائم ہو جاتی ہے کہ سمجھتا ہوتا بھی نہ سمجھے۔

إِنْ يَشَأْ يُرْحَمَكُمُ أَوْ إِنْ يَشَأْ يُعَذِّبْكُمُ ۖ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ

گر چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم کو عذاب دے ۱۷ اور تم کو نہیں بھیجا ہم نے

عَلَيْهِمْ وَكَيْلًا ۝ ۵۷ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ

ان پر ذمہ داری والے ۱۸ اور تم پر ادب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں میں ہیں

الْأَرْضِ ۖ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلَىٰ بَعْضٍ وَ

زمین میں اور ہم نے بعض نبیوں کو بعضے سے فضول سے

اتَّبَعْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۝ ۵۸ قُلْ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَيْتُمْ مِّنْ

وہی ہم نے داؤد کو زبور ۱۹ کہہ دیکھا جن کو تم سمجھتے ہو

دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمُ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ ۵۹

سوئے اس کے سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تکلیف کو تم سے اور نہ بدل دیں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ

وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود راہنہ ہوتے ہیں اپنے رب تک

الْوَسِيلَةَ إِلَيْهِمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے اور امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی درؤرتے ہیں

عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝ ۶۰ وَإِنْ مِّنْ

اس کے عذاب سے بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کا چیز ہے اور کوئی

قَرِيْبَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا

بستی نہیں جس کو ہم حراب نہ کر دیں گے قیامت سے پہلے یا آفت ڈالیں گے اس پر

یعنی رحم کرے ایمان کی توفیق دے، یہ عذاب دے حالتِ غر پر مار کر۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ انداکر دیش حق ۱۱۱۱ جھنجھلائے لگتا ہے کہ دوسرے حق و حق و نہیں مانتا، سو فرمادیا کہ تم ان کی ہدایت کے لئے ار نہیں۔ اند بہتہ جانتا ہے جس کو چاہے رو بھجائے۔

بعض انبیاء کی بعض پر فضیلت | یعنی ہم اپنے ہم محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔ جس کو مناسب جانا آدمیوں میں سے پیغمبر بنایا۔ پھر جس پیغمبر کو چاہا دوسرے پیغمبروں پر کلی یا جزئی فضیلت عنایت کی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی بعض نبی تھے۔ (مت کی حد سے زیادہ شاراتوں پر ترکار) جھنجھلا گئے۔ آپ کا حوصلہ ن سے زیادہ رکھا ہے۔ (اور سب پر فضیلت دی ہے۔ لہذا آپ کی خوش اخلاقی اپنے مرتبہ عالی کے موافق ہونی چاہئے)۔ اور خصوصیت سے دادِ علیہ السلام کا ذکر کیا۔ کیونکہ دونوں چیزیں رہتے تھے، جہاد بھی اور زبور بھی سمجھانے کو (وہی الحدیث نکال لا بھڑا الا فقی) وہی دونوں باتیں یہاں بھی ہیں۔ "قرآن اور جہاد۔ بعض نے کہا کہ یہاں "زبور" کا ذکر کر کے حضور کی فضیلت لکھتے اور امت محمدیہ کے فضل و شرف کی طرف اشارہ فرمادیا، کیونکہ حضور کے خاتمِ انبیاء اور اس امت کے اشرف الامم ہونے پر زور شریف کے مضامین مشتمل تھے۔ "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر انی الازص یوئھا عبادی الصالحون" (نبیاء، رکن ۷) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم و امۃ المرحومہ معبودان باطل کی حقیقت | یعنی خدا تو وہ ہے جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے مہربانی فرمائے، جس کو جس قدر چاہے اس میں پر فضیلت عطا کرے، اس کی قدرت کامل اور علم محیط ہے۔ اب اگر مشرکین و مستیوں کو پکاریں جن کو انہوں نے خدا کو بھڑکھایا بنا رکھا ہے۔ بیان میں ایک بھی ایسا مستحق اختیار رکھتا ہے کہ ذرا سی تکلیف و تم سے دور کر سکے یا ملکی کر دے یا تم سے انحراف کرے دوسرے پر ڈال دے۔ پھر ایسی ضعیف و عاجز مخلوق کو معبود ٹھہرا کر ایسے روایات دے گا۔

بجاری میں روایت ہے کہ چھ لوگ جاہلیت میں جنات کی مہوت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے۔ ان کے حق میں یہ ریت نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ جن، ملائکہ، مسیح و عزیر وغیرہ کے پوجنے والے سب اس میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو، وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے ہیں۔ ان کی داد و دوش صرف اس لئے ہے کہ خدا کی نزاکت حاصل کرنے میں کون آئے ملتا ہے، ان میں جو زیادہ مقرب ہیں وہ ہی زیادہ قرب الہی کے طالب رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کسی سب سے زیادہ مقرب بندہ کی دعا، وغیرہ کو حصولِ قرب کا وسیلہ بنائیں۔ پس جب تہوارے تجویز کئے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کر لو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے نہ وہ جنہیں تم خوش رکھنا چاہتے ہو تنبیہا "توسل" اور تہجد میں فرق ظاہر ہے۔ پھر توسل بھی اسی حد تک مشروع ہے جہاں تک شریعت نے اجازت دی۔

یعنی باوجود نہایت قرب کے ان کی امیدیں محض حق تعالیٰ کی مہربانی سے وابستہ ہیں وراہی کے عذاب سے ہمیشہ رزائل و ترساں رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہر قسم کا نفع پہنچانا، یا ضرر کو روکنا ایک خدا کے قبضہ میں ہے۔

عَذَابًا شَدِيدًا ۱۵ كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۱۶

خفت آفت ۱۵ یہ ہے کتاب میں ۱۶ کتاب

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا

اور ہم نے اس لیے موقوف کیں نشانیں ۱۷ ان کے کھنکھانے (پیدا) نے ان کو

الْأُولُونَ ۱۸ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۱۹

جہنمایا ۱۸ اور ہم نے وہی تم کو دادی ان کے سمجھانے کو ۱۹ پھر ظلم کیا اس پر

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۲۰ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ

اور نشانیں جو ہم بھیجتے ہیں ۲۰ سزا دینے کے ۲۱ اور جب کہہ دیا ہم نے تجھ سے کہ

رَبِّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۲۲ وَمَا جَعَلْنَا الرُّيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ

تیرے رب نے گھیر لی ہے لوگوں کو ۲۲ اور وہ دکھلاوا ۲۳ جو تجھ کو دکھلایا ہم نے

إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآنِ ط

سو جانچنے کو لوگوں کے ۲۴ اور ایسے ہی وہ درخت جس پر پھنکار ہے ۲۵ قرآن میں

◆ قیامت سے پہلے تمام بستیوں کی ہلاکت | اس آیت کا مطلب کئی طرح لیا جاسکتا ہے (الف) دنیا کی ہر ایک بستی و عظیم الشان گناہوں کی پاداش میں قیامت سے پہلے پہلے مذاب متاصل بھیج کر بالکل تباہ و خراب کر دیا جائے گا یا اگر گناہ انتہائی درجہ کے نہ ہوں گے تو درجہ دوم کے جرائم کی سزا میں عام بدست سے کم کوئی سخت آفت اس بستی پر نازل کی جائے گی۔ باقی ایسی بستی کہاں ہے جو ازل سے ابد تک نہ گناہ کرے نہ کسی آفت میں پھنسے (ب) قیامت سے پیشتر ضروری ہے کہ ہر ایک بستی طبعی موت بھیج کر ویران کی جائے یا کسی سخت آفت و بلا میں مبتلا ہو۔ طبعی موت پر جو تعذیب کے رنگ سے خن ہو، لفظ "ہدک" کا طلاق قرآن و حدیث سے ثابت ہے "حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلُوبُهُ لَسَ يَتَعَثَّ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ زَمُونًا" (اسو من رکوع ۴) "وَلَقَدْ ارِثْ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَاءَ نَبِيٍّ آخَرٍ" (ج) کفار کی ہر ایک بستی یا قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں نابود و تباہ کر دی جائے گی یا کسی نہ کسی وقت (یعنی قیامت سے پہلے یا بعد) سخت عذاب کا مزہ چکھے گی۔ بہر حال کوئی معنی لئے جائیں، مقصود اس آیت سے تذکرہ ہے۔ گو یہ پہلے جفر یا یہ تھا "إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا" یہاں اس کے وقوع کی خبر دی گئی۔

◆ یعنی یہ فیصلہ بالکل حتمی اور ازل سے جو ہم لہی میں طے ہو چکا اور لوح محفوظ میں لکھ گیا۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ حضرت شاہ

صاحب لکھتے ہیں ”شر کے لوگ ایک برہم و پوجتے ہیں کہ ہم اس کی رعیت ہیں اور سکی پناہ میں ہیں، سو وقت آنے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔“ ”لا عاصم ابوام من افرم اللہ الا من رحمہ“

﴿فرمانشی نشانات نہ بھیجنے کی وجہ﴾ حدیث میں ہے کہ اہل مکہ نے حضورؐ سے چند نشانیوں طلب کیں مثلاً یہ کہ ”کوہ صفا کو سونا بنا دیجئے یا پہاڑوں کو ہمارے گرد و پیش سے سا کر زرعیت کے قابل زمین ہموار کر دیجئے۔ وغیرہ ایک۔ ایسا کرو تو ہم آپ کو مان لیں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی یہ فرمانشی نشان دکھانا خدا تعالیٰ کو کچھ شواہد تھے۔ لیکن پہلے لوگوں کو ان کی فرمانشی کے مطابق نشان دکھائے گئے تب بھی نہ مانے۔ بلکہ سرکشی میں اور ترقی کر گئے۔ آخر سنت اللہ کے موافق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست و نابود کر دیے گئے۔ اب اگر تمہاری سب فرمانشیں پوری کر دی جائیں۔ اور خدا کے حکم میں ہے بلکہ تمہارے احواس سے بھی ظاہر ہے کہ تم پھر بھی ماننے والے نہیں، تو سنت اللہ سے موافق اس کا نتیجہ وہی استیصال و ہلاک کلی ہونا چاہئے جو اس امت کے حق میں خلاف مصلحت و حکمت ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس آخری امت کی نسبت یہ نہیں کہ گذشتہ اقوام و اہم کی طرح عذاب مستاصل بھیج کر بالکلیہ تباہ کر جائے۔ پہلی امتوں کو فرمانشی نشان دکھانا اس بنا پر جائز رکھا گیا کہ ان کی بالکلیہ تباہی خدا کے نزدیک اس قدر رائق التفات نہ تھی اور آخر میں آنے والی امت کو جو نبیؐ نے دکھانے تھے کہ فرمانشی نشان، آگنے والوں کا حشر یہاں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ان ہی تاریخی نظار کی طرف اجمالی اشارہ فرما دیا کہ اگر فرمانشی نشان دیکھنے کے بعد تکذیب کی (اور یقیناً کرو گے) تو جو حشر پہلوں کا ہوا وہی تمہارا ہوگا لیکن حکمت الہیہ مقتضی نہیں کہ تم کو اس طرح تباہ کیا جائے۔ ہذا فرمانشی نشانات کا بھیجنا موقوف کیا گیا۔

﴿حضرت صالحؑ سے اونٹنی کی فرمانش اور اس کا انجام﴾ ”قوم شموذ“ نے حضرت صالحؑ سے درخواست کی تھی کہ پہاڑ کی فہر چٹان میں سے اونٹنی نکال دیجئے۔ خدا نے نکال دی۔ مگر بجائے اس کے کہ یہ فرمانشی معجزہ دیکھ کر انکھیں کھلیں اور قلبی بصیرت حاصل ہوتی انہی اعظم و عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ اونٹنی کو مار ڈالا اور حضرت صالحؑ کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ”کذب مہالاولون“ کا ایک نمونہ پیش کر دیا۔

﴿یعنی ہدایت نشانیوں دیکھنے پر موقوف نہیں۔ غیر معمولی نشانات بھیجنے سے تو مقصود یہ ہے کہ قدرت تبارہ کو دیکھ کر لوگ خدا سے ڈریں اور راکر اس کی طرف جھکیں۔ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو، ورنہ اہل اس قوم کو تباہ کرنا بھی مصلحت نہیں تو محض فرمانشیں پورا کرنے سے کیا حاصل ہے۔ باقی عام تحریف و انذار کے لئے جن آیات و نشانات کا بھیجنا مصلحت ہے وہ برابر بھیجے جاتے ہیں۔

﴿آنحضرتؐ کو نسی﴾ شاید آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ فرمانشی نشان نہ دکھانے پر کفار کو ہنسنے اور طعن کرنے کا موقع ملے گا کہ اگرچہ پیغمبر ہوتے تو ہماری طلب کے موافق نشان دکھاتے۔ اس لئے آپ کو مطمئن کیا کہ سب لوگوں کو تیرے رب کے علم و قدرت نے گھیر رکھا ہے نہ کوئی اس کے علم سے باہر ہے نہ قدرت کے نیچے سے نکل کر جاسکتا ہے سب اس کے قبضہ میں ہیں آپ ان کے طعن و تشنیع کی طرف قطعاً التفات نہ کریں۔ وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ پنا کام کئے جائے اور ان کے فیصلوں کو بالکلیہ ہم پر چھوڑ دیجئے۔ ہم جانتے ہیں کہ فرمانشی نشان دیکھ کر بھی یہ لوگ آپ کی بات ماننے والے نہیں تھے اور اس کے بعد ہماری سزا سے چھوٹ کر نکل بھاگنے بھی ممکن نہ تھا اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کون فی الحال تباہ کر ڈالنے کے لائق ہیں اور کون لوگوں کا باقی رکھنا مصلحت ہے۔ لہذا آپ اس شخصیت میں نہ پڑیں، یہ سب ہمارے ہی صرہ میں ہیں آخر مسلمان ہو کر رہیں گے۔

﴿”دکھ دے“ سے مراد شب معراج کا نظارہ ہے جس کے بیان سے لوگ جا بجا بچے گئے۔ جنوں نے سن کر مانا اور کچھوں نے جھوٹ جانا۔

﴿دوزخ کا درخت﴾ یعنی ”زقوم“ کا درخت جسے قرآن میں فرمایا کہ دوزخ والے کھا لیں گے۔ ایمان والے یقین لائے اور منکروں نے کہا کہ دوزخ کی آگ میں ہنر درخت کیونکر ہوگا؟ یہ بھی جاننا تھا۔ ان دو مشاوں سے نڈاڑہ کر لو کہ تصدیق خوارق کے باب میں اس کی طبائع کا کیا حال ہے۔

وَنُخَوِّفُهُمْ ۖ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝۱۰ وَإِذْ قُلْنَا

اور ہم ان کو ڈراتے ہیں ۱۰ تو ان کو زیادہ ہوتی ہے بڑی شرارت ۱۰ اور آپ نے فرمایا

لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِلْآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ قَالَ

فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں سر پڑے مگر ابلیس

ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ۝۱۱ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي

کیا میں سجدہ کروں یہ شخص جو جس کو تُو نے بنایا مٹی کا ۱۱ کہنے لگا بھلا دیکھ تو یہ شخص جس کو

كَرَّمْتُ عَلَىٰ لَيْسَ آخِرَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا خُتْبَانِكَ

تُو نے مجھ سے بڑھا دیا ۱۲ مگر مجھ کو اہمیل دیو ۱۲ قیمت کے دن تک تو میں سدا

ذُرِّيَّتِهِ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۲ قَالَ أَذْهَبُ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اولاد کو ڈھانسی دے ہوں مگر جوڑے سے ۱۲ فرمایا ۱۲ پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہو ان میں سے

فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا ۝۱۳ وَاسْتَغْفِرُ مَنْ

سورازخ ہے تم سب کی سزا بدلہ پورا ۱۳ اور گھبرا لے گا میں

اسْتَطَعْتُ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبُ عَلَيْهِمْ بِخِيلِكَ وَ

جس کو تجھ سے اپنے اپنی آواز سے ۱۴ اور لے (خیر و امان) ان پر اپنے سوار اور

رَجَلِكَ وَشَازِرْكَهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدَّهُمْ ۖ وَمَا

بیادے ۱۵ اور سچا کران سے ۱۵ اور ان کو دے گا ان کو اور یہ تمہیں

يَعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝۱۴ إِنَّ عِبَادِي لَكِبَسَ لَكَ

وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر غیبازی ۱۴ وہ جو میرے بندے ہیں ان پر نہیں

یعنی جن کے اس خدا کے خوف سے خدایوں، ڈرانے سے ڈریں نہیں، بد اور زیادہ شہادت میں ترقی کریں اس سے فرمائشی نشان دیکھنے پر قبول حق کی امید رکھنا بے موقع ہے۔

قصہ آدم و ابلیس سے کفار کی منہ سبت یہ قصہ نئی جگہ گھر چکا۔ یہاں اس پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا بے چون و چرا مانا فرشتوں کا اور اس میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ یہ کافر بھی اسی کی چال چل رہے ہیں۔ جو بات بات میں سچ بھٹیاں کرتے ہیں۔ مگر یہ در ہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہوئے گا۔ ہے جو ان کے امام ابلیس عین کا ہوا گا۔

جنی تھوڑے سے چھوڑ کر باقی سب نوچا مسخر کر لوں جیسے گھوڑے کو گام دیکر قابو کر لیا جاتا ہے، پھر جو میرے سامنے آتا کمزور ہے اسے مجھ پر فضیلت دینا کس طرح جائز ہوگا؟

یعنی جا بھٹ زور لگا سکتا ہے لگاے، یہاں بھی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے وسطے جیل خانہ تیار ہے۔

یعنی اس کو ز جو خدا کے عصیان کی طرف بلائی ہو، مراد اس سے دوسرے ذمہ ہے اور میر (باجا کا) بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

شیطان کے سوار اور پیادے | یعنی ساری طاقت صرف کر زائل اور پوری قوت سے لشکر کشی کر اخذ کی معصیت میں نئے واسے اب شیطان کے سوار و پیادے ہیں۔ جن ہوں یا اس۔

یعنی اس میں رہا نہ رکھ، نہ کو ہر طرح بھرا، کہ ماں و باپ، دین میں تیرا حصہ لگائیں، یعنی یہ چیزیں ناجائز طریقہ سے حاصل کریں ورنہ ناجائز کاموں میں صرف کریں۔

یعنی شیطان جو ہنر باغ دکھاتا ہے اس سے فریب کھانا حق کا کام ہے اس کے سب وعدے دغا باری اور فریب سے ہیں، چنانچہ وہ خود اقرار کرے گا۔ "وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ" (ابراہیم رکوع ۳)

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰی بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿۵﴾ رَبُّكُمْ الَّذِیْ یُنَزِّجُ

تیری حکومت اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے والے ﴿۵﴾ تمہارا رب وہ ہے جو چھتات

لَكُمْ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ

تمہارے واسطے کشتی دریا میں ﴿۶﴾ تاکہ تلاش کرو اس کا فضل ﴿۶﴾ وہی ہے

بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ

تم پر مہربان ﴿۶﴾ اور جب آتی ہے تم پر سخت دریا میں بھول جاتے ہو جن کو

تَدْعُوْنَ اِلَّا اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجَّیْكُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۚ وَ

پکارا کرتے تھے اللہ کے سوائے پھر جب بچا دیا تم کو خشکی میں پھر جاتے ہو (نال جاتے ہو) اور

كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ

ہے انسان بڑا ناشکرا ﴿۷﴾ سو کیا تم بے ڈر (مطمئن، نڈر) ہو گئے، اس سے کہ وہ سادے تم کو جھل (خشکی) سے

الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ

کنارے ﴿۸﴾ یا بھیج دے تم پر آندھی پھر برسانے والی پھر نہ پاؤ اپنا

وَكِیْلًا ﴿۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْهِ تَارَةً اٰخَرٰی

کوئی نگہبان (بچانے والا) یا ہے ڈر ہو گئے ہو اس سے کہ پھر لے جائے تم کو دریا میں ﴿۹﴾ دوسری بار

فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْءِ فِیْغْرِقْکُمْ بِمَا کُفَرْتُمْ ۚ

پھر بھیجے تم پر ایک سخت جھونکا ہوا کہ پھر ڈوبے تم کو بد لے میں اس ناشکری کے

ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا ﴿۹﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

پھر نہ پاؤ اپنی طرف سے ہم پر اس کا کوئی باز پرس (پیچیدگی) کرنے والا ﴿۹﴾ اور ہم نے عزت دی ہے

◆ مخلصین پر شیطان کا قابو نہیں چلتا | یعنی جو خدا پر اعتماد و توکل کریں وہ ان کا کام بناتا ہے اور شیطان کے جال سے نکالت ہے۔

◆ یہ خدا کی کار سازی کا ایک نمونہ پیش کیا ہے، جس میں ایک شرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا کوئی کار ساز نہیں۔ غ کہ ہیں عارضی زور کمزور سرے۔

◆ یعنی روزی۔ روزی کو اکثر قرآن میں ”فضل“ فرمایا ہے۔ ”فضل“ کے معنی زیادہ کے ہیں۔ سو مسلمان کی بندگی ہے آخرت کے واسطے اور دنیا لہذا وہیں ملتی ہے۔

◆ انسان کی ناشکری | یعنی مصیبت سے نکلنے ہی محسن حقیقی کو بھول جاتا ہے چند منٹ پہلے دریا کی موجوں میں خدا یاد آ رہا تھا کنارہ پر قدم رکھا اور بے فکر ہو کر سب فراموش کر بیٹھا۔ اس سے بڑھ کر ناشکر گنہ گاری کیا ہوگی۔

◆ یعنی سمندر کے کنارے خشکی میں دھنسا دے۔ مثلاً زلزلہ آجائے اور زمین شق ہو کر قارون کی طرح اس میں دھنس جاؤ۔ خلاصہ یہ کہ ہلاک کرنا کچھ دریا کی موجوں پر موقوف نہیں۔

◆ یعنی کوئی ضرورت کھڑی کر دے جس کے لئے ناچار دریائی سفر کرنا پڑے۔

◆ یعنی خدا سے کون باز پرس کر سکتا ہے یا کس کی مجال ہے کہ پیچھا کر کے اس سے مجرمین کا خون بہا و مصلوب کرے؟

بے تکلف طے کرنا چاہتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے پینے، مکانات و درختوں کی سائش و رہائش کے سامانوں سے مستمع ہوتا ہے۔ ان ہی آدمیوں کے سب سے پیسے باپ آدم۔ یہ اسد کو خدا تعالیٰ نے مسکود ملائکہ اور ان کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کو کل مخلوقات کا سرکار بنایا۔ غرض انسانی و حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت و بزرگی دیکرائی بہت بڑی مخلوق پر نصیبت کی۔ اوپر کے رکوع میں ”ومن نسبت شیطان کا ہند الذی کسوت علیٰ کین اور ملائکہ کا آدم کو بندہ کرنا پھر بنی آدم کو سختی کے ذریعہ اپنی سطر طے کرنا مذکور تھا۔ اس آیت کا مضمون مضامین مذکورہ بالا سے صاف طور پر مربوط ہے ”تنبیہ“ مفسرین نے اس آیت کے تحت میں یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہے کون مضطر۔ لیکن خصاف یہ ہے کہ آیت سے اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ حنفیہ کی رائے یہ ”نقل کی بنا پر“ ”رسل بہر“ ”رسل ملائکہ“ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ (ملائکہ) رسل بشر کے (باقی تمام فرشتوں اور آدمیوں سے افضل ہیں۔ درحالیہ فرشتوں کو ہم آدمیوں پر نصیبت حاصل ہے، اللہ اعلم۔

❖ **حشر میں اعمال ناموں کی تسمیہ** یہاں یہ بتلانا ہے کہ دنیا میں فطری حیثیت سے انسان کو نوعات و نصیبت ہستی تعین کرنے کہیں تک قائم رکھی اور کتنے ہیں جنہوں نے انسانی عز و شرف کو خاک میں ملا دیا۔ خدا صمد یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر فرقہ کی چیز کی معیت میں حاضر ہونا جس کی حیرونی اور توجہ کرتا تھا۔ مثلاً موسیٰ کے نبی، کتاب، دینی پیشوا، یا گذر کے مذہبی۔ اور بڑے شیطان اور جھوٹے معبود، جس میں فرمایا ہے ”و جعلناہم امۃ تذخون الی النار“ (انھیں رعون ۴) اور حدیث میں ہے ”لن نع کل امۃ ما کانت تعد“ ”الح“ اس وقت تمام آدمیوں کے عمان سے ان کے پاس پہنچا دیے جائیں گے۔ کسی کا عمل مد سائے سے وابستہ ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ گویا یہ ایک کسی علامت ان کے مقابل یا سرور، سوے کی بھیجے جائے گی۔ ”اسی ب یمن“ (دبے ہاتھ میں) ”ی نہ پڑنے والے“ (وہ ہوں گے جنہوں نے ان میں حق کو قبول کر کے اپنی فطری شرف و نسبت کو راست و باقی رکھا۔ جس طرح دنیا میں انہوں نے دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کئے، آخرت میں ان کی وہ احتیاط کام آئی۔ اس دن وہ خوشی سے چھوٹے نہ ہوں گے، بڑے سرور و غمناک سے اپنا عمل نامہ پر جن میں سے اور دوسروں کو کہیں گے ”ہاؤنہ الفراء واکتابہ“ (ان کا رعون ۱) کہ تو میری کتاب پڑھ لو۔ باقی دوسرے ”یمن“ ”صحب شان“ ان کا کچھ حال اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے۔ (بعض نے غلط ”ہم“ سے خود عمل نامہ مراد لیا ہے کیونکہ وہاں لوگ اس کے پیچھے چلیں گے)

❖ یعنی جھوٹی گھنٹی۔ درمیان جو ایک ہدایت کا سہارا ہے، اتنا ظلم بھی وہاں نہ ہوگا۔ ہر ایک کی محنت کا پورا بدلہ پورے سے زیادہ بھلے گا۔

❖ دنیا اور آخرت کے اندھے۔ ”یمن“ یہاں ہدایت کی راہ سے اندھا رہا، وہ یہی آخرت میں ہدایت کی راہ سے مدد طلب اور بہت

دور پڑا ہے۔ (موضع القرآن) ”یمن“ ”صحب یمن“ کے بالمقابل ”اصحاب شان“ کا ترجمہ ہوا۔ بعض نے ”واصل سبیلہ“ کا مطلب یہ لیا

ہے کہ دنیا میں تو سخاوت و ایات کا امکان تھا، آخرت میں اس سے بھی دور جایا کیونکہ اب تمام ارب و ملکی کا امکان ہی نہیں رہا۔

❖ کفار مکہ کی احمقانہ تجویز۔ یعنی بعض اندھے ایسے شریر ہیں کہ خود تو راہ پر یا آتے بڑے بڑے سوانھوں کو بھگانا چاہتے ہیں۔

چنانچہ کفار مکہ کی اس بے حیائی و جسارت کو دیکھ کر آپ پر ڈورے ڈالتے ہیں کہ خدا نے جو حکام دیے اور وہی بھیجی اس کا ایک

حصہ ان کی خاطر ہے۔ آپ (معاذ اللہ) چھوڑ دیں یا بدل ڈالیں۔ کبھی حکومت، دوست اور تحسین عورتوں کا ”حق“ دیتے ہیں۔ کبھی کہتے

ہیں کہ ہم آپ کے تابع ہو جائیں گے قرآن میں سے صرف وہ حصہ نکال دیجئے جو شرک و ست پرستی کے رد میں ہے۔ اگر

آپ (العیاذ باللہ) غرض محال ایسا کر گزرتے تو بیشک وہ آپ کو گارہا دوست بناتے۔ یمن آپ کا جو بے یہ تھا کہ خدا کی قسم اگر تم

چاند اتار کر میری ایک منگھی میں اور سورج تار کر دوسری منگھی میں رکھ دو تب بھی محمد (ﷺ) اس چیز کو چھوڑنے و نہیں جس کے لئے خدا

نے اسے طے کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنا کام پورا کرے یا اس راستہ سے گزر جائے۔

دست ز طلب نہ رہتا کامن بر تید یا تن رسد بجائیاں یا جاں رتن بر آید

كُذِّتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۝۴۵ إِذَا لَذَقْنَاكَ ضَعْفَ

تو لگ جاتا تھکتے ان کی طرف تھوڑا سا ♦ تب تو ضرور پچھاساتے ہم تجھ کو دوتا

الْحَيَاةِ وَضَعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝۴۶

مڑہ زندگی میں اور دوتا مرنے میں پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والے ♦

وَأَنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لَيُخْرِجُوكَ

اور وہ تو چاہتے تھے کہ کھیرا دیں تجھ کو اس زمین سے تاکہ نکال دیں تجھ کو

مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبَثُونَ خَلْفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۴۷ سُنَّةَ

یہاں سے اور اس وقت نہ ٹھہریں گے وہ بھی تیرے پیچھے مگر تھوڑا ♦ دستور

مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

چلا آتا ہے ان رسولوں کا جو تجھ سے پہلے بھی ہم نے اپنے پیغمبر اور نہ پاسے گا تو ہمارے دستور میں

تَحْوِيلًا ۝۴۸ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذُلُولِ النَّهْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ

تفاوت قائم رکھ نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ♦

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝۴۹ وَ

اور قرآن پڑھنا فجر کا بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو ♦ اور

مِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ

کچھ رات جاگتار قرآن کے ساتھ (اس میں) یہ زیادتی (بڑھوتری) ہے تیرے لیے ♦ قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجھ کو

♦ آنحضرت کی بے مثال ثابت قدمی "تَرْكُنُ" "رکون سے ہے جو ادنی جھکاؤ اور خفیف میلان قلب کو کہتے ہیں اس کے ساتھ "شَيْئًا قَلِيلًا" "بڑھایا گیا تو ادنی سے ادنی ترین مراد ہوگا۔ پھر "لَقَدْ كَذَّبْتَ" "فرما کر اس کے وقوع کو اور بھی گھٹا دیا۔ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ معصوم پیغمبر ہیں جن کی عصمت کی سنبھال حق تعالیٰ اپنے فضل خصوصی سے کرتا ہے تو ان چالاک شریروں کی

فریب بازیوں سے بہت ہی تھوڑا سا دھڑکنے کے قریب ہو جاتے مگر انبیاء کی عصمت کا تکلف ان کا پروردگار کر چکا ہے۔ اس سے اتنا حیف جھکاؤ بھی نہ پڑے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ میں تھوڑی سی فطری قوت کس قدر مضبوط اور ناقابل ترنزل تھی۔

◆ **کلمہ عتاب سے آنحضرتؐ کے شرف کا بیان** | اس سے بھی حضورؐ کے فضل و شرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار مقصود

ہے۔ مقررین کے لئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں "تزوئکان را پیش بود حیرانی" کے قاعدہ سے ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا کوتاہی پر عتاب بھی کہیں زیادہ ہوتا ہے جیسے ازواج مطہرات کو فرمایا "یا ساء النبی من یات بسکک بعاشیة مبینة یصاعف لها العذاب صغیر" (الاحزاب رکوع ۴) تو بتل دیا کہ آپ کا مرتبہ معمول نہیں۔ اگر بغرض محال ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور بر رخ و آخرت میں دو گنا مزد چکھا پڑے۔ مومن کو چاہئے کہ ن آیات کو تلاوت کرتے وقت دوزانوینہ کر انتہائی خوف و خشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شاہ جلاں و جبروت میں غور کرے اور وہی کہے جو حضورؐ نے فرمایا "لنہم لا تسکلبی الی نعیمی طوفة عیب" خداوند! چشم زدن کے لئے جی مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے یعنی ہمیشہ اپنی ہی حفاظت و کفالت میں رکھیے۔

◆ یعنی چاہتے ہیں کہ تجھے تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں۔ نہیں یہ درکھیں کہ ایسا کیا دودھ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔ ان کے ظلم و ستم حضورؐ کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپؐ کا مکہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً بیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان "بدو" میں نہایت ذلت کے ساتھ ہرک ہوئے۔ اور اس کے پانچ چھ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا۔ کفار کی حکومت و شوکت تباہ ہو گئی اور بالآخر بہت قلیل مدت گزرنے پر مکہ بلکہ پورے جزیرۃ العرب میں پیغمبر علیہ السلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔

◆ یعنی ہمارا یہی دستور رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے۔

◆ یعنی ان کی منصوبہ بازیوں کی کچھ فکر نہ کیجئے۔ آپؐ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہیں ورنہ ماروں کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھیں۔ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات و نوائب پر غائب کر دیتی ہے "واستعینوا بالصبر والصلوة" (بقرہ رکوع ۵)

◆ **نمازوں کا بیان** | اس میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، جمع بین الصلوٰتیں کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر جمع کا اشارہ نکال جائے تو دو نہیں چار نمازوں کے جمع کرنے کی شریعت اس سے نکلے گی۔ ہاں بشرط ذوق صحیح یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ ظہر میں تعجیل اور عشاء میں تاخیر مستحب ہوئی چاہئے الا عارض۔

◆ یعنی نماز فجر میں شاید "قرن فجر" سے تعبیر کرنے میں یہ اشارہ ہو کہ طویل قراءت فجر میں مطلوب ہے۔

◆ **ملکہ لیل و نہار** | حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی مددنی ہوتی ہے۔ لہذا ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قراءت اور نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت و سکون کا موجب ہے اور اس وقت اوپر

جانے والے فرشتے خدا کے ہاں شہادت دیں گے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھنے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دس حاضر اور مجتمع ہوتا ہے۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی" نیند سے جاگ کر (تہجد میں) قرن پڑھا کر۔ یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو مرتبہ (سب سے) بڑا دینا ہے۔

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝ وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ

تر رب مقام محمود میں (تعریف کے مقام میں) اور کہہ دے رب داخل فرما مجھ کو

صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ

داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچے نکالیں اور عطا فرما مجھ کو

لَدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

ہو پاس سے حکومت کی مدد ہے سچے پاس سے حکومت کی مدد ہے اور کہہ دے جاتا ہے حق آیا اور ہٹ گیا

الْبٰطِلُ ط اِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنْ

محوٹ ہے ٹھٹھ جھوٹ ہے کل جھٹے والے اور ہم نازل کرتے ہیں

الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا يَزِيْدُ

قرآن میں سے جس سے روگ دلتی ہو رحمت ایمان والوں کے واسطے اور

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَاِذَا اَنْعَمْنَا عَلٰی نٰسٍ

ظالمین کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے اور جب ہم آرام بخشیں انسان پر

اَعْرَضَ وَّنَا بِجَانِبِهٖ ۝ وَاِذَا مَسَّهُ الشُّرْكُ كَانَ يُّوْسًا ۝

تو نہ جانے اور ہی کے اپنا پیرو اور جب پہنچے اس کو مدد تو رہا جسے یسویں سور (اس کو زور) اور

قُلْ كُلُّ يَعْمَلْ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ ۝ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ

کہہ ہر ایک (کوئی) کام کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر سو تر رب خوب جانتا ہے کس نے

آنحضرت کیلئے مقام محمود | ”مقام محمود“ عطا کی مقام ہے۔ جب کوئی پیغمبروں سے گاتے آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو تکلیف سے چھڑا دیں گے۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد (تعریف) ہوں اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کرے گا۔ ”وہی تہا محمدیت کا پور پر اظہار اس وقت ہوگا۔“ تنبیہ | ”مقام محمود“ کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے۔ بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں شفقت کبریٰ کا نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ تاریخین نے قصص کے سے اس قصہ کی

شفاعتیں ثابت کی ہیں۔ فتح ہیری میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

آنحضرتؐ کو ایک دعاء کی عظیم | یعنی جہاں مجھے پہنچانا ہے (مثلاً مدینہ میں) نہایت آبرو اور خوبی و خوش اسوئی سے پہنچا کر حق کا یوں باریا رہے۔ اور جہاں سے نہ نفع یعنی میسر نہ کرنا ہو (مثلاً مکہ سے) تو وہ بھی آبرو اور خوبی و خوش اسوئی سے ہو کر شہنشاہی و خوار اور دست شواہ و فرحان ہوں اور ہر صورت سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو۔

یعنی غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ تیری مدد نصرت ہوتا کہ حق کا بول با رہے اور معاندین ذلیل و پست ہوں۔ دنیا میں وہی قانون ہو گا وہی یا رخی اس کے خدائے نے ایک درجہ میں ضروری ہے کہ حکومت کی مدد ہو۔ جو لوگ ذلیل و بیزاریں سننے اور آقاؐ کی طرح حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی ضد و ملّا پر قائم رہیں ان کے ضرر و فساد و حکومت کی مدد ہی راک سکتی ہے۔ اسی کے سورہ حدید میں فرمایا: "لَقَدْ اَرْسَلْنَا بِالْبَيْتِ وَاَنْرَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِنَقُوَ الْاِنْسَانَ مَا لَقَسَطَ وَاَنْرَلْنَا الْاِحْدَنْدُ فَنَدِ بَاْسُ شَدِيْدٌ وَّمَا فَعَلَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا خَيْرًا" (حدید ۳۰)

غلبہ حق کی پیشین گوئی | یہ عظیم الشان پیشہ کی مد میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبہ حق کا نہ تھا۔ یعنی کہ دور قیامت میں یمن کو بشارتیں ملنا اور باطل کو چٹان ہو کر پھینک دینا۔ جس کو کچھ دیکھ کر اب حق کا بول ہوا اور کفر بھاگا۔ نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ میں آئے تو داخل ہوئے اس وقت کعبہ کے راقین سو سو گھڑت رکھے ہوئے تھے۔ آپ یہ چھڑی سے سب پر ضرب دے دے و فرماتے تھے: "حَاءُ الْحَقِّ وَرَهَقِ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْفًا حَاءُ الْحَقِّ وَمَا يُبْدِ الْبَاطِلُ وَمَا يُعْبَذُ" یہ آیت اندھے منہ رجا تا تھا۔ اس طرح قرآن کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو غر غلبہ سے نکل بھاگے نہ دیکھی واپس نہ آئے گا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَسٰی دَلٰکَ

قرآن کریم شفاء و رحمت ہے | یعنی جس طرح حق کے آنے سے باطل بھاگ جاتا ہے قرآن کی آیت سے جو بدترق اترتی رہتی ہیں روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں، انہوں سے عقائد باطلہ، اخلاق ذمیر اور شکوک و شبہات کے روگ مٹ کر رحمت ہاضمی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کی مبارک تاثیر سے بدنی صحت بھی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ "رون معانی" اور "ازداعیہ وغیرہ" میں اس کا فلسفہ اور ترجمہ بیان کیا گیا ہے۔ بہر حال جو لوگ ایمان نہیں لائے یعنی اس نسخہ شفاء و استعصال کر لیں گے، ماما قلبی و روحانی امراض سے نجات پا کر خدا تعالیٰ کی رحمت خصوصی و رخصہ ہی ماضی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ ہاں جو مرض پتی جان کا دشمن طیب اور صحت سے دشمنی کی نمان سے تو عاہر ہے کہ جس قدر علان و دوا سے نجات نہ کرے اور بھائے گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا۔ کیونکہ مرض امتداد زہر سے ہمیشہ ہوتا جائے گا جو آخر جان بھر چھوڑے گا۔ تو یہ آیت قرآن کی طرف سے نہیں، خود مرض خدایم کی طرف سے آئی کہ قابلِ تداوی۔ وَاَمَّا الْاَلْبٰبُ فَهِيَ قُلُوْبُهُمْ مُّوَضَّعٌ فَرَادَتْهُمْ رَحْمَةُ الْاِلٰہِ وَخَسَمَهُمْ وَمَا نُوَاوَهُمْ كَافِرُوْنَ" (توبہ ۱۲۸)

انسان کی عجیب خصلت | یعنی انسان کا عجیب حال ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے تو احسان نہیں دیتا۔ جتنا بیش و آرام ملے اسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اس کی غفلت و اعراض بڑھتا ہے اور فرض بندگی سے پہلو ہٹ کر کھسکا چاہتا ہے۔ بحر جب سخت اور برا وقت آیا تو آئیں دوسرے توڑ کر اور نا امید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہا۔ کبھی غفلت کی بنا پر کبھی مایوسی کی (معوذ باللہ من کلا الحالتین)۔ یہ مضمون مابا س لئے بیان فرمایا کہ قرآن جو سب سے بڑی نعمت الہی ہے، بہت لوگ اس کی قدر نہیں پہنچاتے بلکہ اس کے ماننے سے اعراض و پہو تپتی کرتے ہیں۔ چہ جب اس کفران نعمت اور اعراض و انکار کا برا نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت قطعاً مایوسی ہوئی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

هُوَ اهْدِ سَبِيلًا ۝ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۚ قُلْ

خوب پابدار رہو ۝ اور تم کو علم دیا ہے اور تم سے پوچھتے ہیں کہ روح کو ۝ کہہ دے

الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝

روح ہے میرے رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے (خبر دی ہے تھوڑی سی) ۝

یعنی ہر ایک کافر و مومن اور معرض و قبل اپنے اپنے طریقے، نیت، جمیعت اور مذہب پر چلتا اور اسی میں گمن رہتا ہے۔ لیکن یہ رہے خدا کے مہم محیط سے کسی شخص کا کوئی عمل باہر نہیں ہو سکتا وہ ہر ایک کے طریق عمل اور حرکات و سکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنا سیدھا چلتا ہے اور کس میں کس قدر کجروی و کجراہی ہے ہر ایک کے ساتھ اسی کے موافق برتاؤ کرے گا۔

روح کے بارے میں آنحضرتؐ سے سوال ۱: یعنی روح انسانی کیا چیز ہے؟ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ یہ سوال صحیحین کی روایت کے موافق یہود و عیسائی نے آنحضرتؐ کے آواز نے کو کیا تھا۔ اور سیرت و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں قریش نے یہود کے مشورہ سے یہ سوال کیا۔ اسی لئے آیت کے ملکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ممکن ہے نزول مکرر ہو ہو اللہ اعلم۔ یہاں اس سوال کے درج کرنے سے غالباً یہ مقصود ہو گا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے اور اسے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں اذراہ تغت و عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس کی تھی کہ وحی قرآنی کی روح سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخہ شفا سے فائدہ اٹھاتے "وَكُنْ لَكَ اَوْحَانًا لِّبِكَ زَوْجَانُ فَاَوْحَا نَا نَفْسًا" (شوریٰ رکوع ۵) "يَسْأَلُ الْمَلَائِكَةُ بِالرُّوحِ مَنْ اَمْسَرَهُ عَلٰی مَنْ يَنْشَاۗءُ مَنْ عِبَادِهِ" (نحل رکوع ۱) مگر انہیں دور از کار و درمیانہ بحثوں سے فرصت کہاں۔ "روح" کیا ہے؟ جو ہر ہے یا عرض؟ وہی ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اس قسم کے غامض اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائض تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بڑے بڑے حکماء اور فلاسفہ آج تک خود "مادہ" کی حقیقت پر مطمئن نہ ہو سکے "روح" جو ہر حال "مادہ" سے کہیں زیادہ لطیف و خفی ہے اس کی اصل ماہیت و کثرت تک پہنچنے کی پھر کیا امید کی جاسکتی ہے۔ مشرکین مکہ کی جہالات اور یہود مدینہ کی اسرائیلیات کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ جو قوم مولیٰ مولیٰ باتوں اور نہایت واضح حقائق کو نہیں سمجھ سکتی، وہ روح کی حقائق پر دسترس پانے کی کیا خاک استعداد و اہلیت رکھتی ہوگی؟ تو کارزمیں را نکوساختی کہ با آسماں نیز برداختی عالم امر اور عالم خلق کی علمی تحقیق ۲: موضح القرآن میں ہے کہ "حضرتؐ کے آزمائے کو یہود نے پوچھا، سوال اللہ نے (کہوں) نہ بتایا کیونکہ ان کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا۔" گے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باتیں نہیں کہیں۔ اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آ پڑی، وہ جی اٹھا، جب نکل گئی مر گیا۔" تنبیہ ۱: حق تعالیٰ کا کلام اپنے اندر عجیب و غریب ابجد رکھتا ہے۔ روح کے متعلق یہاں جو کچھ فرمایا اس کا سطحی مضمون عام اور قاصر الفہم یا کجرو معاندین کے لئے کافی ہے۔ لیکن اسی سطح کے نیچے، ان ہی مختصر الفاظ کی تہ میں روح کے متعلق وہ بصیرت افروز حقائق مستور ہیں جو بڑے بڑے عالمی دماغ نکتہ درس فلسفی اور ادیب حارف کامل کی راہ طلب و تحقیق میں چراغ ہدایت کا کام دیتی ہیں۔

روح کے متعلق جہد قدیم سے جو سلسلہ تحقیقات کا جاری ہے وہ آج تک ختم نہیں ہوا، اور نہ شاید ہو سکے۔ روح کی اصلی کثرت و حقیقت تک پہنچنے کا دعویٰ تو بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ ابھی تک کتنی ہی محسوسات ہیں جن کی کثرت و حقیقت معلوم کرنے سے ہم عاجز رہے ہیں تاہم میرے نزدیک آیات قرآنیہ سے روح کے متعلق ان چند نظریات پر صاف روشنی پڑتی ہے۔ (۱) انسان میں اس مادی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جسے "روح" کہتے ہیں، وہ "عالم امر" کی چیز ہے اور خدا کے حکم و ارادہ سے فائض ہوتی ہے۔ "قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي"۔ حلقہ من قواب نہ

قال له نَحْنُ فَيَكُونُ " (آل عمران رکوع ۶) " ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ " (المؤمنون رکوع ۱) " إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ نَحْنُ فَيَكُونُ " (نحل رکوع ۵) روح کی صفات علم و شعور و غیر متدرج کمال کو پہنچتی ہیں اور ارواح میں حصول کمال کے اعتبار سے سبہ حد تفاوت و فرق مراتب ہے۔ حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی تربیت سے ایک روح ایسے بلند اور اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں دوسری ارواح کی قطعاً رسائی نہ ہو سکے، جیسے روح محمدی ﷺ۔ بشیر الیہ اضافۃ الاموالی الرب والرب الیہ المتکلم المراد بہ ہما محمد صلعم و قوله، تعالیٰ فیما بعد " قُلْ لَّيْسَ اجْتِمَاعُ الْإِنْسِ وَالْحَيُّ عَنِ أَنْ يَأْتُوا امْتِلَ هَذَا الْقُرْآنَ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ (۳) مگر اس کے یہ کلمات ذاتی نہیں۔ وہ بابت حقیقی کے عہدہ کئے ہوئے ہیں اور محدود ہیں۔ میں میرے قول تعالیٰ " وَمَا أَوْتَيْنَاهُ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا " فان العلم قد اتاه من مبعوض آخر وهو قليل فی جب علم اللہ تعالیٰ کما قال تعالیٰ " قُلْ لَوْ كُنَّا الْخُرُ مَدَاذُ الْكَلِمَاتِ رَبِّي لَقَدْ أَخْبَرُ قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَ كَلِمَاتٍ رَبِّي " (کہف رکوع ۱۲) " وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْخُرُ يَمْلُؤُهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِذَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ " (الزمر رکوع ۳) " وَبَدِّلْ عَلَى تَحْدِيدِ الْقُدْرَةِ قَوْلَ اللَّهِ فِيمَا جَدَرَ الْقَوْلُ بِمِثْلِ لَنْ سَأَلَ لَكَ حَتَّى تَفْخَرْنَا مِنْ الْأَرْضِ بِسُبُوحَا " " قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا مِثْلُكُمْ " " روح انسانی خواہ ہم و قدرت و غیرہ صفات میں کتنی ہی ترقی کر جائے حتیٰ کہ اپنے تمام ہم جنسوں سے گونے سبقت لیجائے پھر بھی اس کی صفات محدود رہتی ہیں صفات باری کی طرف راجعہ نہیں ہو جاتی اور یہ ہی بڑی دلیل اس کی ہے کہ آریوں کے عقیدہ کے موافق روح خدا سے متحدہ کوئی قدیم و غیر مخلوق سستی نہیں ہو سکتی ورنہ تحدید کہاں سے آئی۔ (۳) کتنی ہی بڑی کمال روح ہو حق تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس وقت چاہے اس سے کلمات سب کرے۔ گو اس کے فضل و رحمت سے کبھی ایسا کرنے کی نوبت نہ آئے۔ یٰل علیہ قہ تعالیٰ " وَلَسْنَا لَكُمْ بِالذِّكْرِ لَوْ كُنَّا إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنْ فَضَلْنَا كَانَ عَلَيْكَ نَكِيرًا " یہ چند صوں جو ہم نے بیان کئے اہل فہم کو سنت آیات میں ادنیٰ تا مل کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک " علم امر " کا لفظ ہے جس کی مناسبت تشریح ضروری ہے اور جس کے سمجھنے سے امید ہے روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ لفظ " امر " قرآن کریم میں بیسیوں جگہ آیا اور اس کے معنی کی تعیین میں علماء نے کافی کلام کیا ہے لیکن میری غرض اس وقت سورہ " اعراف " کی آیت " اَللّٰهُ الْخَلْقُ وَالْآخِرُ " کی طرف توجہ دلانا ہے جہاں " امر " کو " خلق " کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو مد بالکل متحدہ ہیں ایک " خلق " دوسرا " امر " دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاق آیات سے بسہولت سمجھ سکتے ہیں۔ پہلے فرمایا۔ " اِنْ رَئَيْتُمْ اَللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ " (اعراف رکوع ۷) " یٰ تو " خلق " ہوا۔ درمیان میں " استواء علی العرش " کا ذکر کر کے حوشان حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے فرمایا۔ " یَغْشٰی السَّیْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَبِثًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مَسْحُورٌ بِأَمْرِهِ " (اعراف رکوع ۷) " یعنی ان مخلوقات کو ایک معین و محکم نظام پر چلاتے رہتا جسے تدبیر و تفریق کہہ سکتے ہیں۔ یہ " امر " ہوا۔ " اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنْ اَلْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ " (طہ رکوع ۴) " گو دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بن رہی ہے کوئی آٹا پیس رہی ہے کوئی کتاب چھپ رہی ہے کوئی شہر میں روشنی پہنچا رہی ہے۔ کسی سے کچھ چل رہے ہیں وغیرہ ایک۔ ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ کر کے ایک معین انداز سے ڈھائے جاتے اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزے جوڑ کر مشین کو فن کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فن ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں، تب ایک بڑک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف سے جدا جدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ آپ واحد میں سرکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے۔ حتیٰ کہ جو قبیل و کثیر کبرا یا یہ روشنی کے لمپوں اور قہموں میں پہنچتی ہے، وہاں پہنچ کر ان ہی قہموں کی ہیأت اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اس مثال میں یہ بات واضح ہو گئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا، اس کے کل پرزوں کا ٹھیک انداز پر رکھنا، پھر فن کرنا، ایک سلسلہ کے کام ہیں۔ جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لئے ایک دوسری چیز (بجلی یا انیم) اس کے خزانہ سے۔ نے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح سمجھ لو حق تعالیٰ نے اول

آسمان وزمین کہ تمام مشینیں بنائیں جس کو "حلق" کہتے ہیں، ہر چھون بڑا یزد و ٹھیک، اندازہ کے موافق تیار کیا جسے "تقدیر کہا گیا ہے۔" "فقدروہ تقدیراً" سب کچھ پرزوں کو جو زمر مشین وقت کیا جسے "تصویر" کہتے ہیں۔ "حلقاً کُنتُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَا کُمْ" (اعراف رکوع ۶) یہ سب افعال حلق کی مد میں تھے۔ اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے۔ "فخرشیں کو پکڑ کر لے گئے" امر ای "کی بجلی چھوڑ دی گئی۔" شاید اس کا تعلق امر "باری" سے ہے۔ "الحاق الدری المصور" (الحشر رکوع ۳) وہی حدیث "خلق الحجة وبرا السمسة" وہی سورۃ الحدید "من قبل ان نرأہ" اسی العوس کما هو مروی عن ابن عباس وقادة والحس۔

گن فیکون کی علمی توجہیں غرض اس سے علم ہو چلا "نور چنے گی۔" ای "امر ای" کو فرمایا "انما افسرہ" اد اراد شینا ن یقول لہ کُن فیکون (اس رکوع ۵) امری جلد نبیت وضاحت کے ساتھ م "کن" کو خلق جس پر مرتب کرتے ہوئے اٹھا ہوا "حلقہ من تراب ثم قال لہ کُن فیکون" (آمران رکوع ۶) بدستغ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "کُن فیکون" کئی جگہ مضمون جتنے موضوع میں آیا ہو وہ خلق و ابدان کے ذریعے ہے۔ جس سے خیال گذرتا ہے کہ "کُن" "کنس" کا خطاب خلق کے لئے ہے۔ تدبیر و تصریف وغیرہ کے لئے ہوتا ہوا کہ۔ "انما امر" ہر حال میں یہ پہنچا جاتا ہوں کہ یہاں "افسر" کے معنی "تھم" ہیں اور وہ ضمیر بن ہے جسے لفظ "کنس" سے تعبیر کیا گیا۔ اور "کنس" جنس کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ جس طرح ہم اس کی تمام صفات (مثلاً حیات، مع، بصیر وغیرہ) کو بیک تسبیح کرتے ہیں۔ کلام بد و کلمہ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھا جاتا ہے۔ خدا صمد مصلوب یہ ہوا کہ "رون" کے ساتھ کثر جہ قرآن میں امر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً "قل الروح من امر ربی" و کذلک اوحی الیک روحاً من امرنا یسقی الروح من امرہ عسی من نشاء من عبادہ یزل المئکة بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ۔" اور پہلے گذر چکا کہ امر "مہرت ہے کلمہ" "کن" سے معنی و کلام نشانی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصریف کی طریقہ پتہ چلتا ہے۔ جس پر غرض یہ ہونا چاہئے کہ مرتب ہو۔ ہذا اثبات ہو کہ "رون" کا مبداء حق تعالیٰ کی صفت کلام سے جو صفت ہم کے ماتحت ہے۔ شاید ای لئے "مصحف فیہ من روحی" میں سے اپنی طرف منسوب کیا "کلام" اور "امر" کی بہت متکلم اور امر سے "سار" "مصدر" کی ہوتی ہے۔ "مخلوق" یا "خالق" کی نہیں ہوتی۔ اس کے "الالہ العلی و الامور" میں "امر" کو "خلق" کے متبادل رکھا۔

روح کی حقیقت | ہاں یہ مرنے والی حقیقت شہد سے صاف ہو کر ممکن ہے جو ہر مجرہ کے پاس میں ایک "سبب اکبر" اور روح اعظم کی صورت میں ظہور پکڑے۔ جس کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم "کبریا یہ روحیہ" کا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔ گویا سبب سے روح حیات کی ہر ذی ذوق الارواح پر تسبیح جاتی ہیں اور الارواح خود موجد الخ کے بے شمار تاروں کا سبب نکلتی ہوتی ہیں۔ اب جو کثرت چھوٹی پڑی ہے۔ شمار مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے، مشین سے اس کی بناوٹ اور استعداد کے موافق کام لیتا اور اس کی ساخت کے مناسب حرارت دیتا ہے۔ بدینہ جسمانی اور قیسموں میں یہ بجلی پہنچتی ہے اس کی مناسب رنگ و جیت اختیار کر گیتی ہے۔ یہی بات کہ "کن" کا علم جو قسم کلام سے ہے، جو ہر مجرہ یا جسم نورانی لطیف کی شکل کو اختیار کر سکتا ہے۔ سے یوں سمجھ لو کہ تم عقیدہ اس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال و صورت دیکھتے ہیں، بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر، بھیرے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو غرض میں دردمان کے ساتھ قائم ہیں وہ جو ہر واجب میو کر بن گئے اور اس طرح ان میں اجسام کے وزم و جواں پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد بھی ان کے آثار جہ انہیں ہوتے۔ فی الحقیقت حد تعالیٰ نے ہر انسان کو خواب کے ذریعہ سے بڑی بھر دی ہدایت کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قوت مصورہ میں اس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جس کی ساری میں ڈھال لے اور ان میں وہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کرے جو عالم بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے۔ پھر تماشہ یہ ہے کہ وہ خیالات خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منہ کو ملے کہ بھی نہیں ہوئے۔ ان کا ذہنی وجود بدستور قائم ہے تو کیا اس حقیر سے نمونہ و دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق اور مصور برحق جل و علا کا امر بے کیف (کن) ہاں جو وصف قائم بذات تعالیٰ ہوے کہ کسی ایک

یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہو جائے۔ ان صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی "رنام" سے پکاریں۔ وہ روح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہوں اور "امر ربی" بحالہ قدیم رہے۔ امکان و حادث کے تباہ و حکام ارواح وغیرہ تک محدود ہیں اور "امر ربی" ان سے پاک و برتر ہو۔ جیسے جو صورت خیالیہ یا حقیقیہ کی صورت میں نظر آتی ہے اس صورت نامیہ میں احراق، سوزش، رنی و میہ و سب آثار ہم محسوس کرتے ہیں حالانکہ کسی آگ کا شعور یا سال بھی وہاں نہیں رہے تو ہمیں ایک سیکنڈ کے سے یہ آثار محسوس نہیں ہوتے۔ جس کوئی شبہ نہیں کہ روح نامی (خود جو ہر جہاں ہو یا جسم لطیف و رقی) "امر ربی" کا مظہر ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں کہ ہو لفظ ہر۔ واضح رہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا اور جو مثالیں پیش کیں ان سے مقصود محض تسہیل و تقریب کی انہم ہے۔ ورنہ ایسی کوئی مثال دستیاب نہیں ہو سکتی جو ان حقائق غیبیہ پر پوری طرح منطبق ہو۔ اسے بروں از وہم و فاق و قیل من خاک و برف من تمثیل من رہا یہ مسئلہ کہ روح جو ہر جہاں ہے جیسا کہ کثر حکمے قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہل حدیث و غیہ کی رائے ہے۔ اس میں میرے نزدیک تو فیصلہ دینی ہے جو بقیۃ السلف بزرگوار سید نور شاہ صاحب حال اللہ بقا نے فرمایا کہ بالفاظ عرف جہاں یہاں تمں جہیز ہیں (۱) وہ جہاں جن میں مادہ ارمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے بدن مادہ (۲) اور جہاں جن میں مادہ نہیں صرف کیمیت ہے جنہیں صوفیہ جمہور متالیہ کہتے ہیں (۳) اور جہاں جو مادہ اور کیمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ "ارواح" یا جمہور مجردہ نام سے پکارتے ہیں۔ جمہور اہل شرع جس کو "روح" کہتے وہ صوفیہ کے نزدیک "بدن مثالی" سے موسوم ہے جو بدن مادی میں حلول کرتا ہے۔ اور بدن مادی کی طرح نگہ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔ یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور بدن کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیمیست علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے جس سے بدن پر حالت موت طاری ہونے نہیں پاتی۔ ویسا حضرت علی رحمہ اللہ وجہ کے قول کے مطابق جو بخاری نے "اللہ بتوفی الانفس حیث موتھا" کی تفسیر میں نقل کیا اس وقت روح خود بخود جہاں رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسم میں پہنچ کر قائم حیات کا سبب بنتی ہے۔ جیسے آفتاب لکھنؤ میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین و آسمان رہتا ہے۔ یا جیسے آتش مٹی میں نے ایک اخبار میں ایک تاریخ کا کہ "حالہ میں فرانس کے محکمہ پر دار نے سوا ہزاروں کے بغیر ہیرے چھوڑ دیے تھے۔ یہ ہیں اور تعجب انگیز نتائج رونما ہوئے ہیں۔ اطلاع موصوں ہوئی ہے کہ حالہ میں ایک خاص بم بھٹکنے والا طیارہ بھیجا گیا تھا۔ جس میں کوئی شخص سو نہ تھا۔ لیکن اس کی کے درجہ سے وہ منظر مقصود پر پہنچا گیا۔ اس طیارہ میں بم بھر کر وہاں گرائے گئے اور پھر وہ سرزمین واپس۔ یا گیا۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کی کے درجہ سے روحانی جہاز نے خود بخود جو کام کیا وہ ایسا مکمل ہے جیسا کہ کسی سوا ہزار کی مدد سے عمل میں آتا۔" "جن کل یورپ میں جو سو سو نہیں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انہوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کئے ہیں کہ ایک روح جسم سے علیحدہ تھی، اور ان کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسم مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔ بہر حال اہل شرع جو روح ثابت کرتے ہیں صوفیہ کو اس کا انکار نہیں بدو اس۔ اور ایک اور روح مجرمانے ہیں جس میں کوئی تسلی نہیں بلکہ اگر اس روح مجرد کی بھی کوئی اور روح ہوا اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر "امر ربی" کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو، نگار کی ضرورت نہیں۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ نے "منطق الطیر" میں یہ خوب فرمایا۔

ہم ز جہد پیش و ہم پیش ز ہر جہد از خود دید و خویش ز ہر

جاں نہاں در جسم و در جاں نہاں اے نہاں نہ نہاں اے جان جاں

مذکورہ بالا تقریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں جو "کن" کی مخاطب ہوئی، روح حیات پائی جائے۔ بیشک میں یہ ہی سمجھتا ہوں کہ ہر مخلوق کو ہر ایک نوع کو اسکی استعداد کے موافق قوی یا ضعیف زندگی ملی ہے یعنی جس کام کے لئے وہ چیز پیدا کی گئی، اذہا نچہ تیار کر کے اس کو حکم دینا "کن" (اس کام میں لگ جا) پس یہ ہی اس کی روح حیات ہے جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرض ایجو کو پورا کرے گی اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی۔ اور جس قدر اس سے بعید ہو کر معطل ہو جاتی جائے گی اسی قدر موت سے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔ ہذا ما عدى و عہد الناس ما عہد ہم واللہ سبحانه، و تعالیٰ هو المہم للصواب۔

وَلَكِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا

اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر

تَجِدُكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝۸۱ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ

تو نہ پائے اپنے واسطے اس کے لادینے کو ہم پر کون ذمہ دار مگر مہربانی سے

رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝۸۲ قُلْ لِّمَنِ

تیرے رب کی اس کی بخشش تجھ پر بڑی ہے کہ اے

اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا

جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ انہیں ایسا

الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

قرآن ہرگز نہ لائیں گے ایسا قرآن اور بڑے مدد کیا کریں ایک

ظَهِيرًا ۝۸۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ

دوسرے کی اور ہم نے پھیر پھیر کر بھائی لوگوں کو اس قرآن

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ زَقَّابِیْ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۝۸۴

میں ہر مثل (مثال) سو نہیں رہتے بہت لوگ بن (بدون) ناشکری کے

وَقَالُوا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ

اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے (بیان کا لے) ہمارے واسطے زمین سے

يَنْبُوعًا ۝۸۵ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ

ایک چشمہ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ درانگور کا

یعنی قرآن کا جو علم تم کو دیا ہے خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے پھر کوئی واپس نہ لے سکے۔ لیکن اس کی مہربانی آپ پر بہت بڑی ہے اسی لئے یہ نعمت عظمیٰ عنایت فرمائی، اور چھیننے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف قدرت عظیمہ کا ظہار مقصود ہے اور یہ کہ کیسی ہی کامل روح ہو اس کے سب کمالات محبوب و مستعز ہیں ذاتی نہیں۔

اعجاز قرآن | اعجاز قرآن کے متعلق پہلے متعدد مواقع میں کلام کیا جا چکا ہے اور اس موضوع پر ہمارا مستقل رسالہ "اعجاز قرآن" چھپا ہوا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

قرآن میں مضامین کی تکرار | یعنی ان کی خیر خواہی کے لئے عجیب و غریب مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں قسم قسم کے عنوانوں سے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر احمقوں کو اس کی قدر نہیں بجائے احسان ماننے کے ناشکری پر تے ہوئے ہیں۔

کفار کی فرمائشیں | یعنی مکہ کی سرزمین سے۔ قرآن کے اعجاز سے عاجز ہو کر ایسی دوران کار فرمائشیں کرنے لگتے تھے۔ غرض استفادہ و انتفاع مقصود نہ تھا محض تحنت و عناد سے کام تھا۔

فَتَفَجَّرَ الْأَنْهَارُ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝ اَوْ تُسْقَطَ السَّمَاءُ

پھر ساتھ سے اس کے حق نہریں چلا کر
یا گرا دے آسمان

كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسْفًا اَوْ تَأْتِي بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

تم پر جیسا کہ تو کہتا ہے کڑے کڑے
یا اے اللہ اور فرشتوں

قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرٍ اَوْ تَرْفَعُ

سامنے (نسل میں) ♦ ♦ ♦
دعوت ہے یہ ہے کیا یہ ہر شے ♦ ♦ ♦
دیکھ رہا ہے

فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزَّلَ عَلَيْنَا

تو آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے (یقین کریں گے) یہ چڑھ جائے و جب تک نہ اتار دے ہم

كِتٰبًا تَقْرُوْهُ ۚ قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا

ایک کتاب (نوشتہ) جس کو ہم پڑھتے ہیں ♦ ♦ ♦ تو ہر سبحان اللہ ♦ ♦ ♦
میں کون ہوں ♦ ♦ ♦ ♦ ♦
قرآن یا نبی

رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُؤْمِنُوْا اِذْ جَاءَهُمْ

بھیجا ہوا ♦ ♦ ♦ اور لوگوں کو روکا نہیں ایمان لانے سے ♦ ♦ ♦
جس کی کتاب

اَلْهُدٰى اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ

ہدایت ♦ ♦ ♦ قرآن ہی بات ہے کہ کہنے گئے کیا اللہ نے بھیجا ♦ ♦ ♦
کوئی کو پیغام دے کر

لَوْ كَانْ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَٔنِّنٰٓتٍ

اگر ہوتے زمین میں فرشتے بھرتے

لَنَزَّلْنٰ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ كَفٰٓى

تو ہم اتارتے ان پر آسمان سے ♦ ♦ ♦ کوئی فرشتہ پیغام دے کر ♦ ♦ ♦
بہ ہدف ہے

یہ اس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ اِنْ نَّشَأْ نَحْصِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نَسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ (السا کو غ ۱)

یعنی سو خدا خود ہمارے سامنے آکر کہہ دے اور فرشتے حکم کھلا شہادت دیں کہ تم سچے ہو۔

یعنی سونے کا نہ ہو تو کم از کم سونے کا ملمع ہو۔

یعنی جیسے آپ معراج کا ذکر کرتے ہیں ہمارے سامنے آسمان پر چڑھے پھر وہاں سے ایک کتاب لکھی ہوئی لیکر آئے جسے ہم خود پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں۔

میں ایک بشر اور رسول ہوں | جسے پہلے پیغمبر آئے اور وہ آدمی تھے۔ کسی پیغمبر کو خدا کی کے اختیارات حاصل نہیں نہ اس کی یہ شان ہے کہ اپنے رب سے ایسی بے ضرورت فرمائش کرے۔ ان کا کام یہ ہے کہ جو ادھر سے ملے پہنچا دیں اور اپنے ہر ایک کام کو خدا نے وحد کے سپرد کر دیں۔ سو میں اپنے فرض رسالت ادا کر رہا ہوں۔ فرمائی نشان دکھلانے یا نہ دکھلانے اس کی حکمت باخبر محول ہیں اور پیسے اسی سورت میں فرمائی نشانات نہ دکھلانے کی بعض حکمتیں گزر چکی ہیں۔

یعنی نور ہدایت پہنچنے کے بعد آنکھیں نہ کھلیں یہ ہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر رسول کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اتارتا۔

رسولوں کے بشر ہونے کی وجہ | یعنی اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی ہستی ہوتی تو بیٹک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اس کی اصلی صورت میں بھیجا جائے تو آنکھیں اور دل قفل بھی نہ کر سکیں، فائدہ اٹھانا تو الگ رہا۔ اور آدمی کی صورت میں آئے تو اشتباہ میں پڑے رہیں۔ اس کی تقریر سورہ انعام کے پہلے رکوع میں گزر چکی۔

بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ

حق ثابت کرنے والا میرے اور تمہارے بیچ میں ہے اپنے بندوں سے

خَيْرًا اَبْصِرًا ۝ وَمَنْ يُّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَمْهُتَدِ ۚ وَمَنْ

خبردار دیکھنے والا اور جس کو راہ دکھلائے (راہ بچھائے) اللہ وہی ہے راہ پانے والا اور جس کو

يُضِلُّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ ۚ وَنَحْشُرُهُمْ

بھٹکائے پھر تو نہ پائے ان کے واسطے کوئی رفیق اللہ (اس کے) سوا اور اٹھا میں سے ہم ان کو

يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عَمِيًّا ۚ وَبُكْمًا وَصَمًّا ۚ مَا وُهِمُّ

دن قیامت کے چھپیں گے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے ٹھکانا ان کا

جَهَنَّمَ ۚ كُلُّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ

دوزخ ہے جب گئی بجھے اور بھڑکادیں گے ان پر یہ ان کی سزا ہے

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِآيٰتِنَا وَقَالُوْا اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا

اس واسطے کہ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اور بولے کیا جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور پھو رافٹا

ءَاِنَّا لَمُبْعُوْثُوْنَ ۚ خَلَقْنَا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

کیا ہم کو اٹھائیں گے نئے بنا کر کیا نہیں دیکھ چکے کہ جس اللہ نے

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ

بنائے آسمان اور زمین وہ بنا سکتا ہے

مِثْلَهُمْ ۚ وَجَعَلَ لَّهُمْ اَجَلًا لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَاَبٰى الظّٰلِمُوْنَ

ایسوں کو اور مقرر کیا ہے ان کے واسطے ایک وقت ہے شبہ سو نہیں رہا جاتا ہے نفیوں سے

آنحضرتؐ کی نبوت پر اللہ کی فعلی شہادت | وہ جو کہتے تھے "اوتانی سالہ والملائکہ

قبیلا" یعنی خدا سامنے آ کر تصدیق کر دے تب مانیں۔ تو فرمایا کہ خدا اب بھی اپنے فعل سے میری تصدیق کر رہا ہے۔ آخر وہ مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہوں اور میرے ظاہری و باطنی احوال سے پورا خبردار ہے۔ اس پر بھی میرے ہاتھ اور زبان پر برابر وہی وکلی نشانات ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ جو خارق عادت اور اس کے عام قانون قدرت سے کہیں بند و برتر ہیں۔ میرے مقاصد کو یونانیوں کا میاب اور وسیع الاثر بناتا ہے اور تکذیب کرنے والوں کو قدم قدم پر متنبہ کرتا ہے کہ اس رفتار سے تم فلاح نہیں پاسکتے کیا یہ خدا کی طرف سے کھلی ہوئی فعلی شہادت نہیں کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں؟ کیا ایک مفتری کے ساتھ ایسا معاملہ خدا کا ہو سکتا تھا؟

یعنی خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راجح پر چل کر منحل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بدبختی اور تعنت کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے سے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے۔

آخرت میں کفار کا حشر | یہ قیامت کے بعض موابطن میں ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گونگے

کر کے چلائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ منہ کے بل کس طرح چلیں گے فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں سے چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی فرشتوں کا جہنموں کو منہ کے بل گھسیٹنا وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ "یَوْمَ يُسْحَبُونَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ" (القدر رکوع ۳)

یعنی عذاب معین اندازہ سے کم نہیں ہونے دیں گے۔ اگر بدن جل کر تکلیف میں کی ہونے لگے گی تو پھر نئے چمڑے چڑھادیے جائیں گے۔ "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بِدَلْنَا هُمْ جُلُودًا غَیْرَهَا" (نساء رکوع ۸)

یعنی دنیا میں دلیل سے توندنا تھا، اب آنکھ سے بار بار دیکھ لو کہ کس طرح جل جل کر اسر نہ تو تیر کئے جا رہے ہو۔

حیات بعد الحیات کے دلائل | یعنی جس نے اتنے بڑے بڑے اجسام پیدا کئے، اسے تم جیسی

چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ "لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْاَكْبَرُ مِنَ الْاِنْسَانِ" (مومن رکوع ۶) بے شک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے۔

یعنی شاید یہ کہو کہ آخر اتنے آدمی مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے۔ تو فرمایا کہ سب کے واسطے قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آکر رہے گا۔ تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے۔ "وَمَا نُؤَخِّرُوْهُ اِلَّا لَاحِلٍ مُّغْدُوْدٍ" (ہود رکوع ۹)

إِلَّا كُفُورًا ۝ قُلْ لَّوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي

بن (بدون) ناشکری کے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانے

إِذَا لَمْ يَسْكُتْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ ۖ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا ۝

تو ضرور بند کر رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائے کہیں اور ہے انسان دل کا تنگ

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَسَأَلَ بَنِي إِسْرَءِيلَ

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نوٹ نیاں صاف پھر پوچھ بنی اسرائیل سے

إِذْ جَاءَهُمْ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَمُوسَى

جب آیا وہ ان کے پاس کہ تو کہا اس کو فرعون نے میری شکل میں تو موسیٰ

مَسْحُورًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُ مَا أُنْزِلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رُبُّ

تجھ پر جادو ہوا کہہ دیا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اتاریں مگر

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بِصَاحِبٍ وَرَئِي لَآظُنُّكَ يُفْرِعُونَ

آسمان اور زمین کے مالک نے بھانے کو (سمجھانے کے واسطے) اور میری شکل میں فرعون

مَثْبُورًا ۝ فَأَرَادَ أَنْ يَنْتَفِرَ بِهِمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَ

تو ہارت ہوا چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل کو چین نہ دے اس زمین میں پھر اُپا دیا ہم نے اس کو

یعنی ایسے واضح مضامین و درک سن کر بھی ناانصافوں کے کفر و ضد اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے، وہ انہیں پہنچتے۔

انسان کی تنگدلی اور بخل | گذشتہ رکوع میں فرمایا تھا "إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَكَ كَثِيرٌ أَمَّا لَنْسَ

اجتمع الأنس والنس على أن يأتوا أمثال هذا القرآن" (خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے

کہ قرآن جیسی بے مثال دولت عطا فرمائی) اور میان میں مخالفین کے تعنت و عناد، ذور کار مطالبات، اعراض و تکذیب اور ان کے

نتائج کا ذکر کر کے یہاں پھر اسی سبب مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی ایک بندہ کو ایسی عظیم امتیاز رحمت و درعظیم نظیر دولت

سے سرفراز فرمایا، اسی جو حقیقی اور وہاب مطلق کی شان ہو سکتی ہے جس کے پاس رحمت کے غیر متناہی خزانے ہوں۔ اور کسی مستحق و

زیادہ سے زیادہ دینے میں نہ اس کو اپنے تہی دست رہ جانے کا خوف ہو، نہ اس کا اندیشہ کہ دوسرا ہم سے لیکر کہیں مد مقابل نہ بن

جائے یا گھر چل کر ہمیں دبانے لے۔ خداوند قدوس تھوڑے انسان کی طرح (لعین ذالہ) تنگ دل واقع نہیں ہوا، جسے اگر فرض کرو خزان رحمت کا مالک مقرر بنا دیا جائے تب بھی اپنی طبیعت سے بخل و تنگ دلی نہ چھوڑے اور کسی مستحق کو دینے سے اس سے گھبرائے کہ میں سارا خرچ نہ دجائے اور میں خالی ہاتھ رو جائوں یا جس پر آج خرچ کرتا ہوں کل میری بمسری نہ کرنے لگے۔ بہر حال، اگر رحمت اہیہ کے خزانے تمہارے قبضہ میں ہوتے تو تم سے دینے والے تھے اور کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ خداوند تنگ کے بڑے متکبر و متعصب کو چھوڑ کر حق و نبوت کی یہ پیش بہ دوست "بنی ہاشم" کے ایک درمیت کو مل جائے۔ یہ حق تعالیٰ کا فیض ہے کہ جس میں جیسی استعداد و قابلیت دیکھی اس کے من سب کمالات و نعمات کے خزانے انڈیل دیے۔ تمہارے تحت و تعصب سے خدا کا فضل رکھنے والے نہیں۔ محمد ﷺ کے فضائل میں جو خزانے آپ کے تاج کو مننے والے ہیں مل کر رہیں گے اور پیغمبر علیہ السلام اور ان کے پیرو اور یادوں سے اس نعمت کو بنی اسرائیل پر خرچ کریں گے تمہاری طرح تنگ دلی نہیں دکھائیں گے۔

حضرت موسیٰ کے نو معجزے | یعنی جیسے آپ کو فصل و رحمت سے قرآن عظیم دیا اور بہت پیچھے مہربانیاں آپ پر فرمائیں، ہم پہلے موسیٰ علیہ السلام و صدہ قات کے نو کھمے ہوئے نشانات (معجزات) ان کے مناسب حال عنایت فرما چکے ہیں جب کہ وہ بنی اسرائیل کے پاس فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اگر چاہو تو "بنی اسرائیل" کے ہاتھ اور منصف مزاج ہمارے دست و پیر دیکھو۔ یہ وہ کھمے تھے کہ (حجیر) وہ نو معجزات یہ تھے۔ ید بیضا، عصا، سین، نقص ثمرات، طوفان، جراد، قمل، صدوح، دم۔ سورۃ "اعراف" آیت "هَازِلُنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانُ وَالْجَرَادُ" الحج کے فوائد میں ہم اس کی تفصیل کر چکے ہیں مد خطہ کریں جا۔ مسند حمد اور ترمذی وغیرہ میں ایک حدیث میں ہے کہ یہوئے نے آپ سے "تسع آیات" کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا وہ یہ حکام میں شرم نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، ناحق خون مت کرو، چاروں نہ کرو، سود مت کھاؤ، بے گناہ کو مت پھڑکاؤ، احمق سے مل کر نہ رہو، غنیف عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ، جہاد میں سے مت بھاگو۔ نو حکم تو یہ ہوئے جن کے سب لوگ مخاطب ہو سکتے ہیں۔ اس حکم (اے یہود) تمہارے لئے مخصوص تھا کہ سبت (شنبہ) کے دن حد سے نہ گزرو۔ یہود نے سن کر آپ کی تہدیق کی۔ حافظ علی الدین ان کثرت لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں کثرت ہے جو عابداں کے راوی عبد اللہ بن سلمہ کی طرف سے آئی ہے۔ قرآن و تفسیر، سیاق و سباق میں چاہتا کہ "وَلِئَلَّا يَتَّبِعَ مُوسَىٰ نَسْعَ آيَاتِ" الحج سے مراد یہ احکام لئے جائیں یا اگے فرعون اور موسیٰ کا مکالمہ جو "فصل لہ" سے نقل فرمایا، مقتضی ہے کہ "آیات" سے وہ نشانات مردہوں جو بطور دال و نج کے فرعونوں کو دکھائے گئے تھے، چنانچہ لفظ بصائر بھی انہی پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے اور پہلے سے اہل مکہ کے تحت اور آیات طلب کرنے کا حوالہ رہا ہے اس کے من سب بھی یہ ہی ہے کہ یہاں فرعونوں کا تحت آیات کو نبیہ کے متعلق دکھایا جائے۔ بہر حال ان کثیر کا خیال یہ ہے کہ یہوئے سے شاید "تسع آیات" کی نسبت نہیں بلکہ ان دس آیات کی نسبت کیا ہوگا جو تورات کے شروع میں بطور وصایا لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں دس ہی چیزیں مذکور ہیں۔ راوی حدیث کو التماس و استہزاء ہو گیا، اس نے "کل ث عشر" کی جگہ "تسع آیات" کو کر دیا۔ درمختص ہے سو "آیات" سے کیا گیا ہو۔ لیکن آپ نے جو بعلی اسلوب حکیم و یدہ گویا حبیہ راوی کے معجزات کا معلوم کرنا تمہارے حق میں چنداں مفید اور اہم نہیں بدان دس احکام کا یہ دکھنا زیادہ اہم ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ | یعنی کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے جس سے معاذ اللہ عقل خراب ہو گئی۔ اسی لئے ہسکی ہسکی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے "اِنَّ رَسُوْلَکُمْ لَدٰی اَزْسِلَ الْیٰکُمْ لِمَعْخُوْنٌ" (شعراء رکوع ۲) گویا مسکور سے مراد مجنون ہے اور بعض نے مسکور یا معنی سا حریا ہے۔ واللہ اعلم

یعنی زبان سے انکار کرتا ہے مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشان تیری آنکھیں کھولنے کے لئے اسی خدا کے قادر و توانا دکھا رہا ہے۔ میں جو آسمان و زمین کا سچا مالک ہے۔ اب جو شخص جاس بوجھ کر محض ظلم و تکبر کی راہ سے حق کا انکار کرے اس کی نسبت بجز اس کے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ تباہی کی گھڑی اس کے سر پر آچکی۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ "ایمان" جاننے کا نام نہیں، ماننے کا نام ہے۔ "وَجٰدُوْا بِهَا وَاسْتَفِیْضْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّغُیُوْرًا" (نمل رکوع ۱)

مَنْ مَّعَهُ جَمِيعًا ۝۴۲ وَقُلْنَا مَنْ بَعْدَهُ لِبَنِيِّ إِسْرَءِیْلَ

اور اس کے ساتھ دلوں کو سب کو ۞ اور کہا ہم نے اس کے پیچھے بنی اسرائیل کو

اَسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا ۝۴۳

آباد رہو تم زمین میں پھر جب آئے گا وعدہ آخرت کا آئیں گے ہم تم کو سمیٹ کر ۞

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۝ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

اور حق کے ساتھ اتارا ہم نے یہ قرآن اور حق کے ساتھ اترا ۞ اور تجھ کو جو بھیجا ہم نے سو خوشی

وَنَذِيرًا ۝۴۴ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلٰۤی

اور ڈر شانے کو ۞ اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے کہ پڑھے تو اس کو لوگوں پر

مَكْتٰبٍ ۝۴۵ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِیْلًا ۝۴۶ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۝۴۷

تھہر تھہر کر اور اس کو ہم نے اتار تے اتار تے اتارا ۞ کہہ تم اس کو مانو یا نہ مانو

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰتَوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا يُتْلٰ عَلَیْهِمْ

جن کو علم مل چکا ہے اس کے پیچھے سے حساب ان کے پاس اس کو پڑھتے

یَخْرُوْنَ لِلاَذْقَانِ سُّجَّدًا ۝۴۸ وَیَقُولُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا

گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں در کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝۴۹ وَیَخْرُوْنَ لِلاَذْقَانِ

بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا (ہوئے والا ہے) ۞ در کہتے ہیں ٹھوڑیوں پر

یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝۵۰ قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ

روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے ان کو عاجزی ۞ کہہ اللہ کہہ کر پکارو

وقف لازم

السجدة ۴۲

فرعون کا انجام جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جا رہا ہے۔ سمجھا کہ بنی اسرائیل کہیں زور نہ پکڑ جائیں اس لئے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا کہ یہ مصر میں امن چین سے رہنے نہ پائیں۔ آخر ہم نے اسی کو نہ رہنے دیا اور بحر قلزم میں سب خالموں کا بیڑہ غرق کر دیا۔

یعنی خدا نے ظالم کی جزا کاٹ دی اور تم کو غلامی سے نجات دی۔ اب مصر و شام میں جہاں چاہو آزادی سے رہو۔ جب قیامت آئے گی پھر ایک مرتبہ تم سب کو اور تمہارے تباہ شدہ دشمنوں کو اکٹھا کر کے شقی و سعید اور بالک و ناجی کا دائمی فیصلہ کر دیا جائے گا۔

نزول قرآن کا حق ہونا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و غیرہ کا ذکر فرما کر روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی معجزات موسیٰ بجائے خود تھے، لیکن محمد ﷺ کو جو معجزات باہرہ عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے جو ہم نے عین حکمت کے موافق، اپنے علم عظیم اور اعلیٰ درجہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اتارا ہے اور ٹھیک سی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا، درمیان میں وہی ترین تغیر و تبدل بھی نہیں ہوا۔ ”فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَنزَلْنَا بِعِلْمِ اللَّهِ وَإِنَّا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ“ (ہود رکوع ۲)

یعنی ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الہی کی دھمکی تہیجندہ۔
الفاظ قرآن کی اہمیت انزال قرآن سے مقصود اصلی مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے جسے تدبر و تذکر کہتے ہیں۔ لیکن اس کے نفس الفاظ و حروف بھی نور و برکت سے خالی نہیں۔ ”کَتَبْنَا السُّرُورَ لَكَ مُبْرَكًا لِيَذْكُرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرُوا أَلَاءَ الْإِلَهِ“ (ص رکوع ۳۷) اسی لئے سورتیں اور آیاتیں جدا جدا رکھیں تا وظیفہ کے طور پر تلاوت کرنا بھی سہل ہو اور سننے والوں کے لئے حفظ و فہم میں بھی آسانی رہے۔ اور آہستہ آہستہ اس نئے اتارا کہ جیسے حالات پیش آئیں ان کے مناسب ہدایات حاصل کرتے رہیں۔ تا وہ جماعت جسے آگے چل کر تمام دنیا کا معلم بننا تھا ہر آیت و حکم کے موقع محل کو بخوبی ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکے اور آنے والی نسلوں کے لئے کسی تبت کے بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش نہ چھوڑے۔

اہل علم پر قرآن کا اثر یعنی مانویانہ مانو، قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق وہ منصف مزاج اہل علم کر رہے ہیں جنہیں کتب سابقہ کی بشارات سے گامی ہے، وہ اس کلام کو سن کر ٹھوڑیوں کے مل جعد میں گر پڑتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا عجیب و غریب کلام ہے۔ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہوتا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی ربانی تورات کتاب استواء میں کیا گیا تھا۔ کہ ”(اے بنی اسرائیل) میں تمہارے بھائیوں (بنی اسمعیل) میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا، بلاشبہ وہ یہی کلام ہے جو محمد ﷺ کے ذہن مبارک میں ڈالا گیا۔ جب اہل علم کو قرآن کی تصدیق سے چارہ نہیں رہا، تب انکار کرنا جاہل کا کام ہے۔

یعنی قرآن کو سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے سجدہ کرتے ہیں تو اور عاجزی بڑھتی ہے۔ اذقان (ٹھوڑیوں) کے غلط میں شاید اس طرف اشارہ ہو کر تجوید میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے ہیں گویا ٹھوڑیاں بھی زمین سے موادیتے ہیں، یا گھٹن تجویدی الوجہ سے کنایہ ہو۔ واللہ اعلم

ادْعُوا الرَّحْمَنَ ۖ أَيَّامًا تَدْعُو ۖ فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۖ

رحمن کہہ کر جو کہہ کر پکارو گے سوائے کے ہیں سب نام اچھے سے

وَلَا تَجْهَرُ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافُتُ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ

اور پکار کر مست پڑھا اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ سناں کے

ذَلِكَ سَبِيلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ

پنج میں راہ اور نہ سب تعریفیں (خوبنیں) اللہ جو نہیں رختہ

وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ

اولاد اور نہ کوئی اس کا سا جہی سلطنت میں اور نہ کوئی

لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدِّلِّ وَكِبْرُهُ تَكْبِيرًا ۝

اس کا مددگار دلت کے وقت پر اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر

آيَاتُهَا ۱۱۰ (۱۸) سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ (۶۹) وَكُنُوزُهَا ۱۲

سورہ کہف مکہ میں تری اور اسکی آیتیں سو اس آیتیں ہیں اور ہار و کوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ

سب تعریف اللہ کو جس نے اتاری اپنے بند پر کتاب اور نہ

◆ اسم اللہ اور اسم رحمن بخود و خشوع وغیرہ کی مناسبت سے یہاں وہ (خدا کو پکارنے) کا اور عباد کی مناسبت سے اگلی آیت

میں صلوة کا ذکر کیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ناموں میں سے مشرکین عرب کے یہاں اسم "اللہ" کا استعمال زیادہ

تھا۔ اسم "رحمن" سے چند ناموں نہ تھے۔ البتہ یہود کے یہاں اسم "رحمن" بکثرت مستعمل ہوتا تھا۔ عبرانی میں بھی یہ نام

اسی طرح تھا جیسے عربی میں۔ دوسری طرف مسیلہ کذاب نے اپنا لقب 'رحمان ایسا' رکھ چھوڑا تھا۔ غرض مشرکین حق تعالیٰ پر اسم 'رخص' اطلاق کرنے سے بدکتے اور وحشت کھاتے تھے۔ چنانچہ جب حضور کی زبان سے 'رخصان' سنتے تو کہتے کہ محمدؐ بمردود و خدوؤں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود اللہ کے سوا اور دوسرے خد (رخصان) کو پکارتے ہیں۔ یہود کو یہ شکایت تھی کہ محمدؐ جیسے کے یہاں 'رخصان' کا ذکر انہی کثرت سے کیوں نہیں ہوتا جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے، انہوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ 'اللہ' اور 'رخص' ایک ہی ذات منبع المکملات کے دو نام ہیں۔ صفات و اسماء کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں ہوتا۔ جو یہ چیز توحید کے منافی سمجھی جائے۔ وہی یہ بات کہ کسی ایک نام کا ذکر کثرت سے کیوں نہیں ہوتا تو سمجھو کہ اللہ کے جس قدر اسمائے حسنی ہیں ان میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ عنوانات و تعبیرات کے تنوع سے معنوں نہیں بدلتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر سخن وقوع و ہر نکتہ مکانے دارد۔ عِبَارَاتُ اشْنٰی وَ حُسْنُکَ وَ اِحْذَ وَ کُلُّ الٰہِ دَاکِ

الحمال یشیر

نمازوں کی قراءت میں اعتدال یعنی جبری نماز میں (اور اسی طرح ماء وغیرہ میں) بہت زیادہ چلانا بھی نہیں اور بالکل دن آواز بھی نہیں بچ کی چار پسند ہے (موضح قرآن) احادیث میں ہے کہ مکہ میں جب قراءت زور سے کی جاتی تو مشرکین سن کر قرائت اور اس کے پیچھے والے اور لانے والے کی شان میں ہرزہ مانی کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے بہت بہتہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی اس قدر زور سے پڑھو کہ مشرکین اپنی مجالس میں سنیں (تبلیغ کا وقت مستحکم ہے کیونکہ وہاں تو سننا ہی مقصود ہے) ورنہ آہستہ کہ خود تمہارے ساتھی بھی سن کر مستفید نہ ہو سکیں۔ افراط و تفریط چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرو۔ اس سے قلب متاثر ہوتا ہے اور تشویش نہیں ہوتی۔

توحید خالص کا بیان نماز کے بعد توحید خالص کا ذکر فرما کر سورت کو ختم کیا۔ جنی ساری خوبیوں اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب و قصور اور نقص و فتور سے بھکی منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی مدافعت کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تعین احتمال ہو سکتے تھے۔ چھوٹے سے مدد کی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے۔ یا مسافر سے جیسے ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے۔ یا بڑے سے جس طرح کمزور آدمی دولت و معیشت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد دیتے ہیں۔ اس آیت میں تینوں کی نفی کر دی۔ گویا "لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا" میں پہلے احتمال کی "لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ" میں دوسرے کی، اور "لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيَا" میں تیسرے کی نفی کر سنے کے بعد کتبہ "تَكْبِيْرًا" میں اس کی عظمت و کبریاء کی طرف متوجہ فرمادیا۔ جنی انسان کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بڑائی کا زہاں دل سے اقرار کرے اور ہر طرح کی کمزوریوں سے رفیع و برتر سمجھے۔ اور لطف یہ ہے کہ "لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا" میں نصاریٰ کا "لَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ" میں مشرکین کا اور "لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيَا" میں ان یہود کا رد ہو گیا جن کے یہاں خدا تعالیٰ کشتی میں یعقوب علیہ السلام کے مقابلہ کی تاب نہیں لایا (العیاذ باللہ) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کوئی مددگار نہیں دست کے وقت۔ جنی اس پر کبھی دست ہی نہیں کہ مددگار چاہے۔ بادشاہوں کے ہاں امیر زہر پڑ جاتے ہیں اس لئے کہ بڑے وقت ان کی رفاقت کئے ہوتے ہیں وہاں یہ قصہ ہی نہیں۔" تم سورۃ الاسراء بعون اللہ وحسن توفیقہ فیللہ الحمد والمصۃ والصلوۃ والسلام عنی صاحب الاسراء وعلی آلہ وصحبہ۔

يَجْعَلُ لَهُ عِوَجًا ۖ فَيَمَّا لَيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّمَّنْ

رکھی اس میں کچھ کجی ♦ نھیک اتاری تاکہ ڈرنا دے ایک سخت آفت کا اللہ

لَدُنْهُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ

طرف سے ♦ اور خوش خبری دے ایمان لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں

أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۖ مَا كَثِيرٌ فِيهِ أَبَدًا ۖ وَ

کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے جس میں رہا کریں ہمیشہ ♦ اور

يُنْذِرُ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۖ مَا لَهُمْ بِهِ

ڈرنا وے ان کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ♦ کچھ خبر نہیں ان کو

مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِأَبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

اس بات کی اور نہ ان کے باپ دادوں کو کیا بڑی بات نکلتی ہے

أَفْوَاهِهِمْ ط إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۖ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ

ان کے من سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ♦ سو کہیں تو گھونٹ ڈالے گا

نَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ

اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو

أَسْفًا ۖ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا

بچتا چمکتا ♦ ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق

لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا

تاکہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کرتا ہے کام ♦ اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ

سورۃ الکہف

❖ قرآن ہر کجی سے پاک ہے | یعنی اپنی سے علی تعریف اور شکر کا مستحق وہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اعلیٰ کتاب تاری اور اس طرح زمین والوں کو سب سے بڑی نعمت سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ بیشک اس کتاب میں کوئی نیچری ترجمہ کی بات نہیں۔ عبارت نہایت سلیس و فصیح، اسلوب بیان نہایت مؤثر و مختلف، تعلیم نہایت متوسط و معتدل جو ہر زمانہ و ہر طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کسی قسم کی افراط و تفریط کا اس میں شائبہ نہیں۔

❖ قرآن کفار کو ڈر سنانے کے لئے ہے | یعنی تکذیب کرنے والوں پر جو سخت آفت دنیا و آخرت میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہے اس سے یہ کتاب آگاہ کرتی ہے۔ تنبیہ فیما کو بعض نے بمعنی مستقیم لے کر محض مضمون سابق کی تاکید قرار دی ہے۔ یعنی کتنا ہی غور کرو۔ ایک مبالغہ برابری نہیں پاؤ گے مگر فرمائے من غلط کہ معنی فیما علی سائر الکتب السماویہ یعنی تمام کتب سماویہ کی صحت و تصدیق پر مہر کرنے والی اور ان کی اصولی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی۔ و مسلم نے کہا فیما ”مصحح“ اعباد بندوں کی تمام مصالح کی مثال اور ان کی معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ بہرحال جو معنی بھی لئے جائیں اس کی صداقت میں شبہ نہیں۔

❖ بظاہر اس سے مراد آخرت کا بدلہ یعنی جنت ہے جہاں مومنین قاتلین کو دائمی حوشی اور ابدی راحت ملے گی۔
❖ خدا کے لئے اور تجویز کرنے میں سب سے زیادہ مشہور و پرچش پیش و نصاریٰ ہیں درجیہ کے حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان ہی سے حاکمین قرن کو قیامت تک زیادہ سا بقہ پڑتا ہے۔ تاہم مومنا غلطی میں بعض فرق یہود و عیسائیہ سلام کو خدا کا بیٹا، یا بعض مشرکین جو ملکہ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے وہ بھی داخل ہو گئے۔ گویا اس جگہ اولاد تجویز کرنے والے کافروں کو بالخصوص اور نصاریٰ کو بالخصوص کے طور پر متنبہ کیا گیا ہے۔

❖ کفر کا کذب | یعنی کوئی تحقیق اور حقیقی اصول اس کے ہاتھ میں نہیں نہ ان کے باپ داداؤں کے ہاتھ میں تھا۔ جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قدسیت و سیاحت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذر نہیں شرماتے۔ دلائل و برہین کی جگہ ان کے ذہن و دماغ میں یہ ہی باقی رہ گیا ہے کہ زبان سے ایک جھوٹی اور بدیہی ابطالان بات کہتے چلے جائیں اور جب ثبوت مانگو تو کہہ دیں کہ یہ مذہب کا ایک راز ہے جس کے اور اک تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔

❖ آنحضرت کو حق تعالیٰ کی تسلی | یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو بالکل گھلایئے نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے و کر رہے ہیں، کوئی نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ بیچھتا نامن سب ہے، کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور شفقت و ہمدردی خلافت کے جو کام کرتے ہیں وہ آپ کے رفع مرتبہ اور ترقی مد رج کا ذریعہ ہیں۔ اشقیاء اگر قبول نہ کریں تو ان ہی کا نقصان ہے۔

❖ احسن عملاً کون لوگ ہیں | جنی اس کی روشنی پر دوڑتا ہے یا سے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمرؓ نے سوا کیا۔ رسول اللہ ”احسن عملاً“ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ”احسنکم عقلاً و اؤر غمکم عن محارم اللہ و اسر غمکم فی طاعہ سبحاء“ (جس کی سمجھا اچھی ہو، حرم سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپے)

عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ۱۱ اَمْ حَسِبْتَ اَنْ اَصْحَبَ

اس پر ہے میدان چھانت (کات پھانت) کر کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار

الْكَهْفِ وَالرَّقِيعِ كَانُوا مِنْ اٰيَاتِنَا عَجَبًا ۱۲ اِذْ اَوَّ

اور کھودے رہے واسے ہماری قدرتوں میں عجب اچنبھاتے عجب جاہلے

الْفِتْنَةِ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَدُنْكَ

وہ جوان پہاڑی کھود میں پھر دے اے رب دے ہم و اپنے پاس سے

رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۱۳ فَضَرَبْنَا

بخشنش اور پوری کردے (ناوے) ہمارے کام کی درست پھر تھپک اے ہم نے

عَلَى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۱۴ ثُمَّ

ان کے کان اس کھود میں چند برس نشی کے چر

❖ قیامت کے روز زمین چٹیل ہو جائے گی یعنی ایک روز سب اس چٹیل درخت وغیرہ چھانت کر زمین کو چٹیل میدان بنادیا جائے گا۔ جو لوگ اس کے بناو سنگار پرستہ رہے ہیں وہ خوب سمجھ میں کہ یہ زرق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زمینی سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادی زینت سے ساری زمین کو اے بھگزار بنا دو، جب تک آدنی ہدایت و روحانی دوست سے تہی دست رہو گے، حقیقی سرور وطمینیت اور ابدی نجات و فلاح۔ ہم آغوش نہیں ہو سکتے۔ تخری اور دانگی کامیابی صرف انہی نے سے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل و فانی خوشی کو قربان کر سکتے ہیں اور راق کی جادہ پستی میں کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے۔ دنیا کے بڑے بڑے طاقتور جہاروں کی تحریف و ترہیب سے ان کا قدم و گمگنا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے صحاب کف کا قصہ بیان فرمادیا۔ ورنہ کریم ﷺ کی تسلی بھی کر دی کہ آپ ان بد بختوں کے عم میں اپنے کو نہ گھسیں۔ جس دنیا کی زندگی اور پیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب کات چھانت کر برابر کر دی جائے گی اور آخر کار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اس وقت سارے جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔

❖ اصحاب کھف کا واقعہ اللہ کی قدرت کا معمولی نمونہ ہے جی حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کے لحاظ سے اصحاب کھف کا قصہ جو آج کے دور ہے کوئی اچنبھ نہیں جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھ جائے۔ زمین، آسمان، چاند، سورج وغیرہ کا پیدا کرنا، ان کا نظام نظم و مقدر کرنا، انسان ضعیف انبیاء کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا جہیز، ان کی قلیل و بے سرو سامان جماعتوں کو بڑے بڑے مظہروں سے مقابلہ میں کامیاب بنانا، خاتم النبیا، اور رفیق ہمارے حضرت ابو بکر صدیقؓ و دشمنوں کے زہر سے نکال کر "ماروڑ" میں نین روز تھہرانا، کفار کا غار کے مزید تک تعاقب کرنا پھر ان کو بے نسل و مرام واپس لوٹانا آخر ہر رچھوڑنے والے مٹی بھرے سر و سامانوں کو تمام جزیرۃ العرب بلکہ شرق و مغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کرنا، یا یہ اور اس قسم کی بیچار چیزیں "اصحاب کھف کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟ اصل یہ

ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آزمائش کے لئے تیس سوال کریں۔ روح کیا ہے؟ صحابہ کہف کا قصہ کیا تھا؟ اور ذوالقترنین کی سرگزشت کیا تھی؟ صحابہ کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص ہیئت دی تھی۔ اسی لئے اس آیت میں بتا دیا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں جیسے تم سمجھتے ہو اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشانات قدرت موجود ہیں۔

صحابہ کہف کی جرأت و استقلال اے گئے "صحابہ کہف" کا قصہ اول مجملہ پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جابر بادشاہ کے عہد میں تھے جس کا نام بعض نے "دقیانوس" بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی پرست تھا اور جبر واکرہ سے بت پرستی کی شامت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیاوی منافع کی طمع سے اپنے مذہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے اور اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا، خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ ان کے دس خشیست الہی اور نور تقویٰ سے بھر پور تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں صبر و استقلال اور توکل و تحمل کی ولایت سے انہیں مالا مال کیا تھا۔ بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے "لَسْ لَكَ غَوْ اَمِنْ ذُوْنِ الْهَالِقِ قُلْنَا اِذَا شِطَطْنَا" کا فرہ مت نہ رگایا اور یہیانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو کچھ سی کی بوجوانی پر رحم آیا اور پچھ دوسرے مشاغل و مصارغ بٹھانے ہوئے کہ انہیں فوراً قتل کرے۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معامد میں غور و نظر پائی کر لیں۔ انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈنگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں (اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں) دعا کی کہ خداوند تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنادے اور رشد و ہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سبب انتظام و درست کر دے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ ہمیں بدل کر کسی اقلیت شہر میں جا کر رہے تا ضروریات خرید کر لائے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے۔ جو شخص اس کام پر ہا مور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ "تن شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے۔ درہم ہمارے قارب و اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ یہ مذکرہ مورباتہ کہ حق تعالیٰ نے سب پر دفعہ غیظ طاری کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا۔ تھک کر پھرتے رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سبسہ کی سختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانہ میں ڈال دیے گئے تاکہ انے والی سیسیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہو گئی ہے۔ ممکن ہے گئے چل سراس کا کچھ سراغ نکلے۔ در بعض عجیب واقعات کا مستشف ہو۔

صحابہ کہف کون تھے؟ یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیرو تھے۔ لیکن ابن کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ صحابہ کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ سلام سے پہلے کا ہے وائدہ احم (تنبیہ) "رقیم" پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور بمعنی "مرقوم" بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز۔ مسند عبد بن حمید کی ایک روایت میں جیسے حافظ نے علی شرط البیہری کہا ہے، ابن عباسؓ سے "رقیم" کے دوسرے معنی منقول ہیں۔ یعنی "صحابہ کہف" اور "صحابہ رقیم" ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ غار میں رہے کی وجہ سے "صحابہ کہف" کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام و صفت وغیرہ کی سختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی، اس لئے "صحابہ رقیم" کہلائے۔

صحابہ رقیم اور اصحاب کہف مگر مترجم محقق جبرائیل نے پہلے معنی لئے ہیں اور بہر صورت "صحابہ کہف" و "صحابہ رقیم" کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ "صحابہ رقیم" کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہو، محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرہ میں اس کا حوالہ دیا گیا۔ اور فی الحقیقت اصحاب رقیم (کھوہ والے) وہ تین شخص ہیں جو بادشہ سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ اوپر سے ایک بڑا پتھر آ پڑا جس نے غار کا منہ بند کر دیا اس وقت ان میں سے ہر ایک شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دے کر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا۔ امام بخاری نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس میں ان تین شخصوں کا قصہ مفصل درج کر کے شاید اسی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ "صحابہ رقیم" یہ لوگ ہیں۔ طبرانی در بزرگ نے باستان حسن نعمان بن بشیر سے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ "رقیم" کا ذکر فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا۔ وائدہ احم۔ یعنی ایسی چھکی دی کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے۔ ادھر ادھر کی کوئی خبر ان کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔

بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا

ہم نے ان کو بھیجا کہ معلوم کریں اور فرقوں میں کس نے یا رکھی ہے غفلت

أَمَدًا ۚ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۖ إِنَّهُمْ

وہ رہے ہم سنائیں تمہیں ان کا حال تحقیق

فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَرِزْدْنَاهُمْ هُدًى ۖ وَرَبَطْنَا

کئی جوان ہیں کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہم ان کو سوجھ

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمَوَاتِ

ان کے دل پر جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمانوں

وَالْأَرْضِ لَنْ نَّدْعُوًا مِنْ دُونِهِ ۚ إِلَهًا لَّقَدْ قُلْنَا

اور زمین کا نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو معبود نہیں (ورنہ) تو ہی ہم نے

إِذَا شَطَطًا ۚ هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ

بات عقل سے دور یہ ہماری قوم ہے یہی ہماری قوم نے

إِلَهَةً ۚ لَوْ لَا يَأْتُونَ عَلَيْهِم بِسُلْطٰنٍ بَيِّنٍ ۚ فَمَنْ

اور معبود کیوں نہیں لاتے اس پر کوئی سند کھلی پھر اس سے

أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ وَلَا إِذْ

بڑا گنہگار کون جس نے باندھ اللہ پر جھوٹ اور جب

اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهُ ۚ فَأَوَّا إِلَى الْكَهْفِ

تم نے کنارہ کر لیا تو ان سے اور جس کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں

اصحاب کہف کی نیند کی مدت | سا لہا سال کے بعد حق تعالیٰ نے ان کو جگا دیا۔ تا ظاہر ہو جائے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے ان کی مدت نوم کا زیادہ صحیح اندازہ رکھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی نوم طویل کے بعد جب بیدار ہوئے تو قدرتی طور پر خود سونے والوں میں اور دوسرے دیکھنے والوں میں بھی اختلافات اور چہ میگوئیاں ہوں گی کوئی کم مدت بتلائے گا کوئی زیادہ۔ کوئی اقرار کرے گا۔ کوئی مستبعد سمجھ کر انکار کر دے گا تو انہیں جگا کر یہ دیکھنا تھا کہ کونسی جماعت ٹھیک حقیقت پر پہنچتی ہے اور اس حقیقت پر پہنچ کر ”بعث بعد الموت“ کا عقدہ حل کرتی ہے جس میں اس وقت کے لوگ جھگڑ رہے تھے۔

یعنی ایمان سے زیادہ درجہ دیا اولیاء کا۔

یعنی مضبوط و ثابت قدم رکھ کر اپنی بات صاف کہہ دی۔

یعنی جب ”رب“ وہی ہے تو معبود کسی اور کو ٹھہرانا حماقت ہے۔ ”ربوبیت“ والوہیت“ دونوں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔

جیسے موحدین تو حید پر صاف صاف دلیلیں پیش کرتے ہیں، اگر مشرکین اپنے دعوے میں چپے ہیں تو کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ لائیں کہاں سے؟ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا کے شریک ٹھہرائے جائیں۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهِ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ

پھیلا دے تم پر رب تمہارا چھوٹی رحمت سے اور بنا دے تمہارے واسطے تم

أَمْرِكُمْ مَّرْفَقًا ۖ وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَوَّارًا

کام میں آرام ۖ اور تو دیکھے صبح جب نکلتی ہے نئی سر جاتی ہے

عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقَرَّبُ مِنْهُمْ

ان کی کھوہ سے اپنے اور جب ڈوبتی ہے تر جاتی ہے ان سے

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِّنْ

بائیں اور ہمیدان میں ہیں اس کے یہ ہے

آيَاتِ اللَّهِ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَن يُضِلِلْ

اللہ کی قدرتوں سے جس کو راہ دے اللہ وہی آئے راہ پر اور جس کو دھکا لگائے

فَلَنُتَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۚ وَتَحْسَبُهُمْ آيَافًا

پھر نہ پائے اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والے ۖ اور تو سمجھے وہ جانتے ہیں

وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ

اور وہ سو رہے ہیں اور ہمیں دہاتے ہیں ہم ان کو دائیں اور

الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ

بائیں اور تیرے کا پیار رہا ہے اپنی بائیں چوکھٹ پر اگر تو جھانک کر دیکھے

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُغْبًا ۚ وَ

ان کو تو پیچھ دے کر بھاگے ان سے اور بھر جائے تجھ میں ان کی دہشت ۖ اور

اصحاب کہف کا توکل اور اس کا انعام | یعنی جب مشرکین نے ان سے ہم پیغمبر ہیں تو ظاہری طور پر بھی ان سے پیغمبر رہنا چاہئے۔ اور جب ان نے باطل معبودوں سے کنارہ کش ہو کر طرف سے اُنٹ رہنا اپنے معبود کی طرف جھکنا اور اسی سے رحمت و تلافی کا امیدوار رہنا چاہئے۔ آپس میں یہ مشورہ کر کے پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔

غار کی کیفیت | یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں ماموں و مطمئن ہو کر آرام کرتے رہیں نہ جگہ کی تنگی سے جی گھٹے، نہ کسی وقت دھوپ ستائے، نہ اندر سے کشتادہ ہو اور نہ باہر سے اور جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا شامل رویہ ہونے کی وجہ سے اسکی وضع و ہیئت پر واقع تھا جس میں دھوپ قدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذا دیے نکل جاتی تھی۔

یعنی ظاہری و باطنی رہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھ لو جب دنیا بھر میں کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی رہ بتلائی۔

اصحاب کہف کی نیند اور انکی ظاہری حالت | کہتے ہیں سوتے میں ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر ان کے ابدان پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس سے کوئی دیکھے تو سمجھے جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اس مکان میں دہشت رکھی تا لوگ ترشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں۔ ان کے ساتھ ایک کتاب بھی لگ گیا تھا۔ اس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا۔ اگرچہ کتاب کھن برا ہے لیکن لاکھ برس میں ایک بھلا بھی ہے و اللہ ذو السعدي الشیرازی

پسر نوح باباں ہشت خاندان نبوتش گم شد
سب اصحاب کہف روزے چند پے نیکاں گرفت مردم شد

كَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۖ قَالَ قَائِلٌ

ی طرح ان کو جگا دیا ہم نے کہ آپس میں پوچھنے لگے (تاکہ پوچھیں یہ کیا ہے) (۱۱) ایسا

مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ

ان میں کتنی دیر ٹھہرے تم بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے کم

قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۖ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ

بولے تمہارا رب ہی خوب جانے جتنی دیر تم رہے ہو بے نتیجہ آپس میں سے ایک

بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَى

بیر و پیہ دسے کرا لینا اس شہر میں پھر دیکھے کونسا کھانا

طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا

ستھرا ہے سولے تمہارے پاس اس میں سے کھانا اور نرمی سے جانے اور حسد نہ

يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۚ إِنَّهُمْ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ

دے تمہاری خبر کسی کو وہ لوگ اگر ظہور پالیں تمہاری

يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذَا

پتھروں سے، رو لیں تم کو یا لوٹا لیں تم کو اپنے دین میں اور تپ و بھد نہ ۱۰ کا تمہارا

أَبَدًا ۚ وَكَذَلِكَ أَثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ

بھی اور اسی طرح خبر عطا ہر کردی ہم نے ان کی تاکہ لوگ جان میں کہ اللہ کا

اللَّهُ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ

وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکہ نہیں جب جھگڑ رہے تھے

اصحاب کہف کا جاگنا اور گفتگو | جس طرح اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سلائی تھی، اسی طرح بروقت جگا دیا۔ اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض نے کہا "ایک آدھ دن۔" یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو۔ ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دکان سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ اسے نہایت ہوشیاری سے جانا آنا اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرنا چاہئے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے، ورنہ بڑی سخت خرابی ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائے گا یا ہجر واکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ العیاذ باللہ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح ہم چاہتے ہیں، وہ کبھی حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گو ہجر واکراہ ہو اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا۔ تنبیہ | میرے نزدیک "یَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" محض تفکیر مدت سے کٹا یہ ہے۔ نیند سے اٹھ کر اتنی طویل مدت بھی ان کو قلیل محسوس ہوئی۔ سچ ہے "مردہ اور سوتا برابر ہے۔" "يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" کا حرف "او" کے ساتھ استعمال ایسا سمجھو جیسے سورہ مومنون میں ہے "كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ مِائِينَ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَهِنَّ الْغَاثِرِينَ" (مومنون رکوع ۶)

يُنَبِّئُهُمُ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۚ رَئَاهُمْ

تجس میں ایلی مات پر ♦ بچے ہے تے یہ عورت ان کا رب

أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ

خوب جانتا ہے ان کا حال وہ — وہ لوگ جن کا مہم غلبہ تھا ہم مانیں گے

عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّا بَعْضَهُم

ان کی جگہ پر عبادت خانہ ♦ اب یہی ہیں تے وہ تین ہیں چوتھے

كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ

ان کا کتا اور یہ بھی کہیں تے وہ پانچ ہیں چھ ان کا کتا

رَجَبًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ

بدون نشان دیکھے پھر چلا تا ♦ اور یہ بھی کہیں تے دوسات ہیں وہ تینوں ان کا کتا

قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعَدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ قَدْ

تو کہہ میرا رب خوب جانتا ہے ان کی ہمتی اس کی خبر نہیں رہتے مگر تھوڑے لوگ

فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ

سو مت تجھڑا ان کی بات میں مگر سرسری جھگڑا اور مت تحقیق کرن ۵۵

مِّنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ ءِإِنِّي فَاعِلٌ

ان میں (ان سب میں) کسی سے ♦ اور نہ کہنا کہ میں یہ کروں گا

ذَٰلِكَ عَدَا ۝ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَادْكُرْ سِرَّكَ

کل کو مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کرے اپنے رب کو

اہل شہر کو اصحاب کہف کا علم ہونا | ایک اس میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ وہاں سب چیز اوپری دیکھی۔ اس مدت میں کئی قرن برس چکے تھے۔ شہر کے لوگ اس روپیہ کا سکہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس عہد کا ہے۔ سمجھے کہ اس شخص نے کہیں سے پرانا گڑا ہوا مال پالیا ہے۔ غلہ و غنہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا۔ اس نے وہ پرانی تختی طلب کی جس پر چند نام اور پتے لکھے تھے کہ یہ لوگ دفعہ ماضی معدوم ہریتے سے فلاں منہ میں غائب ہو گئے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ یہ وہی مفقود الخیر جماعت ہے۔ اس وقت شہر میں "بعث بعد اموت" کے متعلق بڑا جھگڑا ہو رہا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جین نہیں کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں۔ کوئی معاد روحانی و جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ وقت حق پرست اور مصطفیٰ تھا، چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر، تھو گئے جس سے سمجھنے میں آسانی رہے اور متبعاد عقلی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیج دی۔

اس واقع سے آخرت پر استدلال | آخر مکررین آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے سننے کے بعد آخرت پر یقین لے لے۔ یہ ظاہر خاص طور پر ان کی طبائع پر اثر انداز ہوا سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے کہ یہ قصہ بھی دوسری بار جینے سے کم نہیں۔ سمجھیں بعض "اذنبنا رغول بینہم افرہم" کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اسی باب کہف کے باب سے لوگوں کو اس وقت آگاہ کیا جب کہ اصحاب کہف کے متعلق چرچے اور جھگڑے ہو رہے تھے کہ وہ چند نوجوان جنہیں مدت دراز سے سوتے آئے ہیں کہ یک ایک نائیب ہو گئے تھے پھر پھر پتہ نہ چلا کہ ان کی سس پھیلی ہوئی؟ بے شک زندہ تو کیا ہوتے۔ سب مر گئے کہ مر رہے ہو گئے ہوں گے؟ اس مسئلہ میں کوئی پتہ نہیں تھا اور ہر ایک نے اپنی ہر کرتا تھا کہ دفعہ حق تعالیٰ نے حقیقت سے پردہ اٹھا دیا۔ ورسب اختلافات ختم ہو دیے۔

نار کی جگہ یادگار کی تعمیر | یہ پتہ نہیں کہ اس کے بعد اصحاب کہف زندہ رہے یا نہیں کر گئے؟ انتقال ہوا تو کب ہوا، زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے۔ ہر حال اہل شہر نے ان کے عجیب و غریب احوال پر مطلع ہو کر فرط عقیدت سے چاہا کہ اس نار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کریں جس سے زائرین کو سہولت ہو۔ اس میں اختلاف رائے ہوا ہوا گا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے۔ اس اختلاف کی تفصیل تو خدا ہی کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز ان کی موت کے بعد ہوئی یا اس سے قبل دو بارہ فیصد طاری ہونے کی حالت میں وہ لوگ غائب ہوئے یا ان کی مداخلت میر ہو گئی یا نہیں۔ تاہم جو بار سوخ، و زکی اقتدار لوگ تھے ان کی رائے سے قرار پائی کہ نار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دی جائے۔ اصحاب کہف کی نسبت ہجرات کے کہ کچھ موجد اور متقی تھے، یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس نجی کی شریعت نے پیرو تھے۔ لیکن جن لوگوں نے معتقد ہو کر وہاں مکان بنایا وہ نصاریٰ تھے۔ ابو حیان نے "بحر محیط" میں اصحاب کہف کا مقام متعین کرنے کے لئے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ سن تا بقیہ جلد۔

اصحاب کہف کی تعداد | یعنی سامعین "صحبہ کہف" کا قصہ سن کر جیسا کہ لوگوں کی حالت ہے، انگل کے تیر چار میں گئے، کوئی کہے گا کہ وہ تین تھے جو تھا کہ تھا، کوئی پانچ، چھ، ستر، پندرہ، ستر، کوئی کہے گا۔ لیکن یہ سب قوال، یہے ہیں جیسے کوئی بے نشہ نہ دیکھے پھر چلا تا رہے۔ ممکن ہے مختلف باتیں کہنے سے جہل کے حادہ و رسول اللہ ﷺ کا امتحان کرنا بھی مقصود ہو کہ دیکھیں یہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ اختتام ہے۔ یہ وہ ان کا صحیح تعداد اسات کی بتائی ہو جس کی طرف سے قرآن سے اشارہ کیا ہے۔

اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں ابن عباسؓ کی روایت | یعنی اس قسم کی غیر معتد بہ باتوں میں زیادہ جھگڑنا حاصل ہے۔ مدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں۔ جتنی بات خدا نے بتلائی اس سے زیادہ تحقیق کے درپے ہونا یا جس قدر تردید مدد تھے کر چکا اس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا میں ان قلیل لوگوں میں سے ہوں (جنہوں نے سیاق قرآنی سے معلوم کر لیا کہ) اصحاب کہف سات ہی تھے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو "رحمہما لعیب" فرمایا، تیسرے قول کے ساتھ نہیں فرمایا۔ اس کے حادہ و اسلوب بیان بھی بد۔ ہو ہے پہلے دونوں جملوں میں "واذ عطف" نہ تھا، تیسرے میں "واذ عطف" عطف کے ساتھ لانے سے گویا اس پر زور دینا ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت و وثوق کے ساتھ دفعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔ بعض نے اس کی تائید میں یہ بھی کہا ہے کہ پہلے قال قائل منہم کم لبثتم سے ایک قائل کا ہونا اور قالوا لیسنا بزمانہ سے اس کے کم از کم تین قائلین کا پھر دوسرے قالوا لبثکم اعلم الح سے اس کے علاوہ تین اور قائلین کا ثبوت ملتا ہے۔ اس طرح کم از کم سات دی ہوئے چائیں۔ کہ ان کے علاوہ دوسرے۔

إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنَّ رَبِّي لِأَقْرَبَ

جب بھول جائے اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھائے (مجھ سے) اس سے

مِنْ هَذَا ارْشَدًا ۝ وَلَيْثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ

زیادہ نزدیک راہ نکلے اور مدت گزری ان پر اپنی کھوہ میں تین

سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

سویرا اور ان سے اوپر تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی

لَيْثُوا لَهُ غِيبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَبْصِرْ بِهِ وَ

مدت ان پر گزری اسی کے پاس میں چھپے بھید آسمانوں و زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور

أَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ

سننے کوئی نہیں بندوں پر اس کے سوا عقار اور نہیں شریک کرتا

فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ

اپنے حکم میں کسی کو اور پڑھ جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے

كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ

رب کی کتاب سے کوئی بدلے ولا نہیں اس کی باتیں اور کہیں نہ پاسے گا

دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ

تو اس سے اچھٹے کو ملے (پناہ کی جگہ) اور رو کے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو

يَذَرُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ

چھوڑتے ہیں ان کے رب کو صبح اور شام طالب ہیں

اس واقع کا نزول۔ اور کلمہ انشاء اللہ کی اہمیت۔ اصحاب کہف کا قصہ تاریخی کتابوں میں نادرات میں لکھا تھا، ہر کسی کو کہاں خبر ہو سکتی۔ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے حضرت سے پوچھا۔ مقصود آپ کی آزمائش تھی، حضرت نے وعدہ کیا کہ کل بتادوں گا۔ اس بھروسہ پر کہ جبریل آئیں گے تو دریافت کر دوں گا۔ جبریل پندرہ دن تک نہ آئے حضرت نہایت غمگین ہوئے۔ مشرکین نے ہنس شروع کیا۔ آخر یہ قصہ لے کر آئے اور پیچھے نصیحت کی کہ: ”سندہ کی بات کے متعلق بغیر ”انشاء اللہ“ کے وعدہ نہ کرنا چاہئے۔ اگر ایک وقت بھول جائے تو پھر یاد کر کے کہہ لے۔ اور فرمایا کہ امید رکھ کہ تیرا درجہ اللہ اس سے زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے (موضح القرآن) یہ اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب طور پر آپ کی حفاظت فرمائے اور کامیاب کرے جیسا کہ غار ثور کے قصہ میں ہوا۔ یہ واقعہ کہف سے زیادہ عجیب واقعات و شواہد آپ کی زبان سے بیان کرائے۔

نیند کی مدت۔ یعنی تین سو سال سے چارے تین سو سال کھوہ میں سوتے رہے اور قمری حساب سے نو سال زیادہ ہوئے (مہینوں اور دنوں کی کسو محسوب نہیں کی گئیں) یا تین سو سال کے بعد ممکن ہے قدرے نیند سے چونکے ہوں پھر سو گئے اور نو سال تک سوتے رہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ تین سو سال جاگنے کے بعد سے عہد نبوی ﷺ تک کی مدت بیان فرمائی۔ یعنی لوگوں سے مل کر پھر سو رہے جس کو آپ کے زمانہ تک اتنا عرصہ گزرا اللہ اعلم۔ (طیفہ) ہمارے زمانہ میں صوبہ ریشوان میں ایک شخص دو سو سال کی عمر رکھتا ہے۔ چوبیسویں صدی ابھی حال میں کی ہے۔

اللہ کا حکم و قدرت۔ جتنی مدت سو کر وہ جاگے تھے، تاریخ والے کئی طرح بتاتے تھے۔ سب سے ٹھیک وہی ہے جو اللہ بتائے۔ آسمان و زمین کے تمام پوشیدہ راز اسی کے علم میں ہیں۔ کوئی چیز اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔

یعنی جس طرح اس کا علم محیط ہے، اس کی قدرت و اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے غیوب سموت و رض کے علم میں اس کا کوئی شریک نہیں، اختیارات و قدرت میں بھی کوئی سہم و شریک نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت کو تلاوت وحی کا حکم۔ پہلے اصحاب کہف کے قصہ پر فرمایا تھا ”فَلَا تَسْمَعُوا لَهُمْ وَلَا يُمْرَأَهُ ظَاهِرًا وَلَا تَسْمَعُوا مِنْهُمْ أَحَدًا“ مطلب یہ ہے کہ بیکار چیزوں میں زیادہ الجھنے اور کاوش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مشغول رہیے۔ یعنی جو جامع مائع اور کافی و مثانی کتاب تیرے رب نے مرحمت فرمائی اسے پڑھ کر سناتے رہیے۔ خدا نے جو باتیں اس میں سنائیں اور جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا نال سکے یا غلط ثابت کر سکے۔ اگر کوئی ان باتوں کو بدلنے کے درپے ہو گیا یا اس کتاب کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ خوب سمجھے کہ خدا کے مجرم کے لئے کیسے پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ دیکھو ”اصحاب کہف“ کو جو خدا کی باتوں پر جے رہے کیسی اچھی جگہ اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ

اس کے منہ (رضا) کے ♦ اور نہ دڑیں تیری آنکھیں نہ کوں چھوڑے ♦ ہوا میں ♦ روح رند گانی

الدُّنْيَا وَلَا تَطْعَمَ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا

دنیا کی ♦ اور نہ بہانہ (مست من) اس کا ♦ جس کا دل غافل رہے ♦ اپنی یاد سے

وَاتَّبَعْ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرْطًا ۝ وَقِيلَ الْحَقُّ مِنْ

اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی (حواس) کے اور اس کا ہے حدیہ (کے دل جا) اور بنا ♦ اور یہ قیل و قال ہے

رَبِّكُمْ قَدْ فَمِنَ شَاءَ فَلْيُؤْمِنُ وَ مَنَ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ ۝

تمہارے رب کی طرف سے کچھ جو کوئی چاہے — ♦ نہ مانے ♦ اور نہ کوئی چاہے

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۝

ہم نے تیار کر رکھی ہے تہ کاروں کے واسطے کہ ♦ اس میں قہر ہے ♦ اس میں قہر ہے

وَأَن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۝

اور اگر فریاد کریں گے تو ملے گا پل ♦ پانی جیسے ♦ ہوا کے لئے سود

بِئْسَ الشَّرَابُ ۝ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ

کیا برا پینا ہے ♦ اور یہ برا آرام ♦ بے شک عذاب ہے

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ

یقین ہے ♦ اور کیں نیکیاں ♦ ہم نہیں کھوتے ♦ دلا اس کا ♦ جس نے احسن

عَمَلًا ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَدَّتْ عَذَابٍ تَجْرِي مِنْ

کے ♦ سولے واسطے ♦ بہت ہیں عذاب کے ♦ بہت ہی ہیں

بعض صحابہ کی مدح اور فضیلت | یعنی اس کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں، حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں، خالق و مخلوق دونوں کے حقوق پہچانتے ہیں، گویا دینی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ جیسے صحابہ میں اس وقت عمر، صہیب، جلال، ابن مسعود وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ مومنین مخلصین کو، اپنی صحبت و مجلس سے مستفید کرتے رہے۔ اور کسی کے کہنے سننے پر ان کو، اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے۔

سرداران کفار کی مذمت | یعنی ان غریب شکستہ مخلصین کو چھوڑ کر مومنوں نے منکر، نیا، اوروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھایا کہ ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بڑی رونق ہوگی۔ اسلام کی اصلی عزت و رونق مادی خوشحالی اور چاندی سونے کے سوس سے نہیں مضبوط یمن و تقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش خدائی سے ہے۔ دنیا کی نیپ نیپ محض فانی اور ساسیہ کی طرح ڈھلنے والی ہے، حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے، نہ زوال، چنانچہ اصحاب کتب کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور نیا نیا طالبوں کا نجی موصوم ہو چکا۔

یعنی جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر اوقات نفس کی خوشی اور خواندگی کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، خدا کی احسانیت میں بیٹھے اور ہوا پرستی میں آگے رہنا ان کا شیوہ ہے، ایسے بدمست مافلوں کی بات پر آپ کا نہ دھریں خواہ بظاہر کیسے ہی دولت مند اور جاہ و ثروت والے ہوں۔ روایات میں ہے کہ بعض خدا دیدار قریب سے آپ سے کہا کہ ان رذیلوں کو اپنے پاس سے اٹھ دیجئے تاکہ سردار آپ کے پاس بیٹھ سکیں۔ رذیل کہ غریب مسلمانوں کو اور سردار دوستانہ فافلوں کو۔ ممکن ہے آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ ان غریب کو تھوڑی دیر بیچہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے۔ وہ آپ کے مسلمان ہیں مصیحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے اور یہ دوست مند مسلمانوں کی صورت میں اسلام قبول کریں گے۔ اس پر یہ تیری۔ آپ سرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانتے ہوئے یہ بیہودہ فرمائش ہی ظاہر کرتی ہے۔ ان میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں۔ پھر نفس مہو ہونے کی خاطر مخلصین کا احترام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ نیز امیروں اور غریبوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے سے احتمال ہے کہ عام لوگوں کے قلوب میں پیغمبر کی طرف سے معاذ اللہ غرور اور بدنظمی پیدا ہو جائے جس کا ضرر اس حد تک نہیں زائد ہوگا جو ان چند متکبرین کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تصور کیا جاسکتا ہے۔

حق ظاہر ہو چکا | یعنی خدا کی طرف سے سچی باتیں نہ رہی گئیں، کسی سے ماننے نہ ماننے کی اسے کچھ پروا نہیں۔ جو کچھ نفع نقصان ہوگا صرف تمہارا ہوگا۔ ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سوچ میں جو آگے بیان کیا جاتا ہے۔ دنیا کی چہل پہل محض ہیچ اور فانی ہے۔ اس کا لطف جب ہی ہے کہ فلاح آخرت کا دریہ ہے۔ وہاں محض دنیا کا تمول کام نہ دے گا۔ بلکہ جو یہاں شکستہ حال تھے بہت سے وہاں پیش و آرام میں ہوں گے۔

وہ تو تم بھی گم کی ہوں گی۔

دورخ کا پانی | یعنی گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی تو لعش پکاریں گے۔ تب تیل کی تچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے

گا۔ جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھونڈا لے گا۔

یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی کم نہ ہوگی۔ پورا بہرہ دیا جائے گا۔

تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُجَلَوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

ان کے نیچے نہریں پہنائے جائیں گے ان کو وہاں نکلنے کے لئے

وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

اور وہ انہیں گے پڑے ہزار ہریک (لای، دیر تافتے کے) اور گاڑھے ریشم کے

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ نِعَمَ الثَّوَابِ وَحُسْنَتُ

نکلیے لگائے ہوئے ان میں تختوں پر کیا خوب بدہ ہے اور یہ خوب

مُرْتَفَقًا ۳۰ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَجُلَيْنِ جَعَلْنَا

آرام اور مثال ان کو مثل (قصہ) دوسروں کی (کا) کردیے (بتا دیے) ہم نے

لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَ

ان میں سے ایک کے لیے دو باغ انگور کے اور مردان کے کھجوریں

جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا ۳۱ كُلَّا الْجَنَّتَيْنِ تَاتَا

رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی دونوں باغ لاتے ہیں

أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْئًا ۚ وَفَجَرْنَا خِلَّاهُمَا

اپنا میوہ اور نہیں گھناتے اس میں سے کچھ اور مہادی ہم نے ان دونوں کے بیچ

نَهْرًا ۳۲ وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُجَاوِرُهُ

نہر اور ملا اس کو پھل پھر پوچھا اپنے ساتھی (دوسرے) سے جب ہاتھ لگاتے تھے

أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ۳۳ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ

میرے پاس زیادہ ہے تجھ سے مال اور آبرو کے لوگ دے گیا اپنے باغ میں

اہل جنت کی نعمتیں | تاکہ دکھلا دیا جائے کہ اصلی اور دائمی دولت مند کون لوگ ہیں۔ کنگن یا ریشمی کپڑوں اور اسی طرح جنت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت کو ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ ہماری محسوسات میں اس موطن کی کوئی پوری مثال موجود نہیں۔

شاید ابر یا ریشم کا اور استر یا بیز ریشم کا ہو۔ ما فہم من قولہ تعالیٰ بطانہا من استنوفی (رحمن رکوع ۳) یا دونوں قسمیں الگ الگ استعمال کی جائیں۔ واللہ اعلم۔ موضح غرر میں ہے۔ ”حضرت نے فرمایا سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو ملنا ہے بہشت میں۔ جو کوئی یہاں یہ چیزیں پہنے وہاں نہ پہنے گا۔“

یعنی مسیحیوں پر تکبر کا منہ گائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھے ہوں گے۔
دو شخصوں کی مثال | یہ کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال بیان فرمائی جس کے ضمن میں دنیاوی ہے ثباتی، کفر و تکبر کی مدد نجاتی اور ایمان و تقویٰ کی مقبوضیت پر متنبہ کرنا ہے۔ یہ دو شخص جن کی مثال بیان ہوئی واقعی موجود تھے؟ یا محض تفہیم کے لئے مثال فرض کر لی گئی؟ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں اور تمثیل کا فائدہ ہر حال حاصل ہے۔

یعنی باغوں کے گرد بازو کھجور کی لگائی اور دونوں باغوں کے درمیان میں زمین چھوڑی جس میں زراعت ہوتی تھی تاغلے اور پھل (قوت اور فواکہ) سب تیار ملیں۔

یعنی یہ نہیں کہ ایک باغ پھلا دوسرا نہ پھلا۔ یا ایک درخت زیادہ پھل دیا دوسرا کم۔
یعنی باغوں کے درمیان نہر کا پانی قرینہ سے پھر رہا تھا کہ منظر فرحت بخش رہے اور بارش نہ ہوتی بھی باغ وغیرہ خشکی سے حراب نہ ہونے پائے۔

یعنی جو خرچ کیا یا کمائی کی اس کا پھل خوب ملے۔ اور ہر قسم کے سامان پیش و رفہ بیت جمع ہو گئے کما حقہ تو اس کا پھل بھی اچھا پایا اور اول و کثرت سے ہوئی۔

مال و دولت کا نشہ | یعنی مال و دولت اور جتنا میرے پاس تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر میں شرک نہ اظہار اختیار کرنے میں باطل پر ہوتا تو اس قدر آسائش اور فراخی کیوں ملتی۔ اس کے شرک ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آفت نے کے بعد پچھا کر کہا تھا ”یا الیٰٰتسنیٰ لہم اظہر کُ ہو بھت“ احذا ”معلوم ہوتا ہے کہ اس کا غریب ساتھی جو پکا موصد تھا شرک کے باطل ہونے کا اظہار اور شرک سے تاب ہونے کی نصیحت کر رہا ہوگا۔ جس کے جواب میں یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں، جنت میں، ہر چیز میں زیادہ ہوں کس طرح یقین کر لوں کہ میں باطل پر ہوں اور تجھ جیسا مفلس فلاں حق پر ہو۔“

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ قَالَ مِمَّا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ

اور وہ برا کر رہا تھا اپنی جان پر ۱۰ بولا نہیں آتا مجھ کو خیال کہ خراب ہووے یہ بات

أَبَدًا ۚ وَمِمَّا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَئِنْ رُدِّدْتُ

یہ اور نہیں خیال کرتا ہوں میں کہ قیامت ہونے والی ہے اور اگر مجھے پہنچا دیا گیا (میں پہنچ گیا)

إِلَىٰ رَبِّي لَا أَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۚ قَالَ

میں اپنے رب کے پاس پاؤں گا بہتر اس سے وہاں پہنچ کر ۱۱ کہا

لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي

ان کو دوسرے نے جب بات کرنے کا کیا تو منکر ہو گیا اس سے جس نے

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاهُ

یہ بنایا تجھ کو ۱۲ بنی ہے پھر قطرہ سے پھر پورا کر دیا تجھ کو

رَجُلًا ۚ لَّكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي

۱۳ پھر میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ ہے میرا رب اور نہیں مانتا شریک اپنے رب کا

أَحَدًا ۚ وَلَوْ لَا إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا

۱۴ اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں کیوں نہ کہا (کہا ہوتا) تو نے جو

شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ

۱۵ چاہے اللہ سود (ہوتا ہے) طاقت نہیں مگر جو اللہ اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں

مِنْكَ مَا لَا وَوَلَدًا ۚ فَعَسَىٰ رَبِّي أَنْ يُوْتِيَنِي

تجھ سے مال اور ولاد میں تو امید ہے کہ میرا رب دیوے مجھ کو

یعنی شرک میں مبتلا تھا۔ کبر و غرور کا نشہ دماغ میں بھرا ہوا تھا، دوسروں کو فقیر جانتا تھا، اور خدا کی قدرت و جبروت پر نظر نہ تھی۔ نہ یہ سمجھتا تھا کہ آگے کیا انجام ہونے والا ہے۔ بس یہی باغس کی جنت تھی جس کو آپ خیر سے ابدی سمجھتے تھے۔

مال کی وجہ سے آخرت سے انکار | یعنی اب تو آرام سے گذرتی ہے۔ اور میں نے سب انتہا مت ایسے مکمل کر لئے ہیں کہ میری زندگی تک ان باغوں کے تباہ ہونے کا بظاہر کوئی کھٹکا نہیں۔ رہا بعد الموت کا قصہ، سوا اس تو مجھے یقین نہیں کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملے گی؟ اور ہم خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو یقیناً مجھے یہاں سے بہتر سامان وہاں ملنا چاہئے۔ اگر ہماری حرکات خدا کو ناپسند ہوتیں تو دنیا میں اتنی کشائش کیوں دیتا۔ گویا یہاں کی فراخی علامت ہے کہ وہاں بھی ہم عیش ازائیں گے۔

اس کے مومن دوست کا جواب | یعنی جس خدا نے تیری اصل (آدم علیہ السلام) کو بے جا مٹی سے پھر تجھ کو زمینی پیداوار کے خلاصہ اور ایک قطرہ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور جسمانی و روحانی قوتیں دے کر ہٹا کر نامرد بنایا، کیا تجھے انکار ہے کہ وہ تیرے مرے پیچھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ یا دی ہوئی نعمت چھین نہیں سکتا؟ میرا تو یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ تباہی و رازبہا ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں۔ پھر بھلا اس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دمر سکتا ہے۔

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کے کلمہ کی تلقین | یعنی مال و اللہ کی نعمت ہے۔ پر اترانے اور کفر بکنے سے آفت آتی ہے۔ چاہئے تھا کہ باغ میں داخل ہوتے وقت ”مَا أَظُنُّ أَنْ نُبْذَلَ هَذِهِ الْهَذَا“ کی جگہ ”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“ کہتا۔ یعنی خدا جو چاہے عطا فرمائے، ہم میں جو کچھ زور و قوت ہے اس کی امداد و اعانت سے ہے۔ وہاں ہے تو ایک دم میں سلب کر لے۔ روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھرمیں آسودگی نظر آئے تو یہی غلط کہے۔ ”مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“

خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلْ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنْ

تیرے باغ سے بہتر ♦ اور بھیج دے اس پر (تیرے بارش پر سرد) دکان ایک جموں کا

السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ۝ اَوْ يُصْبِحَ مَاءً وَّهًا

آسمان سے پھر نہ لائے تو اس کو ڈھونڈ کر ♦ یا صبح کو بھور ہے اس کا پانی

غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا ۝ وَاُحِيطَ بِثَمَرِهِ

نک پھر نہ لائے تو اس کو ڈھونڈ کر ♦ اور سمیٹ لیا گیا اس کا سارا پھل

فَاُصْبِحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَا اَنفَقَ فِيْهَا وَهِيَ

پھر صبح کو رو گیا ♦ ہاتھ نیچتا اس مال پر جو اس میں لگا دیا تھا اور وہ

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرْوَتِهَا وَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ اُشْرِكْ

گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر (ٹیس پر) ♦ اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا اگر میں شریک نہ بناتا

بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَّنصُرُوْنَہٗ

اپنے رب کا کسی کو ♦ اور نہ ہوئی اس کی جماعت کہ مدد کریں اس کی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ

اللہ کے سوا ♦ اور نہ ہوا وہ کہ خود بدلے کے یہاں (وہاں)

الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۖ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا ۝

♦ سب اختیار ہے اللہ کے حق کا اسی کا انعام بہتر ہے اور اچھا ہے اسی کا دیا ہوا بدلہ

وَاصْرِبْ لَهُم مِّثْلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَا اَنْزَلْنٰہٗ

اور تلاء دے ان کو مٹل دنیا کی زندگی کی جیسے پانی اتارا ہم نے

دنیا میں یا آخرت میں۔

یعنی یک گرم گولہ اٹھے یا اور کوئی آفت سماوی نازل ہو جو تیرے تکبر و تحمر کی سزا میں باغ کو تہس نہس کر کے صاف چٹیل میدان بنا دے۔ یا نہر کا پانی خشک ہو کر رہ جائے۔ پھر بادِ جود کو شش کے جاری نہ ہو۔

یعنی کھفِ افسوس ملتا رہ گیا۔

باغ و اسباب کی تباہی | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں آخر اس کے باغ پر وہ ہی ہوا جو اس مرد نیک کی زبان سے نکلا تھا۔ رات کو آفت سماوی آگ کی صورت میں آئی۔ سب جل کر ڈھیر ہو گیا۔ مال خرچ کیا تھا پونجی بڑھانے کو وہ اصل بھی کھو بیٹھا۔

اپنے شرک پر ندامت | مگر اب بچتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چک گئیں کھیت۔ اور یہ افسوس و ندامت بھی خدا سے ڈر کر نہیں، محض دنیوی ضرر پہنچنے کی بنا پر تھی۔

یعنی نہ جتنہ کام آیا، نہ اولاد، نہ فرضی معبود جنہیں خدائی کا شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ اور نہ خود اپنی ذات میں اتنی طاقت تھی کہ خدا کے عذاب کو روک دیتا یا بدر لے سکتا۔

یعنی جس عمل کا جو بدر کسی کو دے وہ ہی ٹھیک ہے۔ یہاں اور وہاں ہر جگہ اختیار اسی کا چلتا ہے۔ کسی کی مچل نہیں کہ اس کے فیصلہ میں دخل دے سکے۔

مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ

آسمان سے پھر اعلیٰ (زلزلہ) گلا اس کی سب سے زمین کا پتہ چمکنا و نونا

هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

پھو راہو یا ہوا میں اڑتا ہوا اور اللہ کو ہے ہر چیز پر

مُقْتَدِرًا ۝ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ

قدرت مال اور بیٹے دولتیں دنیا کی زندگی میں

وَالْبَقِيَّةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ

اور باقی رہنے والے نیکوں کا بہتر ہے حق ہے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر ہے

أَمَلًا ۝ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۚ

توقع اور جس دن ہم چلائیں پہاڑ اور تو دیکھے زمین کو کھلی ہوئی

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَعَرَضُوا

اور کھیر دلائیں ہم ان کو پھر نہ چھوڑیں ان میں سے ایک کو اور سامنے آئیں

عَلَى رَبِّكَ صَفَاءً لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ

تیرے رب کے صف (ظہار) اندھ کر پہنچے تم ہمارے پاس جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ نَجْعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ۝

پہلی بار نہیں تم تو کہتے تھے کہ نہ مقرر کریں گے ہم تمہارے لیے کوئی وعدہ

وَوَضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ

اور رکھ جائے گا حساب کا کاغذ پھر تو دیکھے مجرموں کو ڈرتے ہیں

دنیا کی زندگی کی مثال | یعنی دنیا کی عارضی بہار اور فانی و سریع انزوال و تہا زگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا، وہ ایک بیک جی اٹھی، گنجان درخت، و مختلف اجزاء سے ماحاسبہ نکل آیا۔ لہذا تہا تھیتی "کھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ مگر چند روز ہی گزرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہو گئی۔ آخر ایک وقت آیا کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی۔ پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑائی گئی۔ یہی حال دنیا کے دیدہ زیب و ابلہ فریب بناؤ سنگار کا سمجھو۔ چند روز کے سبے خوب بری بھری نظر آتی ہے، آخر میں چورہ ہو کر ہوا میں اڑ جائے گی۔ اور کٹ چھٹ کر سب میدان صاف ہو جائے گا جیسا کہ آئے "و یوم نسیب الحمال و نزی الارض بادرۃ" میں اشارہ کیا ہے۔

یعنی جب چاہے پھر جلا دے (موضح القرآن) یا یہ کہ اگانا اور چورا کر کے اڑا دینا سب اسی کے دست قدرت میں ہے۔

مال و اولاد اور باقی رہنے والی نیکیاں | یعنی مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو۔ حدیث میں "نسیب الحمال و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ" ان کلمات کو بیات صالحات فرمایا۔ یہ محض مثال کے طور پر ہے۔ ورنہ تمامی اعمال حسنة اس میں داخل ہیں۔ موضح القرآن میں ہے۔ "رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سیکھا جائے جو جاری رہے یا کوئی نیک رسم چلا جائے یا مسجد، کنواں سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح چھوڑ جائے، سی قسم کے کام ہیں جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے۔ دنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی امیدیں باندھنا عقلمندی نہیں۔"

قیامت کے دن پہاڑ اور زمین کا حال | یعنی جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائے گی۔ بلکہ اس کی بھاری بھاری چٹانیں ڈھنی ہوئی اون کی طرح فضا میں اڑتی پھریں گی۔ غرض زمین کے سارے ابھار مٹ کر سطح ہموار اور کھلی ہوئی رہ جائے گی۔

یعنی کوئی شخص خدا کی عدالت سے غیر ح ضرر نہ ہو سکے گا۔

محشر میں اُمتوں کی صفیں | منکرین بعثت کو تفریع و توخ کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو محض ڈھکوسل سمجھتے تھے۔ آج سب جتھا اور امانت چھوڑ کر رنگ دھڑنگ کہاں آ پہنچے اور "جیسا بنایا تھا یہی بار" میں یہ بھی داخل ہے کہ بدن میں کچھ زخم و نقصان وغیرہ نہ رہے گا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسی امت محمدیہ کی ہیں۔

مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يُوَيْلَتَنَا مَا لِ هَذَا الْكِتَابِ

اس سے جو اس میں ہے ♦ اور کہتے ہیں ہاں کتابی جیسا ہے یہ کتاب

لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَ

نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں نہیں گئی (بھیر لی)

وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ

اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سائے ♦ اور تیرا رب ظلم نہ کرے گا

أَحَدًا ۝ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

کسی پر ♦ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس تھا جن کی قسم سے سو نکل گیا

عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۖ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ

اپنے رب کے حکم سے سو کیا اب تم ٹھہراتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو رشتہ

مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ

میرے سوا اور وہ تمہارے دشمن ہیں بد تمہارے انصافوں کے

بَدَلًا ۝ مَا أَشْهَدُتُهُمْ خَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

بدلہ ♦ دکھائیں لیا تھا میں نے ان کو بنانا آسمانوں اور زمین کا

وَلَا خَلَقَ أَنْفُسَهُمْ ۖ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ

اور نہ بنانا خود ان کا اور میں وہ نہیں کہ بتاؤں بہکانے والوں کو

اعمال نامے | یعنی اعمال نامہ ہر ایک کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اسی میں اپنے ناموں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ بلیہیے آج کیسی سزا ملتی ہے۔

یعنی روزہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا اور ہر ایک چھوٹی بڑی بدی یا نیکی عمل نامہ میں مندرج پائیں گے۔

حشر میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا | حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم کا بایں معنی تو امکان ہی نہیں کہ وہ غیر کی ملک میں تصرف کرے، کیونکہ تمام مخلوق اسی کی ملک ہے۔ لیکن خدا ہر میں جو ظلم نظر آئے اور بے موقع کام سمجھ جائے، وہ بھی نہیں کرتا، نہ کسی کو بے قصور پکڑتا ہے نہ کسی کی افنی نیکی کو ضائع ہونے دیتا ہے۔ بلکہ اپنی حکمت بالغہ سے نیکی و بدی کے ہر ایک درخت پر وہی پھل لگاتا ہے جو اس کی طبیعت نوعیہ کا اقتضا ہو۔

گندم از گندم بروید بخورجو

از مکافات عمل غافل مشو

کفر و ایمان اور طاعت و معصیت میں خالق الکل نے اسی طرح کے متحدہ علیحدہ خواص و تاثرات رکھ دی ہیں جیسے زہر اور تریاق میں۔ آخرت میں خیر و شر کے یہ تمام خواص و تاثرات علانیہ ظاہر ہو جائیں گے۔

ابلیس جن تھا | رنج یہی ہے کہ ابلیس نوع جن سے تھا، عبادت میں ترقی کر کے گروہ ملائکہ میں شامل ہو گیا۔ اسی نے فرشتوں کو جو حکم جو دہوا اس کو بھی ہوا۔ اس وقت اس کی اصلی طبیعت رنگ لائی۔

تکبر کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھاگ نکلا، آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسر شان سمجھی۔

تعجب ہے کہ آج آدم کی ادا داد اپنے رب کی جگہ اسی دشمن اذن اور اس کی اولاد و اتباع کو اپنا رفیق و خیر خواہ اور مددگار بنانا چاہتی ہے اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل مقرر

چکا ہے۔ یہاں اس پر متنب کرنے کے لئے لائے ہیں کہ دنیائے فانی کی ٹیپ ٹاپ پر مغرور ہو کر

آخرت سے غافل ہو جانا شیطان کی تحریک و تسویل سے ہے۔ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اصلی و آبائی

وطن (جنت) میں واپس نہ جائیں۔ اس کا مٹھ نظریہ ہے کہ دوست بن کر ہم سے پرانی دشمنی

نکالے۔ آدمی کو لازم ہے کہ ایسے چالاک دشمن سے ہشیار رہے۔ جو لوگ دنیوی متاع پر مغرور ہو کر

ضعفہ کو حقیر سمجھتے اور اپنے کو بہت مہیا سمجھتے ہیں، وہ تکبر و تفاخر میں شیطان لعین کی راہ پر چل رہے

ہیں۔ تنبیہ ابن کثیر نے بعض روایات نقل کر کے جن میں ابلیس کی اصل نوع ملائکہ میں سے بتلائی

گئی ہے، لکھا ہے کہ ان روایات کا غالب حصہ اسرائیلیات میں سے ہے جنہیں بہت نظر و فکر کے بعد

احتیاط کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور ان میں کی بعض چیزیں یقیناً جھوٹ ہیں کیونکہ قرآن ان کی

صاف تکذیب کرتا ہے۔ آگے ابن کثیر نے بہت وزن دار لفاظ میں اسرائیلیات کے متعلق جو کچھ

کلام کیا ہے، دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں بخوف تطویل ہم درج نہیں کر سکتے۔

عَصُدًا ۵۱ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَاءِيَ

اپناہ اگار (قوت بازو) ♦ اور جس دن فرماے گا ♦ میرے شریکوں کو

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ

جن کو تم مانتے تھے پھر پکاریں گے سو وہ جواب نہ دیں گے ان کو

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۵۲ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ

اور کر دیں گے ہم ان کے دران کے بیچ مرنے کی جگہ (موت کا سامان) ♦ اور دیکھیں گے پہاڑ آگ کو

فَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا

پھر سمجھیں گے کہ ان کو پڑنا ہے اس میں اور نہ دس سیں گے اس سے

مَصْرَفًا ۵۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ

رستہ ♦ اور بے شک پھیر پھیر کر سمجھ لی ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرُ شُيْءٍ

ہر ایک مثل اور بے انسان سب چیز سے زیادہ ۵۴

جَدَلًا ۵۵ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُؤْمِنُوْا اِذْ جَاءَهُمْ

جھگڑاو ♦ اور لوگوں کو جو روکا اس بات سے کہ یقین سے آئیں جب پہنچے ان کو

الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمُ

ہدایت اور گناہ بخشوائیں اپنے رب سے سوائے انتظار نے کہ پہنچے ان پر

سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۵۶

رسم پہلوں کی یا کھڑا ہوں پر عذاب سامنے کا ♦

شیاطین کی مذمت | یعنی زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو بلایا نہ تھا کہ ذرا آ کر دیکھ جائیں، ٹھیک بنا ہے یا جھوٹا؟ سوچ رہ گئی۔ غرض شان سے انکوین و ایجو د عالم میں کچھ مشورہ دیا گیا نہ مدد طلب کی گئی بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تو سرے سے یہ موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیسا بنایا جائے۔ یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کروں ذرا کر میری مدد کرو۔ اور بفرض محال مدد بھی لیتا اور قوت بازو بھی بنا تا تو کیا ان بد بخت اشیاء کو؟ جنہیں جانتا ہوں کہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے آدمیوں نے ان کو خدائی کا درجہ کیسے دے دیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر نہیں کیوں رفتی و مددگار بنانے لگے۔ **لنحمله و تعالی عما یقول الظالمون علواً کبیراً**

یعنی جن کو میرا شریک بنا رکھا تھا، جاؤ! تا اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں۔

مشرکین اور شرکاء کی حالت | اس وقت رنقت اور دوستی کی ساری قلعی کھل چائے گی۔ ایک دوسرے کے نزدیک بھی نہ جاسکیں گے۔ کام آتا تو درکنہ دونوں کے بیچ میں عظیم و وسیع خندق آگ کی حامل ہوگی (عاددا اللہ مہا)

یعنی شروع شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہوگی لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

انسان جھگڑالو ہے | یعنی قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کی دلائل و مثلاً سے سچی باتیں سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ جھتی کئے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو مہمل اور دور از کار فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھاؤ تو مانوں گا۔

قبول ہدایت سے اب کیا چیز مانع ہے؟ | یعنی ان کے ضد و عناد کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن ایسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول مدبران کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کاہے کا انتظار ہے۔ بجز اس کے کہ یہی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو سبکی تباہ کر ڈالے۔ یا اگر تباہ نہ کئے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الہی آنکھوں کے سامنے آکھڑا ہوا۔ **ہکذا یبہم من نصیر اس کثیر وغیرہ۔** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کچھ اور انتظار نہیں رہا مگر یہ ہی کہ پہلوں کی طرح ہلاک ہو دیں یا قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں۔"

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۚ

اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں سو خوش خبری اور ڈرنا سکھانے کو

وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا

اور جھگڑا کرتے ہیں کافر جھوٹا ٹھکانا کہ نہادیں

بِهِ الْحَقُّ وَاتَّخَذُوا آيَتِي وَمَا أُنذِرُوا هُزُوًا ۝۵۶

اس سے جی بات کو اور ٹھہر یا نبیوں نے میرے کلام کو اور جو ڈرنا سکھائے گئے ٹھنی

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ

اور اس سے زیادہ ظالم کون جس کو سمجھایا اس کے رب کے کلام سے پھر مہ پھیرا

عَنْهَا وَلَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَىٰ

اس کی طرف سے اور جوں کی جو کچھ سے بھیج چکے ہیں اس سے ہاتھ ہم نے ذل دیں ہیں اس کے

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ

دلوں پر پردے کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ہے بوجھ

وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ فَلَنْ يَهْتَدُوا إِلَّا ذَا أَبَدًا ۝۵۷

اور اگر تو ان کو ہدایت کے راہ پر تو ہرگز نہ آئیں راہ پر اس وقت کبھی

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ لَوْ يُؤَاخِذُهم بِمَا

اور تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے رحمت والا اگر ان کو پکڑے ان کے

كَسَبُوا لَتَعَجَلَ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ

کے پر تو جلد ڈالے ان پر عذاب کہ ان کے لیے ایک وعدہ ہے

ان کو یہ اختیار نہیں کہ جب تم مانگو یہ جب وہ چاہیں عذاب لا کھڑا کریں۔

یعنی جھوٹے جھگڑے اٹھ کر اور کٹ جھٹی کر کے چاہتے ہیں کہ حق کی آواز پست کر دیں اور جھوٹ کے زور سے سچائی کا قدم ڈگمگادیں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔

یعنی کلام اللہ سے ٹھنٹھا کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

یعنی کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اس کی سزا کیا ہے۔

کفار کے دلوں پر پردے | یعنی ان کے جدال بالباطل اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی۔ اب نہ حق کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بالکل مسخ ہو گئے۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہوں تو کیسے ہوں اور انجیم کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بد بختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔

یعنی کر تو ت تو ان کے ایسے کہ عذاب پہنچنے میں ایک گھنٹہ کی تاخیر نہ ہو، مگر حق تعالیٰ کا حکم و کرم فوراً اتار کر ڈالنے سے مانع ہے، اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک درگزر فرماتا ہے اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتا ہے کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوالے۔ اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔

لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْيِلًا ۝۵۱ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ

کسین نہ پائیں گے اس سے اور نہ رک جائے کوئی جگہ ۝۵۱ اور یہ سب بستیوں میں

أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ

جہن کو ہم نے خارت کیا جب وہ ظالم ہو گئے اور مقرر کیا تھا ہم نے ان کی ہلاکت کا

مَوْعِدًا ۝۵۲ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِفَتْنِهِ لَا أُبْرَحُ حَتَّىٰ

ایک وعدہ ۝۵۲ اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہوں گا جب تک

أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا ۝۵۳ فَلَمَّا بَلَغَا

نہ پہنچ جائیں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں ترقوں ۝۵۳ پھر جب پہنچے دونوں

مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ

دو دریا کے ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اس نے اپنی راہ سری

فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۵۴ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتْنِهِ إِنِّي

دریا میں سرنگ بنا کر ۝۵۴ پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لاہار سے پاس

غَدَاءٌ نَّآزِلُقَد لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا ۝۵۵

ہمارا کھانا ہم نے پکی اپنے اس سفر میں تکلیف ۝۵۵

قَالَ ارْءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ

بولا وہ دیکھا تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا

الْحُوتَ زَوْمًا أَنَسْنِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۝۵۶

مچھلی اور یہ مجھ کو بھلا دیا شیطان ہی نے کہ اس کا ذکر کروں ۝۵۶

یعنی یہ تاخیر حذاب ایک وقت معین تک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مجرم سزا کا وعدہ نہ کرنے سے پیشہ کہیں ابھر، بھر کھسک جائے۔ جب وقت آئے گا سب بندھے چلے جائیں گے، مجال نہیں کوئی روپوش ہو سکے۔

بستیوں کی ہلاکت یعنی عادی و شہودی بستیوں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں دیکھو جب ظلم کئے کسی طرح اپنے وقت معین پر توجہ دے کر دی گئیں۔ کسی طرح تم کو ذرا تہ رہنا چاہئے کہ وقت آنے پر خدا سے نہیں پناہ نہ ملے گی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعے کی اصل وجہ اوپر ذکر ہوا تھا کہ مغرب کا فرعون جس مسلسل مسلسل لوگوں کو حقیر سمجھ کر آنحضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ ان کو پاس نہ لے، ہم نہیں۔ اسی پر وہ شخصوں کی موت سنائی، پھر دنیا کی مثال اور انہیں کا کہہ، فرار سے خراب ہونا بیان کیا۔ اب موسیٰ اور خضر کا قصہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ نے سب سے فضل اور بہتر بھی ہوں تو آپ کو بہتر نہیں کہتے۔ اور کبھی جہول چوک سے کہہ گزریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے تادیب و تنبیہ کی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت موثر درمیش ہا نصیحتیں فرما رہے تھے ایک شخص نے پوچھا اے موسیٰ کیا روئے زمین پر آپ اپنے سے بڑا ان کی کسی کو پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ جواب واقعہ میں صحیح تھا کیونکہ موسیٰ ابو محرم پیغمبروں میں سے ہیں۔ عام ہے کہ ان کے زمانہ میں اسرار شریعہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ لیکن حق تعالیٰ ان کے الفاظ پسند نہ آئے، گو مراد صحیح تھی۔ تاہم عنوان جواب کے مضمون سے عام ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجود اپنے کا علم الناس خیال کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ جواب کو ان کے علم محیط پر محمول کرتے۔ مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب و مقبول بندے بہت سے ہیں، سب کی خبر ہی کو ہے۔ تب وحی آئی کہ جس جگہ دو دریا ملے ہیں اس کے پاس ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے

جمع البحرین کی تحقیق دو دریا سے کون سے دریا مراد ہیں؟ بعض نے کہا کہ بحر فارس در بحر روم لیکن یہ دونوں ملتے نہیں۔ شاید ماہی سے مراد قرب ہوگا یعنی جہاں دونوں کا فاصلہ کم سے کم رہے گا۔ بعض افریقہ کے دو دریا مراد دیتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک "جمع البحرین" وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دو جہاں اور فرات پہنچ جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم) بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے اس کا پورا پورا نشان بتایا جائے تا میں وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہو کہ اس کی تلاش میں نکلے دو ایک شخصیں مل کر ساتھ رکھ لو، جہاں مچھلی گرم ہو وہیں سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے گویا "جمع البحرین" سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہو سکتا تھا اس کی پوری تحقیق کے لئے یہ ہدایت مقرر فرمادی۔

حضرت یوشع سے حضرت موسیٰ کا خطاب موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق اپنے خادم خاص حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر شروع کر دیا۔ اور یوشع کو کہہ دیا کہ مچھلی کا خلیں رکھنا۔ میں برابر سفر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔ اگر فرض کرو برس اور قرن بھی گزر جائیں گے بدون مقصد حاصل کئے سفر سے نہ ہٹوں گا۔ تنبیہ جو ان سے مراد حضرت یوشع ہیں جوابتہا موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے، پھر ان کے روبرو پیغمبر اور ان کے بعد خلیفہ ہوئے۔

مچھلی کا گرم ہونا وہاں پہنچ کر ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے۔ یوشع علیہ السلام نے دیکھا کہ مچھلی ہوائی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر زمیں سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سرگئی بناتی چلی گئی۔ وہاں پانی میں خدا کی قدرت سے ایک طاق سے کھلا رہ گیا۔ یوشع کو دیکھ کر تعجب آیا۔ چاہا کہ موسیٰ بیدار ہوں تو ان سے کہوں۔ وہ بیدار ہوئے تو دونوں کے چل کھڑے ہوئے۔ یوشع نے معلوم کن خیالات میں پڑ کر کہنا بھوں گئے۔ روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کو مچھلی کی خبر گیری کے لئے کہا تھا تو ان کی زبان سے نکلا کہ یہ کون بڑا کام نہیں۔ لہذا مستحب کیا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی آدمی کو محض اپنے نفس پر بھروسہ نہیں چاہئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے نہیں تھکے۔ جب مطلب چھوٹ رہا تھا اس وقت چلنے سے تکان محسوس کیا۔

یعنی مطلب کی بات بھول جانا اور میں موقع یا دراشت پر زبوں ہونا، شیطان کی دوسرا اندازی سے ہوا۔

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٢٣﴾ قَالَ ذَلِكَ

اور اس نے کر لیا اپنا راستہ (دو گزنی اپنا راستہ) دریا میں عجیب طرح کہا یہی ہے

مَا كُنَّا نَبْعَثُ عَلَيْهِ فَارِثًا وَلَا نَارِثًا وَلَا

ہویم چاہتے تھے پھر اپنے پھرے اپنے ہی بچاتے

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا الَّذِي لَهُ رَحْمَةٌ مِّن

پھر پایا ایک بندہ ہماری بندوں میں کا جس کو ان بھی ہر نے رحمت

عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِمَّا لَدُنَّا عِلْمًا ﴿٢٤﴾ قَالَ لَهُ

اپنے پاس سے اور سکھل یا تھا اپنے پاس سے ایک علم کہ اس

مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَ مِنَّا

موسیٰ نے کہے تو میرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھادے کچھ جو

عَلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٢٥﴾ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ

تجھ کو سکھائی ہے بھلی راہ تجھ کو سکھادے گا بولا تو نہ ٹھہر سکے گا

مَعِيَ صَبْرًا ﴿٢٦﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ

میرے ساتھ صبر اور کیونکر ٹھہرے گا دیکھ کر ایسی چیز کو کہ تیرے قیام میں

بِهِ خُبْرًا ﴿٢٧﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا

نہیں اس کا سمجھنا کہہ تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا

وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٢٨﴾ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي

اور نہ نالوں گا حیرا کوئی حکم بولا پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے

غائب راستہ بنا ہوا نہ ہوگا۔ اس لئے اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے الٹے پاؤں پھرے۔

حضرت خضر سے ملاقات | وہ بندہ حضرت مضر علیہ السلام تھے۔ جن کو حق تعالیٰ نے رحمت خصوصی سے نوازا اور اسرار کونیہ کے علم سے و فر حصہ عطا فرمایا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر کو رسول مانا جائے یا نبی یا محض ولی کے درجہ میں رکھا جائے۔ ایسے مباحث کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ تاہم احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ ان کو نبی تسلیم کیا جائے اور جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے جو انبیاء جدیدہ شریعت سے کر نہیں سکتے ان کو بھی اتنا تصرف اختیار ہوتا ہے۔ یہ مصراع خصوصیت کی بناء پر شریعت مستعدہ کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تنقید یا عام ضابطہ سے بعض جزئیات کا استثناء کر سکیں۔ اسی طرح کے جزئی تصرفات حضرت خضر کو بھی حاصل تھے، واللہ اعلم۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام خضر سے ملے۔ حیک سہیک کے بعد خضر نے سبب پوچھا۔ موسیٰ نے اسے اس سبب بتایا۔ حضرت نے کہا اے موسیٰ۔ بلاشبہ اللہ نے تمہاری تربیت فرمائی۔ پر بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے یہ علم (جزئیات کونیہ کا) مجھ کو ملا ہے جو (اتنی مقدار میں) تم کو نہیں ملا۔ اور ایک علم (اسرار تشریح) تم کو دیا گیا ہے جو (اتنی بہتات سے) مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد ایک چیز دکھائی کہ جو پانی پی رہی تھی، کہا کہ میرا تمہارا بلکہ کل مخلوقات کا سر علم اللہ کے علم میں سے اتنا ہے جتنا یہاں کے پانی میں سے وہ قطرہ جو چڑیا کے منہ کو لگ گیا ہے (یہ بھی محض تعظیم کے لئے تھا ورنہ مٹا ہی کو غیر مٹا ہی سے قطرہ اور دریا کی نسبت بھی نہیں)

حضرت موسیٰ کی درخواست | یعنی اجازت ہو تو چند روز آپ کے ہمراہ رہ کر اس مخصوص علم کا کچھ حصہ حاصل کروں۔

حضرت خضر کی پیشینگوئی | حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام کے مزاج و طبع کا اندازہ کر کے سمجھ لیا کہ میرے ساتھ ان کا نباہ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ مامور تھے کہ واقعہ کونیہ کا جزئی علم پا کر اسی کے موافق عمل کریں اور موسیٰ علیہ السلام جن علوم کے حامل تھے ان کا حق تشریحی قوانین و کلیات سے تھا بنا بریں جن جزئیات میں عوارض و خصوصیات خاصہ کی وجہ سے بظاہر عام ضابطہ پر عمل نہ ہوگا حضرت موسیٰ اپنی معلومات کی بناء پر ضرور روک ٹوک کریں گے اور خاموشی کا مسلک دیر تک قائم نہ رکھ سکیں گے۔ آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جدا ہونا پڑے گا۔

حضرت موسیٰ کا وعدہ | یہ وعدہ کرتے وقت غائبانہ موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب و مقبول بندہ سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو ملانہ ان کی شریعت بلکہ عام شرائع و اخلاق کے خلاف ہو۔ غیبت ہو کہ ہوں نے "انشاء اللہ" کہہ دیا تھا۔ ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اوو العزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔

فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ

تو مت پوچھو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے سے

ذِكْرًا ۞ فَاَنْطَلَقْنَا وَفَعَلْنَا حَتَّىٰ اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ

اس کا ذکر ۞ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے کشتی میں

خَرَقَهَا ۖ قَالَ اَخْرَقْتُهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۖ لَقَدْ

اس کو پھاڑ ڈالا موسیٰ بولا کیا تو نے اس کو پھاڑ ڈالا کہہ دے اس کے لوگوں کو

جِئْتُ شَيْئًا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ

تو نے کی ایک چیز بھاری (عجیب، انوکھی) بول میں نے نہ کہا تھا تو نہ

تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُوَاخِذْنِي بِمَا

ظہر سبکے گامیرے ساتھ کہا مجھ کو نہ پکڑ میری

نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ اَمْرِ عُسْرًا ۝

بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل

فَاَنْطَلَقْنَا حَتَّىٰ اِذَا لَقِيََا غُلَمًا فَقَتَلَهُ ۖ قَالَ اَقْتُلْت

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے تو اس کو مار ڈالا موسیٰ بولا کیا تو نے مار ڈالی

نَفْسًا زَكِيَّةً ۖ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۖ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكَرًا ۝

ایک جان ستھری ۞ بغیر عوض کسی جان کے بے شک تو نے کی ایک چیز نامعلوم

حضرت خضر کی شرائط | یعنی کوئی بات اگر بظاہر ناحق نظر آئے تو مجھ سے فوراً باز پرس نہ کرنا،

جب تک میں خود اپنی طرف سے کہنا شروع نہ کروں۔

کشتی کا واقعہ | جب اس کشتی پر چڑھنے لگے ناؤ والوں نے خضر کو پہچان کر مفت سوار کر لیا۔ اس احسان کا بدلہ یہ نقصان دیکھ کر موسیٰ کو اور زیادہ تجب ہوا۔ لیکن کشتی پوری طرح کنارہ کے قریب پہنچ کر توڑی۔ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے اور توڑنا یہ تھا کہ ایک تخت نکال ڈالا۔ گویا عیب دار کر دی۔

حضرت موسیٰ کا اعتراض | یعنی اگر بھول چوک پر بھی گزرت کر دے تو میرا تمہارے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ پہلا پوچھنا حضرت موسیٰ سے بھول کر ہوا۔ اور دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت ہونے کو۔

لڑکے کا قتل | ایک گاؤں کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں سے ایک کو جو زیادہ خوبصورت اور سیا تھا پکڑ کر مار ڈالا۔ اور چل کھڑے ہوئے بعض روایات میں اس کا نام جیسور آیا ہے۔ وہ لڑکا بالغ تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ بالغ تھا اور لفظ غلام عدم ہو غ پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن جمہور مفسرین اس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت موسیٰ کا دوسرا اعتراض | یعنی بے گناہ۔ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ غلط نظر اس کے نابالغ ہونے کی تائید کرتا ہے۔ اگرچہ دوسروں کے لئے تاویل کی گنجائش ہے۔

یعنی اوں تو نابالغ قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس پر مزید یہ کہ یہاں قصاص کا بھی کوئی قصہ نہ تھا۔ پھر اس سے بڑھ کر معقول بات کوئی ہوگی۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ

تو میرے ساتھ

میں نے تجھ کو کہا تھا

۱۶

صَبْرًا ۱۵ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَ هَا فَلَا

تو

اس کے بعد

اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز

کہا

میرے ساتھ

تَضِيبُنِي ۱۶ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۱۷ فَاَنْطَلَقَا ۱۸

پھر دونوں چلے

◆

میری طرف سے

ڈانٹا چکا

مجھ کو ساتھ نہ رکھیو

حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلُهَا فَأَبَوْا

انہوں نے نہ دیا

کھا ناچا یا وہاں سے لوگوں سے

ایک گاؤں کے لوگوں تک

یہاں تک کہ جب پہنچے

أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ

جو

ایک دیوار

پھر پائے وہاں (اس میں)

کہ ان کو مہمان نہ رکھیں

يَنْقُصَ ۱۹ فَاَقَامَهُ ۲۰ قَالَ لَوْ شِئْتُ لَتَّخَذْتُ عَلَيْهِ

تو لے لیتا اس پر

اگر تو چاہتا

◆

اس کو سیدھا کر دیا

گرا چاہتی تھی

أَجْرًا ۲۱ قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۲۲ سَأُنَبِّئُكَ

اب تم کو دینا ہوں تجھ کو

اور میرے چچ

ب جدا کی ہے میرے

کہا

مزدوری

بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۲۳ أَمَّا السَّفِينَةُ ۲۴

اور جو کشتی تھی

◆

جس پر تو صبر نہ کر سکا

پھر اس بات کا

فَكَانَتْ لِمَسْكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ

سو میں نے چاہا

◆

اور میں

جوئی کرتے تھے

سو چنچنی جوئی کی

◆ کیونکہ ایسے حالات، واقعات دیکھنے میں آئیں گے جن پر تم خاموشی کے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ آخر وہ ہی ہوا۔

◆ حضرت موسیٰ کی آخری درخواست | حضرت موسیٰ کو اندازہ ہو گیا کہ حضرت خضر کے تجرُّ

خیز حالات و واقعات کا چپ چاپ مشاہدہ کرتے رہنا بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ اس لئے آخری بات کہہ دی کہ اس مرتبہ اگر سوال کر اس تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں ایسا کرنے میں آپ معذور ہو گئے اور میری طرف سے کوئی الزام آپ پر عائد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تین مرتبہ موقع دیکر آپ حجت تمام کر چکے۔

◆ دیوار سیدھا کرنے کا واقعہ | یعنی ایک بستی میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے ملے اور چاہا کہ

بستی والے مہمان سمجھ کر کھانا کھلائیں۔ مگر یہ سعادت ان کی قسمت میں نہ تھی انہوں نے موسیٰ و خضر

جیسے مقربین کی مہمانی سے انکار کر دیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر چاہے تھا کہ ایسے تنگ دل اور بے عزت لوگوں

پر غصہ آتا، مگر حضرت خضر نے غصہ کی بجائے ان پر احسان کیا بستی میں ایک بڑی بھاری دیوار بھی

ہوئی تھی قریب تھا کہ زمین پر آ رہے لوگ اس کے نیچے گزرتے ہوئے خوف کھاتے تھے، حضرت خضر

نے ہاتھ لگا کر سیدھی کر دی اور منہدم ہونے سے بچا لیا۔ تبیہ حتیٰ اذ آتینا اهل ہویہ میں اہل

کا لفظ شاید اس لئے لایا کہ بستی میں ان کا آنا محض مرد و عورت کے طور پر نہ تھا، نہ یہ صورت تھی کہ

باشندگان شہر سے علیحدہ کسی سرانے وغیرہ میں جا اترے ہوں، بلکہ قصد کر کے شہر والوں سے ملے۔ اور

ان استطعموا اهلہا میں وہ بارہ غفہ اہل کی تصریح ان کی مزید تفسیح کے لئے ہے یعنی جن سے مہمانی چاہی تھی

وہ اہل قریہ تھے کوئی پردہ سی مسافر نہ تھے جو یہ عذر کر سکیں کہ ہمارا گھر یہاں نہیں مہمانداری کیسے کریں۔

◆ حضرت موسیٰ کا تیسرا اعتراض | جنی بستی والوں نے مسافر کا حق نہ سمجھا کہ مہمانی کریں ان

کی دیوار مفت بنادینے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر کچھ معاوضہ لیکر، دیوار سیدھی کرتے تو ہمارے کھانے

پینے کا کام چلتا اور ان تنگ دل بخیلوں کو ایک طرح کی تنبیہ ہو جاتی، شاید اپنی بد اخلاقی اور بے مروتی

پر شرماتے۔

◆ جنی حسب وعدہ اب مجھ سے علیحدہ ہو جائیے، آپ کا نیاہ میرے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن جدا ہونے

سے پہلے چاہتا ہوں کہ ان واقعات کے پوشیدہ اسرار کھول دوں۔ جن کے چکر میں پڑ کر آپ صبر و ضبط

کی شان قائم نہ رکھ سکے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”اس مرتبہ موسیٰ نے جان کر پوچھا اور رخصت

ہونے کو سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ذہب کا نہیں۔ حضرت موسیٰ کا علم وہ تھا جس کی خلقت پیروی کرے

تو ان کا بھلا ہو۔ حضرت خضر کا علم وہ تھا کہ دوسروں سے اس کی پیروی بن نہ دے۔“

◆ یعنی دریا میں محنت مزدوری کر کے پینٹ پالتے تھے۔

أَعْيَبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ

کہ جس میں عیب ہوں اور ان سے پرے تھیں بادشاہ جو سب کچھ لیتا تھا

غَضَبًا ۴۱ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ

چھین کر اور وہ لڑکا تھا سوائس سے ماں باپ تھے یہاں والے

فَخَشِينَا أَنْ يُرْهَقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۴۲ فَأَرَدْنَا

پھر ہم کو اندیشہ ہوا کہ ان کو مارا جائے اور وہی دروغ کرنا کفر سے

أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ۴۳

کہ مال سے ان کو نہ کا ب سزا سے پاک بنائیں اور ایک خوشگفتاری

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ

اور وہ دیوار تھی اور دو یتیم بچوں کی تھی اس شہر میں

تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ

اس کے نیچے مال گزرتا تھا ان کا اور ان کا باپ تھا نیک بچہ چاہتا تھا کہ

أَنْ يُبْلَغَا أَشْدَّهُمَا وَيُتَخَرَّجَا كَنْزَهُمَا ۴۴ رَحْمَةً مِّنْ

کہ وہ بڑھ جائیں اپنی جوانی کو اور نکالیں ان کا خزانہ رحمت سے

رَبِّكَ ۴۵ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ۴۶ ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ

تیرے رب کی اور میں نے نہیں کیا ہے تم سے اور اس کا تفسیر ہے کہ

تَسْطِرُ عَلَيْهِ صَبْرًا ۴۷ وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقُرْنَيْنِ ۴۸

جس پر تو صبر کرنا کہتا ہے اور تم سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کو

۱۔ یعنی حد ہر شے کا۔ اسی طرف یہ ظہر ہوا، جس کی دھت تین بتا دیا، یہاں میں پڑھتا تھا میں نے چاہا کہ عیب رکھوں۔ اس ظہر میں بتا دیا، اس طرف سے محفوظ رہے اور وہی ملی کرے۔ شے بھی روئی جس نہ۔۔۔ اس آثار میں ہے کہ خطرہ کے مقام سے نکلیں یہ حضرت خضر نے شے اپنی رہا ست کی۔

۲۔ **لڑکے کے قتل کی حکمت** | مگر اصل فطرت نے ہر بچہ مسکن پیدا ہوتا ہے مگر گے قتل کر دی ثرات سے بچیں ہی میں بعض کی بنیاد پر پڑ جاتی ہے جس کا پورا یقین مقررہ خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے تاہم کچھ آثار مل سیرت و بھی نظر نہ لگتے ہیں۔ اس لڑکے کی نسبت اندھن۔ حضرت خضر کو آگاہ فرما دیا کہ اس کی بنیاد پر پڑی تھی۔ بڑا موتا تو مہمانی اور مدد ہوتا اور ماں باپ کو بھی اپنے ساتھ لے آویٹا۔ وہ اس کی محبت میں کافر بن جاتے، اس طرح لڑکے کا ہر جناہ والدین۔ حق میں رحمت اور ان کی حفاظت کا دریغ نہ گیا۔ خدا کو منظور تھا۔ اس کے ماں باپ ایمان برقرار رہیں حکمت الہیہ متفقہ ہوئی کہ نہ وہاں رکاوٹ ل کی راہ سے اور نہ ہی جائے۔ حضرت خضر کو حکم دیا کہ لڑکے کو قتل کر دو۔ نبیوں نے خدا کی وحی پر کراہت اختیار کیا۔ اب یہ سوال کرنا کہ لڑکے کو پیدا ہی نہ کرتے تو اس کو اس قدر شرم نہ ہوتا، دیتے یا جہاں، کھوں کافر، یہ میں موجود ہیں اس کے والدین کو بھی کافر بن جانے دیتے یا جن بچوں کی بنیاد پر پڑے کم از کم پیغمبروں کو ان سب کی فہرست دیکھ کر قتل کر دیا کرتے۔ ان باتوں کا جہاں جواب تو یہ ہے "لَا يَنْسَلُ غَمًّا بِفَعْلٍ وَهُوَ يُنْسَلُونَ" (انبیاء، سورۃ ۲) اور تفصیلی جواب کے لئے مسئلہ "علق حیر بشر پر مہسوط کلام کرنے کی ضرورت ہے جو ان خضر لو اندھ میں نہیں ملے۔ ہاں، تنہا دور ہے کہ دنیا میں ہر شخص سے جو مذکورہ "ناشئ الکفل" اور "میسر" و "خیمر" نامہ سو۔ نکو بینات کے متعلق اسی قسم کے نامہ سو۔ ست کئے جاسکتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس بجز عتراف و عجز و تصور کے کچھ نہیں۔ یہاں خضر کے دریغ سے اسی کا ایک نمونہ دکھاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کی کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ کبھی صورت و تھ ظاہر دیکھنے میں خراب اور قبیح یا بے موقع معصوم ہوتی ہے۔ لیکن جسے واقعہ کی اندرونی ہر ایوں کا حکم دودھ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ حضرت خضر نے مسکینوں کی کشتی کا تھوڑا سا حصہ انہوں نے حاصل کیا تھا کہ بلاتجرت دونوں کو سوار کر دیا۔ یک کھیتے ہوئے بچہ کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح حرکت نظر آتی تھی۔ دیوار سیدھی کر کے اس ہستی و ادوں پر احسان، جو نہایت۔ مروئی سے پیش آئے تھے۔ اگر خود حضرت خضر علیہ السلام آخر میں اپنے اس افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا "نیک مصلحت حیرت میں پڑی رہتی، یا خضر کو بدفطن و تشفیع مانے رکھتی۔ (العیاذ باللہ) ان ہی مثالوں سے حق تعالیٰ کے افعال و ارمان کی حکمتوں کا اندازہ کر لو۔

۳۔ یعنی لڑکے کے مارے جانے سے اس کے والدین کا ایمان محفوظ ہو گیا اور جو صدمہ ان کو پہنچی، حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی تلافی ایسی آوارہ سے کر دے جو اخلاقی یا مینگی میں مستول نہ رہے۔ مگر ماں باپ اس پر شفقت کریں۔ وہاں باپ کے ساتھ محبت و عقیم اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ کہتے ہیں کہ بعد خدا تعالیٰ نے نیک لڑکی کی جو ایک نبی سے منسوب ہوئی اور ایک نبی اس سے پیدا ہوئے جس سے ایک امت چلی۔

۴۔ **دیوار سیدھا کرنے کی حکمت** | یعنی گرد دیوار گر پڑتی تو تم بچوں کا جو ماں وہاں گڑھ تھا ہر بوجہ تا اور ہدایت لوگ اٹھاتے۔ بچوں کا باپ موصدا تھا اس کی رعایت سے حق تعالیٰ کا ارادہ ہو کہ بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے میں نے اس کے حکم سے دیوار سیدھی کر دی کہ بچے جوان ہو کر باپ کا خزانہ پاسکیں۔ کہتے ہیں اس خزانہ میں دوسرے اعمال کے علاوہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر "محمد رسول اللہ" (ص) لکھا ہوا تھا۔

۵۔ یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضروری ہو اس پر مزدوری دینا مقررین کا کام نہیں (منہیہ) اس قصہ کے شروع میں حضرت خضر کی نبوت اور امت کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اس کو بیک نظر بھر ملاحظہ کر لیا جائے۔ آگے اور طریقین کا قصہ آتا ہے۔ یہ بھی ان تین چیزوں میں سے تھا جن کی نسبت یہود کے مشورہ سے قریش نے سوالات کئے تھے۔ "روح" کے متعلق جواب سورہ "بنی اسرائیل" میں گذر چکا۔ اصحاب کہف کا قصہ اسی سورت "کہف" میں چکا۔ تیسری چیز کے مذکور ہے۔

قُلْ سَاتِلُوا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝۱۳ اِنَّا مَكْنَا لَهُ فِي

کہہ دیجئے کہ تم پر اس کے سے یاد دلاؤ کہ ہم نے اس کے لئے

الْأَرْضِ وَاتَّبِنَهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝۱۴ فَاتَّبِعْ

مکمل کی اور اس کے ہم سے ہر شے کی سبب سے

سَبَبًا ۝۱۵ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ

ایک سبب سے کہ جب تک کہ سورج اپنے کی جگہ پر نہ آتا ہے

فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ ۖ وَوَجَدَهَا قَوْمًا ۖ قُلْنَا يٰذَا

ایک اہل کی میں کہ وہاں کے لوگ (پتھر سے)

الْقَرْنَيْنِ اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ

۱۰۰ قریب کی یا تو انہیں کی یا تو انہیں کی

حُسْنًا ۝۱۶ قَالَ اِمَّا مَن ظَلَمَ فَسَوْفَ نَعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ

خوبی کہ وہاں کے لوگ کی

اِلٰى رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نَّكَرًا ۝۱۷ وَاِمَّا مَن اٰمَنَ وَ

اپنے رب کے پاس اور وہاں کے لوگ کی

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءٌ ۖ الْحُسْنٰی ۚ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ

۱۰۰ قریب کے بہت کام سے اس کے لئے (میں سے) اور

اَمْرًا يُسْرًا ۝۱۸ ثُمَّ اَتْبَعُ سَبَبًا ۝۱۹ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ

پہلے کام میں سے کہ جب تک کہ پہلے سے

❖ ذوالقرنین کا واقعہ اس بادشاہ کو ذوالقرنین اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں کناروں (مشرق و مغرب) پر پھریا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب اسکندر روئی کا ہے اور بعض کے نزدیک کوئی مقبول حد پرست مرد یا بادشاہ اس سے پہلے گزرا ہے۔ حاتم ابن حجر نے فتح باری میں متعدد اجودہ و اہل سے سی اورے قول کو ترجیح دی ہے۔ مجملہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معصرتہ ورن کی دعا کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارق عادت سماں و سفل و مظاهر مائے تھے۔ جن کے اربعہ سے اس کو مشرق و مغرب کے سفر اور مخیر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔ حضرت خضرؑ کے وزیر تھے، شاید یسے قرآن نے حضرت خضر کے قصہ کے ساتھ اس کا قصہ بیان فرمایا۔ قدیم شعراء عرب نے اپنے اشعار میں "ذوالقرنین" کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے اور اس کے عرب ہونے پر فخر کرتے رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر عرب بادشاہ ہے۔ شاید اسکندر کو بھی سی کی ایک گونہ مشابہت سے ذوالقرنین کہنے لگے ہوں۔ حال میں یورپ کے ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم سامی عربوں کی متعدد عظیم الشان سلطنتوں کا سراغ لگایا ہے جن کا تاریخی ورق میں کوئی مفصل تذکرہ موجود نہیں، بلکہ بعض ممتاز و مشہور سولہین کا نام تک کتاب تاریخ میں نہیں ملتا۔ مثلاً بادشاہ "حمورابی" جو عبد حضرت ابراہیم کے عہد میں ہو ہے اور جس کو کہا گیا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا منقش تھا۔ اسکے قوانین منارہ باہل پر کندہ کئے ہیں۔ جن کا ترجمہ انگریزی میں شائع ہو گیا ہے۔ پرانے کتب سے اس کی عجیب و غریب عظمت ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال "ذوالقرنین" ان ہی میں کا کوئی بادشاہ ہوگا۔

❖ جینی سرانجی مارکنے کا ایک سفر کا۔

❖ مشرق و مغرب کا سفر | یعنی یوں نظر آئے جیسے سمندر میں سفر کرنے والوں کو معصوم ہوتا ہے کہ سورج پانی میں سے نکل رہا ہے اور پانی ہی میں ڈوبا ہوا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ذوالقرنین" کو شوق ہوا کہ دیکھے دنیا کی بادی کہاں تک جی ہے۔ سو مغرب کی طرف اس جگہ پہنچا کہ مدخل تھی، نگہ رادی کا نہ کشی کا۔ بند کے ملک کی حد نہ پاسکا۔

❖ ذوالقرنین کو ایک قوم پر اختیار | یعنی "ذوالقرنین" کو ان لوگوں پر ہم نے دونوں بات کی قدرت دی جیسا کہ ہر بادشاہ ہر حکم کو ایک وجہ کی قدرت مہی ہے۔ چاہے خلق کو ستا کر مد نام ہو، چاہے عدل و انصاف اور نیکی اختیار کر کے اپنا ذکر خیر جاری رکھے یا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ کافر تھے ہم نے ذوالقرنین کو اختیار دیا کہ چاہے ان کو قتل کر دے یا پہلے اسلام کی طرف دعوت دے۔ ذوالقرنین نے دوسری شق اختیار کی۔

❖ یعنی آخرت میں بھلائی ملے گی اور دنیا میں ہم اس پر سختی نہ کریں گے۔ بندہ اپنے کام سے جب کوئی بات اس سے کہیں گے سہولت و نرمی کی کہیں گے۔ فی الحقیقت جو بادشاہ عدل ہو س کی یہی راہ ہوتی ہے۔ بروں کو مرادے اور بھٹوں سے نرمی کرے۔ ذوالقرنین نے یہی چال اختیار کی۔

❖ مشرق کا سفر | یعنی مغربی سفر سے فارغ ہو کر مشرقی سفر کا سامان درست کرنے لگا۔ قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں کہ ذوالقرنین کے یہ سب سفر فتوحات اور ملک گیری کے لئے تھے ممکن ہے محض یہ سیاحت کے طور پر ہوں اثنائے سفر میں ان اقوام پر بھی گزر ہوا ہو جو سکے زیر حکومت آچکی تھیں اور بعض اقوام نے ایک طاقتور بادشاہ سمجھ کر ظاموں کے مقابلہ میں فریاد کی ہو جس کا ذوالقرنین نے اپنی غیر معمولی قوت سے سد باب کر دیا۔ جیسا کہ آگے "یا جوج، یا جوج" کے قصہ میں آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَى قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ لَهُم مِّنْ

دُونَهَا سِتْرًا ۝ كَذَلِكَ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا ۝ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ

دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ۝ قَالُوا يَا

الْقَرْنَيْنِ إِنَّا يَا جُوجَ وَمَا جُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكْنِي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي

- ♦ **مشرق کی ایک وحشی قوم** یعنی انہی کے مشرق میں ایک ایک قوم دیکھی جن کو قلاب کی شعاعیں بے روک وک پہنچتی تھیں یہ لوگ وحشی جانگلو ہو گئے گھر بنانے اور چھت ڈالنے کا ان میں دستور نہ ہوگا جیسے اب بھی بہت سی خاندان وحشی اقوام میں رواں نہیں ہے۔
- ♦ **یعنی ذو القرنین کے سفر مشرق و مغرب کی جو کیفیت بیان کی گئی وہ قلعہ میں اسی طرح ہے جو وسائل اس کے پاس تھے اور جواہرات وہاں پیش آتے۔**
- ♦ **ان سب پر ہمارا غم محیط ہے۔ تاریخ و افسانہ میں اس جگہ کچھ اور کہتے ہو گئے، اور ان حقیقتات پر جو فرمایا بعض مفسرین نے "سکندریہ" کا مطلب یہ ہے کہ ذو القرنین نے مغربی قوم کے متعلق جو وحشی اختیار کی تھی، یہی ہی اس مشرقی قوم کے ساتھ اختیار کی۔ ہندو اہم۔**
- ♦ **تیسرا سفر** یہ تیسرا سفر مشرق و مغرب کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا مفسرین مولانا سکھوٹی سفر بتاتے ہیں قرآن وحدیث میں یہ تیسرا سفر نہیں۔
- ♦ **ایک قوم کی درخواست** یعنی ذو القرنین اور اسکے ساتھیوں کی بولی وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔ آئے جو گفتگو نقل کی گئی ہے مابا

کی ترسوں کے درمیان سے بھولی ہوئی۔ اور ترسوں کی درمیان قوم میں کامیاب جو دونوں کی زبان قدرے سمجھتا ہو (تنبیہ) اس قوم کو یاد دلاؤ، جن کے ملک میں یہ وہ پہاڑ حائل تھے جن پر چڑھائی ممکن نہ تھی بستہ دونوں پہاڑوں کے بیچ میں ایک درہ کھلا ہوا تھا جس سے یہ دونوں قومیں آتے اور ان لوگوں کو دھوکہ دے کر چھپے جاتے تھے۔

﴿یا جوج ماجوج کی قوم﴾ اور ان قومیں کے غیر معمولی اسباب و وسائل اور قوت و شہرت کو، یخیر را نہیں یہ خیال ہوا کہ ہماری حکایف و مصائب کا سد باب اس سے ہو سکے گا۔ اس سے گزندہ کی کہ "یا جوج ماجوج" نے ہمارے ملک میں اور ہم پر کیا رکھی ہے۔ یہاں تک کہ قتل و غارت اور سب و مارت کرتے رہتے ہیں۔ آپ اگر ہمارے دریاں سے درمیان کوئی مضبوط روک قائم کر دیں جس سے ہماری حفاظت ہو جائے تو جو کچھ اس پر فرجی آئے ہم اسے روک دیتے ہیں۔ پھر آپ نہیں کہ اگر ہم سے وصال کریں۔ تبھی "یا جوج ماجوج" کوں ہیں اس ملک میں رہتے ہیں؟ اور ان قومیں کی بنی ہوئی سد (یعنی دیوار) کہاں سے؟ یہ وہ سوالات ہیں جس سے متعلق مفسرین و مفسرین کے قول مختلف رہے ہیں۔

ایک برزخی مخلوق میر خیال یہ ہے۔ (مذاہم) یہ جوج ماجوج کی قوم ممالک میں اور جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ عبادت گاہوں میں اور وہی نے قیام میں جمہور عام سے مل گیا ہے۔ ان کا سد سد باب کی طرف سے و مصلیہ اسلام پر متبہی ہوا ہے مگر اس کی طرف سے جو سد نہیں پہنچتا وہ وہاں آسمانوں کے شخص باب تک پہنچتی ہوئی ہوئے کیا جب ہے کہ وہاں آسمانوں کے تھیں ان کی جبریہ میں متبہی ہوئی تھی۔ اسی قوم میں کامیاب جو اس قوم جو شخص ایک آدمی کا خالق (مریم صدیقہ) نے بنی تھی۔ تو یہ مصلیہ پیدا ہوئے ہوں کہ اس کے بعد وہاں وہ سد رہا ہے۔

﴿والقرنین کی آہنی دیوار کہاں ہے؟﴾ اس وقت یہ قوم یہ جوج ماجوج یا پر خروج کر گئی اور سرکار حضرت مسیح کی آمد سے غیر معین موت مرے گی۔ اس وقت یہ قوم کہاں ہے اور وہ قرنین کی دیوار کہی کس جگہ واقع ہے؟ سو جو شخص ان سب اوصاف کو پیش نظر رکھے گا جس کا ثبوت اس قوم و دیوار کہی کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ملتا ہے، سو کہنا پڑے گا کہ جن قوموں ملکوں اور یہاں کا لوگوں نے اس سے پتہ نہ چلا ہے یہ مجموعہ اوصاف ایک میں بھی پایا نہیں جاتا۔ مذکورہ خیالات صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ اور احادیث صحیحہ کا انکار یہ نبیوں کی تاویلات بعد ازین سے خلاف ہے۔ رہا قرنین کا یہ شبہ کہ ہم نے تمام زمین کو چھپا دیا مگر کہیں اس کا یہ نہیں ملتا۔ اور اسی کے جواب کے لئے ہمارے مؤمنین نے پتہ ہلانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ تلوئی بخاری نے دیئے کہ ہم کو اس کا موقع معلوم نہیں اور ممکن ہے کہ ہمارے اور اس کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم تمام خشکی، تری پر محیط ہو چکے ہیں، واجب التمسیم نہیں۔ عدا جائز ہے کہ جس طرح اب سے پاسو برس پہلے تک ہم کو چوتھے براعظم (امریکہ) کے وجود کا پتہ نہ چلا اب بھی کوئی پانچواں براعظم ایسا موجود ہو جس تک ہم رسائی حاصل نہ کر سکے ہوں اور تھوڑے دنوں بعد ہم وہاں تک پہنچ سکیں۔ وہ لوگ ہم تک پہنچ سکیں۔ سمندر کی دیوار عظیم جو تھیں اس کے شمال مشرقی ساحل پر واقع ہے آج کل برطانوی سائنس دان ڈائنسی ایم یگ کے زیر ہدایت اس کی تحقیقات جاری ہے۔ یہ دیوار برائیل سے زیادہ لمبی اور بعض بعض مقامات پر بارہ بارہ میل تک چوڑی اور بڑا رشتہ اونچی ہے۔ جس پر بیت المقدس و حقیقت بتی ہے۔ جو ہمیں اس کام کے لئے روانہ ہوئی تھی حال میں اس نے اپنی ایک ساری تحقیقات ختم کی ہے جس سے سمندر کے عجیب و غریب اسرار آشکار ہوئے ہیں۔ انسان و حیرت و استعجاب کی ایک نئی دنیا معلوم ہو رہی ہے۔ پھر کیسے دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ہم خوشی و تری کی تمام مخلوق کے عمل استقامت حاصل ہو چکے ہیں۔ بہر حال خبر صادق سے جس کا صدق و اہل قطعیہ سے ثابت ہے، اب اس دیوار کی مع اس کے اوصاف کے خبر دی تو ہم پر واجب ہے کہ تصدیق کریں اور ان واقعات کے منتظر رہیں جو مشرکین و منکرین کے علی الرغم پیش آکر رہیں گے۔

بِقُوَّةٍ أَجْعَلُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝۱۵ اَتُوْنِي زُبْرًا حَدِيْدًا ط

بہت قوت سے تمہارے درمیان کے درمیان پھینک دوں گا ۱۵ میں تم کو لوہے کے ٹکڑوں کے ساتھ —

حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ اَنْفُخُوْا ۝

یہاں تک کہ دو پہلوؤں کے درمیان میں — ۱۶ میں پھونک دوں گا

حَتّٰی اِذَا جَعَلَهُ نَارًا ۝۱۷ قَالَ اَتُوْنِيْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ط

یہاں تک کہ اسے آگ بنادے گا ۱۷ میں تم کو آگ پر گھونک دوں گا

فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يُّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهُ نَقْبًا ۝۱۸

چرا وہ اسے دکھانے میں ناکام ہوئے ۱۸ اور وہ اس کے لیے گڑبگڑ نہیں کر سکتے

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ

۱۹ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے ۱۹ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے

دَكَّآءٍ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝۲۰ وَتَرَكْنَا بَعْضُهُمْ

۲۰ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے ۲۰ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے

يَوْمَئِذٍ يَّبُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَنُجِعُهُمْ ۝۲۱

۲۱ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے ۲۱ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے

جَمْعًا ۝۲۲ وَاعْرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِيْنَ عَرْضًا ۝۲۳

۲۲ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے ۲۲ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاٍۭۙ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا

۲۳ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے ۲۳ میں نے کہا یہ میری رحمت ہے

یعنی مال میرے پاس بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے ہمارے ساتھ تم بھی محنت کرو۔

دیوار کی تعمیر وہ دسے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے نہیں جہاں میں۔ جب ن کی بندی دلوں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچ گئی، لوگوں کو حکم دیا کہ خوب لگ دھوکو۔ جب لوہا لگ کی طرح سرخ ہو کر تپنے لگا اس وقت پچھلا ہوا تاپا اوپر سے ڈالا، جو وہے کی درزوں میں بالکل پیوست ہو کر جم گیا اور سب مل کر پہاڑ سا بن گیا۔ یہ سب کام اس زمانہ میں عظیم خارق عادت طریقہ سے انجام پائے ہوئے جسے ذوالقرنین کی رامت سمجھا جاتا ہے۔ یا ممکن ہے اس وقت اس قسم کے آفات و اسباب پائے جاتے ہوں جنکا ہمیں اب علم نہیں۔

یا جوج ماجوج دیوار نہیں توڑ سکتے یعنی حق تعالیٰ نے یا جوج ماجوج کوئی الحاح یہ قدرت نہیں دی کہ دیوار پھانڈ کر یا توڑ کر ادھر نکل آئیں۔

دیوار ٹوٹنے کا وقت یعنی محض خدا کی مہربانی سے یہ روک قائم ہوئی اور میرا دمعین تک قائم رہے گی۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول و قتل دجاں کے بعد قیامت کے قریب یا جوج ماجوج کے نکلنے کا وعدہ ہے اس وقت یہ روک مٹا دی جائے گی۔ دیوار توڑ کر اتنی کثیر تعداد میں نکل پڑیں گے جس کا شمار اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ دنیا ان کے تلبہ سے عاجز ہوئی۔ حضرت مسیح کو قہم ہوگا۔ میرے خاص بندوں کو لیکر "طور" پر چلے جائیں۔ آخر حضرت مسیح علیہ السلام بارگاہ احدیت کی طرف دست دراز کرینگے۔ اس کے بعد یا جوج ماجوج پر ایک میٹھی و بامسط ہوگی۔ سب ایک دم مرجائیں گے۔ مزید تفصیل کتب حدیث باب "امارات الساعة" میں دیکھنی چاہئے۔

یا جوج ماجوج کا خروج یعنی یا جوج ماجوج کی موجوں کی طرح بے شمار تعداد میں ٹھاٹھیں دہرتے ہوئے نکلیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ شدت بول و اضطراب سے ساری مخلوق رل مٹھ ہو جائے گی۔ جن و نس ایک دوسرے میں گھسنے لگیں گے پھر قیامت کا ہلک ہوگا یعنی صور چوٹ کا جائے گا۔ اس کے بعد سب خدا کے سامنے میدان حشر میں اکٹھے کئے جائیں گے اور دوزخ کافروں کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ شاید کافروں کی تخصیص اس لئے کی کہ اصل میں دوزخ ان ہی کے لیے تیار کیا گیا ہے اور ان کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑا ہوا تھا۔ اب وہ پردہ اٹھ گیا۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ۝ أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ

يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا لَهُمْ

لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ

أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ

يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ

كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا

نَقِيمَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَزَنًا ۝ ذَلِكَ جَزَاءُ وَهُمْ

جَهَنَّمَ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُؤًا ۝

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ

کفار کی حالت | یعنی خود اپنی عقل کی سمجھ برابر نہ تھی کہ قدرت کے نشان دیکھ کر یقین لاتے اور خدا کو یاد کرتے۔ اور ضد سے کسی کی بات نہ سنی جو دوسرے کے سمجھ سے سمجھ پیتے۔

یعنی یا منکرین یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے خاص بندوں (پیغمبر، عزیر، روح القدس، فرشتوں) کی پرستش کر کے اپنی حریمت میں گھڑ رہیں گے۔ ”کَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعَادِيهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا“ (ہرگز نہیں! وہ خود تمہاری حرکات سے بیزاری کا ظہار فرمائیں گے و تمہارے مقابل مددگی بن کر گھڑے ہو گئے)

یعنی میں جو اللہ میں مت رہا وہاں تم کو کوئی سبب نہ پونے۔ ہاں ہم تمہاری بے مانی کریں گے۔ دوزخ کی آگ و قسم قسم کے عذاب سے (عادما للہ مہا)

سب سے زیادہ گھٹے والے طالبین دنیا | ان قیامت سے دن سے زیادہ خسارہ میں وہ لوگ ہو گئے جس کی ساری دوزخ ہو پ دنیا کے لئے تھی۔ ”خرب کا بھی خیل نہ آیا، محض دنیا کی ترقیات اور مادی کامیابیوں و بڑی معرئی سمجھتے رہے و کد ابھیہم من اسر صبح) یا یہ مطلب ہے کہ دنیوی زندگی میں جو کام نہیں سے سپ نہ آیا یہ سمجھتے تھے کہ ان سے تھے خواہ واقع میں اچھے تھے یہ نہیں، سب کفر کی نحوست سے وہاں یکارتات ہوئے، تمام مت پر ہونگی

یعنی نہ اللہ تعالیٰ و نشانیوں کو ماننا، نہ خیل یا کہ بھی اس کے ساتھ ساتھ نہ مانا۔

کفار کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا | کافر کی حسرت مراد ہے اس ابدی زندگی میں کسی کام کی نہیں۔ سب محض نفریات و حسرت رہ گئیں۔ و ایک پلہ کیا تے، تو ان کو موازنہ کیلئے تھا۔ موازنہ مقابل چیزوں میں ہوتا ہے۔ یہاں حسرت کے بال مقابل حسرت کا وجود ہی نہیں۔ پھر تو نے کیا کیا مطلب۔

جو ٹھنڈھ کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَلِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا

باغ مہمن رما کریں ان میں نہ چاہیں وہاں سے

حَوْلًا ۝ قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَّكَلِمَتِ رَبِّي لَنَفِذَ

جگہ بدلی تو کہہ اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں بے قیاس ہیں

الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَذَ كَلِمَتُ رَبِّي وَلَوْ جُنَّا بِمِثْلِهِ

حرق ہو چکے بھی نہ چریں ہوں میرے رب کی باتیں دُرِچند ہزار جی، میں ہمارا ہیں

مَدَدًا ۝ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أَنَّمَا

اس کی مدد تو آتی ہے میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے علم کتابت بخود

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ

معبود تمہارا ایک معبود ہے سو بچ جس کو امید ہو عملی بنے رہے سوہ کرے

عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

بچہ کام نیک اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بددلی میں کسی نہ

آيَاتُهَا ۹۸ ﴿١٩﴾ سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (۴۴) ﴿٢٠﴾ زُكُوْنَاَهَا ۶

سورہ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اسی نوبت آتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہ رحم مہربان نہایت رحم والا ہے

كَهَيِّعَصَ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكِرِيَّا ۝

کھٹھیر یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت (مہربانی) کا اپنے بندہ زکریا پر

مومن صالحین پر انعامات | یعنی ہمیشہ رہنے سے اتنا میں نہیں۔ ہر تازہ و تازہ نعمتیں
میں نہ کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

اللہ کے کلمات بیشمار ہیں قریش نے یہود کے شر سے روح، اصحاب کہف اور
ذوالقرنین کے متعلق سوچا تھا۔ سورۃ ہذا کی ابتدا میں ”اصحاب کہف“ کا اور آخر میں ذوالقرنین کا
قصہ جہاں تک موضح قرآن سے تعلق تھا۔ بیان فرمایا۔ اور روح کے متعلق سورۃ بنی اسرائیل میں فرما
دیا۔ وَمَا أَوْتِينَاهُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا لِقَلِيلٍ ”خاتمہ سورت پر بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم و
حکمت کی باتیں بے انتہا ہیں۔ جو باتیں تمہارے ظرف، استعداد، اور قدرت کے لائق بتلائی گئیں
حق تعالیٰ کی مصومات میں سے اتنی بھی نہیں جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ۔ فرض کرو اگر چہ اسے
سمندر کا پانی سیاہ بن جائے جس سے خدائی باتیں معنی شامی نہ جاسکیں۔ اس کے بعد دوسرا اور
تیسرا ویسا ہی سمندر اس میں شامل کرتے رہو تو سمندر ختم ہو جائیں گے، پر حد کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔
یہیں سے سمجھ لو کہ قرآن اور اس کی کتاب کا وہ یہ کہ ذریعہ سے نواہتہائی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار
میں کسی کدو سے دیا جائے، علم اسی کے ساتھ وہ بھی قلیل ہے۔ کوئی حد و اتہ اسے نیشہ نہیں۔

پیغمبر کا علم بھی متناہی ہوتا ہے | یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی
طور پر تمام علوم و کلمات حاصل ہوں۔ ہاں اللہ تعالیٰ علوم و کلمات و معرفت قدسیہ میری طرف وق کرتا
ہے جن میں اصل اصول علم توحید ہے۔ اسی کی طرف میں سب و موت و یاتوں جس کی کو اللہ تعالیٰ
سے ملنے کا شوق یا اٹھنے سامنے حاضر کئے جانے کا خوف ہو سے چاہنے کہ کچھ بھلے کام شریعت کے
موافق کر جائے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہر و باطن کسی کو کسی وجہ میں بھی شریک نہ کرے۔ یعنی
شرک جلی کی طرح رہا وغیرہ شرک خفی سے بھی بچتا رہے۔ کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ
عابد کے منہ پر ماری جائے گی۔ ”الْهٰنَمُ اَعْدَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِ“ اس آیت میں اشارہ کر دیا کہ
نبی کا علم بھی متناہی اور عطا ہے، علم خداوندی کی طرح ذاتی اور غیر متناہی نہیں۔ تم سورۃ الکہف
فصل اللہ تعالیٰ و مہ واللہ الحمد اولاً و آخراً۔

سورۃ مریم

حضرت زکریا علیہ السلام | حضرت زکریا علیہ السلام ”بنی اسرائیل“ کے جلیل القدر انبیاء میں
سے ہیں۔ بخاری (بڑھئی) کا پیش کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ ان کا قصہ
پہلے سورۃ آل عمران میں مذکور چکا۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر سے جائیں۔

اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ ارْنِيْ وَهْنًا

اِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ ارْنِيْ وَهْنًا

الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ

الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ

بِدُعَايِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ

بِدُعَايِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ

وَرَأْيِيْ وَكَانَتْ أُمْرَاتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ

وَرَأْيِيْ وَكَانَتْ أُمْرَاتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ

وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثْ مِنْ أَلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثْ مِنْ أَلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ

رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ

نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ ارْنِيْ بِكَوْنٍ

نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ ارْنِيْ بِكَوْنٍ

لِيْ غُلَامٌ وَكَانَتْ أُمْرَاتِيْ عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ

لِيْ غُلَامٌ وَكَانَتْ أُمْرَاتِيْ عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ

حضرت زکریا علیہ السلام کی حالت یہ تھی کہ ان کی تاریں اور خلوت میں پست آواز سے دعا کی جیسا کہ دعا کا اصل قلمرو ہے۔ اذ غور انکم بصر عا و حقیقہ (ع ف کون) میں دعا بریت اور ارماس خلاص سے معمور ہوتی ہے۔ شاید یہ بھی دیکھیں کہ دعا میں یہاں لکھتے تھے اے اللہ تو سنو دعا میں اور دے دعا میں عموماً بڑھاپے میں آواز پست ہوجاتی ہے۔

یعنی عداوت و وقت قریب ہے۔ کہ میں میں بھاپوں۔ شبیہی چہک رہی ہے۔ مریہ میں نہ ہے۔

یعنی آپ نے اپنے فضل و رحمت سے بیٹھ کر یہ کہ میں میں بھاپوں اور مخصوص مہمانوں کا نحو میں ہے۔ اس آتری وقت و شغف و پیرائوں میں کیسے حال میں میری دعا۔ کہ مہربانی سے غور و رجس ہے۔ "سُئِرْتِ"۔ "وَلَسْتُ الْكُفْرُ"۔ بلذعانک رب شفیقا "کے معنی یوں کہ میں کہ اب پروردگار آپ کی رحمت پر میں کبھی شکی ثابت نہیں ہوا یعنی جب آپ نے پکارا پر برائتقال امر اور طاعت و فرمانہ واری کی سعادت حاصل کی۔

قرابت و اربوں سے اندیشہ۔ اُن سے بھائی بند قرابت دار نااہل ہونگے۔ مریہ ہوا کہ وہ لوگ اُن کے جدا اپنی بد اعمالیوں اور غلط کاریوں سے رانیک نہ گزاریں اور جو دینی و روحانی بات یعقوب علیہ السلام کے گھر سے میں قطع اتی ہوئی حضرت زکریا علیہ السلام تک پہنچی تھی سے اپنی شرارت اور بد تمیزی سے ضائع نہ کر دیں۔

اللہ سے اپنے وارث کی دعا۔ یعنی میں بوزحموں، بیوی بائجھ ہے، خادم کی سامان اور دے گا کچھ نہیں لیکن تو اپنی راجدود قدرت و رحمت سے اور وعظافہ جو اپنی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس مانت کا وجہ اٹھائے۔ میں اس شغف و پیروی میں کیا کر سکتا ہوں، بتی یہ چاہتا ہے۔ کوئی بھائی لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گہری پر بیٹھ سکے۔ کے حمل و صحت کے خروں کا مالک اور مکمل نبوت کا وارث بنے۔ تنبیہ

انبیاء کی وراثت | حدیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں، انسانی نہیں ہوتی، اُن کی وراثت دوست ہم میں چلتی ہے۔ جو شیعوں کی سند کتاب "کافی کلین" سے بھی روایت اعلیٰ میں منضموں کی روایت میں ہے۔ لہذا متعین ہے کہ یسوی و ہرٹ میں ال یعقوب "میں وراثت ملی مراد نہیں۔ جس کی تائید و خط "ال یعقوب" سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ خادم ہے تمام یعقوب کے اور مالک کا وارث تہ حضرت زکریا کا یہ کیسے، لہذا تمام اس وراثت کا مریہ میں موقع پر خادم کرتا ہے کہ ملی وراثت مراد نہیں۔ یہ نکتہ یہ وقت و دنیا کے نزدیک سہم ہے کہ میثاب کے ملی کا وارث ہوتا ہے۔ پھر دعا میں اس کا ذکر نہ کرنا محض بیکار تھا۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت زکریا کو اپنے مال و دولت کی فکر تھی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر اپنی اعمام اور دوسرے رشتہ داروں میں نہ پہنچ جائے۔ نہایت پست اور نفی خیال ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان یہ نہیں ہوتی کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت دنیا کی متاع حقیر کی فکر میں پڑ جائیں کہ ہائے یہ کہاں جائیگی اور کس کے پاس رہی گی۔ اور لطف یہ ہے کہ حضرت زکریا بڑے دولت مند بھی نہ تھے، برہمنی کا کام کر کے محنت سے پیٹ پالتے تھے بھلا اُن کو بڑے مال میں یا غم و غمت تھی کہ چار پیسے شد داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ المعنی ذہانت

یعنی ایسا نڈکا، پیچھے جو اپنے اخلاق و عمل کے لحاظ سے میری اور تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔

حضرت یحییٰ کی بشارت | یعنی دعا قبول ہوئی اور لڑکے کی بشارت پہنچی۔ جس کا نام (یحییٰ) قبل از دست حق تعالیٰ نے تجویز فرمادیا۔ نام بھی ایسا نوکھ جو اُن سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ بعض سلف نے یہاں "حی" کے معنی "شبہ" کے لئے ہیں یعنی اس شان و صفت کا کوئی شخص اُن سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ بوزحمے مرد اور ہائجھ عورت سے کوئی یہ نڈکا اس وقت تک پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یا بعض خاص احوں اصناف (مثل رقبہ قلب و رقبہ بکا وغیرہ) میں اُن کی شان پہلے نہ گذری ہوگی۔ واللہ اعلم۔

الْكِبَرِ عِتْيًا ① قَالَ كَذَلِكَ ۖ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىٰ

یہاں عتیا (عظمت) کے لئے بول رہا ہے ① بول رہا ہے کہ ② یہاں تک کہ ③ یہاں تک کہ

هَيِّنٌ ۖ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ① قَالَ

ہلکا ہے ② اور تو پہلے ہی میں سے پیدا ہوا تھا ③ اور تو کچھ بھی نہ تھا ④ کہہ رہا ہے

رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ إِلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

اے رب ⑤ خیر ایسا میرے لئے بول دے ⑥ کہہ رہا ہے کہ ⑦ میں نے تو کوئی آیت نہیں بنا دی

ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ① فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ

تین راتیں (تین دنوں) تک ② اور وہ (تین دنوں) تک ③ اور وہ (تین دنوں) تک ④ اور وہ (تین دنوں) تک

فَاَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ① يُجِبِي خُذْ

تو اشارہ دے کہ ان کو ② اور وہ (تین دنوں) تک ③ اور وہ (تین دنوں) تک ④ اور وہ (تین دنوں) تک

الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ① وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا

کتاب کو زور سے ② اور ہم نے اس کو حکم دیا کہ وہ ③ اور وہ (تین دنوں) تک ④ اور وہ (تین دنوں) تک

وَرَكُوعًا ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ③ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا

اور سجدہ کرنے والا ④ اور وہ (تین دنوں) تک ⑤ اور وہ (تین دنوں) تک ⑥ اور وہ (تین دنوں) تک

عَصِيًّا ④ وَسَلَّمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ

غور سے ⑤ اور وہ (تین دنوں) تک ⑥ اور وہ (تین دنوں) تک ⑦ اور وہ (تین دنوں) تک

يُبعَثُ حَيًّا ⑤ وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ اتَّيَدَتْ

پھر ⑥ اور وہ (تین دنوں) تک ⑦ اور وہ (تین دنوں) تک ⑧ اور وہ (تین دنوں) تک

❖ **حضرت زکریا کا تعجب** آدمی کا قاعدہ ہے۔ جب غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری سنے تو مزید مہم نیت و استدلال کے لئے بار بار پوچھتا اور کھود کر یہ کہتا کرتا ہے۔ اس تحقیق و تفتیش سے لذت تازہ حاصل ہوتی، ربات خوب پکی ہو جاتی ہے یہی غشاء حضرت زکریا کے سواں کا تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”انوکھی چیز مانگتے تعجب نہ آیا۔ جب نہ کہ ملے نہ تعجب کیا۔“

❖ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ان ہی حالات میں اولاد مل جائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہیگی۔

❖ **اللہ کی قدرت کاملہ** یہ فرشتہ نے کہا یعنی تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے یہاں مشکل نہیں۔ اسکی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی اس کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اسکو پردہ عدم سے وجود میں لایا۔ پھر جو قادر مطلق ماشے بھٹس کو شے بنادے کی وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچ پیدا نہیں کر سکتا۔ اس پر تو بطریق اولیٰ قدرت ہوتی چاہئے۔

❖ **حضرت زکریا کی زبان بندی** یعنی وجود تندرست مونیکی جب کامل تین رات دن وگوں کے ساتھ زبان سے بات چیت نہ کر سکے اس وقت سمجھ لینا کہ حمل قرار پا گیا ہے۔ اس کے متعلق مفصل کلام ”آپ عمرن“ کے فوائد میں گذر چکا۔ مدحظہ کر لیا جائے۔

❖ **قوم کو وعظ و نصیحت** جتنی جب وہ وقت آیا تو زہن گفتگو کرنے سے رک گئی۔ حجرہ سے باہر نکل کر لوگوں کو اشارہ سے کہا کہ صبح و شام اللہ کو یاد کیا کرو۔ نمازیں پڑھو۔ شیخ جمیل میں مشغول رہو یہ کہنا تو حسب معمول سابق و مدحظہ نصیحت کے طور پر ہو گا یا نعمت الہیہ کی خوشی محسوس کر کے یہ کہ دوسرے بھی ذکر و شکر میں ان کے شریک حال ہوں۔ کیونکہ جیسا ”آل عمران“ میں گذرا حضرت زکریا کو علم تھا کہ ان میں دن میں خدا کو بہت کثرت سے یاد کریں۔ اور خاص شیخ کا لفظ شاید اس سے اختیار کیا ہو کہ اکثر عجیب و غریب سماں دیکھنے پر آدمی ”سبحان اللہ“ کہہ کرتا ہے۔

❖ **حضرت یحییٰ کو کتاب پر عمل کا حکم** یعنی تورات اور دوسرے آسمانی صحیفوں کو جو تم پر یا دوسرے انبیاء پر نازل کئے گئے ہوں، خوب مضبوطی اور کوشش سے پڑھو۔ ان کی قیسات پر خود عمل کرو اور دوسروں سے کراؤ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی علم کتاب لوگوں کو سکھانے لگا زور ہے۔ یعنی باب ضعیف تھے اور یہ جوان۔“

❖ **بچپن میں نبوت** یعنی زکریا ہی میں اس کو حق تعالیٰ نے فہم و دانش، ہم و حکمت، فراست صادقہ، احکام کتاب اور آداب عبودیت و خدمت کی معرفت عطا فرمادی تھی۔ لڑکوں نے ایک مرتبہ انہیں پھیلنے کو بلایا، کہا ہم اس واسطے نہیں بنائے گئے۔ بہت سے علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے عام عادت کے خلاف ان کو زکریا ہی میں نبوت بھی مرحمت فرمادی۔ واللہ اعلم۔

❖ **حضرت یحییٰ کا محبت و تقویٰ** یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو شوق و ذوق، رحمت و شفقت، رقت و رحمہ و محبت و محبوبیت عنایت فرمادی تھی، اور صاف ستھرا، پاکیزہ رو، پاکیزہ خو، مبارک و سعید متقی و پرہیزگار بنایا۔ حدیث میں ہے کہ یحییٰ نے نہ کبھی گناہ کیا نہ گناہ کا ارادہ کیا۔ خدا کے خوف سے روتے روتے رخصتوں پر نسوؤں کی نایاب سی بن گئی تھیں۔ علیہ و علیٰ سبھا الصلوٰۃ والسلام یعنی متکبر، سرکش اور خود مرزا تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یعنی رزو کے زکے اکثر ایسے سو کرتے ہیں۔“ وہ ویسا نہ تھا۔

❖ **حضرت یحییٰ کو اللہ کا سلام** اللہ جو زندہ پر سام بھیجے فیض تشریف و عزت افزائی کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس پر کچھ گرفت نہیں۔ یہاں ”یوم و ولد و یوم مملوٹ و یوم یبعث حنا“ سے غرض تہنیم اوقات و احوال ہے۔ یعنی ولادت سے لے کر موت تک اور موت سے قیامت تک کسی وقت اس پر خوردہ گیری نہیں۔ خدا کی پکڑ سے ہمیشہ مامون مصون ہے۔

مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ

ایسے دوس سے ۱۷ یہودی مکی میں ۱۸

حِجَابًا ۖ فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَمِثَّلَ لَهَا بَشَرًا

ایک پردہ ۱۹ پھر بھی ہم ۲۰ اس کے پاس پہنچا ۲۱ پھر میں آج سے تھی

سَوِيًّا ۝ قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتُ

پورا ۲۲ بولی ۲۳ مجھ کو دشمن نہ پہنچو سے ۲۴

تَقِيًّا ۝ قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ ۖ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا

ذکر کئے ۲۵ میں ۲۶ بھیجا ۲۷ میں ۲۸

زَكِيًّا ۝ قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ

ستھرا ۲۹ بولی ۳۰ میں سے ہوگا میرے نزدیک ۳۱ اور چھو ایں مجھ کو تھی ۳۲ میں

أَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذَلِكِ ۖ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىٰ هَيِّئٍ ۖ

بدکار بھی نہیں تھی ۳۳ ایونگی سے ۳۴ فرما ۳۵ پاتے ۳۶ اور مجھ پر آسان ہے ۳۷

وَلَنَجْعَلَ لَكَ آيَةً ۖ لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً ۖ مِّنَّا ۖ وَكَانَ أَمْرًا

اور اس کو تم کیا چاہتے ہیں ۳۸ دوس کے لیے نشانی اور مہربانی ۳۹ اپنی طرف سے ۴۰ اور تم سے کہہ

مَقْضِيًّا ۝ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝

مقرر ہو چکا ۴۱ پھر عید میں ہو اس کو ۴۲ پھر یکسوئی میں ہو گھر ۴۳ ایک عید مکان میں ۴۴

فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جُذُعِ النَّخْلَةِ ۖ قَالَتْ يَلَيْتُنِي

پھر لے آئے ۴۵ پھر کی جڑ میں ۴۶ یوں کی طرف میں ۴۷

❖ حضرت مریم کی شرم و عفت یعنی غسل حیض کرنے کو۔ یہی پہلا حیض تھا۔ تیز برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی۔ شرم سے مارے مجمع سے الگ ہو کر ایک مکان میں چلی گئیں۔ جو ”بیست المقدس“ سے مشرق کی طرف تھا۔ اس لئے نصاریٰ نے مشرق کو اپنا قبلہ بنایا۔

♦ **حضرت جبریل کی آمد** | یعنی حضرت جبریلؑ جو جوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے، جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے یہاں حضرت مرثد بن ابی النبیانؑ عفت و پاکبازی کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ایسے زبردست دوائی و محرکات بھی اس کے جذبات و عفاف و تقویٰ کو ادنیٰ ترس و جنبش نہ دے سکے۔

مریم نے اس وہب میں سمجھ کہ کوئی آدمی ہے۔ تنہائی میں دفعۃً ایک مرد کے سامنے آ جانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں۔ مگر معصوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ و طہارت کے، نوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمت کی پنہ میں آتی ہوں۔ اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا (جیسا کہ پاک و نورانی چہرہ سے روشن تھا) تو میرے پاس سے چلا جائے گا ورنہ مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا۔

❖ حضرت جبریل کی بشارت | یعنی گھبراؤ نہیں میری نسبت کوئی برا خیال آیا ہو تو دس سے نکال دو۔ میں آدمی نہیں۔ تیرے اُسی رب کا (جس کی توبہ و صوفیائی سے) بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدس کی طرف سے تجھ کو ایک پاکیزہ، صاف ستھرا و مبارک و مسعود لڑکا عطا کروں۔ ”عَلَمًا رَکِیْبًا“ (پاکیزہ لڑکا) کہنے میں اشارہ ہو گیا کہ وہ حسب و نسب اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے بالکل پاک و صاف ہوگا۔

﴿ حضرت مریم کا تعجب ﴾ مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے، مگر تعجب ہوا کہ جب عورت کا شوہر نہیں جو اس کو حلال طریقہ سے چھو سکتا اور بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ سے بچہ حاصل کر لے، اس کو بحالتِ راہبہ نہ پکیرا اور دیکھ کر مل جائے گی جیسا کہ حضرت زکریا نے اس سے کم عجیب بشارت پر سوال کیا تھا۔

❖ یہ وہی جواب ہے جو حضرت رکر بنی کو دیا گیا تھا۔ گذشتہ رکوع میں دیکھ لیا جائے۔

یعنی یہ کام ضرور ہو کر رہے گا، پہلے سے طے شدہ ہے، متخلف نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکمت اسی کو مقصود ہے کہ بدوں مس بشر کے محض عورت کے وجود سے بچہ پیدا کیا جائے۔ اور وہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے ہماری قدرت عظیمہ کی ایک نشانی ہو کیونکہ تمام انسان مرد و عورت کے منے سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدمیہ اسلام دونوں کے بدوں میں بڑے اور حوا کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا۔ چونکہ صورت یہ ہے جو حضرت مسیح میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدن صرف عورت کے وجود سے ان کا وجود ہوا۔ اس طرح پیداؤں کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود قدرت ہیہ کا ایک نشان اور حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے نئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔

❖ **قرار حمل** کہتے ہیں فرشتہ نے چھوٹک ماری حمل ٹھہر گیا۔ "وَقَالِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبُّوا رَسُولَهُ" (مائدہ ۱۸/۶) "اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے رسول کو محبت کرتے ہیں۔" (ترجمہ)

♦ یعنی جب وضع حمل کا وقت قریب آیا شرم کے مارے سب سے علیحدہ ہو کر کسی بعید مکان میں چلی گئیں۔ شاید وہی جگہ ہو جسے "بیت الحکم" کہتے ہیں۔ یہ مقام "بیت المقدس" سے آٹھ میل ہے ذکرۃ ابن کثیر عن وہب۔

مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا مَّنْسِيًّا ﴿۳۳﴾ فَنَادَاهَا مِنْ

موت پہلے — — — — — اور وہ بھی مٹ گئی تھی

تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۳۴﴾ وَ

اس — نیچے — — — — — اور جو — — — — — تیرے نیچے پیدا کرے

هَزَنِي إِلَيْكَ بِجَذْعِ النَّخْلَةِ نَسْقُطُ عَلَيْكَ رَطْبًا

بلا این طرف — — — — — مجھ کو جڑ — — — — — اس سے تیرے ہی گھر پر پڑے گی

جَنِيًّا ﴿۳۵﴾ فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۖ فَمَا تُرِيْنِ مَنْ

مجھ کو جن — — — — — اب کھا پی — — — — — اور کھو کھنڈ کر دے

الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ

کوئی آدمی — — — — — کہہ دو — — — — — جس کا روزہ — — — — —

أَكْلِمَ الْيَوْمَ انْسِيًّا ﴿۳۶﴾ فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ ۖ قَالُوا

بات نہ کروں گی آج — — — — — کسی آدمی سے — — — — — پھر ان اس کو اپنے ہاتھوں سے اس کو دے دیں

يَمْرَيْمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۳۷﴾ يَا خُتُّ هَارُونَ مَا كَانَ

اے مریم — — — — — تو نے یہ چیز طافان کی — — — — — بہن ہارون — — — — —

أَبُوكَ أَمْرًا سَوْءٌ وَمَا كَانَتْ أُمُّكَ بَغِيًّا ﴿۳۸﴾ فَأَشَارَتْ

تیرا آپ بڑا آدمی — — — — — اور تجھی تیری ماں مکار — — — — — بچہ مانتی ہے

إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۳۹﴾ قَالَ

اس بچے کو — — — — — ہم کیونکر بات کریں اس شخص سے — — — — — کہ وہ بچہ تھیں گا

♦ در روزہ کی شدید تکلیف۔ یہی دردِ دینی تہلیل سے ایک جھجھکی بڑ کا۔ رائے کے۔ اس کے قریب جا پہنچی۔ اس وقت دران تکلیف، تنہائی، تنہائی، ماما۔ نہ روت، نہ رخت کا فتنہ ال۔ اور سب سے بڑا کہ ایک مشہور پاکیزہ عقیقہ کو دینی حیثیت سے کندہ بدنامی، دردِ دینی کا تصور رخت بچیں کے لئے تھا۔ حتیٰ کہ اسی کرب و اضطراب نے غلبہ میں جہانجی "یا الیٰسسی منک فلی ہدا وکنکٹ منک فلیسینا" (کاش میں اس وقت کے آنے سے پہلے ہی مر چکی ہوتی کہ دنیا میں میرا نام و نشان نہ رہتا اور کسی کو جہلے سے بھی یاد نہ آتی) شدتِ کرب و اضطراب میں مذشتہ بشارت بھی جو فرشتہ سے سنی تھیں یاد نہ آئیں۔

♦ فرشتے کی بشارت۔ مقام جہاں حضرت مریم کھجور کے نیچے تشریف رکھتی تھیں قدر۔ بعد تھا اس کے نیچے سے پجرائی فرشتہ کی آواز سنائی دی کہ تم لکین و پریشان مت ہو، خدا کی قدرت سے ہر قسم کا ظاہری و باطنی اطمینان حاصل کر۔ نیچے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے کیسا چشمہ یا سہر جاری کر دی ہے۔ یہ تو پیٹے پیسے ہوا، اھا۔ کیسے اسی کھجور کو بدل دو، پکی و تازہ کھجوریں ٹوٹ کر برسوں۔ تنبیہ! بعض سلف نے "سری" کے معنی "عظیم الشان سردار" سے دیں۔ یعنی خدا تعالیٰ تجھ سے ایک بڑا سردار پیدا کرنے والا ہے۔ جنہوں نے "سری" کے معنی چشمہ یا نہر کے سے ظاہر یہ ہے کہ وہ چشمہ بطور خرقِ عادت نکالا گیا اور کھجوریں بھی خشک و رخت پر بے موسم ہو گئیں۔ ان خوارق کا دیکھن مریم کی تسکین و اطمینان اور قناعت کا سبب تھا اور جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اس حالت میں یہ چیزیں مریم سے نفیہ تھیں اور انہیں ضرورت بھی ہوئی۔

♦ یعنی تازہ کھجوریں کھا کر چشمہ کے پانی سے سیراب ہو، اور پاکیزہ بیجے کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر، آگے کا غم نہ کھا، خدا تعالیٰ سب مشکلات کو دور کرے۔

♦ یعنی اگر کوئی آدمی سوال کر لے تو اشارہ وغیرہ سے ظاہر کر دینا کہ میں روزہ سے ہوں۔ مزید ٹھکانہ نہیں کر سکتی۔ ان کے دین میں یہ نیت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے تھے۔ ہمارے شریعت میں ایسی نیت درست نہیں۔ اور "کہو میں نے مانا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی نذر کر کے ایسا کہہ دینا۔ "اسی" کی قید شاید اس لئے لگائی کہ فرشتہ سے بات نہ کرنا منع نہ تھا۔

♦ یعنی جب بچہ گود میں اٹھا۔ سو اپنی قوم کے سامنے آئی تو لوگ دیکھ کر ششدر ہو گئے، کہے "مریم تو نے غضب کر دیا، یہ بیٹھ کی چیز کہاں سے آئی اس سے زیادہ جھوٹ مومن کیا ہوگا کہ ایک لڑکی کواری رہتے ہوئے دعویٰ کرے کہ میرے بچہ پیدا ہوا ہے۔"

♦ یعنی بدگمان ہو کر کہنے لگے کہ تیرے ماں باپ درخندان والے ہمیشہ سے نیک رہے ہیں، تجھ میں یہ بری خصلت کدھر سے آئی؟ بطولوں کی اولاد کا برا ہونا مکمل تعجب ہے۔ تنبیہ! مریم کو "اخت بارون" اس لئے کہا کہ حضرت مومن کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھی۔ گویا "اخت بارون" سے مراد "اخت قوم ہارون" ہوئی۔ جیسے "وادئکوا احاءاد" میں ہو علیہ السلام کو "عاد" کا بھائی کہا ہے۔ حالانکہ "عاد" ان کی قوم کے ورثہ اسی کا نام تھا۔ اور ممکن ہے "اخت ہارون" کے ظاہری معنی لئے جائیں جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی مریم کے بھائی کا نام ہارون تھا۔ جیسے ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔ اس وقت بھی لوگ انبیاء و صالحین کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مریم کا وہ بھائی ایک مرد صالح تھا۔ تو حاصل کا، م یہ ہوا کہ تیرا باپ پاکیزہ تھا، ماں پارس تھی، بھائی ایسا نیک ہے اور چاکر تیرا نسب ہارون علیہ السلام پر مشتمل ہوتا ہے، پھر یہ حرمت تجھ سے کیونکر سرزد ہوئی۔

♦ بچہ سے جواب طلبی کا اشارہ یعنی مریم نے ہاتھ سے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ خواہ اس سے دریافت کرو۔

♦ حضرت مریم کا بچے کی طرف اشارہ۔ یعنی اس شرمناک حرمت پر یہ ستم ظریفی؟۔ بچہ سے پوچھ لو۔ بھلا ایک گواہ کے بچہ سے ہم کیسے سوال جواب کر سکتے ہیں۔ تنبیہ! من کان فی المہد صبیئاً من کان کاغذ اس پر اہانت نہیں کرتا کہ کلم کے وقت وہ بھی نہیں رہا تھا۔ قرآن میں بہت جگہ مثلاً: "کان اللہ عفوراً رَحِیماً" یا "لا تفسرُوا الزَّوْا اِنَّہُ کان فاحشاً یا اِنَّ فی ذلک لدنکری لمن کان لہ قُلْتُ اَوِ الْفٰی السَّمْعُ وَھُو شہید من کان کا استعمال ایسے مضمون کے لئے ہوا ہے جس کا سلسلہ زمانہ ماضی کے نذر نہ کرنے کے ساتھ منقطع نہیں ہوا۔ اور یہاں من کان فی المہد صبیئاً سے تعبیر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ کہنے والوں نے یہی کلمہ کو ایک ضابطہ کے رنگ میں پیش کیا۔ یعنی نہ صرف ماضی بلکہ ہر اس شخص سے جو وہاں میں بچہ ہو کلام کرنا عداوت محال ہے

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۞ اَتٰنِیْ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۞ وَجَعَلَنِیْ

میں بندہ ہوں خدا کا ۞ اے میرے رب! تو نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے ۞ اور تو نے مجھے نبی بنا دیا ہے ۞

مُبْرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ ۞ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ

برکت میں ۞ جہاں تک میں رہوں ۞ اور بتا دے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی

مَا دُمْتُ حَیًّا ۞ وَبِرَّا بِوَالِدَیْ ۞ وَلَمْ یَجْعَلَنِیْ جَبَّارًا

جب تک میں زندہ رہوں ۞ اور نیک رہوں اپنے والدین کے ساتھ ۞ اور تو نے مجھے جبار نہیں بنایا ہے ۞

شَقِیًّا ۞ وَالسَّلَامُ عَلٰی یَوْمٍ وُلِدْتُ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَ

بدبخت ۞ سلام ہو اُس دن جس میں میں پیدا ہوا ۞ اور جس دن میں مرے گا ۞

یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۞ ذٰلِکَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ ۞ قَوْلَ الْحَقِّ

جس دن میں میں اُٹھ کر زندہ ہو کر ۞ یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا ۞ یہی بات

الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ ۞ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ

جس میں لوگ گمراہ ہیں ۞ اللہ کے لیے یہ نہیں تھا کہ

حضرت عیسیٰ کا معجزانہ طور پر کلمہ کرنا ۞ تو میری طرف سے یہ گفتم بوری تھی کہ خواجہ مسیح علیہ السلام حق تو ہیں تو یہ کہہ رہے

ہیں کہ اُس وقت جو چھ فرمایا اُس میں تمام خط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو کفار نے ان کی نسبت قلمبند کیا تھا ۞ اُس نے کہا میں

ہوں اللہ کا ۞ یعنی خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ اب نصاریٰ کا عقیدہ ہے، چنانچہ اسی عقیدہ کی تائید سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام

وادیٰ وغیرہ کے تفصیلی حالات بیان فرمائے ۞ اور ”مجھ کو خدا نے نبی بنایا“ یعنی مغربی اور کا دوسری جیسا کہ یہودیوں نے کرتے

ہیں۔ تنبیہ سورہ آپ عمرانؑ اور مائدہ میں حضرت مسیح کے حکم فی سہد کے متعلق کلام بیان کیا ہے ۞ وہاں فرمایا ہے کہ صحیح بخاری

کی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جن تین بیچوں کے سہد میں کلمہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے ان میں ایک حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ اُن دن

لوگ قرآن حدیث کے خلاف حضرت مسیح کے حکم فی سہد کا انکار کرتے ہیں اس کے ہاتھ میں نصاریٰ کی ہمارے تفسیر سے سنا چکے ہیں۔

ایک عمومی وضاحت ۞ یعنی جب تک زندہ رہوں، جس وقت اور جس جگہ کے مناسب جس قسم کی ضرورت اور حکم و احکام کی توجہ

و حقوق کی رعایت کے ساتھ برابر ادا کرتا رہوں۔ جیسے دوسری جگہ مومنین کی نسبت فرمایا ”الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَواتِہِمْ دَانِعُونَ“ اُن دن

یہ مطلب نہیں کہ حق اور مراد وقت نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ جس وقت جس طرح کی نماز کا حکم ہو مثلاً یا نکی سے

نہیں علم کرتے ہیں۔ اس کی برکات و انوار ہمہ وقت ان کو محیط رہتی ہیں۔ کوئی شخص ہے کہ ہمہ دم تک زندہ ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کے نام میں یہ اس کا مطلب یہ یہاں ہے کہ ہر ایک مسلمان مامور ہے کہ ہر وقت نماز پڑھتا رہے، ہر وقت زکوٰۃ دیتا رہے (خود نصاب کا، ایک ہی یہ ہو)۔ ہر وقت روزہ رکھتا رہے ہر وقت حج کرتا رہے۔ حضرت مسیح کے متعلق بھی "ما اذفنت حیاً" کا ایسا ہی مطلب سمجھنا چاہئے۔ یاد رہے کہ لفظ "علوۃ" چھ اصطلاحی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں، قرآن نے مالکہ و ریشہ سے گزرتا مہجہاں کی طرف حدیث کی نسبت کی ہے۔ **الہ ترائی اللہ یستخ لہ من فی السموات والارض والطیر صافات کل قد علم صلوتہ وتسلیحہ** (نور کوں ۶) اور یہ بھی یاد دیا کہ ہر چیز کی تسبیح و صلوٰۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوٰۃ تسبیح کس رنگ کی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے معنی بھی اصل میں طہارت، نہاء، برکت و مدح کے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک معنی کا استعمال قرآن و حدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے۔ **یٰۤا یوسف میں حضرت مسیح کی نسبت "غلاماً رکباً" کا غلط گزر چکا جو زکوٰۃ سے مشتق ہے۔** اور یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ "وحاماً من لدنا و زکوٰۃ" سورہ ہب میں ہے "حیرامہ زکوٰۃ واقرباً خفاً" اسی طرح کے معنی یہاں بھی زکوٰۃ کے لئے بیان کیے ہیں۔ اور ممکن ہے "اوصائی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ" سے "اوصائی بان امر بالصلوٰۃ والزکوٰۃ" مراد ہو جیسے، **سمعی علیہ السلام کی نسبت فرمایا: وکان بأمر اہلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ** پھر لفظ "اوصائی" اپنے مدلول غوی کے اعتبار سے اس کو مختص نہیں کہ وقت ایسا ہی ہے اس پر عمل درآمد شروع ہو جائے۔ نیز بہت ممکن ہے کہ "ما اذفنت حیاً" سے یہی زمینی حیات مراد لے لی جائے۔ جیسے ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب بڑے کے مدد و اندے نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگ، اس نے کہا مجھے دوبارہ زندہ کر دیجئے کہ وہ بارہ تیرے رستہ میں قتل یہاں۔ اس رمیگی سے یقیناً زمینی زندگی مراد ہے۔ وہ شہداء کے لئے نفس حیات کی قرآن میں، **و فرمایا اسی حدیث میں کہ تم تک موجود ہے۔ یہی مطلب حیات کا "لو کان مؤسی وعیسیٰ حیثی المح" میں سمجھو۔ اگر بالفرض اس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے۔ بالفرض "ہم نے اس لئے کہا کہ اس کی انت کا کتب حدیث میں کہیں پتہ نہیں۔ واللہ اعلم۔**

یونہی ہاں کوئی نہ تھا اس لئے صرف مال کا نام لیا۔

یہ سب جملہ جو صیغہ ماضی ہے۔ گئے سب شک اس کے معنی ماضی ہی کے لئے جائیں گے۔ لیکن اس طرح کے مستقبل متیقن وقوع کو دیا ماضی فرض کر لیا گیا۔ جیسے "انسی امر اللہ فلا تستعجلوۃ" میں۔ اس طرح مسیح علیہ السلام نے یحییٰ میں ماضی کے صیغے استعمال کر کے متنبہ کر دیا کہ ان سب چیزوں کا سکہ پایا جانا ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ۔ یہ ہی سمجھنا چاہئے کہ گویا پائی جا چکی۔ حضرت مسیح کی اس خارق عادت مشہور ہے اور ان اوصاف و خصائص جو بیان کئے نہایت باغمت کے ساتھ اس ناپاک تہمت کا رد ہو گیا جو ان کی آمد و جدہ پر لگائی جاتی تھی۔ دل تو ایک بچہ کا ہوتا، اور ایسا جامع و موثر کار مضاعف دشمنوں کو خاموش کرنے والا تھا پھر جس ہستی میں ایسی پاکیزہ خصائص پائی جائیں، ظاہر ہے۔ وہ العیاذ باللہ ولد لڑنا کیسے ہو سکتی ہے جیسا کہ خود ان کے اقرار "مساکن اسراک امر اسوء و ما کانت اقصا بعیا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فروع کو اصول سے موافق دیکھنا چاہتے تھے۔

اس جملہ کے ہم معنی جملہ پہلے حضرت مسیح کے ذکر میں گزر چکا۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں خود حق تعالیٰ کی طرف سے کلام تھا۔ یہاں حق تعالیٰ نے مسیح کی زبان سے وہی بات فرمائی۔ نیز "سلام" اور "السلام" کا فرق بھی قابل لحاظ ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم | یعنی حضرت مسیح کی شان و صفت یہ ہے کہ جو اوپر بیان ہوئی۔ ایک عجی اور کھلی ہوئی بات میں لوگوں نے خواہ مخواہ جھگڑا، اس لیے۔ اور طرح طرح کے اختلافات کھڑے کر دیے۔ کسی نے ان کو خدا بنا دیا کسی نے خدا کا بیٹا، کسی نے کذاب و مفتری کہا، کسی نے نسب وغیرہ پر طعن کیا۔ عجی بات وہی ہے۔ جو ظاہر کر دی گئی کہ خدا نہیں، خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جھوٹے مفتری نہیں، سچے پیغمبر ہیں۔ ان کا حسب سب سے پاک و صاف ہے۔ خدا نے ان کو "کلمۃ اللہ" فرمایا ہے اور ممکن ہے "قول الحق" کے معنی بھی یہاں "کلمۃ اللہ" کے ہوں۔

وَلَدٍ سُبْحَنَهُ ۖ إِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۳۵﴾

۳۵۔ پاک ذات سے ۳۶۔ خیر ایتھات کی نام کا ۳۷۔ سبکی ذات سے ۳۸۔

فَبِكُونُ ﴿۳۵﴾ وَلَئِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا

۳۹۔ وہ ذات سے ۴۰۔ اور آپ سب کے رب سے ۴۱۔ اور آپ سب کے رب ۴۲۔ اس کی طرف سے ۴۳۔

صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

۴۴۔ یہ تہ ۴۵۔ پھر وہی حدیث و عقیدوں کے ۴۶۔ ان میں

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۳۷﴾ أَسْمِعْ

۴۷۔ سنہرے سے ۴۸۔ جس وقت ۴۹۔ اس کی ۵۰۔

بِهِمْ وَأَبْصُرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَكِنَ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي

۵۱۔ اور دیکھتے ہیں ۵۲۔ جس دن میں ۵۳۔ اور ۵۴۔

ضَلِيلٍ مُبِينٍ ﴿۳۸﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ

۵۵۔ مرتبہ تک سے ۵۶۔ اور ان سے ۵۷۔ اس چہ سے ۵۸۔ اس سے

الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّا نَحْنُ

۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔

نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ

۶۵۔ وارث ہیں ۶۶۔ اور وہی سے زمین پر ۶۷۔ اور وہی کی طرف سے ۶۸۔ اور

حضرت عیسیٰ کی اجنبیت کا رد ۶۹۔ اس کے یہ "ن" (نوب) کتبہ میں ہر چیز موجود ہے، سے بیٹے کے قول کی

ضرورت لاحق ہوئی۔ یا (العیاذ باللہ) اور وضوئی میں سہارا ہے "ی" و شکا سے میں مانجھ مانے کی "و" سے بعد

چلائے کی؟ اور ارشید ہو کر مہو، آدمی مال باپ سے پیرا، تائب۔ پھر حضرت مسیح کا باپ کے ہیں "اس" کا جو سے بھی

اسی حملہ "کن فیکون" میں آ گیا۔ یعنی ایسے قدر مطلق کے لئے یہ مشکل ہے کہ ایک بچہ کو بن باپ پیدا کر دے۔ اگر جیسا کہ خدا کو باپ اور مریم کو ماں کہتے ہیں تو کیا (معاذ اللہ) دوسرے تعلقات زنا شکی کا بھی اقرار کریں گے؟ باپ ماں کو بھی بہرحال تخلیق کا طریقہ وہ تو نہ ہوگا جو تمنا میں ہوتا ہے۔ پھر بدعت باپ کے پیدا ہونے میں کیا شک ہے۔

◆ تو حید خالص کی تعلیم | یہ کس نے کہا؟ بعض کے نزدیک یہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ گویا پیشتر حضرت مسیح کی جوتنگو "قال انی عبد اللہ الح" سے ملتی گئی تھی، یہ اس کا تملکہ ہوا۔ رمیاں میں مخاطب کی تنبیہ کے لئے "دلک عیسیٰ ابن مریم" سے حق تعالیٰ کا کلام تھا۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کو "واذکذابی الکتب مریم الح" کے ساتھ لایا جائے۔ یعنی (اے محمد صلعم) کتاب میں مریم مسیح کا حال نہ کر جو مذکور ہو چکا، بدعت ہے۔ اور تمہارا سب کا رب یہ ہے۔ تنہا اسی کی بندگی کرو۔ بیٹے، پوتے مت بناؤ۔ سیدھی راہ تو حید خالص کی ہے جس میں چھوٹی سی چیزیں ہیں۔ سب انبیاء اسی کی طرف ہدایت کرتے ہیں لوگوں نے بہت سے فرقے بنائے اور جدی جدی رہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ تو حید کا تکار کر رہے ہیں انہیں بڑے ہولناک دن (روز قیامت) کی تباہی سے خبردار رہنا چاہئے جو یقیناً پیش آنے والی ہے۔

◆ آخرت میں کفار کا دیکھنا سننا | جن کو جبکہ سننا اور دیکھنا معیدہ ہو، بالکل اندھے، بہرے بنے ہوئے ہیں، رقیامت کے دن جب دیکھنا سننا چھوڑ دینا پڑے گا، آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے اس وقت وہ باتیں سنیں گے جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ منہ، کانکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں عود باللہ مدہ۔ کافروں کو پچھتاتے بہت مواقع پیش آئیں گے۔ آخری موقع وہ ہوگا جب موت و مینڈھے کی صورت میں، کر بہشت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر رنج کیا جائے گا اور بتائے گی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہ پڑے، اس کے بعد کسی کو موت آنے والی نہیں۔ اس وقت کافر بالکل ناامید ہو کر حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔ لیکن

اب پچھتا۔ کیا ہوت جب چیزیں چمک گئیں کھیت

◆ کفار کی غفلت | یعنی اس وقت انہیں یقین نہیں کہ واقعی ایسا دن آئے گا! ہے وہ غفلت کے نشہ میں مخمور ہیں اور بڑی بھاری بھول میں پڑے ہیں۔ کاش اس وقت آنکھیں کھولتے اور اپنے نفع نقصان سمجھتے اس دن پچھتانے سے حسرت و الموں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ "النس قد مدفت وما یمنع الندم"

◆ یعنی کسی کا منہ یا منہ بقی نہ رہے گی۔ ہر چیز براہ راست مالک حقیقی کی طرف وٹ جائے گی۔ وہی بلا واسطہ حاکم و متصرف علی الاطلاق ہوگا۔ جس چیز میں جس طرح چاہے گا اپنی حکمت کے موافق تصرف کرے گا۔ دنیا کے جن سادہ لوگوں نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے سب کا ایک ہی وارث باقی رہ جائے گا ملک و ملک کے لئے چوڑے دعوے رکھنے والے سب فتنے کے گھاٹ اتار دیے جائیں گے۔

فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيمَ هُ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝ اِذْ

100

◆ فیضانِ اسلامی

قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ

١٠٠

اے باپ میرے کیوں رہتا ہے؟

$$A_{\text{max}} = 100 \times \frac{A}{A_{\text{max}}}$$

وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ﴿٢٧﴾ يَا بَتِ إِيَّيْ قَدْ جَاءَنِي مِنَ

♦ اور نہ کام سے تھکتے ہیں

— *—*

2. 154

الْعِلْمُ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٢٢﴾

ایک چڑی

جو مجھے نہیں آتی

۱۳۳۳

● **مختارہ** تجلی و توحید

يَا بْتَ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ

← $\frac{1}{2}$ $\frac{1}{2}$

مت پون شپي،

بہشتی شہزادوں سے

عَصِيًّا ۝ يَأْتِ اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ يَّمْسَكَ عَذَابُ مِّنْ

تافریماں

مجلس

۱۱۹۱۳۳۰۰۰۰

الرَّحْمَنُ فَتَكُونُ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا ﴿٥٦﴾ قَالَ أَرَأَيْبُ أَنْتَ

نہایت سے

﴿﴾ مجھے تو جو حجابِ شیطانی کا سامنا ہے

1239

— 4125 —

عَنْ إِلَهَتِي يَا بَرَاهِيمَ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَا رَجْمُكَ

یہ ہے۔ فخریہ (محبوبوں) سے

السلامة

4-2-2017

4. (1) $\frac{1}{2} \log \frac{1}{2}$

وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا ﴿٣٦﴾ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۖ

۱۹۹۱ء و جامیر کے پاک سے نیابت

تیری ملاقاتی ہے

پس سہ ہفتہ خواں کا قریب ایک برس ہے

﴿حضرت ابراہیم سچے نبی تھے﴾ گزشتہ رکوع میں حضرت مسیح و مریم کا قصہ بیان فرما کر خدائی کارروائی کیا تھا جو ایک آدمی کو خدا بنا رہے ہیں۔ اس رکوع میں مشرکین کے کوششوں نے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ تک کو کس طرح شک و شبہ پڑتی ہے کہ وہ کافر کا رطلن و قارب و جھوڑ کر خدا کے واسطے ہجرت اختیار کی۔ مشرکین مکہ کا دعویٰ تھا کہ وہ ابراہیم کی اولاد ہیں اور اسی کے دین پر ہیں۔ نہیں بتا دیا گیا کہ بت پرستی کے متعلق تمہارے باپ پر کچھ کارروائی کر رہے ہیں۔ اگر ہوا خدا کی تقلید کرنا چاہتے ہو تو ایسے باپ کی تقلید کرو۔ و مشرک باپ دادوں سے اسی طرح بیزار ہو جاؤ۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام ہو گئے تھے۔

﴿"صدیق" کے معنی ہیں "بہت زیادہ سچ کہے والا"﴾ نوبی بات کو عمل سے سچے مانگے۔ یہ اور استعارہ پاک طینت جس کے قلب میں عین قبول کرنے کی نہایت علی، اس استعداد، جو سو۔ جو بات خدا کی طرف سے پہنچے بدوقت اس کے دل میں اتر جائے۔ شک و تردید گنجائش ہی نہ رہے۔ ابراہیم علیہ السلام ہر ایک سچی سے صدیق تھے اور چونکہ صدیقیت کے لئے ہوت لازم نہیں اس لئے "صدیق" کے ساتھ "سبأ" فرما کر نبوت کی تصریح کر دی۔ یہیں سے معلوم ہو گیا کہ مذہب و ملائکہ کی حدیث اور "نحل احل بالشک من ابراہیم" وغیرہ روایات میں کذب و شک کے وہ معنی مراد نہیں جو سچ کا۔ سے مفہوم ہوتے ہیں۔

﴿حضرت ابراہیم کی اپنے والد کو تبلیغ﴾ یعنی جو چیز دیکھتی سنتی ہو اور مشکلات میں چمکا کر اسے مکر و حیل الوجود نہ ہو، اس کی عبادت بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ایک پھر کی بے جان مورتی جو نہ سنے نہ دیکھے نہ سمجھے کسی کام آئے، خود دہارے ہاتھ کی تراشی ہوئی، اس کے معبود بن کر ایسا کسی مانتا اور خود دار کا کام نہیں ہو سکتا۔

﴿یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحید، معاد، وغیرہ کا صحیح علم دیا، اور حق شریعت سے آگاہ دیا ہے۔ اترتم میری بیوی، روتی ہوئی سیدھی راہ پر لے چلو گا اور نہ اسے حق تک پہنچنے والی ہے۔ اس کے سوا سب رات نیرھے ترچھے ہیں۔ جن پر چل کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔﴾
﴿توں کو چونکہ شیطان کے افواہ سے دوتا ہے اور شیطان کی حرکت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بتوں کی پرستش گویا شیطان کی پرستش ہوئی اور نافرمان کی پرستش رحمان کی انتہائی نافرمانی ہے شاید لفظ "عصی" میں وہ بھی توجہ دلائی ہو کہ شیطان کی پہلی نافرمانی کا اظہار اس وقت ہوا تھا جب تمہارے باپ آدم کے سامنے سر بسجود ہونے کا حکم دیا گیا۔ لہذا اولاد آدم کے لئے ذوب کرنے کا حکم ہے کہ رحمن کو چھوڑ کر اپنے اس قدیم زنی دشمن کو معبود بنا لیں۔﴾

﴿یعنی رحمن کی رحمت غصہ تو چاہتی ہے کہ تمام بدوں پر شفقت و مہربانی ہو لیکن تیری بد اعمالیوں کی شامت سے ڈر ہے کہ ایسے حلیم و مہربان خدا کو غصہ نہ جائے اور تجھ پر کوئی سخت آفت نازل نہ کر دے جس میں پچھن سرتو بیش کے لئے شیطان کا ساتھی بن جائے یعنی کفر و شرک کی مزا دلت سے تیندہ ایمان و توبہ کی واقعی نصیب نہ ہو اور اولیاء الشیطان کے سردوں میں شامل نہ کر کے دہائی عذاب میں دھکیل دیا جائے۔ عموماً مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں۔ حضرت شد و صاحب لکھتے ہیں "یعنی کفر کے وبال سے کچھ آفت آئے اور تو مد مانگنے لگے شیطان سے یعنی توں سے، اکثر لوگ ایسے ہی وقت شرک کرتے ہیں۔" واللہ اعلم۔

﴿حضرت ابراہیم کے والد کا غصہ﴾ باپ نے حضرت ابراہیم کی تقریریں کر کہا "معبود ہوتا ہے تو بتاتے کہ تو بتاتے معبودوں سے بد عقیدہ ہے۔ بس اپنی بد اعتقادی اور غلط نصیحت کو رہنمائی دے، اور نہ تجھ کو کچھ اور سننا پڑے گا بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار و ناپائزہ گا۔" راپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے ایک مدت (عمر بھر) کے لئے دور ہو جا۔ میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ پر ہاتھ اٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔

﴿حضرت ابراہیم کی اپنے والد سے جدائی﴾ یہ نصیحت یا متارکت کا سامان ہے۔ جیسے ہمارے محاورات میں ایسے موقع پر کہہ دیتے ہیں کہ "فلاں بات یوں ہے تو ہمارا سمجھ ہو۔" دوسری جگہ فرمایا "وادیسمعوا اللغو اغرضوا عنه وقالوا لئلا نغفلنا ولکنم اغفلناکم سلام علیکم لا ینتعی الہاھلین" (اقتصر رکوع ۶) حضرت شد و صاحب لکھتے ہیں "معلوم ہوا اگر دین کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور گھر سے نکالے لگیں اور بیٹا ماں باپ و میٹھی بات کہہ کر نکل جائے، وہ بیٹا حق نہیں۔"

إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝ وَأَعْتَزَلَكُمُ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

بے شک وہ مجھ پر مہربان تھا ۝ اور چھوڑا تم کو اور جو تم دعا کرتے ہو ۝

اللَّهُ وَأَدْعُوا رَبِّي ۚ عَسَىٰ أَلاَّ أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي

اور میں بندوں کی دعا کا اپنے رب کی امید سے کہہ دوں گا ۝ اپنے رب کی دعا کی دعا

شَقِيًّا ۝ فَلَمَّا أَعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

خوف ۝ پھر جب کہ انہوں سے ۝ اور جن کو وہ تعبد کرتے تھے ۝

اللَّهُ ۚ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝

۝ ہم نے اس کو عیسیٰ اور یعقوب ۝ اور ان کو نبی بنا دیا ۝

وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ

اور ان کو ہم سے رحم سے ۝ اور ان کے لسان

صِدْقٍ عَلِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ ۚ إِنَّهُ كَانَ

۝ سچے بات (سچے قول) والا نبی ۝ اور ذکر کرتا ہے میں ۵۰ ۝ بے شک وہ حق

مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝ وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ

چنا ۝ اور تھا رسول نبی ۝ اور پکارا ہم نے اس کو وہی طرف سے

الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ

طور پہاڑ کی ۝ اور ہم نے اس کو مجھے ۝ اور بخشا ہم نے اس کو اپنی

والدہ کیلئے استغفار کا وعدہ ۝ امید ہے اپنی مہربانی سے میرے باپ کے لئے نہ معاف فرما دے گا۔ حضرت پریم نے استغفار کا

وعدہ ابتدا کیا تھا۔ چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ تھی تب موقوف کیا۔ یہ بحث سورہ توبہ (برائۃ) میں "مَا كَانَ

لِلنَّبِيِّ وَالنَّبِيِّاتِ أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ الْحَيِّ" کے تحت میں مذکور ہے ملاحظہ فرمائیے۔

﴿ حضرت ابراہیم کی ہجرت ﴾ یعنی میری نجات کا ذب و ان اثر تم پر نہیں، بلکہ انٹھے و حمیلوں، یہ ہو تو اب میں خود تمہاری ہستی میں رہنا نہیں چاہتا۔ تم کو اور تمہارے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ کر وہاں سے محنت کرنا سنا تاکہ یکنو ہو اور اطمینان سے خدائے احد کی عبادت کر سکو۔ حق تعالیٰ کے فضل و رحمت سے کامل میدان میں خرومانہ کامیں رہو گا۔ غربت و یکسوی میں جب اس کو پکارا، پکارا، ادھر سے ضرور چاہت ہوئی۔ میرا خدا پھر میری مورتی نہیں کہ کتنی جینو چاہو، وہی نہ سکے۔

﴿ حضرت ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کے انعامات ﴾ مئی اللہ ہی وہ جس میں تجربہ ن اور یوں سے ہر چہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت اپنے دیے تاکہ غریب الوطنی کی وحشت و ہر ہو و اس و ملوں حاصل کریں۔ شاید یہاں حضرت اسمعیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ اس کے پاس نہیں ہے، بچپن ہی میں جدا کر دیا گئے تھے۔ نیز اس کا مستقل زمانہ ہے۔ وہ ہے۔ تنبیہ حضرت اسحق حضرت ابراہیم کے بیٹے اور حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں۔ ان ہی سے سلسلہ نبی و اہل کا چلا۔ جن میں سیکڑوں نبی ہوئے۔

﴿ یعنی اپنی رحمت نامہ سے ان کو بڑا حصہ عنایت فرمایا، ان میں یوں کیا اور ہمیشہ سے ان کا درجہ جاری رکھا۔ چنانچہ تمام مذاہب و مسل ان کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں اور امت محمدیہ کو اپنی نمازوں میں پڑھتی ہے۔ اللہم صل علی محمد و آل محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حبیبہ مجیدہ فی امتیقت یہ حضرت ابراہیم کی اما، واخلعل لئی لسان صدق فی الاحوال کی مقبولیت کا ثبوت۔

﴿ حضرت موسیٰ کے واقعہ کی تذکیر ﴾ یعنی قرآن کریم میں جو احادیث مذکور ہیں، عام کابینوں یا جا رہے ہوؤں کے سامنے ذکر کیجئے کیونکہ وہ اسحق و یعقوب کی نسل سے اسرائیلی سلسلہ کے، و اعظم و عظیم اور مشرعی و عظم ہوں۔ ہیں۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰ و عیسیٰ کے تذکرہ میں خصوصیت کے ساتھ یہاں یوں کی اصلاح اور ابرائیم کے ذریعہ میں شریعتیں مذکور ہوئی ہیں، مقصود تھا، حضرت موسیٰ و مارون علیہما السلام کے تذکرہ سے شاید یہ ہو، و ہاں تاہم قرآن کس قدر شاندار ہے۔ ان کے مقتدرے عظیم کے واقعی کمالات و می سن کا احاطہ کرتا ہے۔ یہود و نوحا بنے، وہ بھی اپنے اس جلیل القدر و عظیم و عظیم کوئی نہ ہے۔ وہ حق سمعیلی نبی (محمد صلیم) کی رسالت و نبوت کا کھلے دل سے اعتراف کریں شاید ہی نے حضرت موسیٰ۔ بعد و بے دشمن حضرت اسمعیل کی طرف پھیر دیا گیا۔

﴿ رسول اور نبی کا فرق ﴾ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئے وہ ”نبی“ ہے، نبیہ میں سے جن کو خصوصی امتیاز حاصل ہو، یعنی مہذبین کے مقابلہ پر خدا کا نامہ امت کی طرف مبعوث ہوں یا نبی کہتا ہے۔ و مستقل شریعت رکھتے ہوں وہ ”رسول نبی“ یا ”نبی رسول“ کہلاتے ہیں۔ شریعت میں جزئی تصرف مثلاً ان کی مقرر کی ہوئی مطلق کی تعمید وغیرہ رسال کے ساتھ مخصوص نہیں عام انبیاء بھی کر سکتے ہیں۔ باقی غیر انبیاء پر رسول یا مرسل کا اطلاق جیسا کہ قرآن کے بعض مواضع میں پایا جاتا ہے وہ اس معنی مصطلح کے اعتبار سے نہیں۔ وہاں دوسری حیثیات معتبر ہیں۔ واللہ اعلم۔

﴿ حضرت موسیٰ سے حق تعالیٰ کا کلام ﴾ جیسی موسیٰ علیہ السلام جب ”گ“ کی پیمبر محسوس کرے ”طوڑ“ پھاڑی اس مبارک و میمون جانب میں پہنچ گئے جو ان کے دائیں ہاتھ مغرب کی طرف واقع تھی۔ و اللہ تعالیٰ نے ان کو پکارا اور سمکھائی کا شرف بخشا۔ تفصیل سورہ ”طہ“ میں آئے گی۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت بہت دور رہے تھے خدا کا کلام سن رہے تھے جو بدون واسطہ فرشتے کے ہو رہا تھا۔ اور روحانی طور پر اس قدر قرب و محو وصل تھا کہ یہی قلموں کی آواز سننے لگے تھے جن سے تورات نقل کی جا رہی تھی۔ وہی ”کو“ بھیہ اس لئے فرمایا کہ اس وقت کوئی بشر امتحان میں شریک نہ تھا۔ گو بعد میں اوروں کو بھی خبر کر دی گئی۔

رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَرُونَ نَبِيًّا ۝۵۴ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إسماعِيلَ ۝

مہربانی سے ﴿پہلی اس کا داد کی (نبی بنا کر)﴾ ♦ درمذہب کتاب میں ﴿۵۴﴾

إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝۵۵ وَكَانَ

وہ تھا وعدہ کا سچا ♦ در حق سب نبی ﴿۵۵﴾

يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ ۝۵۶ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ

علم رکھتا تھا اپنے گھرانے والوں کو ﴿۵۶﴾ ♦ نورۃ درود کا ﴿تھا ہے رب سے۔ یہاں﴾

مَرْضِيًّا ۝۵۷ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إدریسَ ۝۵۸ إِنَّهُ كَانَ

پسندیدہ ♦ در ذمہ کرتا تھا میں اور میں کا ﴿۵۷﴾

صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝۵۹ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝۶۰ أُولَئِكَ الَّذِينَ

سچائی ♦ در انجیل پر ہم سے اس کو ایدہ کیے کتاب پر ﴿۵۹﴾ ﴿یاد رکھیں﴾

أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ مَن ذُرِّيَّتُهُ أَدْمَقَ وَ

جن پر نعم فرمایا اللہ نے ﴿۶۰﴾ ﴿خیروں میں﴾ ﴿توہم کی اولاد میں﴾

مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۝۶۱ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِبْرَاهِيمَ وَ

ان میں جس کو ہم نے ہم سے نوح کے ساتھ ﴿۶۱﴾ ﴿اور ابراہیم کی اولاد میں﴾

إِسْرَءِيلَ ۝۶۲ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَاهُ إِذَا تُتْلَىٰ

اسرائیل کی ﴿۶۲﴾ ﴿اور ان میں جن کو ہم سے ہدایت کی﴾ ﴿اور پسند کیا﴾ ﴿تسبیح میں﴾

﴿حضرت ہارون پر اللہ کی رحمت﴾ یعنی ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے کام میں مددگار بنے جیسا کہ انہوں نے خواہش کی تھی۔ واحیٰ ہارونؑ ہو فصیح منیٰ لساناً فارسلہ معی رذا یصلہ فسیٰ (تقصیر روح ۴) اور واخلع لی ورنہا من اہلنی ہارونؑ احیٰ (طہ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے درخواست قبول فرمائی اور ہارونؑ کو یہی کام سرانجام دیا۔ ﴿تقویت﴾

کے لئے دے دیا۔ ویسے عمر میں حضرت ہارون بڑے تھے۔ کہتے ہیں کہ نیا میں کسی نے اپنے بھائی کے سے اس سے بڑی شفاعت نہیں کی جو منی علیہ السلام نے حضرت ہارون کے لئے کی تھی۔

حضرت اسمعیل کی مدح اور حضرت اسحاق پر فضیلت | اس سے حضرت اسمعیل کی فصیلت حضرت اسحاق پر ظاہر ہوتی ہے

کیونکہ ان کو صرف نبی فرمایا اور اسمعیل کو رسوں نبی کہا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے۔ ”اِنَّ اللّٰهَ اضْطَعٰ مِنْ وَلَدِ اِبْرٰهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ“ (ابراہیم کی اولاد میں سے اللہ نے اسمعیل کو چن لیا)۔ حضرت اسمعیل عرب حجاز کے مورث اہل اور ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے جد ۱۰ میں سے ہیں جو ابراہیمی شریعت دے کر ”نبی جبرہم“ کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان کا صادق الوعد ہونا مشہور تھا۔ خدا سے بندوں سے جو وعدہ کیا پورا کر کے دکھایا۔ ایک شخص سے وعدہ کیا کہ جب تک تو آئے میں اسی جگہ رہوں گا۔ کہتے ہیں وہ ایک برس نہ آیا۔ وہیں رہے۔ نبی کریم ﷺ سے بھی منقول ہے کہ ”قل از بھشت آپ سے عبد اللہ بن ابی الحساء نے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریے میں بھی آتا ہوں۔ آپ تین دن تک اسی جگہ رہے جب وہ واپس آیا تو فرمایا کہ تو نے ہم کو تکلیف دی۔ میں حسب وعدہ تین دن سے یہیں ہوں۔“ حضرت اسمعیل کے وعدہ کی انتہائی سچائی اس وقت ظاہر ہوئی جب اپنے باپ ابراہیم سے کہا تھا۔ ”يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تَوْفَعُوْنِيْ مِنْ حٰجَتِيْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ“ (الفافات رکوع ۳) اور اسی طرح کر کے دکھایا۔

حضرت اسمعیل کی گھر والوں کو تبلیغ | کیونکہ گھر والے قریب ہونے کی وجہ سے ہدایت کے اور مستحق ہیں، ان سے آگے کو

مسلمہ چلتے ہیں۔ اسی سے دوسری جگہ فرمایا ”وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا“ (طہ رکوع ۸) اور ”يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاهْلٰكُمْ سَادًا“ (تحریم روع ۱) خود نبی کریم ﷺ کو بھی یہی ارشاد ہوا ”وَاَنْذِرْ غَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبٰتِ“ (شعراء رکوع ۱۱) بعض کہتے ہیں کہ یہاں ”اہل“ سے نہ کسی ساری قوم مراد ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن مسعود کے مصحف میں ”اهلہ“ کی جگہ ”قومہ“ تھا۔ واللہ اعلم۔

یعنی اسروں کو بدعت کرنا اور خود اپنے قوں و انعام میں پسندیدہ مستقیم افعال اور مرضی انحصار تھا۔

حضرت اور لیس علیہ السلام | راجح یہ ہے کہ اور لیس علیہ السلام حضرت آدم اور نوح کے درمیانی زمانہ میں گذرے ہیں۔ کہا

جاتا ہے کہ ان میں نجوم و حساب کا علم، قلم سے لکھنا، پیرا میں، ناپ قوں کے آلات اور اسلحہ کا بنانا ان سے چلا۔ واللہ اعلم۔ شب معرج میں نبی کریم کی پوتھے آسمان پر ان سے ملاقات ہوئی۔

حضرت اور لیس کا مقام رفعت | یعنی قرب و عرفان کے بہت بلند مقام اور اونچی جگہ پر پہنچا یا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مسیح

کی طرح وہ بھی زندہ و آسمان پر اٹھائے گئے و اب تک زندہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ آسمان پر بے جا کر روح قبض کی گئی۔ نکلے متعلق بہت سی اسرائیلیات مفسرین نے غفل کی ہیں۔ ان کثیر نے ان پر تنقید کی ہے۔ واللہ اعلم۔

یہی لوگ انعام والے ہیں | یعنی جن انبیاء کا بتدائے سورت سے یہاں تک ذکر ہوا۔ اسی قسم کے لوگوں پر حق تعالیٰ نے

اپنے نعمات کی بارش کی ہے۔ یہ سب آدم کی اولاد ہیں اور اور لیس کے سوا باقی سب ان کی اولاد بھی ہیں جنہیں نوح کے ساتھ ہم

نشتی پر سار کیا تھا۔ اور بعض برہنہ کی ذریت میں ہیں۔ مثلاً اسحاق، یعقوب اسماعیل علیہم السلام اور بعض

اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ مثلاً موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام

یعنی طریق حق کی طرف ہدایت کی اور منصب نبوت و رسالت کے لئے پسند کر لیا۔

عَلَيْهِمْ آيَةُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ﴿٥١﴾ فَخَلَفَ

تسلی سن سے میں بدوش (برائے میں خدا کرتے) اور تے ۵۱ ﴿۵۱﴾ پھر سن سے

مِنْ بَعْدِهِمْ خَلَفٌ أَصَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا

تے نائب کھوئے سے اور پیچھے پڑے

الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٢﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ

مزوں سے سنا سے میں سے اسی ۵۲ ﴿۵۲﴾ اور جس نے توبہ اور امن کیا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ

اور ان میں سے وہ لوگ ہیں جن کے اعمال میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا

شَيْئًا ﴿٥٣﴾ جَنَّتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ط

پھر ﴿۵۳﴾ جنوں میں سے جن کا وعدہ کیا ہے جس نے اپنے بندوں سے ان کے غیب کی بات کی

إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا ﴿٥٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا إِلَّا

جسے شک ہے اس کے وعدہ پر پہنچنا ﴿۵۴﴾ وہیں کے وہاں بہت سوائے

سَلَامًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا ﴿٥٥﴾ تِلْكَ

سلام اور یہ ہے اس کی روزی وہاں ﴿۵۵﴾ اس کا ارشاد

الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٥٦﴾

اور بہت سے اور میرے ہیں تم اپنے بندوں میں جو کوئی ہوگا پر یہ کار ﴿۵۶﴾

﴿۵۶﴾ تلاوت قرآن کا اور یہ جہنم اور جہنم اور جہنم کے شان عبادت و بندگی میں کامل ہیں۔ لہذا کار میں کر وہ اس کے مضامین سے متاثر ہو رہے ہیں اور خوش و خوش کیساتھ بدو میں گر پڑتے ہیں اور اس کو یاد کر رہے ہیں۔ اسی لئے وہ اس کا اجماع ہے کہ اس آیت پر جو آواز چاہے وہاں مقررین کے طریق عمل کو یاد کر کے ایک طرح کی مشابہت ان سے

حاصل ہو جائے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریہم پڑھ کر مجاہد کیا اور فرمایا ”ہذا السُّخُودُ فَاِنَّ الْبُكْيَ“ (یہ تہجد ہوا۔ گئے بگے بگے) بعض مفسرین نے یہاں ”ایٹ السُّخُودُ“ سے خاص آیات کو اور ”سُخُودًا“ سے کجود طاوت مراد کیا ہے۔ مگر خطہ ہادی ہے جو ترمذی ہم پہلے کر چکے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو اور روؤ اگر روانا نہ آئے تو (کم از کم) روئے کی مسورت بناؤ۔

◆ **نماز ضائع کرنے والوں کی سزا** وہ تو انگوٹوں کا حال تھا یہ پچھو کہ ہے کہ دنیا کے مزدوں اور نفسان خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے۔ نماز جو اہم العبادات ہے اسے ضائع کر دیا۔ بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے۔ بعض نے فرض چھوڑ کر پڑھی نہیں۔ بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شرط و حقوق کی رعایت نہ کی ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی کو دیکھ لے گا کہ جیسے خسرا اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین دادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ہی ”عقی“ ہے۔

◆ **توبہ کرنے والوں کی فضیلت** یعنی توبہ کا دروازہ ایسے مجرموں کے لئے بھی بند نہیں جو گنہگار سچے دل سے توبہ کر کے ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اپنا چار چمن درست رکھے بہشت کے دروازے اس کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ توبہ کے بعد جو نیک اعمال کرے گا سابق جرائم کی بنا پر اس کے اجر میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی نہ کسی قسم کا حق ضائع ہوگا۔ حدیث میں ہے۔ ”الْقَائِلُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ“ (”نہادے توبہ کرنے والا ایسا ہے ویسا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا“) اللّٰهُمَّ ثَبِّ عَلَيْنَا اَمْكُ اَنْتَ الْتَوْبُ الْوَحِيْمُ۔

◆ **جنت کے انعامات** جب یہ بندے ان دیکھی چیزوں پر پیغمبروں کے فرمانے سے ایمان لائے، بن دیکھے خدا کی عبادت کی، تو اللہ نے ان سے جنت کی ان دیکھی نعمتوں کا وعدہ فرمایا۔ جو ضرور بالضرور پورا ہو کر رہے گا۔ کیونکہ خدا کے وعدے بالکل حتمی اور اٹل ہوتے ہیں۔

◆ یعنی جنت میں غویہ کار باتیں اور یہود و شورو و شغب نہ ہوگا۔ ہاں فرشتوں اور مومنین کی طرف سے ”سَلَامٌ عَلَیْکَ“ کی آوازیں بند ہوگی۔

◆ صبح و شام سے جنت کی صبح و شام مریہ ہے۔ وہاں دنیا کی طرح طلوع و غروب نہ ہوگا جس سے رات دن اور صبح و شام مقرر کی جائے۔ بلکہ خاص قسم کے انوار کا تار و تنوع ہوگا۔ جس کے ذریعہ سے صبح و شام کی تحدید و تعین کی جائیگی۔ حسب عادت و معمول صبح و شام جنت کی روزی پیچٹی۔ ایک منٹ کے لئے بھوک کی تکلیف نہیں ستائے گی۔ دور دردی یا ہون؟ اسکی کیفیت خدا ہی جانے۔ حدیث میں ہے۔ ”یَسْتَعْمِلُونَ اللّٰهَ ذُكْرًا وَعَشِيًّا“ (جنتی صبح و شام حق تعالیٰ کی تسبیح کہیں گے) گویا جسمانی مذاکے ساتھ روحانی غذا بھی ملتی رہے گی۔

◆ **جنت متقین کی میراث ہے** یعنی میراث آدم کی کہ اول ان کو بہشت ملی ہے۔ اور شاید غلط میراث اس لئے اختیار فرمایا کہ اقامت ملک میں یہ سب سے زیادہ اتم و حکم قسم ہے جس میں نہ نفع کا احتساب نہ دوائے جانے کا نہ ابطال و اقامت کا۔

وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا

وہم نہیں کرتے مگر حکم سے ہے اس کے ہاں ہے جو ہمارے آگے ہے

خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ رَبُّ

ہمارے پیچھے اور جو اس کے پیچ میں ہے اور جسے آپ نے بھول دیا ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے اس کی بندگی کر اور قیام کر

لِعِبَادَتِهِ ۚ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ۝ وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ

اس کی بندگی پر کیا وہ جانتا ہے اس کے نام کا اور کہتا ہے آدمی

عِذَا مَاتَ لَسَوْفَ أُخْرِجُ حَيًّا ۝ أَوْ لَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ

کیا جب میں مر جاؤں تو پھر نکال دیا جائے گا اور کیا انسان یاد رکھتا ہے

أَنَا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكْ شَيْئًا ۝ فَوَرَبِّكَ

کہ ہم نے اس کو بنا دیا پہلے سے اور وہ کچھ چیز نہ تھا اور سوچو کہ

لَنُخْشِرَنَّهُمُ وَالشَّيْطَانِ ثُمَّ لَنَنْحَضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ

میں ان کو اور شیطان کو ہمیں چاہئے اور ان کو جہنم کے

جَنَّتًا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى

گھٹنوں پر کرے ہونے پھر ہم ہر جماعت میں سے اُن کو جس سے

الرَّحْمَنِ عَنِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْحُنُّ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أُولَىٰ بِهَا

رحمن سے اُن کو پھر ہم ان کو جو سب سے زیادہ قابل ہیں ان میں

حضرت جبریل کا نزول بھی اللہ کے حکم کے تابع ہے | ایک مرتبہ جبریل کی روزنک نہ آئے۔ آپ منقبض تھے۔ کفار

نے کہن شروع کیا کہ محمد کو اس کے رب نے خفا ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ اس طعن سے آپ اور زیادہ دل گیر ہوئے۔ آخر جبریل تشریف لائے۔ آپ نے اتنے روزنک نہ آنے کا سبب پوچھا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "ما یمنعک ان تروڑا اکثر مٹا توڑا"۔ (جتنا تم آتے ہو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟) اللہ تعالیٰ نے جبریل کو سکھایا کہ جواب میں یوں کہو۔ "وما ننزل الا بامر ربک ارح" یہ کلام اللہ کا جبریل کی طرف سے۔ جیسا "ایناک یغلبوا اناک سنعبین" میں ہم کو سکھایا ہے۔ حاصل جواب یہ ہے کہ ہم خالص عبد مامور ہیں۔ بدون حکم الہی ایک پر نہیں ہلا سکتے۔ ہمارا چرنا اترنا سب اس کے حکم و اذن کے تابع ہے۔ وہ جس وقت اپنی حکمت کا مد سے مناسب جانے ہم کو نیچے اترنے کا حکم دے۔ کیونکہ ہر زمانہ (ماضی، مستقبل، حال) اور ہر مکان (آسمان زمین اور ان کے درمیان) کا حکم اسی کو ہے اور وہی ہر چیز کا مالک و قابض ہے۔ وہی جانتا ہے کہ فرشتہ کو پیغمبر کے پاس کس وقت بھیجنا چاہئے۔ مقرب ترین فرشتہ اور معظم ترین پیغمبر کو بھی یہ اختیار نہیں کہ جب چاہے کہیں چلا جائے یا کسی کو اپنے پاس بل لے خدا کا ہر کام برکل اور بروقت ہے۔ بھوں چوک یا نسیان و غفلت کی اس کی ہر گاہ میں رسائی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جبریل کا جلد یا بدیر آنا بھی اسکی حکمت و مصلحت کے تابع ہے۔ (تنبیہ اول) "ہمارے آگے جیچھے" کہا آسمان وزمین کو۔ اترتے ہوئے زمین آگے، آسمان پیچھے، چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یا آگے۔ اور "تر" آگے جیچھے" سے تقدیم و تاخیر نہ مانی مراد ہو تو زمانہ مستقبل آگے آنے والا اور زمانہ ماضی پیچھے گزر چکا ہے اور زمانہ حال دونوں کے بیچ میں واقع ہے۔ (تنبیہ دوم) پہلے فرمایا تھا کہ جنت کے وارث اتقوا (خدا سے ڈرنے والے پرہیزگار) ہیں۔ اس آیت میں بتلادیا کہ ڈرنے کے لائق وہی ذات ہو سکتی ہے جس کے قبضہ میں تمام زمان و مکان ہیں۔ اور جس کے حکم و اجازت کے بدون بڑے سے بڑا فرشتہ بھی پر نہیں ہلا سکتا۔ انسان کو چاہئے اگر وہ جنت کی میراث لینا چاہتا ہے تو فرشتوں کی طرح حکم الہی کا مطیع و منقاد بن جائے اور ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جو خدا اپنے مخلص بندوں کو یہاں نہیں بھوتا، وہاں بھی نہیں بھولے گا۔ ضرور جنت میں پہنچا کر چھوڑے گا۔ بس ہر چیز کا ایک وقت ہے جنت میں ہر ایک کا نزول بھی اپنے اپنے وقت پر ہوگا۔ اور جیسے یہاں پیغمبر کے پاس فرشتے حکم الہی کے موافق وقت معین پراتے ہیں۔ جنت میں جنتیوں کی غذائے روحانی و جسمانی بھی صبح و شام اوقات مقررہ پراتے گی۔

یعنی کسی کے کہنے سننے کی پروا مت کر۔ اپنے دل کو خدا کی بندگی پر جمائے رکھ جو سارے جہان کا رب ہے اور سب سے بڑا صفات رکھتا ہے۔ اللہ کے نام اسکی صفات ہیں۔ یعنی کوئی ہے اس کی صفت کا؟ جس میں اس جیسی صفات موجود ہوں؟ جب کوئی نہیں تو بندگی کے لائق اور کون ہو سکتا ہے؟

بحث بعد الموت پر شبہات | گزشتہ رکوع میں نیکیوں اور بدوں کا انجام بیان فرمایا تھا جو مرنے کے بعد ہوگا۔ جو لوگ مر کر زندہ ہونے کو محال یا مستبعد سمجھتے ہیں یہاں ان کے شبہات کا جواب دیا جاتا ہے۔ یعنی آدمی انکار و تعجب کی راہ سے کہتا ہے کہ مر گل کر جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں اور مٹی میں مل کر مٹی بن گئے۔ کیا اس کے بعد پھر ہم قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ اور پروردگار عدم سے نکل کر پھر مصدد وجود پر جلوہ گر ہو سکے۔

اس شبہ کا جواب | یعنی آدمی ہو کراتی موتی بات بھی نہیں سمجھتا کہ چند روز پہلے وہ کوئی چیز نہ تھا۔ حق تعالیٰ نے نابود سے بود کیا۔ کیا وہ ذات جو لاشے کو شے اور معدوم محض کو موجود کر دے، اس پر قادر نہیں کہ ایک چیز کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کر سکے۔ آدمی کو اپنی پہلی ہستی کی کیفیت یاد نہیں رہی جو دوسری ہستی کا مذاق اڑاتا ہے وَهُوَ الَّذِي يَتَذَكَّرُ الْخَلْقَ لَمْ يُعَذِّدْهُمُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (الروم، رکوع ۳)

یعنی یہ منکرین ان شیاطین کی معیت میں قیامت کے دن خدا کے سامنے حاضر کئے جائیں گے جو اغواء کر کے انہیں گمراہ کرتے تھے، ہر مجرم کا شیطان اس کے ساتھ کھڑا ہوا آئے گا۔

کفار پر جہنم کی دہشت | یعنی مارے دہشت کے کفر سے گر پڑیں گے اور جہنم سے بیٹھ بھی نہ سکیں گے۔ یہی ہوا گھٹنوں پر گرنا۔

صَلِيًّا ۝ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا

قال مونسے (جھوٹے) ۝ دروئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ۝ نہ چاہا بعد ازیں ۝ رب پر ۝

مَقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ

مقرر ۝ پھر چاہیے ہم ان کو ۝ جو ڈرتے رہتے ۝ اور چھوڑ دیں گے گنہگاروں کو ۝

فِيهَا جَثِيًّا ۝ وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بِآيَاتِنَا ۝ قَالَ

ن میں امداد ملے کرے مونسے ۝ اور جب ملے گی ان کو ۝ ہماری آیتیں ۝ اعلیٰ ہوتی ۝ کہتے ہیں ۝

الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا ۝ أَيْ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ

بدوگ کے مقررین ۝ ایمان آؤ ۝ اور فرقوں میں کس کا مکان ۝

مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

بہتر سے ۝ اور کس کی اچھی جگہ سے چھس ۝ اور کتنی ملک کر چکے ہم ۝ پہلے ان سے جہاں تھیں ۝

هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِيعًا ۝ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ

دواں سے بہتر تھے ۝ سہاں میں اور سود میں ۝ تو کہہ ۝ جو رہا گمراہی میں ۝

فَلْيَبْذُذْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدًّا ۝ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ

۝ چاہیے اس کو بھیجے لے جائے جس لہذا ۝ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے ۝ جو وعدہ کرتے ہیں ۝

إِنَّمَا الْعَذَابُ وَامَّا السَّاعَةُ ۝ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ

یا آفت ۝ اور یا قیامت ۝ سوت معلوم کر دیں گے ۝ اس کا ۝

شَرُّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا ۝ وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ

بر سے مکان ۝ اور کس کی فوج کم تر رہے ۝ اور بڑھا دے اللہ ۝

♦ جینی مسکن کے ہر فرقہ میں حوزہ یا وہ پیشہ ور کٹھ اور ساز تھے، نہیں عام محرموں سے متحدہ کر دیا جائے گا۔ پھر ان میں بھی جو بہت زیادہ دوزخ کے لائق اور دوزخ کا حقدار ہوگا وہ خدا کے علم میں ہے اس کو دوسرے مجرموں سے پہلے سزا میں جھونکا جائے گا۔

♦ **دوزخ پر ہر انسان کا گزر ہوگا** | جتنی سزائیں دوزخ میں ہیں، اور مومن و کافر کے لئے حق تعالیٰ قسم کھا چکا اور فیصلہ کر چکا ہے کہ ضرور ہر دوزخ پر اس کا گزر ہوگا، کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ پر کو گیا ہے جسے عام محاورات میں ”پل صراط“ کہتے ہیں، اس پر لاچار سب کا گزر ہوگا، خدا سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجہ کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔ (العیاذ باللہ) پھر کچھ مدت کے بعد اپنے اپنے عمل کے موافق، نیز انبیاء و صلوات اللہ علیہم کی شفاعت سے، اور آخر میں براہ راست ارحم الراحمین کی مہربانی سے وہ سب گنہگار جنہوں نے سچے اعتقاد کے ساتھ کلمہ پڑھا تھا دوزخ سے نکالے جائیں گے، صرف کافر باقی رہ جائیں گے اور دوزخ کا منہ بند کر دیا جائے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ میں ہر شخص کو داخل کیا جائے گا مگر صائین پر وہ سب بر دوسلام بن جائیں گی، وہ بے کھٹکے اس میں سے گزر جائیں گے۔ واللہ اعلم۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس دخول کی بہت سی حکمتیں بیان کی ہیں۔ ظہیر جامع۔

♦ **قرآن کریم پر کفار کا استہزاء** | یعنی کفار قرآن کی آیتیں سن کر جن میں ان کا برا انجام بتایا گیا ہے جنتے ہیں اور بطور استہزاء، تہ خریب مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تمہارے زعم کے موافق آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا دونوں فریق کی موجودہ حالت اور دنیاوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیا آج ہمارے مکانات، فرنیچر، اور بود و باش کے سامان تم سے بہتر نہیں اور ہماری مجلس یا سوسائٹی تمہاری سوسائٹی سے معزز نہیں یقیناً ہم جو تمہارے نزدیک باطل پر ہیں، تم اہل حق سے زیادہ خوشحال اور جتنے واسے ہیں۔ جو لوگ آج ہم سے خوف کھا کر کوہ صفا کی گھٹی میں نظر بند ہوں، کیا گمان کیا جا سکتا ہے کہ کل وہ چھدنک مار کر جنت میں جا پہنچیں گے؟ اور ہم دوزخ میں پڑے جلتے رہیں گے؟

♦ **پچھلی قوموں کی ہلاکت سے عبرت** | یہ انکی بات کا جواب دیا کہ پہلے اسکی بہت قومیں گزر چکی ہیں جو دنیا کے ساز و سامان اور شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں۔ لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر و تفاخر کو اپنا شعار بنایا، خدا تعالیٰ نے ان کی جزاکا دی اور دنیا کے نقشہ میں ان کا نشان بھی ہٹا کر نہ رہا۔ پس آدمی کو چاہئے کہ دنیا کی فانی نیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے۔ عموماً تکبر و استغناء ہی حق کو ٹھکرا کر نہنگ ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں۔ مال، اولاد یا دنیاوی خوشحالی مقبولیت اور حسن انجام کی دلیل نہیں۔

♦ **دنیا میں عمل کی آزادی** | یعنی جو خود گمراہی میں جا پڑا اسے گمراہی میں جانے دے۔ کیونکہ دنیا جانچنے کی جگہ ہے۔ یہاں ہر ایک کو عمل کی فی الجملہ آزادی دی گئی ہے، خدا تعالیٰ کی عادت اور حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ جو اپنے کسب و ارادہ سے کوئی رستہ اختیار کر لے اس کو تک و مد سے خبردار کر دینے کے بعد اسی راستہ پر چلنے کے لئے ایک حد تک آزاد چھوڑ دے۔ اسی لئے جو بدی کی راہ چل پڑا اس کے حق میں دنیا کی طرف الجھائی اور درازی عمر وغیرہ تباہی کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ نیک و بد یہاں رلے ملے ہیں آخرت میں پوری طرح جدا ہو گئے۔ اصلی بھلائی برائی وہاں ملے گی۔

♦ **کفار کو تنبیہ** | جینی کفار مسلمانوں کو ذلیل و کمزور اور اپنے کو معزز و طاقتور سمجھتے ہیں۔ اپنے عالی شان محبت اور بڑی بڑی فوجوں اور جتھوں پر اترتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے ابھی ان کی باگ ڈھیل چھوڑ رکھی ہے جس وقت گلا دیا جائے گا خواہ دنیاوی عذاب کی صورت میں یا قیامت کے بعد، تب پتہ لگے گا کہ کس کا مکان برا ہے اور کس کی جمعیت کمزور ہے۔ اس موقع پر تمہارے سامان اور لشکر کچھ کام نہ آئیں گے۔

اهْتَدُوا هُدًى ۖ وَالْبَقِيَّةُ الصَّلَاحُ خَيْرٌ عِنْدَ

سو چھنے والوں کو (ساتھ چھنے والوں کو، صحیح۔ ہوں) سو ۖ اور باقی رہنے والے نیکیوں

رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَرَدًّا ۝۶۱۱ أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ

تیرے رب کے پاس سے۔ اور بہتر پھر جانے کو چھوڑ دینا ۝۶۱۱ کیا تو نے دیکھا اس جو منکر کیا

بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا ۝۶۱۲ أَطْلَعَ الْغَيْبَ

ہمارے آیتوں سے اور کہا ۝۶۱۲ کچھ کھول کر رہے گا مال اور وارث ۝۶۱۲ کیا چھوڑ کر دیتے ہیں؟

أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا ۝۶۱۳ كَلَّا ۖ سَنَكْتُبُ مَا

یا بے رکھ سے ۝۶۱۳ جس سے ۝۶۱۳ یہ نہیں ۝۶۱۳ ہم تحریر کریں گے

يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝۶۱۴ وَنَزَّلْنَا مَا

وہ کہتا ہے ۝۶۱۴ اور بڑھاتے جائیں گے اس کو عذاب میں لمبا ۝۶۱۴ اور ہم نے نہیں گئے اس سے مرنے پر آمادہ

يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ۝۶۱۵ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً

وہ بتلا رہا ہے ۝۶۱۵ اور آئے گا ہمارے پاس انفرادی ۝۶۱۵ اور پڑ رکھا ہے لوگوں نے ۝۶۱۵ اللہ کے سوا ۝۶۱۵ اور میں دیکھتا

لَيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۝۶۱۶ كَلَّا ۖ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ

تاکہ وہ ہوں ان کے لیے عزت ۝۶۱۶ ہرگز نہیں ۝۶۱۶ او منکر ہوں گے ان کی بندگی سے

وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ صِدًّا ۝۶۱۷ أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا

اور ہو جائیں گے ان کے مخالف ۝۶۱۷ تو نے نہیں دیکھا ۝۶۱۷ کہ ہم نے چھوڑ رکھے ہیں

الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَوَزُّهُمْ أَزًّا ۝۶۱۸ فَلَا تَعْجَلْ

شیطان ۝۶۱۸ منکروں پر ۝۶۱۸ چھالتے ہیں ان کو ایسا زبرد (اللہ راہ پر) ۝۶۱۸ سو تو جلدی نہ کر

مومنین کی ہدایت میں زیادتی | یعنی جیسے کمرابیوں کو کمرابی میں لٹیا چھوڑ دیتا ہے، ان کے بالمقابل جو سوجھ بوجھ کر راہ ہدایت اختیار کر لیں ان کی سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر گہٹ اڑے پھرتے ہیں۔

یعنی دنیا کی رونق رب کے ہاں کامی نہیں۔ نیکیاں سب رہیں گی اور دنیا نہ رہے گی۔ آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلہ اور بہترین انجام ملے گا۔

ایک مسلمان مزدور اور کافر کا واقعہ | یعنی کفر کے باوجود آپ نے یہ جرأت دیکھی، ایک کافر مادر ایک مسلمان اوہار کو کہنے لگا تو مسلمان سے منکر ہو تو تیری مزدوری دوں۔ اس نے کہا اگر تو مرے اور پھر جینے تو بھی میں منکر نہ ہوں۔ اس نے کہا اگر مر کر پھر جیو گا تو یہ بی مال و اولاد وہاں بھی ہوگا، تجھ کو مزدوری وہاں دے دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جنی وہاں دوست ملتی ہے ایمان سے، کافر چاہے کہ یہاں کی دوست وہاں ملے، و کفر کے باوجود آخری بیش و تمہم کے مزے اڑائے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

کافر کا دعویٰ بے بنیاد ہے | یعنی ایسے یقین و وثوق سے جو دعویٰ کر رہا ہے کیا غیب کی خبر پالی ہے؟ یا خدا سے کوئی وعدہ لے چکا ہے؟ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔ ایک گندے کافر کی کیا بساط کہ وہ اس طرح کی غیبات تک رسائی حاصل کر لے؟ را خدا کا وعدہ، وہ ان لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنا عہد پورا کر کے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" اور عمل صالح کی مانت خدا کے پاس رکھ دی ہے۔

یعنی یہ قول بھی شامل مسل کر لیا جائے گا۔ اور مال و اولاد کی جگہ اس کی سزا بڑھادی جائے گی۔ قیامت میں اکیلا آئے گا | "جو بتلا رہا ہے" جنی مال اور اولاد۔ چنانچہ اس کافر کے دونوں بیٹے مسلمان ہوئے (کذابی امونح) یا یہ مطلب ہے کہ یہ چیزیں اس سے الگ کر لی جائیں گی۔ قیامت میں اکیلا حاضر ہوگا نہ مال کام آئے گا نہ اولاد ساتھ دے گی۔

جنی مال و اولاد سے بڑھ کر اپنے محبوبوں کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ انکو خدا کے ہاں بڑے بڑے درجے دلائیں گے۔ حالانکہ ہرگز ایسا ہونے والا نہیں۔ محض سودائے خام ہے جو اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔

یعنی وہ محبوب مدد تو کیا کرتے، خود ان کی بندگی سے بیزار ہو گئے۔ اور انکے مد مقابل ہو کر بجائے عزت بڑھانے کے اور زیادہ ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ "وَإِذَا أَخْبِرُوا السُّلُوسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ۔" (الاحقاف رکوع ۱)

عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعْدُلَهُمْ عَذَابًا ۝۸۲۝ يَوْمَ نُحْشِرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى

ان پر ہر تو پوری کرتے ہیں ان کی نعمتی ﴿۸۲﴾ جس دن ہم انھیں کہیں گے پرہیزگاروں

وقف لازم

الرَّحْمَنِ وَفَدًا ۝۸۵۝ وَلَنُصَوِّقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وَرَدًا ۝۸۶۝

رحمن کے پاس مہمان جاے ہوئے اور ہر ایک لے جائیں گے جہنم کا اور ان کی طرف سے ﴿۸۵﴾ ﴿۸۶﴾

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ

نہیں اختیار رکھتے وہ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہے رہی ہے

وقف لازم

عَهْدًا ۝۸۷۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۝۸۸۝ لَقَدْ جِئْتُمْ

عہدہ ﴿۸۷﴾ اور لوگ کہتے ہیں ﴿۸۸﴾ رحمن رکھتا ہے اولاد ﴿۸۸﴾ یہ شہادت پہنچتے

شَيْئًا إِذَا ۝۸۹۝ تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ

بھاری چیز میں ﴿۸۹﴾ ابھی آسمان پھٹ پڑیں وہ بات سے اور

الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا ۝۹۰۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا ۝۹۱۝

زمین اور گر پڑیں پہاڑاں گمراہی کے اس پر کہ چارے ہیں رحمن کے نام پر اولاد ﴿۹۰﴾ ﴿۹۱﴾

وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝۹۲۝ إِنَّ كُلُّ مَنْ فِي

اور نہیں چھتا رحمن کو ﴿۹۲﴾ کہہ گئے اولاد کوئی نہیں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا أَتَى الرَّحْمَنَ عَبْدًا ۝۹۳۝ لَقَدْ أَحْضَرَهُمُ

آسمانوں اور زمین میں جو آئے رحمن کا بعد و ہر ﴿۹۳﴾ یہ سب اس دن تیار

وَعَدَّهُمْ عَذَابًا ۝۹۴۝ وَكُلُّهُمْ أَتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْدًا ۝۹۵۝ إِنَّ

ہر ایک ان کی نعمتی اور ہر ایک ان میں آئے گا اس کے سامنے قیامت کے دن آیا ﴿۹۴﴾ ﴿۹۵﴾

اللہ کی طرف سے کفار کو ڈھیل یعنی شیطان انہی بد بختوں کو گمراہی کا سزاوار بنا دیتا اور انہیوں پر نچا مارتا ہے جنہوں نے خود کفر و انکار کا شیوہ اختیار کر لیا۔ اگر ایسے اشتقاقی شیطان کی تحریریں، انغواء سے گمراہی میں لے جائیں تو جانے دیجئے، آپ انکی سزا دہی میں جہنمی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی باگ ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے تا انکی زندگی کے گئے ہوئے دن پورے ہو جائیں۔ ان کی ایک ایک سانس، ایک ایک لمحہ اور ایک ایک عمل ہمارے یہاں گن جا رہا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ حرکت بھی ہمارے احاطہ علمی اور دفا تر اعمال سے باہر نہیں ہو سکتی۔ تمام عمر کے اعمال ایک ایک کر کے انکے سامنے رکھ دیا جائیں گے۔

کفار پیلا سے ہانکے جائیں گے جس طرح ہر گمراہی کی حالت میں گھٹ کی طرف جاتے ہیں۔ اسی طرح مجرموں کو دوزخ کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

مؤمنین کی شفاعت | یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ دیا تھا: ملائکہ، انبیاء، صالحین وغیرہ، وہی درجہ بدرجہ سفارش کریں گے، بدوین اجازت کسی کو زبان بلائے کی طاقت نہ ہوگی۔ اور سفارش بھی ان ہی لوگوں کی کر سکیں گے جن سے حق میں سفارش سے جاں کا وعدہ آپ چکے ہیں۔ کافروں کے لئے شفاعت نہ ہوگی۔

اللہ کیلئے اولاد کا بہتان | بہت آدمیوں نے تو غیر اللہ کو معبود ہی ٹھہرایا تھا، لیکن ایک جماعت وہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے لئے اولاد جوڑی۔ مثلاً نصاریٰ نے مسیح کو۔ بعض یہود نے عزیر کو خدا کا بیٹا کہا۔ اور بعض مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ اسی ذہن پروردگار نے یہ عقیدہ شدید گستاخی ہے |

یعنی یہ ایسی بھاری بات کہی گئی اور ایسا سخت گستاخانہ کلمہ منہ سے نکالا گیا جسے سن کر آسمان زمین اور پہاڑ، درے بول کے پھٹ پڑیں اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخی پر اگر غضب الہی جھڑک اٹھے تو عالم ہر بال موجود آسمان و زمین تک کے پر نچے اڑ جائیں۔ محض اس کا علم مانع ہے کہ ان یہودیوں کو دیکھ کر ان کو ایک دم تباہ نہیں کرتا۔ جس خداوند قدوس کی توحید پر آسمان، زمین، پہاڑ، غرض ہر مخلوق و مخلوق چیز شہادت دے رہی ہے اسان کی یہ جسارت کہ اس کے لئے اولاد کی احتیاج ثابت کرنے لگے۔ اسی ذہن پروردگار نے اس کی شاہ تقدیس و تمیز یہ درمیان غنا کے منافی ہے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ نصاریٰ جس غرض کے لئے اولاد کے قائل ہوئے ہیں یعنی کفارہ کا مسد، خدا تعالیٰ کو "رحمان" مان کر اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

یعنی سب خدا کی مخلوق اور اسکے بندے ہیں اور بندہ ہی جن کو اس کے سامنے حاضر ہوں گے پھر بندہ مینا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جس کے سب محبوم و محتاج ہوں، سے بیٹا بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اس کی بندگی سے کوئی باہر نہیں | یعنی ایک فرد بشر بھی اسکی بندگی سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سب کو خدا کے سامنے جریدہ حاضر ہونا ہے اس وقت کہ تمام تعلقات اور ساز و سامان ملحدہ لئے جائیں گے فرضی معبود اور بیٹے پوتے کام نہ دیں گے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ

جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انہوں نے نیکیاں ان کو اسے کار حسن

وَدًّا ۱۶ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَ

محنت سو ہم نے آسان کر دیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوش خبری سنائے تو ڈرنے والوں کو

تُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لَّدَا ۱۷ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ط

ڈرادے بھلا دلوگوں کو اور بہت ہلاک کر چکے ہم ان سے پہلے ہی جنس

هَلْ تُحِشُّ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۱۸

آہستہ پاتا ہے تو اس میں کسی کی یا سنتے اس کی ہنگ

آيَاتُهَا ۱۳۵ ﴿۲۰﴾ سُورَةُ طه مَكِّيَّةٌ (۳۵) رُكُوعَاتُهَا ۸

سورہ طہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیتیں ہیں درجہ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو ہے رحیم رحیم رحیم رحیم

طه ۱ مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَى ۚ إِلَّا تَذَكُّرَةً

طہ اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے مگر نصیحت کے واسطے

لِّمَن يُّخْشَى ۚ تَنْزِيلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَوَاتِ

اس کی جو ڈرتا ہے اتارا ہوا ہے اس کا (ہے اس نے) جس نے بنائی زمین اور آسمان

الْعُلَى ۚ الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى ۚ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ

اونچے وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں

◆ **مقبول مومنین کی علامات** | یعنی ان کو اپنی محبت دے گا، یہ خود ان سے محبت کرے گا، یہ خلق سے دل میں ان کی محبت ڈالے گا، حدیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو ازل جبریل کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، وہ آسمانوں میں اس کا اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حسن قبول حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بے حلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع و ضرر اس کی ذات سے وابستہ نہ ہو، اس سے محبت کرنے لگتے ہیں لیکن اس قسم کے حسن قبول کی ابتدا مومنین صالحین اور خدا پرست و گویوں سے ہوتی ہے، ان کے قلوب میں اول اس کی محبت ڈالی جاتی ہے، بعد قبول عام حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ابتدا محض طبقہ خاص میں حسن قبول حاصل ہوا، اور بعد میں بعض خدا پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی و غیہ سے اس کی طرف جھکنا، مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں، خوب سمجھ لو۔ حسبِ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں جن مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا، تھوڑے دنوں بعد ایسی طرح چور ہوا کہ دنیا حیرت زدہ ہو گئی۔ حق تعالیٰ نے انکی وہ محبت و امانت اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کر دی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

◆ **قرآن کی بشارت اور انداز** | یعنی قرآن کریم نہایت سبب و صاف زبان میں خوب حوالہ پر پر ہیر گاروں کو بشارت سناتا اور تحذیر دلوں کو بدکرداریوں کے حرابِ ناسخ سے خبردار کرتا ہے۔

◆ **پچھلی قوموں کا بے نشان ہونا** | یعنی کتنی ہی بد بخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں بلا کی جا چکیں۔ جن کا نام و نشان صفحہ مستی سے مٹ گیا۔ آج ان کے پاؤں کی آست یا ان کی لہن ترانیوں کی آرا سی بھٹک بھی نہ لے نہیں دیتی۔ پس جو لوگ اس وقت نبی کریم ﷺ سے برسرِ مقابلہ ہو کر یہ بات اللہ کا انکار و استہزاء کر رہے ہیں، وہ بے فکر نہ ہوں۔ ممکن ہے ان کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب تکمیرے جو چشمِ زدن میں تہس نہس کر ڈالے۔ نم سورۃ مریم بحسن توفیقہ و نصیرہ قللہ الحمد والمہ

سورۃ طہ

◆ **قرآن مشقت کیسے نہیں** | یعنی قرآن کریم اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن کے دلی زمرہ ہوں اور اللہ سے ڈرتے ہوں، وہ اس کے بیانات سے نصیحت حاصل کریں اور روحانی فیوض و برکات سے محروم نہ رہیں۔ یہ غرض نہیں کہ قرآن نازل کر کے خواہ مخواہ تم کو کسی محنت شاقہ اور تکلیف شدید میں مبتلا کیا جائے۔ نہ وہ ایسی چیز ہے جس کا مل، مل بھی محروم ہو، کام رہے۔ آپ تکذیب کرنے والوں کی باتیں سن کر مول اور سنگدل نہ ہوں۔ نہ ان کے پیچھے پڑ کر زیارت، تکلیف بخشیں۔ حق کا مہیا، رتی آخر کا میاب ہو کر رہے گا۔ آپ توسط کے ساتھ عبادت کرتے رہیے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابتدا نبی کریم ﷺ شب و ندر میں کھڑے ہو کر بہت زیادہ قرآن پڑھتے تھے۔ کفار آپ کی محنت و ریاضت دیکھ کر کہتے کہ قرآن کیا اترا، پھر محمد (ﷺ) سخت تکلیف اور محنت میں پڑ گئے، اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا کہ فی الحقیقت قرآن محنت و شقاء نہیں، رحمت و نور ہے، جس کو جتنا آسان ہو اسی قدر نشط کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔ فافروا و اما تبشروا منہ۔

◆ **قرآن خالق کا کلام ہے** | اس سے ضروری ہے کہ مخلوق نہایت خوشی کے ساتھ اس اپنے سر آنکھوں پر رکھے اور شہنشاہانہ حکام کی خلاف ورزی نہ کرے۔

◆ **عرش الہی** | استواء علی العرش کا مفصل بیان سورہ "اعراف" کے نوامد میں دیکھ لیا جائے۔ "عرش" کے متعلق خصوص سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ اس کے پائے ہیں اور خاص فرشتے اٹھانے والے ہیں اور آسمانوں کے اوپر تہیٰ طرح ہے۔ صاحب روح المعانی نے "عرش" اور "استواء علی العرش" پر اس آیت کے تحت میں نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ من شاء فلیراہہ۔

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ۖ وَإِنْ

اور زمین میں اور اس دونوں کے درمیان اور نیچے پٹی زمین کے اور اگر

تَجْهَرُ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَىٰ ۚ اللَّهُ لَا إِلَهَ

توبت کے پکار میں کوئی ہے چھپی ہوئی بات کی اور اس سے بھی چھپی ہوئی کی ہند ہے جس سے ۱۲

إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَهَلْ أُنْثِكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ۖ

ہندگی نہیں کی اسی کے ہیں سب نام خاصے اور پختگی ہے کھو بات موسیٰ کی

إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا

جب اس نے دیکھی یہ آگ تو کہا اپنے گھر والوں کو میں نے بھی نے ایک آگ

لَعَلِّي أَنْتَبِهُ مِنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجْدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۖ

شاید لے آؤں تبصرے پاس اس میں سے سگار پیالوں آگ پر پہنچ کر راست کا پتہ

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَمُوسَىٰ ۖ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ

پھر جب پہنچا آگ کے پاس اور آئی اے موسیٰ میں ہوں تیرا رب سو تاروں

اللہ کی حکومت یعنی وہی ایک خدا بلا شرکت غیرے آسمانوں سے زمین تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک تمام کائنات کا مالک و خالق ہے۔ اسی کی تدبیر و انتظام سے کل سلسلے قائم ہیں۔ (تنبیہ) آسمان و زمین کی درمیانی مخلوق سے یا تو کائنات کا مراد ہیں جو امانتوں کے درمیان ہی رہتی ہیں۔ مثلاً ہو، بادل وغیرہ اور یہ چیزیں بھی اس میں شامل ہوں جو اکثر ہوائیں پر واز کرتی ہیں جیسے پرندہ، نور اور "ثری" (گیلی زمین) سے زمین کے نیچے کا طبقہ مراد ہے جو پانی کے قرب و اتصال کی وجہ سے تر رہتا ہے۔

عیم الہی کی وسعت پہلے عموم قدرت و تصرف کا بیان تھا۔ اس آیت میں عیم الہی کی وسعت کا تذکرہ ہے۔ یعنی جو بات زور سے پکار کر کہی جائے، وہ اس علام الغیوب سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جس کو ہر کبھی چھپی بلکہ چھپی ہوئی باتوں کی خبر ہے۔ جو بات تجہلی میں آہستہ کی جائے، اور جو دل میں گزرے یا بھی زبان سے نہ آئی ہو اور جو ابھی دہلیز میں بھی نہیں گزری آئندہ گزرنے والی ہو، حق تعالیٰ کا علم ان سب کو محیط ہے۔ اسی لئے بلا ضرورت بہت زور سے چلا کر ذکر کرنے کو بھی عنائے شریعت سے منع کیا ہے۔ جن مواقع میں ذکر باور بلند منقول ہے یا بعض مصاحف معتبرہ کی بناء پر تحریر کاروں کے نزدیک نافع سمجھا گیا ہے، وہ عموم نبی سے مستثنیٰ ہوں گے۔

نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ

اپنی جوتیوں کو ہے پاک میدان طوی میں ۱۲ اور میں نے تجھ کو چن لیا ہے۔

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ۚ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

سو سننا وہ جو حکم ہو ۱۳ میں جو ہوں اللہ ہوں کسی کی بندگی نہیں ہو سکتی۔

فَاعْبُدْنِي ۚ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۚ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ میری یادگاری اور ۱۴ قیامت بہشت آنے والی ہے۔

أَكَادُ أَخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۚ فَلَا

میں غلطی رکھنا چاہتا ہوں اس کو تاکہ بد کرنے پر ہر شخص کو ۱۵ جو اس نے کیا ہے۔

يُصَدِّدُكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبِعْ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ۚ

تجھ کو راہ سے اس سے ۱۶ جو شخص جو یقین نہیں رکھتا اس کا اور پیچھے پڑ رہا ہے اپنے حواس سے بھرتو بھی نہ سکا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يُمُوسَىٰ ۚ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّوْا

اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں ۱۷ اے موسیٰ یہ میری لٹھی ہے اس پر ایک ہاتھ رکھو۔

عَلَيْهَا وَاهْتَسِ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ

اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے ۱۸ اپنی بھریوں پر اور میرے اس میں چند کام ہیں۔

أُخْرَىٰ ۚ قَالَ أَفَقَهَا يُمُوسَىٰ ۚ فَالْقَهَا فَإِذَا هِيَ حَبِيبَةٌ

اور بھی ۱۹ فرما اے اس کو اے موسیٰ تو اس کو مال دیا بھرائی وقت اور تیرے پاس دیا۔

تَسْعَىٰ ۚ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۚ سَنُعِيدُهَا سَبْرِتُهَا

دوڑتا ہوا ۲۰ فرما پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم اچھی بھیر دیں گے اس کو مابقی۔

❖ **وادئ طویٰ** ”الطویٰ“ اس میدان کا نام ہے۔ شہید وہ میدان پہلے سے متبرک تھا اب ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی جوتیاں ٹاپاک تھیں اس لئے اتر وادی میں۔ باقی موزہ جو ٹاپاک ہو تو اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں پورا مسئلہ فقہ میں دیکھنا چاہئے۔

❖ **حضرت موسیٰ سے کلام الہی** ”پسند کیا ہے“ یعنی تمام جہان میں سے نبوت و رسالت و شرف مکامہ کے لئے چھانٹ لیا۔ اس نے آگے جو احکام دیے جائیں انہیں غور و توجہ سے سنا۔

❖ **حضرت موسیٰ کو نماز کا حکم** اس میں خالص توحید اور ہر قسم کی بدنی و مالی عبادت کا حکم دیا۔ نماز چونکہ اہم العبادت تھی اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا اور اس پر بھی متغیر فرما دیا گیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالیٰ کی یادگاری ہے۔ گویا نماز سے غافل ہونا خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے اور ذکر اللہ (یا خدا) کے متعلق دوسری جگہ فرمادیا۔ ”واذکروا تک ادا بیئت“ یعنی کبھی بھول چوک ہو جائے تو جب یاد آ جائے اسے یاد کرا۔ یہی حکم نماز کا ہے کہ وقت پر غفلت و نسیان ہو جائے تو یاد دہانے پر قضا کرے۔ ”فلینصلاھا اذا ذکرھا۔

❖ **قیامت کی گھڑی کا اخفاء** یعنی اس کے آنے کا وقت سب سے مخفی رکھنا چاہتا ہوں، حتیٰ کہ اگر خود اپنے سے چھپاتا ممکن ہوتا تو اپنے سے بھی مخفی رکھتا، لیکن یہ ممکن ہی نہیں۔ رفیعہ من المبالغۃ کما فی الحدیث ”لا تعلم شمالہ ماتفق بعینہ و کما“ قال اللہ عز۔ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم۔ گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم۔ اور اگر بہت سی مصالح باعث ظہور نہ ہوتیں تو جتنا اجتناب کیا گیا بھی نہ کیا جاتا۔

❖ **قیامت اعمال کی جزا کیلئے ہے** یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو اس کے نیک و بد کا بدلہ ملے اور مطیع و ماموس میں کوئی متباس و اشتباہ نہ رہے یہ توحید و عبادت کے بعد عقیدہ معاد کی تعلیم ہوئی۔

❖ **حضرت موسیٰ کو بری صحبت سے بچنے کا حکم** نہ روک دے اس سے یعنی قیامت پر یقین رکھنے سے یا نماز سے۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو برے کی صحبت سے منع کیا تو اور کوئی کس شمار میں ہے۔ کذابی الموضح۔ غرض یہ ہے کہ دنیا پرست کا فری چا پوسی یا زیادہ نرمی اور مہانت خفیہ زندگی جائے۔ رنہ نہ دیشہ ہے کہ آدمی بلند مقام سے نیچے پٹک دیا جائے۔ اعیاذ باللہ۔

❖ **لاٹھی کے بارے میں سوال** یہاں سے منصب رسالت کی تمہید شروع ہوتی ہے۔ چونکہ معجزات و کرامتوں کی طرف بھیجے جانے والے تھے اس لئے ان معجزہ عصا کا ذکر فرماتے ہیں۔ یہ سوال کہ تیرے ہاتھ میں کیا چیز ہے اس غرض سے تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی کی حقیقت اور اسکے منافع کو خوب مستحضر کر لیں تا جو خدق عادت چیز پیش آنے وان تھی اس کا معجزہ ہونا پوری طرح واضح و مشکوک، واقع فی النفس ہو۔ یعنی اس وقت خوب دیکھ بھال کرو اور جانچ تول کر بتلاؤ تمہارے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ مبادا سانپ بن جانے پر وہم کرنے لگو کہ شاید میں غلطی سے ہاتھ میں لاٹھی نہ لایا ہوں کچھ اور لے آیا ہوں۔

❖ **حضرت موسیٰ کا جواب** یعنی اس میں شبہ کیا ہے۔ لاٹھی ہے جسے ہمیشہ ہاتھ میں رکھتا ہوں، اس پر ٹیک لگاتا ہوں، بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، دشمن کو اور موذی جانوروں کو دفع کرتا ہوں اور بہت سی ضرورتوں میں لاٹھی کا کام لیتا ہوں۔

❖ **لاٹھی کا سانپ بن جانا** یعنی لاٹھی کا زمین پر ڈالنا تھا کہ لاٹھی کی جگہ ایک اثر و با نظر آیا جو پتے سانپ کی طرح تیزی سے دوڑتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام ناگہاں یہ انقلاب دیکھ کر ہمتھکائے بشریت خوفزدہ ہو گئے۔

الْأُولَى ۝۱۱ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَى جَنَاحِكَ تَخْرُجَ بَيْضَاءَ مِنْ

حالت پر ۱۱۔ اورد لے ہاتھ اپنی من۔ ۱۱۔ بے بیاض

غَيْرِ سَوَاءٍ آيَةً أُخْرَى ۝۱۲ لِنُرِيكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ۝۱۳

بد صیبت ۱۲۔ یہ نکالی دوسری ۱۳۔ تاکہ دکھائے جائیں تم تجھ کو اپنی بڑی

إِذْ هَبُّ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۝۱۴ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي

۱۴۔ افسوس فرعونوں ۱۵۔ اس نے بہت مہیا ۱۶۔ اے رب شاعر

صَدْرِي ۝۱۵ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ۝۱۶ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي ۝۱۷

میرا سینہ ۱۷۔ آسان کر میرا کام ۱۸۔ اور کھول دے منہ ۱۹۔ میری زبان سے

يَفْقَهُوا قَوْلِي ۝۱۸ وَاجْعَلْ لِّي وَزِيرًا مِّنْ أَهْلِي ۝۱۹

کہ سمجھیں میری بات ۱۹۔ اور دے مجھ کو ایک کام کرنے والا ۲۰۔ میرے گھر کا

هَارُونَ أَخِي ۝۲۰ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ۝۲۱ وَأَشْرِكْهُ فِي

۲۱۔ اس سے مضبوط کر میری مر ۲۲۔ اور شریک بنائے

أَمْرِي ۝۲۲ كُنِيَ نَسِيحَكَ كَثِيرًا ۝۲۳ وَنَذَرْتُكَ كَثِيرًا ۝۲۴ إِنَّكَ

میرے کام میں ۲۳۔ کہ تیرے پاس ذات کا بیان کریں ہم بہت سا ۲۴۔ اور یاد کریں تم تجھ کو بہت سا

كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ۝۲۵ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَمُوسَىٰ ۝۲۶

ہم کو خوب دیکھتا ۲۶۔ لے آیا ۲۷۔ اچھا ہے اسل ۲۸۔ اے موسیٰ

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ۝۲۷ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ

۲۷۔ اور حساب کیا تھا ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی ۲۸۔ جب علم بھیجا ہم نے تیری ماں کو

حضرت موسیٰ کا طبعی خوف یعنی ہاتھ میں کر پھر لٹھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں ابتداء میں موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر کپڑا ہاتھ میں پیٹ کر پکڑنے لگے۔ فرشتے نے کہا 'موسیٰ کیا خدا اگر بچانا نہ چاہے تو یہ چیتھڑا تجھے پھینک دیتا ہے؟' موسیٰ نے کہا 'نہیں، لیکن میں کمزور مخلوق ہوں، اور ضعف سے پیدا کیا گیا ہوں۔' پھر حضرت موسیٰ نے ہاتھ سے کپڑا ہٹا کر اثر: اھے کے منہ میں دیدیا۔ ہاتھ ڈالنا تھا کہ وہی لٹھی ہاتھ میں دیکھی۔

پید بیضہ یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل سے ملا کر نکالو گے تو نہایت روشن سفید چمکتا ہوا نکلتے گا۔ اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی نہ ہوگی جو عیب سمجھی جائے۔

یعنی عصا اور پید بیضا کے معجزے اُن بڑی نشانیوں میں سے دو ہیں جن کا دکھانا تم کو منظور ہے۔ حضرت موسیٰ کی دُعا یعنی حیم و برد بار اور حوصلہ مند بنادے کہ ضاف طبع دیکھ کر جہد فغان ہوں اور ادائے رسالت میں جو سختیاں پیش آئیں ان سے نہ گھبراؤں بلکہ کشادہ دلی و رخنہ پیشانی سے برداشت کروں۔

یعنی ایسے سامان فراہم کر دے کہ یہ عظیم الشان کام آسان ہو جائے۔ زبان لڑکپن میں جل گئی تھی (جس کا قصہ تہ سیر میں ہے) صاف نہ بول سکتے تھے۔ اس لئے یہ دعا کی۔

یہ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ یعنی دعوت و تبلیغ کے کام میں ایک دوسرے کا معین و مددگار ہو۔ یعنی دونوں مل کر دعوت و تبلیغ کے موقع پر بہت زور شور سے تیری پاکی اور کمالات بیان کریں اور مواضع دعوت سے قطع نظر جب ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہوگی تو اپنی خلوتوں میں نشاط و صمیمیت کے ساتھ تیرا ذکر بکثرت کر سکیں گے۔

یعنی ہمارے تمام احوال کو خوب دیکھ رہا ہے، اور جو دعاء میں کر رہا ہوں یہ بھی تجھے خوب معلوم ہے کہ اس کا قبول فرمانا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہوگا۔ اگر تجھے ہمارے حال و استعداد کی پوری خبر نہ ہوتی تو نبوت و رسالت کے لئے ہم کو منتخب ہی کیوں کرتا اور ایسے سخت دشمن (فرعون) کی طرف کیوں بھیجتا۔ یقیناً جو کچھ آپ نے کیا خوب دیکھ بھل کر کیا ہے۔

دعاء کی قبولیت یعنی جو کچھ تم نے مانگا، خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو دیا گیا۔ یعنی ہم تو پہلے ایک مرتبہ ہے، مگر تجھ پر بڑا بھاری احسان کر چکے ہیں، پھر اب ایک مناسب چیز مانگنے پر کیوں نہ دیں گے۔

مَا يُوحَىٰ ۖ اَنْ اَقْدِرَ فِيْهِ ۚ فَاَقْدِرَ فِيْهِ ۚ

آگے سامنے ہیں ♦ کڑاں میں جو عند حق میں چاہیں وہاں ہے

اَلَيْمٌ فَلْيُلْقِهِ اَلَيْمٌ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّهِ وَ

دور میں ♦ پھر دور یا سوسوے ڈالے کنارے پر اٹھا لے اس کو ایک دشمن میرا

عَدُوٌّ لَّهِ ۚ وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةٌ مِّمَّنِي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی

اس کا ♦ و ذال دن میں سے تجھ پر محبت اپنی طرف سے ♦ اور تاکہ پرورش پائے تو

عَيْنِي ۚ اِذْ تَمْشِيْ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَن

میری آنکھ کے سامنے ♦ جب چلتی تھی تیری بہن اور بتائیگی میں بتاؤں تم کو یہ شخص جو

يَكْفُلُهُ ۚ فَرَجَعْنَاكَ اِلٰى اُمِّكَ كَمَا تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

اس کو پڑے ♦ پھر پہنچا دیا ہم سے تجھ کو تیری ماں کے پاس کہ غصہ نہ رہے اس کی آنکھ

تَحْزَنَ ۚ وَكُنْتَ نَفْسًا فَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ

غم نہ کھائے ♦ اور تو نے ہر ذرا ایک شخص کو پھر بچا دیا (نکالا) ہم نے تجھ کو اس غم سے ♦ اور جانچا ہم نے تجھ کو

فَتَوَنَّا ۚ فَلَيْتَ سِنِينَ فِيْ اَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتُ

ایک ذرا جا بچنا ♦ پھر پھر رہا تو کئی برس مدینہ واپس میں پھر آیا تو

♦ حضرت موسیٰ کی والدہ کا قصہ | یعنی خواب میں یہ بیداری میں بطور الہام کے یہ سزا نہ کے کسی نامعلوم انسان کی زبان تیری ماں کو وہ حکم بھیجا جس کا بھیجا جانا منسوب تھا (اس کی تفصیل آگے مذکور ہے) "اب اقدِرْ فِيْهِ" (خ) (تنبیہ) لفظ "ایسی" سے حضرت موسیٰ کی والدہ کا تنبیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ تقریر بالا سے ظاہر ہے۔ نبی وہ ہے جس کی طرف احکام کی وحی آئے اور ان کی تبلیغ کا مامور ہو۔ یہاں یہ تعریف صادق نہیں آتی۔

♦ بچہ کو دور یا میں ڈالنے کا حکم | یعنی موسیٰ کو (جو اس وقت نوزائیدہ بچہ تھے) صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا کو ہمارا حکم ہے کہ اسے بچہ صحت تمام ایک خاص کنہہ پر لگائے گا جس سے اس کو وہ شخص اٹھا لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچہ کا بھی، واقعہ یہ ہے کہ فرعون اس سب بھروسے سے ہی اسرائیل کے بیٹوں کو چن چن کر قتل کر رہا تھا۔ جب موسیٰ پیدا ہوئے انکی

والدہ کو خوف ہو کہ فرعون کے سپاہی خبر پائیں گے تو بچہ کو مار ڈالیں گے اور والدین کو بھی ستائیں گے کہ خدا ہر کیوں نہیں کیا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے یہ تذہیر الہام ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صندوق نہر میں ڈال دیا۔ دریا کی ایک شاخ فرعون کے باغ میں گزرتی تھی اس میں سے سوکر صندوق کنارے جاگا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے (جو نہایت پاکیزہ اسرائیلی خاتون تھی) بچہ کو بچہ کر فرعون کے سامنے پیش کیا کہ آؤ ہم تم سے بیٹا بنائیں۔ فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آئی۔ گو اس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا (جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے) مگر آسیہ کی خاطر سے بیٹوں کی طرح پرورش کیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرت کا ظہور ہوا۔ (تنبیہ) فرعون کو خدا کا دشمن اس لئے کہا کہ وہ حق کا دشمن تھا اور خدا کے بالمقابل خدا کی عیسیٰ کرتا تھا اور موسیٰ کا دشمن اس لئے فرمایا کہ فی حال تمام اسرائیلی بچوں کے ساتھ سخت دشمنی کر رہا تھا۔ اور آئندہ چل کر خاص موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ علانیہ دشمنی کا نظارہ کرنے والا تھا۔

❖ حضرت موسیٰ پر القائے محبت | یعنی ہم نے اپنی طرف سے اس وقت مخلوق کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی کہ جو دیکھے محبت اور پیار کرے یا اپنی ایک خاص محبت تجھ پر ڈال دی کہ تو محبوب خدا بن گیا۔ پھر جس سے خدا محبت کرے بندے بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔ یعنی لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈال دینا اس فرض سے تھا کہ ہری نگرانی و حفاظت میں تیری پرورش کی جائے۔ ایسے سخت دشمن کے گھر میں تربیت پاتے ہوئے بھی کوئی تیرا بال بیگانہ نہ کر سکے۔

❖ ماں اور بچے کا یکجا ہونا | پورا قصہ دوسری جگہ آئے گا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ صندوق نہر میں چھوڑنے کے بعد بمقتضائے بشریت بہت غمگین اور پریشان تھیں کہ بچہ کا کیا حشر ہوا ہوگا، معلوم نہیں زندہ ہے یا جانوروں نے کھا لیا۔ حضرت موسیٰ کی بہن کو کہا کہ تو خفیہ طور پر پتہ لگا۔ ادھر مشیت ایزدی سے یہ سامان ہو کہ حضرت موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پیچتے تھے۔ بہت دن انا میں بلدی گئیں، کامیابی نہ ہوئی۔ موسیٰ کی بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھی یوں کہ میں ایک عورت کو لاسکتی ہوں، امید ہے کہ کسی طرح دودھ پا کر بچہ کو پال سکے گی۔ حکم ہوا جاؤ۔ وہ موسیٰ کی والدہ کو سیکر پہنچی۔ چھاتی سے لگاتے ہی بچہ نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر بڑی خوشیاں منائی جانے لگیں۔ موسیٰ کی والدہ نے کہا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی اجازت دو کہ اپنے گھر لے جاؤں اور پوری حفاظت و اہتمام سے بچہ کو پرورش کروں۔ آخر فرعون کی طرف سے بطور دایہ کے بچہ کی تربیت پر مامور ہو کر اپنے گھر آئیں اور شہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ موسیٰ کی تربیت میں لگی رہیں۔

❖ قبیلہ کا راجا جانا | یہ پورا قصہ سورہ قصص میں آئے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک قبیلہ مارا گیا تھا، موسیٰ علیہ السلام ڈرے کہ دنیا میں پکڑا جاؤنگا اور آخرت میں بھی، خود ہونگا۔ دونوں قسم کی پریشانی سے خدا تعالیٰ نے نجات دی، آخر وہی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی جو قبول ہوگئی اور دنیوی سے اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکال کر مدین پہنچا یا جبر۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ان کا نکاح ہو گیا۔ پورا قصہ دوسری جگہ آئے گا۔

❖ جنی اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی طرح جانچا۔ جس میں تم کھرے ثابت ہوئے | تنبیہ | اس موقع پر مفسرین نے حدیث الفتون کے عنوان سے ایک نہایت طویل روایت ابن عباس کی نقل کی ہے جس کے متعلق حافظ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں ”وَهُوَ مَوْقُوفٌ مِنْ كَلَامِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلَيْسَ فِيهِ مَرْفُوعٌ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُ وَكَانَ تَلَقَّاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِمَّا أُبِيحَ نَقْلُهُ مِنَ الْأَسْرَائِيلِيَّاتِ مِنْ كَعْبِ الْأَحْبَارِ وَغَيْرِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَسَمِعْتُ شَيْخَنَا الْحَافِظَ أَبَا الْحَجَّاجِ الْمُرِّي يَقُولُ ذَلِكَ أَيْضًا“

عَلَىٰ قَدَرٍ يُّؤْسَىٰ ۖ وَأَصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ۚ اذْهَبْ

قدرت سے موتی ۖ اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے ۖ چلا

أَنْتَ وَأَخُوكَ بِأَيْتِي وَلَا تَنْبِيَا فِي ذِكْرِي ۚ اذْهَبَا

اور تیرا بھائی ۖ میری نشانیاں سے ۖ اور سستی نہ کر پوچھو میری یاد میں ۖ ۱۵

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۚ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ

طرف فرعون کی ۖ اس نے بہت سر اٹھایا ۖ سو کہو اس سے رات نرم ۖ شاید (تاکر) دود

يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ۚ قَالَ رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَافُ أَنْ يَفْرُطَ

۱۶ سہنے ۖ یاد سے ۖ بولے ۖ اے رب ہمارے ہم ڈرتے ہیں ۖ کہ بھگت نہ پڑے

عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَىٰ ۚ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا

ہم کو ۖ یا جوش میں نہ جاے ۖ فرمایا ۖ میں ساتھ ہوں تمہارا

أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ۚ فَأْتِيَهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ

نشان ہوں اور دیکھتا ہوں ۖ سوچو اس کے پاس ۖ اور کہو ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں تجھے ۖ رب کے ۖ بھیج دے

مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۚ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ

ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو ۖ اور مت سزا دو ان کو ۖ ۱۷ ہم آئے ہیں تجھے ۖ پاس نشانی کے ۖ

مِّنْ رَبِّكَ ۖ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ۚ إِنَّا قَدْ

تیرے ۖ سلام ۖ اور سلامتی ہے اس کو ۖ جو مان لے راہ کی ہوت ۖ ہم

أَوْحَىٰ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۚ قَالَ

خبر دے ۖ کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلاے ۖ اور نہ پھیرے ۖ ۱۸ بولے

تقدیر کا غالب آنا | یعنی اب مدین سے نکل کر راستہ بھول اور تقدیر سے یہاں پہنچ گیا جس کا تجھے وہم و گمان بھی نہ تھا، سچ ہے۔

خدا کی دین کاموسی سے پوچھیے احوال کہ ”میں نے کو جہاں میں جیسہری مل جائے

یعنی اپنی ذات و رسالت کے لئے تیار کر کے اپنے خواص و مقربین میں داخل کیا اور جس طرح خود چاہا تیری پرورش کرائی۔

ذکر اللہ کی تاکید | یعنی جس کام کے لئے بنائے گئے ہو، وقت ”گیا ہے کہ اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لیکر اس کے لئے نکل کھڑے ہو اور

دو اہل و عورت تم کو دیے گئے ہیں ضرورت کے وقت ظاہر کرو۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام پیشتر دعا کرتے وقت کہہ چکے تھے ”کئی نسیب حک

کثیرا و مسد خورک کثیرا“ یہاں ”ولا تسیفہی دیکری“ کہہ کر وہ بات یاد دلا دی۔ یعنی اللہ کے نام کی تبلیغ میں پوری مستعدی

و حلا و اور تمام احوال و اوقات میں عموماً اور دعوت و تبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو کہ اہل اللہ کے لئے کامیابی کا بڑا ذریعہ

اور انجمن کے مقابلہ میں بہترین ہتھیار یہی ہے۔ حدیث میں ہے۔ وان عبدی کل عبدی الذی یدکری و هو ما حرقوہ۔

فرعون کی طرف بھیجا جانا | پہلے جانے کا حکم دیا تھا۔ اب مقام بتا دیا کہ کہاں کس کے پاس جانا ہے اور یہ جملہ ”گئے“ نے

وئے کا ”ی“ تہید ہے۔

فرعون سے نرم گفتگو کی تعلیم | یعنی دعوت و تبلیغ اور وعدہ و نصیحت کے وقت نرم، آسان، برقت انگیز اور ہمد بات کہو۔ گواں کے تیز و طفلان کو

دیکھتے ہوئے قبول کی امید نہیں۔ تاہم تم یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے کہ وہ کچھ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کر لے یا اللہ کے جلال و جبروت کو سن کر ڈر

جائے اور فرمانبرداری کی طرف جھک پڑے گفتگو نرمی سے کرو۔ اس سے دعا ہے کہ مبلغین کے لئے بہت بڑا دستور العمل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ

بہری جہ صاف ارشاد ہے ”اذع الی سبل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وحافلہم بالثبی ہی احسن۔“ (نکل رکوع ۱۶)

حضرت موسیٰ و ہارون کا اندیشہ | یعنی اس سے ڈرنے کی امید تو بعد کو ہوئی، فی الحال اپنی بے سروسامانی اور اسکے جاہ و جدل

پر نظر کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ ہماری بات سننے کے لئے بھی آمادہ ہوگا یا نہیں۔ ممکن ہے ہماری پوری بات سننے سے پہلے ہی وہ

بھبھ پڑے یا سننے کے بعد غصہ میں پھرجائے اور تیری شان میں زیادہ گستاخی کرنے لگے۔ یا ہم پر دست درازی کرے جس سے

اصل مقصد فوت ہو جائے۔ تنبیہ | موسیٰ علیہ السلام کے اس خوف اور شرح صدر میں کچھ منافات نہیں۔ کالمین بلاء کے نزول سے

پہلے ڈرتے ہیں اور استعوذہ کرتے ہیں لیکن جب پہنچتی ہے اس وقت پورے حوصلہ اور کشادہ دلی سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ کی معیت | یعنی جو باتیں تمہارے اور اس کے درمیان ہوں گی یہ جو معاملات پیش آئیں گے وہ سب میں سنتا ہوں اور دیکھتا

ہوں میں کسی وقت تم سے جدا نہیں، میری حمایت و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ گھبرانے اور فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

فرعون کو پیغام دعوت | اس میں تین چیزوں کی طرف دعوت دی گئی۔ (۱) فرعون کا اور سب مخلوقات کا کوئی رب ہے جو رسول

ہیچا ہے (۲) ہم دونوں اس کے رسول ہیں لہذا ہماری اطاعت اور رب کی عبادت کرنی چاہئے۔ گویا اس جملہ میں اصل ایمان کی

دعوت دی گئی اسی کو ”تارعات“ میں اس طرح ادا کیا ہے۔ ”فقل هل لک الی ان فزغشی و اھدیک الی ربک

فغشی“ آگے (۳) تیسری چیز وہ ہے جس کی اس وقت خاص ضرورت تھی۔ یعنی بنی اسرائیل کو فرعونوں کی ذلت و میزاد و رد

انگیزندگی سے نجات دلانا۔ مطلب یہ ہے کہ اس شریف و نجیب اصل خاندان پر ظلم و ستم مت توڑ اور ذلیل ترین غلامی سے آزادی

اے فرعون! رے ساتھ رہا ہے۔ جہاں چاہیں آزادانہ زندگی بسر کریں۔

یعنی ہمارا دعویٰ رسالت سب سے دلیل نہیں بلکہ اپنی صداقت پر خدا کی نشان لکھتے ہیں۔

یعنی جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلے گا اسکے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے۔ اور جو ٹکڑی یا اعراض کرے گا اس کے لئے

مذاب یعنی ہے۔ خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ تب تم اپنا انجام سوچ کر جو راستہ چاہو اختیار کر لو۔

فَمَنْ رَبُّكُمَا يُؤْتِي ۖ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ

پھر کون سے رب تم دونوں کا ہے وہی ﴿۵۱﴾ کیا وہ رب ہمارا ہے جس نے ہر چیز کو

خَلَقَهُ ثُمَّ هَدَى ۖ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ۚ

نہ کی صورت پھر راہ بھائی ﴿۵۲﴾ پھر کیا حقیقت ہے کہ پہلی جماعتوں کی

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى ۚ

کیا ان کی خبر میرے رب کے پاس ہی مہول ہے نہ بھٹکتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے ﴿۵۳﴾

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَوَسَّلَكَ لَكُمُ فِيهَا

وہ جس نے ہمارا زمین کو آسائے زمین کو چھوڑا اور چاہا کہ تمہارے لئے اس میں

سُبُلًا وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا

راہیں ﴿۵۴﴾ اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم اس سے

مِّنْ نَّبَاتٍ شَتَّىٰ ۖ كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ۚ إِنَّ فِي

طرح طرح کی سبزی ﴿۵۵﴾ کھاؤ اور چروا اپنے چوپایوں کو البتہ

ذَٰلِكَ لَايِتٍ لِّلْأُولَىٰ النَّهْيُ ۚ ۖ مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ

اس میں نشانہ نہیں اس لئے پہلے منع ﴿۵۶﴾ اس میں سے ہم نے تم کو بنایا اور

فِيهَا نَعْبُدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۚ

اس میں تم کو پھر پکڑی (لونا) دیتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو ﴿۵۷﴾ دوسری بار

وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ آيَاتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَأَبَىٰ ۚ قَالَ

اور ہم نے فرعون کو دکھا دیں اپنی سب نشانیاں مگر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا ﴿۵۸﴾ بولا

❖ **فرعون کا سوال** | یعنی تم اپنے کو جس رب کا بھیجوا بتلاتے ہو وہ رب کون ہے اور کیسا ہے (اس سوال سے مترشح ہوتا ہے کہ فرعون دہری عقیدہ کی طرف نکل ہو گا یا محض دق کرنے کے لئے ایسا سوال کیا ہو)۔

❖ **وجود صانع کی تقریر** | یعنی ہر چیز کو اس کی استعداد کے موافق شکل صورت، قوی، خواص وغیرہ عنایت فرمائے۔ اور کامل حکمت سے جیسا بنانا چاہئے تھا بنایا۔ پھر مخلوقات میں سے ہر چیز کے وجود و بقا کے لئے جن سامانوں کی ضرورت تھی، یہی کئے اور ہر چیز کو اپنی، دی ساخت اور روحانی قوتوں اور خارجی سامانوں سے کام لینے کی راہ بھائی۔ پھر ایسا محکم نظام دکھلا کر ہم کو بھی ہدایت کر دی کہ مصنوعات کے وجود سے صانع کے وجود پر کس طرح استدلال کرنا چاہئے **ہلئلہ الحمد والصلیہ**۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔
”یعنی کھانے پینے کو بوش دیا۔ بچے کو دودھ پینا وہ نہ سکھائے تو کوئی نہ سکھائے۔“

❖ **فرعون کے سوال پر حضرت موسیٰ کا جواب** | جنی اگر خدا تعالیٰ کے وجود پر ایسی روشن دلیلیں قائم ہو چکی ہیں اور جس چیز کی طرف تم بدلتے ہو، وہ حق ہے تو گذشتہ اقوام کے متعلق یہ بھی بیان کرو۔ تخران میں سے بہتوں نے ایسے واضح دلائل کی موجودگی میں حق کو کیوں قبول نہ کیا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں کیا دوسرے کی۔ تاہم ردی نہیں۔ اگر تم پیغمبر ہو تو سب اقوام کے تفصیلی حالات تم کو ضرور معلوم ہونے چاہئیں۔ یہ سب لایعنی اور ذورازکار قصے فرعون نے اس لیے چھیڑے کہ حضرت موسیٰ کے مضامین ہدایت کو ان فضول باتوں میں رردے۔ حضرت موسیٰ نے فرما دیا کہ پیغمبر و تمام چیزوں کا تفصیلی علم ہونا ضروری نہیں، ہر قوم کے حالات کا تفصیلی علم حق تعالیٰ کو ہے جو بعض مخفی مصائب کی بنا پر کتاب (وہ محفوظ) میں ثبت بھی رد فرمائیے۔ اللہ کے علم سے نہ کوئی چیز ابتدائاً غائب ہوتی ہے اور نہ علم میں آئی ہوئی چیز کو ایک سیکنڈ کے لئے بھول سکتا ہے۔ جو اعمال کسی قوم نے کسی وقت کئے ہیں سب کا ذرہ ذرہ حساب لکھا ہوا موجود ہے حواقت پر پیش کر، یا جائے گا۔

❖ **یعنی، ادایوں اور پہاڑوں کے بیچ میں سے زمین پر ادایں نکال دیں جن پر چل کر ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکتے ہو۔**
❖ **وجود باری تعالیٰ اور توحید کی تبلیغ** | یعنی پانی کے زریعہ سے طرح طرح کی ہزریاں، غلے اور پھل پھوس پیدا کر دیے۔
❖ **یعنی عہد و مذاہم تم کھاتے ہو، جو تمہارے کام کی نہیں وہ اپنے موبیشیوں کو کھاتے ہو جن کی محنت سے ساری پیداوار حاصل ہوئی ہے۔**
❖ **یہ فرمایا ہے دہریوں کی آنکھ کھولنے کو یعنی اس کی تدبیریں و رقد رتیں دکھو۔ اگر عقل ہے تو سمجھ لو گے کہ یہ مضبوط و محکم انتظامات یوں ہی بخت و اتفاق سے قائم نہیں ہو سکتے۔ گویا اس آیات میں وجود باری اور توحید کی طرف توجہ دلائی۔ آگے معاد کا ذکر ہے۔**

❖ **انسان کا آغاز و انجام** | سب کے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے۔ پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد مام و میوں کو جدید بدیر مٹی میں مل جاتا ہے۔ اسی طرح حشر کے وقت بھی ان اجزاء کو جو مٹی میں مل گئے تھے دوبارہ جمع کر کے از سر نو پیدا کر دیا جائے گا اور جو قبروں میں مدفون تھے وہ ان سے باہر نکالے جائیں گے۔

❖ **فرعون کیلئے اتمام حجت** | یعنی جو آیات اس کو دکھانا منظور تھیں، سب دکھلا دیں مثلاً اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور یہ بیضہ وغیرہ مع اپنے متعلقات و تفصیل کے۔ اس پر بھی بد بخت نہ مانا اور بخود دیکھنا یہ پرازارا۔

أَجْنُتْنَا لَتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَمُوسَى ۝

کیا تو آیا ہے ہم کو نکالنے کے لئے ہمارے ملک سے اپنے چاروں کے زور سے اس نے کہا

فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِثْلِهِ فَأَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

سو ہم بھی نا آئیں گے تیرے مقابلہ میں ایک یہودی چاروہ سو نعمت الے ہمارے اور اپنے حق میں

مَوْعِدًا إِلَّا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝

ایک وعدہ یہ ہم خلاف آئیں اس کا اور نہ تو ایک میدان صاف میں

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمَ الزَّيْنَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ

کہا وعدہ تمہارا ہے اور یہ کہ جمع ہوں (آئیں) وہ دن جسے چاہیں اور

صُحًى ۝ فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَىٰ ۝

وہ چلے پھر ان پر اڑھون پھر ان سے آپ سارے آئے

قَالَ لَهُمُ مُوسَىٰ وَبَيْكُمُ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

کہا ان کو موسیٰ نے تم غشی تمہاری جھوٹ نہ دو اللہ پر

فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنْ افْتَرَىٰ ۝

پھر تمہارے کو تم کو کسی آفت سے اور مراد کو نہیں پہنچے جس نے جھوٹ باندھا

فَتَنَازَعُوا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ وَأَسْرُوا النَّجْوَىٰ ۝

پھر جھگڑنے اپنے کام میں تہیں میں اور چھپ کر سامنے ہو

قَالُوا إِنْ هَٰذِهِ لَسِحْرُنِ يُرِيدُنَ أَنْ يُخْرِجُكُمْ

بولے مقرر یہ دونوں چاروں میں چاہتے ہیں کہ نکال دینے

حضرت موسیٰ سے فرعون کا مناظرہ | فرعون نے یہ بات اپنی قوم ”قبط“ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نفرت اور اشتعال دانے لے لئے کہی۔ یعنی موسیٰ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جادو کے زور سے ہم کو نکال رہے ہیں اور سحرانہ دعوت بنا کر ہم کی جمعیت اپنے ساتھ کر لے اور اس طرح قبطیوں کے تمام املاک و موال پر قابض ہو جائے۔

حضرت موسیٰ کو مقابلے کی دعوت | یعنی تو اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارے یہاں بھی بڑے بڑے ماہر جادوگر موجود ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ان سے مقابلہ ہو جائے۔ بس جس دن اور جس جگہ مقابلہ کرنا چاہے تجھے اس کی تعیین کا اختیار دیا جاتا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ جو وقت معین ہو جائے اس سے کوئی فریق گریز نہ کرے۔ درجہ ایسی ہو جہاں فریقین کو آنے اور بیٹھنے میں یکساں سہولت حاصل ہو۔ نشست وغیرہ میں راعی و رعایا یا حاکم و مأمور اور بڑے چھوٹے کا کوئی سوال نہ ہو، ہر ایک فریق آزادی سے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکے اور میدان بھی تھا ہوا ہموار اور صاف ہو کہ تماشا دیکھنے والے سب بے تکلف مشاہدہ کر سکیں۔

مقابلے کی تاریخ | پیغمبروں کے کام میں کوئی تلمیس و تنصیح نہیں ہوتی، ان کا معاملہ کھلم کھلا صاف صاف ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتر ہے جو بڑا میلہ اور جشن تمہارے یہاں ہوتا ہے اسی روز جب دن چڑھ جائے اس وقت میدان مقابلہ قائم ہو۔ یعنی میدان میں جہاں زیادہ سے زیادہ مخلوق جمع ہوگی اور دن کے اچالے میں یہ کام کیا جائے، تا دیکھنے والے بکثرت ہوں اور روز روشن میں کسی کو اشتباہ و التباس نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”انگل میں مقابلہ کرنے سے دونوں کی غرض تھی۔ وہ چاہے کہ ان کو ہر ادے سب کے دروہرو، یہ چاہیں کہ وہ ہارے۔ جشن کا دن سارے مصر کے شہروں میں مقرر تھا فرعون کی ساگرہ کا۔“

فرعون کی تیاریاں | یعنی یہ طے کر کے فرعون مجلس سے اٹھ گیا اور ساحروں کو جمع کرنے اور ہم کو کامیاب بنانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور دواؤں گھٹ کرنے لگا۔ اور خرکار مکمل تیاری کے بعد پوری طاقت کے ساتھ وقت معین پر میدان مقابلہ میں حاضر ہو گیا۔ ساحروں کی بڑی فوج اس کے ہمراہ تھی، انعام و اکرام کے وعدے ہو رہے تھے اور ہر طرح موسیقی کو خلست دینے اور حق کو مغلوب کر لینے کی فکر تھی۔

مقابلے کے دن حضرت موسیٰ کی نصیحت | معلوم ہوتا ہے کہ اس مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کے حسب حال نصیحت فرمائی۔ چونکہ جادوگر حق کا مقابلہ جادو سے کرنے والے تھے، ان کو تنبیہ کر دی کہ دیکھو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ خدا کے نشانوں اور انبیاء کے معجزات کو سخر بتلانا اور بے حقیقت چیزوں کو ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں پیش کرنا گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جھوٹ باندھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ ایسے لوگوں پر کوئی سماپی آفت پڑے۔ جو ان کی نیند و نیا د تک نہ چھوڑے۔

ساحروں کے باہمی مشورے | موسیٰ علیہ السلام کی تقریر نے ساحروں کی جماعت میں کھلبلی ڈال دی۔ آپس میں جھگڑنے لگے کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے۔ اس کی باتیں ساحروں جیسی معصوم نہیں ہوتیں۔ غرض باہم بحث و مناظرہ کرتے رہے اور سب سے الگ ہو کر انہوں نے مشورہ کیا۔ ”خراختلاف و نزاع کے بعد فرعون کے اثر سے متاثر ہو کر وہ کہا جو“ گئے مذکور ہے۔

مَنْ أَرْضَكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذُ هَبًا بِطَرِيقَتِكُمْ

تمہارے ملک سے اپنے بادلوں کے دور سے اور موقوف کر دینا تمہارے اشیاء سے

الْمُثْلَى ۶۳ فَأَجْبِعُوا كَيْدَكُمْ ثُمَّ اسْتُوا صَفًا ۚ وَقَدْ

چھن کو جو مقرر کر لو اپنی تدبیر پھر آؤ تھرا (صفت) ہمارے

أَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنْ اسْتَعَلَ ۶۴ قَالُوا يَمُوسَى إِمَّا أَنْ

جیت گیا نہ جو غالب رہا دلے اسے موسیٰ

تُلْقَى وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَى ۶۵ قَالَ

تو ال در یا ہم ہوں پہنچے تھے نے کہا

بَلْ أَلْقُوا ۚ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ

سین کر داد پھر تب ہی ان کی رسیاں اور عصیاں اس سے دیں گے

مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى ۶۶ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ

ان کے پاس سے کہ دوزخی ہیں پھر پانے کا پنے کی فکر

خَيْفَةً مُوسَى ۶۷ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ

اور موسیٰ ہم سے جا تمہارا مقرر ہیں جہا

الْأَعْلَى ۶۸ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ط

ناب اور ال جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے کہ نکل جا۔ جو تھو نہیں لے گا

إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدٌ سِحْرٌ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى ۶۹

انکا کیا ہوا تو فریب ہے جو دور کا اور جو نہیں پہنچتا اور کجاں (۶۹) کہ

یعنی تمہارا جو، مین اور رسوم پہلے سے چلی آتی ہیں ن کو مٹا کر اپنے دین اور طور و طریق رائج کر دیں، اور جادو کے فن کو بھی جس سے ملک میں تمہاری عزت و رمانی ہے، چاہتے ہیں کہ دونوں بھائی تم سے لے اڑیں اور تمہا خود اس پر حق فضل سوچائیں۔

مقابلے کا عزم یعنی موقع کی سمیت کو سمجھو، وقت کو ہاتھ سے نہ دو، پوری ہمت و قوت سے سب مل کر ان کے گمراہی کی تدبیر کرو۔ اور وعدہ اپنا متفقہ عمل کرو۔ پہلے ہی وار میں ان کے قدم، کھڑ جا میں کہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے، آج کی کامیابی، کی کامیابی ہے۔ جو فریق آج غالب رہے گا، وہ ہمیشہ کے لئے منصور و فتح منجھ جائے گا۔

مقابلے کا آغاز موسیٰ علیہ السلام نے نہایت ب پرہیزی سے جواب دیا۔ نہیں، تم پہلے اپنے حوصلے نکال دو اور اپنے کرتب دکھاؤ۔ تا باطل کی زور آزمائی کے بعد حق کا عجب پوری طرح نمایاں ہو۔ یہ قصہ سورۃ اعراف میں گزر چکا وہاں کے فوائد ملاحظہ فرمائیے۔

سحر کی حقیقت یعنی سحرین کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام وہیں خیال ہونے لگا گویا رسیاں اور لٹھیاں سانیوں کی طرح اڑ رہی ہیں۔ اور واقع میں ایسا نہ تھا۔

حضرت موسیٰ کا اندیشہ کہ جادوؤں کا یہ سوا لنگ دیکھ کر نہیں یہ قوف و کھوکھ میں نہ پڑ جائیں اور سحر و معجزہ میں فرق نہ کر سکیں۔ ایسی صورت میں حق کا عجب، خج نہ ہوگا۔ خوف کا یہ مطلب آگے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔

یعنی ڈر کر دل سے نکال دو۔ اس قسم کے سو سے مست لڑو۔ نہ تعالیٰ حق کو غائب و سر ہند رکھے والا ہے۔

عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم یعنی اپنی لائٹس زمین پر ڈال دو جو ان کے جادو سے سوا لنگ کا ایک دم لقمہ کر جائے گی۔

جادو گر فدا نہیں پاتا جسی جادو گر کے ڈھکوسلے چاہے کہیں ہوں اور کسی حد تک پہنچ جائیں، حق کے مقابل کامیاب نہیں ہو سکتے نہ جادو گر بھی نجات پاسکتا ہے۔ اس لئے حدیث میں ساحر کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔

فَالْقَى السَّحْرَةَ سُجَّدًا قَالُوا أَمَنَّا بِرَبِّ هَرُونَ

۱۶۹

ہم یقین لائے کہ آپ پر

ہوے

بھر کر پڑے جادوگر سجدہ میں

وَمُوسَى ۝ قَالَ أَمُنْتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنَى لَكُمْ طَرَاتُ

۱۷۰

میں نے ابھی حکم نہ دیا تھا

تم نے اس کو مان لیا

اور موسیٰ کے

لَكَيْزِكُمُ الَّذِي عَلِمَكُمُ السَّحْرَةَ فَلَا قُطْعَنَ أَيْدِيكُمْ

سو آپ میں کونوں کا تہارے ہاتھ

حس سے نکلیا تم کو جادو

تہارے ہاتھ

وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَلَا وَصَلِبَتَكُمْ فِي جُدُوعٍ

بھگورے

اور سولیوں کا تم کو

اور دوسری طرف کے چاک

النَّخْلِ وَلِتَعْلَمَنَّ أَيْنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَى ۝ قَالُوا

۱۷۱

اور اہل تلک رہنے والے

ہم میں کس کا عذاب سخت ہے

اور جان لو گے

تھے پر

لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي

۱۷۲

صاف دلیل

سچ چیز سے جو پہنچی ہم کو

ہم تم کو زیادہ نہ بھیس گے

فَطَرْنَا فَا قُضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ

۱۷۳

تو یہی کرے گا

ہو تو کر گزرتو جو تم کو کرنا ہے

جس نے ہم کو پیدا کیا

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ إِنَّا أَمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطِيئَتَنَا

تاکہ بخشے ہم کو ہمارے گناہ

ہم یقین لائے ہیں آپ پر

دنیا کی زندگی میں

وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السَّحْرِ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَوْفَىٰ

۱۷۴

اور اللہ بہتر ہے

یہ سچ

اور جو تو نے زبردستی کر دیا ہم سے

جادوگروں کا ایمان انا | ساحرین فن کے جاننے والے تھے۔ اصول فن کے اعتبار سے فوراً سمجھ گئے کہ یہ حریف ہو سکتے تھے ساحر سے اور پر کوئی اور حقیقت ہے، دل میں ایمان آیا اور سجدہ میں گر پڑے۔ یہ قصہ سورہ اعراف میں مدد چکا۔

فرعون کی بیچارگی اور غصہ | یعنی ہم سے ہے پوچھے ہی ایمان آئے۔ ہمارے فیصلہ کا بھی انتظار نہ کیا۔ معلوم ہو گیا کہ یہ تمہاری اور موسیٰ کی ملی بھگت ہے، جنگ رُری کر کے غوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جیسا کہ سورہ اعراف میں گذرا۔

یعنی داہنا ماتھ بایں پاؤں، یا بایں ہاتھ دہنا پاؤں،

تاکہ تمہارا صلہ دیکھ کر سب عبرت حاصل کریں۔

فرعون کی دھمکیاں | یعنی تم ایمان لا کر سمجھتے ہو کہ ہم ہی ناجی ہیں اور دوسرے لوگ (یعنی فرعون اور اسکے ساتھی) سب ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ سوا بھی تم کو معلوم ہو چاہتا ہے کہ کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے۔

جادوگروں کا ثبات و استقامت | یعنی ہم ایسے صاف دلائل کو تیری خاطر سے نہیں چھوڑ سکتے اور اپنے خالق حقیقی کی خوشنودی کے مقابلہ میں تیری کچھ پروا نہیں کر سکتے۔ اب جوئے کر سکتا ہے کر گذر۔ تیرا بڑا زور یہ ہی چل سکتا ہے کہ ہماری اس فانی زندگی کو ختم کر دے۔ سو کچھ مضائقہ نہیں، ہم پیسے ہی دار الفناء کے مقابلہ میں دارِ قرار کو اختیار کر چکے ہیں۔ ہم کو اب یہاں کے رنج و رحت کی فکر نہیں۔ تمنا صرف یہ ہے کہ ہمارا ملک ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے حامی گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری حکومت کے خوف سے زبردستی کرنا پڑا (یعنی حق کا مقابلہ جاوے) معاف فرما دے۔ کہتے ہیں کہ جادوگر حضرت موسیٰ کے نشان دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ یہ جادو نہیں۔ مت بل نہ کرنا چاہئے، پھر فرعون کے ذر سے آیا۔

أَبْقَى ۝ إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ

سدا باقی رہے گا ۱۱۔ ♦ وہ نہیں ہے کہ جو کوئی اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر

سوال کے واسطے

جَهَنَّمَ ۖ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝ وَمَنْ يَأْتِهِ

دوزخ سے نہ مرے اس میں نہ جیے ♦ اور جو آیا اس کے پاس

مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ

ایمان لے کر ایمان لکھ کر ♦ وہان لوگوں کے ہیں درجے

الْعُلَىٰ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

چند باغات ہیں عدن کے جنتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں

خُلْدٍ ۖ فِيهَا ۖ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ شَرَكَ ۝

بیشمار رہا کریں گے اس میں ♦ اور یہ بدلہ ہے جس کا جو پاک ہو

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ ۖ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي

اور ہم نے حکم دیا موسیٰ کو کہ نکل میرے بندوں کو رات سے،

فَاصْرُبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۖ لَا تَخَفْ

پھر ڈال دے ان کے لئے سمندر میں رستہ سہا پہلے ڈر نہ کر

دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ۝ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ

آپڑنے کا ارشاد دیا ہے، پھر پیچھا کیا ان کا فرعون نے اپنے لشکرانہ قوت سے

فَغَشَّيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشَّيَهُمْ ۝ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ

پھر اٹھاپ یا گمراہی سے جیسا کیا اٹھاپ یا ♦ اور بھکا دیا فرعون نے

یعنی جو انعام و اکرام تو ہم کو دیتا اس سے کہیں بہتر اور پاندار اجر مہین کو خدا کے ہاں ملتا ہے۔

اللہ کی نافرمانی کا انجام | یعنی انسان کو چاہئے کہ اول آخرت کی فکر کرے۔ لوگوں کا مطیع بن کر خدا کا مجرم نہ بنے۔ اُس کے مجرم کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا کی تکلیفیں کتنی ہی شاق ہوں موت آکر سب کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن کافر کو دوزخ میں موت بھی نہیں آئے گی جو تکالیف کا خاتمہ کر دے اور جین بھی جینے کی طرح کا نہ ہوگا، زندگی ایسی ہوگی کہ موت کو ہزار درجہ اس پر ترجیح دے گا، العیاذ باللہ۔

مومنین کے انعامات | مجرمین کے بالقابل یہ مطیعین کا انجام بیان فرمادیا۔

یعنی پاک ہو، گندے خیالات، ذمہ عقائد، ذلیل اخلاق، اور برے اعمال سے۔

حضرت موسیٰ کو ہجرت کا حکم | جب فرعون یوں نے میدان مقابلہ میں شکست کھائی، اس حریف بے ایمان ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا پلہ بھاری ہونے لگا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے سارے ساتھیوں تک اللہ تعالیٰ کی آیات کا دیکھ کر ہر طرح جھٹ ترم کر دی۔ اس پر بھی فرعون حق کو قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو آزادی دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ جب حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ تا اس طرح بنی اسرائیل کی مظلومیت اور غلامی کا خاتمہ ہو۔ راستہ میں سمندر (بحر قلزم) حائل ہوگا لیکن تم جیسے ادبوالعزم پیغمبر کے راستہ میں سمندر کی موبہیں حائل نہیں ہونی چاہئیں۔ ان ہی کے اندر سے اپنے لئے خشک راستہ نکال لو۔ جس سے گزرتے ہوئے نہ غرق ہونے کا اندیشہ کرو اور نہ اس بات کا کہ شاید دشمن پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا پکڑے۔

سمندر کے درمیان خشک راستہ | چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق سمندر میں لٹھی ماری جس سے پانی پھٹ کر راستہ نکل آیا خدا نے ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کر دے۔ چنانچہ آناٹا سمندر کے بیچ میں خشک راستہ تیار ہو گیا جس کے دونوں طرف پانی کے سنے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے "فانطلق فکان کلُّ فرقٍ کالطُّود العظیم" بنی اسرائیل اس پر سے بے تکلف گزر گئے۔

فرعون کا تعاقب اور ہلاکت | پیچھے سے فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے تعاقب کرتا آ رہا تھا۔ خشک راستہ دیکھ کر ادھر ہی گھس پڑا۔ جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعونی لشکر راستہ کے پیچوں بیچ پہنچا، خدا تعالیٰ نے سمندر کو ہر طرف سے حکم دیا کہ ان سب کو اپنی غوش میں لے لے۔ پھر کچھ نہ پوچھو کہ سمندر کی موجوں نے کس طرح ان سب کو ہمیشہ کے لئے ڈھانپ لیا۔

قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ۝۹۱ يَبْنِيْ اِسْرَءِيْلَ قَدْ اُنْجَيْنَاكَ

اپنی قوم کو اور نہ بھلا دیا ۹۱۔ اور اسرائیل کو جسے ہم نے پہلے سے نجات دیا تھا۔

مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَيْمَنِ

تمہارے دشمنوں سے اور ہم نے تم کو پہاڑ کی شمالی طرف سے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَىٰ ۝۹۲ كُلُّوا مِنْ

اور انبار خرما اور اناج کی دانہ ۹۲۔ کھاؤ اس میں

طَيِّبَاتٍ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ

سختی پیریں جو روزی دی ہم نے تم کو اور نہ اس میں ریوانی ۹۳۔ بھڑکنا نہ

عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحِلَّ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ

تم پر میرا غصہ اور جس پر میرا غصہ ۹۴۔

هَوَىٰ ۝۹۳ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَامَنَّ وَحِمَلَ

وہ چکا گیا ۹۳۔ اور میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور یقین لائے اور بھاری

صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ۝۹۴ وَمَا اَعْجَلَكْ عَنْ قَوْمِكَ

بھلا کام ۹۴۔ پھر وہ رہا اور تمہاری قوم سے ۹۵۔

يُمُوْسَىٰ ۝۹۵ قَالَ هُمْ اَوْلَاءٌ عَلٰى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ

اے موسیٰ ۹۵۔ کہا وہ میرے پیچھے ہیں میرے پیچھے اور میں جلدی آیا

اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰ ۝۹۶ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو ۹۶۔ فرمایا تم نے تو مجھ کو امتحان دیا تیری قوم کو

یعنی دعوے تو زبان سے بہت کیا کرتا تھا۔ ”وَمَا آغْنِيكُمْ إِلَّا مِثْلُ الرِّشَادِ“ لیکن اس نے اپنی قوم کو کیسا اچھا راستہ بتلایا۔ وہ ہی مثال سچی کر دی کہ ”ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔“ جو صبح دنیا میں ہوا تھا وہ ہی آخرت میں ہوگا۔ یہاں سب کو لے کر سمندر میں ڈوبا تھا وہاں سب کو ساتھ لے کر جہنم میں گرے گا۔ ”يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ“ (حمود کو ۹۷) **بنی اسرائیل کو نصیحت** | یہ حق تعالیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تم پر کیسے کیسے احسان و انعام کئے، چاہئے کہ نکاح واکرد۔ کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ایسے سخت جا بروقا ہر دشمن کے ہاتھوں سے تم کو نجات دی اور اس کو کیسے عبرتناک طریقہ سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔ پھر توسط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے وعدہ ٹھہرا کہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے کوہ ”طور“ کا جو مبارک و میمون حصہ داہنے ہاتھ پڑتا ہے وہاں آؤ تم کو تورت“ عطی کی جائے گی۔ ”یہ“ کے لقمہ و لقمہ میدان میں تمہارے کھانے کے لئے من و سلویٰ اتارا گیا (جس کا ذکر سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے) ان احسانات کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال طیب لذیذ اور ستھری چیزیں عنایت فرمائی ہیں انہیں شوق سے استعمال کرو۔ لیکن اس معاملہ میں حد سے نہ گزرو مثلاً ناشکری یا فضول خرچی کرنے لگو۔ یا اس ذی نعم پر اترانے لگو۔ یا اس میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرو۔ یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی میں خرچ کرنے لگو۔ یہ جہاں اور جس وقت جو ذکر رکھنے کی ممانعت ہے وہاں جوڑنے کے پیچھے پڑ جاؤ، غرض خدا کی نعمتوں کو طفیان و عصیان کا آلہ نہ بناؤ۔

جینی زیادتی کرو گے تو اللہ کا غضب تم پر نازل ہوگا اور ذلت و عذاب کے تاریک غاروں میں پٹک دیے جاؤ گے۔

مغضوبین کے بالمقابل یہ مغفورین کا بیان ہوا۔ یعنی کتنا ہی بڑا مجرم ہو اگر سچے دل سے تائب ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اسی پر موت تک مستقیم رہے تو اللہ کے یہاں بخشش اور رحمت کی کمی نہیں۔

کوہ طور پر حضرت موسیٰ کی عجلت | حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب وعدہ نہایت اشتیاق کے ساتھ کوہ طور پہنچے۔ شاید قوم کے بعض نقباء کو بھی ہمراہ لے جانے کا حکم ہوگا وہ ذرا پیچھے رہ گئے۔ حضرت موسیٰ شوق میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ ایسی جدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ آئے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار اتیری خوشنودی کے لئے حد حاضر ہو گیا۔ اور قوم بھی کچھ زیادہ دور نہیں یہ میرے پیچھے چلی آ رہی ہے۔ کذاہی التماسیر و یحتمل غیر ذلک واللہ اعلم۔

مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۵۷﴾ فَرَجَعَهُ

پہنچا

اور یہ قادیان و سامری نے

تیرے

مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ قَالَ يَقَوْمِ

موسیٰ

ما

عصہ میں جو بیچتا ہو

اپنی قوم کے پاس

موسیٰ

أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعُدًّا حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ

یا طویل ہو

انچھا

کیا تم سے وعدہ کیا تھا تمہارا

عَلَيْكُمْ الْعَهْدُ أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَجِلَّ عَلَيْكُمْ

کو ترسے تم پر

یا چاہتم تھے

تم پر مدت

غَضَبٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِي ﴿۵۸﴾ قَالُوا مَا

ہے

اس لئے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ

تمہارے ساتھ

غضب

أَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلِكِنَا وَلَكِنَّا حُمِلْنَا أَوْ زَارًا

وہاں لیکن اٹھو یا ہم سے بھاری ہو

پہ اختیار سے

ہم نے خلاف نہیں کیا تیرا وعدہ

مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ فَقَدْ فَتَنَّاكَ أَفَتَى

پھر اس طرح فتنہ

سو ہم نے سنا بھینک دیا

قوم فرعون کے رید کا

السَّامِرِيُّ ﴿۵۹﴾ فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ خُورٌ

ایک دھڑ (بدن) جس میں خور کا ہے

پھر نکالا (نہ تم یہ اس نے) ایک عجلہ

سامری نے

فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَى ه فَانْسِيَ ﴿۶۰﴾

سامری بھول گیا

در معبود ہے موسیٰ کا

یہ معبود ہے تمہارا

پھر کہنے لگے

قوم کو سامری کا بہکانا | یعنی تم تو دھڑائے اور ہم نے تیری قوم کو ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا۔ جس کا سبب ہم اسباب میں سامری بنائے کیونکہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت میں کچھڑا پونہ شروع کر دیا تھا۔ جس کا قصہ سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے۔ تنبیہ سامری کا نام بھی بعض کہتے ہیں موسیٰ تھا۔ بعض کے نزدیک یہ اسرائیلی تھا بعض کے نزدیک قبطی۔ بہر حال جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا منافق تھا اور منافقین کی طرح فریب اور چال بازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ ابن کثیر کی روایت کے موافق کتب اسرائیلیہ میں اس کا نام ہارون ہے۔

قوم پر حضرت موسیٰ کا غصہ | یعنی میرے اتباع میں تم کو دینی و دنیوی ہر طرح کی بھلائی پہنچے گی۔ چنانچہ بہت سی عظیم الشان بھلائیاں ابھی بھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور جو باقی ہیں وہ بھی منقریب ملنے والی ہیں۔ کیا اس وعدہ کو بہت زیادہ مدت گزر گئی تھی کہ تم کچھ حسانات کو بھول گئے اور گلے انعامات کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟ یا جان بوجھ کر تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ اور اسن توحید پر قائم نہ رہ کر خدا کا غضب مول لیا (کد الفسرفہ بن کثیر رحمہ اللہ) یہ یہ مطلب ایسا جائے کہ تم سے حق تعالیٰ نے تمہیں چالیس روز کا وعدہ کیا تھا کہ اتنی مدت موسیٰ علیہ السلام "طور" پر مستکف رہیں گے، تب تو رات شریف ملے گی۔ تو کیا بہت زیادہ مدت گزر گئی کہ تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے؟ اور گوسہ پرستی اختیار کر لی، یا عمدہ یہ حرکت کی سے تا غضب ابھی کے مستحق ہو۔ اور "احلفتم مواعدی" سے مراد وہ وعدہ ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ آپ ہم کو خدا کی کتاب یاد دیجئے ہم اسی پر عمل کیا کریں گے اور آپ کے تابع پر مستقیم رہیں گے۔

زیورات اور سونے کا کچھڑا | یعنی ہم نے اپنے اختیار سے از خود ایسا نہیں کیا، یہ حرکت ہم سے سامری نے کرائی۔ صورت یہ ہوئی کہ قوم فرعون کے زیورات کا جو بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسے کیا کریں۔ وہ ہم نے باہمی مشورہ کے بعد اپنے سے اتار پھینکا۔ اس کو گم میں پکھڑا کر سامری نے ڈھال لیا اور کچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کر دی۔ یہ قصہ سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ تنبیہ | قوم فرعون کے یہ زیورات کس طرح بنی اسرائیل کے ہاتھ آئے تھے؟ یا ان سے مستعار لئے تھے۔ یا مال غنیمت کے طور پر ملے یا اور کوئی صورت ہوئی۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی صورت بھی ہو، بنی اسرائیل انکا استعمال اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے، لیکن غضب ہے کہ اس کا بت بن کر پونہ جائز سمجھ۔

یعنی موسیٰ سے بھول ہوئی کہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے طور پر گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے۔ یعنی یہی کچھڑا العیاذ باللہ۔ شاید یہ قول ان میں سے سخت مانیوں کا ہوگا۔

أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ۚ وَلَا يَمْلِكُ

بھاری دُک نہیں دیکھتے کہ وہ جواب تک نہیں دیتا کہ کی بات ہے ۱۰

لَهُمْ صَدْرًا وَلَا نَفْعًا ۚ ۱۱ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُونُ مِنْ

ان کے پرے کا اور بھگے کا ۱۱ اور کہا تھا کہ ہارون —

قَبْلُ يَقُومُ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمَنُ

پہلے سے اے قوم بات مکی ہے کہ تم بھگ گئے اس بھڑے سے —

فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي ۚ ۱۲ قَالُوا لَنْ نَتَّبِعَكَ عَلَيْهِ

۱۲ میری راہ چلو — اور ان لوگوں کی امری —

عَكْفَيْنَ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَى ۚ ۱۳ قَالَ يَهُودُ بْنُ مَآ

پٹھے پر تین گے جب تک وٹ کر نہ آئے ہمارے پاس —

مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا ۚ ۱۴ أَلَّا تَتَّبِعَنِ ۚ أَفَعَصَيْتَ

روکا تجھ کو جب دیکھا تو تو نے کہا وہ بھگ گئے، کہ تو میرے پیچھے نہ آتا —

أَمْرِي ۚ ۱۵ قَالَ يَبْنَؤُمْ لَا تَأْخُذْ بِلِحِيَّتِي وَلَا بِرَأْسِي ۚ

۱۵ میرا حکم — اور ہمارے میری مال سے ہے —

إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَءِيلَ

میں ڈرا کہ تو کہے گا بھوت ڈال دی تو نے —

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي ۚ ۱۶ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا مَعْرِي ۚ ۱۷

اور یہ دیکھی میری بات — کہہ ہوئی ہے —

یعنی انہوں کو اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتی کہ جو نورانی نہ کسی سے بات رکھنے نہ کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچائے۔ ہاں اختیار رکھئے وہ معبود یا خدا اس طرح بن سکتی ہے۔

قوم کو حضرت ہارون کی تنبیہ | یعنی حضرت ہارون بری سے زبانی فہمائش کر چکے تھے کہ جس گھڑے پر تم مفتون ہو رہے ہو، وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا پروردگار اکیلا رحمان ہے۔ جس نے اب تک خیال کرنا کہ قدرت جنوں کی بارش تم پر ہی ہے۔ اسے چھوڑ کر مدھر جا رہے ہو۔ میں موسیٰ کا جانشین ہوں، ارغوانی ماس اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو لازم ہے کہ میری راہ چلو اور میری بات مانو۔ سامری کے انگوٹھ میں مت آؤ۔

قوم کی ضد | یعنی موسیٰ کے اوپر آنے تک تو ہم اس سے ملتے نہیں ان کے آنے پر دیکھا جائے گا جو چھوٹے سب معصوم ہوگا کرین گے۔

حضرت ہارون سے حضرت موسیٰ کی باز پرس | یعنی میں تم کو اپنا خلیفہ بنا کر اور حکم کر کے آیا تھا کہ میری خیریت میں ان کی اصلاح کرنا اور منسین کے رستہ پر نہ چلنا۔ پھر تم نے کیا اصلاح کی؟ کیوں اپنے موافقین کو ساتھ لے کر ان گوسا پرستوں کا سختی سے مقابلہ نہ کیا؟ اگر یہ نہ ہو سکتا تھا تو ان سے منقطع ہو کر میرے پاس کیوں نہیں چلے آئے؟ عرض تم نے ایسی صریح گمراہی کو دیکھ کر میرے طریق کار کی بیرونی کیوں نہیں کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرط جوش میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے تھے۔ اس کی منقطع بحث سورہ اعراف کے فوائد میں مذکور ہے۔

حضرت ہارون کی معذرت | یعنی میری سمجھ میں یہی آیا کہ تمہارے آنے کا انتظار کرنا اس سے بہتر ہے کہ تمہارا پیچھے کوئی ایسا کام کروں جس سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر مقابلہ یا انتقام ہوتا تو کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے اور بہت سے مخالف رہتے۔ مجھے ڈر ہوا کہ تم اگر یہ نرم نہ دیکھو کہ میرا انتقام کیوں نہ کیا؟ اور قوم میں ایسا تفرقہ کیوں ڈال دیا۔ حضرت شاہ صاحب کہتے ہیں کہ ”چلتے وقت موسیٰ ہارون کو نصیحت کر گئے تھے کہ سب کو متفق رکھو۔ اس لئے انہوں نے گھڑا چوڑے داؤس کا مقابلہ نہ کیا۔ زبان سے اہل سمجھایا وہ نہ سمجھے بلکہ ان کے قتل پر تیار ہونے لگے و کا ذر یقتلونی۔“

سامری سے باز پرس | ادھر سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو ڈانٹ بھائی اور فرمایا کہ اب تو جی حقیقت بیان کر۔ یہ حرکت تو نے کس وجہ سے کی؟ اور کیا اسباب پیش آئے کہ بنی اسرائیل تیری طرف جھک پڑے۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ فَقَبَضْتُ قَبْضَهُ

میں نے دلجو کیا وہ اوروں نے نہ دی چھر بھری میں — اے سنس

مَنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلْتُ لِي

یادوں کے نیچے سے اس بھیجے ہوئے نے چرم میں لے وی، انا بی۔ اور یہی مسلمان بنی ہوئی تھی۔

نَفْسِي ۞ قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَنْ

میں نے لکھ دیا کہ اس کی موت ہو گئی ہے۔

تَقُولَ لَا مِسَاسَ ۖ وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تَخْلَفُهُ ۚ

مت چینی (باتھون ۱۹۵۸) اور تیرہ واٹسپاٹ ایک اور تیرہ

وَانْظُرْ إِلَى إِلٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ

اور: کچھ اپنے معبودوں
بہس پر تمام ان تو مختلف رہتا تھا

لَنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝۱۰ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ

مجموعہ میں شامل ہیں

اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

تو ہی یہ ہے جس کے سوا کسی ہی بدی نہیں ہے

كَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ

یوں سناتے ہیں ہم تجھ کو ان کے احوال جس سے مزارقہ اور

تَيْنِكَ مِنْ لَدُنَّا ذِكْرًا ۖ ۝۱۹ مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ

مہم نے دی تھو کو اپنے پاس سے پڑھنے کی (پڑھنے کو) کتاب ﴿﴾ جو کوئی منہ پھیرے اس سے

❖ حضرت جبریل کے پاؤں تلے کی مٹی | سامری نے کہا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی۔ یعنی خدا کے بھیجے ہوئے فرشتہ (جبریل) کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ شاید یہ اس وقت ہوا ہو جب بنی اسرائیل دریائے میں گھسے اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر گھسا اس حالت میں جبریل دونوں جہاتوں کے درمیان میں کھڑے ہو گئے تا ایک کو دوسرے سے مٹے نہ دیں۔ بہر حال سامری نے کسی محسوس دلیل سے یاد جان سے ایک قسم کے تعارف سابق کی بناء پر سمجھ لیا کہ یہ جبریل ہیں ان کے پاؤں یا انکے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مٹی بھر مٹی اٹھالی۔ وہی اب سونے کے پتھر سے مٹی بن دی۔ کیونکہ اس کے جی میں یہ بات تھی کہ روح القدس کی خاک پا میں یقیناً کوئی خاص تاثیر ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”سونا تھا کافروں کا ماں سیاہو افریب سے، اس میں مٹی پڑی برکت کی، حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ چانداری طرح کی روح اور آواز اس میں ہو گئی۔“ ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہئے۔ اسی سے بُت پرستی بڑھتی ہے۔ تنبیہ | آیت کی جو تفسیر اوپر بیان ہوئی، صحابہ و تابعین اور علمائے مفسرین سے یہی منقول ہے۔ بعض زائفین نے اس پر جو طعن کئے ہیں اور آیت کی دراز صواب تاویس کی ہیں، ان کا کافی جواب صاحب روح المعانی نے دیا ہے۔ یہاں اس قدر ربط کا موقع نہیں۔ من شاء فلیراجعہ۔

❖ سامری کی سزا | یعنی مجھے ہاتھ مت لگاؤ مجھ سے عیحدہ رہو، چونکہ اس نے پتھر کا ڈھونگ بنایا تھا چپ چور یا ست سے کہ لوگ اس کے ساتھ ہوں اور سوار ہوں، انہیں اس کے مناسب سزائی کہ کوئی پاس نہ پٹکے، جو قریب جائے وہ خود اور رہنے کی ہدایت کر دے۔ اور دنیا میں بالکل ایک ذلیل، اچھوت اور وحشی جانور کی طرح زندگی گزارے۔

❖ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”دنیا میں اس کو یہی سزائی کہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا۔ گروہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے تو دونوں کو تپ چڑھتی، اسی لئے لوگوں کو دور دور کرنا۔ اور یہ جو فرمایا کہ ایک وعدہ ہے جو عذاب نہ ہوگا۔ شاید مراد عذاب آخرت ہے اور شاید دجال کا ٹھکانہ، وہ بھی یہودیوں میں سامری کے فساد کی تکمیل کرے گا۔ جیسے ہمارے پیغمبر مال بانٹتے تھے، ایک شخص نے کہا کہ نصف سے بانٹو۔ فرمایا ”اس کی جنس کے لوگ نکلیں گے“ وہ خارجی نکلے کہ اپنے پیشواؤں پر گئے اعتراض پکڑنے، جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے ایسا ہی ہے۔“

❖ یعنی تیری سزا تو یہ ہوئی۔ اب تیرے جموں نے معبود کی قلعی بھی کھولے دیتا ہوں۔ جس پتھر سے کو تو نے خدا بنایا اور دن بھر وہاں دل جمائے بیٹھ رہتا تھا، ابھی تیری آنکھوں کے سامنے توڑ پھوڑ کر اور جد کر رکھ کر دانگا۔ پھر رکھ کر اور یا میں بہاؤنگا۔ تا اس کے پیروں کو خوب واضح ہو جائے کہ وہ دوسروں کو تو کیا نفع نقصان پہنچا سکتا، خوراپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔

❖ باطل کو مٹانے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حق کی طرف بلاتے جاتے ہیں۔ مٹی پتھر تو کیا چیز ہے کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی معبود نہیں بن سکتی، سچا معبود تو وہی ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی عقلاً و قلباً و فطرتاً و رائیسی اور جس کا لامحدود علم ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔

❖ پچھلے واقعات سنانے کی حکمت | یعنی موسیٰ و فرعون کی طرح اور بہت سی گزشتہ اقوام کے واقعات ہم تجھ کو اور تیرے ذریعہ سے تمام دنیا کو سناتے رہتے ہیں جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً علم کی توفیر، معجزات کی تکثیر، پیغمبر اور مسلمانوں کی تسلی، غفلتوں کے لئے عبرت و تذکیر اور معاندین کے حق میں تہدید و ترہیب کا سامان ہوتا ہے۔

❖ یعنی قرآن کریم جو ان عبرت آموز واقعات و حقائق پر مشتمل ہے۔

يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وِزْرًا ۝ خَلِيدِينَ فِيهِٓ وَسَاءَ لَهُمْ

اٹھائے گا دن قیامت کے یکہ و بوجہ خلدائیں — ر میں

يَوْمَ الْقِيَمَةِ حِمْلًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ

قیامت میں وہ بوجہ نکالے گا جس دن پھونکیں گے صور میں

الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ يَتَخَفَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ

نہ گارہوں کو کہ ان میں سے کبھی نہ ہونے پڑے گی

لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ

تم ہیں بسے عمریں ان ہم ان کو معلوم ہے

أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝ وَيَسْأَلُونَكَ

ان میں اچھی راہ روش والا کہ تم ہیں بے گناہ ان دن

عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا

پہاڑوں کا حال سو تو کہے ان کو کہیے کہ یہ رہے نہ رہے

قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ۝

صاف (چٹیل) میدان نہ دیکھو تو اس میں موز (نی) اور نہ لٹا (انچان)

يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۝ وَخَشَعَتِ

اس دن پیچھے رہیں گے کھانے والے کی جہی میں کسی نہ

الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ۝

آوازیں جس سے نہ سہی ہر وقت کا غصہ کسی نہ

یعنی اعراض، بکندیب سے جو گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن اُن پر ادا جائے گا، کبھی بکا نہ ہوگا۔
میش اس کے نیچے دبے رہیں گے پھر اس کا اٹھنا کوئی ہلکی کھیل نہیں جب اٹھائیں گے تو پتہ چلے گا کہ
یہ نرے اور سخت بوجھ کے نیچے دبے گئے ہیں

محشر میں مجرمین کی حالت | جنی محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہو گئے۔ یہ شدید
یوں ہی تھکیں نیلی سوں بدنہی کے واسطے، بہر حال اگر پہلے مٹی لئے جائیں تو یہ ایک خاص وقت کا
ذکر ہے۔ پھر آنکھیں کھوں دی جائیں گی تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ **وَرَالْمُضْحَرُونَ السَّادَ**
الایہ (مکلف رکوع ۷) اَسْمَعُ بِهِمْ وَانصُرُوا یَوْمَ یَأْتُوا (مریم رکوع ۲)

دنیا کی زندگی پر ندامت | جنی آخرت کا طوں اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر
دنیا میں یہ قہر میں رہنا اتنا کم نظر لگے گا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہو
گئی۔ یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائیں گے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے
پر ندامت ہوگی۔ یہ شاید معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے۔ جنی دنیا میں بہت ہی کم ٹھہرا ہوا۔ موقع نہ
ملا کہ آخرت کے سنے کچھ سامان کرتے جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ **وِیَوْمَ نَقُومُ السَّاعَةَ یُفْطِنُ**
الْمُضْحَرُونَ مَا یَسْتَوَاعِبُوا سَاعَةً اِلٰی تَخْرُجُ (مریم رکوع ۶)

یعنی چپکے کہنا ہم سے نہیں چھیٹتا۔ وہ آپس میں جو مروتیاں کریں گے ہم کو خوب معلوم ہیں۔
جنی جوان میں زیادہ عقلمند، صائب الرائے اور ہوشیار ہو گا وہ کہے گا کہ میں دس دن بھی کہاں؟ صرف
ایک ہی دن سمجھو۔ اس کو زیادہ عقلمند اور اچھی راہ روش دار۔ اس نے فرمایا کہ دنیا کے زوال و فنا اور
آخرت کی بقا، دو دوا اور شدت ہول کو اس نے دوسروں سے زیادہ سمجھ لیا۔

قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت | جنی قیامت کے ذکر پر مکررین مشراستہا کہتے ہیں
کہ ایسے سے سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حشر ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے؟ اس کا
جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے؟ سب کو ذرا سی در
میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روٹی کی طرح ہو میں ڈا دیا جائے گا اور زمین بالکل
صاف و ہموار کر دی جائے گی جس میں کچھ اچھا بچا اور اچھا بچا نہ رہے گی یہاں کی رکاوٹیں ایک دم
صاف کر دی جائیں گی۔

یعنی جدھر فرشتہ آواز دے گا یا جہاں بلے جائیں گے سیدھے تیر کی طرح اُھر دوڑے جائیں گے۔
نہ بلے والے کی بات ٹیڑھی ہوگی اور نہ دوڑنے والوں میں کچھ ٹیڑھا تر چھپن رہے گا۔ کاش یہ لوگ
دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے بچھٹتے تو وہاں کام آتا۔ پر یہاں اپنی بد بختی اور
کج روی سے ہمیشہ ٹیڑھی چل چلتے رہے۔

رحمن کے ڈر سے آوازوں کا پست ہونا | جنی محشر کی طرف چلنے کی کھسکھاہٹ کے سوا
اُس وقت رحماں کے خوف و ہیبت کے مارے کسی کی آواز نہ سنائی دے گی، اگر کوئی کچھ کہے گا بھی تو
اس قدر آستہ جیسے کا پھوکی کرتے ہوں۔

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ

مگر جس کو اجازت دی جس سے

کام نہ لے گی دعاؤں

سوائے

وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا

اور

جو چھت لے لے ہے

وہ جانتا ہے

♦ "رہنمائی کی بات"

خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ۝ وَعَدَّتِ الْوُجُوهُ

وہ روئے قیوم میں نہیں آئے گی اور پست کر دیں گے

♦ "وہ روئے قیوم میں نہیں آئے گی اور پست کر دیں گے"

چھپے

لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ وَمَنْ

حی (زندہ) ہمیشہ رہنے والے سے

♦ جس سے وہ تو انصاف و علم کا

در خور ہے

♦ "وہ تو انصاف و علم کا"

يَعْمَلُ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَفُ

کے جو کلمہ

اور وہ ایمان لگائی رہتا ہے

کچھ عمل کیا ہے

نہ ہے

ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ۝ وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

بہ انصاف کا

♦ اور اسی طرح انکار ہم نے قرآن

♦ "وہ تو انصاف و علم کا"

عربی زبان میں

وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

تاکہ وہ پرہیز کریں (اوریں)

اور اس کی باتیں

اور پھر پھر برائی تم سے اس میں

أَوْ يُحَدِّثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ فَتَعَلَّى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۝

♦ سو بلند اور تہذیب کا کچھ بادشاہ کا

♦ "وہ تو انصاف و علم کا"

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ

تک نہ پہنچے (جو حکم کرے)

قرآن کے پہنچنے میں

اور جو جلدی نہ کر

کوئی سفارش کام نہیں آئیگی | یعنی اس کی سفارش چلے گی جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت ملے۔ اس کا بدن خدا کو پسند ہو اور بات ٹھکانے کی کہے اور ایسے شخص کی سفارش کرے جس کی بات (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) خدا کو پسند چکی ہے کافر کے حق میں کوئی سعی و سفارش نہیں چلے گی۔

یعنی خدا کا ہم سب کو محیط ہے لیکن بندوں کا علم اس کو یا اس کی معلومات کو محیط نہیں۔ اس لئے وہ ہی اپنے ہم محیط سے جانتا ہے کہ کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہئے۔

متکبرین کے سر جھک جائیں گے | یعنی اس روز بڑے بڑے سرکش متکبروں کے سر بھی ملانے اسی حق و قیوم کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح بیٹھے ہوں گے۔ جنہوں نے بھی خدا کے آگے پیشانی نہ تکی تھی اس وقت بڑی عجزی سے گردن جھکائے چلے آئیں گے۔

یعنی ظالم کا حال کچھ نہ پوچھو ایسا خراب ہوگا۔ ظلم کے لفظ میں شرک اور دوسرے معاصی بھی داخل ہیں۔ جیسے فرمایا: **إِنَّ الشُّرَكَاءَ لَطُغْمٌ عَظِيمٌ** (عقن رکوع ۲) اور **وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاجِسَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ** (آل عمران رکوع ۱۳) ہر ایک ظالم کی خرابی اس کے درجہ ظلم کے موافق ہوں۔

بے انصافی یہ کہ کوئی نیکی ضائع کر دی جائے یا ناکردہ گنہ میں پکڑا جائے۔ اور نقصان پہنچنا یہ کہ استحقاق سے کم بدلہ دیا جائے۔

قرآن کریم کی تنبیہ صاف ہے | یعنی جیسے یہاں محشر کے احوال اور نیک و بد کے نتائج صاف صاف سنا دیے۔ اسی طرح ہم نے پورا قرآن صاف زبان عربی میں نازل کیا تا جو لوگ اس کے اولین مخاطب ہیں اس کو پڑھ کر خدا سے ڈریں۔ اور تقویٰ کی راہ اختیار کریں، اور اتنا نہ ہو تو کم از کم ان کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے۔ ممکن ہے یہ ہی سوچ اور غور و فکر آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت ہو۔

جس نے ابراہیم الخلیل علیہ السلام کی شان قرآن اتارا، اور اپنی رحمت یا کو ایسی چکی اور کھری باتیں ان کے فائدہ کے لئے سنائیں۔

وَحِيَهُ زَوْقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ

اس کا اثر ہے اور کہہ اسے رب دیدہ کر میری سمجھ میں آجائے اور میں

أَدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝ ۱۵ ۝ وَ

آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم سے اس میں پختہ موت (پختگی) میں

إِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا ۖ اِلَّا

جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدَمَ کو تو سجدہ میں نہ آئے

إِبْلِيسَ ۖ ابْنِ ۝ فَقُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَذَا عَدُوٌّ لَّكَ

یہ مائیس نے پھر کہا یا آدم کہ یہ تیرا دشمن ہے

وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی ۝ ۱۶ ۝

اور تیرے لیے جوڑے کو نہ نکالے گا تم کو جنت سے نہ توڑے گا تو تھکے ہو جائے گی

إِنَّ لَكَ إِلَّا تَجُوعٌ فِيهَا وَلَا تَعْرِى ۖ ۝ ۱۷ ۝ وَأَنَّكَ

تجھ کو یہ ہے مگر نہ بھوکا ہو تو اس میں نہ لنگھتا ہے نہ تو

لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحٰی ۖ ۝ ۱۸ ۝ فَوَسَّوْا إِلَيْهِ

نہ پانی نہ پیوے (نہ چھینے) تو اس میں نہ تھکتا نہ دھوپ میں

الشَّيْطٰنُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةٍ

شیطان نے کہا آدم کہ میں تم کو درخت عدا

الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰی ۖ ۝ ۱۹ ۝ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ

رہ دور ہے کا راہی جو پر لی نہ ہو پھر وہوں نے حایا اس میں چھل میں

آنحضرت کو ایک دعا کی تعلیم | یعنی جب قرآن ایسی مفید و عجیب چیز ہے تو جس طرح ہم اس کو بتدریج آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں، تم بھی اس کو جہیل سے سینے میں بندی نہ یا کرو۔ جس وقت فرشتہ وحی پڑھ کرے، تم بخت کر کے اس کے ساتھ ساتھ نہ پڑھو، ہم ذمہ لے چکے ہیں کہ قرآن تمہارے سینے سے نکلنے نہ پائے گا۔ پھر اس فکر میں کیوں پڑتے ہو کہ کہیں بھول نہ جاؤں اس فکر کے بجائے دل دیا کر کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی اور زیادہ سمجھ و درجہ از پیشِ عبودیت عطا فرمائے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیز میں بے موقع تعجب کی تھی اس کا انجام کیا ہو؟ حضرت شاد صواب لکھتے ہیں کہ ”جہیل جب قرآن لاتے حضرت اُنکے پڑھنے کے ساتھ آپ جی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاؤں، اس کو پیچھے منع فرمایا تھا سورہ قیامہ میں ”لَا تُحْرَكُ بِهِ لِسَانُكَ لِتُحْصِلَ بِهِ اَنْ عَلَيْنَا جُمُوعَةُ وَقُؤَانِهِ“ اور تسلی کر دی تھی کہ اس کا یاد رکھنا، لوگوں تک پہنچنا ہمارا ذمہ ہے۔ لیکن بندہ بشر ہے، شاید بھول گئے ہوں اس سے پھر اس آیت سے قید کیا اور بھولنے پر گئے مثل بیان فرمائی آدم کی۔“

حضرت آدم کی بھول | وہی جو دانہ کھا یا تھا۔ بھول گئے، یعنی قاسم نہ رہے، آگے اس قصہ کی قدر سے تفصیل ہے۔

ظاہر ہے بہشت کا آرام، سری جگہ بہاں مل سکتا ہے۔ آخر کھانے پینے، رہنے سہنے کی تدبیریں کرنی پڑیں گی۔

نسان کی یہ ہی بڑی ضرورتیں ہیں، کھانا، پینا، پہنا، ور رہنے کے مکان جس میں دھوپ بارش کا بچاؤ ہو۔ بہشت میں اس طرح کی کوئی تکلیف نہیں۔ ہر طرح راحت ہی راحت ہے۔ رہا بہشت سنجی کہ تزار۔ نباشد یہاں راحت کا ذکر نہیں کیا۔ صرف تکلیفوں کی نفی کی شاید متنبہ کرنے کے لئے کہ یہاں سے نکلے تو ان سب چیزوں کی تکلیف اٹھو گے۔

حضرت آدم کو شیطان کا اغواء | جنی یہ درخت بتاؤں جس کے کھانے سے کبھی موت نہ آئے اور نہ زوال بادشاہت ملے۔

لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ

ان پر اس کی بری چیزیں (شرکاء)

دوست بن گئے

اپنے اپنے

وَسَرَقِ الْجَنَّةِ زَوْعَصَىٰ أَدَمُ رَبَّهُ فَعَوَّاهُ ۝ ثُمَّ

پتے بہشت کے

اور حکم کیا کہ وہ اپنے رب کا

پھر سے کہ

پھر

اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَاهُ ۝ قَالَ اهْبِطَا

نواز دیا اس کو اس کے رب نے

پھر متوجہ ہو اس پر

اور وہ پہنچ گیا

کہا

کہ

مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ

یہاں سے دونوں کچھ (ایک ساتھ)

ہو جائیگا اور آپ کے دشمن

پھر آپ پہنچیں گے

مِّنِّي هُدًى ۚ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ۝

میری طرف سے ہدایت

پھر جو چاہا میری تلافی راہ پر

سودا و تنکے کا

اور نہ وہ تکلیف میں پڑے گا

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً

اور جس نے منہ پھیرا

میری یاد سے

تو اس کا مٹی ہے گدراں

ضَنْكًا ۖ وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَىٰ ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ

نگہ کی

اور میں گم ہوں اس دوران قیامت کے اندھا

وہ کہے گا

اسے رب میں

حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَلِكَ

انہی راہ تو مجھ کو اندھا

اور میں تو تھا بینے

کہا

کہی

أَنْتَ أَتَيْتَنَا فَتَبَايَعْنَا ۖ وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ۝

پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں

پھر تو نے ان کو بھلا دیا

اور اسی طرح آج تجھ کو بھلا دیں گے

یہ سب قصہ سورۃ اخرف وغیرہ میں مفصل مذکور چکا ہے۔ وہاں سے فوہ میں ہم اس کے اجزاء پر نہایت کافی و کافی کلام کر چکے ہیں۔
 یعنی جب حکم الہی کے امتثال میں غفلت ہوئی تو اپنی شان کے موافق عزم و استقامت کی راہ پر ثابت قدم نہ رہے۔ اسی کو
 غواہت و عصیان سے تعلقاً تعبیر فرمایا ہے بقاعدہ "حساب الامور اسات المعقوبین" اس کی بحث بھی پہلے گذر چکی۔ جنی
 شیطان کا تساہتیں سونے یا، بلکہ نورانیت کی توفیق بخشی، خلعت قبول سے نوازا، اور پیش از پیش مہربانی سے اس کی طرف متوجہ ہوا اور
 اپنی خوشنودی کے راستہ پر قائم نہ کر دیا۔

جنت سے نکلنے کا حکم | اگر یہ جنت بے صف آدم و حوا کو ہے تو یہ مراد ہوگی کہ ان کی اولاد آپس میں ایک دوسرے کی دشمن رہے
 گی۔ جیسے وقت سر کے تباہ کیا تھا۔ اس رفاقت کا مدللہ یہ ملا کہ اولاد آپس میں دشمن ہوئی اور اگر خطاب آدم و اہمیس کو ہے تو یہ مطلب
 ہوگا کہ دونوں کی ذریت میں یہ دشمنی برقرار رہے گی۔ شیطانی ہمیشہ بنی آدم کو ضرر پہنچانے کی کوشش کریں گے۔
 یعنی نبیوں اور کتبوں کے ذریعہ سے۔

یعنی نہ جنت کے راستہ سے پہلے گاناں سے محروم ہو کر تکلیف اٹھائے گا۔ جس وطن اصلی سے نکل کر آیا تھا، بے کھٹے پھر وہیں جا پہنچے گا۔
اللہ سے غفلت و نیوی زندگی میں تنگی لاتی ہے | جو وہی اند کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلاً مقصود
 سمجھ بیٹھا ہے، اس کی گذران مکدر اور تنگ کر دی جاتی ہے اور دیکھنے میں اس کے پاس بہت چھوٹا مال و دولت اور سامان پیش و عشرت نظر
 نہیں۔ مگر اس کا اس وقت توکل سے خن ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص و ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام
 رہتا ہے۔ کسی وقت تباہی کے یحییٰ سے قدم ہاں نہیں نکلتا۔ موت کا یحییٰ اور والدی دولت کے فطرات الگ سوہان روح رہتے
 ہیں۔ یہ رہنے کے اکثر متعین ہو دیکھ لیجئے کسی ہر رات دن میں وہ کھٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سوتا نصیب ہوتا ہوگا۔ بڑے
 بڑے سرور و تہنیک، نیا کے مخصوص سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس دنیا کی خوشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔
 نصیب اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قہری سزا اور حقیقی اطمینان کسی کو بدو نہ دے گی۔ حاصل نہیں ہو سکتا۔ "الابد خسر
 اللہ تطمئن القلوب" لیکن بقول ذوق "این بادہ اندانی بخدا تانہ وحی" بعض مفسرین نے "معیشۃ ضککا" کے معنی لئے ہیں وہ
 زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ وہ خیر و اپنے اندر لینے سے تنگ ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں مدست ہے اس
 کا سارا مال و دوست اور سامان پیش و عشرت کا اس کے حق میں دھال بننے والا ہے۔ جس خوشحالی کا نجوم چند روز کے بعد داغی تباہی
 ہو۔ اسے خوشحالی کہا کہاں زیادہ ہے بعض مفسرین نے "معیشۃ ضککا" سے قبر کی برزخی زندگی مراد ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے
 اس پر سخت تنگی کا ایک دور آئے گا جب قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ "معیشۃ ضککا" کی تفسیر مذہب قبر سے بعض
 صحابہ نے کی ہے بعد برائے ہنس و ہجو و ہزیت سے مرفوع روایت کیا ہے۔ بہر حال "معیشۃ ضککا" کے تحت میں یہ سب
 صورتیں داخل ہو سکتی ہیں۔ اذہامر۔

حشر میں اندھا اٹھایا جائیگا | جنی آنکھوں سے اندھا کر کے محشر کی طرف، یا جائے گا۔ اور دل کا بھی اندھا ہوگا کہ کسی حجت کی
 طرف رستہ نہ پائے گا۔ یہ اندھاے حشر کا ذکر ہے پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ تاہم دوزخ وغیرہ ابواب محشر کا معائنہ کرے۔
 یعنی جو کافر دنیا میں ظاہری آنکھیں رکھتا تھا قلب سے سوال کرے گا کہ "خروجہ سے کیا تصور ہوا جو آنکھیں چھین لی گئیں۔
 یعنی دنیا میں ہماری آیات دیکھ کر یقین نہ لایا نہ ان پر عمل کیا۔ ایسا بھول رہا کہ سب سنی ان سنی کر دی۔ آتی اسی طرح تجھ کو بھلایا جا
 رہا ہے۔ جیسے وہاں اندھا بنا رہا تھا، یہاں اس کے منہ سے سزا ملنے اور اندھا کر کے اٹھائے جانے پر تعجب کیوں ہے۔

وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ۝

اور اسی طرح ہم ان کے عذاب میں بھی
♦ اس سے بچنے کے لیے آیتیں بھی
♦ یہ آیتیں آیتیں ہیں

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى ۝ أَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ

اور آخرت کا عذاب سخت ہے
♦ بہت دیر رہتا ہے
♦ یہاں تک کہ وہ بھی گمراہ نہ ہو

كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي

کتنی قومیں ہم نے ان سے پہلے ہی گمراہ کر دی ہیں
♦ ان سے پہلے ہی گمراہ کر دی ہیں
♦ یہاں تک کہ وہ بھی گمراہ نہ ہو

مَسْكِنِهِمْ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَى ۝

ان کی جگہوں میں
♦ ان میں سے کچھ لوگ بھی
♦ ان کی جگہوں میں

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَ

اور اگر نہ ہوتی ایسی بات
♦ پہلے ہی تیرے رب سے
♦ اس بات پر جو پہلے ہی تیرے رب سے

أَجَلٌ مُّسَمًّى ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ

اگر نہ ہوتا اور مقرر کیا گیا
♦ اگر نہ ہوتا اور مقرر کیا گیا
♦ اگر نہ ہوتا اور مقرر کیا گیا

بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۝

تو یہاں پہلے ہی
♦ پہلے ہی تیرے رب سے
♦ پہلے ہی تیرے رب سے

وَمِنَ انْحَايِ الْبَيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ

اور پہلوؤں میں سے
♦ اور پہلوؤں میں سے
♦ اور پہلوؤں میں سے

تَرْضَىٰ ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ

راضی ہو
♦ اور نہ ہی تیرے
♦ اور نہ ہی تیرے

یعنی اسی طرح ہر ایک مجرم و س کے من سب حال سزا دی جائے گی۔

اس نے بڑی حسرت ہوگی کہ یہیں کی تکلیف سے گھبرانیں اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر نہ کریں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کہتے ہیں ”یعنی عذاب نہ دھارنے کا حشر میں ہے اور دوزخ میں اور زیادہ“

تاریخ سے عبرت | یعنی آخرت میں جو سزائے گی گرا اس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ ان ہی مہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے غرور و غفلت کی بدولت تباہ کی جا چکی ہیں جن کے افسانے لوگوں کی زبان پر باتی ہیں اور جن میں سے بعض کے کھنڈرات پر ملک شام وغیرہ کا سفر کرتے ہوئے خود ان کا گزر بھی ہوتا ہے۔ جنہیں دیکھ کر ان فارت شدہ قوموں کی یاد تازہ ہو جانا چاہئے کہ کس طرح انہی مکالوں میں چپتے پھرتے ہلاک کر دیے گئے۔

اللہ کے ڈھیل دینے کی مصلحت | یعنی حق تعالیٰ کی رحمت غضب پر سابق ہے۔ اسی لئے مجرم کو دیر تک اصلاح کا موقع دیتے ہیں اور چوری طرح اتمام حجت کے بدون ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ اس امت کے متعلق تو یہ بھی فرمادیا ہے۔ ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ“ الخ اور اپنی خاص مہربانی سے عذاب عام مستأصل کو اس امت سے ٹھایا ہے۔ یہ بات ہے جو تیرے رب کی طرف سے نکل چکی اگر یہ نہ ہوتی اور ہر ایک مجرم قوم کے عذاب کا ایک خاص وقت مقرر نہ ہوتا تو لازمی طور پر ان کو عذاب گھیرتا۔ کیونکہ ان کا کثرت و شرارت اسی کو مقتضی ہے کہ فوراً ہلاک کر دیے جائیں۔ صرف مصاحح مذکورہ بالا ہی جن سے اس قدر توقف ہو رہا ہے۔ آخر قیامت میں عذاب عظیم کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اور جب وقت آئے گا تو دنیا میں بھی اس گھمسان کا نمونہ دیکھ میں گئے۔ چنانچہ بدر میں مسلمانوں سے مذبحیڑ ہوئی تو تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیا۔

صبر کی تقصین | یعنی عذاب اپنے وقت پر ہو کر رہے گا۔ تاخیر و مہل کو دیکھ کر یہ لوگ جو کچھ کہیں بکئے دو۔ آپ فی الحال ان کی باتوں کو سنبھالیں۔ اور صبر و سکون سے آخری نتیجہ کا انتہا کیجئے۔ ان کے کلمات کفر پر حد سے زیادہ مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔

فجر اور عصر کی نمازیں | یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہوں گی۔ یعنی احققوں اور ثریروں کی باتوں پر دھیان نہ کرو۔ صبر و سکون کے ساتھ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ کیونکہ خدا کی مدد و صبر و صلوة و چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ”وَأَسْتَعِينُوا بِالْصَّبْرِ وَالْصَّلَاةِ“۔

مغرب اور عشاء کی نمازیں | اس میں مغرب و عشاء، بلکہ بعض فقہاء کے موافق نماز تہجد بھی داخل ہے۔

ظہر کی نماز | یہ ظہر کی نماز ہوگی، کیونکہ اس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کی حدیں متی ہیں۔ بلکہ صحاح و قاسوس وغیرہ میں تصریح کی ہے۔ کہ ”طرف“ طائفة من الشیء یعنی کسی شے کے حصہ کو کہتے ہیں۔ خاص حد اور کنارہ کے معنی نہیں اس صورت میں نہ کہ کو جس دن کر ہر دن کا ایک خاص حصہ مراد ہو سکتا ہے، جہاں دن کی تنصیف ہوتی ہے۔

یعنی ایسا طریق عمل رکھو گے تو ہمیشہ نیا و آخرت میں راضی رہو گے۔ اس عمل کا بڑا بھاری اجر ملے گا اور امت کی مدد ہوگی دنیا میں اور بخشش ہوگی آخرت میں آپ کی سفارش سے جسے دیکھ کر آپ خوش ہو گئے۔

أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ

اس طرح طرح کے لوگوں کو

دنیوی دنیا میں زندگی

س کے جانے

فِيهِ طَوْرُ رِزْقٍ رَّبِّكَ خَيْرٌ وَابْقَى ۝ (۳۱) وَأَمْرٌ أَهْلَكَ

اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی

اور حکم تیرے لئے

بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ

نماز کا

اور خود بھی قائم رہاں پر

ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی

ہم

نَرْزُقُكَ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ۝ (۳۲) وَقَالُوا لَوْ لَا

روزی دیتے ہیں تجھ کو

اور انجام بدلے پر بیوقوفی کا

اور لوگ کہتے ہیں

یہ کیوں نہیں آتا

يَأْتِينَا بَابُهُ مِّنْ رَبِّهِ ط أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةٌ مَّا فِي

ہمارے پاس

کوئی نشانی اپنے رب سے

یہ پہنچ نہیں آئی کہ کون سا

الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ (۳۳) وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ

اولی کتابوں میں کی

اور اگر ہم ہلاک کر دیتے ان کو

کسی آفت میں

قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْ لَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

اس سے پہلے تو کہتے

اے رب کیوں نہ بھیج دے ہم تک

کسی کو پہلے نہ دے کر

کفار کے اسباب عیش پر نظر نہ کیجئے | یعنی دنیا میں قسم قسم کے کافروں مثلاً یہود، نصاریٰ، مشرکین، مجوس وغیرہ کو ہم نے عیش و تنعم کے جو سامان دیے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعہ سے ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے، جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے (اے پیغمبر) آپ کے لئے مقدر کی ہے مثلاً قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیم، رفیع ذکر اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے ان فانی اور حقیر

تفسیر

سماںوں کی کیا حقیقت ہے۔ آپ کے حصہ میں جو دوست آئی وہ ان کی دہنتوں سے کہیں بہتر ہے اور بذاتِ خود یہ اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بہر حال آپ نہ انکی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان اور مال و دولت کی طرف مظر اشفات بھ میں۔

نماز کی تاکید | جنی اپنے متعاقبین اور اتباع کو بھی نماز کی تاکید فرماتے رہے۔ حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو (عادۃ ڈالنے کے لئے) نماز پڑھاؤ۔ جب دس برس کا ہو تو رکر پڑھاؤ۔

کسب معاش اور نماز | دنیا میں مالک غلاموں سے روزی کرواتے ہیں۔ وہ مالک بندگی چاہتا ہے اور غلاموں کو روزی آپ دیتا ہے (کذا فی الموضح) غرض ہماری نماز سے اس کا کچھ فائدہ نہیں، بہتہ ہمارا فائدہ ہے کہ نماز کی برکت سے بے غم و درد رہی ملتی ہے "وَمَنْ تَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (طہ ۱) اسی نے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں توازن ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کرے۔ نماز بہرحال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچنے والی وہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں۔ الحاصل کسب معاش کے ان ارباب کا خدا تعالیٰ نے حکم نہیں دیا جو اداے فرائضِ عبودیت میں غفل و مزاحم ہوں۔ انسان کو چاہئے کہ پرہیزگاری اختیار کرے۔ انجام کار دیکھے گا کہ خدا اس طرف اس کی مدد کرتا ہے۔

جنی کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں دکھاتے جس کے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ورنہ اس روز روزی کی تہدید و تنوید سے کیا فائدہ۔

کفار کا مطالبہ معجزات | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی انکی کتابوں میں خبر ہے رسو آخر الزماں کی۔ بایہ معنی کہ پہلے پیغمبروں کی نشانی کافی ہے۔ یہ پیغمبر بھی صو ان ہی باتوں کا تقید کرتا ہے کوئی انوکھی بات نہیں کہتا۔ یا یہ نشانی کہ انکی کتابوں کے موافق واقعات بیان کرتا ہے۔" اور بہترین تفسیر میرے نزدیک وہ ہے جو ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کی۔ یعنی یہ دُستِ دھرمی سے کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں آیا۔ کیا اور سینکڑوں نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان یہ قرآن ان کے پاس نہیں آچکا جو انکی کتابوں کے ضروری مضامین کا محقق اور ان کی صداقت کے لئے جہورِ حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا عجاز آفتاب سے زیادہ روشن ہے وَقَالُوا لَوْلَا آتَاكَ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَا أَرْسَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ هِيَ دَلِيلٌ لِّلرَّحْمَةِ وَذِكْرٌ لِّلْقَوْمِ الْيَاقِينِ (عنکبوت رکوع ۵)

فَتَنْبِئْ أَيْتِكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَذِلَّ وَنَخْزَى ۝ (۳۲)

کہ ہم چلے تیری کتاب (کلام) پر دلیل در خواست سے پہلے

قُلْ كُلُّ مُتَرَبِّصٍ فَتَرَبَّصُوا ۚ فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ

تو کہہ ہر کوئی راہ دیکھتا ہے سو تم بھی راہ دیکھو - ستم و جان لگے و ن میں

أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَى ۚ (۳۳)

سیدگی راہ سے اور کس نے راہ پائی



آنحضرت کی بعثت کفار کیلئے حجت ہے | یعنی ایسا عظیم نشان دیکھنے کے بعد تو کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہ آیا۔ اور فرض کر دہم یہ نشان نہ دکھاتے، یعنی قرآن نازل نہ کرتے، بس انزال کتاب اور رساں رسول سے پہلے ہی کفر و شرک کی سزا میں ان کو دھر گھسیٹتے، تو شور مچاتے کہ صاحب! سزا دینے سے پیشتر ہمارے پاس کوئی کتاب اور سمجھانے والا تو بھیجنا تھا کہ ہم کو ذمت و رسوائی اٹھانے سے قبل آگاہ کر دیتا۔ پھر دیکھتے کہ ہم آپ کے کہنے پر کیا چلتے۔ غرض قرآن نہ آتا تو یوں کہتے، ”اب آیا تو اسے چھوڑ کر دوسری من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان کا مقصود ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں۔ فضول جیسے بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ سو خیر ان سے کہہ دو کہ ہم اور تم دونوں اتھار کرتے ہیں کہ عنقریب پردہ غیب سے کیا مستقبل سامنے آئے گا۔ اس وقت سب حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ کس جماعت کا راستہ سیدھا ہے؟ اور کون اس راستہ پر ٹھیک چل رہا ہے؟“

تم سورۃ طہ توفیقہ و عونہ للہ لحمدہ اولاً و آخراً و علی بیہ لصلوۃ و التسلیم و افرأ متکاثراً۔



الْبَاقِيَا ۱۱۳ ﴿۲۱﴾ سُورَةُ الْأَنْبِيَاءِ مَكِّيَّةٌ (۷۲) ﴿زُكُوَاتُهَا﴾

سورہ انبیاء مدنیہ ۱۱۳ مکیہ ۷۲ اور آیتیں ہیں ورسات ۲۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کے نام سے جو باریک دہر ہاں بہت رحیم و رحیم ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ①

بروز کیا (آگ) لوگوں کے ان کے حساب کا وقت اور سے جو عارت ہیں

مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرِ مِّنْ رَبِّهِمْ مُحَدَّثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ ②

کوئی نصیحت نہیں پہنچتی ان کو ان سے وہی خبریں آتے ہیں

وَهُمْ يَلْعَبُونَ ③ لَا هِيَ قُلُوبُهُمْ وَأَسْرُوا النَّجْوَى ④

کھیل میں لگے ہوئے ہیں میں پاتے ہیں دل ان کے چھپ کر مصلحت کی

الَّذِينَ ظَلَمُوا ⑤ هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ أَفَتَأْتُونَ

جسے انصاف نے یہ شخص کون ہے ایک آدمی ہے تو ہی جیسا پر کیوں پہنچتے

السَّحَرَاءُ ⑥ أَنْتُمْ تَبْصُرُونَ ⑦ قُلْ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ

ان کے جادو میں تم گھمروں دیکھتے ان کے (پتھر) آہا میرے رب خبرتے بات

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ⑧ بَلْ

آسمان میں اور زمین میں اور وہ سنے والا ہے اور وہ پتھر والا ہے

قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ بَلْ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ⑨

ان کو چھوڑ کر کہتے ہیں یہود (پریشان) خواب میں نہیں چھوڑا ماندہ لہجہ میں شعر کہتا ہے

سورۃ الانبیاء

یوم حساب سے غفلت | یعنی حساب و کتاب اور عبادت کی گھڑی سر پر گھڑی ہے لیکن یہ لوگ (مشرکین وغیرہ) سخت غفلت و جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جوابدہی کے لئے نہیں کرتے۔ اور جب آیات اللہ سن کر خواب غفلت سے پوٹکائے جاتے ہیں تو صحت من کر نہایت پروائی کے ساتھ نل دیتے ہیں۔ گویا کبھی ان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔ سچ ہے "الناس لی غفلۃ" اور وحی المبیۃ نطعن

یعنی قرآن کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں جن میں اگر اخلاص کے ساتھ غور کرتے تو سب دین و دنیا درست ہو جاتی۔ لیکن جب دس ہی ادھر سے غافل ہیں اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔

آنحضرتؐ کے خلاف کفار کے مشورے | جب نصیحت سنتے سنتے ٹک آگئے تو چند بے انصافوں نے خفیہ میٹنگ کر کے قرآن اور پیغمبر کے متعلق بہن شرارتیں کہ یہ پیغمبر تو ہمارے جیسے ایک آدمی ہیں، نہ فرشتے ہیں نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری تمیاز رکھتے ہیں۔ البتہ ان کو جو دوستا ہے جو کام پڑھارتے ہیں وہ ہونا نہ چاہا کا کلام ہے۔ پھر تم کو کیا مصیبت نے گھیرا کہ آنکھوں دیکھتے ان کے چہرہ میں پھنستے ہو۔ لازم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ قرآن کو جو دشاد اس کی قوت تاثیر اور حیرت انگیز تصرف کو دیکھ کر کہیں۔ ورنہ خفیہ میٹنگ اس سے کی کہ اندہ حق کے خلاف جو تدابیر کرنے والے تھے یہ اس کی تمہید تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ہشیار دشمن اپنی معاندانہ کارروائیوں کو قبل از وقت طشت از بام کرنا پسند نہیں کرتا اندر ہی اندر آپس میں پروپیگنڈا کیا کرتا ہے۔

آنحضرتؐ کا کفار مکہ کو جواب | پیغمبر نے فرمادیا کہ تم کتنے ہی چھپا کر مشورے کرو، اللہ کو سب خبر ہے وہ تو آسمان و زمین کی ہر بات کو جانتا ہے پھر تمہارے راز اور سازشیں اس سے کہاں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔

◆ قرآن کے سامنے کفار کی بیچارگی اور بدحواسی | قرآن سن کر ضد اور بٹ دھری سے ایسے بدحواس ہو جاتے تھے کہ کسی

ایک۔۔۔ پر قہر نہ تھا، کبھی سے جادو بتاتے، کبھی پریشان خوابیں کہتے، کبھی دعویٰ کرتے کہ آپ اپنے جی ب کچھ باتیں جھوٹ گھڑ لائے ہیں۔ جن کا نام قرآن رکھ دیا ہے۔ نہ صرف یہ ہی بلکہ آپ ایک عمدہ شاعر ہیں اور شاعروں کی طرح تخیل کی بند پر بازی سے کچھ مضامین مؤثر اور مستحکم عبارت میں پیش کر دیتے ہیں۔ اگر واقع میں ایسا نہیں تو چاہئے کہ آپ کوئی ایسا کھلم کھلا معجزہ دکھلائیں جیسے معجزات پہلے پیغمبروں نے دکھلائے تھے۔ یہ کہنا بھی محض عناد سے دق کرنے کے لئے تھا کیونکہ ازل تو مکہ کے یہ جاہل مشرک پہلے پیغمبروں اور ان کے معجزات کو کیا جانتے تھے، دوسرے آپ کے بیسیوں کھلے کھلے نشان دیکھ چکے تھے جو انبیائے سابقین کے نشانات سے کسی طرح کم نہ تھے جن میں سب سے بڑھ کر یہ ہی قرآن کا معجزہ تھا۔ وہ دل میں سمجھتے تھے کہ نہ یہ جادو کی مہل عبارتیں ہیں، نہ یہود خواب ہیں، نہ شاعری ہے۔ اسی لئے جب کوئی ایک بات چسپاں نہ ہوتی تو اسے چھوڑ کر دوسری بات کہنے لگتے تھے۔ اُنظر کیف صرنا لک الامثال فصلوا افلا يستطیعون سبیلاً (الفرقان رکوع ۱)

یعنی یہی قوموں کو فرماؤ نشان دیکھائے گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بھی نہ مانے آخر سنت اللہ کے موافق ہلاک کئے گئے۔ اُن مشرکین مکہ کی فرمائش پوری کی جا میں تو ظاہر ہے یہ ماننے والے تو ہیں نہیں۔ انکار حق تعالیٰ کی عام عادت کے موافق تباہ کئے جائیں گے اور ان کی بالکل تباہی مقصود نہیں۔ بلکہ حکمت الہیہ فی الجمہان کے باقی رکھنے کو متغافل ہے۔

◆ پچھلے انبیاء بھی بشر تھے | یہ ان کے قول "هل هذا الا بشر مثلكم" کا جواب ہوا۔ یعنی پہلے بھی جو پیغمبر آئے جن کی مانند ان نبیاں انہیں نے کا آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کرتے ہو، وہ آنحضرت کی طرح بشر تھے فرشتے نہ تھے۔ اگر اتنی مشہور و مستفیض بات کی بھی اپنی جہالت کی وجہ سے تم کو خبر نہیں، تو خبر رکھنے والوں سے دریافت کرو۔ "فر یہود و نصاریٰ اهل کتاب سے تمہارے تعلقات ہیں، اتنی مونی بات ان سے ہی پوچھ لینا کہ پہلے زمانوں میں جو انبیاء درسل شریف لائے وہ بشر تھے یا آسمان کے فرشتے۔

◆ یعنی بشری خصائص ان میں موجود نہیں، نہ فرشتوں کی طرح ان کا بدن ایسا تھا کہ کبھی کھانا کھا سکتے نہ وہ خدا تھے کہ کبھی موت اور فنا نہ آئے، ہمیشہ زندہ رہا کریں۔

◆ پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت | ان کا امتیاز دوسرے بندوں سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوق کی ہدایت و اصلاح کے لئے کھڑے کئے گئے تھے خدا ان کی طرف وحی بھیجتا اور ہر وجود بے سروسامانی کے غنائین کے مقابلہ میں ان کی حمایت و نصرت کے وعدے کرتا تھا چنانچہ اللہ نے اپنے وعدے سچ کر دکھائے۔ اُن کو مع رفقاء کے محفوظ رکھا اور بڑے بڑے متکبر دشمن جو ان سے ٹکرائے تباہ و غارت کر دیے گئے۔ بیشک محمد ﷺ بھی بشر ہیں۔ لیکن اسی نوع کے بشر ہیں جن کی عانت و حمایت ساری دنیا کے امتداد میں کی جاتی ہے ان کے مخالفین کو چاہئے کہ اپنا انجام سوچ رکھیں اور پہلی قوموں کی مثالوں سے عبرت حاصل کریں۔ کہیں آخرت کے حساب سے پہلے دنیوی میں حساب شروع نہ کر دیا جائے۔

◆ قرآن کریم کی اہمیت | یعنی قرآن کے ذریعہ سے تم کو ہر قسم کی نصیحت و فہمائش کر دی گئی اور سب برا بھلا انجام سمجھا دیا گیا۔ اگر کچھ بھی عقل ہوگی تو عذاب الہی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو گے اور قرآن کی قدر پہچانو گے جو فی الحقیقت تمہارے مجدد و شرف کی ایک بڑی دستاویز ہے۔ کیونکہ تمہاری زبان میں اور تمہاری قوم کے ایک فرد کامل پر اثر اور دنیا میں تم کو شہرت و انجی عطا کی۔ اگر اپنے ایسے محسن کو نہ مانو گے تو دنیا میں ذلیل ہو گے اور آخرت کا عذاب الگ رہا آگے ان قوموں کا دنیوی انجام بیان فرماتے ہیں جنہوں نے انبیاء سے دشمنی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کئے تھے۔

بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝ فَلَمَّا أَحْسُوا بَأْسَنَا إِذَا

ان کے پیچھے اور ایک قوم اور آپ سے پہلے ان سے دوسری آفت تھی

هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ ۝ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا

تھے وہ ان سے اڑ کر گئے (پھرتے) برکت کرو، (مت پرست) اور لوٹ جاؤ

اُنزِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَسْأَلُونَ ۝ قَالُوا

تم نے ہمیں اس میں اور اپنے گھر میں شہید ملی تم کو (تمہاری حالت) پوچھتے ہیں

يُؤْيِلْنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ

ہم نے خرابی پہنچائی ہم نے غلطی کیا تھا ہم نے غلطی نہیں کی تھی

دَعَا لَهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خُمُلِينَ ۝ وَمَا

ان کو دیا یہاں تک کہ انہیں کر کے کھجور کاٹنے کے لئے چھوڑ دیا

خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعِبَادِنَا ۝ لَوْ

ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو چیزیں ان کے لیے تھیں

أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذَ لَهُمْ لَهْوًا لَا تَخَذُ لَهُ مِنْ لَدُنَّا ۝

ہم چاہتے تھے کہ بنائیں جو ان کے لئے تھی تو نہ لیتے ہم نے اس سے

إِنْ كُنَّا فَعَلِينَ ۝ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَىٰ

اگر ہم کرتے ہیں بلکہ ہم حقیقت میں پھینکتے ہیں

الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۝ وَلَكُمْ الْوَيْلُ

بے شک پر جو وہاں کا سر پہنچاؤں گا وہ بے ہوش ہو جائے گا اور آپ کو دکھ ہے

یعنی یہ نہیں کہ ان کے نیست و نابود کر دینے سے اللہ کی زمین اجڑ گئی۔ وہ مجھے دوسروں کو انکی جگہ بسا دیا گیا۔

عذاب کے وقت کا پہچھتانا یعنی جب عذاب الہی سامنے آ گیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچا لیں۔ اس وقت نگوینی طور پر کہا گیا کہ بھاگتے کہاں ہو، ٹھہرو، اور ادھر ہی واپس چلو جہاں پیش کئے تھے اور جہاں بہت سے سامان تنعم جمع کر رکھے تھے۔ شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ حضرت اودھال و دوست اور زور و قوت کا شریک ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ اور جو نعمتیں خدا نے اسے رکھی تھیں ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا؟ مایہ کہ آپ بڑا آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ جاتی تھی، اب بھی وہیں چلے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اپنے مہنات میں آپ سے مشورے کر سکیں اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں؟ (یہ سب باتیں تحکم کہی گئی ہیں)

عذاب دیکھ کر جرائم کا اعتراف | یعنی جب عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا اور برابر یہ ہی چلاتے رہے کہ بیشک ہم غلام اور مجرم ہیں۔ لیکن "اب پہچھٹائے کیا ہوت ہے جب چیزیں چل نکلیں کہیت" یہ وقت قبول تو بہ کا نہ تھا۔ اعتراف و ندامت اس وقت سب بیکار چیزیں تھی۔ خراس طرح ختم کر دیے گئے جیسے بھیقتی ایک دم میں کاٹ کر ڈھیر کر دی جاتی ہے یا آگ میں جھتی ہوئی لکڑی بجھ کر راکھ رہ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ۔

زمین و آسمان کی تخلیق کو کھیل نہ سمجھو | یعنی جس میں کوئی معتد بہ حکم اور غرض صحیح نہ ہو اس نے عقلمند کو چاہئے۔ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے اور دنیا کو محض کھیل تماشا سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو، بلکہ خوب سمجھ لے کہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر نیک و بد کی جزا ملنا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔

مِمَّا تَصِفُونَ ۝ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

ان باتوں سے جو تم بتاتے ہو ۝ اور کسی کا ہے جو کوئی ہے ۝ آسمان اور زمین میں

وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ

اور جو اس کے نزدیک رہتے ہیں ۝ سرکش نہیں کرتے ۝ اس کی عبادت سے

وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۝ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور نہیں کرتے کاشی ۝ یاد کرتے ہیں ۝ رات اور دن

لَا يَفْتُرُونَ ۝ أَمْ اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنْ الْأَرْضِ

نہیں تھکتے ۝ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے، اور معبود ۝ زمین میں کے (ت)

هُمْ يُنْشِرُونَ ۝ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ

کہ وہ جل انداز نہیں گئے ان کو ۝ اگر ہوتے ان دونوں میں ۝ اور معبود (ان کے) ۝ سوائے اللہ

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَنَ اللَّهُ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

تو دونوں خراب ہو جاتے ۝ سو پاک ہے اللہ ۝ عرش کا، کہ

يَصِفُونَ ۝ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ ۝

باتوں سے جو یہ بتاتے ہیں ۝ اس سے پوچھا جائے جو وہ کرے ۝ اور اس سے پوچھا جائے

حق باطل پر غالب آتا ہے ۝ یعنی اگر ایسے لہو و جب کے کام باغرض ہر شیء کے لئے ہوتے اور ہمارے وہ بھی کرتے۔ یہ ہر کوئی مشغول اور کھیل تماشیاں کرکھڑا کر دیں تو یہ چیز ہم بذات خود اپنی قدرت سے کر گزرتے۔ تمہاری دادرگیز اور پکڑاؤ و خسر سے اس کو کچھ سروکار نہ ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا کھٹکھٹیل تماشیاں نہیں بندھ سکتی بنا کارز رہے۔ جہاں حق و باطل کی جگہ ہوتی ہے۔ حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔ اسی سے تم اپنی مشرکانہ و رسیفیانہ باتوں کا انجی سمجھ لو کہ حق و صدفقت کا گولا جب پوری قوت سے تم پر گرے گا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی۔ اور کوئی طاقت ہی نے آئے گی تنبیہا لسنوا ذلک من عندہ ۝ الیٰ ۝ خیرہ کی تقریر کی طرح کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک سبق و لحاق کے اعتبار سے جو معنی زیادہ قریب اور صاف تھے وہ

اختیار رکھے ہیں۔ اور میں لُذنا اور اُن کُٹنا فاعلیں کی قیود کے فوائد کی طرف لطیف اشارے کر دیئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 پھر وہ تباہ کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

فرشتوں کی عبادت | یعنی فرشتے باوجود مقررین بارگاہ ہونے کے ذرا ششی نہیں کرتے۔ اپنے پروردگار کی بندگی اور غلامی کو فرشتے سمجھتے ہیں، وظائف عبودیت کے ادا کرنے میں کبھی سستی یا کالی کو راہ نہیں دیتے۔ شب و روز اس کی تسبیح اور یاد میں لگے رہتے ہیں۔ نہ تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں۔ بندہ تسبیح و ذکر ہی ان کی غذا ہے۔ جس طرح ہم ہر وقت سانس پیتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں، یہی کیفیت ان کی تسبیح و ذکر کی سمجھو۔ وہ کسی کام پر، امور مول، کسی خدمت کو بجا رہے ہوں ایک منٹ ادھر سے غافل نہیں ہوتے۔ جب معصوم و مقرب فرشتوں کا یہ حال ہے تو خطا کار انسان کو کہیں زیادہ اپنے رب کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔

اللہ کے سوا کون معبود ہو سکتا ہے؟۔ یعنی آسمان و لے فرشتے تو اس کی بندگی سے سزا تے نہیں بلکہ ہمہ وقت اس کی یاد اور بندگی میں مشغول رہتے ہیں، پھر کیا زمین میں کچھ ایسی ہستیاں ہیں جن کو خدا کے بالقراب معبود ٹھہرا جاسکتا ہے؟ اور جب خدا اُن کے پیروں کو اپنے عذاب سے مارا لے تو وہ ان کو پھر جلا اٹھائیں یا بلاکت سے بچالیں؟ ہرگز نہیں۔

ایک سے زیادہ خداؤں کا وجود عقلاً ممکن نہیں ایک انہم دلیل | عقد آبد کے ابطال پر یہ نہایت پختہ اور واضح دلیل ہے جو قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز میں پیش کی۔ اس کو یوں سمجھو کہ عبادت نام ہے کامل تملل کا۔ اور کامل تملل صرف اسی ذات سے سامنے اختیار کیا جاسکتا ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر طرح کا مل ہو، اسی کو ہم ”اللہ“ یا ”خدا“ کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو، نہ بیکار، نہ عاجز ہو، نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے دیے نہ کوئی اس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض کیجئے آسمان و زمین میں دا خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہو گئے، اس وقت، یقیناً یہ ہے کہ مام کی تحقیق اور عیوب و مغفلات کی تدبیر دونوں کے کلی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ، ہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے اتفاق کی صورت میں دو احوال ہیں۔ یا تو کسیے ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لئے دونوں نے مل کر انتظام کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں اور اگر تھا ایک سارے عالم کا کامل طور پر سرانجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا جائے گا خدا کا وجود اسی لئے ماننا پڑا ہے کہ اس کے مامے بدون چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ متبادل میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا۔ وہ خدا نہ رہا۔ اور یہ دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو قائل میں ماننا چاہیں گے۔ اول تو (مع ذلک) خداؤں کی اس رس کشی میں سرے سے کوئی چیز نہ ہو وہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پر رد زمامی ہونے لگی تو اس کشاکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کا یہ انتظام کبھی کاربہم برہم ہو جاتا۔ ورنہ یک خدا کا بیکار یا ناقص و عاجز ہونا لازم آتا ہے جو خلاف مفروض ہے۔

جو عرش (تخت شاهی) کا، کیا مالک ہے، اس کے ملک میں شرکت کی گنجائش ہی نہیں۔ دو خود مختار بادشاہ جب ایک اقلیم میں نہیں رہ سکتے جن کی خود مختاری بھی محض مجازی ہے تو دو مختلف رکل اور قرار مطلق خدا ایک قلمرو میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں۔

اللدق در مطلق اور مختار کل ہے | یعنی ”خدا“ تو اس ہستی کا نام ہے جو قادر مطلق ہے۔ جو قادر مطلق اور مختار کل ہو اس کی قدرت و مشیت کو روکنا تو کجا کوئی پوچھ پچھ بھی نہیں کر سکتا کہ آپ نے فلاں کام اس طرح کیوں کیا۔ ہاں اس کو حق ہے کہ وہ ہر شخص سے مواخذہ و رپارہس کر سکتا ہے۔

أَمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلُوبًا بِرُهَا نَكْمٌ ۚ

یا ٹھہرائے میں انہوں نے (سے اس سے اس کے نیچے) اور معبود قلوبہ ۱۰ پی ۱۰

هَذَا ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي ۖ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور یہی بات ہے مجھ سے پہلوں کی ۱۱ نہیں ۱۲ بات ہے

لَا يَعْلَمُونَ ۚ الْحَقُّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا

نہیں سمجھتے ۱۳ بات ۱۴ میں ۱۵ اور میں بھیجے ہم

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا

تجھ سے پہلے ۱۶ دلی رساں ۱۷ تمہارا کوئی علم نہیں ۱۸ بات ہے

إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ

کسی کی ہند نہیں ۱۹ ہے ۲۰ میری ہند کر ۲۱ اور کہتے ہیں ۲۲ میں سے ۲۳

وَلَدًا سُبْحَنَهُ ۖ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ ۝ لَا يَسْبِقُونَهُ

میں ۲۴ وہ مزا کی نہیں ۲۵ لیکن وہ بندے ہیں جن کو عزت ملی ہے ۲۶ میں سے

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُونَ ۝ يَعْلَمُ مَا

نہیں ہوسکتے ۲۷ اور وہ اس سے حکم پر کام کرتے ہیں ۲۸ اس کو معلوم ہے ۲۹

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ

نہ کے سامنے ہے ۳۰ درجے ۳۱ اور وہ ظاہر نہیں کرتے ۳۲ کہ میں

ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۝ وَمَنْ

جس سے اللہ راضی ہو ۳۳ اور وہ اس کی ہیبت سے ۳۴ اترتے ہیں ۳۵ اور جہاں

❖ **شرک پر کوئی دلیل نہیں** | پہلے توحید پر دلیل عقل قائم کی گئی تھی۔ اب مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل صحیح کا مطالبہ ہے یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تھوڑے کئے ہیں ان کا ثبوت اس دلیل عقل یا نقلی سے ہو۔ اگر موجود ہو تو پیش کرو۔ ظاہر ہے ان کے پاس بجز ابام، ہننون اور ہاپ و دوں کی کورانہ تقلید کے کیا رکھا تھا۔ شرک کی تائید میں نہ کوئی دلیل عقلی مل سکتی تھی، نہ نقلی جسے پیش کر سکتے۔ کد اقل المفسرون۔ حضرت شاہ مناصب لکھتے ہیں کہ پہلے ان معبودوں کو زہا یا تھا جن کو خدا کے برابر کوئی سمجھے کہ ایسے دوحکم ہوتے تو جہنم خراب ہو جاتا۔ اب ان کا ذکر فرماتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے نیچے چھوٹے چھوٹے خدا بطور تائید اور ماتحت حکام کے ٹھہراتے ہیں۔ سو ان کو مالک کی سند چاہئے۔ سند بغیر نام کیونکر بن سکتے ہیں۔ اگر سند ہے تو پیش کرو۔

❖ **توحید تمام انبیاء میں مشترک ہے** | یعنی میری امت اور پہلی خدا پرست امتوں کی یہ ہی ایک بات ہے کہ اس رب العرش کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں جس کی عقلی دلیل پہلے بیان ہو چکی تھی۔ تم اگر ملال سو یہ کہ اس اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی دلیل رکھتے ہو تو پیش کرو۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ یہ امت اور پہلی امتیں اس امت کی کتاب (قرآن کریم) اور پہلی امتوں کی آسمانی کتابیں (تورات، انجیل، وغیرہ) سب اس دعوے توحید پر متفق رہی ہیں۔ چنانچہ آج بھی ہر وجود پیشہ تحریفیت کے پہلی کتابوں کی ورق گردانی کرو تو توحید کا اعلان اور شرک کا رد صاف صاف پاؤ گے مگر یہ جا مل اس بات کو کیا سمجھیں، اگر سمجھ سکتے تو حق بات کون کر رہے نہ نکالتے۔

❖ **تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام ہے** | یعنی تمام انبیاء و مرسلین کا جماع عقیدہ توحید پر رہا ہے کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا۔ ہمیشہ یہی تلقین کرتے تھے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو جس طرح عقلی اور فطری دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے وہ شرک کا رد ہوتا ہے۔ ایسے ہی عقلی حقیقت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع دعوے توحید کی حقیقت پر قطعی دلیل ہے۔

❖ **اللہ کا کوئی بیٹا نہیں ہے** | عرب کے بعض قبائل، مثلاً اللہ خدا کی بیٹیوں کہتے تھے، سو بتا دیا کہ یہ خدا کی شان رفیع کے لائق نہیں کہ بیٹے بنایا بنا۔ اسی میں نصاریٰ کا رد بھی ہو گیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" کہتے ہیں نیز یہود کے اس فرقہ کا بھی جو "حضرت عزیر" کو خدا کا بیٹا کہتا تھا۔

❖ **وہ اللہ کے بیٹے نہیں مقبول بندے ہیں** | جنی جن برزخیدہ بستیوں کو تم خدا کی ادا دیتا تھے ہو وہ اولاد نہیں۔ ہاں اس کے معزز بندے ہیں اور باوجود انتہائی معزز، مقرب ہونے کے ان کے ادب و اطاعت کا حال یہ ہے کہ جب تک اللہ کی مرضی اور اجازت نہ پائیں اس کے سامنے خود آگے بڑھ کر لب نہیں ہا سکتے اور نہ کوئی کام اس کے حکم کے بدون کر سکتے ہیں۔ گویا کہاں عبودیت و بندگی ہی اس کا طعنائے امتیاز ہے۔

❖ **حق تعالیٰ کا ہم ان کے تمام ظاہری و باطنی احوال کو محیط ہے۔** ان کی کوئی حرکت اور کوئی قول و فعل اس سے پوشیدہ نہیں، چنانچہ وہ مقرب بندے ہی حقیقت کو سمجھ کر ہمہ وقت اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی حالت اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔

❖ **یعنی اس کی مرضی معصوم کئے بدون کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے** چونکہ مومنین مومنین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لئے ان کے حق میں دنیا و آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔

❖ **پھر ان کو خدا کیسے کہا جاسکتا ہے۔** جب خدا انہیں تو خدا کے بیٹے یا بیٹیاں بھی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ صحیح اولاد جنس والدین سے ہوتی ہے۔

يَقُلُّ مِنْهُمْ إِلَهِي إِلَهُ مَنْ دُونِهِ فَذَلِكَ نَجْزِيهِ

ان میں کے کہ میری بندگی ہے جس سے وہ کسی دوسرے کے دین سے کم نہیں ہے

جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝۱۰ أَوَلَمْ يَرَوْا

دوزخ جو ان کے لیے ہے ان کے لیے جہنم کی طرح ہے ان کے لیے جہنم کی طرح ہے

الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا

ان منکروں نے کہ آسمان اور زمین

رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ

تھیں پھر ہم نے ان کو کھل دیا اور ہم نے پانی سے

حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝۱۱ وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ

جس میں جان ہے پھر کیا یقین نہیں کرتے اور ہم نے زمین میں

أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا

بھی ان کو لکیر جھک پڑے اور ہمیں (چھوڑ دیں) اس میں (ان میں)

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝۱۲ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا

تاکہ وہ راہ میں اور ہم نے آسمان کو

مَحْفُوظًا ۝۱۳ وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ ۝۱۴ وَهُوَ

محفوظ اور وہ آیتوں کی نشانیوں کو اور وہ ان سے

الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۝۱۵

جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند

اللہ کے اقتدار سے وہ بھی باہر نہیں ہیں | یعنی جن کو تم خدا کی اولاد یا خدا بنا رہے ہو اگر بغرض محض ان میں سے کوئی اپنی نسبت (معاذ اللہ) ایسی بات کہہ گزرے تو وہ ہی دوزخ کی سراجوہد سے گزرنے والے ظالموں کو ہتی ہے ہم ان کو بھی دیں گے۔ ۷۶ رے لامحدود اقتدار و جبروت سے وہ بھی باہر نہیں جاسکتے، پھر بعد خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

تخلیق کا ابتدائی مادہ "رق" کے اصل معنی ملنے اور ایک دوسرے میں گھسنے کے ہیں۔ ابتداء زمین و آسمان دونوں ظلمتِ عدم میں ایک دوسرے سے غیر متمیز پڑے تھے، پھر وجود کے ابتدائی مراحل میں بھی خلطِ مطلق رہے، بعد قدرت کے ماتھے نے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ اس تمیز کے بعد ہر ایک کے طبقات الگ الگ بنے، اس پر بھی منہ بند تھے، نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے روئیدگی، آخر خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے دونوں کے منہ کھول دیے، وپر سے پانی کا دہانہ کھلا، نیچے سے زمین کے مسام کھل گئے۔ اسی زمین میں سے حق تعالیٰ نے نہریں دریاں نکالیں وطرطرح طرح کے سبزے نکالے، آسمان کو کتنے بے شمار ستاروں سے مزین کر دیا جن میں سے ایک کا گھر جدا اور چال جدا رہی۔

زندگی کی ابتدا پانی سے | یعنی عموماً جاندار چیزیں جو تم کو نظر آتی ہیں بالواسطہ و بلاواسطہ پانی سے بنائی گئیں۔ پانی ہی ان کا مادہ ہے لہذا کوئی ایسی مخلوق جسکی نسبت ثابت ہو جائے کہ اس کی پیدائش میں پانی کو دخل نہیں، وہ مستثنیٰ ہوگی۔ تاہم لاکھوں حکم الکحل کے اعتبار سے یہ کلیہ صادق رہے گا۔ یعنی قدرت کے ایسے کھلے نشان اور محکم انتظامات کو دیکھ کر بھی کیا لوگوں کو خدا کے وجود اور اسکی وحدانیت پر یقین نہیں آتا۔

اس کی تقریر سورہ نحل میں گزر چکی۔

پہاڑوں میں کشادہ راستے | یعنی ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک والوں سے مل سکیں۔ اگر پہاڑ ایسے ڈھب پر پڑتے کہ راہیں بند ہو جائیں تو یہ بات کہاں ہوتی (کنذانی الموضح) ان ہی کشادہ راہوں کو دیکھ کر انسان حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور توحید کی طرف راہ پاسکتا ہے۔

آسمان کی تخلیق | یعنی نہ گہرے نہ نوسٹے پھوٹے نہ بدلی جائے اور شیطین کے استراق سمع سے بھی محفوظ ہے۔ اور چھت اس لئے کہا کہ دیکھنے میں چھت کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

کہ یہی مضبوط، محکم اور وسیع و بلند چھت اتنی مدت سے بدون ستون اور کھمبے کے کھڑی ہے۔ ذرا سا رنگ و روغن اور پلاسٹر بھی نہیں چھڑتا۔

یہ بنی آسمانی نشانیوں کی قدرے تفصیل ہوئی۔

كُلُّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿۳۳﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ

سبابت ہے (پیدا) میں جاتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور جس کو ہم نے

قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿۳۴﴾

کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ رہنا (جینا) پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ

مری ہو ﴿۳۵﴾ اور تم کو جانچنے کے لیے

وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿۳۶﴾ وَإِذَا

اور بھلائی سے آزمائے کو ﴿۳۶﴾ اور ہماری طرف چھڑا دے گے

رَأَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ۖ

تم کو دیکھ کر ﴿۳۷﴾ مکرروں نے تو کوئی کام نہیں بن سکتا

أَهَذَا الَّذِي يُذَكِّرُ إِلَهُتَكُمْ ۖ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَنِ

کیا یہی شخص ہے جو تم کو یاد دلاتا ہے تمہارے معبودوں کا اور وہ رحمن کے نام سے

هُمْ كَفِرُونَ ﴿۳۸﴾ خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۖ سَأُورِيكُمْ

مکر ہیں ﴿۳۸﴾ بنائے آدمی عجل سے ﴿۳۹﴾ اور میں تم کو

أَيَّتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونَ ﴿۳۹﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا

اپنی نشانیاں سو مجھ سے عجل مت کرو ﴿۳۹﴾ اور کہتے ہیں یہ کب ہو گا

الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۰﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ

وعدہ اگر تم سچے ہو ﴿۴۰﴾ اگر جان میں ہے

فلکی سیاروں کا خلا میں تیرنا یعنی سورج چاند بلکہ ہر سیارہ اپنے مدار پر پڑا چکر لکھ رہا ہے۔ ”یَسْخَرُونَ“ کے لفظ سے ظاہراً یہ معنی ہوتا ہے کہ سیارات اللہ کے حکم سے بذات خود چلتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ہر نفس کیلئے موت یقینی ہے | یعنی جس طرح مذکورہ بالا مخلوقات کا وجود حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہوا۔ تمام انسانوں کی زندگی بھی اسی کی عطا کر رہی ہے جس وقت چاہے گا بھیجیں لے گا۔ موت ہر ایک پر ثابت کر دے گی کہ تمہاری ہستی تمہارے قبضہ میں نہیں۔ چند روز کی چہل پہل تھی جو ختم ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”کافر حضور کی باتیں سن کر کہتے تھے کہ یہ ساری دھوم محض اس شخص کے ہم تک ہے یہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں“ اس سے اگر ان کی غرض یہ تھی کہ موت تانہوت کے منافی ہے تو اس کا جواب دیا۔ ”وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ“ یعنی انبیاء و مرسلین میں سے کون ایسا ہے جس پر کبھی موت طاری نہ ہو ہمیشہ زندہ رہے۔ و اگر محض آپ کی موت کے تصور سے اپنا دل ٹھنڈا کرنا ہی مقصود تھا تو اس کا جواب ”الْبَاقِ مَتَّ فُلْهُمُ الْحَالِدُونَ“ میں دے دیا۔ یعنی خوشی کا ہے کی؟ کیا آپ کا انتقال ہو جائے تو تم کبھی نہیں مردے قیامت کے روز یہ سیمٹو گے؟ جب تم کو بھی آگے پیچھے مرنے کا کوئی فیصلہ نہ ہو تو تمہاری وفات پر خوش ہونے کا کیا موقع ہے۔ اس راستہ سے تو سب کو گمراہ کرنا ہے کون ہے جس کو کبھی موت کا مڑا چکھنا نہیں پڑے گا گویا توحید اور اہل قدرت میں کرنے کے بعد اس آیت میں مسئلہ نبوت کی طرف روئے سخن پھیر دیا گیا۔

خیر و شر کے ذریعے آزمائش | یعنی دنیا میں سختی، نرمی، تندہی، بیماری، تنگی، فراخی اور مصیبت و عیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھونا الگ ہو جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کتنے لوگ ہیں جو ویسی یا شکوہ شکایت اور ناشکری کے مرض میں مبتلا ہیں۔

جہاں تمہارے صبر و شکر اور ہر نیک و بد عمل کا پھل دیا جائے گا۔

کفار کا آنحضرت سے استہزاء اور اس کا جواب | جہاں انجام سے بالکل بے فکر ہو کر یہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ چنانچہ استہزاء و تحقیر سے کہتے ہیں ”أَهَذَا الَّذِي بَدَعُوا الْهَتَكُمْ“ کیا یہ ہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے؟ انہیں شرم نہیں آتی کہ خود حقیقی معبود کے ذکر اور ”رحمن“ کے نام تک سے جڑتے ہیں، اس کی جی کتاب کے منکر ہیں، اور جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر چین بچیں ہوتے ہیں۔ اندر میں صورت ہنسی کے قابل انکی حالت ہوئی یا فریق مقابل کی؟

انسان کی فطرت میں جلد بازی | شاید کفار کے سفیانہ، ستہزاء و تمسخر کو سن کر بعضوں کا جی چاہا ہو گا کہ ان بے حیاءوں پر فوراً عذاب آجائے تو اچھا ہو، اور خود کفار بھی بطور استہزاء جلدی چاہا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو وہ عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے۔ دونوں کو بتلایا کہ انسان بڑا جلد باز ہے گویا اس کے خیر میں جلدی پڑی ہے، چاہیے کہ تھوڑا سا صبر کر و عقرب میں اپنے قبر و انتقام کی نشانیاں تم کو دکھلا دوں گا۔

یعنی کہتے رہتے ہو کہ قیامت آئے گی اور سب کافر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں چلیں گے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر سچے ہو تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔

كَفَرُوا حِينَ لَا يَكْفُونُ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا

مگر اس وقت کہ نہ روئے کھوئے نہ

عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ﴿۳۹﴾ بَلْ تَأْتِيهِمْ

اپنی پیٹھ سے دوروں کو دیکھنے کی پھر نہیں آتے نہ

بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ

ناہوں پھر ان کے ہوش کھو دے گی پھر نہ پھیر سکیں گے نہ

يُنْظَرُونَ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ اسْتَهْزَى بِرُسُلٍ مِّنْ

فرستائے کی دیکھنے پر چکے ہیں رسولوں سے

قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا

تجھ سے پہلے پھر اس پر ہی غصہ کرتے اور پران میں سے دو چر جس کا

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ مَنْ يَّكْلُوكُم بِاللَّيْلِ وَ

غصہ کرتے تھے تو کہ کون تمہاری کرتا ہے تمہاری رات میں

النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ ۖ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ

دن میں جس سے کوئی نہیں دو آپ رب نے ذکر

مَعْرِضُونَ ﴿۴۲﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُونِنَا ۚ

سے نہ پھرتے ہیں یا ان کے واسطے کوئی معبود ہیں کہ ان کو بچاتے ہیں

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ ﴿۴۳﴾

وہ اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور نہ اس کی ہماری طرف سے ہوتی ہے (مگر سے کوئی حفاظت کرے)

کفار آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں | یعنی گرن پر حقیقت منکشف ہو جائے اور اس ہونک گھڑی ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی ایسی درخواست نہ کریں۔ یہ باتیں اس وقت بے فکری میں سوچ رہی ہیں، جب وہ وقت سامنے آجائے گا کہ آگ کے پیچھے ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی تو نہ کسی طرف سے اس کو دفع کر سکیں گے، نہ کہیں سے مدد پہنچے گی، نہ مہلت ملے گی، نہ پہلے سے اس کا کامل نذار ہوگا۔ اس کے اچانک سامنے آ جانے سے ہوش بخت ہو جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ جس چیز کی ہنس کرتے تھے وہ حقیقت ثابت تھی۔

پچھلے انبیاء سے استہزاء اور اس کا انجام | یعنی جس چیز سے ٹھنڈ کرتے تھے اس کی سزا نے گھیر لیا اور ان کی ہنسی ان ہی پر الٹ دی گئی۔

رحمن سے کفار کی غفلت | یعنی رحمان کے غصہ اور عذاب سے تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے، محض اس کی رحمت واسعہ ہے جو فوراً عذاب نازل نہیں کرتا لیکن ایسے رحمت والے حلیم و بردبار کے غصہ سے ڈرنا بھی بہت چاہیے نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ الْعَلِیْمِ۔

یعنی رحمان کی حفاظت کا ان کو احساس و اعتراف نہیں۔ عیش و تنعم اور پراسن زندگی نے پروردگار حقیقی کی یاد سے غافل کر رکھا ہے۔ اسی لئے جب اس کی طرف سے کوئی نصیحت کی جاتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ کہاں کی باتیں شروع کر دیں۔

فرضی معبودوں کی حقیقت | یعنی کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت خیال ہے کہ وہ انکی حفاظت کرتے ہیں؟ اور موقع آنے پر نہ تعالیٰ کے غضب سے بچالیں گے؟ سو وہ مسکین انکی مدد اور حفاظت تو درکنں خود اپنے وجود کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے، اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کچھ چیز ان کے پاس سے چھین کر لے جائے تو اتنی قدرت نہیں کہ مدافع نہ تحفظ کے لئے خود ہاتھ پاؤں ہد سکیں یا اپنے بچوں کی خاطر ہماری امداد اور فاقہ حاصل کر لیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ

کولی میں پرہم سے متل دیا اور ان کے باپ اور وہیں تک کہ نہ ہئی ان پر مدد

أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا

بھڑیا ہیں اچھے کہ ہم جاتے ہیں زمین کو کھنت اس کے کونوں سے

أَفْهُمْ الْغَالِبُونَ ﴿٣٣﴾ قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ

اب کیا دیتے ہیں اب کیا میں جو تم کو (اور سات) میں سے غم سے موفقی

وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يُنذَرُونَ ﴿٣٤﴾

اور سنتے نہیں سہرے چاہتے کہ جب میں اس میں بات کرتا

وَلَكِنْ مَسَّنَّهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ

اور میں پہنچی جائے ان تک ایسا عذاب کہ وہ کہیں کہ

يَوْمَئِذٍ إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٣٥﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ

ہائے ہم سختی تباری ہے تک ہم جھے سنگار اور ہمیں کے ہر ذرہ میں

الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ

انصافی قیامت کے دن ہر غم کو گا کی پی پیدار

كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ

ہونا ہر ذرہ کی کے دانہ کی قوم سے میں گناہ

بِنَا حَسِبِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ وَهَارُونَ

حساب کرنے کو اور ہم نے دی تھی موسیٰ اور ہارون کو

کفار کی غفلت اور غرور کی وجہ | یعنی رہنما کی ثلثات و حفاظت اور بتوں کا بجز دیچہ رگی
ایسی چیز نہیں جس کو یہ لوگ سمجھ نہ سکیں۔ بات یہ ہے کہ ہشتہ پشت سے یہ لوگ بے قہری کی زندگی گزار
رہے ہیں۔ کوئی جھٹکا مذاپ الہی کا نہیں لگا۔ اس پر مغرور ہو گئے اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر حق
تعالیٰ کا پیغام اور پیغمبروں کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔

کفار کے مغلوب ہونے کے قرائن | یعنی عرب کے ملک میں اسلام پھیلنے لگا ہے اور کفر
گھٹنے لگا۔ ہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ ان کی حکومتیں اور سرداریاں
وہتی جا رہی ہیں۔ کیا ایسے سمجھے ہوئے آثار و قرائن دیکھ کر بھی انہیں اپنا انجیم نظر نہیں آتا۔ اور کیا ان
مشادات کے باوجود وہ اسی کے امیدوار ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں پر ہم غالب ہو گئے۔
گر چشم عبرت ہے تو چاہئے کہ قتل سے کام لیں اور قرآن و حوالہ سے مستقل کا اندازہ کریں۔ کیا ان
کو معلوم نہیں کہ ان کے گرد و پیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب و بدعت کی سزا میں تباہ کی جا چکی ہیں اور
ہمیشہ "خرکار خدا کے وفد داروں کا مشن کامیاب رہا ہے۔ پھر سید، مرہٹوں اور موہنوں کا مین کے مقابلہ
میں غائب" نے کی ان کو کیا توقع ہو سکتی ہے۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَىٰ وَصَرَٰفُہَا
اَلَا یَتَذَكَّرْنَ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ (احقاف رکوع ۴) تنبیہ اس مضمون کی تیس سورہ مد کے آخر میں گذر
چکی وہاں کے فوائد مد خطہ کئے جائیں۔

کفار بہرے ہیں کہ دعوت حق نہیں سنتے | یعنی ہمارا کام وحی الہی کے موافق نصیحت نہ
دینا اور انجام سے آگاہ کر دینا ہے۔ اس کے بہرے اس پکار کو نہ سنیں تو ہمارا قصور نہیں۔ وہ خود اپنے
بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے۔

یعنی یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں، صرف اس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔
اگر مذہب، لہجہ کی ذر سی بھٹک کان میں پڑ گئی یہ خدا کے قہر و انتقام کی ادنیٰ بھاپ بھی ان کو چھو گئی تو
آنکھ کان سب کھل جائیں گے اس وقت بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے
جو ایسی کم بختی آئی۔

انصاف کی میزان اور وزن اعمال | یعنی رائی کے دانہ کے برابر کسی کا عمل ہو گا وہ بھی میزان
میں تے گا، دھڑا دھڑا نہ ہو گا نہ کسی پر ظلم و زیادتی کی جائے گی۔ رائی رتی کا حساب برابر کر دیا
جائے گا تنبیہ | "موازنین" میزان کی جمع ہے شاید بہت سی ترازوئیں ہوں یا ایک ہی ہو مگر مختلف
اعمال و عمل کے اعتبار سے کئی قرار دے دی گئیں واللہ اعلم۔ وزن اعمال اور میزان کے متعلق پہلے
سورہ "اعراف" میں کلام کیا چکا ہے اسے دیکھ لیا جائے۔

یعنی ہمارا حساب "خری اور فیصلہ کن ہو گا جس کے بعد کوئی دوسرے حساب نہیں۔ نہ ہم کو ساری مخلوق کا
حساب سینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے۔" گئے بتایا کہ اندازہ و تخویف کا سلسلہ پہلے سے چلتا آتا
ہے۔ "جن باتوں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ڈرتے ہیں انبیائے سابقین بھی ان سے ڈراتے
چھتے ہیں۔"

الْفُرْقَانِ وَضِيَاءٌ وَذِكْرًا لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۹﴾ الَّذِينَ

تفیس چکانے والی کتاب اور روشنی بر شیعت ذرے اس کو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿۴۰﴾

ذرتے ہیں اپنے رب سے ان دیکھے اور قیامت کا حضور رکھتے ہیں

وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۖ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿۴۱﴾

اور یہ ایک فصیحیت ہے برکت کی جو ہم نے جاری ہو گیا قرآن نہیں مانتے

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ

اور آگے دی تھی ہم نے ابراہیم کو اس کی نیک راہ اور ہم رکھتے ہیں (تھے)

عَلِيِّينَ ﴿۴۲﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ الشَّيْءُ

اس کی خبر جب کہا اس نے اپنے باپ کو اور اسی قوم کو یہ کبھی نہ رہیں ہیں

الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿۴۳﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

جن پر ہم مجبور بنے بیٹھے ہو بولے ہم سے پاپے اپنے باپوں کو

لَهَا عِبْدِينَ ﴿۴۴﴾ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

انہی کی چوب کرتے بولا مقرر سے تم اور تمہارے باپوں کو

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۴۵﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ

مرتا گمراہی (منطقی) میں بولے تو تمہارے پاس الایہ ہے سچی بات

أَنْتَ مِنَ اللَّعِبِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ

تو تمہاری زبان کرتا ہے بولتا نہیں رب تمہارا وہی ہے رب

حضرت موسیٰ و ہارون کو تورات دی گئی | یعنی تورات شریف جو حق و باطل، ہدایت و ضلالت و حلال و حرام کے قصے چکانے والے اور جہل و غفلت کی اندھیروں میں روشنی پہنچانے والے اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی کتاب تھی۔

مومنین کی خشیت | قیامت کا خطہ بھی اسی لئے رکھتے ہیں کہ ان کے دل میں خدا کا ڈر ہے۔ ہر وقت دس میں کھانگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں کیا صورت پیش آئے گی۔ ہمیں الیہذا باندھ حق تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے موراندہ بن جائیں۔ خدا ہے ایسے ہی لوگ نصیحت سے مشتعل ہوتے ہیں۔

قرآن مبارک ذکر ہے | یعنی ایک نصیحت کی کتاب یہ قرآن تمہارے سامنے موجود ہے جس کا جیل القدر عظیم انفع و ریشہ الخیر ہونا تورات سے بھی زیادہ روشن ہے۔ کیا ایسی واضح اور روشن کتاب کے تم منکر ہوتے ہو جہاں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

حضرت ابراہیم کو رشد و ہدایت | یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام سے پیشتر ہم نے ابراہیم کو اس کی اعلیٰ قابلیت و شان کے مناسب رشد و ہدایت دی تھی، بلکہ جوانی سے پہلے ہی یحییٰ میں اس نیک راہ پر ڈال دیا تھا جو ایسے اولو العزم انبیاء کے شایان شان ہو۔

یعنی اس کی استعداد و اہمیت اور کمالات علیہ و علیہ کی پوری خبر ہم ہی رکھتے ہیں۔ اسی لئے جو رشد و ہدایت اس کے حسب حاجت ہی ہم نے عطا کر دی۔

حضرت ابراہیم کی دعوت | یعنی ذرائع کی اصیت اور حقیقت تو بیان کرو۔ آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیں خدا اس طرح ہی لگیں۔

آپاؤ اجداد کی اندھی تقلید | یعنی قتل و فطرت اور نقل و معاد بہ کی کوئی شہادت ہماری تائید میں نہیں نہ سہی لیکن بڑی بھاری دلیل بت پرستی کے حق و مصواب ہونے کی یہ ہے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا ان ہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔ پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔

یعنی اس دلیل سے تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہ ہوئی۔ ہاں یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بےوقوف تھے جن کی کورانہ تقلید میں تم تباہ ہو رہے ہو۔

تمام قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیم کی ایسی سخت گفتگو سن کر ان میں اضطراب پیدا ہو گیا کہنے لگے کیا کج گنج تیرا خیال اور عقیدہ یہی ہے یا محض ہنسی اور دل گلی کرنا ہے۔

السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ الَّذِينَ فَطَرَهُنَّ ۖ وَأَنَا عَلَىٰ

اور میں

جس نے ان کو بنایا

آسمان اور زمین کا

ذِكْرُكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٦﴾ وَ تَاللَّهِ لَآكِيدَتِ

میں حد تک کراؤں گا

اور قسم خدا کی

اسی بات کا قائل ہوں

أَصْنَاكُمْ بَعْدَ أَنْ تُولَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٧﴾ فَجَعَلَهُم

چھوڑ دیا ان کو

پہنچے پھیر کر

دب تم کو چلو گے

تمہارے بتوں کا

جُذَا ۖ إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ﴿٥٨﴾

کہ شاید (تاکہ) اس کی طرف رجوع کریں

مگر ایک بڑا اس کا

نکولے نکلو گے

قَالُوا مَن فَعَلَ هَذَا بِإِلَهِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٩﴾

اور تو کوئی بے صاف ہے

کس نے کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ

کے گئے

قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا

ہوئے

اس کو کہتے ہیں براہیم

بتوں کا جو کتا کرتا ہے

ہم نے سنا ہے ایک جوان

فَاتُوا بِهِ عَلَىٰ عَيْنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ ﴿٦١﴾

نظارہ (تاکہ) دیکھیں

اس کو لے آؤ لوگوں کے سامنے

قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِإِلَهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ ﴿٦٢﴾

اے براہیم

کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ

ہلے

قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا

رود

سوان سے پوچھ دو

پوچھ کیا ہے ان کے پاس

وہ نہیں

دعوتِ توحید | جیسی میرا عقیدہ ہی یہ ہے اور چرے یقین و بصیرت سے اس کی شہادت دیتا ہوں کہ میرا تمہارا رب کا رب وہی ایک خدا ہے جس نے آسمان زمین پیدا سے اور ان کی دیکھ بھل رکھی۔ کوئی دوسری چیز اس کی حدائی میں شریک نہیں ہو سکتی۔

کفار کا اضطراب | یہ بات ذرا آہستہ کہی کہ بعض نے سنی، بہتوں نے نہ سنی، جنہوں نے سنی اس کی چھ پروانہ کی، کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ تم ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم کا بتوں کو توڑنا | جب وہ لوگ شہر سے باہر ایک میدان میں گئے تب براہیم نے بت خانہ میں جا کر بتوں کو توڑ ڈالا۔ صرف ایک بت کو بچا رہنے دیا جو باقبرہ بن گیا۔ تقسیم و تکریم کے ان کے نزدیک سب سے بڑا تھا، اور جس کلباڑی سے توڑا تھا وہ اس بڑے کے گلے میں لٹکا دی، تاکہ وہ لوگ جب واپس آکر یہ صورت حال دیکھیں تو قہر آتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہوا اور ان اس کی طرف رجوع کر آیا جاسکے۔

کفار کا غصہ | یعنی یہ گستاخی اور بے دہی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی یقیناً جس نے یہ کام کیا بڑا ظالم اور شریر ہے (استغفر اللہ) یہ شایان دلوں نے کہا ہو گا جن کے کان تک "تَاللّٰہِ لَا کَیْنُ اَصْنَامُکُمْ" کی آواز نہ پہنچی تھی۔

یہ کہنے والے وہ لوگ ہو گئے جو حضرت ابراہیم کے جہلے سن چکے تھے۔ یعنی وہ ہی ایک ٹھٹھس ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے، یقیناً یہ کام اسی نے کیا ہو گا۔

مجمع عام میں حضرت ابراہیم سے باز پرس | یعنی اس کو جدا کر برٹل مجمع عام میں بیان لیا جائے۔ تاکہ معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود اس کی باتیں سن کر گواہ رہیں کہ جو سزا اس کو قوم کی طرف سے دی جائے گی بیشک وہ اس کا مستحق تھا۔ یہ تو ان کی غرض تھی اور حضرت ابراہیم کا مقصد بھی یہ ہی ہو گا کہ مجمع عام میں ان کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز و مبہوت کریں، درحقیقت رؤس، مشاہد و طلبہ حق کا اظہار ہو۔

يَنْطِقُونَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ

کہتے ہیں ﴿۶۳﴾ پھر سوچے اپنے آپ میں پھر — لوگو تم

أَنْتُمْ الظَّالِمُونَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نَكَسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ ۚ لَقَدْ

ہے انصاف یہ ﴿۶۴﴾ پھر اوندھے ہو گئے سر جھکا کر

عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ﴿٦٥﴾ قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ

تو تو جانتا ہے جیسا یہ کہتے ہیں ﴿۶۵﴾ بول کیا یہ کہتے ہیں

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾

اللہ سے دوسرے کو تمہارا کچھ سود نہ کرے نہ ہر

أَفِ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا

ہر اور تم میں تم سے درجن کہتے ہو نہ کہے

تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانصُرُوا آلِهَتَكُمْ

تم کو سمجھ نہیں ﴿۶۷﴾ بولے اس کو جلادو درد نہ کرو اپنے معبود کی

إِنْ كُنْتُمْ فَعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَنْارُ كُونِي بَرْدًا

کر یکہ کرتے ہو ﴿۶۸﴾ ہم نے کہا اے آگ ٹھنڈک ہو جا

وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَارَادُوا بِهِ كَيْدًا

اور آرام اور کھپے ﴿۶۹﴾ اور چاہتے تھے اس کا برا

فَجَعَلْنَاهُمُ الْآخِصِرِينَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا إِلَىٰ

پھر انہی کو ہم نے ڈال انحصار میں ﴿۷۰﴾ اور ہی نکالا ہم نے سب دو

حضرت ابراہیمؑ کا مناظرانہ جواب اور شرک کا ابطال | یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس بڑے گروہ غنم نے جو صحیح مسلم کھڑے ہے اور توڑنے کا کچھ بھی اس کے پاس موجود ہے، یہ کام کیا ہوگا۔ لیکن بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و حکایت میں یہ دعویٰ کئے جیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ دیا۔ اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہو۔ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو گل جاتی ہے۔ اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اس سے بہتر عین صورت میرے تبار۔ درمیان فیصدہ کی ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرو کہ یہ، چراکس طرح ہوا، اگر یہ کچھ بولی سکتے ہیں تو کیا ایسے اسم معادہ میں بدل کر میرے جھوٹ جج کا فیصدہ نہ کرو دیں گے؟ تنبیہ | ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ 'سل فعدہ کسرہ ہذہ' بہا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقتہ جھوٹ کہا جائے بلکہ کئی تحقیق، تجلیل کے لئے ایک فرضی انتہا کو بصورت دعویٰ میں بطور تحریف و لڑ مکالمہ کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے اس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معبود ہوتی ہے اسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورتہ کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کی توجیہ میں ورنہ جی کی تفسیر بیان کئے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک یہ ہی تقریر زیادہ صاف ہے تکلف اور اقرب لی روایات ہے۔ واللہ اعلم۔

کفار کی شرمندگی | یعنی سمجھے کہ بیکار پتھر پوجنے سے کیا حاصل یہ یہ مطلب ہو کہ عمر نے خواہ اپنے اوپر ظلم کیا کہ باوجود ابراہیمؑ کی دھمکی سننے کے یوں ہی لا پرواہی سے بت خاندہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے پنے معبودوں کی جدت کا کوئی سامان نہ رکھنے کذا اقبال اس کثیر جینی شرمندگی سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے۔

کفار کا جواب | جینی جان جو جہ کر ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتا ہے جس پر پتھر بھی بولے ہیں؟

حضرت ابراہیمؑ کی ملامت | یعنی پھر تم کو ذوب مرنا چاہیے کہ جو ہوتی ایک لفظ نہ دل سکے، کسی آریے وقت کام نہ سکے، ذرہ برابر غش نقصان اس کے اختیار میں نہ ہو، اسے خدائی کا رجا ہے، کیا اتنی مہربانی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔

حضرت ابراہیمؑ کو زندہ جلانے کا فیصلہ | جینی بحث و مناظرہ میں تو اس سے جیت نہیں سکتے۔ اب صرف ایک ہی صورت ہے کہ (جو معبود ہماری جگہ خواہ اپنی مددیں کر سکتے) ہم ان کی مدد کریں اور اسے دشمن کو سخت ترین سزائیں۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو ہم نے کچھ کا منہ کیا۔ چنانچہ اس مشورہ کے موافق حضرت ابراہیمؑ کو "ک" میں جلانے کی سزا تجویز ہوئی۔ گویا جس طرح ابراہیمؑ نے بت توڑ کر ان کے دل جلائے تھے، یہ ان کو آگ میں جلا دیا۔ مگر خاموشی نے جمع ہو کر نہایت استقامت اور بے رحمی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کو سخت بھڑکتی ہوئی آگ کی نذر کر دیا۔

آگ کو ٹھنڈا ہونے اور سلامتی کا حکم | یعنی ٹکونہ "ک" کو حکم ہوا کہ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔ لیکن اس قدر ٹھنڈی نہیں کہ برودت سے تکلیف پہنچنے لگے۔ ایسی معتدل ٹھنڈی ہو جو جسم و جان کو خوشگوار معلوم ہونے لگے۔ تنبیہ | آگ کا ابراہیمؑ پر ٹھنڈا ہو جانا ان کا معجزہ تھا۔ معجزہ کی حقیقت یہ ہی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی عام مادت کے خد ف سبب مادی کو سبب سے یا سبب کو سبب سے جدا کر دے، یہاں احراق کا سبب آگ موجود تھی، مگر سبب اس پر مرتب نہ ہو۔ معجزہ، غیرہ کے متعلق مفصل کلام ہم نے ایک مستقل تحریر میں کیا ہے جو رسالہ "المحمود" کے کئی نمبروں میں چھپ چکی۔ فیراجع

حق کی صداقت کا اظہار | یعنی ابراہیمؑ کا رچا جتے تھے، لیکن خود ناکامی، ذلت اور خسارہ میں پڑ گئے حق کی صداقت برہنہ ظاہر ہوئی ورنہ کلمہ پند ہوا۔ قال فی البحر المحیط "فدا کثر الناس فی حکایتہ ماجری لا براہیم علیہ السلام والدی صح ہو ما ذکرہ اللہ تعالیٰ من انہ علیہ السلام القی فی النار فجعلہا اللہ علیہ برداً و سلاماً۔"

الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ ۝ وَهَبْنَا

اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہے ہم نے یہاں کے واسطے اور بخش ہم

لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا

اس کو اسحق اور یعقوب، یا ان میں اور ہبہ اور ہبہ

صَالِحِينَ ۝ وَجَعَلْنَاهُمْ أَيْمَةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا

نیک بخت کیا اور ان کو ایمان دہنے والے بنادیا اور ہم نے ہمارے حکم سے

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَ

دیکھا ہمیں ان کے دل میں اور ان کو اچائیوں کا اور قیام نماز

إِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۖ وَكَانُوا لَنَا عِبِيدِينَ ۝ وَلُوطًا

دینی زکوٰۃ دیا وہ تھے ہماری بندگی میں گئے تھے اور لوط

أَتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي

ہم نے حکم و علم اور نجات دی اس کو اور بچا اس کو اس سے

كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبِيثَاتِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ

جو کرتے تھے گندے کام وہ تھے لوگ براے (برے)

فَاسِقِينَ ۝ وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

نارہان اور اس کو اپنے رحم میں دیا وہ ایک نیکوں میں

وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ

اور نوح کو جب اس سے پہلے پکارا تو اس سے پہلے اور اس کو بچا دیا

حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کی شام کی طرف ہجرت | یعنی حضرت ابراہیم کو مع حضرت لوط کے صحیح سام منہ شام میں لے گئے جہاں بہت سی طہری و باطنی برکات و دیت کی گئی ہیں۔

یعنی بڑھاپے میں بیٹا، نکاح تھا، ہم نے چاہا بھی دے دیا۔ یعنی یعقوب علیہ السلام۔

یعنی ابراہیم، لوط، اسحق، یعقوب اہل درجہ کے نیک بندوں میں ہیں۔ کیونکہ سب نبی ہوئے اور انبیاء سے بڑھ کر نیکی کس میں ہو سکتی ہے۔

یعنی ایسے کامل تھے کہ دوسروں کی تکمیل بھی کرتے تھے۔

یعنی ان کی طرف وحی بھیجی جس میں ان امور کی تاکید تھی۔ یہ ان کا مال ملی ہوا۔

آل ابراہیم کے مناقب | یعنی شب و روز ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے کسی دوسری طرف نہ نکھاندا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ یہی انبیاء کی شان ہوتی ہے کہ ان کا ہر کام خدا کی بندگی کا پہلو لئے ہوتا ہے۔ یہ عملی کمال ہوا۔

یعنی صمت و حکومت اور علم و فہم جو انبیاء کی شان کے لائق ہو

قوم لوط کی بستی | بستی سے مراد 'سدوم' اور اس کے ملوکیات ہیں۔ وہاں کے لوگ خلاف فطرت افعال کے مرکب اور بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھے۔ ان کا قصہ پہلے کی جگہ گزر چکا۔

حضرت لوط پر رحمت | یعنی جب لوط کی قوم پر مذاب بھیجی تو لوط اور اس کے ساتھیوں کو ہم نے اپنی مہربانی اور رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا۔ تانیکوں کا اور بدوں کا انجام الگ الگ ظاہر ہو جائے۔

یعنی ابراہیم اور لوط سے پہلے۔

حضرت نوح کو کرب عظیم سے نجات | نوح علیہ السلام سڑھے نو سو برس تک قوم کو سمجھاتے رہے اتنی طویل مدت میں سخت رہبر گداز تختیاں اٹھائیں۔ ”خزعا کی“ ”اسی مفلوٹ فانتصر“ (قر کر کوغ) اور ”رب لا تدز علی الارضیں من الکھربیں دینار“ (نوح کوغ ۲) حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ کافروں کو طوفان سے غرق کر دیا اور نوح کو مع ہمرایوں کے طوفان کی گھبرہٹ اور کفار کی ایذا دہی سے بچا لیا۔ ان کا مفصل قصہ پہلے مذکور چکا۔

در بار داؤد میں مقدمہ اور حضرت سلیمان کا حکیمانہ فیصلہ | حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے صاحبزادے ہیں، اور خود نبی ہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت، قوت فیصد اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ حضرت سلیمان یحییٰ میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کر۔ تے تھے کہ سننے والے حیران رہ جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں بات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں کھیتی کا نقصان ہوا، حضرت داؤد نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مایت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھا یا تھا، یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیتی والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور دودھ پنے در بکریوں والے کھیت کی پاشی اور تردد کریں جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جائے تو بکریاں و نادیں اور کھیتی لے لیں اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے بھی یہ فیصلہ سن کر خسیں فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع کیا۔ گویا اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمان علیہ السلام کے استخسان کو اپنے قیام کے مقابلہ میں قبول فرمایا۔ باپ بیٹے دونوں نے جو فیصدہ شرکائے مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عنایت کی تھی۔ لیکن اصل گر کی بات اس نے سلیمان کو سمجھ دی وہ اس نتیجہ پر پہنچے جو اللہ کے نزدیک اصح و صوب تھا، اور جسے آخر کار داؤد نے بھی قبول کیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہو کہ انبیاء علیہم السلام بادشاہ ہو کر بھی مخلوق کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی طرف اسی قدر توجہ فرماتے ہیں جیسے بڑے مہم کاموں کی طرف۔

حسن داؤد کی کی معجزانہ تاثیر | حضرت داؤد علیہ السلام نے انتہا خوش آواز تھے اس پر پیغمبرانہ تاثیر، حالت یہ ہوتی تھی کہ جب جوٹ میں گزرز یور پڑھتے یا خدائی تسبیح و تحمید کرتے تو پہاڑ اور پرند جاور بھی ان کے ساتھ آواز سے تسبیح پڑھنے لگتے تھے۔

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کی دلیل | یعنی جب نہ کہ وہ پتھر اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح پڑھتے ہو گئے یہ سب جہ ہمار کیا ہوا تھا، بھلا ہماری لامحدود قدرت کے لحاظ سے یہ باتیں کیا مستبعد سمجھی جاسکتی ہیں۔

حضرت داؤد کا زر میں بنانا | حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا تھا۔ اسے موزر نہایت ہلکی مضبوط، جدید قسم کی زر میں تیار کرتے تھے جو زرئی میں کام دیں۔

یعنی تمہارے ذمہ کے لئے ہم نے داؤد کے ذریعہ سے ایسی عجیب صنعت نکال دی، سوچو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔

الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي

ہوا زور سے چلتی ہے۔ لی۔ جاتی ہے۔ اس زمین کی طرف

بُرُكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمِينَ ۝۸۱ وَ مِنْ

جس برکت دی ہے ہم نے۔ اور ہم ہر شے میں بخوبی واقف ہیں۔ ۸۱۔ اور میں

الشَّيْطَانِ مَنْ يَغْوُصُونَ لَهُ وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُونَ

شیطان کے لئے گمراہ کرتے ہیں۔ اور جو اس کے کام میں لگتے ہیں۔ اور اس کے

ذَلِكَ ۝ وَكُنَّا لَهُمْ حَفِظِينَ ۝۸۲ وَ أَيُّوبَ إِذْ

۸۲۔ اور ہم ان کے قوت میں تھا۔ اور اویوب کو۔ اس وقت

نَادَا رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ

پکارا اس نے اپنے رب کو کہ مجھ پر بڑی تکلیف ہو گئی ہے۔ اور تو سب سے مہربان ہے۔

الرَّحِيمِينَ ۝۸۳ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ

رحم والا۔ ۸۳۔ اور اس کی دعا کو قبول کیا۔ اور اس کے پرے سے

ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنْ

تکلیف اور دکھ سے اس کو اور اس کے گھرانے کو۔ اور ان کے ساتھ ان کے جیسے رحمت سے۔

عِنْدِنَا وَذِكْرَهُ لِلْعَبِيدِينَ ۝۸۴ وَإِسْمَاعِيلَ وَ

اپنی طرف سے۔ اور اس کی یاد دہانی کے لئے۔ اور اسماعیل کو۔

إِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۝ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ۝۸۵

اور ادریس اور ذوالکفل کو۔ اور سب صابر ہیں۔ ۸۵۔

﴿۱﴾ ہوا پر حضرت سلیمان کی حکومت | حضرت سلیمان نے دعا کی تھی رت اُغصو لئی وہاں لئی مُنکَا لَا یُسْعٰی لاحد من سغدی (حق رکوں ۳) مدتوں نے ہو مر جن ان کے لئے مسخر کر دیے۔ حضرت سلیمان نے ایک تخت تیار کیا تھا جس پر مع امین ۱۰ است بیٹھ جاتے اور ضروری سامان بھی ہر گزریا جاتا، پھر ہوا آتی، زور سے اس کو زمین سے اٹھاتی، پھر اوپر جا کر نرم ہوا کی ضرورت کے من سب چلتی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ ”رحماء حدث اصحاب“ (حق رکوں ۳) یمن سے شام کو اور شام سے یمن کو مہینہ کی راہ دو پہر میں پہنچا دیتی۔ تعجب ہے کہ آج عجیب و غریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت سے زاحمین اس قسم کے واقعات کا شکار کرتے ہیں۔ کیا یورپ جو کام سسٹیم اور الیکٹرک سے کر سکتا ہے خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے نہیں کر سکتا۔ کہ جس کو کس قسم کا امتیاز دینا مناسب ہے اور ہوا وغیرہ عناصر سے کس طرح کام لیا جاسکتا ہے۔

﴿۲﴾ سرکش جنات پر حضرت سلیمان کی حکومت | شیاطین سے مراد سرکش جن ہیں، ان۔ حضرت سلیمان دریا میں غوطہ کھواتے تاکہ موتی اور جوہر اس کی تہ میں سے نکالیں اور عمارت میں بھاری کام کرواتے و حوض کے برابر تانبے کے ٹمکن اور بڑی عظیم شہنشاہیں جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں، ان کو اٹھواتے تھے اور سخت کام ان سے پیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کے حیرت انگیز کام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے، اسی قوتوں سے کرائے ہیں اس وقت محض ورونی قوتوں سے کرائے جاتے تھے۔

﴿۳﴾ جنت کی تسخیر اللہ کی طرف سے تھی | جہنم نے اپنے قدار کا دل سے ان شیاطین کو سلیمان کی قید میں کس طرح تھم رکھا تھا کہ جو چاہتے ان سے بگاڑ لیتے تھے۔ اور کوئی ضرر سلیمان کو نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ورنہ دمی کی کیا بساط ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے قبضہ میں رکھے اور انجیروں میں جکڑ کر رکھ چھوڑے ”واحووین مقلوبین فی الاضداد“ (حق رکوں ۳)

﴿۴﴾ حضرت ایوب کی تکلیف اور دعا | حضرت ایوب کو حق تعالیٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا، کھیت، مویشی، وندھ، ملازم، ولاد صاغ اور عورت مرضی۔ موافق عطا کی تھی۔ حضرت ایوب بڑے شکر گزار بندے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈال دیا، کھیت جل گئے، مویشی مر گئے، اور ولاد کٹھن دب مری، دوست آشنا ملگ ہو گئے، بدن میں آہے پڑ کر کینزے پڑ گئے ایک بیوی رفیق رہی، آخر میں وہ بیچاری بھی استغاثہ لگتی مگر حضرت ایوب جیسے نعمت میں شا کر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ جب تکلیف، ذیبت اور دشمنوں کی شامت حد سے گزرنی۔ بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ بھینا ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی سزا ایسی ہی سخت ہو سکتی تھی تب ”کی“ ”دت اسی منسی الصبر و انت ازحم المواحمین“ رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت منڈ پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکالا۔ اسی سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے۔ بدن کا سار روگ جاتا رہا۔ اور جیسا کہ حدیث میں ہے سونے کی ٹڈیاں برسائیں، غرض سب طرح درست کر دی۔

﴿۵﴾ ہر ابتلا غصب نہیں ہوتا | یعنی ایوب پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت و یادگار قائم ہو گئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں بروقت آئے تو ایوب کی طرح صبر و استقامت دکھانا اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرنا چاہئے۔ حق تعالیٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔ اور محض ایسے بندہ کو دیکھ کر کسی شخص کی نسبت یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔

﴿۶﴾ حضرت اسماعیل اور یس و ذوالکفل | جہنم ان سب نیک بندوں کو یاد کرو۔ اسماعیل اور یس کا ذکر پہلے سورہ ”مریم“ میں گذر چکا۔ ذوالکفل کی نسبت اختلاف ہے کہ نبی تھے جیسا کہ انبیاء کے دلیل میں مذکور فرمائے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مرد صاغ تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص کے خدا من ہو کر کئی برس قید رہے اور اللہ نے یہ محنت اٹھائی۔ تنبیہ | مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں ایک شخص کا قصہ آتا ہے جو پہلے سخت بدکار اور فاسق و فاجر تھا، بعد ذلتا تب ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی بشارت اس دنیا میں لوگوں کو سنائی، اس کا نام حدیث میں ”کفل“ آیا ہے۔ بظاہر یہ وہ ”ذوالکفل“ نہیں جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ واللہ اعلم۔ ہمارے زمانہ کے بعض مصنفین کا خیال ہے کہ ”ذوالکفل“ وہی ہیں جن کو ”حزقیل“ کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

وَأَدْخَلْنَهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُمْ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۷﴾

اور سے ہم سب کو اور رحمت میں اور جو بہ نیک ہیں

وَإِذَا النُّونُ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ يَنْقُذَهُ عَلَيْهِ فَنَادَا فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۸﴾

اور مچھلی کے لئے جب چھپ گیا غصہ سے اور سمجھا کہ میں نہ بچ سکوں گا اور اندھیرے میں کہ تو ہی خدا ہے

تَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَا فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۹﴾

تو بڑھانے کے لئے اور اندھیرے میں کہ تو ہی خدا ہے اور میں نے اپنے آپ کو ظالموں میں سے

إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۰﴾

تو ہی خدا ہے اور میں نے اپنے آپ کو ظالموں میں سے

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۱﴾ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَا رَبَّهُ

پھر ہم نے اس کی دعا کو سنا اور اس کو غم سے نکال دیا اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو

نُجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۲﴾ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَا رَبَّهُ

ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو اور زکریا کو جب پکارا کہ اے رب

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴿۲۳﴾

اے رب نہ چھوڑ مجھ کو تنہا اور تو ہی بہتر وارث ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَىٰ وَأَصْلَحْنَاهُ

پھر ہم نے اس کی دعا کو سنا اور اس کو عیسیٰ عطا کیا اور اس کو سیدھا کر دیا

زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَ

لوگ اور وہ بہتر اعمال میں تیزی سے تھے

حضرت یونس کا قصہ ”مچھلی والا“ فرمایا حضرت یونس علیہ السلام کو۔ ان کا مختصر قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو شہر نینوی کی طرف (جو موصل کے مضافات میں سے ہے) مبعوث فرمایا تھا۔ یونس علیہ السلام نے اُن کو بت پرستی سے روکا اور حق کی طرف بلایا۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ اے کہاں تھے، روز بروز ان کا عناد و تمرد ترقی کرتا رہا۔

حضرت یونس کی بددعاء | آخر بددعا کی درقوس کی حرکات سے خفا ہو کر غصہ میں پھرے ہوئے شہر سے نکل گئے حکم الہی کا انتظار نہ کیا اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا ان کے نکل جانے کے بعد قوم کو یقین ہوا کہ نبی کی بددعا خالی نہیں جائے گی کچھ آثار بھی عذاب کے دیکھے ہوئے گھبرا کر سب لوگ بچوں اور جانوروں سمیت باہر جنگل میں چلے گئے اور ماؤں کو بچوں سے جدا کر دیا۔ میدان میں پہنچ کر سب نے رون چدنا شروع کیا، بچے اور ماؤں اور جانور سب شور مچا رہے تھے کان پڑی تو ارسلانی ننداتی تھی

قوم یونس کی توبہ اور عذاب کا ٹلنا | ترمستی والوں نے بچے دل سے توبہ کی، بت توڑ ڈالے۔ خد تعالیٰ کی اطاعت کا عہد باندھا اور حضرت یونس و تلاش کرنے لگے۔ میں تو ان کے ارشاد پر کار بند ہوں۔ حق تعالیٰ نے آئے، عذاب ان پر سے اٹھ گیا۔ ”فلولا کانت قریۃ امث فمنعنا ابما نھما الا قوم یونس لما امنوا کشفنا عنھم عذاب الجحیم فی الحیوۃ الذنیۃ و متغھم الہی جنہ“ (یونس روع ۱۰) اور یونس علیہ السلام ترمستی سے نکل کر ایک جماعت کے ساتھ کشتی پر سوار ہوئے وہ کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی والوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ارادہ کیا کہ ایک آدمی کو نیچے پھینک دیا جائے (یا اپنے مفروضات کے موافق یہ سمجھے کہ کشتی میں کوئی نادم مولا سے بھاگا ہوا ہے) بہر حال اس آدمی کی جبین کے لئے قرعہ ڈالا۔ وہ یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا۔ دو تین مرتبہ دعا اندازی کی ہر دفعہ یونس کے نام پر لکھتا رہا۔ یہ دیکھ کر یونس علیہ السلام دریا میں کود پڑے۔

مچھلی کا حضرت یونس کو نگلنا | فوراً ایک مچھلی کرنگل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو اپنے پیٹ میں رکھ اسکا ایک بال بیہ کا نہ ہو۔ یہ تیری روزی نہیں بلکہ تیرا پیٹ ہم نے اس کا قید خانہ بنایا ہے۔ اس کو اپنے اندر حفاظت سے رکھنا۔

حضرت یونس کی دعاء اور رہائی | اس وقت یونس نے اللہ کو پکارا۔ ”لا الہ الا انت منجک انی شکنت من الظلمین“ اپنی خط کا اعتراف کیا کہ بیشک میں نے حدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بدون ہستی واؤں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوں۔ گو یونس علیہ السلام کی یہ غلطی جہاد کی تھی جو موت کے حق میں معاف ہے، مگر انبیاء کی تربیت و تہذیب دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ جس معاملہ میں وحی آنے کی امید ہو، بدون انتظار کئے قوم کو چھوڑ کر چلا جانا ایک نبی کی شان کےائق نہ تھا۔ اسی نامناسب بات پر دار و گیر شروع ہو گئی۔ آخر توبہ کے بعد نجات ملی مچھلی نے کنارہ پر کراگل دیا۔ اور اسی بستی کی طرف صحیح سالم واپس کئے گئے۔

حضرت یونس کی اجتہاد کی غلطی کی حقیقت | یعنی یہ خیال کریں کہ ہم اس حرمت پر کوئی دار و گیر نہ کریں گے، یا ایسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر جائے کہ اب ہم اس کو پکڑ رہا ہیں نہیں اسکیں گے۔ گو یہ بستی سے نکل کر رہا رہی قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام کی اواق ایسا سمجھتے تھے۔ ایسا خیال تو ایک آدمی مومن بھی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں مترشح ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ کامیاب کی آدمی ترین لغزش کو بہت سخت پیرا میں ڈال کر تباہی دے جیسا کہ ہم سپہ کئی جگہ لکھ چکے ہیں اور اس سے کامیاب کی تنقید نہیں ہوتی۔ بلکہ جلالت شان ظاہر ہوتی ہے کہ اتنے بڑے موکر ایسی چھوٹی سی فروگزاشت بھی کیوں کرتے ہیں۔

جنی دریا کی بہرائی | مچھلی کے پیٹ اور شب تاریک کے اندھیروں میں۔

یعنی میری خط کو معاف فرمائیے بیشک مجھ سے غلطی ہوئی۔

اس دعاء کی فضیلت | یعنی یونس کے ساتھ مخصوص نہیں، جو ایماندار لوگ ہم کو اسی طرح پکاریں گے ہم انکو بلاؤں سے نجات دیں گے۔ احادیث میں اس دعائی بہت فضیلت آئی ہے۔ اور امت نے شہداء و نواب میں ہمیشہ اس کو مجرب پایا ہے۔

حضرت زکریا کی دعا | یعنی اور اے جو میرے بعد قوم کی خدمت کر سکا میری تعلیم کو پھیلانے سبباً کہ سوا ”مریم“ کے فوائد میں کھانا چکا ہے۔

وارث طلب کر رہے تھے ”برئسی دیوٹ من ال یغفوب“ (مریم روع ۱) اسی کے مناسب نام سے اللہ کو یاد کیا۔

ایسی باکھ عورت کو ولادت کے قابل کر دیا۔

يَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خِشَعِينَ ﴿١٠﴾

♦ پارت تھے ہم

♦ آتی سے ڈراتے

♦ اور تھے ہمارے لئے بے اثر

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا

♦ اور وہ عورت جس نے

♦ قاپ میں رکھی اپنی شہوت

♦ پھر چوٹک دی ہم نے اس عورت میں

وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ﴿١١﴾ إِنَّ هَذِهِ

♦ اور کیا اس کو

♦ اور اس کے بیٹے کو

♦ نشانی (نمونہ) جہان اس کے لئے

أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ﴿١٢﴾

♦ تمہارے دین کے

♦ سب ایک دین پر

♦ اور میں ہوں رب تمہارا

وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلُّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ ﴿١٣﴾

♦ اور ٹکڑے ٹکڑے بنتے ہیں (کریا) لوگوں نے آپ میں اپنا کام

♦ سب ہمارے پاس پھر آئیں گے

فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ

♦ سو جو کوئی کرے

♦ کچھ نیک کام

♦ اور اور رکھتا ہو ایمان

♦ سو اگارت نہ کریں گے

لِسَعْيِهِ ۚ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ ﴿١٤﴾ وَحَرَّمُ عَلَى قُرْيَةٍ

♦ اس کی سعی کو

♦ درم اس کو لکھتے ہیں

♦ اور مقرر ہو چکا ہے اس کی پر

أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ

♦ جس کو مارت کر یا ہم نے

♦ کہ وہ پھر نہیں آئیں گے

♦ یہاں تک کہ جب کھول دیے جائیں

يَا جُودُ وَمَا جُودُ ۚ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ﴿١٦﴾

♦ یا جود اور جود

♦ اور ہر اونچان سے پھرتے پھرتے آئیں گے

❖ **متصفون کی ایک غلطی** بعض متصفون کہا کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کو پارے توقع سے یا ڈر سے وہ اصلی محبت نہیں۔ یہاں سے نکی غلطی ظاہر ہوئی۔ انبیاء سے بڑھ کر خدا کا محب کون ہو سکتا ہے۔

❖ یعنی حلال و حرام دونوں طریقوں سے محفوظ تھی۔

❖ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو جو ”روح اللہ“ کے لقب سے ملقب ہیں اس کے پیٹ میں پردہ رکھا۔

❖ انکا ”نشان“ اسوہ سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں بیان ہو چکا ہے۔

❖ **توحید تمام امتوں میں مشترک ہے** یعنی خدا بھی ایک اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام نبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں حوالہ کی تعلیم ہے وہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف، وہ زمان، امکان کے اختلاف کی وجہ سے ہیں مصلحت، حکمت سے اختلاف، وہ وہی دواصول میں ہو، پس لازم ہے کہ سب مل کر خدا کی بندگی کریں اور جن اصول میں تمام انبیاء متفق رہے ہیں ان ”متحدہ وقت“ سے پڑیں

❖ **خود ساختہ اختلافات** ہم نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا۔ لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور ”پیس“ میں پھٹ ڈال دی

❖ یعنی ہمارے پاس آخر تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا جب ہر ایک کو اس کے لئے کی جڑا ملے گی۔ گئے اس جزا کی تفصیل ہے۔
❖ **مومن کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی** یعنی کسی کی محنت کا رستہ نہ جائے گی۔ نیکی کا بیٹھا پھل مومن کو مل رہا ہے گا۔ کوئی ادنیٰ سے اتنی نیکی بھی ضائع نہ ہوگی ہر چھوٹا بڑا عمل ہم اس کے ثمر میں ثبت کر دیتے ہیں جو قیامت کے دن کھول دیے جائیں گے۔

❖ **معذب قوموں کی ابدی محرومی** پہلے نبی ت پانے والے مومنین کا ذکر تھا اس کے بالقابل میں تیت میں ہلاک ہونے والے کافروں کا ذکر ہے یعنی جن کے لئے ہلاک و عذاب ہونا مقدر ہو چکا وہ کبھی اپنے کفر و عصبیان کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع ہونے والے نہیں۔ نہ وہ کبھی دنیا میں اس غرض سے واپس کئے جاسکتے ہیں کہ دوبارہ یہاں ”کرگشتہ زندگی“ کی تنصیرات کی تلافی کریں۔ پھر نہ نبی ت وفد کی توقع کدھر سے ہو سکتی ہے۔ ان کے لئے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کریں گے اور اپنی زیادتوں کے معترف ہو کر پشیمان ہوں گے۔ مگر اس وقت پشیمانی کچھ کام نہ آئے گی وہ وقت قیامت کا ہے جس کے مبادئی قریب میں سے ہے خراج ”یا جوں و ماجوں“ گئے کی کو یہاں فرماتے ہیں۔

❖ **یا جوں و ماجوں کا خروج** یعنی قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سدہ و القرمین توڑ کر ”یا جوں و ماجوں“ کا شہر نوٹ پڑے گا۔ یہ لوگ اپنی کثرت و ازدحام کی وجہ سے تمام ہندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو ان ہی کا ہجوم نظر آئے گا ان کا بے پناہ سیلاب کی شدت اور تیز رفتار سے ”گے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یہ معلوم ہوگا کہ ہر ایک نیک اور پناہ سے ان کی فوجیں پھسکتی اور بڑھکتی چلی رہی ہیں۔ سورہ ”کہف“ کے آخر میں اس قوم کے متعلق ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں اس کا ایک مرتبہ مطالعہ کر پ جائے۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ

پھر ان میں اپنی روچائیں

تجارت

اور نزدیک آئے

أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يَوِيلُنَا قَدْ كُنَّا فِي

—

ہم نے تم کو غفلت سے

غفلت کی حالت میں

غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿١٤﴾ إِنَّكُمْ وَمَا

تم اور وہ

نہیں پر ہم تھے گمراہ

خبر سے اس سے

تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ ۚ أَنْتُمْ لَهَا

تم لوگ

ایک جہنم سے اور ان کا

تم پر ہے جو اللہ سے

وَرِدُونَ ﴿١٥﴾ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَّا وَرَدُوهَا ۚ

وہ لوگ

اگر وہ اس سے بہت

بے نیکی

وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٦﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ

اور وہ

ان کو اہل جہنم

اور وہ ان میں سے رہیں گے

فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا

وہ لوگ

جن سے پہلے سے خبر پئی

نہیں سنیں گے

الْحُسْنَى ۚ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٨﴾ لَا يَسْمَعُونَ

نہیں سنیں گے

وہ ان سے دور رہیں گے

نہیں

حَسْبُ سَاءَ مَا اسْتَهْتَتْ أَنفُسُهُمْ

اور وہ اپنے آپ کو

ان کی قسمت

قیامت میں کفار کی دہشت | یعنی حزاء و سہرا کا وعدہ جب نزدیک آگئے گا اس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدت ہوں گے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر دست حسرت میں گئے کہ انہوں نے آج کے دن سے ہم کیسے خبر رہے جو ایسی کم نعتی تھی۔ کاش دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔

یعنی بے خبری بھی ایسے نہیں، خرافیہ، مبہم السلام سے تو کھوں سوں آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن ہم نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ان کا کہنا نہ مانا اور برابر شرارتوں اور گنہوں پر اصرار کرتے رہے۔

دوزخ کا اندھن | یہ خطاب مشرکین مکہ کو ہے جو بت پرست تھے، یعنی تم اور تمہارے یہ معبود سب دوزخ کا بندھن بنیں گے "وَقُلُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارُ" (بقرہ رکوع ۳) اس کے معنی یہ نہیں کہ اندام (بت) معذب ہو گئے۔ بلکہ فرض یہ ہے کہ بت پرستوں پر جہنم زیادہ لازم ہو۔ جیسا کہ آگے فرمایا لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَّا وَرَدُوهَا "اور انکی حسرت بڑھے اور حق وقت زیادہ واضح ہو کہ جن سے خیر کی توقع رکھتے تھے وہ آج خود اپنے کو نہ بچا سکے پھر ہماری حفاظت کیا کر سکتے ہیں۔ تنبیہ | "وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ" سے مراد یہاں صرف اصنام ہیں۔ کیونکہ خطاب ان ہی کے پرستاروں سے ہے۔ لیکن اگر "ما" کو عام رکھا جائے تو "بشرط عدم المنافع" کی قید معتبر ہوگی یعنی جن فرضی معبودوں میں کوئی مانع دخول ناس سے نہ ہو وہ اپنے عابدین کے ساتھ دوزخ کا اندھن بنائے جائیں گے۔ مثلاً شیاطین و اصنام۔ باقی حضرت مسیح و عزیر اور ملائکہ اللہ جن کو بہت لوگوں نے معبود ٹھہرایا ہے۔ ان حضرات کی مقبوضیت وہ جاہل و نفع ہے کہ (معاذ اللہ) عموم میں شامل رکھے جائیں۔ اسی لئے آگے تصریح فرمادیا۔ "إِنَّ الدِّينَ سَقَطَ لَهُمْ قَبْلَ الْحُسْنَى أَوْ لَكَ عَلَيْهَا فَتَعَذُّونَ"۔

یعنی سب عباد معبود ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہیں گے۔

دوزخ میں کفار کی حالت | یعنی شدت ہول اور عذاب کی سخت تکلیف اور اپنے چلانے کے شور سے کچھ سناکی نہ دے گا۔ ابن مسعود سے منقول ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ہر دوزخی کو ایک لوبے کے صندوق میں بند کر کے اوپر میخیں ٹھونک دی جائیں گی۔ اور جہنم کی تہ میں چھوڑ دیے جائیں گے۔ شاید پہچان نہ سن سکا اس وقت کا حال ہو۔

اہل جنت کا دوزخ سے بعد | یعنی ایک بار اہل صراط پر سے گزر کر پھر ہمیشہ دور رہیں گے اور اس پر سے گزرتے ہوئے بھی دوزخ کی تکلیف و الم سے قطعاً دوری ہوگی۔

خُلِدُونَ ﴿۱۱﴾ لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّهِمُ

مہربان کے ﴿۱۱﴾ بڑے ڈر کا ان کو غم نہ ہوگا اور ﴿۱۲﴾ ان پر بڑی جہالت میں ﴿۱۳﴾ اور یہاں میں سے

الْمَلٰئِكَةُ ۖ هٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۱۲﴾

فرشتے ﴿۱۲﴾ تم کو تمہارے ﴿۱۳﴾ جس کا تم نے وعدہ کیا تھا

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَاءَ کَطِیِّ السِّجْلِ لِلْکُتُبِ ۖ کَبَّ

جس دن ہم چھپائیں آسمان کو ﴿۱۴﴾ جیسے پلٹنے میں ﴿۱۵﴾ اور اس کا

بَدَآءُنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُهُ ۖ وَعَدًا عَلَیْنَا ۖ اِنَّا

﴿۱۴﴾ سے پہلے ہم نے پہلی بار ﴿۱۵﴾ پھر میں دوبارہ میں نے ﴿۱۶﴾ وعدہ کیا ہے اور ہم پر

کُنَّا فَعٰلِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُورِ مِنْ

﴿۱۳﴾ پر کیا گئے ﴿۱۴﴾ اور ہم نے لکھ دیا ہے ﴿۱۵﴾ زبور میں

بَعْدِ الذِّکْرِ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُونَ ﴿۱۴﴾

﴿۱۴﴾ جنت کے پیچھے ﴿۱۵﴾ کہ آخر زمین پر ﴿۱۶﴾ ملک ہوں گے میرے ﴿۱۷﴾ نیک

اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا اَرْسَلْنَا اِلَّا

﴿۱۵﴾ میں میں مطلب پہنچانے میں ﴿۱۶﴾ لوگ بندگی والے ﴿۱۷﴾ اور تجھ کو دوسرے ﴿۱۸﴾

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ قُلْ اِنَّمَا یُوحِی اِلَیَّ اَنْۢمَآ

﴿۱۶﴾ مہربانی ﴿۱۷﴾ حنان کے ﴿۱۸﴾ تو کہہ ﴿۱۹﴾ مجھ کو حکم کی آیت

﴿۱۷﴾ جنتوں و اندر ﴿۱۸﴾ اس قدر وعدہ ہوگا کہ اس کی آہستہ تک محسوس نہ کریں گے اور نہایت جیش و آرام کے ساتھ ہمیشہ جنت کے جزے انہیں گے۔

﴿۱۸﴾ جتنی اس دن جب حقیقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی ﴿۱۹﴾ اللہ تعالیٰ ان کو رنج و غم سے محفوظ رکھے گا۔

﴿۱۹﴾ اہل جنت کیلئے فرشتوں کا استقبال ﴿۲۰﴾ جن قبروں سے ﴿۲۱﴾ نئے جنت میں داخل ہونے کے وقت فرشتے اس ہ استقبال

﴿۲۰﴾ گئے اور کہیں گے کہ جس دائمی مسرت و راحت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا ﴿۲۱﴾ اس کے چرہ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

❖ قیامت میں آسمانوں کا لپیٹنا | یعنی جب قیامت آئے گی آسمانوں کی صفیں لپیٹ دی جائیں گی جس طرح دستاویز کا لکھ ہوا کاغذ لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے وَالسَّمُوتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ بعض روایات میں جو نبی کریم ﷺ کے ایک کاتب کا نام "جمل" بتلایا ہے، اس کا حفظ حدیث کی ایک جماعت نے ضعیف سند میں منسوخ قرار دیا ہے کہ صرح ابن کثیر فَلَا بُعْتَسْرَ بِتَخْرِيجِ اِسِي دَاوُدُ وَالْيَسَانِي فِي سَهْمَا۔

❖ دوبارہ تخلیق | یعنی جیسی سہولت سے دنیا کو پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کر دی جائے گی۔ یہ حتمی وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو رہا ہے۔

❖ مومنین سے وعدہ الہی | کامل و عاقل بندوں سے حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نو دنیا و آخرت کی کامیابی اور اس زمین اور جنت کی زمین کا وارث بنائے گا چنانچہ فرمایا۔ "اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" (اعراف رکوع ۱۵) اور "اِنَّا لَنُصْرِفُهَا وَالدِّينَ اَمْرًا هِيَ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْذُ الشَّاهِدُ" (مومن رکوع ۶) اور "وَعَذَابُ اللّٰهِ الَّذِي اَمْرًا مِّنْكُمْ وَعَمَلُوا الصّٰلِحٰتِ لِيَسْحَبْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الدِّينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلِيُمَكِّنَ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارٰىصِي لَهُمْ" (نور رکوع ۷) یہ ایسا حتمی اور قطعی وعدہ ہے جس کی خبر اس نے اپنی کتب شریعہ اور کتب قدریہ میں دی۔ "روح محفوظ" و "ام مکتب" میں یہ وعدہ راجح کیا اور انہیں ہمہ گیر اس کی ربانی بار بار عطا کر آیا۔ دَاوُد علیہ السلام کی کتاب "روز" ۳۷-۳۹ میں ہے کہ صادق زمین کے وارث ہو گئے۔ چنانچہ اس امت میں کے کامل و عاقل و صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے شرق و غرب میں نہیں نے آسمانی یا ثابت قدمی، عدل و انصاف کے جھنڈے گاڑ دیے۔ دین حق کا رچا چڑھا، ملک عالم میں بجا دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی پیروی کوئی س کے ماتھوں پر چڑی مولی۔ "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی زَوٰی لِي الْاَرْضَ فَرَايَتْ مَشَارِقَهَا وَمَعَارِبَهَا وَ اَنْ اَفْنٰی سَبْعَ مَلٰٓئِكَةٍ مَّا رَوٰی لِي مِنْهَا" اور کسی قسم کی دوسری پیشین گوئی امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں چڑی ہو گی۔

❖ جیسی اس قسم کی بشارت کہ رُخدائے واحد و مدد کرنے والے اپنے مطلب کو پہنچتے ہیں، یا اس قرآن کریم میں جو ایسی عظیم بشارت و روایات پر مشتمل ہے بدلتی کرنے والوں کے لئے ہادی و منقذ اور کامیابی ہے۔

❖ آنحضرت ﷺ تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں | جیسی آپ تو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کوئی بد بخت اس رحمت و مدد سے خود کوئی منفعہ نہ ہو تو یہ اس کا قصور ہے۔ آفتاب و مانتاب سے روشنی و گرمی کا فیض ہر طرف پہنچتا ہے لیکن کوئی شخص اگر اپنے اوپر تمام دروازے و درو رخ بند کر لے تو یہ اس کی بے نیازی ہوگی۔ آفتاب کے عمو فیض میں کوئی کلم نہیں ہو سکتا اور یہاں تو رحمت معاینہ ہر معلق فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو بحر و اقصیٰ مستفید ہونا چاہے اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حصہ پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں عمو نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر آپ کے موافق فائدہ اٹھاتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ پہلی امتوں سے برصاف اس امت کے کافروں کو عام و متواصل عذاب سے محفوظ رکھ جائے گا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ حضور کے عام اخلاق کے۔ وہ جس کافروں پر آپ ﷺ جہاد کرتے تھے اب بھی مجبوراً عالم کے لئے سراسر رحمت تھے کیونکہ اس کے ذریعہ سے اس رحمت کبریٰ کی حفاظت ہوتی تھی جس کے آپ حامل بن گئے تھے ورنہ بہت سے اندھے جو آنکھیں بنونے سے بھگتے تھے اس سلسلہ میں اس کی آنکھوں میں بھی خود انکوائی کی روشنی پہنچ جاتی تھی۔ "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا تَقْتُلْهُمْ وَلَا تَصْنَعْهُمْ وَلَا هُدِيْهُمْ وَهُمْ كَارِهُونَ اِنِّيْ رَحْمَةٌ بَعْثِي اللّٰهَ وَلَا يَتَوَقَّأْنِيْ حَتّٰى يَطْهَرَ اللّٰهُ دِيْنَهُ" (بن کثیر) ان الفاظ سے آپ کے رحمت معاینہ ہونے کا مطلب زیادہ وسعت کے ساتھ سمجھ میں آ سکتا ہے۔

إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١١﴾

محبوب شہزادہ ایک محبوبہ سے پھر ہمت علیہا کی رہے والے ❶

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ أَذْنُكُمْ عَلَى سَوَاءٍ ؕ وَإِنْ

پھر روبرو میں ہوں تو تو میرے پاس سے نہیں گزرتا

أَذْرِئِ أَقْرَبُ أَمْ بَعِيدُ مَا تُوعَدُونَ ۝ إِنَّهُ

میں نہیں جاتا راہبہ — باپ سے جو کہ سے دور ہے




يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١٧﴾


 وزارت معارف و اوقاف و صنایع مستظرفه
 جمهوری اسلامی ایران

وَإِنْ أَدْرِى لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ

اور میں نہیں جانا شہرِ تاج میں کھوجائی ہے اور فی ۱۹۰۱ء

حِينَ ۞ قُلْ رَبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۚ وَرَبُّنَا الرَّحِيمُ

یہ وقت تک  رہوں گی  عرب لیڈر اصرار  عرب مارا نہیں

المُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ٤

نی سے دیا جانتے ہیں اللہ واقف ہے یہ علم کتابت ہو

الْأَنْبِيَاءُ (٢٢) سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (١٠٣) رُكُوعَاتُهَا ١٠

سورج بخمدید میں ہمارے سونے اور اس کی ٹھہرتی تھیں وہاں کوٹ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترویج اقدار کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحمہ والا ہے

آنحضرتؐ کی دعوتِ توحید | یہ رسالت کے ساتھ توحید کا بیان ہوا۔ یعنی جو رحمتِ عظیمہ بیکر آپؐ تشریف لائے ہیں اس کا لب لباب توحیدِ کامل ہے اور یہ ایسا صاف و واضح مضمون ہے جس کے قبول کرنے میں دلی کو کچھ پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ پس کیا تم حکم دینے اور حق کے سامنے گردن ڈال دینے کے لئے تیار ہو؟ مگر ہو تو فیہا وخت، ورنہ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا۔ تم اپنا انجام سوچو۔

آنحضرتؐ کا اتمامِ حجت | یعنی اس قدر اتمامِ حجت کے بعد بھی نہ، نہ تو میں تم کو خبر کر چکا کہ اب میں تم سے بیزر و تم مجھ سے علیحدہ، تمہارا عمل تمہارے ساتھ و میرا عمل میرے ساتھ۔ ہر ایک کا جو نتیجہ ہو گا سامنے آ جائے گا حضرت شد صاحبؑ نکلتے ہیں "دونوں طرف برابر یعنی ابھی تم دونوں بات کر سکتے ہو (قبول کرو یا رد کرو) ایک طرف کا زور نہیں آیا۔" یعنی تمہارے نہ ماننے پر عذاب کا وعدہ ہے وقوع تو اسکا ضرور باضرور ہو کر رہے گا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جد ہو گا یا بدیر۔

وہی ہر ایک کھلی چھپی بات کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس بات کی کیا جزاء مہنی چاہئے اور کب مہنی چاہئے۔

تاخیرِ عذاب کی حکمت اللہ کو معلوم ہے | یعنی تاخیرِ عذاب میں ممکن ہے تم کو جانچنا ہو کہ اس مدت میں کچھ سمجھ لو اور شرارتوں سے باز آ جاؤ۔ یا شخص ڈھیل دینا ہو کہ ایک مدت تک دینا میں پھنس کر شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر لو۔

آنحضرتؐ کی دعاء | یعنی جیسے ہر معاملہ کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کرنا، آپؐ کی شان ہے، اسی کے موافق میرے اور میری قوم کے درمیان جد کی فیصلہ فرما دیجئے۔

یعنی اسی سے ہم فیصلہ چاہتے ہیں اور کافروں کی خرافات کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اسی طرح کی دعاء انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَانْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ" (اعراف رکوع ۱۱) کیونکہ انہیں اپنی حقانیت و صداقت اور حق تعالیٰ کے عدل و انصاف پر پورا وثوق و اعتماد ہوتا تھا۔ تم سورۃ الانبیاء و اللہ الحمد و المنة۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۖ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ

دو کرو اپنے رب سے ہے قلم جو پھیل قیامت کا

شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرْوُنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ

ایک بڑی پیر سے جس دن اس کو دیکھے گی ہوں پائے گی ہر دھپ پائے گی

عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

اپنی دھپ پائے گی اور دل دے گی مرہیت والی

وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ

اور تو دیکھے دھوپ پرشہ دریاں پر نشہ نہیں

عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ

آفت اللہ کی سخت ہے اور مجھے دے اور میں جو جھگڑتے ہیں

فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيدٍ ۝

اللہ کی بات میں ہے خبری سے ہر شیطان مرشد

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلَّاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَ

کتاب کے حق میں (جس کی قسمت میں) لکھا ہو گیا ہے کہ جو وہی اس کا رہنما ہو

يَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

یہ کے عذاب میں دوڑنے کے لئے

إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اگر تم کو شک ہے قیامت میں تو ہم نے تم کو بنایا

سورۃ الحج

قیمت کے زلزلے اور ان کی شدت | قیمت کے عظیم الشان زلزلے (بھونچال) وہ ہیں۔ ایک تین قیمت کی مدت کے وقت یا نچھ گانیہ کے بعد دوسرا قیمت کے کچھ بیشتر جو علامات قیمت میں سے ہے۔ مگر یہاں دوسرا مراد ہو تو آیت اپنے ظاہر معنی پر رسے گی اور پہلا مراد ہو تو دونوں احتمال ہیں، حقیقتہً زلزلہ آئے اور دودھ پلانے والی یا حاملہ عورتیں اپنی اسی ہیئت پر محسوس ہوں۔ یا زلزلہ سے مراد وہاں کے اہوال و شدائد ہوں اور "فَسَوْفَ يَنْهَازُهُمْ كُلُّ مُرْصَعَةٍ" الخ کو تمثیل پر حمل کیا جائے جنی اس قدر گھبراہٹ اور سختی ہوگی کہ اگر دودھ پلانے والی عورتیں موجود ہوں تو مارے گھبراہٹ اور شدت ہوں گے اپنے بچوں کو بھول جائیں اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں۔ اس وقت وہ اس قدر مدہوش ہو گئے کہ دیکھنے والے شراب کے نشہ کا گمان کرے حالانکہ وہاں نشہ کا کیا کام۔ خدا کے مذاپ کا تصور اور اہوال و شدائد کی سختی ہوش گرم کر دے گی۔ تنبیہ | اگر یہ گھبراہٹ سب کو عام ہو تو "لَا يَخْشَرُ لَهُمُ الْخَوْفُ الْاَكْبَرُ" میں نفی باعتبار اکثر احوال کے اور یہاں ثبات باعتبار سرعت قلیلہ کے لیا جائے گا۔ اور اگر آیت حاضرہ اکثر ناس کے حق میں ہو، سب کے حق میں نہ ہو تو سب سے اشکال ہی نہیں۔

اللہ کی باتوں میں جھگڑنے والے | یعنی اللہ تعالیٰ جن باتوں کی خبر دیتا ہے ان میں یہ لوگ جھگڑتے اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور جہل و بے خبری سے عجیب احتفانہ شبہات پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ قیمت، بعث بعد اموت اور جزاء و سزا وغیرہ پر ان کا بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب آدمی مر کر گل سزگی اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو گئیں تو یہ کیسے سمجھ میں آئے کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا۔

ہر شیطان کی پیروی کرنے والے | یعنی جن یا آدمیوں میں کا جو شیطان اس کو اپنی طرف دے دے یہ فوراً اسی کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ گویا گمراہ ہونے کی ایسی کامل استعداد رکھتا ہے کہ کوئی شیطان کسی طرف پکارے یہ اس پر بیک کہنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

یعنی شیطان مرید کے متعلق یہ طے شدہ مر ہے کہ جو اس کی رفقت اور پیروی کرے وہ اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈالتا ہے اور گمراہ کر کے دوزخ سے ورے نہیں چھوڑتا۔

دوبارہ زندگی پر شبہ اور جواب | یعنی اگر یہ عموماً گمراہ ہے کہ ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ کیسے جی انھیں گے تو خود اپنی پیدائش میں غور کرو کس طرح ہوئی ہے۔

مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ

مٹی سے پھر قطرہ سے پھر سوئے خون سے

مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ

گوشت کی بولی نقشہ بنی ہوئی سے اور بدن نقشہ بنی ہوئی سے اس واسطے کہ تم کو اس کرنا میں

وَنَقَرُ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى

اور غمرہ رکھتے ہیں ہم پیٹ میں جو چاہو ہیں ایک وقت نہیں تک

ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ

پھر تم کو نکالے ہیں بچہ پھر جب تک کہ پہنچو اپنی عمر کی حد تک

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفَّىٰ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ إِلَىٰ

اور کوئی تم میں سے قبضہ کر لیا جاتا ہے اور کوئی تم میں سے پھر پیدا جاتا ہے

أَرْدَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا

لکھی عمر تک تاکہ کہنے کے پیچھے نہ کچھ نہ کہنے کے تاکہ کہنے کے بعد علم شے نہ

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا

اور تو دیکھتا ہے زمین غراب (دلی) پڑی ہوئی پھر جہاں ہم سے اتار دیتے ہیں

الْمَاءَ اهْتَرَتْ وَرَبَّتْ وَأَنْبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ

پانی تازی ہوئی اور ابھری اور اگائی پھر ہر قسم و رنگ کی چیزیں

بِهَيِّجٍ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُخَيِّ

یہ سب کچھ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے حقیق (تحقیق) اور وہ جہاں تات

♦ تخلیق انسانی کے مختلف مراحل | یعنی اس تہوار بہ باپ آدم کو مٹی سے، پھر تم کو نطفہ، مٹی سے بنایا، یہ یہ مطلب ہے کہ مٹی سے خدا نکالی جس سے کئی منزلیں طے ہو کر نطفہ بنا، پھر نطفہ سے کئی درجے طے کر کے تہجاری تشکیل و تخلیق ہوئی۔

♦ یعنی نطفہ سے جسا ہو خون اور خون سے گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے۔ جس پر ایک وقت آتا ہے کہ دلی کا چوراغہ (باتھ، پاؤں، آنکھ، ناک، وغیرہ) بنایا جاتا ہے۔ اور ایک وقت ہوتا ہے کہ بھی تک نہیں بنایا گیا۔ یہ یہ مطلب ہے کہ جنس کی پیدائش مکمل کر دی جاتی ہے اور بعض یونہی ناقص صورت میں گر جاتا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ جنس بے عیب ہوتا ہے، جنس عیب دار۔

♦ کہ خود تہجاری اصل کیا تھی اور کتنے روز گزرنے کے بعد آدمی بنے ہو۔ اسی کو سمجھ کر بہت سے حقائق کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ اور بعث بعد الموت کا مکان بھی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

♦ یعنی جنسی مدت جس کو رحم مادر میں ٹھہرانا مناسب ہوتا ہے ٹھہراتے ہیں۔ کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ برس یا چار برس ہی اختلاف ااقوال۔

♦ انسانی عمر کے مختلف مراحل | یعنی جس طرح اندر رہ کر بہت سے مدارج طے کئے ہیں، باہر آ کر بھی تدریج بہت منازل میں سے گزرتا پڑتا ہے۔ ایک بچپن کا زمانہ ہے جب آدمی بالکل کمزور، ناتواں ہوتا ہے اور اس کی تمام قوتیں چھپی رہتی ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ کامن (پوشیدہ) قوتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ جسمانی حیثیت سے مزین کمال شباب کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر جنس و جوانی ہی میں مر جاتے ہیں اور جنس اس عمر کو پہنچتے ہیں جہاں پہنچ کر آدمی کے اعضاء و قوی جو بے دیتے ہیں وہ سمجھدار بننے کے بعد نا سمجھ اور کارآمد ہونے کے بعد نکما ہو جاتا ہے۔ یادیں ہونی چیزیں بھول جاتا ہے اور جانی ہوئی چیزیں کو سمجھ نہیں جاتا۔ گویا یوزحہ سو کر پھر بچہ بن جاتا ہے۔

♦ مردہ زمین کا زندہ ہونا | یعنی زمین مردہ پڑی تھی، رحمت کا پانی پڑتے ہی جی تھی اور تروتازہ ہو کر بہانے لگی۔ قسم قسم کے خوش منظر، فرحت بخش اور نشاط افزا پودے قدرت نے اگا دیئے۔

الْمَوْتِ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَأَنَّ السَّاعَةَ

مردوں کو اور ہر چیز پر قادر ہے اور یہ آیت ہے

آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي

آتی ہے اس میں شک کا نہیں ہے کہ یہ کہ اللہ تعالیٰ سے کبھی تمہاری قوموں میں سے

الْقُبُورِ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللَّهِ

ہوؤں کو اور بعض شخصوں سے جو اصرار کرتے ہیں کہ اللہ جیتے ہیں

بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ ۝ ثَانِي

بغیر جانے اور بغیر ہدایت اور بغیر کتاب کے اور دونوں میں سے

عُطِفَ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَهُ فِي الدُّنْيَا

کروٹ ہونے کے اور اس کے لئے اللہ نے دنیا میں

خِزْيٌ وَنَذِيقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

رسوائی ہے اور چھٹائی میں گئے ہم اس کو قیامت کے دن جس کی ہے (جنت کا عذاب) اور

ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

یہ اس کی وجہ سے جو تم نے پہلے ہی سے دیا تھا اور اس وجہ سے کہ اللہ نہیں ظلم کرتا

لِّلْعَبِيدِ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْْبُدُ اللَّهَ عَلَىٰ

بندوں پر اور بعض شخصوں سے کہ بندگی کرتا ہے اللہ کو

حَرْفٍ ۚ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ ۚ وَإِنْ

کلمہ پر پھر اگر کوئی خیر اس کو پہنچا تو قناعت میں رہتا ہے اور اگر

وجود صالح آخرت اور بعث بعد الموت کا اثبات | انسان کی پیدائش اور بھتی کی مثالوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ یقیناً وہ بالتحقیق اللہ موجود ہے ورنہ ایسی منظم متن اور حکیمانہ صنعتیں کہاں سے ظاہر ہوئیں۔ (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ مردہ اور بے جان چیزوں کو زندہ اور جاندار بنادیتا ہے۔ چنانچہ مشابہ خاک یا قطرہ آب سے انسان بنادیتا اور افتادہ زمین میں روح بنائی پھونک دیتا اس پر شاہد ہے، پھر دوبارہ پیدا کر دیتا اس کو کیا مشکل ہے (۳) یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر ہر چیز اس کی قدرت کے نیچے نہ ہوتی تو ہرگز یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ (۴) یہ کہ قیامت ضرور آئی چاہئے اور اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ضرور مٹی چاہئے کیونکہ اتنے بڑے انتظامات یوں ہی خواہ بے کار نہیں ہو سکتے۔ جس حکیم مطلق اور قادر علی مطلق نے اپنے حکم بالذات اور قدرت کاملہ سے انسان کو ایسی عجیب و غریب صفت کے ساتھ پیدا کیا، کیا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اس نے اس کی زندگی بیکار بنائی ہوگی؟ ہرگز نہیں یقیناً انسان کی یہ محدود زندگی جس میں سعادت و شقاوت تنگی بدی اور رنج و راحت باہم مخلوط رہتے ہیں اور امتحان و انتقام کی صورتیں ایک دوسرے سے مکمل اور نمایاں طور پر متمیز نہیں ہوتیں، اس کو مقفیض ہے کہ کوئی دوسری زندگی ہو۔ جہاں سعید و شقی مجرم و نیک و عاصف طور پر الگ الگ ہوں اور ہر ایک اس مقام پر پہنچ جائے جہاں پہنچنے کے لئے بنایا گیا ہے اور جس کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ مادی حیثیت سے مٹی کے جن اجزاء میں نطفہ بننے کی استعداد تھی ان سے نطفہ بنا اسی طرح نطفہ کی پوشیدہ قوتیں علقہ میں، مدقہ کی مضعہ میں، مضعہ کی طفل میں تھیں اور جوانی کے وقت ان کا پورا ظہور ہوا۔ یا زمین کی پوشیدہ قوتیں ہارث کا چھینٹا پڑنے سے ظہور پذیر ہوئیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ انسان میں سعادت و شقاوت کی جو روحانی قوتیں ودیعت کی گئیں یا تنگی اور بدی میں پھولنے پھلنے کی جو زبردست استعداد رکھی ہے وہ اپنے پورے شباب کو پہنچے اور کامل ترین اشکال و صورتیں ظاہر ہوں۔ اسی کا نام بعث بعد الموت ہے جو دنیا کی زندگی کا موجودہ دورہ ختم کرنے کے بعد وقوع پذیر ہوگا۔

منکرین کے اوہام و ظنون | یعنی ایسے واضح دلائل و شواہد سننے کے بعد بھی بعض کبر و اور ضدی لوگ اللہ کی باتوں میں یوں ہی بے سند جھگڑے کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے، نہ دلیل عقلی، نہ دلیل سمعی، محض اوہام و ظنون کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب | یعنی جو شخص بدون حجت و دلیل محض عناد سے خدا کی باتوں میں جھگڑتا ہے اور غرض یہ ہو کہ دوسرے لوگوں کو ایمان و یقین کی راہ سے ہٹا دے اس کو دنیا میں خدا تعالیٰ ذلیل کرے گا اور آخرت کا عذاب رہا سوالگ۔

یعنی جب سزا دیں گے تو کہا جائے گا کہ خدا کی طرف سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں۔ تیرے ہاتھوں کی کثرت ہے۔ جس کا مزہ آج چکھ رہا ہے۔

أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ۖ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا

سوالی ۱۰

پھر گھبرا گیا اپنے منہ پر

ہتھی گئی اس کو جانچ (معیشت)

وَالْآخِرَةُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ يَدْعُوا

۱۱ سے

یہی ہے ٹوٹا صریح

اور آخرت

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ

یہی ہے

اور نہ اس کا فائدہ دے

کہ ساس کا نقصان کرے

اللہ کے سوا ایسی چیز کہ

هُوَ الضَّلَالُ ۚ الْبَعِيدُ ۝ يَدْعُوا لِمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ

جس کا ضرر پسے پیچے

پکارے جاتا ہے سارے

دور جا پڑتا ہو کر

مِنْ نَّفْعِهِ ۚ لِبِئْسَ الْهَوْلُ ۚ وَلِبِئْسَ الْعَشِيرُ ۝ إِنَّ

اور برہنہ

بے شک برا دوست ہے

۱۲ سے

اللَّهُ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ

باغوں میں

اور کہیں صلہ نیاں

جو ایمان مانے

اللہ داخل کرے گا ان کو

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا

جو

اللہ کرتا ہے

سہولت

نیچے ان کے

بہت ہی

يُرِيدُ ۝ مَنْ كَانَ يُظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي

کہ ہرگز نہ دے گا اس کی اللہ

جس کو یہ خیال ہو

۱۳ سے

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ

۱۴ سے

تو تان لے ایک رسی

اور آخرت میں

دنیا میں

◆ مذہبین کی حالت | یعنی بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتا ہے اور اس کا دل مذہب رہتا ہے۔ اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھے، بظاہر بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو چھوڑ دے، اور ہر دنیا گئی اور دین گیا، کنارے پر کھڑا ہے۔ یعنی دل ابھی اس طرف ہے نہ اس طرف، جیسا کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھی گے۔

◆ غیر اللہ کو پکارنا | یعنی خدا کی بندگی چھوڑی، دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے اب پکارتا ہے ان چیزوں کو جن کے اختیار میں نہ ذرہ برابر بھلائی ہے نہ برائی۔ کیا خدا نے جو چیز نہیں دی تھی وہ پتھر سے حاصل کرے گا؟ اس سے بڑھ کر کھلی حماقت کیا ہوگی۔

◆ شرک کا ضرر | یعنی جنوں سے نفع کی تو امید مبہوم ہے (بت پرستوں کے زعم کے موافق) لیکن ان کو پوجنے کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد کو دیکھا جائے گا، نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔

◆ جب قیمت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے "لَبْسُ الْعَزَلِيِّ وَلَبْسُ الْغَبِيرِ" یعنی جن سے بڑی امداد اور فاقہ کی توقع تھی وہ بہت ہی برے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے انہما ان کے سبب سے نقصان پہنچ گیا۔

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستر نکلا
سوم سمجھ تھا ترے دل کو سو پتھر نکلا

◆ مومنین کا انجام | مکرمین مجادلین اور مذہبین کے بعد یہاں مومنین مخلصین کا انجام نیک بیان فرمایا۔

◆ جس کو من سب جانے سزا دے اور جس پر چاہے انعام فرمائے۔ اس کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔

ثُمَّ لَيَقُطَعَنَّ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ۝

س کا حصہ

پھر ہاتھ مارا اس کی اس تدبیر سے

پھر ہاتھ سے اب دیکھے

وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي

اور یہ ہے کہ اللہ بھلا دیتا ہے

کھلی باتیں

اور یہاں اتنا نام سے یہ قرآن

مَنْ يُرِيدُ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا

اور جو کفر میں

جو کہ گمراہ ہیں

جس کو چاہے

وَالصَّابِرِينَ وَالنَّصْرَةَ وَالْمُجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ

اور جو شرک کرتے ہیں

اور مجوس

اور نصاریٰ

اور صابریں

إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

اللہ سے

ان میں قیامت کے دن

مقرر ہدف فیصلہ کرے گا

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ

کہ اللہ سجدہ کرتا ہے

تو نہیں دیکھیں

ہر شے ہے ہر چیز

مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَ

اور سورج

اور جو کوئی زمین میں ہے

جو کوئی آسمان میں ہے

الْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ

اور درخت اور جانور

اور ستارے اور پہاڑ

چاند

وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۖ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۚ وَ

اور

کہ ان پر بھی عذاب

اور بہت ہیں

اور بہت آدمی

﴿۱﴾ **ح** سدرین کا غصہ اللہ کی نصرت کو نہیں روک سکتا ﴿لَنْ يَضُرَّ﴾ میں ضمیر مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا تصور قرآن پڑھنے والے کے ذہن میں گویا ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی قرآن کے ولین و مخاطب ہیں۔ گویا مومنین کا انجام ذکر کرنے کے بعد یہ ان کے پیغمبر کے مستقل کا بیان ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی اور اخروی فتح و نصرت کے جو وعدے کر چکا ہے وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے، خواہ کفار و کفارہ سدرین ستنہ ہی غیظہا کیں اور نصرت ربانی کے روکنے کی کیسی ہی تدبیریں کریں، لیکن حضور کی نصرت و کامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً کر رہے گی۔ اگر اس کفار و کفارہ سدرین کو اس پر زیادہ غصہ سے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کوشش سے خدا کی مشیت کو روک نہیں گے تو اپنی، نہی کوشش صرف کر کے دیکھ میں جتنی کہ ایک رسی پر چھت میں لٹکا کر گلے میں ڈالیں اور خود پچھنسی لے کر غیظہ سے مرجائیں، یا ہو سکتا ہو تو آسمان میں رسی تان کر اوپر چڑھیں اور وہاں سے آسمانی امداد کو منقطع کر دیں، پھر دیکھیں کہ ان تدبیروں سے وہ چیز آتی بند ہو جاتی ہے۔ جس پر انہیں اس قدر غصہ اور

تجسس و تاب ہے۔ اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے لیکن حضرت شاہ صاحب نے آیت کو ”وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْذِلُ اللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ اَخٍ“ کے مضمون سے مربوط کر کے نہایت لطیف تفسیر فرمائی ہے۔ اس کے نزدیک ”فَلْ كَانَ يَطْلُ اَنْ لَّنْ يَضُرَّ“ میں ضمیر مفعول ”مَنْ“ کی طرف دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تکلیف میں جو کوئی خدا سے نا امید ہو اس کی بندگی چھوڑ دے اور جھوٹی چیزیں چومنے لگے وہ اپنے دل کے ٹھہرے کو یہ قیاس کرے جیسے ایک شخص اونچی تختی رسی سے ٹک رہا ہے، اگر چڑھ نہیں سکتا تو قیاس کرے کہ رسی اوپر کھینچے تو چڑھ جائے۔ جب رسی توڑ دی تو کیا توقع رہی، کیا خدا کی رحمت سے نا امید ہو کر کامیابی حاصل کر سکے گا؟ گویا ”رسی“ کہا اللہ کی امید کو، اس کا کاٹ دینا نا امید ہو جانا اور آسمان سے مراد بندگی ہے۔ واللہ اعلم

﴿۲﴾ جتنی کیسی صاف صاف مثالیں اور کھلی باتیں ہیں۔ مگر سمجھتا وہی ہے جسے خدا سمجھ دے۔

﴿۳﴾ **م**جوس کا عقیدہ مجوس آگ پوجتے ہیں ورنہ خالق مانتے ہیں ایک خیر کا خالق جس کا نام ”یزداں“ ہے، دوسرا شر کا جس کو ”اہرمز“ کہتے ہیں اور کسی نبی کا نام بھی دیتے ہیں۔ معبود نہیں یہ پیچھے بڑے ہیں یا سرے سے غلط ہیں۔ شہرستانی نے ”مجلد نخل“ میں ان کے مذہب پر جو کلام کیا ہے اسے دیکھا جائے ”صابین“ وغیرہ کا ذکر پہلے گذر چکا۔

﴿۴﴾ **ق**یامت کے دن فیصلہ ہوگا ﴿جَنِّ تَمَازُجَ﴾ جنی تمام مذاہب و فرق کے نزاع کا عملی اور دونوں فیصلہ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے قیامت کے دن ہوگا۔ سب جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کس مقام یا کس سزا کا مستحق ہے۔

﴿۵﴾ **م**خلوقات کا اللہ کو سجدہ ﴿يَسْجُدُ﴾ ایک سجدہ ہے جس میں آسمان و زمین کی ہر ایک مخلوق شامل ہے وہ یہ کہ اللہ کی قدرت کے ”گے“ مخلوق بنا سب مطیع و منقاد اور اجزاء ہیں جس میں خدائی خواہی سب کو اس کے سامنے گردن ڈالنا اور سر جھکانا پڑتا ہے۔ دوسرا سجدہ ہے ہر چیز کا جدا۔ وہ یہ کہ جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا اس کام میں لگے، یہ بہت دلی کرتے ہیں بہت نہیں کرتے۔ مگر آدمیوں کو چھوڑ کر اور ساری خلقت کرتی ہے۔ بناء علیہ اِنَّ اللّٰهَ يَسْخِذُ لَهٗ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلاَّ فِي سَبْعِ اَيَّامٍ ﴿۱﴾ میں ہی الارض کے

بعد دوسرا ”يَسْجُدُ“ مقدر رکالا جائے گا تنبیہ پہلی امت سے رہا یہ ہوا کہ مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں حالانکہ دوسری تمام مخلوق خدا کی مطیع و منقاد ہے۔ انسان جو ساری مخلوق سے زائد مائل ہے، چاہئے تھا کہ اس کے کل افرادوں سے زیادہ متعلق ہوتے۔

﴿۶﴾ یعنی سجدہ سے انکار و اعراض کرنے کی بدولت مذاہب کے مستحق ہوئے۔

مَنْ يَهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ

اللہ کرتا ہے

اسے کوئی نہیں عزت دینے والا

جس کو اللہ ذلیل کرے

مَا يَشَاءُ ۝ هَذِهِ خُصْمِنِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ

اپنے رب پر

جھگڑے ہیں

یہ دو مدعی ہیں

جو چاہے

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ ثَأْنٍ

تگ کے

ان کے واسطے یونے (قطع کیے، کترے) ہیں کڑے

سو جو منکر ہوئے

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۝ يُصْهَرُ

گل کر نکل جاتا ہے

جلا پانی

ان کے سر پر

ڈالتے ہیں

بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ۝ وَلَهُمْ مَقَامٌ

اور ان کے واسطے جہنم (موتگریوں) ہیں

اور کھال بھی

جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے

اس سے

مِنْ حَدِيدٍ ۝ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ

کر نکل پڑیں دورخ سے

جب چاہیں

لوہے کے

غَمٍّ أَعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝

اور جگھٹے رہو جہنم کا عذاب

بھر ڈال دیے جائیں اس کے اندر

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور کہیں بھلائیوں

جو یقین لائے

بے شک اللہ داخل کرے گا ان کو

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّونَ فِيهَا

گہنا پہنائیں گے ان کو وہاں

بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں

باغوں میں

یعنی خدا تعالیٰ جس کو اس کی شامت اعمال سے ذلیل کرنا چاہے اسے ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزت کے مقام پر کون پہنچا سکتا ہے؟

دو فریق کون ہیں؟ | یعنی پہلے ”إِنَّ الدِّينَ أَمْسُوا الدِّينَ هَٰذَا وَارِثُ الصَّابِئِينَ“ لیٰ آخر میں جن فرقوں کا ذکر ہوا ان سب کو حق و باطل پر ہونے کی حیثیت سے دو فریق کہہ سکتے ہیں۔ ایک مومنین کا گروہ جو اپنے رب کی سب باتوں کو من و عن تسلیم کرتا اور اس کے احکام کے آگے سر بسجود رہتا ہے۔ دوسرے کفار کا مجمع جس میں یہود، نصاریٰ، مجوس، مشرکین، صابئین وغیرہم سب شامل ہیں۔ جو ربانی ہدایات کو قبول نہیں کرتے اور اسکی اطاعت کے لئے سر نہیں جھکاتے، یہ دونوں فریق دعاوی میں، بحث و مناظرہ میں اور جہاد و قتال کے مواقع میں بھی ایک دوسرے کے مد مقابل رہے ہیں۔ جیسا کہ ”بدر“ کے میدان مبارزہ میں حضرت علی، حضرت حمزہ اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم تین کافروں (عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ) کے مقابلہ پر نکلے تھے، آگے دونوں فریق کا انجام بتلاتے ہیں۔

آگ کے لباس | یعنی جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جہنم کی آگ اسی طرح ان کو محیط ہوگی۔ یا کسی ایک چیز کے کپڑے پہنائے جائیں گے جو آگ کی گرمی سے بہت سخت اور بہت جلد تپنے والے ہوں۔

دوزخ کی سزائیں۔ لوہے کے تھوڑے | دوزخیوں کے سر کو تھوڑے سے کچل کر کھولنا ہوا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا جو دماغ کے راستہ سے پیٹ میں پہنچے گا جس سے سب انتڑی اور چھری کٹ کٹ کر نکل پڑے گی اور بدن کی بالائی سطح کو جب پانی مس کرے گا تو بدن کا چمڑا گل کر گر پڑے گا۔ پھر اصل حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہی عمل ہوتا رہے گا۔ ”ثُمَّ لَنُصَبِّحَنَّ جُلُودَهُمْ بِمِثْلِهِمْ جُلُودًا غَيْرَ هَٰذِهِ ثُمَّ لَنُغَذِّبَنَّ“ (نساء رکوع ۸) ”لَنُغَذِّبَنَّ غَضَبًا“

یعنی دوزخ میں گھٹ گھٹ کر چاہیں گے کہ کہیں کو نکل بھگیں، آگ کے شعلے ان کو اوپر کی طرف اٹھائیں گے پھر فرشتے انہی گرز مار کر نیچے دھکیل دیں گے اور کہا جائے گا کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا

نکین سونے کے اور سونے اور سونے کی پوشاک ہے وہاں

حَرِيرٍ ۝ وَهَذَا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۖ وَهَذَا

پیش کی در راہ پائی انہوں نے سخی بات کی در پائی

إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

س تھریوں (خوبیوں) واسے کی راہ جو کفر سے

وَيُصَدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور مسجد حرام (حمت، الی مسجد سے)

الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَ

جو ہم نے بنایا سب لوگوں کے واسطے جو بندہ اس میں رہتا ہے

الْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ

پہر سے آنے والا اور جو اس میں چاہے ظلمی راہ لے کر

مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ

ایک عذاب دردناک اور جب ہمیک کر دی ہم پر یہ کو جہاں

الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا وَطَهَّرَ بَيْتِي

گھر کی کہ شریک نہ کرنا میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھ میرے گھر

لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝

طواف کرنے والوں کے واسطے اور کھڑے رہنے والوں کے اور رکن و سجدہ والوں کے

- ۱۔ اہل جنت کے زیور اور نگین | یعنی بڑی کرنش اور زیوریت سے رہیں گے اور ہر ایک عنوان سے تجل و معم کا اظہار ہوگا۔
- ۲۔ اہل جنت کا لباس | پہلے ”فَطَعْتُ لَهُمْ ثِيَابَ مِّنْ نَّارٍ“ میں دو زینوں کا لباس مذکور ہوا تھا، اس کے بالمقابل یہاں جنتیوں کا پہنا و بیان فرماتے ہیں کہ ان کی پوشاک ریشم کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”یہ جو فرمایا کہ وہاں گہنا اور وہاں پوشاک۔ معصوم ہو یہ دونوں (چیزیں مردوں کے لئے) یہاں نہیں۔ درگاہوں میں سے نگین اس واسطے کہ عداوت کی خدمت پسند آتی ہے تو کڑے ہاتھ میں ڈالتے ہیں۔“ تنبیہ | احادیث میں ہے کہ جو مرد یہاں ریشم کا لباس پہنے گا حرمت میں نہیں پہنے گا اگر وہ پہنے والا کافر ہے تب تو ظاہر ہے کہ وہ جنت میں داخل ہی نہ ہوگا کہ جنتیوں کا لباس پہنے۔ ہاں اگر مومن ہے تو شاید کچھ مدت تک اس لباس سے محروم رہ جائے پھر ابد الابد تک پہنتا رہے اور اس لامتناہی مدت کے متبادل میں یہ قلیل زمانہ میر معتمد بہ سمجھ جائے۔
- ۳۔ اہل جنت کی پاکیزہ گفتگو | دنیا میں بھی لا الہ الا اللہ کہا کرتے ہیں پر حاکم خدا کی تسبیح و تحمید کی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا اور آخرت میں بھی کہ فرشتے ہر طرف سے سلام کریں گے اور جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ستھری باتیں کرتے ہوں گے جب تک جھک جھک نہ ہوں اور نعمائے جنت پر شکر خداوندی بولا کریں گے۔ ”ثُمَّ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحَمُّدٌ لَّكَ اللَّهُمَّ“ سورہ ہود میں ہے ”يُحْمَلُونَ فِيهَا مِّنْ إِسْوَءٍ مِّنْ دَهَبٍ وَيُلْؤُوا فِيهَا لِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرُّ بُرُوقٍ لَّهُمَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ“ انا یہ۔ اس سے آیت حاضرہ کی تفسیر ہوتی ہے۔ بہ عیہ فی الروح۔
- ۴۔ جنتی اللہ کی راہ پائی جس کا نام، سہم ہے یہ راہ خود بھی حمید ہے اور راہ الہی حمید ہے۔ یا راہ پائی اس جگہ کی جہاں پہنچ کر آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔
- ۵۔ اللہ کی راہ سے روکنے والے | پہلے ”هٰذَا صُفْحٌ مِّنْ صُفْحِ الْكِتَابِ“ میں مومنین اور کفار کے اختصام (جھگڑے) کا ذکر تھا۔ اسی اختصام کی بعض صورتوں کو یہاں بیان فرمایا ہے۔ جنتی ایک وہ لوگ ہیں جو خود گمراہ ہونے کے ساتھ دوسروں سے مزاحم ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ کے راستہ پر نہ چلے۔ حتیٰ کہ جو مسلمان اپنے پیغمبر کی معیت میں عمر واد کرنے کے لئے مکہ معظمہ چارہے تھے ان کا راستہ راک دیا۔ حالانکہ مسجد حرام (یا حرم شریف) کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادت و مناسک کا تعلق ہے (مسجد کے لئے یکس ہے۔ جہاں مقیم و مسافر اور شہری و پردہ نشین کو ٹھہرنے اور عبادت کرنے کے مسویہ حقوق حاصل ہیں۔ ہاں وہاں سے نکالے جانے کے قابل اگر ہیں تو وہ لوگ جو ترک اور شرارتیں کر کے اس بقعہ مبارکہ کی بے تعظیمی کرتے ہیں۔ تنبیہ | بیوت مسکین کی ملکیت اور بیع و شراء وغیرہ کا مسئلہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی کافی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں کی گئی ہے۔ یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔
- ۶۔ حرم شریف میں گناہوں کی سزا | جنتی جو شخص حرم شریف میں جان بوجھ کر بالارہابی یا شرارت کی کوئی بات کرے گا اس کو اس سے زیادہ سخت سزا دی جائے گی جو دوسری جگہ یہ کام کرنے پر مقرر ہے۔ اسی سے ان کا حال معلوم کرو جو ظہر و شر سے مومنین کو یہاں آنے سے روکتے ہیں۔
- ۷۔ خانہ کعبہ کی جگہ | کہتے ہیں کعبہ شریف کی جگہ پہلے سے بزرگ تھی، پھر مدتوں کے بعد نشان نہ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو۔ اس معظم جگہ کا نشان دکھلایا گیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمعیل کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ تنبیہ | ”مسجد حرام“ کا ذکر پہلے آیا تھا اس کی مناسبت سے کعبہ کی بناء کا حال اور اس کے متعلق بعض احکام و رتبہ بیان کئے گئے ہیں۔
- ۸۔ کعبہ کی بنیاد تو حید پر | یعنی اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھی، کوئی شخص یہاں نہ کر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ رسوم نہ بجاوائے۔ کفار مکہ نے اس پر ایسا عمل کیا کہ وہاں تین سو ساٹھ بت لاکر کھڑے کر دیئے۔ اعیان اللہ جن کی گندگی سے ہمیشہ کے لئے خاتم الانبیاء ﷺ نے خدا کے گھر کو پاک کیا۔ فَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمُحَمَّدُ۔
- ۹۔ یعنی خالص ان ہی لوگوں کے لئے رہے اور سب سے پاک کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”پہلی امتوں میں رکوع نہ تھا یہ خاص اسی امت محمدیہ کی نماز میں ہے۔ تو خبر دی کہ گے لوگ ہو گئے اس کے باوجود کہنے والے“ وفيہ نظر فاعمل۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ

اور پکارو گے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف رجاں ہل کر

كُلِّ صَافِرٍ يَّاتِيْنِ مِنْ كُلِّ فِجٍّ عَمِيْقٍ ۝۸

سوار ہو کر دے دے اوتارے پر چلے آئیں ہاتھوں دور سے

لَيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي

تاکہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر اور پڑھیں اللہ کا نام

أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيمَةٍ

کئی دن جو معلوم ہیں انچ پر جو پادیں سہاٹی کے جو اللہ نے دیئے ہیں

الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَوَّلِي الْأَسْفَرِ ۝۹

ان کو اس کو کھاؤ اس میں سے اور کھاؤ برے خاں کے محتاج کو

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلِيُوفُوا نُدُورَهُمْ وَلِيَطَّوَّفُوا

پھر چاہئے کہ ختم کر دیں اپنا میل کچل اور پوری کریں اپنی فتنیں اور طواف کریں

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝۱۰ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعْظِمْ حُرْمَتَ

س قدیم گھر کا یہاں چلے اور جو کوئی بڑائی رکھے اللہ کی

اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَأُحِلَّتْ لَكُمْ

حرموں کی سو وہ بہتر ہے اس کے لیے اپنے رب کے پاس

الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُنْتَلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ

چرواہے مگر جو تم کو سناتے ہیں سو بچتے رہو بتوں کی

◆ حج کیلئے حضرت ابراہیمؑ کی پکار | جب عہدِ تعمیر ہو گیا تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا کہ لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کو آؤ۔ حق تعالیٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچا دی (باتشبیہ جیسے آج کل ہم امریکہ یا ہندوستان میں بیٹھ کر لندن کی تواریخ سن لیتے ہیں) جس کے سنے حج مقدر تھا اس کی روح بے لبیک کہہ۔ وہی شوق کی دلی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں آدمی پایادہ تکلیفیں اٹھاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں در بہت سے اتنی دور سے سوار ہو کر آتے ہیں کہ چلتے چلتے اونٹنیاں تھک جاتی اور دہلی ہو جاتی ہیں، بلکہ عموماً جیوں کو عمدہ ساندیناں کہاں ملیں ان ہی سو کھے دے، دنوں پر منزلیں قطع کرتے ہیں۔ یہ گویا اس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی ”فاحضن الفندق من الناس یموئ الیہم“ (ابراہیم رکوع ۶)

◆ منافع حج | اصل مقصد تو دینی و اخروی فوائد کی تحصیل ہے مثلاً حج و عمرہ اور دوسری عبادات کے ذریعہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور روحانی ترقیات کے بلند مقامات پر فائز ہونا۔ لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سے سیاسی، تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ کملاً لا یحصى۔

◆ ایام معلومات میں ذکر اللہ | ”ایام معلومات“ سے بعض کے نزدیک ذی الحجہ کا پہلا عشرہ اور بعض کے نزدیک تین دن قربانی کے مراد ہیں۔ سہر حال ان ایام میں ذکر اللہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسی ذکر کے تحت میں خصوصیت کے ساتھ یہ بھی داخل ہے کہ قربانی کے چاروں کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام سباجائے اور ہم اللہ اکبر کہجائے۔ ان دنوں میں بہترین ثمل یہی ہے اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔

◆ قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت | بعض کفار کا خیال تھا کہ قربانی کا گوشت خود قربانی کرنے والے کو نہ کھانا چاہئے۔ اس کی اصلاح فرمادی کہ شوق سے کھاؤ، دوستوں کو دو اور مصیبت زدہ محتاجوں کو کھلاؤ۔

◆ بیت اللہ کا طواف | جہاں سے لبیک شروع کرتے ہیں حج تمتہ نہیں سواتے، ناخن نہیں پیتے، بالوں میں تل نہیں ڈالتے، بدن پر میل اور گر و غبار چڑھا جاتا ہے زیادہ دل و دل کر غسل نہیں کرتے۔ ایک عجیب عاشقانہ و مستانہ حالت ہوتی ہے، اب دسویں تاریخ کو سب قصے تمام کرتے ہیں، حج تمتہ ہوا کر غسل کر کے سبے ہوئے کپڑے پہن کر طواف ریمارت کو جاتے ہیں، جس کو ذبح کرنا ہو پہلے ذبح کر دیتا ہے۔ اور اپنی قمیص پوری کرنے سے یہ مراد ہے کہ اپنی مرادوں کے واسطے جو قمیص مانی ہوں ادا کریں۔ اصل منت اللہ کی ہے اور کسی کی نہیں۔ بعض کے نزدیک ”نذر“ کے لفظ سے منسب حج یا احبات حج مراد ہیں۔ اور یہی اقرب معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ تنبیہ | ”عتیق“ کے معنی قدیم پرانے کے ہیں، اور بعض کے نزدیک ”بیت عتیق“ اس لئے کہا کہ اس گھر کو برباد کرنے کی غرض سے جو حالات اٹھیں گی حق تعالیٰ اس کو کامیاب نہ ہونے دے گا۔ تا آنکہ خود اللہ کا اٹھالین منظور ہو۔

◆ حرمت اللہ کی تشریح | یعنی حرام چیزوں کو بھاری سمجھ کر چھوڑ دینا اللہ نے جن چیزوں کو محترم قرار دیا ہے ان کا ادب و تعظیم قائم رکھنا بڑی خوبی اور نیکی کی بات ہے جس کا انجام نہایت اچھا ہوگا۔ محترم چیزوں میں قربانی کا جانور، بیت اللہ، صفا مرو، منی، عرفات، مسجدیں، قرآن، بلکہ تمام احکام الہیہ آجاتے ہیں۔ خصوصیت سے یہاں مسجد حرم اور ہدی کے جانور کی تعظیم پر زور دینا ہے کہ خدائے واحد کے پرستاروں کو وہاں آنے سے نہ روکیں نہ قربانی کے آئے ہوئے جانوروں کو وہاں جانے پر مجبور کریں بلکہ قیمتی اور مومنہ جانور قربان کریں۔

◆ حلال جانوروں کی قربانی | یعنی ان کے ذبح کرنے کا حکم تعظیم حرمت اللہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ جس ملک نے ایک چیز کی حرمت بتلائی تھی اسی کی اجازت سے اور اسی کے نام پر وہ قربان کی جاتی ہے۔

◆ یعنی جن جانوروں کا حرام ہونا وقتاً فوقتاً تم کو سنایا جاتا رہا ہے جیسا کہ سورۃ ”انعام“ میں تفسیلاً مذکور چکا، وہ حلال نہیں۔

مِنَ الْأَوْتَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۝ حُنَفَاءَ

گندگی سے ◆ مریضی سے ◆ محال بات سے ◆ ایب مدد طرف سے

لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۖ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

ہو کر ◆ کسی اس کے ساتھ شریک بن کر ◆ اور جس سے نہ یہ ہو سکتا

فَكَانَنَا خَرَمَ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ

ما جیسے کرچہ آسمان سے پر اچھٹے میں اس کو لے لے کر لے

تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ۝ ذَلِكَ

پھاڑ اس سے ◆ کسی دور مکان میں ◆ جان سے

وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَاءِ رَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ۝

اور جو بڑی "بے رحمی" اللہ کے نام سے پڑا اس کا سوا مال کی پرہیزگاری کی بات ہے ◆

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا

تیار ہے "اٹے چوپایوں میں قلم سے ہیں" ایک مقررہ مدت تک پھر ان کو بیچنا

إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا

اس مذبح گھر تک ◆ اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کر دی ہے قربانی

لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ

کہ یاد کریں اللہ کے نام "اٹے چوپایوں کے" جونہ

الْأَنْعَامِ فَالَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۖ

(اللہ سے) سب سے زیادہ تمہارا ایک اللہ ہے ساری کے غم میں رہو ◆

❖ **غیر اللہ کی قربانی سے اجتناب** | یعنی جاؤ اللہ کی مخلوق، مملوک ہیں اس کی اجازت سے اسی کے نام پر ذبح کئے جا سکتے ہیں اور ان کے ہب کی نیاز ہو سکتے ہیں، جو جانور کسی بہت یا دیوی دیوتا کے استحقاق پر ذبح کیا گیا وہ مردہ رہا۔ ایسی شریکیت اور گندے کاموں سے بچنا ضروری ہے۔

❖ **جھوٹی بات سے بچنے کا حکم** | جھوٹی بات زبان سے نکالنا، جھوٹی شہادت دینا، اللہ کے پیدا کئے ہوئے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کر کے ذبح کرنا کسی چیز کو بلا دلیل شرعی حلال و حرام کہنا سب "قول الورد" میں داخل ہے۔ "قول الورد" کی برائی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو یہاں شرک کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ "وَأَن تَشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُغْزِ لَهُ مِنْ شَيْءٍ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ" (اعراف رکوع ۴) احادیث میں بڑی تاکید و تشدید سے آپ نے اس کو منع فرمایا ہے۔

❖ یعنی ہر طرف سے بہت کراہت اللہ کے ہو کر رہو۔ تمہارے تمام افعال و نیات، نیک یا بد، شر یا غیر شر سے خاص خدا کے لئے ہونے چاہئیں۔

❖ **شرک کی مثال** | یہ شرک کی مثال بیان فرمائی، خلاصہ یہ ہے کہ توحید نہایت علی اور بندہ مت م ہے۔ اس کو چھوڑ کر جب آدمی کسی مخلوق کے سامنے جھکتا ہے تو خود اپنے کو ذلیل کرتا اور تسمین توحید کی بندی سے ہستی کی طرف راتا ہے۔ خدا ہر ہے کہ اس قدر اونچے سے گر کر زندہ بچ نہیں سکتا۔ ب یا تو ابواء و افکار ردیہ کے مدارِ خوار جانور چاروں طرف سے اس کی یونیاں فوج کر کھائیں گے یا شیطان میں ایک تیز ہوا کے پھونکی طرح اس کو اڑالے جائے گا اور ایسے گہرے کھد میں پھینکے گا جہاں کوئی بڑی پسلی نظر نہ آئے۔ یا یوں کہو کہ مثال میں دو قسم کے مشرکوں کا نام لگ چکا ہے۔ ایک شرک اپنے شرک میں چوری طرح پکائیں مذہب ہے کبھی ایک طرف جھک جاتا ہے کبھی دوسری طرف، وہ "فَسَخَطُفَةُ الطَّيْرِ" کا، اور جو شرک اپنے شرک میں پختہ، مضبوط اور اٹل ہو، وہ نہ ہونی بہ لڑیخ ہی مکانِ محبیبی کا مصداق ہے یا "سَخَطُفَةُ الطَّيْرِ" سے مراد لوگوں کے ہاتھوں، راجا نا اور تھوپی بہ لڑیخ ہی مکانِ محبیبی سے طبعی موت مرنا مراد ہو۔ اکثر مفسرین نے وجہ تشبیہ کے بیان میں اس طرح کے حتمات ذکر کئے ہیں۔ لیکن حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جس کی نیت ایک اللہ پر ہے وہ قائم ہے اور جہاں نیت بہت طرف گئی وہ سب اس کو (پریشان کر کے) اس میں سے اچھٹ میں لے۔ یا سب سے منکر ہو کر رہی ہو جائے گا۔

❖ **شعائر اللہ کی تعظیم** | یعنی شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمین اور خدا کے احکام کا ڈر ہو گا وہ اس کے، مانگی چیزوں کا ادب ضرور کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ جن توحید کے پیار میں سے ہے کہ خدا کا عاشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے جو بالخصوص اس کی طرف منسوب ہو جائے۔

❖ **جانوروں میں انسان کے منافع** | قدیم گھر بیت اللہ شریف ہے اور یہاں شاید تو غناسہرا حرم مراد ہو، یعنی ونٹ، گائے، بکری، غیرہ سے تم بہت فوائد حاصل کر سکتے ہو۔ مثلاً سواری کرو، دودھ پیو، نسل چدو، ون وغیرہ کو کام میں لاؤ، مگر یہ اس وقت کہ ان کو بدی نہ بنائیں۔ "مدی" بننے کے بعد اس قسم کا انتفاع (بدون شدید ترین ضرورت کے) نہیں کر سکتے۔ اب تو اس کا عظیم الشان فروغی فائدہ یہ ہے کہ کعبہ کے پاس بیجا رخصتہ تعالیٰ کے نام پر قربان کر دو۔

❖ **ہر امت میں قربانی عبادت تھی** | یعنی اللہ کی نیاز کے طور پر مویشی قربان کرنا ہر دین ۱۳ویں میں عبادت قرار دی گئی ہے۔ اگر یہ عبادت غیر اللہ کی نیاز کے طور پر کر دے تو شرک ہو جائے گا جس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ موصدا کا کام یہ ہے کہ قربانی اکیسے اسی خدا کے لئے کرے جس کے نام پر قربان کرنے کا تمام شرائط میں حکم رہا ہے۔ اس کے حکم سے باہر نہ ہو۔

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ﴿٣٦﴾ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ

ذکر کرتے ہیں

اور

اور بشارت ملے گا جو اپنی کمرے والوں کو

وَجَلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ

ان پر پڑے

اور

اور سستے (محبت) والے

اور جو ان کے دل

وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ ۖ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٧﴾

اور جو نماز پڑھتے ہیں

اور جو ان سے

وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ

تیسرے والے

تیسرے والے

اور جو ان کے چھوٹے کے لئے نماز میں

فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ ۚ

تیسرے والے

اور جو ان پر

اس میں بخیر ہے

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا

اور جو

اور جو ان میں سے

اور جو ان کے کمرے

الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ

اور جو ان میں سے

اور جو ان کے کمرے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٣٨﴾ لَّن يَنَالَهُ اللَّهُ لُحُومُهَا

ان کا گوشت

اور جو ان کے

اور جو ان کے

وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَكِن يَّنَالُهُ الثَّقَلُ مِنكُمْ ۚ

اور جو ان کے

اور جو ان کے

اور جو ان کے

مومنین کیلئے خوشخبری | یعنی ان لوگوں کو رضائے الہی کی بشارت سن دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں سی پرست کا دل جتا ہے اور اسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

مختبین کے اوصاف | یعنی مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کریں، کوئی سختی اٹھا کر راہ حق سے قدم نہ ڈلگائے۔

بیت اللہ تک پہنچنے میں بہت مصائب و شدائد پیش آتے ہیں، سفر میں اکثر نمازوں کے فوت ہونے یا قضا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے، شاید اسی مناسبت سے ان اوصاف و خصال کا یہاں ذکر فرمایا۔

قربانی کے اونٹوں کی تعظیم۔ اور نحر کا طریقہ۔ پہلے مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم تھا۔ اب تصریح بتلا دیا کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ جن کی ذوات میں اور جن کو ادب کے ساتھ قربان کرے میں تمہارے لئے بہت سی دنیوی و اخروی بھلائیاں ہیں تو عام ضابطہ کے موافق چاہئے کہ اللہ کا نام پاک لیکر ان کو ذبح کرو۔ بالخصوص اونٹ کے ذبح کا بہترین طریقہ نحر ہے کہ اس کو قہر رخ کھڑا کر کے اور ایک ہاتھ دایا یا بائیں ہاتھ کریسنہ پر زخم لگائیں جب سار خون نکل چکا وہ گر پڑا تب نکرے کر کے استعمال کریں اور بہت اونٹ ہوں تو قطار باندھ کر کھڑا کر لیں۔ یہ محتاج کی دو قسمیں بتلائیں۔ ایک جو صبر سے بیٹھا ہے سوال نہیں کرتا۔ تھوڑا مل جائے تو اسی پر قناعت کرتا ہے دوسرے جو بے قر رہو کر سوال کرتا پھرتا ہے کچھ مل جائے تب بھی قناعت نہیں۔

انسان کیلئے جانوروں کی تسخیر | یعنی ایسے بڑے بڑے جانور جو تم سے جڑ میں اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں، تمہارے قبضہ میں کر دیئے کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمات لیتے ہو اور کیسی آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ شرک کر کے الہی ناشکری کرو۔

قربانی کی روح اور فلسفہ | اس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا۔ یعنی جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ گوشت اور خون اٹھ کر اس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تھوٹی اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دن اور جوشِ محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے بیت کے پاس سے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعہ سے خدا ہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ پس یہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر "وَمَنْ يُعْطِلْمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ" میں کیا گیا تھا۔ اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

ذبح کرنے کے وقت کی تکبیر یعنی "بسم اللہ اللہ اکبر اللہم لک و مک" کہہ کر ذبح کرادے اور اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اپنی محبت و عبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ بھادی اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود تمہاری جان قربان کرنے کے قائم مقام بنادیا۔

حج و عمرہ کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی | "اِنَّ الدِّينَ كَهَرَجٍ وَبُضْدُوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَنْعَدِ الْحَرَامِ" | حج میں ان گناہ کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو حرم شریف کی زیارت اور حج و عمرہ وغیرہ سے روکتے تھے درمیان میں مسجد حرام اور اس کے تعلقات کی تعظیم و ادب کے حکام بیان فرمائے۔ اب پھر مسمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب دشمنوں سے انکار راستہ صاف کر دے گا۔ مسجد حرام تک پہنچنے اور اس کے متعلق احکام کی تعمیل کرنے میں کوئی مخالفت نہ رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ بے خوف و خطر حج و عمرہ ادا کریں گے۔ گویا "وَبَشِّرِ الْمُخْسِبِينَ" میں جو بشارت دینے کا امر تھا اس کا ایک فرد یہ خوشخبری ہوئی۔

یعنی دعا یا زنا شکر گزاروں کو اگر ایک خاص میعاد تک مہلت دی جائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں۔ یہ مہلت بعض مصالح اور حکمتوں کی بناء پر ہے۔ آخری انجام یہ ہی ہوتا ہے کہ اہل حق غالب ہوں اور باطل پرستوں کو رستہ سے پھینٹ دیا جائے۔

کفار سے قتال کا حکم | جب تک "تخضرت" یعنی مکہ میں تھے۔ حکم تھا کہ کفار کی غیبتوں پر مسلمان صبر کریں اور ہاتھ رد کے رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے کامل تیرہ سال تک سخت زہرہ گداز مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب مدینہ "دارالسلام" بن گیا اور مسلمانوں کی قلیل سی جمعیت ایک مستقل مرکز پر جمع ہو گئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے جازت ہوئی بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ پر تلوار اٹھائیں۔ اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں۔ اس قسم کی کئی آیتیں اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہیں۔

مسلمانوں کی امداد کا وعدہ | یعنی اپنی قلت اور بے سرو سامانی سے نہ گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ منہی بھ فاقہ مستوں کو دنیا کی فوجوں اور سطنتوں پر غالب کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک شہنشاہانہ طرز میں مسلمانوں کی نصرت و امداد کا وعدہ تھا۔ جیسے دنیا میں بادشاہ اور بڑے لوگ وعدہ کے موقع پر اپنی شان و قار و استغناء دکھانے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں تمہارا فلاں کام ہم کر سکتے ہیں۔ شاید یہ عنوان اس نئے اختیار کیا جاتا ہے کہ منی طلب سمجھ لے کہ ہم ایسا کرنے میں کسی سے مجبور نہیں ہیں جو کچھ کریں گے اپنی قدرت اختیار سے کریں گے۔

مہاجرین کی مدد | یعنی مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا کوئی جرم نہ تھا نہ ان پر کسی کا کوئی دعوٰی تھا۔ بجز اس کے کہ وہ اکیسے ایک خدا کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں۔ اہل سنت و اہل حق کیوں نہیں پوجتے۔ گویا ان پر سب سے بڑا اور سنگین الزام اگر لگایا جاسکتا ہے تو یہی کہ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے کیوں ہو رہے۔

وَلِيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ

— قوت دہندہ ہوتا ہے

جو مدد کرے گا میں

اور مدد کرے گا میں

عَزِيزٌ ۝ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنُّهُمْ فِي الْأَرْضِ

مست میں

کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں

وہ لوگ

دور دور

أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا

پر حکم دیں

اور ان کو زکوٰۃ

تو وہ نہ سمجھیں کہ

بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ

اور مدد دے اختیار میں ہے

اور منع کریں برائی سے (برے کام سے)

بچنے کا کام

الْأُمُورِ ۝ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ

تو ان سے پہلے

اور سچ کو جھٹلایں

ہر کام کا

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودٌ ۝ وَقَوْمُ

اور ابراہیم

اور ثمود

اور عاد

نوح کی قوم

جہل پہل ہے

إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكَذَّبَ

اور مدین

اور مدین نے دیا

اور لوط کی قوم

قوم

مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۚ

پھر ان کو پامال

پھر میں نے اچھل دی مکرہوں کو

جہل پہل

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ فَكَأَيِّنْ مِنْ قُرْبَةٍ

سوتیلی بستیوں

تو کیا ہوا مکرہ انکار

◆ **جہاد کی حکمت** | جیسی اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت کی سخت خلاف ورزی ہوگی۔ اس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یہ ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یہ ہر جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حریت میں لیکر مدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔ بددین اور شریر لوگ جن کی ہرزمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں ہمیشہ کے لئے صفی ہستی سے منادیتے۔ کوئی عبادت گاہ، تکیہ، خانقاہ، مسجد، مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔

◆ **قانون حفاظت و مدافعت** | بناءً علیہ ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے۔ اور حق تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والوں کی خود مدد فرما کر ان کو دشمنان حق و صداقت پر غالب کرے بلاشبہ وہ ایسا قوی اور زبردست ہے کہ اس کی اعانت و امداد کے بعد ضعیف سے ضعیف چیز بڑی بڑی طاقتور ہستیوں کو شکست دے سکتی ہے۔ بہر حال اس وقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلہ میں جہاد و قتال کی اجازت دینا اسی قانون قدرت کے ماتحت تھا اور یہ وہ عام قانون ہے جس کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔ اگر مدافعت و حفاظت کا یہ قانون نہ ہوتا تو اپنے اپنے زمانہ میں تیسائی رہیں، یوں کے صومے (کوٹھڑے) قائم رہتے نہ نصاریٰ کے گرجے، نہ یہود کے عبادت خانے نہ مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ سب عبادت گاہیں گرا کر اور ڈھا کر برابر کر دی جاتیں۔ پس اس عام قانون کے ماتحت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقت منسوب پر اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

◆ **مہاجرین کی فضیلت اور ان کے اقتدار کی پیشین گوئی** | یہ ان ہی مسلمانوں کا بیان ہے جن پر ظلم ہوئے اور جن کو گھروں سے نکالا گیا۔ جیسی خدا ان کی مدد کیوں نہ کرے گا جب کہ وہ ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اسے زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذات خود بدنی و مالی نیکیوں میں لگے رہیں۔ اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی اور جو پیشین گوئی کی تھی حرف بحرف سچی ہوئی۔ فیللہ الحمد علی ذالک۔ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین اور ان میں انھیں خصوص کے طور پر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حقانیت اور مقبولیت و مقبوت ثابت ہوئی۔

◆ جیسی گویا آج مسلمان کمزور اور کافر غالب و قوی نظر آتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ آخر کار انھیں منصور و غالب کر دے۔ یا یہ مطلب کہ یہ امت خدا کا دین قائم کرے گی ایک مدت تک آخر اللہ ہی جانے کیا ہوگا۔

◆ جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

◆ جیسی مصر کے قبیلوں نے۔

◆ **سابقہ حالات سے کفار کو تنبیہ** | یعنی مسلمانوں کے غلبہ و نصرت کے جو وعدے کئے جا رہے ہیں، کفار اپنی موجودہ کثرت و قوت کو دیکھتے ہوئے انکی تکذیب نہ کریں، یہ خدا کی ڈھیل ہے۔ یہی قوموں نے بھی خدا کی چند روز ڈھیل سے دھوکہ کھا کر اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ آخر جب پکڑے گئے تو دیکھ لوان کا حشر کیسا ہوا۔ اور خدا نے اپنے عذاب سے ڈرا کر ان کی شرارتوں پر جو انکار فرمایا تھا وہ کس طرح سامنے آ گیا۔ اگلی آیت میں اسی کی تفصیل ہے۔

أَهْلَكْنَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ

ہم نے مارت کر دی ہے اور وہ ظالمہ ہے اور وہ خاویہ ہے

عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ۝۳۵ أَفَلَمْ

چھتوں پر اور تلے کوئیں کے پر اور تلے کل چکاری سے کیا

لَيَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونُ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ

بیر نہیں کی لیسار کی جوں کے دل ہوتے جس سے سمجھتے

بِهَا أَوْ آذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ

یاں ہوتے جن سے سنے دیکھیں انہیں پس ہوتیں

وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝۳۶ وَ

پر مہے ہوجاتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں

لَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ ۝۳۷

تم سے جلدی مانگتے ہیں عذاب اور اللہ ہرگز نہ ٹالے گا

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝۳۸

اور ایک دن ہے رب سے یہاں ہے ہزاروں کے برابر ہوتا ہے جو تم جانتے ہو

وَكَايِنُ مَنْ قَرِيْبَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ

اور قریبی بہنیاں ہیں کہ میں نے ان کو قتل دی اور وہ ظالمہ تھی

أَخَذْتُهَا وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝۳۹ قُلْ يَا أَيُّهَا

میں نے اس کو پکڑا اور میری طرف پھر آتا ہے

یعنی بنیادیں بننے سے اول چھتیس گر پڑیں پھر یواریں اور سارا مکان گر کر چھت کے ڈھیر پر آ رہا۔ یہ ان کے تہ و بالا ہونے کا عیشہ کھینچی ہے۔

عبرت کے اسباق | یعنی کنوئیں جن پر پانی کھینچنے والوں کی بھیڑ رہتی تھی۔ آج ان میں کوئی ذول پھانسی والا نہ رہا۔ اور بڑے بڑے پختہ، بلند عیشتان، قلعی چوٹے کے محل ویران کھنڈر بن کر رہ گئے۔ جن میں کوئی سنے والا نہیں۔

یعنی ان تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر کبھی غور و فکر نہ کیا، ورنہ ان کو سچی بات کی سمجھ آ جاتی اور کان کھل جاتے۔

یعنی آنکھوں سے دیکھ کر اگر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔ گو اس کی ظہری آنکھیں کھلی ہوں پر اس کی آنکھیں اندھی ہیں۔ اور حقیقت میں زیادہ خطرناک ندھائیں وہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں (العیاذ باللہ)

یعنی عذاب اپنے وقت پر یقیناً آ کر رہے گا۔ استہزاء و تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فتنوں ہے۔

آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے | یعنی تمہارے ہزار برس اس کے یہاں ایک دن کے برابر ہیں۔ جیسے مجرم تناس کے قبضہ میں ہے ہزار برس گزرنے کے بعد بھی اسی طرح اس کے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہے۔ کہیں بھگ کر نہیں جاسکتا۔ یا یہ مطلب کہ ہزار برس کا کام وہ ایک دن میں کر سکتا ہے۔ مگر کرتا وہی ہے جو اس کی صلت و مصلحت کے موافق ہو۔ کسی کے جلدی مچاے سے وہاں کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ یا یوں کہا جائے کہ اخروی عذاب کا وعدہ ضرور آ کر رہے گا۔ یعنی قیامت آئے گی اور تم کو پوری سزا ملے گی۔ گے قیامت کے دن کا بیان ہوا کہ وہ ایک دن اپنی شدت و بول کے لحاظ سے ہزار سال کے برابر ہوگا پھر ایسی مصیبت کو بلانے کے لئے کیوں جلدی مچاتے ہو۔

اندھ کی ڈھیل پر بے فکر نہ ہوں | یعنی کی ڈھیل دینے سے وہ کہیں نکل کر بھاگ گئیں، آخر سب کو لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا پڑا اور ہم نے ان کو پکڑ کر تباہ کر دیا۔

النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۳۹﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا

وُكُوفُ میں تو ڈرتے دینے والا ہوں تم کو ﴿۳۹﴾ نذیر کر ﴿۳۹﴾

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿۴۰﴾

اور انہیں بھلائی اور ان کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور ان کو روزی ہے عزت کی ﴿۴۰﴾

الَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

جودوں — ہماری آیتوں کے سراپے کو ﴿۴۱﴾ وہی ہیں

الْجَحِيمِ ﴿۴۱﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ

دور کے رہنے والے اور جو رسوں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے ﴿۴۲﴾

إِلَّا إِذَا تَمَنَّيَ الْشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ

سو جب کا خیال باندھنے شیطان نے ملایا اس کے خیال میں پھر افسوس ہوتا ہے

اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ أَيْتَهُ ۚ وَاللَّهُ

شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اپلی بات ﴿۴۳﴾

عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ ﴿۴۲﴾ لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً

سب خیر رکھتا ہے حکمتوں والا ﴿۴۲﴾ اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے ملایا اس سے جانچ لے

﴿۴۳﴾ رسول اللہ کا فرض منصبی یعنی میرا کام آگاہ و ہشیار کر دینا ہے۔ عذاب کا لے آنا میرے قبضہ میں نہیں خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب مطیع و عاصی کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو اس کے مناسب حال جگہ پر پہنچائے۔

﴿۴۴﴾ جہنم جنت میں میوے پھل اور عمدہ عمدہ الوان نعمت اور حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

﴿۴۵﴾ آیات وحی میں شیطانی شبہات آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ مترجم تفسیر قدس اللہ روحہ نے اپنے میسر و حضرت شاہ عبدالقدور رحمۃ اللہ علیہ کی روش اختیار فرمائی ہے جس کی طرف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے بھی ”حجۃ اللہ ابالغہ“ کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ”موضح القرآن“ میں لکھتے ہیں ”نبی کو ایک حکم (یا ایک خبر) اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اس میں ہرگز ذرہ بجز

تفاوت نہیں ہو سکتا۔ ایک اپنے دل کا خیال (اور رائے کا اجتہاد) ہے وہ کبھی خلیک پر نہ ہے کبھی نہیں۔ جیسے حضرت ﷺ نے خواب میں دیکھا (در نبی کا خواب وحی ہوتا ہے) کہ آپ مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے اور مردہ کیا خیال میں آیا کہ شاید امسال ایسا ہوگا (چنانچہ عمرہ کی نیت سے سفر شروع کیا۔ لیکن درمیان میں احرام کھون پڑا) اور اگلے سال خواب کی تعبیر پوری ہوئی یہ وعدہ ہوا کہ کافروں پر غلبہ ہوگا۔ خیال آیا کہ بانی مٹنی میں۔ اس میں نہ ہوا، بعد وہ ہوا۔ پھر نہ جتا، یہ ثابت کہ جتنا حکم یا وعدہ تھا اس میں ہر وقت و توفیق نہیں۔ "ہاں نبی کے ذاتی خیال و اجتہاد میں تفاوت ہو سکتا ہے۔ گو نبی اصلی پیشینگوئی کے ساتھ مل کر اپنے ذاتی خیال کی اشد اعت نہیں کرتا بلکہ انہوں نے الگ رکھتا ہے۔ باقی اس صورت میں "الْقَابِ" کی نسبت شیطان کی طرف دیکھی ہوگی جیسے "وَمَا تَسْأَلُهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ إِنَّهُ يَكْفُرُ" میں "انہ" کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ احقر کے نزدیک بہترین اور سب سے بہتر ترین تفسیر وہ ہے جس کی مختصر اصل سلف سے منقول ہے۔ یعنی "تفسیر" کو بمعنی قرأت و تلاوت یا تخریج کے "در اہل بیت" کو بمعنی متلو یا حدیث کے یا جائزے۔ مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا ہے۔ یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں دوسرے انداز کی کر کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً نبی نے آیت "حُورٌ مَعِينُهُ الْمَيْمَنَةُ" پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈال دیا کہ دیکھو! یہاں راہوا تو حلال اور اللہ کا راہوا حرام کہتے ہیں۔ یا آپ نے "انكُم مِّنْ ذُلِّ الْأَرْضِ وَاللَّهُ يَخْتَارُ" پڑھا۔ اس نے شبہ ڈال دیا کہ مانتعلون مِّنْ ذُلِّ الْأَرْضِ میں حضرت مسیح و عیسیٰ اور عاتکہ اللہ بھی شامل ہیں۔ یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا "وَكَلِمَةُ الْفَافِ الْيَوْمَ مَرْيَمَ وَرُوحُ فَتْنَةٍ" شیطان نے بھی کہا کہ اس سے حضرت مسیح کی اہلیت و اویسیت ثابت ہوتی ہے۔ اس القامہ شیطان نے ابھار دیا کہ اس میں پیغمبر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی واد آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی ہی باتیں بتاتے ہیں جن کو سن کر شک و شبہ نہ قطعاً گنجائش نہ رہے۔

آیات محکمات سے شیطانی شبہات کا علاج | گویا "مقابلات" کی طابری سطح کو سیر شیطان جو اغواء کرتا ہے "آیات محکمات" اس کی جزا کا دیتی ہیں جہیں سن کر تم شکوک و شبہات ایک مہ کافور ہو جاتے ہیں۔ یہ اہل تہم کی آیتیں کیوں اتاری جاتی ہیں؟ شیاطین کو اتنی دوسرے اندری اور تصرف کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟ اور آیات کا جو احکام بعد کو کیا جاتا ہے ابتدا ہی سے کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ یہ سب امور حق تعالیٰ کی غیر محدود و علم و حکمت سے ناشی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیکھا و علم و امتحان بنایا ہے۔ چنانچہ اس قسم کی کارروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی پیروی یا سختی کی وجہ سے پادہ ہوا شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھدار آدمی اپنے ہم و غصہ کی قوت سے ایمان و حنات کے مقام بند پر پہنچ کر دم پیتا ہے، نتیجہ تو یہ کہ آدمی نیک نیتی اور ایمان داری سے سمجھتا چاہے تو اللہ تعالیٰ کی تحکیمی فرمائش کو سیدھی راہ پر قائم فرما دیتے ہیں۔ رہے مفسرین و مترجمین ان کو قیامت تک اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہر چیز پر دہشتی علت شود۔ ہادی اس تقریر میں دو تک کی تیوں کا مطلب بیان ہو گیا۔ سمجھدار آدمی اس کے اجزاء کو آیات کے اجزاء پر بے تکلف منطبق کر سکتا ہے یہ آیات جیسا کہ ہم نے سورہ "آل عمران" کے شروع میں بیان کیا تھا "هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ لَا تُغَيَّرُ" مشابہ ہیں۔ چنانچہ "إِلَّا ادَّاسَمْسَى الْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيهِ" "آخ" میں مشابہت کا "ر" ثُمَّ يُخَكِّمُ اللَّهُ إِلَيْهِ" میں "محکمات" کا ذکر ہوا۔ "ر" لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فَتْنَةً" "آخ" میں زائنین کی دو قسمیں مذکور ہوئیں۔ جن میں الدینس فی قُلُوبِهِمْ قُرْصٌ كَاكَامِ ابْتِغَاءِ تَاوِيلٍ اور القاسیة قُلُوبُهُمْ کی غرض اعتناء ہے۔ آگے وَلِيَعْلَمَ الدِّينُ أَوْفُوا الْعِلْمَ آخِ كَوَايِتِ وَالرَّاسُخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آخِ كَوَايِتِ جِدِّ بَحْثُ وَرَوَايِ جِدِّ عَا. رِشَا لَاتُخْرِغْ قُلُوبَنَا مَعْدَا هَذِهِنَا سے کی گئی ہیں انکی اجابت کا ذکر وان اللہ ليهاد الدین امنوا انی صراط مُسْتَقِيمٌ میں کیا ہے اور دَسَا نَاک حَامِغِ الدَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ كَمَنْ سَبَّ وَلَا يَزَالُ الدِّينُ كَهْرًا وَهِيَ مَرْيَمَةُ مِنْهُ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ نَوَالِي يَخَكِّمُ بَيْنَهُمْ" ہوئی تنبیہ آیت حاضرہ کے تحت میں مفسرین نے جو قصہ غریب کا ذکر کیا ہے اس پر بحث کا یہاں موقع نہیں۔ شاید سورہ نجم میں کچھ کہنے کی نوبت آئے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بہت ربط سے اس پر کلام کیا ہے۔ بہر حال آیت کا مطلب سلف کی تفسیر کے موافق بالکل صاف ہے گویا یہ تفصیل اس کی ہوئی جو پر والدین سوغوا فی ایضا معجزین میں ابھار آیات اللہ کی سعی کا ذکر تھا۔

لِلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ

ان کو کہ جس سے اس میں رُک جاتا ہے اور اس سے اس میں سختی ہے

وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۲ وَلِيَعْلَمَ

اور گنہگار تو ہیں مظلوم میں دور جا پڑے اور اس واسطے کہ وہ معلوم کرے

الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ

وہ لوگ جن کو سمجھائی گئی ہے کہ یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔

فَيُؤْمِنُوا بِهِ فَتُخْبِتَ لَهُ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ اللَّهَ

پھر اس پر یقین لے گا اور وہ اس کے آگے ہٹ جائے گا اور اس کے آگے ہٹ جائے گا اور اس کے آگے ہٹ جائے گا

لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۳

بھانسنے والے سے یقین لے گا اور اس کے آگے ہٹ جائے گا اور اس کے آگے ہٹ جائے گا اور اس کے آگے ہٹ جائے گا

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ

اور کفاروں کو ہمیشہ ہے کہ اس میں شک ہے

حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ

جب تک کہ (یہاں تک کہ) آپہنچے ان پر قیامت بے خبری میں یا آپہنچے ان پر قیامت

يَوْمٍ عَقِيمٍ ۝۵۴ أَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ اللَّهُ يُحْكُمُ

ایسے دن کی جس میں راوی نہیں خلاصی کی اور اس دن اللہ ہے ان میں فیصلہ

بَيْنَهُمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي

ان میں فیصلہ ہے اور جو نیک ہیں اور ان میں فیصلہ ہے

اہل باطل کی آزمائش | موضح القرآن میں ہے۔ ”یعنی اس میں گمراہ ہو سکتے ہیں سوان کا کام ہے، لیکن اور ایمان والے اور ریاضت مضبوط ہوتے ہیں کہ اس کام میں بندہ کا دخل نہیں۔ مگر ہوتا تو یہ بھی بندہ کے خلیوں کی طرح بھی صحیح بھی غلط ٹھہرتا۔ اور جس کی نیت اعتقاد پر ہو۔ مگر اس کو یہ بات سمجھنا ہے۔“ حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ ہندو اپنے مذاق کے موافق لکھا ہے۔ ہمارا دعو خلیوں ہے اس کی تقریر مذہب فی مدہ میں مذکور تھی۔ وندہ اطم۔

منکرین قیامت تک دھوکے میں رہیں گے | یعنی نفس قیامت کا ہونا کچھ شہ اپنا تک پہنچے یا اسی قیامت کے دن کا عذاب سامنے آجائے۔ ورنہ ممکن ہے ”عذاب یوم عقیبہ“ سے دنیا کا عذاب مراد ہو۔ یعنی دنیا ہی میں ہر اہل جائے جس سے کوئی رہنمائی کی شکل نہیں۔

یعنی قیامت کے دن اکیلے خدا کی بادشاہت کام کرے گی۔ کسی کی خاموشی و مجازی حکومت برائے نام بھی باقی نہ رہے گی۔ اس وقت سب دنیا کا بیک وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا۔ جس کی تفصیل آگے مذکور ہے۔

جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

اور جہنم میں آگ

اور جو کفر ہو

اور جو ایمان میں ہیں

فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝ وَالَّذِينَ

اور جو

اور ان کے لیے ہے عذاب کا

هَاجَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا

اور جو

اور جو

اور جو

اور جو

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللَّهُ رِزْقًا حَسَنًا وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ

اور جو

اور جو

اور جو

خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝ لِيَدْخُلَنَّهُمْ مَدْخَلًا يُرْضَوْنَ بِهِ

اور جو

اور جو

اور جو

وَإِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ ذَٰلِكَ ۝ وَمَنْ

اور جو

اور جو

اور جو

اور جو

اور جو

عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

اور جو

اور جو

اور جو

لَيَنْصُرَهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ۝ ذَٰلِكَ

اور جو

اور جو

اور جو

بِأَنَّ اللَّهَ يُوَلِّجُ الْبَلَّ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ

اور جو

اور جو

اور جو

اللہ کیلئے ہجرت کرنے والوں کے انعامات | مومنین کا انجام پہلے بتا یا تھا، یہاں ان میں سے ایک ممتاز جماعت کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا۔ یعنی جو وہ خدا کے راستے میں گھریاں چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے خواہ وہ نرانی میں شہید ہوں یا طبعی موت سے مریں وہ ان عورتوں میں اللہ کے مال ان کی خاص مہمانی ہوگی۔ کھانا پینا، رہنا سہنا سب انکی مرضی کے موافق ہوگا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کس چیز سے راضی ہوں گے اور یہ بھی جانتا ہے کہ سن لوگوں نے خاص اس کے راستے میں اپنا گھریاں ترک کیا ہے۔ ایسے مجاہدین کی فروغ دہشتوں پر حق تعالیٰ قتل کرے گا۔ اور شانِ حق سے کام لے گا۔ ”حکیم“ ”حکیم“ کی سنت اس غرض سے کہ کہیں کہ اللہ سب کو جانتا ہے ان کو بھی جنہوں نے ایسے شخص بندوں کو تکلیفیں دیکر گھر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن اپنی برادری سے فوراً سزا نہیں دیتا۔

مظلوم کی مدد کا وعدہ | یعنی مظلوم اگر ظالم سے واجبی بدلہ لے لے۔ پھر زبردست کام اس پر زیادتی کرے تو وہ پھر مظلوم ٹھہرے گی۔ حق تعالیٰ پھر مدد کرے گا جیسا کہ اس کی عادت ہے کہ مظلوم کی آخر حد تک کرتا ہے۔ واثق دعویٰ المظلوم فانہ لیس بینہا و بین اللہ حدیث

پھر اس از آہ مظلوموں کے ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق ہر استقبال کی آید

یعنی بندوں کو بھی چاہئے کہ اپنے ذاتی اور معاشری معاملات میں ہفت روزہ گزرتی مدت سے لکھیں۔ ہر وقت بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں۔ حضرت شاد صاحب لکھتے ہیں۔ ”یعنی واجبی بدلہ لینے والے کو خدا عذاب نہیں کرتا اگرچہ بدلہ نہ لینا بہتر تھا“ ہذا کی لڑائی میں مسلمانوں نے بدلہ لیا کافروں کی ایذا کا۔ پھر کافر ”احد“ ”از اب“ میں زیادتی کرنے کو آئے۔ پھر اللہ نے پوری مدد کی۔“

فِي الْبَيْلِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴿٦١﴾ ذَلِكَ بِأَنَّ

رات میں ♦ اور اللہ سنی، دیکھنے والا ہے ♦ یہ اس واسطے کہ

اللَّهُ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ

اللہ ہی ہے سچ ♦ اور جس کو پکارتے ہیں اس کے سوا وہی ہے

الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ

ظلم ♦ اور اللہ میں ہے سب سے اونچے والا ♦ تو ہے

تَرَأَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ

نہیں دیکھیں ♦ کہ اللہ آسمان سے پانی ♦ زمین پر

الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۚ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿٦٣﴾ لَهُ مَا

زمین پر جو جاتی ہے سبز ♦ سب اللہ جانتا ہے بھی تو جی میں ♦ خبردار ہے ♦ اسی کا ہے جو کہو

فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ

آسمان ♦ اور زمین میں ♦ اور اللہ اس ہے

الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٦٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مِمَّا

سب پر تعریفوں والا (سب خوبیوں والا) ♦ تو نے نہ دیکھا ♦ کہ اللہ نے اس میں روایا تمہارا ♦ جو چاہو

فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ

زمین میں ♦ اور فشی و ♦ جو فلق سے دریا میں ♦ اس کے علم سے

وَيُبْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا

اور تم ہم رکھتے سے (سجھنا رکھا ہے) آسمان و ♦ اس سے کہ نہ پڑے زمین پر ♦ نہ

اللہ کی قدرت کاملہ یعنی وہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا الٹ پٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے اسی کے تصرف سے کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو اودے کر ظالموں کے پنجے سے نکال دے بلکہ ان پر غالب و مسلط کر دے۔ پہلے مسلمان مہاجرین کا ذکر تھا اس آیت میں اشارہ فرما دیا کہ عنقریب حالت رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کر دے گا۔

یعنی مظلوم کی فریاد سنتا اور ظالم کے سر قوت دیکھتا ہے۔

یعنی اللہ کے سوا ایسے عظیم الشان انقلابات اور کس سے ہو سکتے ہیں۔ واقع میں صحیح اور سچا خدا تو وہ ہی ہے باقی اسی کو چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے یا کھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب خط جھوٹ اور باطل ہیں۔ اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہنے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالاتفاق ہی ایک اللہ کی ہے۔

اسی طرح کفر کی خشک ویران زمین کو سما کی بارش سے سبز ہزار بنادے گا۔

اللہ کی تدبیر اور تصرف | وہ ہی جانتا ہے کہ کس طرح بارش کے پانی سے سبزہ اُگ آتا ہے۔ قدرت اندر ہی اندر ایسی تدبیر و تصرف کرتی ہے کہ خشک زمین پانی وغیرہ کے اجزاء کو اپنے اندر جذب کر کے سرسبز و شاداب ہو جائے۔ اسی طرح وہ اپنی مہربانی، لطیف تدبیر و تربیت، و رکمل خبر داری و آگاہی سے قلوب بنی آدم کو فیوض اسلام کا مینہ برسا کر سرسبز و شاداب بنادے گا۔

یعنی آسمان و زمین کی تمام چیزیں جب اسی کی مسموک و مخلوق ہیں اور سب کو اس کی احتیاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں تو ان میں جس طرح چاہے تصرف اور ادل بدل کرے، کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ ابتدا باوجود غنّے تامہ اور اقتدار کامل کے کرتا وہ ہی ہے جو سراپا حکمت و مصلحت ہو۔ اس کے تمام افعال محمود ہیں اور اس کی ذات تمام خوبیوں اور صفات حمیدہ کی جامع ہے۔

يَاذُنِيهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرُءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٥٠﴾

♦ اسی کے جسم سے

بے شک خدا مہربان ہے

ذاتی برے اور برے سے

هُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ط

♦ جسے دوبارہ زندہ کرے گا

پھر مارتا ہے

اسی نے تم کو جلائے

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ ﴿٥١﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا

♦ ہر امت کے لیے ہم نے مقرر کیا

بے شک انسان ناشکرا ہے

مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُونَكَ فِي الْأَمْرِ

ان کا میں

سوچا سے تجھ سے جھگڑا کرتے ہیں

کہ وہ اسی طرح کرتے ہیں بندگی

ایک رو بندگی کی

وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥٢﴾

♦ بے شک تو ہے سیدھی رو پر سچا ہوا

اور تو بدلتے جا اپنے رب کی طرف

وَإِنْ جَدَلُواكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾

♦ جو جھگڑتے ہ

اللہ بہتر جانتا ہے

تو کہہ

اور اگر تجھ سے جھگڑے لگیں

اللَّهُ يُحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ

ان میں جہ میں

قیامت کے دن

اللہ فیصلہ کرے گا تم میں

تَخْتَلِفُونَ ﴿٥٤﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي

♦ تو جانتے تھے

کہ اللہ جانتا ہے

یا تجھ کو معلوم نہیں

تجھاری راہ جدا جدا تھی

السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَكِ كِتَابٌ إِنَّ

تو میں

یہ سب لکھا ہوئے

آسمان اور زمین میں

بحر و برکی تسخیر | یعنی اس کو تہماری یا کسی کی سیاہی پر واپسی۔ محض شفقت و مہربانی دیکھو کہ کس طرح خشک اور تری کی چیزوں کو تہما رہے قابو میں کر دیا۔ پھر اسی نے اپنے دست قدرت سے آسمان، چاند، سورج اور ستاروں کو اس فضا میں ہوائی میں بدوں کی غلہ رکھ دیا۔ ستون کے تمام رکھا ہے جو اپنی جگہ سے نیچے نہیں سرکتے۔ در نہ رُکراؤ کر تہماری زمین کو پاش پاش کر دیتے۔ جب تک اس کا حکم نہ ہو یہ ٹکڑا ت یوں ہی اپنی جگہ قائم رہیں گے مجال نہیں کہ ایک انچ سرک جائیں۔ "الا باذہ" کا استثناء محض اثبات قدرت کی تاکید کے لئے ہے۔ یا شاید قیامت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح غر و جبل سے جو قوم روحانی موت مر چکی تھی، ایمان، معرفت کی روح سے اس کو زندہ کر دے گا۔

انسان ناشکرا ہے | یعنی اتنے احسانات و انعامات، کچھ کر بھی اس کا حق نہیں، نہ منظم حقیقی کو چھوڑ کر دوسروں کے سامنے جھکے لگتا ہے۔

آنحضرتؐ کو تسلی اور دعوت کا حکم | تمام انبیاء، اصول دین میں متفق رہے ہیں۔ لہذا ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بندوں کی صورتیں مختلف زمانوں میں مختلف مقرر کی ہیں۔ جن کے موافق وہ امتیں خدا کی عبادت بجالاتی رہیں۔ اس امت محمدیہ کے لئے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی لیکن اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا۔ بجز اللہ کے کبھی کسی دوسری چیز کی عبادت مقرر نہیں کی گئی۔ اس لئے توحید وغیرہ کے ان متفق علیہ کاموں میں جھگڑا کرنا کسی کو کسی حال میں نہیں۔ جب اس کی کھلی ہوئی چیز میں بھی جھگڑنا لگائی جائیں تو آپؐ پہنچ پرانہ کریں۔ آپؐ جس سیدھی راہ پر قائم ہیں لوگوں کو اسی طرف بلا تے رہیں۔ اور خود بخود ان کے جھگڑے نکالنے والوں کا معاملہ خدا۔ واحد کے سپرد کیجئے۔ وہ خود ان کی تمام حرکات سے وقف ہے۔ قیامت کے دن ان کے تمام اختلافات اور جھگڑوں کا عملی فیصلہ کر دے گا۔ آپؐ دعوت و تبلیغ کا فرض داکر کے ان کی فکر میں زیادہ دوسری نہ اٹھائیں۔ ایسے ضدی معاندین کا ملانہ خدا کے پاس ہے۔ تنبیہ | "فلا یندر غشک فی الافر" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہر امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جداگانہ دستور العمل مقرر کیا ہے، پھر اس پیغمبر کی امت کے لئے نئی شریعت آئی تو جھگڑنے کی کیا بات ہے۔ بعض مفسرین نے "منسک" کے معنی ذبح و قربانی کے لئے ہیں مگر اقرب وہی ہے جو مترجم تفسیر قدس اللہ روحہ نے اختیار فرمایا۔ واللہ اعلم۔

ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

اللہ سے

مردمان ہیں

اللہ پر آسان ہے

اللَّهُ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا وَمَا لَيْسَ لَهُمْ

اللہ کی طرف سے

حس کی سند نہیں ملے گی اس

اس چیز کو

بِهِ عِلْمٌ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ۝ وَإِذَا تَنَزَّلَتْ

اور جب ساری

ہوے اس آیتوں کو ان میں دعا کر

ان کو

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ نَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ

انکوں کے چہروں

تو جانتے

ان کو ہماری آیتیں صاف

كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ

کفر کر رہے ہیں

نہایت سے

برے شکل (پرنا خوش)

يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قُلْ أَفَأَنْبِئُكُمْ بِشَرِّ

میں تم کو بتاؤں کیا چیز

تو

جو پڑھتے ہیں اس کے پاس ہماری آیتیں

مِّنْ ذَلِكَمُ النَّارُ وَعَذَابُ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا

میں سے

اس کا عذاب

اور آگ ہے

میں سے

وَبِئْسَ الْبَصِيرُ ۝ يَأَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ

ایک مثال کی طرح

ہو

اور وہ بہت بری ہے ہر جان کے لئے

فَاَسْمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

—

میں پکار رہے ہیں

سو اس پر کان رکھو

اللہ تعالیٰ کا علم محیط | یعنی پچھان کے اعمال پر منحصر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو محیط ہے، درجنوں مصاح و حکمتوں کی بناء پر اسی علم کے موافق تمام واقعات ”لوح محفوظ“ میں اور بنی آدم کے تمام اعمال ان کے اعمالوں میں لکھ بھی دیے گئے ہیں۔ اس کے موافق قیامت کے دن فیصلہ ہوگا۔ اور اتنی بے شمار چیزوں کا ٹھیک ٹھیک جاننا و رکھ دینا اور اسی کے مطابق ہر ایک کا فیصلہ کرنا، ان میں سے کوئی بات اللہ کے ہاں مشکل نہیں، جس میں کچھ تکلیف یا دلت اٹھانی پڑے۔

آباؤ اجداد کی اندھی تقلید | محض باپ دادوں کی کورانہ تقلید میں، یہاں کرتے ہیں، کوئی عقلی یا عقلی دلیل نہیں رکھتے۔

سب سے بڑا ظلم اور بے انصافی یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے۔ سو ایسے ظالم اور بے انصاف لوگ خوب یاد رکھیں کہ ان کے شرکاء مصیبت پڑنے پر پچھ کام نہ آئیں گے نہ اور کوئی اس وقت مدد کر سکے گا۔

آیات قرآن پر کفار کا غیظ و غضب | یعنی قرآن کی آیتیں (جو توحید و غیرہ کے صاف بیانات پر مشتمل ہیں) سن کر کفار و شرکین کے چہرے گھڑ جاتے اور مارے ناخوشی کے تیور یاں بدل جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ شدت غیظ و غضب سے پاگل ہو کر چاہتے ہیں کہ آیات سنا سننے والوں پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ بعض اوقات کربھی گزرتے ہیں۔

یعنی تمہارے اس غیظ و غضب اور ناگواری سے بڑھ کر جو آیات اللہ کے پڑھے جانے پر پیدا ہوتی ہے، ایک سخت بری ناگواری چیز اور ہے جس پر کسی طرح صبر ہی نہ کر سکو گے اور وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا وعدہ کافروں سے کیا جا چکا ہے۔ دونوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کر لو کہ کون تلخ گھونٹ مینا تم کو نسبتاً آسان ہوگا۔

شرک کی مثال | یہ توحید کے مقابلہ میں شرک کی شناعیت و قبح ظاہر کرنے کے لئے مثال بیان فرمائی جسے کان لگا کر سننا اور غور و فکر سے سمجھنا چاہئے تا ایسی رکیک و ذلیل حرکت سے باز رہو۔

كُنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَ

اگر جمع ہوں تو وہ بھی

اگر جمع ہوں تو وہ بھی

اِنْ يَّسْلُبْهُمْ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ

بھیڑا نہ لے سکے (نہیں بچے)

اگر بچھ جائیں تو ان سے بھی

مِنْهُ ۖ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۚ مَا قَدَرُوا

اللہ کی قدر نہیں کی تھی

اور جس کو چاہتا ہے

دعا سے

۱۰۰ سے

اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۚ اللَّهُ

اللہ

بے شک اللہ قادر اور بے ہمت

جس کی قدر سے

يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ ۚ

اور ان میں سے

میں سے چنے والے

فرشتوں سے

چنا کرتا ہے

اِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

جو چھت کے آگے ہے

جانتا ہے

اللہ سنا دیتا ہے

وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَاللَّهُ تَرْجِعُ الْأُمُورَ ۚ

اور اللہ لوٹ لے گا کام کو

اور جو چھت کے پیچھے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا

اور بندہ کرو

اور سجدہ کرو

رکوع کرو

اے ایمان والو

رَبِّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۚ وَجَاهِدُوا

اور محنت کرو

تا کہ تمہارا بھلا ہو

اور بھلائی کرو

اپنے رب کی

عِندَ الْإِمَامِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى ۱۲

الْمُجِدِّدُ

شرکاء اور مشرکین کمزور ہیں۔ یعنی کبھی بہت ہی ادنیٰ اور تھوڑے۔ جن چیزوں میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ سب مل کر ایک مٹی۔۔۔ مردیں یا حتیٰ ان کے چڑھاوے وغیرہ میں سے کوئی چیز جوئے تو اس سے واپس لے سکیں ان کو خالق السموات و الارضین کے ساتھ معبودیت اور خدائی کی کمری پر بٹھ دینا کہ قدرت رب حیاتی، حماقت اور شرمناک گستاخی سے۔ حق تو یہ ہے کہ کبھی بھی کمزور، مکھی سے زیادہ ان کے بت کمزور اور بتوں سے بڑھ کر ان کا پوچھنے والا کمزور ہے جس نے ایسی حقیر اور کمزور چیز کو اپنا معبود و حاجت روا بنالیا۔

اللہ قوت والا اور زبردست ہے سمجھتے تو ایسی گستاخی کیوں کرتے۔ یہ اللہ کی شان رفیع اور قدرہ منزلت اتنی ہے کہ ایسی کمزور چیزیں کو اس کا ہمسرا بنا دیا جائے؟ (احیاء باللہ) اس کی قوت و عزت کے سامنے تو بڑے بڑے مقرب فرشتے اور پیغمبر بھی مجبور و بے بس ہیں۔ آگے ان کا ذکر کیا ہے۔

فرشتوں اور انسانوں میں سے اللہ کے پیغمبر یعنی بعض فرشتوں سے پیغامبری کا کام لیتا ہے (مثلاً جبریل علیہ السلام) اور بعض انسانوں سے جن کو خدا اس منصب کے لئے انتخاب فرمائے گا۔ ظاہر ہے ان کا رجبہ دوسری تمام مخلوق سے اعلیٰ ہونا چاہئے۔

یعنی اس کی تمام باتوں کو اور ان کے ماضی و مستقبل کے تمام احوال کو دیکھتا ہے اس لئے وہ ہی حق رکھتا ہے کہ جس کے احوال و استعداد پر نظر کر کے منصب رسالت پر فائز کرنا چاہئے فائز کر دے۔ "السنۃ اعلمہ حبیب یجعل رسالتہ" (انعام رکوع ۱۵) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی ساری خلق میں بہتر وہ لوگ ہیں پیغام پہنچانے والے، فرشتوں میں بھی وہ فرشتے ہی ہیں۔ ان کو (یعنی انکی بد بات کو) چھوڑ کر بتوں کو مانتے ہو کس قدر بے لگائی بات ہے۔

یعنی وہ بھی اختیار نہیں رکھتے، اختیار ہر چیز میں اللہ کا ہے (کذا فی الموضع)

مومنین کو عبادت کا حکم شراب کی تکفیر اور مشرکین کی غصہ کے بعد مومنین کو خطاب فرماتے ہیں کہ تم اکیس اپنے رب کی بندگی پر لگے رہو۔ اسی کے آگے جھکو، اسی کے حضور میں پیشانی ٹیکو، اور اسی کے سامنے دوسرے بھلائی کے کام کرو۔ تاکہ دنیا اور آخرت میں تمہارا بھلا ہو۔

فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادُهُ ۖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ

۱۔ اس کے لئے جہاد کا حق ہے۔ ۲۔ چن لیا۔ ۳۔ جو چاہے۔ ۴۔ جس کو چاہے۔

عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرْجٍ ۖ مِلَّةَ أَبِيكُمْ

۱۔ دین میں۔ ۲۔ جو چاہے۔ ۳۔ مِلَّةَ: دین۔ ۴۔ آپ

إِبْرَاهِيمَ ۖ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۚ مِنْ قَبْلُ

۱۔ ابراہیمؑ۔ ۲۔ اسی نے نام رکھا تھا۔ ۳۔ مسلمان (مسلمین)۔ ۴۔ پہلے سے

وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ

۱۔ اس قرآن میں۔ ۲۔ تاکہ میں ہو۔ ۳۔ تاکہ وہ شہید ہو۔ ۴۔ تم پر

وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا

۱۔ قائم رہو۔ ۲۔ تاکہ تم لوگ۔ ۳۔ تاکہ آپ لوگ۔ ۴۔ تاکہ آپ لوگ

الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ ۖ هُوَ

۱۔ نماز۔ ۲۔ اور دیتے رہو۔ ۳۔ اور مضبوط پکڑ لو۔ ۴۔ اللہ

مَوْلَاكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝۱۹

۱۔ تمہارا مالک ہے۔ ۲۔ محبوب مالک ہے۔ ۳۔ مددگار

مومنین کو مجاہدہ کا حکم | اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو درست پرانے کے لئے پوری محنت کرو جو اتنے بڑے اہم مقصد کے شایان شان ہوں آخر دنیاوی مقاصد میں کامیابی کے لئے کتنی محنتیں اٹھاتے ہو۔ یہ تو دین کا اور آخرت کی دائمی کامیابی کا راستہ ہے جس میں جس قدر محنت برائست کی جائے انصافاً تھوڑی ہے تنبیہ لفظ ”مجاہدہ“ میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی، بدنی کوشش شامل ہے۔ اور ”جہاد“ کی تہہ قسמים (جہاد مع النفس، جہاد مع الشیطان، جہاد مع الکفار، جہاد مع طغیان، جہاد مع المظلمین) اس کے نیچے مندرج ہیں۔

آنحضرت کی فضیلت | کہ سب سے اعلیٰ و افضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت

آیہ ۱۸ ﴿۲۳﴾ سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ ﴿۱۸﴾ زُكُوعًا ۶

سورہ المؤمنون کہ میں اترے گی ایک سہاگن روایتیں میں اور پھر راجع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ اللہ رحمن رحیم ہے

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝۱ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ

کہ میں نے (یعنی میں نے) اللہ سے

خَشِعُونَ ۝۲ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝۳ وَ

خستہ ہیں ۱۔ اور جو بھی بات پر ۲۔ اور جو بھی نہیں کرتے ۳۔

الَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝۴ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ

جو ۴۔ زکوٰۃ دیتے ہیں ۵۔ اور جو ۶۔ اپنی شہوت کی بندوبست

حَافِظُونَ ۝۵ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ

تحت ہیں ۵۔ مگر ۶۔ اپنی عورتوں پر ۷۔ یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر

فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝۶ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ

۶۔ ان پر نہیں پوچھا جائے گا ۷۔ پھر جو کوئی چاہے ۸۔ اس سے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝۷ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

سودہ ہیں حد سے بڑھنے والے ۷۔ اور جو اپنی امانتوں سے ۸۔ اور اپنے عہد سے

سورة المؤمنون

◆ خشوع کی تعریف | ”خشوع“ کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف و ہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا، چنانچہ بن عباس نے ”حاشغول“ کی تفسیر ”خی تخون ساکنون“ سے کی ہے۔ اور آیت ”سرى الارض حاشعة فاد انزلها الماء اهزرت

وربٹ بھی دلالت کرتی ہے کہ "خشوع" میں ایک طرح کا سکون و تذلل معتبر ہے۔ قرآن کریم میں "خشوع" کو وجوہ، ابعاد، اصوات وغیرہ کی صفت قرار دیا ہے۔ اور ایک جہد آیت "اسم بان للذین امنوا ان تحشع قلوبہم لذكر الله" میں قلب کی صفت بتائی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور حشاہ بدن کا خشوع اس سے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع و خائف اور ساکن و پست ہوگا تو خدایت ادھر ادھر بھٹکتے نہیں پھریں گے، ایک ہی مقصود پر جم جائیں گے۔ پھر خوف ہیبت و سکون و خشوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہونگے مثلاً بازو اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، لب سے دست بستہ کھڑا ہونا، ادھر ادھر نہ تکان، کپڑے یا ڈانگی وغیرہ سے نہ کھینا، انگلیوں نہ جھٹکانا، اور ان قسم کے بہت افعال و حواس نور و خشوع میں سے ہیں۔

صحابہ کرام کی نماز احادیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نماز میں ایسے ساکن ہوتے تھے جیسے ایک بیجان لکڑی، اور کہا جاتا تھا کہ یہ نماز کا خشوع ہے فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدون خشوع کے صحیح و مقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزاء صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں۔ ہاں قبول صلوٰۃ کے لئے شرط ہے میرے نزدیک یوں کہن بہتر ہوگا کہ حسن قبول کے لئے شرط ہے۔ ورنہ اگر یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ احیاء العلوم اور انہی شرح میں تفصیل ملاحظہ کی جائے بہر حال تنہائی فداح اور اہل کامیابی ان ہی مہینوں کو حاصل ہوں جو خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور ان اوصاف سے موصوف ہیں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔

◆ لفوہاتوں سے اعراض یعنی فضول، بیکار مشغولوں میں وقت ضائع نہیں کرتے کوئی دوسرا شخص لغو اور بے کاری سے کہے تو ادھر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کو بطائف عبودیت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ ایسے بے کار مدہ جھڑوں میں اپنے کو پھنسائیں۔

چرخ خوش گشت بہلول فرخندہ خو چو بگذشت بر بارف جملو
گرایں مدئی دوست بشناختے بہ پیار دشمن نہ پرداختے

◆ ادائے زکوٰۃ کا اہتمام یعنی ان کی عادت ہے کہ ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی وہی کبھی نہ وہی، غالباً اسی لئے یُوذُونُ الزَّكَاةَ جگہ لُذْ كَوَۃً فاعْلُوۡنَ کی ترکیب اختیار فرمائی۔ گویا بتلادیا کہ زکوٰۃ کرنا ان کا مستمر کام ہے۔ مترجم حقیق قدس اللہ روحہ نے "دیا کرتے ہیں" کہہ کر ادھر اشارہ کر دیا۔ بعض منسیرین نے یہاں زکوٰۃ کو "طہارت" (پائیزی) یا ترکیب نفس کے معنی میں لیا ہے۔ گویا آیت حاضرہ کو "لقد افلح من توکل" اور "لقد افلح من رکاھا" کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ مراد ہو تو اس کے مفہوم کو عام رکھا جائے جس میں بدن کا، دل کا اور مال کا پاک رکھنا سب داخل ہو۔ زکوٰۃ و صدقات بھی ایک قسم کی مال تطہیر ہے۔ "غُفِرَ لِمَنۡ اٰمَنَ اَلھُمۡ صَدَقَۃً تَطْہَرُھُمْ وَ تَرْحَمُھُمْ بِھَا" (توبہ رکوع ۱۳) یہ کہنا کہ تبت کی ہے اور مدہ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی، ابن سیرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ اصل زکوٰۃ کی مشروعیت مکہ میں ہو چکی تھی۔ ہاں مقادیر و نصاب وغیرہ کی تفصیل مدینہ پہنچ کر ہوئی و مدہ اہم۔

◆ شرمگاہوں کی حفاظت یعنی اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضاءِ مشہوت کا ذمہ نہ لے، وہ حلال کی حد سے گئے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا، بواہت اور استمناء، ہامید وغیرہ سب صورتیں آئیں، بلکہ بعض منسیرین نے حرمت متحدہ پر بھی اس سے استدلال کیا ہے وہ کہ کلام طویل لا یسعہ المقام راجع روح المعانی تحت ہذہ الآیۃ الکریمہ۔

رَاعُونَ ۱۰ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۱۱

خبردار ہیں ♦ اور جو اپنی نمازوں کی خبر رکھتے ہیں ♦

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۱۲ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ ۱۳

وہی ہیں میراث لینے والے ♦ جو میراث پائیں گے ہاں (بہشت) نعمتی چھاؤں کے ♦

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۱۴ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ

وہی میں ہمیشہ رہیں گے اور ہم نے انسان کو

سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۱۵ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ

چلی ہوئی مٹی — ♦ پھر ہم نے رکھا اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جے ہو —

مَكِينٍ ۱۶ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ۱۷ فَخَلَقْنَا

نمکانہ میں ♦ پھر بنایا اس بوند سے جو جتا ہوا پھر بنائی

الْعَلَقَةَ مَضْغَةً ۱۸ فَخَلَقْنَا الْمَضْغَةَ عِظًا ۱۹ فَكَسَوْنَا الْعِظَ

اس جو جے ہوئے سے گوشت کی بوٹی پھر بنائیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا ان ہڈیوں پر

لَحْمًا ۲۰ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۲۱ فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ

گوشت ♦ پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں ♦ سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر

الْخَالِقِينَ ۲۲ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ۲۳ ثُمَّ إِنَّكُمْ

بنائے آگاہے ♦ پھر تم اس کے بعد مرؤ گے ♦ پھر تم

يَوْمَ الْقِيَمَةِ تُبْعَثُونَ ۲۴ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ ۲۵

قیامت کے دن ♦ کھڑے کئے جاؤ گے ♦ اور ہم نے بنائے ہیں تمہارے اوپر سات راستے ♦

❖ **عہد و امانت کے محی فظ** | یعنی امانت اور قول و قرار کی حفاظت کرتے ہیں، خیانت اور بد عہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں نہ بندوں کے۔

❖ **نمازوں کی حفاظت** | نمازیں اپنے اوقات پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر عبادت الہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہاں تک مومنین مفسدین کی چھ صفات و فضائل بیان کیں۔ (۱) نشووع و خضوع سے نمازیں پڑھنا، یعنی بدن اور دلوں سے لہجہ کی طرف جھکنا۔ (۲) باطن لغو اور نکلی باتوں سے علیحدہ رہنا (۳) زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا یا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا (۴) شہوت نفسانی کو قابو میں رکھنا (۵) امانت و عہد کی حفاظت کرنا گویا معاملات کو درست رکھنا (۶) اور آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنا کہ اپنے وقت پر آداب و شروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے اور کس قدر بہتم ہائے ان چیز ہے کہ اس سے شروع کر کے اسی پر ختم فرمایا۔

❖ جنت کے میراث ہونے پر پیسے کی جگہ ہم لکھ چکے ہیں۔

❖ **مٹی سے پیدا ہونے کا مطلب** | کیونکہ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام منتخب مٹی سے پیدا ہوئے اور ویسے بھی تمام بنی آدم نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی مٹی سے نکلی ہوئی غذاؤں کا خلاصہ ہے۔

❖ یعنی رحم مادر میں جہاں سے کہیں مل نہ سکے۔

❖ **انسانی تخلیق کے مراحل** | یعنی کچھ حصہ گوشت کا تخت کر کے ہڈیاں بنادیں۔ اور ہڈیوں کے ڈھانچے پر پھر گوشت پوست منڈھ دیا۔ سورہ "حج" میں اسی کے قریب کیفیت تخلیق انسان کی بیان ہو چکی ہے۔

❖ یعنی روح حیات پھونک کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ جس پر آگے چل کر بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے کے بہت سے احوال وادوار گزرتے ہیں۔

❖ جس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء و قوتوں کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اس کی ساخت میں حکمت کے موافق نہایت موزوں و متناسب بنائی۔

❖ **وجود انسانی کا بقاء و فنا** | یعنی تمہارا وجود ذاتی اور خاندانی نہیں، مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے۔ چنانچہ موت آکر سب نقشہ بگاڑ دیتی ہے۔ تم اس وقت اس کے بردست پنجہ سے اپنی ہستی کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً کوئی اور قابض وقت تمہارے اوپر ہے جس نے وجود کی باگ اپنے ہاتھ میں تھام رکھی ہے جب چاہے ڈھیلی چھوڑ دے، جب چاہے کھینچ لے۔

❖ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہی دوبارہ بنا کر کھڑا کرے گا۔ آپسے وجود کی مستور قوتیں اور اعمال کے نتائج اپنی کامل ترین صورتوں میں ظہور ہو کر ثابت کر دیں کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ کوئی بیکار و بے نتیجہ ڈھونگ نہیں بنایا گیا تھا۔

❖ **سات راستوں کی تخلیق** | "طرائق" کے معنی بعض مفسرین و لغویین کے نزدیک طبقات کے ہیں۔ یعنی آسمان کے ساتھ طبقے اوپر نیچے بنائے۔ فہمدا کما قال "کنیف خلق اللہ سبع مسموب طباقا" (نوح رکوع ۱) اور بعض نے طرائق کو راستوں کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی سات آسمان بنائے جو فرشتوں کی گزرگاہیں ہیں۔ بعض معاصر مصنفین نے "سبع طرائق" سے سات سیاروں کے مدارات مراد لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَمَا كُنَّا مِنَ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ﴿۱۷﴾ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

اور ہم نہیں ہیں غفلت سے بے خبر اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی

بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَتْهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ

بے کمر پھر اس کو ٹھہراویہ زمین میں اور ہم اس کو لے جائیں

لَقَدَرُونَ ﴿۱۸﴾ فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّ

تولے جانتے ہیں پھر اگادیں تمہارے واسطے اس سے باغ کھجور اور

أَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا فَاكِهٌ كَثِيرٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۱۹﴾ وَ

انگور تمہارے واسطے میں میں میوے ہیں بہت اور انہی میں سے کھاتے ہو اور

شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالذَّهْنِ وَصَبِغٍ

درخت جو نکلتا ہے سینا پہاڑ سے سے تبتا ہے تیل اور روئی دہونا (صابن)

لِلْأَكْلَيْنِ ﴿۲۰﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُسْقِيكُمْ مِمَّا

کھانے والوں کے واسطے اور تمہارے لیے چوپایوں میں دھیان کرنے کی بات ہے پلاتے ہیں بہت ممان

فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا

پیش کی چیز سے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدہ ہے اور بعضوں کو

تَأْكُلُونَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ

کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر لہے پھرتے ہو اور

أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا

ہم نے بھیجی نوح کو اس کی قوم کے پاس تو اس نے کہا اس قوم بندگی رواں نہ

خلق کی نگرانی | ہر چیز پر ہے انتظام و حکام اور خبر داری سے بنائی ہے اور اس کی حفاظت و بقا کے طریقوں سے ہم پور۔ باخبر ہیں۔ اجر و سزاویہ اور مخلوقات سعیدہ میں کوئی چیز نہیں جو ہمارے احاطہ و قدرت سے باہر ہو۔ ورنہ سراسر انتظام ہی درہم برہم ہو جائے۔ ”یَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَسُورُ فِي السَّمَاءِ وَمَا يَقْوُ فِيهَا الْحُجَّ“ (حدید رکوع) | پانی کے ذخائر | نہ اس قدر زیادہ کہ دنیا بے وقت اور بے موقع تباہ ہو جائے۔ اور نہ تنہا کم کہ ضروریات کو کافی نہ ہو۔

یعنی بارش کا پانی زمین پہنے اندر جذب کریتی ہے جس کو ہم کنواں وغیرہ کو دھونے کا ستے ہیں۔
 یعنی نہ اتارنا چاہیں تو نہ اتاریں اور اتارنے کے بعد تم کو اس سے متعلق ہونے کی دسترس نہ دیں مثلاً
 اس قدر گہرا کر دیں کہ تم نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکو یا خشک کر کے ہو میں رادیں یا کھری اور کڑو
 کر دیں تو ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

پھل اور باغات | جتنی ان کی بہار دیکھ کر خوش ہوتے ہو اور بعض کو بطور شہدہ اور بعض کو بطور غدا استعمال کرتے ہو۔

زیتون کا فضل و شرف جنی زیتون کا درخت جس میں سے روغن نکلتا ہے جو مالش وغیرہ کے کام آتا ہے اور بہت مکمل ہے۔ لڑکے سائن کی جگہ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اس درخت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا ہے۔ اس قدر عجیب ہے اور خاص فضل و شرف رکھتا ہے۔ اسی لئے سورہ "تین" میں اس کی قسم اُٹھائی گئی ہے۔ جہاں طواریف نسبت کرنا بھی اس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ وہاں اس کی پیدوار زیادہ ہوتی ہوئی۔

چوپایوں کی تخلیق میں انسان کے فوائد نباتات کے بعد یہ حیوانات کا ذرہ ہوا، یعنی جانوروں کا دودھ ہم اپنی قدرت سے تم کو پلاتے ہیں۔ اور بہت کچھ فائدہ تمہارے لئے ان کی ذات میں رکھا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانا بھی حلال ہے۔

یعنی فطرت میں جانوروں کی پہچان پر اور دریا میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہو اور بڑے بڑے وزنی سامان ان پر بار کرتے ہو۔ کشتی کی مناسبت سے آگے نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ اس طرح بدعتوں نے ان سے کشتی، ہوائی جہاز طوفان عظیم کے وقت مومنین کی بچت کا ذریعہ بنی۔ پھر نوح علیہ السلام کی مناسبت سے جنس اور انبیاء کے واقعات بھی ذکر فرما دیئے۔ شاید یہاں ان قصص کے بیان میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جس طرح اوپر کی آیات میں تمہاری جسمانی ضروریات کا انتظام مذکور تھا ان طرح خداوند رحمان نے تمہاری روحانی حوائج و ضروریات کا سرانجام کرنے کے لئے جنت سے دنیا سے وحی و رسالت کا سلسلہ بھی قائم فرما دیا۔ یا یہاں کہہ لو کہ اوپر قدرت کے نشانات بیان فرما کر تو حید کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اس کی تکمیل کے لئے یہاں سے سلسلہ نبوت کا بیان شروع کر دیا۔ جس کے ضمن میں انبیاء و ران کے قبیلعین کی خوش انجائی اور کلمہ بین و معاندی کی بد نبی بھی ذہن نشین کر دی گئی۔

لَكُمْ مِنَ إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ

تمہارا کوئی نام نہیں اس کے سوا کیا تم ڈرتے نہیں تب بولے سردار جو

كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ ۚ يُرِيدُ

کافر تھے اس کی قوم میں یہ کیا ہے آدمی ہے جیسے تم چاہتا ہے کہ

أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مِّنَ

جڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ چاہتا تو اتار دیتا فرشتے

سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿۲۴﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ

نے یہ نہیں سنا اپنے اگلے باپ اور میں اور کچھ نہیں یہ ایسا مرد ہے

بِهِ جَنَّةٌ ۖ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي

کے اس کو سود ہے سوراہ دیجھو اس کی ایک وقت تک بولے رب تودہ دے میری

بِمَا كَذَّبُونَ ﴿۲۶﴾ فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعْ الْفُلْكَ

کہ نبیوں نے مجھ کو تنبیہ کیا پھر ہم نے حکم دیا اس کو کہ بن کشتی

بِأَعْيُنِنَا وَوَحَيْنَا فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ فَاسْلُكْ

ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے پھر جب پہنچے ہمارے غم تو تو اٹھ

فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ

کشتی میں ہر چیز کا جوڑا دو (نرا اور وہ) اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس کی قسمت میں

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۖ وَلَا تَخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ

پہلے سے تمہارے لیے بات نہ کر (نہ کہہ مجھ سے) ان ظالموں کے سلسلے

آمنحضرت پر کفار کے اعتراضات | یعنی اس میں اور تم میں فرق یہ ہے جو یہ رسول بن جائے تم نہ ہو۔

یعنی بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے اور نہ خدا کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو کیا یہ ہی اس کام کے لئے رہ گیا تھا۔ کوئی فرشتہ نہ بھیج سکتا تھا۔

یعنی ہم نے ایسی عجیب بات کبھی نہیں سنی کہ ایک ہماری طرح کا معمولی آدمی خدا کا رسول بن جائے اور تمام دیوتاؤں کو بنا کر تباہ کر دے ایک خدا کی حکومت منوں نے لگے۔

آمنحضرت پر جنون کا الزام | معصوم ہوتا ہے کہ اس غریب کا دل غ چل گیا۔ بھلا ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ داداؤں کے خلاف ایک بات زبان سے نکالنا جو کوئی شخص ہمارے لئے کر سکے کھلا جنون نہیں تو اور کیا ہوگا بہتر ہے چند روز صبر کرو اور انتظار کرو، شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آ جائے اور جنون کے دورہ سے اتفاق ہو یا یوں ہی مر مرا کر قصہ ختم ہو جائے۔ (العیاذ باللہ)

حضرت نوح کی فریاد | یعنی حب نوح کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں، سارے نو سو برس سختیوں جھیل کر بھی ان کو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تو خدا سے فریاد کی کہ بے ان اشتیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے۔ کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں۔ اور ان کو بھی خراب کریں گے۔

طوفان نوح | یہ قصہ پہلے سورہ "ہود" وغیرہ میں گزر چکا ہے۔ وہاں ان الفاظ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

یعنی کافروں کو، خواہ تیرے کنبہ کے ہوں سوار مت کر۔

إِنَّهُمْ مُّعْرِقُونَ ﴿۱۷﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ

بے شک ان کو ڈوبتا ہے ﴿۱۷﴾ پھر جب چڑھ چکے اور جو تیرے ساتھ

عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ

کشفیٰ تو کہہ شکر اللہ کا جس نے چھڑایا ہم کو قوم

الظَّالِمِينَ ﴿۱۸﴾ وَقُلْ رَبِّ انْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبَرَّكًَا وَأَنْتَ

لوگوں سے ﴿۱۸﴾ اور کہہ اے رب تار مجھے اور تو ہے

خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿۱۹﴾ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ وَلَئِنْ كُنَّا

بہتر اتارنے والا ﴿۱۹﴾ اس میں نشانیوں ہیں اور ہم میں

لَمُبْتَلِينَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿۲۱﴾

جانچنے والے ﴿۲۰﴾ پھر پیدا کی ہم نے ان سے پیچھے ایک جماعت اور ﴿۲۱﴾

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ

پھر بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول ان میں سے کہہ بندگی کرو اللہ کو

مِنْ إِلَهِ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ

حاکم اس کے سوا پھر کیا تم ڈرتے نہیں اور بولے سردار

قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِإِيقَاعِ الْآخِرَةِ وَاتَّرفَهُمْ

اس کی قوم کے جو کافر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو اور آراستہ کیا

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ ۖ يَأْكُلُ

ہم نے دنیا کی زندگی میں ﴿۲۲﴾ اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم کھاتا ہے

ظالموں کی سفارش نہ کرو | یعنی حکم قطعی عذاب کا ہو چکا۔ یہ فیصلہ اہل ہے، ضرور ہو کر رہے گا۔ اب ظالموں میں سے کسی کو بچانے کے لئے ہم سے سلی سفارش نہ کرنا۔

یعنی ہم کو ان سے علیحدہ کر کے عذاب سے مامون رکھ۔

سواری سے اترنے کی دعا | یعنی کشتی میں اچھی آرام کی جگہ اے اور کشتی سے جہاں اُتارے جائیں وہاں بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہر طرح اور ہر جگہ تیری رحمت و برکت شامل حال رہے۔

کہ کون ان نشانوں کو سن کر عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے کون نہیں کرتا۔ کما قال تعالیٰ
”وَلَقَدْ نَزَّلْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ“ (قر کر کو ع ۱)

یہ ذکر ”ع“ کا ہے یا ”شمود“ کا۔

یعنی حضرت ہود یا حضرت صالح علیہما السلام۔ ۱

یعنی اس کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن خدا سے منا ہے۔ بس دنیا کی زندگی اور اس کا پیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿۳۲﴾ وَلَٰكِنْ

جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو ﴿۳۲﴾

أَطْعَمْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخَسِرُونَ ﴿۳۳﴾ أَيْعِدُكُمْ

تم اپنے گمے کئے پر ایک آدمی کے اپنے برابر کے تو تم بے شک خراب ہو گے ﴿۳۳﴾ کیا تم کو وعدہ دیتا ہے

أَنْتُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنْتُمْ فَخْرُجُونَ ﴿۳۴﴾

کہ جب تم مر جاؤ اور ہو جاؤ مٹی اور ہڈیاں تو تم کو نکلتا ہے

هِيَ هَاتِ هِيَ هَاتِ لِمَا تُوْعَدُونَ ﴿۳۵﴾ إِنَّ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا

یہاں ہو سکتا ہے یہاں ہو سکتا ہے جو تم سے وعدہ ہوتا ہے ﴿۳۵﴾ درجہ نہیں یہی جینا ہے یہ

الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۳۶﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا

دنیا کا مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو پھر اٹھائیں نہیں ﴿۳۶﴾ اور پھر نہیں یہ

رَجُلٌ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۳۷﴾

ایک مرد ہے باندھ دیا ہے لہر پر جھوٹ ﴿۳۷﴾ اور اس کو ہم نہیں ماننے والے

قَالَ رَبِّ انصُرْنِي بِمَا كَذَبُونَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ

بول اے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ﴿۳۸﴾ فرمایا اب تھوڑے دنوں میں

لَيُصْبِحَنَّ نَدِيمِينَ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَهُمْ

صبح کو رہ جائیں گے بیچتا تے ﴿۳۹﴾ پھر یزراں کو چٹکھاڑ (سخت آواز) نے تحقیق ﴿۳۹﴾ پھر سردیا ہم نے نہ

غُثَاءً ۚ فَبَعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۰﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ

کوڑا (خاشاک) ﴿۴۰﴾ سو دور ہو جا میں سبھا لوگ ﴿۴۰﴾ پھر پیدا کیں ہم نے

یعنی بظہر کوئی بات اس میں تم سے سرائیں۔

یعنی اس سے بڑی خرابی اور زلت کیا ہوگی کہ اپنے جیسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرا لیا جائے۔

مرنے کے بعد زندہ ہونا | یعنی کس قدر بعید از عقل بات کہتا ہے کہ ہڈیوں کے ریزے مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر انھیں گے؟ ایسی مہمل بات، نئے کو کون تیار ہوگا۔

کفار کا عقیدہ | یعنی کہاں کی آخرت، اور کہاں کا حساب کتاب۔ ہم تو جانتے ہیں یہ ایک دنیا کا سلسلہ اور یہ ہی ایک مرنا اور جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ کوئی پیدا ہوا، کوئی فنا ہو گیا آگے کچھ نہیں۔

رسول کے دعوے کی تکذیب | کہ میں اس کا پیغمبر ہوں اور وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے عذاب و ثواب دے گا۔ یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ خواہ مخواہ جھگڑنے اور رد و سری کرنے سے کیا فائدہ؟

یعنی آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے نا اُمید ہو کر دُعا کی۔

یعنی عذاب آیا چاہتا ہے جس کے بعد بچھتاؤں گے، اور وہ بچھتاؤں نفع نہ دے گا۔

اس سے بظاہر مترشح ہوتا ہے کہ یہ قصہ ”شعور“ کا ہے کہ وہ چٹکھاڑ سے مرے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جیسے سیلاب خس و خاشاک کو بہا لے جاتا ہے، اس طرح عذاب الہی کے سیل میں یہ بے چلے گئے۔

یعنی خدا کی رحمت سے۔

بَعْدِهِمْ قُرُونًا آخَرِينَ ۝۳۱ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا

ن سے پیچھے، ہم قریب
اور نہ آج
کونسی قوم

وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝۳۲ ثُمَّ أَرْسَلْنَا رَسُولَنَا تَتْرَاهُ كُلَّمَا

اور نہ پیچھے رہے
پھر بھیجتے رہے ہم
اپنے رسول
کے بار
جہاں

جَاءَ أُمَّةٌ رَسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

پہنچا کسی امت کے پاس
ان کا رسول
اس کو جھٹلایا
پھر چلانے سے ہم ایک کے پیچھے دوسرے

وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۖ فَبِعَدَا الْقَوْمِ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۳۳ ثُمَّ

اور ان کو الگ الگ کہانیاں
سودور ہو جائیں جو لوگ نہیں مانتے

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ هَارُونَ ۖ يَا بَيْتَنَا وَسُلْطٰنِ

بھیجی ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو
اپنی نشانیاں دے کر

مُبِينٍ ۝۳۴ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ ۖ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا

سند
فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس
پھر گئے برائی کرنے
اور دلوگ

عَالِينَ ۝۳۵ فَقَالُوا أَنْتُمْ مِنْ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا

زور پر چڑھ رہے تھے (مغرور تھے) سو بولے یہاں ہم مانیں گے اپنے برابر کے دو آدمیوں کو
ہم ان کی قوم سے

عِبَادُونَ ۝۳۶ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ۝۳۷

تا اعداد (حد متکا رہے) ہیں
پھر جھٹلایا ان دونوں کو
پھر سو گئے غارت ہونے والوں میں

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝۳۸

اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب
تاکہ دور راہ پائیں

یعنی ہر ایک قوم جس نے پیغمبروں کی تلمذ یہ کی تھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کی جاتی رہی، جو میرا کسی قوم کی تھی ایک منٹ اس سے آگے پیچھے نہ ہوئی۔

رسولوں کی آمد کا پیہم سلسلہ | یعنی رسولوں کا تانتا باندھ دیا۔ یکے بعد دیگرے پیغمبر بھیجے رہے اور مہینے میں بھی ایک کو دہرا کر کے بھیجے چلا کرتے رہے۔ ادھر پیغمبروں کی بعثت کا اور ادھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگا دیا۔ چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کر دی گئیں جن کے قصے کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج ان کی داستاںیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

اس لئے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لے۔۔۔ مگر ضرور کے نشہ نے ان کے دماغوں کو بالکل مختل کر رکھا تھا۔

فرعون کا کبر و غرور | یعنی موسیٰ و ہارون کی قوم (بنی اسرائیل) تو ہماری غلامی کر رہی ہے ان میں کے آدمیوں کو ہم اپنا سردار اس طرح بنا سکتے ہیں۔

یعنی فرعونوں کی بلاست کے بعد ہم نے ان کو تورات شریف مرحمت کی تا لوگ اس پر چل کر جنت اور رضائے الہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔

جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً ۖ وَأَوَيْنَهُمَا إِلَىٰ رُبُوعٍ

بنایا ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی ♦ اور ان کو ٹھکانا دیا ایک ٹیلہ (اوپری زمین) پر

ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ۚ يَأْتِيهَا الرُّسُلُ كُلُّوَا مِنْ

جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی تھا (جاری) ♦ اسے ۲۶ کھاؤ

الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝

سختی چیزیں اور کام کرو بھلا ♦ جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں

وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ۝

اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ

پھر پھوٹ ڈاں کر کر لیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ♦ ہر فرقہ جوان کے پاس ہے اس پر

فَرِحُونَ ۝ فَذَرَهُمْ فِي غَمَرَاتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ أَيْحَسِبُونَ

رہنہ (نازیں ہیں) رہے ہیں ♦ سو چھوڑ دے ان کو بیہوشی (بیہوشی کے ٹکڑے میں ڈوبے) ایک وقت تک ♦ کیا وہ خیال کرتے ہیں

یعنی قدرت الہیہ کی نشانی ہے کہ جہاں سے بن باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا۔ جیسا کہ ”آں عمران“ اور

سورہ ”مریم“ میں اس کی تقریر کی جا چکی۔

حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش شاید یہ وہی ٹیلہ یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی

تھیں۔ چنانچہ سورہ مریم کی آیات ”فَنَسَاذَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَنْ لَا تَمْسُجَ رُكُوعًا وَتَكُنْ تَحْتَكَ سُرْبًا وَهِيَ الْيَكْبُ

بَعْدَ السَّخْلَةِ نَسَاقُطُ عَلَيْكَ رُطْبًا حِينًا“ دلالت کرتی ہیں کہ وہ جگہ بلند تھی۔ نیچے چشمہ یا نہر بہہ رہی تھی۔ اور کھجور کا

درخت نزدیک تھا۔ (کد افسرہ اس کثیر رحمہ اللہ) لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک

ظالم بادشاہ ہیردوس نامی نجومیوں سے سن کر کہ حضرت عیسیٰ کو سرداری ملے گی، لڑکپن ہی میں ان کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔

حضرت مریم الہام ربانی سے ان کو لے کر مصر چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ

”انجیل متی“ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور مصر کا لوٹنا ہونا باعتبار زود نیل کے ہے ورنہ غرق ہو جاتا اور ”ماء معین“ رود نیل ہے بعض

نے ”رہوہ“ (اوپنی جگہ) سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ جس نید پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ

کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔

ربوہ سے مراد کشمیر نہیں | بہرحال اہل اسلام میں کسی نے ”ربوہ“ سے مراد کشمیر نہیں لیا۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلائی۔ البتہ ہرے زمانہ کے بعض زائچین نے ”ربوہ“ سے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے۔ جس کا کوئی ثبوت تاریخی حیثیت سے نہیں۔ محض کذب و دروغ بانی ہے۔ محلہ ”خان یار“ شہر سری نگر میں جو قبر ”نوز آسف“ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت ”تاریخی اعظمی“ کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ ”لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا اور دوسرے ملک سے یہاں آیا“ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا پرلے درجہ کی جیانی اور سفاکت ہے۔ ایسی انکل چوکاس آرائیوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کو باطل ٹھہرانا بجز خطہ اور جنون کے کچھ نہیں اگر اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو اور یہ کہ ”نوز آسف“ کون تھا تو جناب منشی حبیب اللہ صاحب اسٹری کار سالہ دیکھو جو خاص اس موضوع پر نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جس میں اس مہمل خیال کی دجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ فجواہ اللہ تعالیٰ عما وعس سائر المسلمین احسن الحوائ۔

❖ **انبیاء کو اکل حلال اور عمل صالح کا حکم** | یعنی سب پیغمبروں کے دین میں یہی ایک حکم رہا کہ حلال کھا نا حلال راہ سے کر۔ اور نیک کام کرنا۔ نیک کام سب خلق جانتی ہے۔ چنانچہ تمام پیغمبر نہایت مضبوطی اور استقامت کے ساتھ اکل حلال، صدق مقول و نیک اعمال پر موانعت اور اپنی امتوں کو اسی کی تاکید کرتے رہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اسی طرح کا حکم جو یہاں رسولوں کو ہوا، عامہ و مومنین کو دیا گیا ہے۔ اس میں نصاریٰ کی رہبانیت کا بھی رد ہو گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کھا نا پینا، پہننا حرام کا ہو، اسے اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ جو گوشت حرام سے آگاہ ہو، دوزخ کی آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ العیاذ باللہ۔

❖ **یعنی حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ ان کے تمام کھے چھے احوال و افعال سے باخبر ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ یہ رسولوں کو خطاب کر کے امتوں کو سنایا۔**

❖ **تمام انبیاء کا دین و ملت ایک ہے** | یعنی اصوں کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔ لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور خدی راہیں نکال دیں۔ اسی طرح آراء و اہواء کا اتباع کر کے سینکڑوں فرقے اور مذہب بن گئے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھائی۔ ان کے یہاں ازمنہ و ائمہ و غیرہ کے اختلاف سے صرف فروئی اختلاف تھا۔ اصول دین میں سب بائیکہ متفق رہے ہیں۔ عموماً مفسرین نے تبت کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں کہ“ ہر پیغمبر کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے جو اس وقت کے لوگوں میں بگاڑ تھا، اس کا سنوار فرمایا۔ چچھے لوگوں نے جانا انکا حکم جد اجد ہے۔ آخر ہمارے پیغمبر کی معرفت سب بگاڑ کا سنوار (اور سب خرابیوں کا علاج) اکٹھا بتا دیا اب سب دین مل کر ایک دین ہو گیا۔ اور سب قومیں ایک جھنڈے تلے جمع کر دی گئیں۔

❖ **فرقوں کی غلط فہمی** | یعنی سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔

❖ **کفار کو ڈھیل دی گئی** | یعنی جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنہ ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے۔ کسی طرح اس سے ہٹنا نہیں چاہتا، خواہ آپ کتنی ہی فصاحت فرمائیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑے بلکہ تھوڑی سی مہمت دیجئے کہ یہ اپنی غفلت و جہالت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آ پہنچے جب ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ یعنی موت باعذاب الہی ان کے سروں پر منزل نہ لگے۔

أَتَمَّا عُدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَّالٍ وَبَنِينَ ۚ تُسَارِعُ لَهُمْ فِي

کہ یہ جو ہمارے پاس ہیں مال و بچے اس کی طرف سے

الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ

بھلائیوں کی بات نہیں دیکھتے نہیں ﴿۵۵﴾ ایسے لوگ اپنے رب سے خوف سے

رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۚ

انہ پر رحم رکھتے ہیں ﴿۵۶﴾ اور جو لوگ اپنے رب کی آیتیں کرتے ہیں

وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا

اور جو لوگ اپنے رب سے رحم کی شے نہیں دیتے ﴿۵۷﴾ اور جو لوگ دیتے ہیں جو چاہے

أَتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجْهَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۚ

دیتے ہیں اور ان کے دل سر رہے ہیں ﴿۵۸﴾ کہ یہ کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے

أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۚ وَلَا

وہ لوگ دوزخ کو دیکھتے ہیں جلد یاں ﴿۵۹﴾ اور وہ ان پر پہلے سب سے آگے

تُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنْطِقُ

ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی گنجائش کے موافق اور ہمارے پاس لکھا ہوا (کتاب) ہے جو بولتا (جاتا) ہے

بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۚ بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ

حج ﴿۶۰﴾ اور ان پر ظلم نہ ہوگا ﴿۶۱﴾ کوئی نہیں ان کے دل بے ہوش ہیں اس

هَذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّنْ دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا عَمِلُونَ ۚ

طرف سے ﴿۶۲﴾ اور ان کو اور کام گھر سے ہیں اس کے سوا ﴿۶۳﴾ کہ وہ ان کو کر رہے ہیں

◆ **کفار کے مال و اولاد کی حقیقت** | یہی خیال ان کا تھا۔ چنانچہ کہتے تھے۔ "سُحُورُ اَمْوَالِہٖ وَاَوْلَادِہٖا سَحُورٌ" (سہار کوں) یعنی ہم اگر خدا کے ہاں مردود و مغبوض ہوتے تو یہ مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی بہتات کیوں ہوتی۔

◆ یعنی سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ فراوانی ان کی فضیلت و کرامت کی وجہ سے نہیں امیہاں و استدرانج کی بناء پر ہے۔ جتنی و جملہ کی جا رہی ہے اسی قدر ان کی شکوات کا پچا نہ ہرگز ہو رہا ہے۔ "سَسْئَلُہُمْ عَنْ حَبِثٍ لَا یَعْلَمُوْنَ وَاَنْلٰی لَہُمْ اَنْ کَیْدٰی مُنٰبِیْ" (اعراف رکوع ۲۳)

◆ **مومنین کی خشیت** | یعنی باوجود ایمان و احسان کے کفار و مغرورین کی طرح "انکر اللہ" سے مامون نہیں ہمہ وقت خوف خدا سے رراں و ترسا رہتے ہیں نہ معلوم دنیا میں جو اعمالات ہو رہے ہیں استدرانج تو نہیں۔ حسن بصری کا مقولہ ہے۔ "اِنَّ الْفُؤَادَ حَمِیْضٌ اِحْسَانًا وَشَفِیْقٌ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ حَمِیْضٌ اِسْاَءًا وَفُتٰنًا" (مومن ننگی کرتا اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بے فکر ہوتا ہے)

◆ یعنی یہ ت کو یہ وثر عیدوں پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ دھر سے پیش آئے میں حکمت اور جو خبر دی جائے بالکل حق اور جو حکم ملے وہ ہمہ اور ہمواب و مقبول ہے۔

◆ یعنی خاص ایمان و توحید پر قائم ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاص سے ادا کرتے ہیں۔ شرک جلی یا فنی کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔
◆ یعنی یہ جانے و مان قبول ہوا یا نہ ہوا، آگے کا آئے یا نہ آئے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے یہ کھکا لگا رہتا ہے اسے عمل پر مغرور نہیں ہوتے، سچی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔

◆ **خیرات کا اصل مفہوم** | دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ کہ قال تعالیٰ۔ "فَاَسَاغَہُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَخَسْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ" (آل عمران رکوع ۱۵) تو حقیقت اصلی بھلائی اعمال صالحہ، اخلاق حمیدہ اور کمالات فضیلہ میں ہوئی نہ کہ اموال و اولاد میں۔ جیسے کفار کا گمان تھا۔

◆ **شریعت کا کوئی حکم انسانی طاقت سے باہر نہیں** | جتنی و پر جو اعمال و خصال یا ن کئے گئے کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کا انھما انسانی طاقت سے باہر ہو۔ ہماری یہ مادت نہیں کہ لوگوں کو تکلیف مالا یطاق دی جائے۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کو اگر توجہ کرو تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔ اور جو لوگ سابقین کا ملین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے انہیں بھی اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اسی کے مکلف ہیں۔ ہماری یہاں صحائف اعمال میں درجہ بدرجہ ہر ایک کے اعمال لکھے ہوئے موجود ہیں جو قیمت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھ دیے جائیں گے اور ان ہی کے موافق جزا دی جائے گی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی۔ نہ اجر کم کیا جائے گا، نہ بے وجہ بے قصور دوسرے کا بوجھ س پر ڈالا جائے گا۔

◆ **آخرت سے غفلت** | یعنی آخرت کے حساب کتاب سے یہ لوگ مافل ہیں اور دنیا کے دوسرے دھندوں میں پڑے ہیں جن سے نکلنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی جو آخرت کی طرف توجہ کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے دل شک و تردید اور غفلت و جہالت کی تاریک موجوں میں غرقاب ہیں۔ بڑا گناہ تو یہ ہوا، باقی اس سے ورے اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ سمیٹ رہے ہیں۔ ایک دم کو ان سے جدا نہیں ہوتے اور جدا بھی کیونکر ہوں، جو کام ان کی سوء استعداد کی بدولت مقدر ہو چکے ہیں وہ کر کے رہیں گے اور لاچار۔ ان کا خیار ابھی انھما پڑے گا۔

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِم بِالْعَذَابِ إِذَا هُمْ يَجْعَرُونَ ﴿٣٥﴾

یہاں تک کہ جب پکڑیں گے ہم ان کے آسودہ لوگوں کو آفت میں تبھی وہ گئیں گے چلانے

لَا تَجْعَرُوا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تَنْصَرُونَ ﴿٣٦﴾ قَدْ كَانَتْ

مت چلاؤ آج کے دن تم ہم سے چھوٹ نہ سکو گے (چھڑائے نہ جاؤ گے) تم کو

إِنِّي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ تَنْكُصُونَ ﴿٣٧﴾

سناٹی جاتی تھیں میری آیتیں تو تم ایڑیوں پر اٹے بھاگتے تھے

مُسْتَكْبِرِينَ ۖ بِهِ سِيرًا تَهْجُرُونَ ﴿٣٨﴾ أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا

اس سے تکبر کر کے ایک قصہ گو کو چھوڑ کر چلے گئے (قصہ دیکھ کر، کہہ کر چھوڑ جاتے) سو کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا

الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾

اس کلام میں کیا آئی ہے ان کے پاس ایسی چیز جو نہ آئی تھی ان کے پیسے باپ دادوں کے پاس

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ

یہ پہچاننا نہیں انہوں نے اپنے پیغمبر لانے والے کو سوا اس کو اور پر سمجھتے (نہیں مانتے) ہیں یا

يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ وَكَثُرُهُمْ

کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے ان کے پاس سچی بات اور اس بہتوں کو سچی

لِلْحَقِّ كَرِهُونَ ﴿٤١﴾ وَلَوْ أَتَبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ

بات بری لگتی ہے اور اگر سچا رہ چلے ان کی خوشی پر تو خراب ہو جائیں

اللہ کی پکڑ کے وقت کفار کی چیخ پکار

یعنی جب ذنبوی یا اخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو چھائیں گے اور شور مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ بھلا وہاں بچانے والا کون؟ حکم ہوگا کہ چلاؤ نہیں، یہ سب چیخ پکار بیکار ہے۔ آج کوئی

تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا نہ ہمارے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ چنانچہ اس عذاب کا ایک نمونہ کفار مکہ کو بدر میں دکھایا گیا جہاں ان

کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا قید ہو گئے۔ عورتیں مہینوں تک ان کا لوح کرتی رہیں، سر کے بال کٹوا کر ماتم کئے گئے۔ روئے پٹے، چھینے چدئے، کچھ بن نہ پڑا۔ ایک مرتبہ جب حضورؐ نے مقابلہ سے تنگ کر بدعا فرمائی تو سات سال کا قحط مسلط ہوا مردار کی ہڈیاں اور چمڑے کھانے اور خون پینے کی نوبت آگئی، آخر رحمتہ معاملین سے رحم کا واسطہ دیکر دعا کی درخواست کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب اٹھایا۔ اس وقت نہ "لات و منات" کام آئے نہ بیل و ناکد۔

◆ **کفار کو تنبیہ** | یعنی اب کیوں شور مچاتے ہو، وہ وقت یاد کرو، جب خدا کے پیغمبر آیات پڑھ کر سنتے تھے تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے، سننا بھی گوارا نہ تھا۔ تمہاری شہنی اور تکبر اجازت نہ دیتا تھا کہ حق کو قبول کرو اور پیغمبروں کی بات پر کان دھرو۔

◆ **یعنی پیغمبر کی مجلس سے ایسے بھاگتے تھے گویا کسی فضول قصہ گو چھوڑ کر چلے گئے** یا سامرا انہجروں کا مطلب یہ ہے کہ رات کے وقت حرم میں بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام اور قرآن کریم کی نسبت باتیں بناتے اور طرح طرح کے قصے سناتے تھے، کوئی جا دو کہتا تھا، کوئی شاعری، کوئی کہانت، کوئی کچھ اور۔ اسی طرح کی بکواس اور یہودہ بندیں کیا کرتے تھے۔ آج اس کا مزہ چکھو۔ چٹنے چلانے سے کچھ حاصل نہیں۔

◆ **قرآن میں غور و فکر کی اہمیت** | یعنی قرآن کی خوبیوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ درحقیقت حال مشکف ہو جاتی کہ ہا شب یہ کلام اللہ جل شانہ کا ہے جس میں ان کی بیماریوں کا صحیح علاج بتایا گیا ہے۔

◆ **قرآن کا نزول کوئی نیا واقعہ نہیں ہے** | یعنی نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں، پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے تابع ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اترتی رہی ہیں۔ کبھی کہیں، کبھی کہیں۔ سو یہ کوئی انوکھی بات نہیں جس کا نمونہ جنت سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اکمل ترین، اشرف ترین کتاب اب آئی اس شان و مرتبہ کی پہلے نہ آئی تھی اس کا مستحق یہ تھا کہ اور زیادہ اس نعمت کی قدر کرتے اور آگے بڑھ کر اس کی آواز پر لبیک کہتے۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کئی تنبیہ | تنبیہ یہاں "آباء اولین" سے آباء ابعدين مراد ہوں۔ اور سورہ "یس" میں جو آیا ہے۔ "لنذر قومًا ما تدرأ ما أولئک" وہاں آباء اقربین کا ارادہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ **آنحضرتؐ سے کفار کا اعراض انکی ضد کی وجہ سے ہے** | یعنی کیا اس سے اعراض و تکذیب پر تھے ہوئے ہیں کہ ان کو پیغمبر کے احوال سے آگاہی نہیں، حالانکہ سارا عرب جانتا ہے کہ آپؐ یحییٰ بن صادق و امین اور عقیف و پاکباز تھے۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے بادشاہ حبشہ کے سامنے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے نائب کسری کے آگے اور ابوسفیانؓ نے ہیست کفر قیصر روم کے دربار میں اسی چیز کا اظہار کیا۔ پھر ایسے مشہور و معروف راستہ باز بندہ کی نسبت کیسے مان کیا جاسکتا ہے۔ وہ (العیاذ باللہ) خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔

◆ **آنحضرتؐ حق کے مبلغ ہیں** | یعنی سودائیوں اور دیوانوں کی باتیں کہیں ایسی کھری اور سچی ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی محض زبان سے کہتے تھے، دل ان کا جانتا تھا کہ بیشک جو کچھ آپؐ نے جی میں حق ہے۔ پر حق بات چونکہ ان کی غرض و خواہشات کے موافق نہ تھی۔ اس لئے بری لگتی تھی اور قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔

السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَهُمْ بِذِكْرِهِمْ

آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے ۛ کوئی نہیں ہم نے پہنچائی ہے ان کو ان کی نصیحت ۛ

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ۝۵۱ أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا

سو وہ اپنی نصیحت کو ۛ حیا نہیں کرتے ۛ یا تو ان سے ۛ گنت ہے خرچہ

فَخَرَابُ رِبِّكَ خَيْرٌ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّزَاقِينَ ۝۵۲ وَإِنَّكَ

سو حصول تیرے رب کا بہتر ہے ۛ اور وہ ہے بہتر روزی دینے والا ۛ اور ۛ

لَتَدْعُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۵۳ وَإِنَّ الَّذِينَ

بلاتا ہے ان کو ۛ سیدھی راہ پر ۛ اور جو لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكَيِّبُنَّ ۝۵۴ وَلَوْ

نہیں مانتے آخرت کو ۛ راہ سے ہٹے ہو گئے ہیں ۛ اور ۛ

رَحْمَتُهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لِّلْجَوَا فِي طُغْيَانِهِمْ

ہم ان پر رحم کریں ۛ اور کھول دیں جو تکلیف پہنچی ان کو ۛ تو بھی برابر لگے رہیں گے اپنی شرارت میں

يَعْمَهُونَ ۝۵۵ وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا

بیکے ہوئے ۛ اور ہم نے پکڑا تھا ان کو ۛ آفت میں ۛ پھر نہ مایوسی کی

لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ ۝۵۶ حَتَّىٰ إِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَابًا ذَا

اپنے رب کے ۛ آگے اور نہ گڑبڑائے ۛ یہاں تک کہ جب کھول دیں ہم ان پر دروازہ ۛ

عَذَابٍ شَدِيدٍ إِذَا هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ۝۵۷ وَهُوَ

تخت آفت کا ۛ تب اس میں ان کی آس و تسکین ۛ

❖ یعنی سچی بات بری لگتی ہے تو لگنے دو۔ سچائی اس کی خوشی اور خواہش کے تابع نہیں ہو سکتی۔ اگر سچ خدا ان کی خوشی اور خواہش ہی پر چلا کرے تو وہ خدا ہی کہاں رہے۔ معذ اللہ بندوں کے ہاتھ میں ایک کٹ پتلی بن جائے۔ ایسی صورت میں زمین و آسمان کے یہ محکم انتظامات کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔ اگر ایک چھوٹے سے گاؤں کا انتظام محض لوگوں کی خواہشات کے تابع کر دیا جائے، وہ بھی چار دن قائم نہیں رہ سکتا چہ یکہ زمین و آسمان کی حکومت۔ کیونکہ عام خواہشات نظام عقلی کے مزاحم اور باہمدگر بھی متناقض واقع ہوتی ہیں۔ عقل و ہوا کی کشمکش اور ابوئے مختلفہ کی لڑائی میں سارے انتظامات درہم برہم ہو جائیں گے۔

❖ جس کی وہ تمنا کیا کرتے تھے۔ ”لَوَانِ عِنْدَ مَا دُخِرَ اَمْصَ الْاَوْلَیْسَ لَکُمَا عِبَادُ اللّٰهِ الْمُحْلَصَیْنِ“ (الصفحات رکوع ۵)

❖ جب آگنی اور مٹی آئی جس سے ان کو قومی حیثیت سے عظیم الشان فخر و شرف حاصل ہوا، تو اب منہ پھیرتے ہیں اور ایسے اعلیٰ فضل و شرف کو ہاتھ سے نواتے ہیں

❖ نبی کی دعوت بے لوث ہے | یعنی آپ دعوت اور تبلیغ اور نصیحت و خیر خواہی کر کے ان سے کسی معاوضہ کے بھی طلبکار نہیں۔ خدا تعالیٰ نے مارین کی جو دولت آپ کو مرحمت فرمائی ہے، وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔

❖ مختصر کی دعوت صراطِ مستقیم کی طرف ہے | یعنی آپ کے صدق و امانت کا حال سب کو معلوم ہے۔ جو کلام آپ اے اس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ معذ اللہ آپ کو خصلِ امارت نہیں، ان سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں، جس رستہ کی طرف آپ بلا تے ہیں باطل سیدھا و رصاف راستہ ہے جس کو ہر سیدھی عقل والا سہولت سمجھ سکتا ہے کوئی سچا سچ نہیں بیڑھا تر چھا نہیں۔ باب اس پر چلنا ان ہی کا حصہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں و اپنی بد انجامی سے ڈرتے ہوں، جسے انجام کا ڈر اور عاقبت کی فکر ہی نہیں، وہ کب سیدھے راستہ پر چلے گا، یقیناً نیزھا رہے گا۔ اور سیدھی سی بات کو بھی اپنی کجروی سے کج بنا دے گا۔

❖ یعنی تکلیف سے نکال کر رام دیں تب بھی احسان نہ مانیں اور شرارت و سرکشی سے باز نہ آئیں۔ حضرت کی دعا سے ایک مرتبہ مکہ والوں پر قحط پڑا تھا، پھر حضرت ہی کی دعا سے کھل۔ شاید یہ اسی کفر مایہ یا یہ مطلب ہے کہ اگر ہم اپنی رحمت سے ان کے نقصان کو دور کر دیں۔ یعنی قرآن کی سمجھ دے دیں۔ تب بھی یہ لوگ اپنے ازلی خسران اور سوء استعداد کی وجہ سے اطاعت و انقیاد اختیار کرنے والے نہیں کما قال تعالیٰ ”وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْہُمْ حَیْرًا لَّاسْمَعُہُمْ وَلَوْ اَسْمَعُہُمْ لَتَوَلَّوْا وَّہُمْ مُّعْرِضُوْنَ“ (انفال رکوع ۳)

❖ مثلاً قحط وغیرہ آفات مسلط ہوئیں۔ تب بھی عاجزی کر کے خدا کی بات نہ مانی۔

❖ کفار پر آفت | اس سے یا تو آخرت کا عذاب مراد ہے یا شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھانا جس میں تھک کر عاجز ہوئے۔

الَّذِي أَنْشَأَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۖ قَلِيلًا

اسی نے بنا دیے تمہارے

کان اور آنکھیں اور دل

تم بہت تھوڑے

مَّا تَشْكُرُونَ ﴿۸۹﴾ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَ

حق مانتے ہو

اور اسی نے تم کو پھیلا رکھا ہے

اور زمین میں

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۹۰﴾ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ

اسی کی طرف جمع ہو کر جاؤ گے

اور وہی ہے جاتا

اور اس کا اور راتا

اُخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۹۱﴾ بَلْ قَالُوا

کام سے بدلنا رات اور دن کا

سو کیا تم کو سمجھ نہیں

کوئی بات نہیں یہ تو وہی کہہ رہے ہیں

مِثْلَ مَا قَالِ الْأَوَّلُونَ ﴿۹۲﴾ قَالُوا آءِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا

جیسا کہا کرتے تھے پہلے لوگ

کہتے ہیں کیا جب ہم مر گے

اور ہو گئے مٹی

وَعِظَامًا ؕ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۹۳﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا

اور بذریعہ کی ہم کو زندہ ہو کر اٹھنے سے (جل اٹھائیں گے) وعدہ دیا جاتا (چکا) ہے ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو

هَذَا مِنْ قَبْلُ ۖ إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۹۴﴾ قُلْ

یہ پہلے سے

اور کچھ بھی نہیں

یہ نقلیں ہیں پہلوں کی

تو کہہ

لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۹۵﴾ سَيَقُولُونَ

کس کی ہے زمین

اور جو کوئی اس میں ہے

بتاؤ اگر تم جانتے ہو

اب کہیں گے

لِلَّهِ ۖ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۹۶﴾ قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ

سب کچھ اللہ کا ہے تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں

تو کہہ

کون ہے، ایک ساتوں آسمانوں کا

انسانوں کی ناشکری | کانوں سے اس کی آیات تنزیلیہ کو سنو اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ کو دیکھو اور دلوں سے دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان نعمتوں کا شکریہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو ان کے کام میں لاتے لیکن ایسا نہ ہوا۔ اکثر آدمیوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بے جا خرچ کیا۔

وہاں ہر ایک کو شکر گزاری اور ناشکری کا بدلہ مل جائے گا۔ اس وقت کوئی شخص یا کوئی عس فیہ حاضر نہ ہو سکے گا۔ جس نے پھیلا یا اس کو سینٹا کیا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ | زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ، یا اندھیرے سے اجال اور اجالے سے اندھیرا کر دیتا جس کے قبضہ میں ہے اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ زندہ کر دے اور آنکھوں کے آگے سے ظلمت جہل کے پردے اٹھا دے۔ جس کے بعد حقائق اشیاء ٹھیک ٹھیک منکشف ہو جائیں، جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ فبصرک الیوم جدید۔

مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار کے احمقانہ شکوک | یعنی عقل و فہم کی بات کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کئے چلے جا رہے ہیں، وہ ہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو ان کے پیشرو کیا کرتے تھے۔ یعنی مٹی میں مل کر در در پر یزہ ہو کر ہم کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ ایسی دور از عقل باتیں جو ہم کو سنائی جا رہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کہی گئی تھیں۔ لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذروں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بننے نہ دیکھا۔ ہونہ ہو یہ سب قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے۔ اور اب ان ہی کی نقل کی جا رہی ہے۔

اللہ کی حاکمیت کا بیان | کہ جس کا قبضہ ساری زمین اور زمینی چیزوں پر ہے۔ کیا تمہاری مشیت خاک اس کے قبضہ سے باہر ہوگی؟

وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۹۹﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ أَفَلَا

اور مالک اس بڑے تخت کا ﴿۹۹﴾ سب بتائیں گے اللہ کو تو کہہ

تَتَّقُونَ ﴿۱۰۰﴾ قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ

تم ڈرتے نہیں ﴿۱۰۰﴾ تو کہہ کس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ ہی جیتا —

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۰۱﴾ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ

اور اس سے کوئی بھی نہیں سکتا ﴿۱۰۱﴾ بتاؤ اگر تم جانتے ہو سب بتائیں گے اللہ کو

قُلْ فَأَنِّي تُسْحَرُونَ ﴿۱۰۲﴾ بَلْ أَتَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَإِنَّهُمْ

تو کہہ پھر کہاں سے تم پر جادو آ پڑتا ہے ﴿۱۰۲﴾ کوئی نہیں ہم نے ان کو پہنچایا اور

لَكَذِبُونَ ﴿۱۰۳﴾ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ

البتہ جھوٹے ہیں ﴿۱۰۳﴾ اللہ نے کوئی بیٹا نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ

مِنْ إِلَهِ إِذَا الذَّهَبَ كُلُّ إِلَهٍِ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ

کسی کا حکم ہے ﴿۱۰۴﴾ یوں ہوتا تو ہے جاتا ہر حکم والا اپنی بنائی چیز کو اور چڑھائی کرتا

عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحَنَ اللَّهُ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿۱۰۵﴾ عِلْمِ الْغَيْبِ وَ

ایک پر ایک ﴿۱۰۵﴾ اللہ نرا (پاک) ہے ان کی بتلائی باتوں سے ﴿۱۰۵﴾ جاننے والے چھپے اور

الشَّهَادَةِ فَتَعَلَّىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۰۶﴾ قُلْ رَبِّ إِمَّا تُرِيْنِي

کھلے کا ﴿۱۰۶﴾ وہ بہت اور ہے اس سے جس کو شریک بتلاتے ہیں ﴿۱۰۶﴾ تو کہہ اے رب اگر تو دکھائے گا مجھ

مَا يُوْعَدُونَ ﴿۱۰۷﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱۰۸﴾

کو جو ان سے وعدہ ہوا ہے ﴿۱۰۷﴾ تو اے رب مجھ کو نہ کریو ان گنہگاروں میں ﴿۱۰۸﴾

کہ اتنا بڑا شہنشاہ مطلق تہا ری ان گستاخیوں اور نافرمانیوں پر تم کو دھڑکھینے۔ کیا یہ انتہائی گستاخی نہیں کہ اس شہنشاہ مطلق کو ایک ذرہ بے مقدار سے عاجز کر دینے لگے۔

یعنی ہر چیز پر ہی کا اختیار چلتا ہے جس کو چاہے وہ پناہ دے سکتا ہے۔ لیکن کوئی دوسرا اس کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا۔

جس سے مسحور ہو کر تم ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہو کہ ایسی موتی باتیں بھی نہیں سمجھ سکتے جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہ ہی ہوا اور ہر چیز اسی کے زیر تصرف و اقتدار ہوئی، تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اس کے قبضہ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائیں گے کہ نہ پر وہ قادر مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کر سکے گا۔

یعنی دلائل و شواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ اُس سے کہا جا رہا ہے وہ بوجھ اور حق ہے اور وہ لوگ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔

توحید کے مشاہداتی دلائل | یعنی زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا تنہا مالک و مختار وہ ہی ہے نہ اسے بننے کی ضرورت نہ مددگار کی، نہ اس کی حکومت و فرمانروائی میں کوئی شریک جسے ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہو۔ ایسا ہوتا تو ہر ایک با اختیار حاکم اپنی رعایا کو بے کر علیحدہ ہو جاتا اور اپنی جمعیت فراہم کر کے دوسرے پر چڑھائی کر دیتا اور عالم کا یہ مضبوط و محکم نظام چند روز بھی قائم نہ رہ سکتا۔ سورۃ انبیاء کی آیت ”لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا“ کے فوائد میں اس کی تقریر کی جا چکی ہے ملاحظہ کر لی جائے۔

کیا خدا کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کے آگے کوئی دم مار سکے یا ایک ذرہ اس کے حکم سے باہر ہو سکے۔ یعنی جس کی قدرت عامہ و عامہ کا حال پہلے بیان ہو چکا اور علم محیط ایسا کہ کوئی ظاہر و باطن اور غیب و شہادت اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کی حکومت میں کیا وہ چیزیں شریک ہو گئی جن کی قدرت اور علم وغیرہ سب صفات محدود و مستعار ہیں؟ استغفر اللہ۔

مومنین کو ایک دعاء کی ہدایت | یعنی حق تعالیٰ کی جناب میں ایسی گستاخی کی جاتی ہے تو یقیناً کوئی سخت آفت آکر رہے گی۔ اس لئے ہر مومن کو ہدایت ہوئی کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر یہ دعاء مانگے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو ابھی مجھ کو اس کے ذیل میں شامل نہ کرنا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ”وَدَارُ الدُّنْيَا فِي قَوْمٍ فَفَسَنَ فَاقْبَضُ عِيْرَ مَفْتُونٍ“ مطلب یہ ہے کہ خداوند اہم کو ایمان و احسان کی راہ پر مستقیم رکھے۔ کوئی ایسی تقصیر نہ ہو کہ العیاذ باللہ تیرے عذاب کی پیٹ میں آجائیں۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ ”وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الْبَاطِلَ ظَالِمًا مِّنْكُمْ خَاصَّةً“ (انفال رکوع ۳) یہاں حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا ہے اور یہ قرآن کریم کی عام عادت ہے۔

وَلَا تَأْتِي عَلَى أَنْ تُرِيكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَدْ سُرُونُ ۝۱۵ اِدْفَعْ بِأَلْتِي

وہ ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو خطا دیں جو ان سے وعدہ کر دیا ہے بری بات کے جواب میں

هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ۖ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ۝۱۶ وَ

وہ کہہ جو بہتر ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بتاتے ہیں

قُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيْطَانِ ۝۱۷ وَأَعُوذُ

کہہ اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی چھیڑ سے

بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونَ ۝۱۸ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

تیری چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس آئیں یہاں تک کہ جب پہنچے ان میں کسی کو موت

قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۝۱۹ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ

کہے اے رب مجھ کو پھر بھیج دو شاید کچھ میں بھلا کام کر لوں اس میں جو مجھے چھوڑ آیا

كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِنْ وَرَاءِ بَهِمٍ

برگزن نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے

بَرْزَخُ لَيْلٍ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝۲۰ فَإِذَا نَفَخَ فِي الصُّورِ

پردہ ہے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں پھر جب پھونک دیں صور میں

فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝۲۱ فَمَنْ

تو نہ قرابتیں ہیں ان میں اس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے

تَقُلْتُ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝۲۲ وَمَنْ

بھاری ہوئی تول تووی لوگ کام لے لکے اور جس کی

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

جو ہار بیٹھے

سو ہی لوگ ہیں

ملکی نعلی تول

أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلَفَهُمْ وَجُوهَهُمْ

بھوس دے گی ان کے منہ کو

دوزخ ہی میں رہا کریں گے

اپنی جان

النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ أَيْتِي تَتْلِي

کیا تم کو سنائی نہ تھیں ہماری

آگ اور وہ اس میں بد شکل ہو رہے ہوں گے (ہیں) ♦

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ

اے رب زور کیا

بولے

پھر تم ان کو جھٹلاتے تھے ♦

آیتیں

عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا

اے ہمارے رب نکال لے ہم کو

اور ہے ہم لوگ بھٹکے ہوئے

ہم پر ہماری تم سختی نے

مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَؤْا فِيهَا

اس میں سے اگر ہم پھر کریں

فرمایا پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اس میں

تو ہم گنہگار ♦

اس میں سے

وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي

میرے بندوں میں

ایک فرقہ تھا

اور مجھ سے نہ بدلو

يَقُولُونَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَبِيرٌ

جو کہتے تھے اے رب ہمارے ہم یقین لائے سو معاف کر ہم کو اور رحم کر ہم پر اور تو سب رحم والوں سے

الرَّحِيمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سَخِرَیًّا حَتَّىٰ أَنسَوَكُمُ

یہاں تک کہ بھوس گئے ان کے پیچھے

پھر تم نے ان کو ٹھنڈوں میں پڑا

بہتر ہے ♦

دوزخ کی ہولناک سزا | جتے جلتے بدن سوچ جائے گا، نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا پھول کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا، اور زبان باہر نکل کر زمین میں لٹکتی ہوئی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے (اللَّهُمَّ اخفطنا مِنهُ وَمِنْ سَائِرِ الرِّعَاعِ الْعِدَابِ)

کفار کو ان کی تکذیب پر تنبیہ | یعنی اس وقت ان سے یوں کہیں گے۔ گویا جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے، اب انکھوں سے دیکھ لو چلی تھیں یہ جھوٹی؟

کفار کا اعتراف گناہ اور پچھتاوا | یعنی اعتراف کریں گے کہ بیشک ہماری بدنیتی نے دھکا دیا جو سیدھے راستے سے بہک کر سبکی ہوئی تھی۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ ازراہ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ایسا کریں تو گنہگار، جو سزا چاہے دیجئے گا۔

کفار کو حق تعالیٰ کا جواب | یعنی بگ بگ مت کرو، جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد پھر فریاد منقطع ہو جائے گی۔ مجوز فیرو شہیق کے کچھ کلام نہ کر سکیں گے۔ العیاذ باللہ۔

ذِكْرِي وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ ﴿۱۳﴾ إِنِّي جَزَيْتُهُمْ

میری یاد میں تھے اور تم ان میں سے ہنسنے لگے تھے ﴿۱۳﴾ میں نے انہیں سزا دی

الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا ۖ إِنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۱۴﴾ قُلْ كَمْ

آج کے لیے ان کے صبر کرنے کا بدلہ (کامیابی) ہے ﴿۱۴﴾ کہ تم کہو کتنے

لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿۱۵﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ

تم نے زمین میں رہنے کی مدت سنیوں کے برابر تھی ﴿۱۵﴾ انہوں نے کہا ہم ایک یا دو

بَعْضَ يَوْمٍ فَسَلِ الْعَادِّينَ ﴿۱۶﴾ قُلْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا

کچھ دنوں سے تو پھر پوچھ لو ان لوگوں سے ﴿۱۶﴾ کہ تم اس میں بہت نہیں سمجھو ایسی بات

لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۷﴾ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ

اگر تم جانتے ہو تو پھر ﴿۱۷﴾ کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا

عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَاتُرجِعُونَ ﴿۱۸﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ

بے نیازی اور تم ہمارے پاس نہیں لوٹو گے ﴿۱۸﴾ سو بہت اونچا ہے اللہ مالک

الْحَقُّ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ﴿۱۹﴾ وَمَنْ

سچا ہے کوئی خدا نہیں اس کے سوا ﴿۱۹﴾ اور بڑی عزت کے تخت کا مالک

يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ ۚ فَإِنَّمَا

پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا (خدا) جس کے لیے کوئی دلیل نہیں اس کے پاس ﴿۲۰﴾

حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ط إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿۲۱﴾ وَقُلْ

اس کا حساب ہے اس کے رب کے نزدیک ﴿۲۱﴾ اور کہو کہ کافروں کا

یعنی دنیا میں مسلمان جب اپنے رب کے آگے دعا استغفار کرتے تو تم کو کسی سوجھتی تھی۔ اس قدر ٹھنھا کرتے اور ان کی نیک خصلتوں کا اتنا مذاق اڑاتے تھے کہ ان کے پیچھے پر کرتے مجھے بھی یاد نہ رکھا، گویا تمہارے سر پر کوئی حکم ہی نہ تھا جو کسی وقت ان حرکتوں پر نوٹس لے اور ایسی سخت شرتوں کی سزا دے سکے۔

صبر کرنے والوں کا اجر | پیارے مسلمانوں نے تمہاری ربانی اور عملی ایذاں پر صبر کیا تھا، آج دیکھتے ہو تمہارے با مقابل ان کو کیا پھل ملا۔ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کا سیلاب و ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت | جتنی فرشتوں سے۔ جنہوں نے ہر نئی مدیٰ سن رکھی ہے یہ بھی گناہ ہوگا۔ "زمین میں رہنا" یعنی قبر میں رہنا یا دنیا کی عمر، یہ بھی وہاں تھوڑی نظر ہے گی۔ یہ پوچھنا اس واسطے کہ دنیا میں خدا کی ستابی کیا کرتے تھے، اب جانا کہ شباب ہی آیا۔ کذافی موضح القرآن۔

یعنی واقعی دنیا کمر تھوڑی ہی تھی۔ یس اگر اس بات کو پیغمبروں کے کہنے سے دنیا میں سمجھ لیتے تو کبھی اس متاعِ فانی پر مغرور ہو کر انجسار سے غافل نہ ہوتے ورنہ وہ گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کی زائل و فانی لذتوں میں پڑا کرانچکا کیا۔

دوسری زندگی کے بغیر حیات دنیا بے مقصد ہے | یعنی دنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا۔ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو گویا یہ سب کا رخا نہ محض کھیس تھا جسے ارے بے نتیجہ تھا۔ سو حق تعالیٰ کی جناب سے بہت بند ہے کہ اس کی نسبت ایسا ریک خیال کیا جاے۔

جب وہ بالا و برتر، شہنشاہ، مالک سی الاطلاق ہے تو ہونہیں سکتا کہ اقداروں اور بحریموں کو یوں کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دے۔

یعنی وہاں حساب ہو کر مقدمہ جرم کے موافق سزا دی جائے گی۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ۝

اے رب معاف کر اور رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے

آیتھا ۶۳ (۲۳) سُورَةُ النُّورِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳) زُكُو عَاتَهَا ۹

سورۃ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چونتیس آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ

یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری اور فرض کی اور اس میں پرل زہم کی اور آیتیں اس میں بے شک صاف

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ

تا کہ تم یاد رکھو تاکہ تم یاد رکھو عداکاری کرنے والی عورت اور مرد

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْ كُفْرُهَا رَأْفَةً

ہر ایک کو دونوں میں سے سو سوڑے اور نہ آوے تم کو ان پر نرمی

ایک استغفار کی تعلیم یعنی ہماری تفصیلات سے درگزر فرما اور اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں سرفراز کر۔ تیری رحمت نہایت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔

ان آیات کی فضیلت "الحسبکم" سے ختم سورت تک کی یہ آیتیں بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں، جس کا ثبوت ہمیں احادیث سے، و اسے اور مشائخ نے تجربہ کیا ہے۔ چاہئے کہ ان آیات کا ورد رکھا جائے، خاتمہ پر وہ دعا تہرکہ "وَقَدْ نَزَّلْنَا نَقْلًا رَتَامًا" جو رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمائی، کیونکہ اس کے الفاظ ان آیات کے مناسب ہیں۔ "اللَّهُمَّ اِنِّیْ طَلَعْتُ نَفْسِیْ طَلْعًا کَثِیْرًا وَّاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاعْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَفُوْدُ الرَّحِیْمُ" تم سورۃ المؤمنوں کے صفوں پر حوصلہ و مدد و رحمت تو لے لو و جس کو حوصلہ اکمال بقیۃ الفوائد۔

سورۃ النور

سورۃ نور کی فضیلت کا بیان یہ سورت بعض نہایت ضروری احکام و حدود، امثال و مواعظ، حقائق و حمید اور بہت ہی ہم تمہیبات و اصلاحات پر مشتمل ہے اس کا سب سے زیادہ مقرر اور مستحق آموز حصہ وہ ہے جس کا تعلق قصہ "اقرب" سے ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جو جھوٹی تہمت لگائی تھی اس میں بعض سادہ دل اور مخلص مسلمانوں کے پائے استقامت کو بھی قدرے غرش ہو گئی تھی۔ جس کا خطرناک اثر نہ صرف عائشہ صدیقہؓ کی پوزیشن پر پڑتا تھا بلکہ ایک حیثیت سے خود پیغمبر حبیبہ اسلوۃ واسلام کی بارگاہ مجدد و شرف تک پہنچتا تھا۔ اس لئے سرورِ نبیؐ ہوا قرآن کریم پر رے استہمام و رقوت سے یہی خوفِ کَل خط کاری یا فسطی جہمی کی صدمت کرے اور ہمیشہ کے لئے یہاں مردوں کے کان کھوں دے کہ آئندہ کبھی دشمنوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ایسی ٹھوکر نہ کھائیں۔ پیغمبر حبیبہ اسلام کا مرتبہ رفیع یا مہبات المؤمنین کی پاک و محترم حیثیت ایسی نہیں جس کے سمجھنے اور یاد رکھنے میں کوئی مسلمان کسی وقت بھی ذرا سہارا ملے اور رکھے۔ شاید اسی لئے سورت کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا۔ "سُورَةُ النُّورِ اَنْزَلْنَاهَا وَهِيَ صَافَةٌ" الخ تا جہی طہیں سمجھ لیں کہ اس کے منہ میں یہ خاص ہیبت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے مستحق ہیں۔ اور جو صاف صاف جہتیں و کھری کھری باتیں اس سورت میں بیان فرمائی گئی ہیں، اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان کو حرز جان بنائے اور یاد رکھے۔ ایک منٹ کے لئے اس سے غفلت نہ کرے ورنہ دین و دنیا کی تباہی ہے۔

زنا کرنے والوں کی سزا | یہ سزا اس زانی اور زانیہ کی ہے جو زنا و عاقل، بالغ اور نکاح کے ہوئے نہ ہو یا نکاح کرنے کے بعد ہم بستری نہ کر چکے ہوں اور جو زنا نہ ہو اس کے بچے نہ رہ گئے ہیں، اس کا حکم پانچویں پارہ کے ال رکوع کے ختم پر مذکور ہے۔ اور جو باطل یا بالغ نہ ہو وہ مکلف ہی نہیں۔

محض کون ہے؟ | اور جس مسلمان میں تمام صفتیں موجود ہوں (خریت، بلوغ، عقل، نکاح و ہم بستری سے فرغ) ایسے شخص کو "محض" کہتے ہیں۔ اس کی سزا "رجم" (سنگ مارنا) ہے جیسا کہ سورۃ مائدہ میں "تورات" کے حوالہ سے فرمایا "وَكَيْفَ يُحْكَمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ" الخ اور وہ حکم اللہ رحمت جیسا کہ وہاں کے فوائد میں گذر چکا۔ چنانچہ نبی کریمؐ نے اسی کے مرقع فیض کیا اور فرمایا "الْبُيُوتُ اَوَّلُ مِنْ اَخِيَا" امرک اذا ماتوا ف" (خدا یا میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وہ اسے منہ چکے تھے) پھر نہ صرف ان یہود کو بلکہ جس قدر واقعات اس قسم کے پیش آئے ان سب میں زانی محض کو یہی سزا دی گئی اور آپؐ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا مثل برابر اسی قانونِ رجم پر رہا۔ بلکہ بل سنت و جماعت میں کسی ایک شخص نے بھی اس سے اختلاف کی جرأت نہ کی۔ گویا سنت متواترہ اور اجماع اہل حق نے بتا دیا کہ اس مسئلہ میں شریعت محمدیہ نے تورات کے حکم کو باقی رکھا ہے جیسا کہ قتلِ عمد کی سزا قتل ہونا قرآن کریم نے بخواتین بیان فرمایا تھا "وَكُنُصَا عَلَيْهِمُ فِيهَا اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ" الخ اور مرتدین کے قتل کا بھی اسرائیل کو حکم دینا سورہ بقرہ میں بیان کیا گیا "فَوُتُوْا اِلٰى سَارِكُكُمْ فَاَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ" پھر ان ہی احکام کو امت محمدیہ کے حق میں بھی قائم رکھا گیا۔ شاید رجم محض اور مسئلہ قصاص کو قتل کرنے کے بعد جو بڑی شدت و تاکید سے ترک حکم سماۃ اول اللہ کی برائی بین فرمائی اور آخر میں ارشاد ہوا "وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ فَاَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ" الخ اس سے یہی غرض ہے تورات کے یہ احکام اب قرآن کے زیر حفاظت ہیں جن کے قائم رکھنے میں پیغمبر کو کسی کی اجواء و آراء کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ نہ آپؐ نے پروا کی نہ آپؐ کے خلفاء نے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب رجم محض کے متعلق یہ اندیشہ ہوا بلکہ شکوف ہو گیا کہ گے چل کر بعض زانیوں اس کا انکار کرنے لگیں گے (چنانچہ انہوں نے وہاں سے زمانے کے ایک مسوخ فرقہ لے لیا) تو آپؐ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ و تابعین کے مجمع میں اس حکم خداوندی کا بہت شد و مد سے اعلان فرمایا اور اس میں قرآن کی آیات کا حوالہ دیا جس میں رجم محض کا صریح حکم تھا اور جس کی تلاوت کو بعد میں منسوخ ہو گئی مگر حکم برابر باقی رہا۔ تبس | کسی آیت کا محض منسوخ احوال و برون اور حکم باقی رہا یہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی تحقیق ان مختصر فوائد میں درج نہیں ہو سکتی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مستفاد تفسیر قرآن کتب کی ذمت آئی تو وہاں سمجھا جائے گا۔

فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ

اللہ کے دین چلانے میں اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور اچھے دن پر

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ ۝۱۰ الزَّانِي

اور وہ جن میں سے کچھ (ان کی عداوت) چھوٹے مسلمان بدکار

لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً ۖ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا

نہیں نکاح کرتا مگر عورت بدکار سے یا شرک والی سے اور بدکار زانیہ سے نکاح نہیں کرتا

إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۖ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۱

مگر بدکار مرد یا شرک والے اور یہ حرام ہو جائے ایمان والوں پر

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والوں کو (یا کداسوں کو) پھر نہ آتے چار مرد

شُهَدَاءَ ۖ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً ۖ وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ

شہادت شہداء تو ماروان کو کی دڑے اور نہ مائدہ ان کی کوئی

شَهَادَةٌ أَبَدًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝۱۲ إِلَّا الَّذِينَ

گواہی کسی اور وہی لوگ ہیں فاسقان مگر جنہوں نے

تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

توبہ کر اس کے پیچھے اور سنبھلے تو اللہ بخشنے والا

رَحِيمٌ ۝۱۳ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ

مہربان ہے اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی جوڑوں کو اور شاہد نہ ہوں

- ❖ مجرم پر ترس کھا کر سزاؤں میں تبدیلی کی ممانعت | یعنی اگر اللہ پر یقین رکھتے ہو تو اس کے احکام و حدود جاری کرنے میں ہچکچاہٹ نہ کرو۔ یہاں ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا باطل ہو اور اس میں کمی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر موثر طرز اختیار کرو کہ سزا سہل رہے۔ خوب سمجھو کہ اللہ تعالیٰ عظیم مطلق و مہم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم مجموعہ عام کے حق میں رحمت و رحمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ گرم س کے احکام مجہد و کجرا میں کوتاہی کرو گے تو آخرت کے دن تمہاری پکڑ ہوگی۔
- ❖ منظر عام پر سزا دینے کا حکم | جنی سزا اتالی میں نہیں مسلمانوں کے مجمع میں اپنی چاہیے کیونکہ اس رسولی میں سزا کی تکمیل و تشہیر اور دیکھنے سننے والوں کے سامان جہت سے اور شدید جہی غرض ہو کہ دیکھنے والے مسلمان اس کی حالت پر رحم کھا کر غصہ و مغفرت کی بات کریں گے و اللہ اعلم۔
- ❖ فعل زنا کی شدت | زنا کی سزا اور کرنے کے بعد اس فعل کی غایت شدت بیان فرماتے ہیں۔ یعنی جو مرد یا عورت اس حد سے قطع میں مبتلا ہیں حقیقت میں وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ یہ عقیف مسلمان سے ان کا تعلق ازواج و ہمستری قائم کی جائے ان کی پید جمیعت و مہربان کے مناسبت تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی مدکار و تباہ حال مرد و عورت سے یا ان سے بھی بدتر کسی شر و شر سے ان کا تعلق ہو۔
- ❖ زانی اور زانیہ کا نکاح | کما قال تعالیٰ الْحَنَاتِ لِلْحَنِيفِیِّسِ وَالْحَنِیْطُونَ لِلْحَنِیْثَاتِ وَالطَّیِّبَاتِ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبَاتِ (سورہ نور) کہ ہم جنس با ہم جنس پر لازم ہو تو رہا بہتر یا بد یا نہ ان کی حرمت کا اصلی اقتضا تو یہی تھا۔ اب یہ جدا گانہ امر ہے کہ حق تعالیٰ نے دوسری مصالح و حکم کی بنا پر کسی نام نہاد مسلمان کا شرک و شرک سے عقد جو نہیں رکھا۔ یا مثلاً بدکار مرد یا بد عورت سے نکاح ہو جائے تو بالکل باطل نہیں ٹھہرا۔ تنبیہ یہ کہ جو یہ سزا دینے کی وہ بالکل سبیل اور بے تکلف ہے اس میں "لا یسکخ" کے معنی وہ سے گئے ذوالسلطان لا یسکخ وغیرہ و درات میں سے جاتے ہیں۔ یعنی جنی یا قطع فعل کوئی فعل کی حیثیت سے دینی نہیں۔ فافہم و اسعہم۔
- ❖ یعنی زنا موثنین پر حرام ہے | ایک مومن مومن رہتے ہوئے یہ حرمت کیسے کرے گا۔ حدیث میں ہے "لا یبرسی الزانی حین یرئی وھو مومن" یہ مطلب ہو کہ زانیہ سے نکاح کرنا یا بہ زنا پر حرام کر دیا گیا ہے جو صحیح اور حقیقی معنوں میں مومن کہنے کے مستحق ہیں۔ "فی کونین طہر ان کے پاک نفوس و انکی ندی جہد طرف مائل ہونے سے روک دیا گیا۔ اس وقت "خبرم" کے معنی وہ ہیں جو "حزنا علیہ المراضع" میں آیا "حرام علی قریۃ اھلکھا" میں لے گئے ہیں۔ و اللہ اعلم۔
- ❖ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت کا بیان | یعنی ایسی پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں جن کا بدکار و زانیہ قریب شریعہ سے ثابت نہیں۔ اس کی راہ بیان فرماتے ہیں اور یہی حکم یا بہ زنا پر تہمت لگانے کا ہے۔ چونکہ یہ بات ایک عورت کے قصہ میں مائل ہو جس اس سے ان میں کاذب و فریب و دھوکا پیش کر دیا اور ان کی شہادت بقاعدہ شریعت پوری اثر کی تو مقدمہ و مقدمہ و فہ پر مدد و باجاری کی جائے گی۔
- ❖ حد قذف کا بیان | یہ سزا قذف (تہمت لگانے والے) کی ہوتی کہ (مقدمہ و مطالبہ پر) اس کو ذرا لگا جائے اور تین بار تین بار سے (اعتدات) میں مرد و شہادت قرار دیا جائے۔ جنفیہ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اس کی شہادت و حد میں قبول نہیں کی جاسکتی۔
- ❖ تہمت ثابت نہ کرنے والے فاسق ہیں | اگر واقع میں جان و جہد کر جھوٹی تہمت لگائی تھی تب تو ان کا فاسق و نافرمان ہونا ظاہر ہے اور اگر واقعی حقیقت بیان کیا تھا لیکن جانتے تھے کہ چار گواہوں سے ہم اپنا دعویٰ ثابت نہیں کر سکیں گے تو ایسی بات کا اظہار کرنے سے بجز ایک مسلمان کی تردید و ردی کے کیا مقصود ہوا جو بچے کے خود یک مستقل گواہ ہے اور عدالت اس کو باہر میں شمار کیا ہے۔
- ❖ یعنی توبہ اور اصلاح حد کے بعد اللہ کے نافرمان بندوں میں اس کا شمار نہ رہے گا۔ جو بچھے قذف کی سزا میں مرد و شہادت پھر بھی رہے۔ یہی نہ باب سلفہ میں سے قاضی شریح، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، کنول، عبد الرحمن بن زید بن جابر، حسن بن علی، محمد بن سیرین اور سعید بن مسیب رحمہم اللہ کا ہے کما فی الدر المنثور و ابی کثیر
- ❖ بیویوں پر تہمت | جنی زنا کی تہمت لگائے یا اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں۔

شُهِدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدَاتٍ

ان کے پاس سوائے ان کی جان کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی

بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ

دے اللہ کی قسم کھا کر کہ مقررہ (یہ) شخص سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی لعنت ہو

اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَيَدْرُؤُا عَنْهَا

اس شخص پر اگر ہو وہ جھوٹا اور عورت سے مل جائے گی

الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَدَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ

بار یوں کہ وہ گواہی دے چار بار گواہی اللہ کی قسم کھا کر کہ مقررہ

الْكَذِبِينَ ۝ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ

شخص جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کا غضب آئے اس عورت پر

كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَ

وہ شخص سچا ہے اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر تو

رَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا

اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ معاف کرنے والا ہے حکمتیں جاننے والا تو کیا کچھ نہ ہوتا جو لوگ

لعان کا قانون

یعنی جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے، اگر پیش کر دے تو عورت پر حد نہ ناجاری کر دی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لائے گا تو اس کو کبھی چائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں سوائیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہو گئے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار "اگر الفاظ مذکور ہاں کہنے سے انکار کرے تو جس کی چائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے، تو حد قذف لگے گی جو اوپر گزری۔ اور یا پانچ مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور

ہوئے۔ اگر کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ ”یہ مرد تہمت لگانے میں بھونٹا ہے“ اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ ”اللہ کا غضب آوے اس عورت پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہو“ تا وقتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اس کو قید میں رکھیں گے اور مجبور کریں گے کہ یہ صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب توجہ زنا اس پر جاری ہوگی، اور یا بالفاظ مذکورہ بالا اس کی تکذیب کرے۔ اگر اس نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیئے اور ”لعان“ سے فراغت ہوئی تو اس عورت سے صحبت اور دوائی صحبت سب حرام ہو گئے۔ پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دے دی فہرہ رنہ قاضی ان میں تفریق کر دے۔ گو دونوں رضا مند نہ ہوں یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کی۔ اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوئی۔ حنیبیہ زوجین سے اس طرح الفاظ کہلوانے کو شریعت میں ”لعان“ کہتے ہیں اور لعان صرف قذف ازدواج کے ساتھ مخصوص ہے عام محسنات کے قذف کا وہی حکم ہے جو اوپر کی آیت میں مذکور ہو چکا۔

لعان کا حکم اللہ کا بڑا فضل ہے | یعنی اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو قذف کے عام قاعدہ کے موافق زوج پر حد قذف آتی اور یا ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ سچا ہو۔ بخلاف غیر شوہر کے کہ وہ اظہار میں مضطرب نہیں، اس لئے اس کے قانون میں ان امور کی رعایت ضروری نہیں۔ دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی حالانکہ ممکن ہے وہ سچی ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر یقیناً بری سمجھ لیا جاتا تو مرد پر حد قذف واجب ہو جاتی باوجودیکہ اسکے صادق ہونے کا بھی مساوی احتمال موجود ہے پس ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ سب کی رعایت رہے۔ یہ اثر ہے حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور حکمت کا کیونکہ فریقین میں سے جو سچا ہو وہ بے گناہ سے بچ گیا۔ درجہوں کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دی گئی کہ شاید توبہ کرے۔ پھر اسکی توبہ کا قبول کر لینا یہ اثر مغفرت تو اہیت کا ہوا۔

بِإِلَافِكَ عَصِيَّةٌ مِّنْكُمْ لَا تُحْسِبُوهُ شَرًّا لَّكُمْ ۚ بَلْ هُوَ

یہ طوفان ♦ تمہیں میں ایک جماعت میں ♦ تم اس کو نہ سمجھو برا ہے حق میں

خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ

بہتر ہے تمہارے حق میں ♦ ہر آدمی کے لیے ان میں سے وہ ہے جتنی اس نے گناہ کیا

وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

اور جس نے انھیں بڑا کر دیے ♦ اس کے واسطے بڑا عذاب ہے ♦

لَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ

یوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا خیال کیا ہوتا ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے آپ کو

♦ واقعہ افک یہاں اس طوفان کا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ پر چھایا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ۱۷ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپس مدینہ تشریف لے رہے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ بھی براہِ تہمتیں، ان کی سواری کا اونٹ ملجھ رہا تھا، ۱۰۰ ہونٹوں پر وہ چھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ صاف ہونٹ پر ماندھا بیٹھے ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، اونچ سے ڈرا پہلے حضرت عائشہ قافلہ کی حالت کی خبر پڑی۔ جس کے لئے قافلہ نے متحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے لیے، وہاں اتفاق سے ۵۰۰ فوج ٹوٹ کر گر پڑی۔ اس کی تلاش میں ۱۰۰ گھوڑے گئے۔ یہاں پہنچے کوئی ہو گیا۔ ہمارے سب حادثات پر ۱۰۰ واہندہ گئے۔ اور اس پر ۱۰۰ پڑے رہنے لگے، یہاں حضرت عائشہ اس میں تشریف رکھتی ہیں۔ نجات ملت بھی شرم ہو۔ یہ تعداد کی عمر تھی ۱۰۰۔ میں بہت باگ پھانکا تھا۔ غرض ہماروں نے ہوا و باد کو روک کر اونٹ کو چلتا کر دیا۔ حضرت عائشہ بھی تھیں تو اس کوئی نہ تھا۔ نہایت استغفار سے نبیوں نے یہ بات قائم کی کہ یہاں سے سب جا نا خدا کی مصلحت ہے۔ سب آگے جا کر میں نے دعائیں مانگی۔

حضرت صفوان بن معطلؓ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے چھوڑ دیا کرتے تھے وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کوئی آدمی پڑا ہوا ہے۔ قریب کر کے پچھا کہ حضرت عائشہ ہیں (یونہی دیکھ کر قہقہہ مانی تھی) ان کو دیکھا تھا) دیکھ کر گھبرا گئے اور "اَللّٰهُمَّ اِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ" پڑھا۔ جس سے ان کی آنکھ کھل گئی فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ حضرت صفوان نے اونٹ ان کے قریب کر کے بٹھا دیا۔ یہ اس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ نبیوں نے اونٹ کی تکمیل پڑا کر دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملایا۔

عبداللہ بن ابی کی شرارت عبداللہ بن ابی براء خبیث، بد باطن، اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اسے ایک بات بتا کر لگ گئی اور بد بخت نے وہی تازی بکر شروع کیا۔ اور بعض بھوکے بھلے سمان بھی (مثلاً مردوں میں سے حضرت حسن)

حضرت مسطح اور عورتوں میں سے حضرت حمزہ بنت محض (مناقبین کے مفہوم پر چاند اسے تاثر بہ کر اس قسم۔ افسوس ناں تذکرے کرنے لگے۔ عموماً مسلمانوں کو ار خود جناب رسول کریم ﷺ اس قسم۔ وایات تذکروں اور شہادتوں سے سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا۔ حضور ﷺ اور بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے، مگر اس میں خفا رہتے۔ ایک ماہ بعد امر المؤمنین مائتہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس شہرت کی اطلاع ہوں شدت غم سے جناب ہوئیں اور پڑ پڑیں۔ شب و دروٹی تھیں۔ ایک منٹ کے لئے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اسی دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے اور گفتگوئیں ہوئیں جو صحیح بخاری، غیرہ میں مذکور ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ آخر حضرت صدیقہ کی براءت میں خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ "نور" کی یہ آیتیں "اِنَّ الدِّينَ خُلَافٌ وَّ لَا فُكَّ" سے "اور تک نار فرما میں جس پر عتہ صدیقہ فخر کیا کرتی تھیں اور با شر جتنا فخر کریں تھوڑا تھا۔

♦ سازش کرنے والے تمہاری ہی جماعت کے لوگ ہیں | یعنی طوفان اٹھانے والے خیر سے وہ دگ ہیں جو جھوٹ یا بی ادب کا نام لیتے اور اپنے کو مسلمان بتاتے ہیں۔ ان میں سے چند آدمیوں سے مل کر یہ سازش کی اور کچھ لوگ نادانستان کی عیارانہ سازش کا شکار ہو گئے۔ تاہم خدا کا احسان ہے کہ جمہور مسلمان ان کے جال میں نہیں پھنسے۔

♦ مسلمانوں کی تسلی | یہ خطاب ان مسلمانوں کی تسلی کے لئے ہے جنہیں اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا بالخصوص عتہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اس کا صدمہ تا کہ ظاہر ہے وہ سخت غمزدہ اور پریشان تھے۔ یعنی گویا سر یہ چہ چاہت مکر وہ، رنجیدہ، رونا خوشگوار تھا۔ لیکن فی الحقیقت تمہارے لئے اس کی تہ میں وہی بہری چھپی ہوئی تھی۔ آخر اتنی مدت تک ایسے جگر خزش حلوں اور ایندوں پر صبر کرنا کیا خالی جا سکتا ہے۔ کیا یہ شرف تھوڑا ہے کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تمہاری نزاہت و براءت اتاری۔ اور دشمنوں کو رسوا کیا اور قیامت تک کے لئے تمہارا ذکر خیر قرآن پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ اور مسلمانوں کو پیغمبر حبیبہ السلام کی اور واج و اہل بیت کا حق پہچاننے کے لئے ایسا سبق دیا جو کبھی فراموش نہ ہو سکے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی دَلٰک۔

♦ عبداللہ بن ابی کبیر عذاب عظیم | یعنی جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر سزا سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا۔ مثلاً بعض خوش ہو کر اور خوب مزے لے کر ان وایات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ بعض اظہار افسوس کے طرز میں، بعض چھپر کر مجلس میں چرچا اٹھ دیتے۔ اور آپ خود چپکے سنا کرتے۔ بعض سن کر تردد میں پڑ جاتے، بہت سے خاموش رہتے اور بہت سے سن کر جھٹلا دیتے۔ ان بچھڑوں کو پسند فرمایا اور سب کو درجہ بدرجہ کم و بیش اڑام دیا۔ اور بڑا بوجھ اٹھانے والا امن فقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے۔ یہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور ابھارتا اور نہایت چالاک سے خود دامن بچ کر دوسروں سے اس کی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اس کے لئے آخرت میں بڑا عذاب تو ہے ہی، دنیا میں بھی معون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اس ذلت و خواری سے یاد کیا جائے گا۔

خَيْرًا ۚ وَقَالُوا هَذَا آفَاكٌ مُّبِينٌ ﴿١١﴾ لَوْلَا جَاءُوكَ

بھلا شیوں اور کہا ہوتا یہ صریح طوفان ہے ﴿۱۱﴾ کیوں نہ لائے

عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ

اس بات پر چار شاہد پھر جب نہ آئے شہد

فَأُولَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَذِبُونَ ﴿١٢﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

تو وہ لوگ اللہ کے یہاں وہی ہیں جھوٹے ﴿۱۲﴾ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا

تم پر اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں تو تم پر پڑتی س

أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِالسِّنْتِكُمْ وَ

چرا کرنے میں کوئی آفت بڑی ﴿۱۳﴾ جب لینے لگے تم اس کو اپنی زبانوں پر

تَقُولُونَ بِأَفْوَهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتُحْسِبُونَهُ

بولتے لگے اپنے من سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں اور تم سمجھتے ہو اس کو

هَيِّنًا ۚ وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ

ہلکی بات اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے ﴿۱۴﴾ اور کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا

قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِذَا ۚ سُبْحَانَكَ هَذَا

کہا ہوتا ہم کو نہیں لائق کہ منہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ

بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا

بڑا بہتان ہے ﴿۱۵﴾ اللہ تم کو سمجھا تا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی

بے ثبوت بہتان کی تصدیق | مسلمان کو چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے ساتھ حسن ظن رکھے۔ اور جب سنے کہ لوگ ایک نیک شخص پر یوں ہی رجحان الغیب بری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دوس میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے جہاں ان کو جھٹلائے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی پیچھے پیچھے بھائی مسلمان کی مدد کرے۔ اللہ پیچھے پیچھے اس کی مدد کرے گا۔ بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے۔ چاہئے کہ آدمی خود اپنی آبرو پر دوسروں کی آبرو کو قیاس کر لے۔ جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے قصہ "الک" میں کیا۔ ایک روز ان کی بیوی نے کہا کہ لوگ عاتشہ صدیقہ کی نسبت ایسا کہتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جھوٹے ہیں۔ کیا ایسا کام تو کر سکتی ہے؟ بولی ہرزہ نہیں۔ فرمایا پھر (صدیق کی بیٹی اور نبی کی بیوی) عاتشہ صدیقہ تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک و صاف اور طاہر و مطہر ہیں، ان کی نسبت بے وجہ ایسا گمان کیوں کیا جائے۔

بدکاری تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرنا | یعنی اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیے گئے ہیں۔ جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کر سکیں۔ ورنہ بدوین کافی ثبوت کے ایسی سنگین بات زبان سے جکتے پھریں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پیغمبر کے طفیل دنیا کے غذاؤں سے بچایا ہے۔ نہیں تو یہ بات قابل تھی عذاب کے۔ (موضح القرآن) نیز تم میں سے شخصین کو توبہ کی توفیق دے کر خط معاف کر دی ورنہ منافقین کی طرح وہ بھی قیامت کے دن عذاب عظیم میں گرفتار ہوتے۔ (الحیذبانہ)

بلا تحقیق بہتان کا چرچا جرم عظیم ہے | یعنی عذاب عظیم کے مستحق کیوں نہ ہوتے جبکہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطوان بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کر رہے تھے۔ اور زبان سے وہ انکل بچو باتیں نکالتے تھے جنکی واقعیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ ایسی سخت بات کو (یعنی کسی محدثہ خصوصاً پیغمبر علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی والدہ کو متہم کرنا) جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا، یہ اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

مسلمانوں کو کہنا چاہئے تھا کہ یہ بہتان عظیم ہے | یعنی اول تو حسن ظن کا اقتضا یہ تھا کہ دل میں بھی یہ خیال نہ گذرنے پائے۔ جیسا کہ اوپر ارشاد ہوا۔ لیکن اگر شیطانی اغواء سے فرض کیجئے کسی کے دل میں کوئی برا دوسرہ گذرے تو پھر یہ جائز نہیں کہ ایسی ناپاک بات زبان پر لائی جائے۔ چاہئے کہ اس وقت مومن اپنی حیثیت اور دیانت کو ملحوظ رکھے ورنہ صاف کہہ دے کہ ایسی بے سرو پا بات کا زبان سے نکالنا مجھ کو زیب نہیں دیتا۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کس طرح لوگ ایسی نامعقول بات منہ سے نکالتے ہیں۔ بھلا جس پاک باز خاتون کو تو نے سید الانبیاء اور راس المتقین کی زوجیت کے لئے چنا، کیا وہ (معاذ اللہ) خود بے آبرو ہو کر پیغمبر کی آبرو کو بے لگائے گی (حاشا ہاٹھ حاشا) ہونہ ہود شمنوں نے ایک بے تصور پر بہتان باندھا ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَبَيِّنَ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ط وَاللَّهُ

آپ تم ایمان رکھتے ہو ۞ اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ نے آیتیں دکھائی ہیں

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۙ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ

سب جانتا ہے حکمت والا ہے ۞ جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا

فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط

ایمان والوں میں ۞ ان کے لیے عذاب ہے دردناک دنیا و آخرت میں ۞

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۙ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۞ اور اگر نہ ہوتا تھا اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۙ يَا أَيُّهَا

تم پر اور اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے مہربان تو یا ایہ کون ہے

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ

ایمان والو نہ چلو قدموں پر شیطان کے اور جو کوئی چلے گا

خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ط

قدموں پر شیطان کے سو وہ تو یہی بتلائے گا بے حیائی اور برائی بات ۞

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِّنْ

اور اگر نہ ہوتا تھا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو نہ سنو راتم میں ایک

أَحَدٍ أَبَدًا ۚ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَنِ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ

کبھی بھی نہیں دیکھو لیکن اللہ سنو رہا ہے جس کو چاہے اور اللہ سب کو سن رہا ہے

آئندہ ایسا نہ کرنے کی نصیحت | یعنی مومنین کو پوری طرح چوس اور ہشیار رہنا چاہئے۔
 بد باطن منافقین کے حکموں میں کبھی نہ آئیں۔ ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت کی عظمت
 شان کو ملحوظ رکھیں۔

یعنی پتہ اس کا کہ یہ طوفان اٹھا یا کس نے۔ معلوم ہوا کہ منافقین نے جو ہمیشہ چھپے دشمن تھے۔ اگلی آیت
 میں پتہ بتا دیا۔ (کذا فی الموضح) مومن مفسرین نے آیات سے مراد احکام، نصاب، حدود اور قبولِ توبہ
 وغیرہ کے مفہوم لئے ہیں۔ اس وقت صفاتِ علم و حکمت کے ذکر سے یہ غرض ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تم میں
 سے مخلصین کی ندامت قلبی کا حال خوب جانتا ہے۔ اس لئے توبہ قبول کی اور چونکہ حکیم مطلق ہے اس
 لئے نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ تمہاری سیاست کی گئی۔

بے حیائی پھیلانے والوں کی سزا | یعنی بدکاری پھیلے یا بدکاری کی خبریں پھیلیں۔ یہ چاہئے
 والے منافقین تھے۔ لیکن ان کا تذکرہ کر کے مومنین کو بھی متنبہ فرمادیا کہ اگر فرض کرو کسی کے دل میں
 ایک بری بات کا خطرہ گذر اور بے پروائی سے کوئی لفظ زبان سے بھی کہہ گذر تو چاہئے کہ اب اسکی
 مہمل بات کا چرچا کرتا نہ بھرے۔ اگر خواہی نہ خواہی کس مومن کی آبروریزی کرے گا تو خوب سمجھ
 لے کہ اس کی آبروریزی محفوظ نہ رہے گی۔ حق تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔ کما فی
 حدیث احمد رحمہ اللہ۔

دنیا میں حدِ قذف، رسوائی اور قسم قسم کی سزائیں اور تخرت میں دوزخ کی سزا۔
 یعنی ایسے فتنہ پردازوں کو خدا خوب جانتا ہے گو تم نہ جانتے ہو۔ اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ کس کا
 جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے | تنبیہ | حسب شیوعِ فاحشہ، حسد و کینہ وغیرہ کی طرح اعمالِ قلبیہ
 میں سے ہے مراتبِ قصہ میں سے نہیں۔ اس لئے اس پر مآخوذ ہونے میں اختلاف نہ ہونا
 چاہئے۔ فتنبہ لہ۔

مسلمانوں پر اللہ کی رحمت اور فضل | یعنی یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی
 نذر ہوتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت اور شفقت و مہربانی سے تم میں سے مائین کی توبہ
 کو قبول فرمایا اور بعض کو حدِ شریعی جاری کر کے پاک کیا اور جو زیادہ خبیث تھے ان کو ایک گونہ مہلت دی۔
 شیطان بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے | یعنی شیطان کی چالوں سے ہشیار رہا کرو۔ مسلمان کا یہ
 کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیطانِ الانس و الجن کے قدم بقدم چلنے لگے۔ ان ملعونوں کا تو مشن ہی یہ ہے
 کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔ تم جان بوجھ کر کیوں ان کے بھرے میں آتے
 ہو۔ دیکھ لو شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتابِ طوفان کھڑا کر دیا اور کئی سیدھے سادھے مسلمان کس
 طرح اس کے قدم پر چل پڑے۔

عَلَيْكُمْ ۝ وَلَا يَأْتِلْ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ

جانتا ہے اور قسم نہ کھائیں بڑے درجہ والے تم میں سے اور شائش والے اس پر (اس سے) کہ

يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي

وہیں قریبیوں کو اور یتیموں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو

سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۚ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ

اللہ کی راہ میں اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ

اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ

تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان جو لوگ عیب لگاتے ہیں

الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ ۚ الْمُؤْمِنَاتِ لُعُنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

حفاظت والیوں (یا کد امتوں) بے خبر ایمان والیوں کو ان کو پھنکارے دنیا اور آخرت میں

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنُهُمْ

اور ان کے لیے ہے بڑا عذاب جس دن کہ ظاہر کر دیں گی ان کی زبانیں

وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ يَوْمَ لَا

اور ہاتھ اور پاؤں جو کچھ وہ کرتے تھے اس دن

يُوقَفُ بِهِمُ اللَّهُ دِيْنَهُمُ الْحَقُّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ

پوری دے گا ان کو اللہ ان کی سزا جو چاہئے اور جان لیں گے کہ اللہ وہی ہے

الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ

سچا کھولنے والے کدیاں (کندی عورتیں) ہیں کدوں کے واسطے اور گندے

یعنی شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑا ایک کو بھی سیدھے رست پر نہ رہنے دیتا۔ یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دیکھیری فرما کر بہتروں کو محفوظ رکھتا ہے در بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہ ہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا اور ان کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی قسم | حضرت عائشہؓ پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک ہو گئے۔ ان میں سے ایک حضرت سبطؓ تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ قصہ ”الک“ سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہؓ کی براءت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ سبطؓ کی امداد نہ کروں گا۔ شاید بعض دوسرے صحابہؓ کو بھی ایسی صورت پیش آئی ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ بڑی جوانمردی تو یہ ہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھائی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو۔ اس کا کفارہ ادا کرو۔

عفو و درگزر کی تعلیم | تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطا کاروں کی خطا سے اغماض اور درگزر کرو۔ ایسے کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگزر کرے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ سے عفو و درگزر کی امید اور خواہش نہیں رکھتے اگر رکھتے ہو تو تم کو اسکے بندوں کے معاملہ میں یہی خواہش اختیار کرنی چاہئے۔ گویا اس میں ”تَخْلُقْ بِاخْلَاقِ اللَّهِ“ کی تعلیم ہوئی۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب سنا ”أَلَا تَحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ“ (کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے؟) تو فوراً بول اٹھے۔ ”بلی یاربنا اِنَّا نَحِبُّ“ (بیشک اے پروردگار ہم ضرور چاہتے ہیں) یہ کہہ کر سبطؓ کی جو امداد کرتے تھے بدستور جاری فرمادی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دگنی کر دی۔ رضی اللہ عنہ۔

ازواج مطہرات پر تہمت لگانا ہلے اسلام سے خارج ہیں | صحیحین کی حدیث میں ہے: ”اجْتَنِبُوا شَيْخَ الْمُسَوِّغَاتِ الْبُشْرَ بِاللَّهِ وَقُلُوبُ النَّفْسِ الْبُشْرَ بِاللَّهِ الْإِلَّا بِالْحَقِّ وَأَخْلَ الْزُبُورَ وَأَخْلَ مَالِ الْيَتِيمِ وَالْتَّوَلَّى يَوْمَ الزُّلْفِ وَقُلُوبُ الْمُحَصَّنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَالِيَاتِ“ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدف محصنات مطلقاً حرام ہے۔ پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قدف تو کس درجہ کا گنہ ہوگا، علماء نے تصریح کی ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہؓ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو تہمت کرے وہ کافر، مکذپ قرآن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور طہرائی کی ایک حدیث میں ہے: ”قُلْتُ لِمُحَصَّنَةٍ يَهْدِمُ عَمَلُ مَائَةِ سَبَّةٍ“ محصنہ پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

حشر میں ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی | یعنی مجرم منہ سے بولنا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا۔ مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان میں سے ہر عضو اس عمل کو ظاہر کرے گا جو اس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا (الہیفہ) کا ذف نے زبان سے تہمت لگائی تھی اور چار گواہوں کا اس سے مطالبہ تھا جو پورا نہ کر سکا۔ اس کے بالمقابل یہاں یہی پانچ چیزیں ذکر ہوئیں۔ ایک زبان جو قدف کا اصلی آلہ ہے اور چار ہاتھ پاؤں جو اس کی شراکت کے گواہ ہوں گے۔

جورتنی رتی عمل کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور جس کا حسب بالکل صاف ہے اسکے ہاں کسی طرح کا ظلم و تعدی نہیں۔ یہ مضمون قیامت کے دن سب کو مکشوف و مشہور ہو جائے گا۔

لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتِ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ

واسطے گندیوں کے اور سٹھریاں میں سٹھروں کے واسطے اور سٹھرے واسطے سٹھریوں کے

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

دو ٹوک بے تعلق (لگاؤ) ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں ♦ اس کے واسطے بخشش ہے اور ریزی ہے

كَرِيمٌ ۚ ﴿٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

عزت کی ♦ اے ایمان والو مت جایا کرو کسی گھر میں اپنے

بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ

گھروں کے ہوا جب تک بول چال نہ کر لو (اجازت نہ لے لو) اور سلام کر لو ان گھروں پر

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۚ ﴿٢٧﴾ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا

بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم یاد رکھو ♦ اس میں پھر اگر نہ پاؤ

أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَإِنْ قِيلَ

کسی کو تو اس میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ ملے تم کو ♦ اور اگر تم کو

لَكُمْ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۚ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

جواب ملے کہ پھر جاؤ تو پھر جاؤ اس میں خوب سٹھرائی ہے تمہارے لیے ♦ اور اللہ

تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۚ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا

جو تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے ♦ اس میں کہ جاؤ نہیں گناہ تم پر

بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ ۚ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا

ان گھروں میں جہاں کوئی نہیں رہتا اس میں کچھ چیز ہو تمہاری ♦ اور اللہ کو معلوم ہے جو

◆ گندے مرد گندی عورتوں کیلئے اور پاک مرد پاک عورتوں کیلئے | یعنی بدکار اور گندی عورتیں گندے اور بدکار مردوں کے بائق میں اسی طرح بدکار اور گندے مرد اس قابل ہیں کہ ان کا تعلق اپنے جیسی گندی اور بدکار عورتوں سے ہو۔ پاک اور سترے آدمیوں کا پاک مدکاروں سے کیا مطلب۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پیغمبر کی عورت بدکار (زانیہ) نہیں ہوتی، یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ناموس کی حفاظت فرماتا ہے۔ نقلہ فی موضع القرآن۔ تنبیہ | بیت کا یہ مطلب تو ترجمہ کے موافق ہوا۔ مگر بعض مفسرین سلف سے یہ منقول ہے کہ "الحبیثات" اور "الطبیثات" سے یہاں عورتیں مراد نہیں۔ بلکہ اقوال و کلمات مراد ہیں۔ یعنی گندی باتیں گندوں کے بائق ہیں۔ "سترہ" یا "ستر" آدمیوں کے۔ پاکیزہ اور سترے مرد عورت ایسی گندی تہمتوں سے بری ہوتے ہیں جیسا کہ آگے "اولئک فبرءؤن منا بقولنؤں" سے ظاہر ہے۔ یا یوں کہہ جائے کہ گندی باتیں گندوں کی زبان سے نکلا کرتی ہیں تو جنہوں نے کسی پاکیزہ کی نسبت گندی بات کہی، سمجھ لو کہ وہ خود گندے ہیں۔

◆ یعنی سترے آدمی ان باتوں سے بری ہیں جو یہ گندے لوگ کہتے پھرتے ہیں۔

◆ یعنی بُرا کہنے سے دُور رہنے نہیں ہو جاتے، بلکہ جب وہ اس پر صبر کرتے ہیں تو یہ چیز ان کی خطاؤں یا لغزشوں کا کماؤ بنتی ہے۔ اور یہاں مفید لوگ جس قدر ان کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں وہاں سکے بدلہ میں عزت کی روزی ملتی ہے۔

◆ دوسرے گھروں میں داخلے کی اجازت کا حکم اور آداب | یعنی خاص اپنے ہی رہنے کا جو گھر ہوا اسکے سوا کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یوں ہی بے خبر نہ گھس جائے کیا جانے وہ کس حال میں ہو اور اس وقت کسی کا اندر نہ پائسند کرتا ہے یا نہیں۔ ہذا درجہ سے پہلے آوارہ دیکر اجازت حاصل کرے اور سب سے بہتر "از سلام کی، حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سلام کرے اور اجازت داخل ہونے کی لے۔ اگر تین بار سلام کرنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چل جائے۔ فی الحقیقت یہ ایسی حکیمانہ تعلیم ہے کہ اگر سبکی یا بندی نہ جائے تو صاحب خانہ اور ملاقاتی دونوں کے حق میں بہتر ہے۔ مگر افسوس آج مسلمان ان مفید ہدایات کو ترک کرتے جاتے ہیں۔ بلکہ دوسری قومیں اس ہی سے سیکھ کر ترقی کر رہی ہیں (ربط) شروع سورت سے احکام زنا و قذف وغیرہ بیان ہوئے تھے۔ چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں چلا جانا ان امور کی طرف مفسی سو جاتا ہے، اس لئے ان آیات میں مسئلہ استیذان کو بیان فرمادیا۔

◆ اگر یہ معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی موجود نہیں تب بھی دوسرے کے گھر میں بدون مالک و مختار کی اجازت کے مت جاؤ۔ کیونکہ ملک غیر میں بدان اجازت تصرف کا کوئی حق نہیں۔ نہ معلوم بے اجازت چلے جانے سے کیا جھگڑا پیش آجائے ماں مراحتہ یا دل لہ اجازت ہو تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

◆ اجازت نہ ملے تو لوٹ جاؤ | یعنی ایسا کہے سے بُرا نہ مانو۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کر رہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں کرتا تو تم کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ اس پر بوجھ ڈالو۔ اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے۔

◆ وہ تمہارے تمام اعلیٰ قلبیہ و قالبیہ سے باہر ہے جیسا کچھ کرو گے اور جس نیت سے کرو گے حق تعالیٰ اس کے مناسب جزا دے گا۔ "اس سے اپنے ہم محیط سے تمام امور کی رعایت رکھے یہ احکام دیئے ہیں۔

◆ اجازت سے مستثنیٰ مکانات | یعنی جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا، نہ کوئی روک ٹوک سے مثلاً مسجد، مدرسہ، خانقاہ، سرائے وغیرہ۔ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو چند اس کے برتنے کی ضرورت ہے تو بے شک وہاں جا سکتے ہو اس کے لئے استیذان کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے مسائل کی تفصیل فقہ میں دیکھی جائے۔

تُبَدُّونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْا

تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو ﴿۱۱﴾ کہہ دے ایمان والوں کو سچی رکھیں ذرا

مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ أَزْكَ

اپنی آنکھیں اور تھامتے رہیں (تھامے رکھیں) اپنے ستر کو ﴿۱۲﴾ اس میں خوب سترائی ہے

لَكُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿۱۲﴾ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ

ان کے لیے بے شک اللہ کو خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں ﴿۱۲﴾ اور کہہ دے ایمان والیوں کو

يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ

پہنی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتے رہیں (تھامے رکھیں) اپنے ستر کو

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ

اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو چھل چیز ہے اس میں ﴿۱۳﴾ اور ڈال لیں

بِخُمْرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ

اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر ﴿۱۴﴾ اور نہ کھولیں اپنا سنگار

اس نے تمہارے تمام کلمے چھپے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشرور کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ فساد کے مدخل کو بند کرنا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر عمل کرے۔

نظریں سچی رکھنے کا حکم بد نظری عموماً زنا کی پہلی میزگی ہے۔ اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم

نے بدکاری اور حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا۔ یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بد نظری سے

بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں۔ گراہک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو

دوبارہ راہ سے اُس طرف نظر نہ کرے۔ کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا، جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جاسکتا۔ اگر آدمی

نگاہ سچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھ کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ

ہو سکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ دفعہ جو بیساختہ نظر پڑتی ہے ازراہ ثبوت و نفسانیت نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث میں اس کو معاف رکھا

گیا ہے۔ شاید یہاں بھی من انصاف ہم میں من کو بعضیہ لیکر اسی طرف اشارہ ہو۔

♦ **ستر کی حفاظت** | یعنی حرام کاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ اَلَا يَجِدُ مِنَ الْبَاحِ الشَّارِعُ مِنَ الْاَزْوَاجِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ۔

♦ یعنی آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال اس کو سب معلوم ہے ہذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو۔ ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو سزا دے گا۔ ”يَعْلَمُ حَائِضَةُ الْاَغْنِيْنَ وَمَا تُحْفِي الضُّوْرُ“ (مومن رکوع ۲۷) حضرت شاہ صاحبؒ نے ”مَبْصُوعُونَ“ سے مراد غائبانہ جاہلیت کی بے اعتدالیوں لی ہیں۔ یعنی جو بے اعتدالیوں پہلے سے کرتے رہے ہو اللہ کو سب معلوم ہے اسی لئے اب اُس نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے یہ احکام جاری کیے تا تمہارا ترکہ ہو سکے۔

♦ **عورتوں کے پردے کے احکام** | سنگار عرف میں خارجی اور کسی آرائش کو کہتے ہیں جو مثل لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو۔ احقر کے نزدیک یہاں ”زینت“ کا ترجمہ ”سنگار“ کے بجائے ”زیبائش“ کیا جائے تا تو زیورہ جامع اور مناسب ہوتا۔ زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خفی اور کسی زینت کو شامل ہے، خواہ وہ جسم کی پیدائش ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی شے یا پے۔ خدا صمد مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خفی یا کسی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے جن کا ذکر آگے آتا ہے کسی کے سامنے جائز نہیں۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی، اس کے بجزوری یا ضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین (ہتھکڑیاں) ”اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ میں داخل ہیں۔ کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر انکے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ گے فقہاء نے قدمین کو بھی ان ہی اعضاء پر قیاس کیا ہے اور جب یہ اعضاء مستثنی ہوئے تو ان کے متعلقات مثلاً انگلی، چھایا ہندی، کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔ لیکن واضح رہے کہ ”اَلَا مَا ظَهَرَ مِنْهَا“ سے صرف عورتوں کو ضرورت ان کے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی۔ ماحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑا کر لیں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں۔ شاید اسی سبب اس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے غصہ بھر کا حکم مومنین کو نہ دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو ستر نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو کھینچنا بھی جائز ہو۔ آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیت بال میں عورتوں کو ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔ نیز یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے یعنی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر، عورت کو کس حصہ بدن کا کس کے سامنے کن حریمات میں کھلا رکھنا جائز ہے۔ باقی مسئلہ ”حجب“ یعنی شریعت نے اس کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سیر و سیاحت کرنے کی اجازت دی، یہاں مذکور نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل انشاء اللہ سورۃ احزاب میں آئے گی۔ اور ہم نے فتنہ کا خوف نہ ہونے کی جو شرط بڑھائی وہ دوسرے درجہ اولیٰ اور قواعد شرعیہ سے ماخوذ ہے جو اولیٰ قائل اور مراجعت نصوص سے دریافت ہو سکتی ہیں۔

♦ **اوزھنی کا حکم اور طریقہ** | بدن کی خفی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے، اس کے مزید ستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بھی بتا دی۔ جاہلیت میں عورتیں خمار (اوزھنی) سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے پشت پر دکھاتی تھیں۔ اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی۔ یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے بتلادیا کہ اوزھنی کو سر پر سے لا کر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح مستور رہے۔

لَا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْلِيَاءُ يَهْتَكُونَ أَوْلِيَاءَهُنَّ أُولُو الْأَرْحَامِ وَالْأَقْرَبُونَ

مگر اپنے خاوند کے آگے اپنے باپ کے ♦ اپنے خاوند کے باپ کے

أَبْنَاؤُهُنَّ أَوْ أَبْنَاءُ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانُهُنَّ أَوْ

اپنے بیٹے کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے اپنے بھائی کے

بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا

اپنے بھتیجوں کے اپنے بھتیجیوں کے یا اپنی عورتوں کے ♦

مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْأَرْحَامِ

اپنے ہاتھ کے مال کے ♦ یا کاروبار کرنے والوں کے جو مرد۔

مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَتِ

چھ غرض نہیں رکھتے ♦ یا عورتوں کے جنہوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے

النِّسَاءِ وَلَا يَضُرُّهُنَّ بِأَرْحَامِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنَ

بہید کو ♦ اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ جانا جائے جو چھپا ہوا ہیں

زِينَتِهِنَّ ۖ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ

ایسے سنگار ♦ اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ

تاکہ تم بھلائی پاؤ ♦ اور نکاح کرو یتیموں کا اپنے اندر ♦ اور جو نیک ہوں

مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمْ

تمہارے غلام ♦ اور لونڈیاں ♦ اگر وہ ہوں گے مفلس ♦ اللہ کا

محرم لوگوں کی تفصیل | چچا اور ماموں کا بھی یہ ہی حکم ہے اور ان محارم میں پھر فرق مراتب ہے، مثلاً جو زینت خاوند کے آگے ظاہر کر سکتی ہے دوسرے محرم کے سامنے نہیں کر سکتی۔ ابدائے زینت کے درجات ہیں جن کی تفصیل تھامیر در کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ جس قدر ستر کا اہتمام، جنبیوں سے تھا، اتنا محرم سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک عضو کو ان میں سے ہر ایک کے آگے کھوس سکتی ہے۔

یعنی جو عورتیں اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والی ہیں بشرطیکہ نیک چمن ہوں۔ بدراہ عورتوں کے سامنے نہیں۔ اور بہت سے سف کے نزدیک اس سے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ کافر عورت اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔

یعنی اپنی ونڈیاں (باندیاں) اور بعض سف کے نزدیک مملوک غلام بھی اس میں داخل ہے اور ظاہر قرآن سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جمہور ائمہ اور سف کا یہ مذہب نہیں۔

یعنی کمرے خدمت گار جو محض اپنے کام سے کام رکھیں اور کھانے سونے میں غرق ہوں، شوخی نہ رکھتے ہوں یا فائر اعتقل پاگل جن کے حواس وغیرہ بھی ٹھکانے نہ ہوں، محض کھانے پینے میں گھروالوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

یہ جن لڑکوں کو ابھی تک نسوانی سرائیکی کوئی تمیز نہیں نہ نفسانی جذبات رکھتے ہیں۔ عورتوں کے چہنے پھرنے کے آداب | یعنی چہ ڈھال ایسی نہ ہونی چاہئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے اجانب کو ادھر میلان ورتوجہ ہو۔ بس اوقات اس قسم کی آواز صورت دیکھنے سے بھی زیادہ نفسانی جذبات کے لئے محرک ہو جاتی ہے۔

توبہ کا حکم | یعنی پہلے جو کچھ حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں انابت اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اس میں درین کی بھدائی اور کامیابی ہے۔

دوسرے نکاح کا حکم | اوپر استیذان، غرض بھر اور ستر وغیرہ کے احکام بیان ہوئے تھے، تاہم بے حیائی اور بدکاری کی روک تھام کی جائے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رندہ ہوئے ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کر، نماز فرض کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رائد عورت جب اس کا کفول جائے۔“ جو تو میں رائدوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں۔

یعنی لونڈی غلام کو اگر اس لائق سمجھو کہ حقوق زوجیت ادا کر سکیں گے اور نکاح ہو جانے پر مغرور ہو کر تمہاری خدمت نہ چھوڑیں گے تو ان کا بھی نکاح کر دو۔

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۳۱﴾ وَلَيْسَتُغْفِرَ

غنی کر دے گا اپنے فضل سے ﴿۳۱﴾ اور اللہ کثرت و وسعت سے سب کچھ جانتا ہے ﴿۳۱﴾ اور اپنے آپ کو گناہ سے نہیں

الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ

جن کو نہیں ملتا سامان نکاح کا جب تک مقدر کر دے ان کو اللہ اپنے

فَضْلِهِ ۖ وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ

فضل سے ﴿۳۲﴾ اور جو لوگ چاہیں لکھتے آرادی کی مال دے کر ان میں سے کہہ

أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۚ وَآتُوهُمْ

تمہارے ہاتھ کے مال میں تو ان کو لکھ کر دے اگر تم جھوٹ میں کچھ نہ ملی (بھلائی) ﴿۳۲﴾ اور ان سے

مِنْ مَّالِ اللَّهِ الَّذِي أَتَاكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيكُمُ

اللہ کے مال سے جو اس نے تم کو دیا ہے ﴿۳۳﴾ اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوڑ کر یوں

عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَوةِ

بدکاری کے واسطے اگر وہ چاہیں قید سے (بچے) رہنا کہ تم کہنا چاہو اسباب دنیا کی

الدُّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ كُرْهِهِنَّ

زندگانی کا ﴿۳۴﴾ اور جو کوئی ان پر زبردستی کرے گا تو اللہ ان کی بے بسی کے پیچھے

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ

بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳۵﴾ اور ہم نے تمہاری طرف آیتیں کھلی ہوئی

وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً

اور کچھ حال ان کا جو ہو چکے تم سے پہلے اور نصیحت

◆ افلاس کی وجہ سے نکاح کو مست چھوڑ دیا | بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا۔ انہیں سمجھا دیا کہ ایسے موبہوم خطرات پر نکاح سے مت روکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے کیا معلوم ہے کہ خدا چاہے تو ان ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش نہ کر دے۔ نہ مجرد ہناغنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر و افلاس کو مستلزم ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ ”وَإِنْ عِفْتُمْ غِلْفَ فَنُفُوتٍ يُغْشِيكُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ شَاءَ“ (توبہ رکوع ۴) اور ظاہری سبب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول ہے کہ نکاح کر لینے یا ایسا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ پہلے سے بڑھ کر کمائی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ ادھر بیوی اور اولاد ہو جائے تو وہ بلکہ بعض اوقات بیوی کے کنبہ والے بھی کسب معاش میں اس کا ہاتھ بندتے ہیں۔ بہرحال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا مجرد پر موقوف نہیں۔ پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں ہو۔

◆ جس کے حق میں مناسب جانتا ہے کشائش کر دیتا ہے۔

◆ نکاح ہونے تک پاکدامن رہیں | یعنی جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لائیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں۔ اور عقیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسی ضبط نفس اور عفت کی برکت سے حق تعالیٰ ان کو غنی کر دے اور نکاح کے بہترین مواقع مہیا فرما دے۔

◆ مکاتبت کا حکم | یعنی کسی کا غلام یا لونڈی کہے یا مزید توثیق کے لئے لکھوانا چاہے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر مال تجھ کو کمادوں تو مجھے آزاد کر دے، تو مالک کو چاہئے کہ قبول کر لے اور لکھ دے (اس معادلہ کو ”مکاتبت“ کہتے ہیں اور یہ غلاموں کے آزاد کرانے کی ایک خاص صورت ہے) لیکن یہ مالک کو اس وقت قبول کرنا چاہئے جبکہ وہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہو گی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بد معاشیاں کرتا نہ پھرے گا۔ اگر یہ اطمینان ہو تو بیشک اس کو آزادی کا موقع دینا چاہئے۔ تاہم آزاد ہو کر اپنی فلاح کے میدانوں میں خوب ترقی کر سکے اور کہیں نکاح کرنا چاہے تو ہاتھ پر خود نکاح کر لے۔ غلامی کی وجہ سے میدان تنگ نہ ہو۔

◆ غلاموں کی مالی امداد | یہ دو تہند مسلمانوں کو فرمایا کہ اسکی لونڈی غلام کی مالی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات و خیرات وغیرہ سے، تاہم جلد آزادی حاصل کر سکیں، اور اگر مالک مدد کثرت کا کوئی حصہ معاف کر دے، یہ بھی بڑی امداد ہے۔ تنبیہ | مصارف زکوٰۃ میں جو نفی السرفۃ کا ایک مد رکھا ہے وہ ان ہی غلاموں کے آزاد کرانے کا نڈ ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بیت المال سے ایسے غلاموں کی امداد ہوتی تھی۔

◆ لونڈیوں سے بدکاری کرانا | جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کرتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ ان میں بعض مسلمان ہو گئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا۔ اس پر وہ ملعون زد و کوب کرتا تھا، یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی۔ اور اسی شان نزول کی رعایت سے مزید تفہیم کے لئے ”اِنْ اَرَدْتُمْ فَحْصَنًا“ اور ”لَتَسْفُتُوا غَرَضُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا“ کی قیود بڑھائی ہیں ورنہ لونڈیوں سے بدکاری کرنا بہرحال حرام ہے اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے۔ خواہ لونڈیاں یہ کام رضاء و رغبت سے کریں یا زبردستی اور تاغوثی سے۔ ہاں اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور یہ شخص دنیا کے حقیر فائدے کے لئے زبردستی مجبور کرے تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی وقاحت اور بے شرمی کی دلیل ہے۔

◆ یعنی زمانہ ایسی بری چیز ہے جو جبر و اکراہ کے بعد بھی بری رہتی ہے لیکن حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے ”مگر بہ“ کی بے بسی اور بچاؤ کی کوکھ کر درگزر فرماتا ہے۔ اس صورت میں مگرہ (زبردستی کرنا) پر سخت عذاب ہوگا اور مگرہ پر (جس پر زبردستی کی گئی) رحم کیا جائے گا۔

لِّلْمُتَّقِينَ ۝ اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ مَثَلُ

مثال



اندرونی ہے آسمانوں کی اور زمین کی



ذرنے والوں کو

نُوْرِهِ كَمِثْلُوْةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۝ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۝

وہ چراغ دھڑا سوا ایک شیشہ میں

اس میں ہوا ایک چراغ

جیسے ایک حق

الزُّجَاجَةِ كَاَنْهَا كُوْكُبٌ دُرِّيٌّ يُّوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۝

ایک برکت کے درخت کا

تیل جلتا ہے اس میں

جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا

وہ شیشہ ہے

زَيْتُوْنَہٗ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضَيُّ ۝ وَلَوْ

وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے (گلتا ہے) اس کا تیل کہ روشن ہو جائے، اگرچہ

لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّوْرٌ عَلٰی نُّوْرٍ ۝ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهِ مَنۢ

جس کو

اللہ راہ دکھا دیتا ہے اپنی روشنی کی

روشنی پر روشنی

نہ لگی ہو اس میں گ

يَشَآءُ ۝ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۝ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

اور اللہ سب

اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے

چ ہے

قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے حالات | یعنی قرآن میں سب کچھ نصیحتیں، احکام اور گزشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات بیان کر دیئے گئے ہیں تا خدا کا ذکر رکھنے والے سن کر نصیحت و عبرت حاصل کریں اور اپنے انجام کو سوجھیں۔ یا مثلاً قس الذین خلقوا سے مراد یہ ہو کہ پہلی امتوں پر بھی اسی طرح کی حدود اور احکام جاری کئے گئے تھے جو اس سورت میں مذکور ہوئے۔ اور بعض قصے بھی اس قصہ ”آلک“ کے مشابہ پیش آئے جو سورت ہذا میں بیان کیا گیا ہے۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم صدیقہ اور حضرت یوسف صدیق کی دشمنوں کے بہتان سے براءت ظاہر فرمائی، عاتکہ صدیقہ بنت الصدیق کی براءت اور بررگی بھی تا قیام قیامت صادقین کے قلوب میں نقش فی الحجر کر دی۔ اور دشمنوں کا مٹا لایا۔

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے | یعنی اللہ سے روشنی اور ہستی ہے زمین اور آسمان کی، اس کی مدد سے
 ہو تو سب دیرین ہو جائیں (موضح القرآن) سب مخلوق کو نور و جود اسی سے ملتا ہے۔ چاند، سورج،
 ستارے، فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو خط ہری یا پائنی روشنی ہے اسی منبع النور سے مستفاد ہے۔ ہدایت
 و معرفت کا جو چکارا کسی کو پہنچتا ہے اسی بارگاہ رفیع سے پہنچتا ہے۔ تمام علویات و سفلیات اس کی آیات
 تکوینیہ و تخریبیہ سے منور ہیں۔ حسن و جمال یا غولی و کمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر پڑتی ہے وہ اسی کے
 وجہ منور اور ذات مبارک کے جمال و کمال کا ایک پرتو ہے۔ سیرت ابنِ اخیل میں ہے کہ طائف میں
 جب لوگوں نے حضور کو ستایا تو یہ دعا زبان پر تھی "اعوذ بنور وجهک الہدی اشرقت لہ
 الطلسمات و صلح علیہ امر الدنیا و الآخرۃ ان یجل بی غضک او ینزل بی
 من خطک لک العفی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ" رات کی تاریکی میں
 آپ اپنے رب کو "انت نور السموات و الارض" کہہ کر پکارا کرتے اور اپنے کان، نگاہ، دل
 ہر عضو بلکہ ہال ہال میں اس سے نور طلب فرماتے تھے اور اخیر میں بطور خلاصہ فرماتے۔
 "واجعل لی نوراً یا ز اعظم لی نوراً" یا ز اعظم لی نوراً" یعنی میرے نور کو بڑھا بلکہ مجھے نور ہی
 نور بنا دے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ "ان امۃ خلق خلقہ فی ظلمۃ ثم الھی علیہم من
 نورہ فممن اصابہ من نورہ یومئذ یفتدی و من اخطاہ صل" (فتح الباری ۶/۳۳۰) یعنی
 جس کو اس وقت اللہ کے نور (توفیق) سے حصہ ملا وہ ہدایت پر آیا اور جو اس سے چوکا گمراہ رہا۔ واضح
 رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمیع و بصیر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔
 ایسے ہی صفت نور بھی ہے ممکنات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے تفصیل کے لئے اہم غزالی کا رسالہ
 "مخلوۃ الانوار" دیکھو۔"

شَيْءٌ عَلَيْهِ ۝۴۵۝ فِي بُيُوتِ اٰذِنَ اللّٰهُ اَنْ تَرْفَعَ وَيُذْكَرَ

چیز کو جانتا ہے ♦ ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ♦ ان کو بلند کرنے کا ♦ اور وہاں

فِيهَا اُسْمُهُ ۝۴۶۝ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝۴۷۝

اس کا نام پڑھنے کا ♦ یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح ♦ اور شام ♦

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

وہ مرد ♦ کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں ♦ اور نہ بیچنے میں ♦ اللہ کی یاد سے ♦ اور

اِقَامِ الصَّلٰوةَ وَاٰتَاَهُمُ الزَّكٰوةَ ۝۴۸۝ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ

نہ قائم رکھتے سے ♦ اور زکوٰۃ دینے سے ♦ ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس میں

فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْاَبْصَارُ ۝۴۹۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا

الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں ♦ تاکہ بدرجہ سے ان کو اللہ ان کے بہتر سے

عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّنْ فَضْلِهِ ۝۵۰۝ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَن

بہتر کاموں کا ♦ اور زیادتی دے ان کو اپنے فضل سے ♦ اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو

يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۵۱۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا اَعْمَالُهُمْ

چاہے ♦ بے شمار ♦ اور جو لوگ منکر ہیں ♦ ان کے کام

یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے۔ لیکن مومنین مہتدین کو نور الہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے

اس مثال کی ایک عمدہ توجیہ یہ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ یا مومن قانت کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ایک

ستارہ کی طرح چمک دار شیشہ (قدیل) رکھا ہو۔ یہ شیشہ اس کا قلب ہو جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اس شیشہ (قدیل) میں

معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے، یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک

درخت (زیتون) سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی حجاب سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں یعنی کسی طرف دھوپ کی روک

نہیں کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر صبح و شام دونوں وقت کی دھوپ پڑتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے زیتون کا تیل اور بھی

زیادہ لطیف و صاف ہوتا ہے۔ غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدون آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے گا۔ یہ تیل میرے نزدیک اسی حسن استعداد اور نور توفیق کا ہوا جو نور مبارک کے القاء سے بدعظمت میں مومن کو حاصل ہو تھا۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں گزر چکا اور جس طرح شجرہ مبارکہ کو ”لا شَرْقِيَّةٌ وَلَا غَرْبِيَّةٌ“ فرمایا تھا وہ نور رہانی بھی جہت کی قید سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مومن کا شیشہ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اس میں قبول حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دیا سلئی دکھائے ہی جل اُٹھنے کو تیار ہوتا ہے۔ اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی و قرآن کی تیز روشنی نے اس کو نس کیا فوراً اس کی فطری روشنی بھڑک اُٹھی۔ اسی کو ”نُورٌ عَلَی نُوْرٍ“ فرمایا۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہ ہی چاہتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے کس کو نہیں۔ ان عجیب و غریب مشاہدوں کا بیان فرماتا بھی اسی غرض سے ہے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی ایک روشنی حاصل ہو۔ حق تعالیٰ ہی تمثیل کے مناسب موقع محل کو پوری طرح جانتا ہے، کسی دوسرے کو قدرت کہاں کہ ایسی سوزوں و جامع مشاں پیش کر سکے۔ آگے فرمایا کہ وہ روشنی ملتی ہے اس سے کہ جن مسجدوں میں کال لوگ صبح و شام بندگی کرتے ہیں وہاں دھیان لگا رہے۔ تنبیہا مفسرین نے تشبیہ کی تقریر بہت طرح کی ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی موضع القرآن میں نہایت لطیف و عمیق تقریر فرمائی ہے مگر بندہ کے خیال میں جو توجیہ آئی وہ درج کر دوں۔ وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْتَفُونَ مَذَاهِبَ وَاصِحَ رہے کہ ”يُوقَدُ“ اور ”وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ“ میں جس ناری طرف اشارہ ہے میں نے مشتبہ میں اس کی جگہ وحی و قرآن کو رکھا ہے۔ اس کا ماخذ وہ فائدہ ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے ”مَنْ لَمْ يَلْمِ الْيَدِي اسْتَوْقَدْنَا“ پر لکھا ہے اور جس کی تائید صحیحین کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ ”اِنَّمَا مَطْلَبُ وَمِثْلُ النَّاسِ سِجْرٌ جَلِيلٌ اسْتَوْقَدْنَا نَارَ اَفْلَاسِ اَصْءَاثٍ مَّا خَوْلَهُ جَعَلَ الْفُرَاشَ وَهَذِهِ الذُّوَابُ الَّتِي يَقَعُ فِيهَا“ الخ مسجد کی تعظیم و تطہیر ان کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا یعنی ان کی خبر گیری کی جائے اور ہر قسم کی گندگی اور لغو افعال و اقوال سے پاک رکھا جائے۔ مساجد کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ وہاں پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

شیخ تہمیل اور تلاوت قرآن وغیرہ سب اذکار اس میں شامل ہیں۔

یعنی تمام من سب اوقات میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ ”غُدُو“ سے صبح کی نماز مراد ہے۔ اور ”آصال“ میں باقی چاروں نمازیں داخل ہیں۔ کیونکہ اصل زوال شمس سے صبح تک کے اوقات پر بولا جاتا ہے۔

رجال اللہ کبھی غافل نہیں ہوتے | یعنی معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکام الہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا ہوا یا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی۔

یعنی اس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ قلوب میں کبھی نجات کی توقع پیدا ہوگی، کبھی ہلاکت کا خوف۔ اور آنکھیں کبھی دابنے کبھی بائیں دیکھیں گی کہ دیکھئے کس طرح سے پکڑے جائیں، یہ کس جانب سے اعدائے ہاتھ میں دیا جائے۔

یعنی اچھے کاموں کا جو صلہ مقرر ہے وہ ملے گا۔ اور حق تعالیٰ کے فضل سے اور زیادہ دید جائے گا جس کی تفصیل تعین ابھی نہیں کی جا سکی۔

یعنی اس کے ہاں کیا کمی ہے، اگر جنتیوں کو بجد و حساب عنایت فرمائے تو کچھ مشکل نہیں۔

كَسْرَابٍ بِقِيَعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّنُّ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ

جیسے ریت جنگل میں پیا سا جانے میں کو پانی یہاں تک کہ جب پینچاں اس پر

لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهُ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابُهُ

اس کو کچھ نہ پایا اور اللہ کو پایا اپنے پاس پھر اس کو پورا پہنچا دیا اس کا لکھا

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كُظُمْتُ فِي بَحْرِ لُجِّي

اور اللہ جلد لینے والا ہے حساب یا جیسے اندھیرے میرے دریا میں

يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ

جڑھی آتی ہے اس پر ایک ہر اس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل

ظَلَمْتُ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۖ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ

اندھیرے ہیں ایک پر ایک جب نکالے اپنا ہاتھ

يَكْدُ بِرَبِّهَا ۖ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ

لگا نہیں کہ اس کو وہ سوچے اور جس کو اللہ نے ندی روشنی اس کے واسطے

مِنْ نُورٍ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُ مِنْ فِي السَّمَوَاتِ

کہیں نہیں روشنی کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان

وَالْأَرْضِ وَالطَّيْرِ صَفَّتْ كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَ

وزمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے ہوئے ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی بندگی اور

تَسْبِيحَهُ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝ وَاللَّهُ مُلْكُ

پتہ پر اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہیں اور اللہ کی حکومت سے

❖ **کفار کے اعمال کی مثال** کافر دوسم ہے۔ ہیں ایک وہ جو اپنے زلم اور عقیدہ کے موافق کچھ جیسے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کامیاب ہیں گے۔ حالانکہ اگر کوئی کام بظاہر اچھا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عند اللہ مقبول و مقرب نہیں۔ نہ فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی سمجھو کہ دو پہر کے وقت جنگل میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسہ شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں پہنچا، دیکھ تو پانی و نی کچھ نہ تھا، ہاں بلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے موجود تھا، چنانچہ اسی اضطراب و حسرت کے وقت اللہ نے اس کا سب حساب ایک دم میں چکا دیا۔ کیونکہ وہاں حساب کرنے کی دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کر دیا گیا۔ دوسرے وہ ہیں جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مڑوں میں غرق اور جہل و ظلم و عصیان کی اندھیروں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں ان کی مثال آگے بیان فرمائی۔ ان کے پاس روشنی کی جتنی بھی چمک نہیں جتنی سراب پر چھو کر کھانے والے کو نظر آتی تھی۔ یہ لوگ خالص اندھیروں اور تاریکی ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے تک نہیں پہنچنے دیتے۔ **بعوذ باللہ مہما۔**

❖ یعنی سمندر کی تہ میں خود دریا کا اندھیرا، اس پر طوفانی ہیرں جو ایک پر ایک جڑھی آتی ہیں۔ پھر سب کے اوپر گھٹا، دل کا اندھیرا، اور رات کا وقت فرض کیا جائے تو ان اندھیروں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

❖ یعنی اپنا ہاتھ اٹھ کر آنکھوں سے قریب کر کے دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے جس کو ہمارے یہاں کہتے ہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں پہنچاتا۔

❖ اور مومنین کے ذہن میں جو ”یہدی اللہ لودہ من نشاء“ فرمایا تھا، یہ حمد اس کے مقابل ہوا یعنی جس کو خدا تعالیٰ نور توفیق نہ دے اسے اور کون روشنی پہنچ سکتا ہے۔ ان کی استعداد خراب تھی توفیق نہ ملے۔ اور رویہ کی تہ میں گر کر انہوں نے سب دروازے روشنی کے پنے اوپر بند کر دیے۔ پھر نور آئے تو کدھر سے آئے۔

❖ **مخلوقات اور پرندوں کی تسبیح** شاید اڑتے جانوروں کا علیحدہ ذکر اس لئے کیا کہ وہ اس وقت آسمان اور زمین کے بیچ میں متعلق ہوتے ہیں۔ اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے

❖ یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ ثابت و بندگی اور تسبیح خوانی کا ابھم فرمایا اس کو سمجھ کر وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے۔ لیکن افسوس و عجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہانے والے غرور و غفلت اور ظلمت و جہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور ادائے وظیفہ عبودیت سے بے بہرہ ہیں۔ **حبیبی! مخلوقات کی تسبیح کے متعلق چند رحویں پارہ میں ربیع کے قریب کچھ مضمون گذر چکا۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تسبیح کی وصیت کی اور فرمایا۔ ”وانہا لصلوۃ الخلق“۔ (یعنی باقی مخلوق کی نماز ہے)۔**

❖ یعنی ان کی بندگی اور تسبیح کو خواہ تم نہ سمجھو، لیکن حق تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کرتا ہے۔

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿۳۲﴾ أَلَمْ تَرَ

سماں اور زمین میں ۛ اور اللہ ہی تک پہنچ جاتا ہے ۛ تو نے نہ دیکھا

أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ

کہ اللہ بانٹ لاتا ہے باد کو (بادلوں کو) پھر ان کو ملا دیتا ہے پھر ان کو رکتا ہے

رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنْ

تہہ پھر تو دیکھے مینہ نکلتا ہے اس کے بیچ سے ۛ اور اتارتا ہے

السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ

سماں سے اس میں جو پہاڑ ہیں اوپر کے پھر وہ ڈالتا ہے

مَنْ يُشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَنْ يَشَاءُ طَبَّكَادُ سَنَا بَرْقُهُ

جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے ۛ ابھی اس کی بجلی کی کوند (چمک)

يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ﴿۳۳﴾ يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ط

لے جائے نگہوں کو ۛ اللہ بدلتا ہے رات اور دن کو ۛ

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ﴿۳۴﴾ وَاللَّهُ

میں میں نصیحت کرنے کی جگہ ہے ۛ سیکھو واپس کو ۛ اور اللہ ہے

خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى

بنایا ہر پھر نے اگلے کو ایک پانی سے ۛ پھر کوئی ہے کہ چلتا ہے پنے

بَطْنِهِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ

پیٹ پر ۛ اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دو پاؤں پر ۛ اور کوئی ہے

اللہ کی حکومت ہر شے پر حاوی ہے | یعنی جیسے اس کا علم سب کو محیط ہے، اُس کی حکومت جی تمام مخلوقات و سفلیات پر حاوی ہے اور سب کو آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ آگے اپنے حاکم نہ اور قادرانہ تصرفات کو بیان فرماتے ہیں۔

بادلوں کے نظام میں اللہ کی نشانیاں | یعنی ابتداء میں بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اٹھتے ہیں پھر مل کر بڑے بادل بن جاتا ہے۔ پھر بادلوں کی یہ یرتہ جمادی جاتی ہے۔

پہاڑ اور اولے | یعنی جیسے زمین میں پتھروں کے پہاڑ ہیں، بعض سف نے کہا کہ اسی طرح آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے۔ لیکن زیادہ رائج اور قوی یہ ہے کہ "سما" سے بادل مراد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اولے برساتا ہے جس سے بہتوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ اولے کی چھال نل کے ایک سنگ پر پڑتی ہے اور دوسرا سنگ خشک رہ جاتا ہے۔

برق کی چمک | یعنی بجلی کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، قریب ہے کہ بینائی جاتی رہے۔

دن اور رات کی تبدیلی | یعنی دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اسی کی قدرت سے آتا ہے۔ وہ ہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھنٹا بڑھاتا رہتا ہے، اور ان کی گرمی کو سردی سے سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے۔

قدرت کے ان مظاہر کا مطالبہ | یعنی چاہئے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر آدمی بصیرت و عبرت حاصل کرے اور اس شہنشاہ حقیقی کی طرف سچے دس سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات و تقلبات کی باگ ہے۔

اس کے لئے سترھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں آیت "وَجَعَلْنَا مِنَ الْعَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" کا فائدہ دیکھنا چاہئے۔

جیسے سب اور مچھلی۔

جیسے آدمی اور طیور۔

مَنْ يَمْشِ عَلَى أَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ

کے چلنے ہے چار پر بنا تا ہے اللہ جو چاہتا ہے بیشب اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٥﴾ لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ وَاللَّهُ

مرجیہ کر سکتا ہے ہم نے اتاریں آیتیں کھول کھول کر تلائے والی اور اللہ

يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٦﴾ وَيَقُولُونَ

چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ پر اور لوگ کہتے ہیں

أَمَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ

ہم سے، انا اللہ کو اور رسول کو اور ہم میں آگئے پھر پھر جاتا ہے ایک فرقہ

مِنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٧﴾ وَ

ان میں سے اس کے پیچھے اور وہ لوگ نہیں ماننے والے اور

إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا

جب ان کو بلائے اللہ اور رسول کی طرف کہ ان میں قضیہ چکائے

فَرِيقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٣٨﴾ وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ

ایک فرقہ کے لوگ ان میں منہ موڑتے ہیں اور اگر ان کو کچھ پہنچتا ہو (حق ملتا ہو)

يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٣٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَمْ

تو چلتے ہیں اس کی طرف قبول کر کر کیا ان کے دلوں میں روگ ہے

أَرْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ

دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ بے انصافی کرے گا اس پر اللہ اور اس کا رسول

جیسے گائے بھینس وغیرہ۔

یعنی کسی جانور کو چار سے زائد پاؤں دیئے ہوں تو بعید نہیں۔ اس کی لامحدود قدرت و مشیت کو کوئی محصور نہیں کر سکتا۔

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے | یعنی آیات تکوینیہ و تزیلیہ تو اس قدر واضح ہیں کہ انہیں دیکھ کر اور سن کر چاہے کوئی آدمی نہ بیکے لیکن سیدھی راہ پر چلتا وہ جی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ لاکھوں آدمی یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھتے ہیں پر نتیجہ کے اعتبار سے ان کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔

منافقین کا بیان | یہ منافقین کا ذکر ہے۔ وہ زبان سے دعویٰ ایمان و اطاعت کا کیا کرتے تھے اور جب عمل کا وقت آتا تو پھر جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شروع سے ایمان و اُتقاد موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی منع خرچ تھا امتحان و ابھار کے وقت اس کی بھی قلعی کھل جاتی تھی۔

منافقین کی ہوا پرستی | یعنی اگر ان کا جھگڑا کسی سے ہو گیا اور سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں اس وقت اگر دوسرا فریق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرالو تو یہ منافق رضامند نہیں ہوتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور یقیناً بلا دروغی حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو ان کے مفاد کے خلاف پڑے گا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اللہ و رسول پر ایمان لائے اور ان کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا۔ ہاں فرض کیجئے کہ کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہو تو اس وقت بہت جلدی سے گردن جھکا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جائیں اور فیصلہ کا انحصار حضور کی ذات مبارک پر کر دیں گے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں عدالت سے ہمارے موافق فیصلہ ہوگا۔ تو یہ ایمان و سلام کیا ہو، محض ہوا پرستی ہوئی۔

روگ یہ کہ خدا اور رسول کو سچ ماننا لیکن حرص نہیں چھوڑتی کہ کہے پر چلیں جیسے بیمار چاہتا ہے چلے اور پاؤں نہیں اٹھاتا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥١﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلُ

ایمان والوں کی

کچھ نہیں وہی لوگ بے انصاف ہیں

الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ

بات کی تھی (ہے) کہ جب بلائے ان کو اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ کرنے کوں میں

يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥٢﴾

اور وہ لوگ کہ انہی کا جہد ہے

اور حکم مان لیا

نہیں ہم نے سن لیا

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيُتَّقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ

اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے سو وہی

هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٣﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ

ایسی تاکید کی (سخت) قسمیں

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی

دگ ہیں مرا کو پہنچنے والے

لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةٌ

کس اے تو حکم کرے تو سب کچھ چھوڑ کر نکل جائیں تو کہہ قسمیں نہ جاؤ حکم برداری چاہئے

مَعْرُوفَةٌ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾ قُلْ

جو دستور ہے (دستور کے موافق) البتہ اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا (رسول کا)

عَلَيْهِ مَا حِمْلٌ وَعَلَيْكُمْ مَا حِمْلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ

اور اگر اس کا کہا مانو

اور تمہارا دم ہے جو بوجھ تم پر رکھا

اُمہ ہے جو بوجھ اس پر رکھا

یعنی خدا اور رسول کی بابت کوئی دعوہ لگا ہوا ہے اور حضور کی صداقت یا اللہ کے وعدہ وعید میں کوئی شک و شبہ ہے؟ یہ یگانہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے معاملات کا خلاف انصاف فیصد کریں گے؟ اس لئے ان کی عدالت میں مقدمہ نہ جانے سے کتراتے ہیں۔ سو یا رکھو، ہاں، ظلم، بے انصافی کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں خود ان ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ چاہتے ہیں کہ اپنے حق پر ادھوں کر لیں اور دوسروں کا ایک پیسہ نہ دیں۔ اسی لئے ان معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں جن میں سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصد ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔ یہ تو منافقین کا ذکر تھا، آگے ان کے بالمقابل مخلصین کی اطاعت و فرمانبرداری کو بیان فرماتے ہیں۔

مومنین کا طریقہ | یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں ان کو خدا اور رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان۔ ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ فی الفور ”سمعاً و طاعة“ کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی میں ان کی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے۔

یعنی جو فی الحال فرمانبردار ہو، گذشتہ تفصیلات پر نادم ہو کر اور خدا سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ برے راستے سے بچ کر چلے، اسی کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

منافقوں کی جھوٹی قسمیں | یعنی منافقین بڑی سخت تاکیدیں قسمیں کھ کر آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم کو آپ حکم دیں تو سب گھریاں چھوڑ کر خدا کے راستے میں نکل جانے کے لئے تیار ہیں ذرا حضور اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستے میں نکل کر آئیں گے۔ اس پر فرمایا کہ اس قدر منہ بھر کر لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعوے بہت کیا کرتے ہو۔ اور عمل کا وقت آئے تو بہتہ سے کھسک جاتے ہو۔ چاہئے کہ سچے مسلمانوں کے دستور کے موافق حکم داری کر کے دکھلاؤ۔ باقی قسمیں کھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ فرض کرو تم قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین دلادو۔ لیکن اللہ کے گے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا۔ وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ آگے چل کر تمہاری مکاری اور نفاق کا پردہ فاش کر دے گا۔

تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۴﴾

مگر پیادہ بنا حوالہ کر

اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں

قرآن پاناؤ

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام

جو تم میں ایمان لائے ہیں

وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ

جیسا کہ تم کی جگہ اس سے

ملک میں

البتہ پیچھے (بعد و) حاکم رہا ہے گا ان کو

قَبْلِهِمْ ص وَلْيُمْكِنَنَّ لَهُمْ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ

جو پسند کر دیا ان کے واسطے

اور جمادے گا ان کے یہ دین ان کا

انہوں کو

وَلْيَبَدِّلْ اللَّهُمَّ مَنْ بَعْدَ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا

میر کی بندگی کریں گے

ان کے ڈر کے بدلے میں امن

اور دے گا ان کو

يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ

سودھی دگ ہیں

اس کے پیچھے

اور جو کوئی ناشکری کرے گا

شریک نہ کریں گے میرا کسی کو

هُمْ الْفَاسِقُونَ ﴿۵۵﴾ وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

اور دیتے روزوۃ

اور قائم رکھنا

تأمران

وَاطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ

نہ خیال کر

تا کہ تم پر رحم ہو

اور عظم پر چہر رسول کے

الَّذِينَ كَفَرُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ

اور ان کا ٹھکانا آگ ہے

تھکا دیں گے بھگ کر ملک میں

کہ یہ جو کافر ہیں

◆ قبول حق کی ذمہ داری پوری کرو | جی پیغمبر پر خدا کی طرف سے تسبیح کا جو جھڑپا ہوا ہے، سو اس نے پوری طرح ادا کر دیا۔
اور تم پر جو جھڑپا لگا ہوا ہے وہ تصدیق و قبول حق کا ہے، اور یہ کہ اس کے رشتہ کے موافق چلو۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرو گے تو کامیابی داریں گی۔ راہ پاؤ گے، مرد دنیا و آخرت میں خوش رہو گے، ورنہ پیغمبر کا کچھ نقصان نہیں تمہاری شرارت و سرکشی کا خیر ذمہ تم کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ پیغمبر اپنا فرض ادا کرے عند اللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ آگے اہل امت رسول کے بعض شرارت بیان فرماتے ہیں جن کا سند دنیا ہی میں شروع ہو چکا ہے۔

◆ صحیح بہ کرام سے حکومت کا وعدہ | یہ خبر بہ فرمایا حضرت کے وقت کے لوگوں کو یعنی جون میں مہی درجہ کے نیک اور رسوں کے کامل قبیح ہیں رسول کے بعد ان کو زمین کی حکومت دے گا اور جو دین اسلام خدا کو پسند ہے ان کے ہاتھوں سے دنیا میں اس کو قائم کرے گا۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے۔ بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس کا سد بخلا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا، وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے اور دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہوگا۔ ان مقبول و معزز بندوں کی متاثر نشان یہ ہوئی کہ وہ خدا سے واحد کی بندگی کریں گے جس میں ذرہ برابر شرک کی سمیزش نہ ہوگی۔ شرک جہی کا تو ہاں، گریبا ہے شرک کفر کی ہی ہوا بھی ان کو نہ پہنچے گی۔ صرف ایک خدا کے غلام ہونگے، اسی سے ڈریں گے اسی سے امید رکھیں گے۔ کسی پر جبر نہ کریں گے اسی کی رضا میں نہ راجعین اور مرنا ہوگا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف نہ ہو، اس ان کے پاس نہ پہنچے گا۔ نہ کسی اور سے ان خوشی ناخوشی کی پروا کریں گے۔

اس وعدے کا ایفاء | اللہ نہ کہ یہ وعدہ ایسا ہے جس کا خدا رشتی اللہ جہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا۔ اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک حرف کا صدق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خدائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام و قافو قاس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہے گا آئندہ بھی آئیں گے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رشتی اللہ مدد ہو گئے چکے متعلق عجیب و غریب بشارت سنائی گئی ہیں۔ وہ خدا کی نشان کمال و اسلاف سے بھر دیں گے اور خالق مانت جب انی بھیل اللہ کے ربیت سے ملے گا کھر بلند کریں گے۔ "اللہم اجزنا فی دمرہ وازرقنا شہادۃ فی سبیلک انک واسع المعفرۃ وذو الفضل العظیم" تنبیہ

خلفائے اربعہ کی فضیلت | اس آیت استخفاف سے خلفائے اربعہ کی بڑی بھاری فضیلت و مقبوت نکلتی ہے۔ ابن کثیر نے اس کے تحت میں مہد نبوت سے تیر مہد عثمانی تک کی فتوحات و وجہ بدرجہ بیان کیا۔ اور آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "وخصی لحرارۃ من المشارق والمغرب الی حصرة امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضى الله عنه ودلک بمرکۃ تلاتہ ودراستہ وجمعه الامۃ علی حفظ القرآن ولہدائیت فی الصحیح ان رسول اللہ صدم قال ان اللہ روی لی الارض ہرأیت مشارقہا و معاربہا وسیبغ ملک امتی ہاروی لی منها فہا یخرب فہا یبعل فہما وعدا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ فسنال اللہ الا یمان بہ ورسولہ والقیام بشکرہ علی الوخہ الذی یزینہ عتہ۔"

◆ یعنی ایسے احکامات عظیمہ کے بعد ناشکری کرنا بہت ہی بڑے نافرمان اور نیکر مجرم کا کام ہے حضرت شہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو کوئی خفا مار بدی خلافت (اور ان کے فضل و شرف) سے منکر ہوا۔ ان الفاظ سے اس کا حال سمجھ گیا۔ "ربنا اغفر لنا ولاخواننا الابدین سفونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤوف رحیم"

◆ حصول رحمت کا طریقہ | یعنی خدا کی رحمت سے حصہ لینا چاہتے ہو تم بھی ان ہی مقبول بندوں کی روش اختیار کرو۔ وہ روش یہ ہی ہے نمازیں قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رتبہ اور تم شعبہ زندگی میں رسول کے احکام پر چلنا۔ اللہم ازلقنا فتابعة رسولک صلی اللہ علیہ وسلم وتوف علیہا والحق بالصالحین آمین۔

وَلَيْسَ الْمَصْبِرُ ۚ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُتَازَدَنَّكُمْ

اور وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی ﴿۵۷﴾ اے ایمان والو! اجازت لے کر تم میں

الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

جو تمہارے ہاتھ کے ماتھ ہیں ﴿۵۸﴾ اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل (بلوغ) کی حد کو

ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ

تین بار ﴿۵۹﴾ فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہو

ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ

اپنے کپڑے دو پہر تک اور عشاء کی نماز سے پیچھے یہ تین وقت

عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ

دون کھانے کے ہیں تمہارے ﴿۶۰﴾ کچھ تنگی نہیں تم پر اور نہ ان پر ان باتوں کے پیچھے

طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ كَذَلِكَ

پھر ای کرتے ہو ایک دوسرے کے پاس ﴿۶۱﴾ میں

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے باتیں اور اللہ سب کچھ جانتے والا حکمت والا ہے ﴿۶۲﴾

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمْ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا

اور جب بچپن سے بڑے تم میں سے عقل (بلوغ) کی حد کو توں کو ویسی ہی اجازت مانگی جانتے

كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ

جیسے لیتے رہے ہیں ان سے اگلے ﴿۶۳﴾ میں کھول کر سناتا ہے

کفار کا ٹھکانہ | یہ نیک بندوں کے بالمقابل مردود و مغضوب لوگوں کا انجام بتلایا۔ یعنی جبکہ نیکوں کو ملک کی حکومت اور زمین کی خلافت عطا کی جاتی ہے، کافروں اور بدکاروں کی ساری مکاریاں اور تدبیریں شکست ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر تمام خدائی میں ادھر ادھر بھی گتے پھریں تب بھی وہ خدائی سز سے اپنے کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً ان کو جہنم کے جہنم میں جانا پڑے گا۔

اجازت لینے کا مسئلہ | یعنی لونڈی غلام، چار روک پہلے مسئلہ استیذان (اجازت لینے) کا ذکر تھا۔ یہ اسی کا تہرہ ہے۔ درمیان میں خاص خاص مناسبتوں سے دوسرے مضامین آ گئے۔

ان تین وقتوں میں عموماً زائد کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں یا سونے جا گئے کا لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور بیوی کے ساتھ محالطت بھی بیشتر ان ہی اوقات میں ہوتی ہے کبھی فجر سے قبل یا دوپہر کے وقت آدمی غسل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی مطلق نہ ہو۔ اس سے حکم دیا کہ ان تین وقتوں میں نابالغ لڑکوں اور لونڈی غلام کو بھی اجازت ملے کر آنا چاہئے۔ باقی وقتوں میں ان کو اجانب کی طرح اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔ الا یہ کہ کوئی شخص پٹی مصلحت سے دوسرے اوقات میں بھی استیذان کی پابندی نہ کر دے۔

استیذان سے مستثنیٰ اوقات | یعنی اوقات مذکورہ بالا کو چھوڑ کر باقی جن اوقات میں وہ ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں ان میں نابالغ لڑکوں یا لونڈی غلام کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا پابند کرنے میں بہت تنگی اور کاروبار کا تعطل ہے جو حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

نابالغ لڑکوں کا حکم | یعنی لڑکا جب تک نابالغ ہے تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں بلا اجازت نہ آ جاسکتا ہے۔ جس وقت حد بلوغ کو پہنچ پھر اس کا حکم ان ہی مردوں جیسا ہو گیا جو اس سے پہلے بالغ ہو چکے ہیں اور جن کا حکم پیشتر آیت "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا تَسَلَّمُوا عَلَىٰ غُلَامِهَا" میں گزر چکا ہے۔

اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۵۹ وَالْقَوَاعِدُ

نہ تم کو اپنی باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والی حکمت والا ہے اور جو بیٹھ رہی ہیں

مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ

گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی ان پر گناہ نہیں

جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۝

کہ اتار رکھیں اپنے کپڑے سے نہیں کہ دھاتی پھریں اپنا سنگار

وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۶۰

اور اس سے بھی بچیں تو بہتر ہے ان کے لئے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ

نہیں ہے اندھے پر کچھ تکلیف اور نہ سگڑے پر تکلیف

وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْ

اور نہ بیمار پر تکلیف اور نہ تم لوگوں پر

تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوتِ

کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھر سے یا اپنی ماں کے

أُمَّهَاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخَوَاتِكُمْ

گھر سے یا اپنے بھائی کے گھر سے یا اپنی بہن کے گھر سے

أَوْ بُيُوتِ أَعْمَامِكُمْ أَوْ بُيُوتِ عَمَّاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ

یا اپنے چچا کے گھر سے یا اپنی پھوپھی کے گھر سے یا اپنے

بوزھی عورتوں کا پردہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”یعنی بوزھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑوں میں رہیں تو درست ہے اور پردہ رکھیں تو اور بہتر“ اور گھر سے باہر نکلتے وقت بھی زائد کپڑے مثلاً برقع وغیرہ اتار دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اُس زینت کا اظہار نہ ہو جس کے چھپانے کا حکم آیت ”وَلَا يَبْدِيْنَ رِبَاسَهُنَّ الْخَالِصَ“ میں دیا جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو ان عورتوں کے ستر کے متعلق قرآن کریم کا منشاء کیا ہے۔

اللہ پردے کی باتیں بھی جانتا ہے | یعنی یہ توفیق کی روک تھام کے ظاہری انتظامات ہیں باقی پردہ کے اندر جو باتیں کی جاتی ہیں اور لسنے اٹھائے جاتے ہیں، یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اُن سب کو سنتا اور جانتا ہے۔ اُس کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

معذوروں کیلئے حکام میں رعایت | یعنی جو کام تکلیف کے ہیں وہ اُن کو معاف ہیں مثلاً جہاد، حج، جمعہ اور جماعت اور ایسی چیزیں۔ (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ ان معذور محتاج لوگوں کو تندرستوں کے ساتھ کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ جاہلیت میں اس قسم کے محتاج و معذور آدمی اغنیاء اور تندرستوں کے ساتھ کھانے سے رکھتے تھے انہیں خیال گزرتا تھا کہ شاید لوگوں کو ہمارے ساتھ کھانے سے نفرت ہو اور ہماری بعض حرکات وادوار سے ایذا پہنچتی ہو، اور واقعی بعضوں کو نفرت و وحشت ہوتی بھی تھی۔

معذوروں کے ساتھ صحابہ کرام کا متقیانہ طریقہ | نیز بعض مومنین کو غایت اثناء سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے معذوروں اور مریضوں کے ساتھ کھانے میں شاید اصول عدل و مساوات قائم نہ رہ سکے۔ اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے لنگڑا ممکن ہے دیر میں پہنچے اور مناسب نشست سے نہ بیٹھ سکے۔ بیمار کو تو پوچھنا ہی کیا ہے اس بناء پر ساتھ کھانے میں احتیاط کرتے تھے کہ ان کی حق تلفی نہ ہو۔ دوسری ایک اور صورت پیش آتی تھی۔ کہ یہ معذور محتاج لوگ کسی کے پاس گئے، وہ شخص استطاعت نہ رکھتا تھا، ازراہ بے تکلفی ان کو اپنے باپ، بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ کی عزیز و قریب کے گھر لے گیا۔ اس پر ان حاجتمندوں کو خیال ہوتا تھا کہ ہم تو آئے تھے اس کے پاس، یہ دوسرے کے ہاں لے گیا۔ کیا معلوم وہ ہمارے کھلانے سے کارہ اور ناخوش تو نہیں۔ ان تمام خیالات کی اصلاح آیت حاضرہ میں سردی گئی کہ خواہی نہ خواہی اس طرح کے اوہام و وساوس میں مت پڑو۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے پھر تم خود اپنے اوپر تنگی کیوں کرتے ہو۔

أَخْوَالِكُمْ أَوْ يَوتَىٰ خُلَتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكَتُمْ مَفَاتِحَهُ

اموں کے گھر سے یا اپنی خاندان کے گھر سے یا جس گھر کی کئیوں کے قید خانہ سے

أَوْ صَدِيقِكُمْ ۖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا

اپنے دوست کے گھر سے ♦ نہیں گناہ تم پر کہ کھاؤ

جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا

آپس میں مل کر یا جدا جدا ہو کر پھر جب بھی جائے گھر میں تو سلام کہو

عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُبْرَكَةٌ

اپنے لوگوں پر نیک دعا ہے اللہ کے یہاں سے برکت وان

طَيِّبَةٌ ۚ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

ستھری یوں کھولے ہے اللہ تمہارے آگے اپنی باتیں تاکہ تم

تَعْقِلُونَ ﴿٦﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

سمجھو ♦ ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر

وَرَسُولِهِ إِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ

اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں اس کے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں تو

يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

چلے نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا

وہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ♦ پھر جب

یعنی تمہارے زیر تصرف دے دیا گیا ہو۔ مثلاً کسی نے اپنی چیز کا وکیل یا محافظ بنادیا اور بقدر معروف اُس میں سے کھانے پینے کی اجازت دے دی۔

گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب | یعنی اپنائیت کے علاقوں میں کھانے کی چیز کو ہر وقت پوچھنا ضروری نہیں۔ نہ کھانے والا حجاب کرے نہ گھر والا دریغ کرے۔ مگر عورت کا گھر اگر اُس کے خاوند کا ہو۔ اُس کی مرضی حاصل کرنی چاہئے اور مل کر کھاؤ یا جدا یعنی اُس کی تکرار دل میں نہ رکھے کہ کس نے کم کھایا کس نے زیادہ۔ سب نے مل کر کھا یا سب نے مل کر کھایا۔ اور اگر ایک شخص کی مرضی نہ ہو تو پھر کسی کی چیز کھانی ہرگز درست نہیں اور تنقید فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں۔ کیونکہ اس سے بہتر دعا نہیں۔ جو لوگ اس کو چھوڑ کر اور انفاظ گھڑتے ہیں اللہ کی تجویز سے اُن کی تجویز بہتر نہیں ہو سکتی۔ تنبیہ | آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا۔ بعض حضرات کو لکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہ کھاتے تھے۔ معصوم ہوا یہ غلو ہے۔ البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں تو موجب برکت ہوتا ہے۔ کماورد فی الحدیث۔

صحابہ کرام کو اجازت دینے کا حکم | اوپر کی آیتوں میں آنے کے وقت استیذان (اجازت طلب کرنے) کا ذکر تھا۔ یہاں جانے کے وقت استیذان کی ضرورت بتائی ہے یعنی پورے ایمان والے وہ ہیں جو رسول کے بلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوں مثلاً جمعہ، عیدین، جہاد اور مجلس مشاورت وغیرہ میں تو بدون اجازت کے اٹھ کر نہیں جاتے۔ یہی لوگ ہیں جو کامل اور صحیح معنی میں اللہ اور رسول کو مانتے ہیں۔

اَسْتَاذَنُوكَ لِبَعْضِ شَاۡئِنِهِمْ فَاٰذَنُ لِمَنْ شِئْتَ

اجازت مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دے جس کو ان میں سے تو چاہے

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۶﴾

اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے اللہ بخشتے اور مہربان ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۡءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۡءِ بَعْضِكُمْ

مت کرو (سمجھو) جانا رسول کا اپنے اندر برابر اس کے جو بلاتا ہے تم میں

بَعْضًا ۚ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ

ایک دوسرے کو اللہ جانتا ہے ان لوگوں کو تم میں سے جو سبک جاتے ہیں

لِوَاۡذَاۡءَ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ

آنکھ پی کر سواڑتے رہیں دو لوگ جو خلاف کرتے ہیں اس کے حکم کا اس سے

تُصِیْبُهُمْ فِتْنَةٌ ۚ اَوْ يُصِیْبِهِمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۷﴾ اَلَا

آپ سے ان پر کچھ خرابی یا پہنچے ان کو عذاب دردناک سنتے ہو

اِنَّ اللّٰهَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ يَعْلَمُ مَا

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اس کو معلوم ہے جس

اَنْتُمْ عَلَیْہِ ۚ وَیَوْمَ یَرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ فِیۡنَبِّئُهُم بِمَا

حال پر تم ہو اور جس دن پھرے جا میں گے اس کی طرف تو بتائے گاں کو جو کچھ

عَمِلُوْا ۗ وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾

انہوں نے کیا اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے

یعنی غور و فکر کے بعد جس کو مناسب سمجھیں اجازت دے دیں۔ اور چونکہ اس اجازت پر عمل کرنا بھی فی الجملہ صحبت نبوی سے حرمان اور صورت تقدیم الدنیا علی الدین کا شائبہ اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے ان تخلص کے حق میں استغفار فرمائیں تاکہ آپ کے استغفار کی برکت سے اس نقص کا تدارک ہو سکے۔

آنحضرتؐ کا لوگوں کو بلانا | یعنی حضرت کے بلانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ کا بلانا اوروں کی طرح نہیں کہ چاہے اُس پر ”لیک“ کہے یا نہ کہے۔ اگر حضورؐ کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو آپ کی بددعا سے ڈرنا چاہئے کیونکہ آپ کی دعا معمولی انسانوں جیسی نہیں۔ نیز مخی طبات میں حضور کے ادب و عظمت کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

آنحضرتؐ کا خاص ادب | عام لوگوں کی طرح ”یا محمد“ وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ ”یا نبی اللہ“ اور ”یا رسول اللہ“ جیسے تعظیمی القاب سے پکارنا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ ”حضرتؐ کے بلانے سے فرض ہوتا تھا حاضر ہونا جس کا مکہ کو جائیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ وہاں سے بے اجازت اٹھ کر جہنم نہ جائیں۔ اب بھی سب مسلمانوں کو اپنے سرداروں کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا چاہئے۔“

مجلس نبوی میں منافقین کا رویہ | یہ منافقین تھے جن کو مجلس نبوی میں بیٹھنا اور پسند و نصیحت سننا شوق گذرتا تھا۔ وہ اکثر موقع پا کر اور آنکھ بچا کر مجلس سے با اجازت کھٹک جاتے تھے۔ مثلاً کوئی مسلمان اجازت سے کر تھا، یہ بھی اُس کی آڑ میں ہو کر ساتھ ساتھ چل دیئے، اُس کو فرمایا کہ تم تنہا میرے سے کیا چھپاتے ہو، خدا تعالیٰ کو تمہارا سب کا حال معلوم ہے۔

یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں اُن کے دلوں میں کفر و نفاق وغیرہ کا قند ہمیشہ کے لئے جڑ نہ پکڑ جائے۔ اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اعیانہ باندہ۔

اللہ کا علم محیط | یعنی ممکن ہے مخلوق سے آنکھ بچا کر کوئی کام کر گذرے، لیکن حق تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں رہ سکتا نہ اُس کی زمین و آسمان میں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہو۔ وہ جس طرح تمہارے احوال موجودہ سے باخبر ہے ایسے ہی اُس دن کی کیفیت مجازات سے بھی پورا آگاہ ہے۔ جب تمام مخلوق حساب و کتاب کے لئے اُس کی طرف لوٹائی جائیگی اور ہر ایک کے سامنے اُس کا ذرہ ذرہ عمل کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ ایسے عظیم الکمل اور مالک الکمل کی سزا سے مجرم کس طرح اپنے کو بچا سکتا ہے۔ تَمَّ سُورَةُ السُّورِ لِفَضْلِ اللَّهِ وَتُؤْفِقُفُهُ اللَّهُ تَوْزَقُلُوبُنَا بِالْإِيمَانِ وَالْإِحْسَانِ وَتَوْزَقُلُوبُنَا وَاتَّجَمْنَا نُوْرُنَا وَاعْمُرْنَا اَنْكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَبِالْاِجَابَةِ خَدِيرٌ

آیتھا ۱۰۰ ﴿۲۵﴾ سُورَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۶﴾ ﴿رُكُوْعُهُ ۶﴾

سورہ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تسبیح تین سو بار پڑھ کر پڑھنا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبْرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ

بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتاری ہے نہ پر ♦ فیصدی کتاب ♦ تاکہ ہو (۱۰)

لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا ♦ دو کون جہاں ہے عظمت آسمان

وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ

اور زمین میں اور نہیں پڑا اس نے بیٹا اور نہیں کوئی اس کا ساتھی

فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا ۝

سلطنت میں اور بنائے ہر چیز پھر قیاس کیا اس کو ماپ کر ♦

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا

اور لوگوں نے پڑ رکھے ہیں اس سے الگ کئے گئے جو نہیں بناتے کچھ چیز

وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لَا نَفْسُهُمْ ضَرًّا

اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور نہیں مالک اپنے حق میں —

وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا

اور نہ بچنے کے اور نہیں مالک مرنے کے اور نہ جینے کے اور نہ

سورۃ الفرقان

قرآن فرقان ہے | ”فرقان“ (فیصلہ کی کتاب) قرآن کریم کو فرمایا جو حق و باطل کا خری فیصلہ اور حرام و حلال کو کھلے طور پر ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ یہی کتاب ہے جس نے اپنے اتارنے والے کی عظمت شان، ملکہ صفات اور اسی درجہ کی حکمت و رافت کو انتہائی شکل میں پیش کیا۔ تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کا تکفل اور ان کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔

یعنی اپنے اس کامل و اکمل بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا ممتاز لقب ہی کامل عبودیت کی وجہ سے ”عبد اللہ“ ہو گیا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

قرآن عالمین کیلئے نذیر ہے | یعنی قرآن کریم سرے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے۔ چونکہ سورت ہذا میں مکہ میں دعوہ ندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے، شاید اسی سبب یہاں مفت ”نذیر“ کو بیان فرمایا۔ ”بشیر“ کا ذکر نہیں کیا۔ ”دعوت عالمین“ کے لفظ سے متلادیا کہ یہ قرآن صرف عرب کے اُمیوں کے لئے نہیں تراہلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و اصلاح کے واسطے آیا ہے۔

تخلیق میں فطری موزونیت | یعنی ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اس سے وہی خواص و افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے پیدا کی گئی ہے اپنے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتی نہ اپنی حدود میں عمل و تصرف کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا مپ توں کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کی بیش یا انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنس دان حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر کار ان کو یہ ہی کہنا پڑتا ہے ”صُنِعَ اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْفَقَ کُلَّ شَیْءٍ“ اور ”فَسَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْحَالِقِیْنَ۔“

نُشُورًا ۲ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا

جی اٹھنے کے ♦ اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھ نہیں ہے یہ مگر

إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۳

طوفان باندھ لایا ہے اور ساتھ دیا ہے اس کا اس میں اور لوگوں نے ♦

فَقَدْ جَاءُوا ظُلُمًا وَزُورًا ۴ وَقَالُوا آسَاطِيرُ

سوئے بے انصافی اور جھوٹ پر ♦ اور کہنے لگے یہ نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً

پہلوں کی جن کو اس نے بچہ رکھا ہے سو وہی کھواہی جاتی ہیں اس کے پاس صبح

وَأَصِيلًا ۵ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ

اور شرم ♦ تو کہہ اس کو اتارا ہے اس نے جو جانتا ہے چھپے ہوئے بھید

فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا

سمانوں میں اور زمین میں ♦ بیشک وہ بخشنے والا

رَحِيمًا ۶ وَقَالُوا مَا هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ

مہربان ہے ♦ اور کہنے لگے یہ کیا رسوں ہے کھاتا ہے

الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ۷ لَوْلَا أُنْزِلَ

کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں ♦ کیوں نہ ترا

إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونُ مَعَهُ نَذِيرًا ۸ أَوْ يُلْقَىٰ

اس کی طرف کوئی فرشتہ کہ رہتا اس کے ساتھ ڈرانے کو یا پڑتا

❖ **مشرکین کا شرک غیر فطری ہے** | یعنی کس قدر ظلم اور تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق، مالک اکل، حکیم علی

الاطلاق کی زیر دست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر گئے جو گو یا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں۔ حالانکہ ان بچاروں کا خود پناہ جو بھی اپنے گھر کا نہیں۔ نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ مارنا جلانا اس کے قبضہ میں ہے، نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے ایک عاجز و مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر سفاقت اور بے حیائی ہے۔ (رابطہ) یہ تو قرآن نازل کرنے والے کی صفات و شئون کا ذکر تھا اور اس کے متعلق مشرکین جو بے تیزی کر رہے تھے اس کی تردید تھی۔ گئے خود قرآن اور حال قرآن کی نسبت سنبھالنا نہ کہتے چینیوں کا جواب ہے۔

❖ **کفار کا قرآن پر بے سرو پا اعتراض** | یعنی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ معاذ اللہ محمد ﷺ نے چند یہودیوں کی مدد سے ایک کلام تیار کر لیا اور اس کو جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر ان کے سامنے گئے اس کی شاعت کرنے میں کل حقیقت تھی ہے۔

❖ یعنی اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہو گا کہ ایسے کلام معجز اور سب حکیم کو جسکی عظمت و صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے، کذب و افتراء کہا جائے۔ کیا چند یہودی غلاموں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح و بلیغ عالم و حکیم بدجنان و دانش ہمیشہ کے لئے عاجز رہ جائیں۔ اور جس کے علوم و معارف کی تھوڑی سی جھلک بڑے بڑے عالمی دانشمند، و حکماء، و تھکوں کو خیر و کر دے۔

❖ **قرآن پر کفار کا ایک اور اعتراض** | یعنی محمد ﷺ نے اہل کتاب سے کچھ قصے بہانیاں سن کر فوت کر دی ہیں۔ یا کسی سے ڈٹ کر لی ہیں۔ وہی شب و روز ان کے سامنے پڑھی اور پڑنی جاتی ہیں۔ نئے نئے اسلوب سے ان ہی کا الٹ پھیر بتا رہے اور کچھ بھی نہیں۔ حضرت شد صاحب لکھتے ہیں کہ اقول نماز کے دو وقت مقرر تھے صبح اور شام۔ مسلمان حضرت کے پاس جمع ہوتے جو نیا قرآن اترتا ہوتا لکھ لیتے یاد کرنے کو۔ اس کو کافریوں کہنے لگے۔

❖ **قرآن خود اپنی دلیل ہے** | یعنی سب خود بخود بخوبی ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا کمپنی کی بنائی ہوئی نہیں، بلکہ اس خدا کی اتاری ہوئی ہے جس کے احاطہ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف، اخبار غیبیہ، احکام و قوانین اور وہ اسرار مکنونہ جن کی تک بدون توفیق الہی کے عقول و فہام کی رسائی نہیں ہو سکتی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محد و ظلم والے آدمی یا سازشی جماعت کا کلام نہیں۔

❖ یعنی اپنی بخشش اور مہربانی سے یہ قرآن اتارا (موضع، قرآن) پھر جو لوگ ایسی روشن حقیقت کے منکر ہیں باوجود ان کے جرائم کا تفصیلی علم رکھنے کے فوراً سزا نہیں دیتا۔ یہ بھی اس کی بخشش اور مہربانی کا پرتو ہے۔

❖ **آنحضرت کی نبوت پر کھانے پینے سے اعتراض** | یعنی جب ہماری طرح کھانا کھائے اور ہماری طرح خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں جائے تو ہم میں اس میں فرق کیا رہا۔ اگر واقعی رسول تھا تو چاہئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے کھینچوں سے فارغ ہوتا۔

إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ سَكُونٌ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا

اس کے پاس خزانہ یا ہو جا تا اس کے لیے ایک باغ کہ خدا کرتا اس میں سے

وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ①

اور کہنے لگے بے سبب تم پیروی کرتے ہو اس ایک مرد ہودہ مارے کی

أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا

بیکھو کیسی بھڑاتے ہیں تجھ پر مثالیں سو بہکے

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ② تَبَارَكَ الَّذِي

اب یا نہیں سکتے تہ بڑی برکت ہے اس کو

إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذَلِكَ جَنَّتٍ

جو چاہے تو کر دے تجھے اس سے بہتر

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَيَجْعَلَ لَكَ

کہ نیچے بہتی ہیں (ہوں) اس کے نہریں اور کر دے تیرے واسطے

قُصُورًا ③ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا

نخل کچھ نہیں اور جھنڈاتے ہیں قیامت کو اور ہم نے تیار کی ہے

لِمَنْ كَذَبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ④ إِذَا رَأَتْهُمْ

اس کے واسطے کہ جھنڈاتا ہے قیامت کو جب وہ دیکھیں ان کو

مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيْطًا وَ

اور سنیں گے اس کا جھجھکانا دور کی جگہ سے

نبوت پر کفار کے جاہل نہ شبہات | یعنی اُرفرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم خدا کا یہ آدھ
فرشتہ ان کو بچا ثابت کرنے اور رعب جس کے سے ساتھ رہتا جسے دیکھ کر جو انجواہ و دوس کو جھکنا
پڑتا۔ یہ کیا کہ کس پہری کی حالت میں کیلے دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ اُرفرشتے بھی مہرا نہ
ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی قیمتی خزانہ مل جائے تو کم از کم کو بربخ مال حرج کر کے
ہی اپنی طرف کھینچ لیا کرتے۔ اور خیر یہ بھی نہ سہی معمولی رئیسوں اور زمینداروں کی طرح گلوں سمجھو
وغیرہ کا یہ باغ تو ان کی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بے فکری سے کھایا
پیا لرتے جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے عہد و جمید پر معاذ اللہ
ایسی معمولی حیثیت کے آدمی کو مامور کیا ہے۔

یعنی میں نے یہ پوزیشن اور اتنے اونچے دعوے؟ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ عقل کوئی نئی ہے یا کسی
نے جو اس کے زور سے دماغ مختل کر دیا ہے جو ایسی بھلی باتیں کرتے ہیں۔ (احیاء باللہ)
کفار کی حیرانی اور ابدی گمراہی | یعنی کبھی کہتے ہیں کہ ان کی باتیں محض مفتریات ہیں۔ کبھی
دعوے کرتے ہیں کہ نہیں دوسروں سے سیکھ کر اپنے سانچے میں ڈھال لی ہیں کبھی آپ کو مسکور بتلاتے
ہیں کبھی سحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنوں، یہ اظہار خود بتاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز آپ
پر منطبق نہیں ہوتی۔ اسی لئے کسی ایک بات پر قمر نہیں۔ ورنہ ہم ان کے کا کوئی راستہ ہاتھ نہیں
آتا۔ جو وہ نبیاء کی جناب میں اس طرف کی گستاخیاں کرے گمراہ ہوتے ہیں ان کے راہ راست پر
آنے کی کوئی توقع نہیں۔

یعنی اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو یک باغ یا بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرما
دے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ بعد اس وقت کہ آخرت میں جو باغ اور نہریں اور
حور باقصر سننے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں مل کر دے۔ لیکن حکمت الہی با فعل اس کو مقتضی
نہیں۔ اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق و
صداقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ باقی پیغمبر علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جو
دلائل و معجزات پیش کئے جائیں وہ کافی سے زیادہ ہیں۔

قیامت کا آنا اٹل ہے | یعنی یہ دگ جن چیزوں کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ فی الحقیقت طلب حق کی
نیت نہیں۔ محض شرارت اور تکبر کرنے کے لئے ہے۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں بھی تک
قیامت اور سزا و جزاء پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے جھوٹے سے چو نہیں جتا، قیامت آ
کر رہے گی ورنہ مکہ میں کے لئے آگ کا جو نہیں نہ تیار کیا گیا ہے جس میں ضرور جتنا پڑے گا۔

زَفِيرًا ۱۱ ۝ وَإِذَا الْقَوَا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُقَرَّنِينَ

جہان ۱۱ اور جب ڈالے جائیں گے اس کے اندر ایک جگہ تنگ میں ایک دوسرے میں کئی کئی بندھے ہوئے

دَعُوا هُنَاكَ ثُبُورًا ۱۲ ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا

پکاریں گے اس جگہ موت کو ۱۲ مت پکارو آج ایک

وَاحِدًا ۱۳ ۝ وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا ۱۴ ۝ قُلْ أَذِلَّكَ خَيْرٌ

مرنے کو ۱۳ اور پکارو بہت سے مرنے کو ۱۴ تو کہہ جا یہ جہنم بہتر ہے

أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۱۵ ۝ كَانَتْ

یابغ ۱۵ ہمیشہ رہنے کا جس کا وعدہ ہو چکا پر ہیزگاروں سے ۱۵ وہ سوگا

لَهُمْ جَزَاءٌ وَاصِبًا ۱۶ ۝ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ

ان کا بدلہ ۱۶ اور پھر جانے نہ جگہ ان کے واسطے وہاں ہے جو وہ چاہیں ۱۶

خُلْدٍ ۱۷ ۝ كَانَ عَلَى رَبِّكَ وَعْدًا مَسْئُولًا ۱۸ ۝ وَ

ربا کریں ہمیشہ ۱۷ ہو چکا تیرے رب کے ذمہ ۱۸ وعدہ کا تھا ۱۸

يَوْمَ يُحْشَرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۱۹ ۝

جس دن جمع کر دیں گے ان کو اور جن کو وہ پوجتے ہیں ۱۹ اللہ کے سوا

فَيَقُولُ أَأَنْتُمْ أَضَلُّتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ

پھر ان سے کہے گا کیا تم نے بہکا دیا میرے بندوں کو ۱۹

هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ ۲۰ ۝ قَالُوا سُبْحَنَكَ مَا كَانَ

وہ آپ بکے راہ سے ۲۰ ہمیں گے تو پاک ہے ہم سے

◆ کفار کیسے دوزخ کا جوش و غضب | یعنی دوزخ کی آگ محشر میں جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر جوش میں جرجرے گی اور اس کی غضبناک آوازوں اور خوفناک پہنکاروں سے بڑے بڑے دیروں کے چپے پانی بہا میں گئے۔

◆ کفار زنجیروں میں بندھے ہونگے | یعنی دوزخ میں ہر مجرم کے لئے خاص جگہ ہوں جہاں سے مل نہ سکے گا۔ اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہونگے۔ اس وقت مصیبت سے صبر رزم و پاریں گے۔ کاش موت آ رہا ہرے ان دردناک مصائب کا خاتمہ کر دے۔

◆ بار بار کی موت | یعنی ایک بار مریں تو نچوٹ جا میں۔ ان میں ہزار بار مرنے سے بدتر حال ہوتا ہے (ماضی القرآن)

◆ یعنی کلمہ جہنم کا انجام سن لیا۔ اب خود فیصلہ کر لو کہ یہ پسند ہے یا وہ جس کا وہ مومنین متقین سے کیا گیا۔

◆ اور چاہیں گے وہی جوان کے مرتد کے من سب ہو گا۔

◆ مومنین کے انعامات | ”وَعِذًا مُّسْتَوْفَا“ سے مراد حقی وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بعض فضل و عنایت سے اپنے مومنین کو عطا فرمایا۔ یا یہ مطلب کہ اس وعدہ کے ایفاء کا متقین سوال کریں گے۔ جو یقیناً پورا کیا جائے گا جیسا کہ وعدہ میں ہے۔ ”وَبَشِّرُوا هَٰؤُلَاءِ وَعِدْنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ“

◆ باطل معبودوں سے سوال | یعنی مابعدین کو نہ کر معبودوں سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے ان و شرک کی اور اپنی پرستش کرانے کی رغبت کی تھی یا یہ خود اپنی محنت و جہالت اور غفلت و بے توجہی سے گمراہ ہو گئے۔

يَنْبَغِي لَنَا اَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ

نہ نہ ہاتھ کہ چڑ میں کی کو تیرے بغیر

اُولِيَاءَ وَلٰكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَاٰبَاءَهُمْ حَتّٰى نَسُوْا

رفیق ♦ یکنے ان کو دے دیا پانی پیر زمان کے وہی ہوا یہاں تک کہ بھلا بیٹھے

الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ

تیری یاد ♦ اور یہ تھے وہ تیرے ہونے والے سوچتے تھنا بیٹھے

بِمَا تَقُولُوْنَ ۚ فَمَا تَسْتَطِيعُوْنَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا ۚ

تمہاری بات میں ♦ اب نہ تم لوگ سہے اور نہ وہ سہے

وَمَنْ يُّظْلِمُ مِّنْكُمْ نَذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ۝

اور جو کوئی تم میں سے ظلم کرتے اس کو ہم چکھا میں سے برانا ہے ♦

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا

اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول

اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِيْ

سے کھاتے تھے کھانا اور چلتے (تے جاتے) تھے

الْاَسْوَاقِ ۚ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۚ

بازاروں میں ♦ اور ہم نے تم میں سے بعض کے لئے فتنہ بنائے

اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝

رکھیں ثابت بھی رہتے ہو ♦ اور تیرا رب سب جانچ دیکھتا ہے

یعنی ہماری کیا مجال تھی کہ تجھ سے ہٹ کر کسی دوسرے کو اپنا رفیق و مددگار سمجھتے۔ پھر جب ہم اپنے نفس کے لئے تیرے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تھے تو دوسروں کو کیسے علم دیتے کہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔

باطل معبودوں کا جواب | یعنی اصل یہ ہے کہ یہ بد بخت اپنی سوء استعداد سے خود ہی تباہ ہوئے کو پھر رہے تھے ہلاکت ان کے لئے مقدر ہو چکی تھی، ظاہری سبب اس کا یہ ہوا کہ بیش آرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے، کسی نصیحت پر کان نہ دھرا، پیغمبروں کی ہدایت و ارشاد کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہو گئے، آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے، یہ اسی قدر غفلت و نسیان میں ترقی کرتے گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اخلاص و کمال کے مسم حقیقی کی بندگی اور شکر گزاری اختیار کرتے، اسے مغرور و مفتون ہو کر کفر و عصیان پر قتل گئے۔ گویا جو امرت تھا، بد بختی سے ان کے حق میں زہر بن گیا۔

یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ لو اجن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا وہ خود تمہارے دعاوی کو جھٹلا رہے اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔
یعنی بے نغذا اب الہی کو پھیر سکتے ہونہ بات کو پٹ سکتے ہونہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو، جس کو جو برا مننے والی ہے، اس کا پڑے مزہ چکھتے رہو۔

شاہد ظلم سے مراد یہاں شرک ہو، در ممکن ہے ہر قسم کا ظلم و گناہ مراد یہ جائے۔
تمام انبیاء بشر تھے | یہ جواب ہوا۔ ”مال هذا الرسول یا کل الطعام“ الخ کا۔ یعنی آپ سے پہلے جتنے پیغمبر دنیا میں آئے سب آدمی تھے۔ آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے و معاشی ضروریات کے لئے بازار بھی جاتے تھے۔ ان کو فرشتہ بنا کر نہیں بھیج دیا تھا، پینے اور خواجہ بشریہ سے مستغنی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے بازاروں میں پھر ناشائستہ تقدس اور بزرگی کے منافی نہیں۔ بلکہ گربازار نہ جانے کا منشاء کبر و خود بینی ہو تو یہ بزرگی کے خداف ہے۔

تم ایک دوسرے کیلئے آزمائش ہو | جنی پیغمبر ہیں کافروں کا ایمان جانچنے کو۔ اور کافر ہیں پیغمبروں کا صبر جانچنے کو۔ اب دیکھیں کافروں کے صیبا نہ طعن و تشنیع اور غوا اعتراضات سن کر تم کس حد تک صبر و استقامت رکھتے ہو۔

یعنی کافروں کا کفر و ایذاء دہی اور صبر و تحمل سب اس کی نظر میں ہے۔ ہر ایک کو اس کے کئے کا پھل دے کر رہے گا۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا

وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے کہ ہم سے ملیں گے کیوں نہ اترے ہم پر

الْمَلَكَةُ أَوْ نُرِى رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ

فرشتے یہ ہم دیکھتے اپنے رب کو بہت بڑائی رکھتے ہیں اپنے نفس میں

وَعَتَوْا عُنُوتًا كَبِيرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَ

اور سرچنے ہر سے میں بڑی شرارت میں جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو یہ خوش خبری نہیں

يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حَجْرًا مَّحْجُورًا ۝ وَقَدْ مَنَّ

اس دن گنہگاروں کو اور کہیں گے کہیں روک دی جائے ولی آڑ اور ہم نیچے

إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا ۝ أَصْحَابُ

ان کے کاموں پر جو نہیں نے کئے تھے پھر ہم نے کر ڈالا اس کو خاک اڑتی ہوئی بہشت کے

الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ۝ وَيَوْمَ

لوگوں کا اس دن خوب ہے ٹھکانا اور خوب ہے جگہ دوپہر کے آرام کی اور جس دن

تَشَقُّقُ السَّمَاءِ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ۝

پھٹ جانے آسمان بادل سے اور اترے جائیں فرشتے تارگاہ

الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ ۝ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى

بادشاہی اس دن سچی ہے رحمن کی اور ہے وہ دن

کفار کی جاہلانہ فرمائشیں یعنی جن کو یہ امید نہیں کہ ایک روز ہمارے رب پر ہر ضرر ہو کر حساب و کتاب دینا ہے وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہو کر معاندانہ اور گستاخانہ کلمات زبان سے کہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کی طرح ہم پر فرشتے بھی نہیں کیوں نہ اترے۔ یا خدا تعالیٰ سامنے کر ہم سے ہم کام کیوں نہ ہو گیا۔ کم از کم فرشتے تمہاری تصدیق ہی کے لئے آتے یا خود

خداوند سبحان عزت کو ہم دیکھتے کہ سامنے ہو کر تمہارے دعوے کی تائید و تصدیق کر رہا ہے کما فی موضع آخر۔ "فَالْوَالِنُ سُؤْمِسَ حَتَّىٰ نُؤْتِي مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ" (انعام رکوع ۱۵) "وَفِي سُوْرَةِ الْأَسْرَاءِ" "أَوْتَاتِنِي بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قِيْلًا" (اسراء رکوع ۱۰) کفار کا بدترین تکبر یعنی انہوں نے اپنے دس میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے جو جی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہیں شربت و سرکشی کی حد ہو گئی کہ باوجود ایسی سیاہ کاریوں کے دنیا میں ان آنکھوں سے خداوند قدوس کو دیکھنے اور شرف ہم کلامی سے شرف ہونے کا مطالبہ کریں۔

♦ آخرت میں کفار کی حاست یعنی گھبراؤ نہیں، ایک دن آنے والا ہے جب فرشتے تم کو نظر پڑیں گے، لیکن انکے دیکھنے سے تم جیسے مجرموں کو کچھ خوشی حاصل نہ ہوگی، بلکہ سخت ہولناک مصائب کا سامنا ہوگا۔ حتیٰ کہ جو لوگ اس وقت فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرنے والے ہیں اس وقت "حُجْرَاتُ خُجُوْرًا" کہہ کر پناہ طلب کریں گے، اور چاہیں گے کہ ان کے اور فرشتوں کے درمیان کوئی سخت روک قائم ہو جائے کہ وہ ان تک نہ پہنچ سکیں لیکن خدا کا فیصلہ کب رک سکتا ہے۔ فرشتے بھی حُجْرَاتُ خُجُوْرًا کہہ کر بتلا دیں گے کہ آج مسرت و کامیابی ہمیشہ کے لئے تم سے راک دی گئی ہے۔ تنبیہ ممکن ہے یہ تذکرہ احتضار (موت) کے وقت کا ہو۔ کما قال تعالیٰ "وَلَوْ سَئَرَىٰ ذُوْنُوْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَنْصُرُوْنَ رُحُوْمَهُمْ وَادْبَارُھُمْ"۔ (انفال رکوع ۷) "وَقَالَ تَعَالَىٰ" "وَلَوْ سَئَرَىٰ اِذَا الْغُلَامُ مَوْتٌ فِیْ غَمْرَاتٍ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا اَیْدِیْھُمْ اَخْرَجُوْا اَنْفُسَکُمْ الْیَوْمَ تُحْجَرُوْنَ عَذَابِ الْهُوْلِ"۔ (انعام رکوع ۱۱) گویا یہ کیفیت اس کے بالمقابل ہوگی۔ جو دوسری جگہ مؤمنین کی بیان ہوئی ہے۔ "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَنْصُرُوْهُمْ عَلَیْھِمْ الْمَلَائِكَةُ اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْشِرُوْا اِلَیْھِمْ اَلَّتِیْ تَنْتُمْ نُوْعِدُوْنَ" (احم السجدہ رکوع ۳) درمکن ہے یہاں قیامت کے دن کا ذکر ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

♦ کفار کے اعمال کی حقیقت یعنی وہ ہم کو بدلاتے تھے تو ہم بھی آپہنچے، مگر ان کی عزت بڑھانے کو نہیں، بلکہ اس لئے کہ انہوں نے اپنے زعم و مائل کے موافق جو بھلے کام کئے تھے جن پر بڑا بھروسہ تھا انہیں ہم قطعاً ملایمٹ کر دیں اور اس طرح بے حقیقت کر کے ازادیں جیسے حاک کے حقیر ذرات ہوائیں اور اُدھر اُدھر جا کر رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اعمال و روح اخلاص و ایمان سے یکسر خالی یا طریق حق کے بالکل متفاد واقع ہوئے ہیں۔ قال تعالیٰ "مَنْ الذِّیْنَ كَفَرُوا رَبِّیْھُمْ اَعْمَالُھُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِھِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ" (ابراہیم رکوع ۳) و غیر ذلک من الآیات۔

♦ یعنی یہ لوگ تو اس روز اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے اور جن کی ہنسی اڑیا کرتے تھے وہ جنت میں خوب عیش و آرام کے مزے لوٹیں گے۔

♦ حق تعالیٰ کے چتر شہی اور ملائکہ کا نزول قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد اوپر سے بادل کی طرح کی ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تہی ہوگی۔ اسے ہم چتر شہی سے تعبیر کئے لیتے ہیں۔ شاید یہ وہی چیز ہو جسے ابوہریرہ کی حدیث میں "عشاء" سے اور نسائی کی ایک روایت میں جو معراج سے متعلق ہے "عیانہ" سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے ساتھ پیشتر فرشتوں کا ہجوم ہوگا اور آسمانوں کے فرشتے اس روز لگا تار مقام محشر کی طرف نزول فرمائیں گے۔ دوسرے پارہ کے نصف کے قریب آیت "مَنْ یُّسْطَرُوْنَ اِلَّا اَنْ یُّنْزِلَھُمْ اللّٰهُ فِیْ ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ اَنْ یُّنْزِلَھُمْ اِیْھِمْ" میں بھی اسی طرح کا مضمون گہرا چکا ہے۔

الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۝ وَيَوْمَ يَعْصُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ

مشرکوں پر مشکل اور جس نے کثرت کثرت کئے گا تنہا کرنے ہاتھوں و

يَقُولُ لِيَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يُوبِلْتَنِي

کہے گا اے کاش کہ میں نے پکڑا ہوتا رسول کے ساتھ دوست کے خرابی میری

لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ

کاش کہ نہ پکڑا ہوتا میں نے فدا کرنے کو دوست اس نے توبہ کا دیا مجھ کو

الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ

نصیحت سے مجھ تک پہنچانے کے پیچھے (بعد) اور ہے شیطان آدمی کو وقت پر

خَذُولًا ۝ وَقَالَ الرَّسُولُ يَرَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا

وغا دینے والا اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرایا ہے

هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

اس قرآن کو جھک جھک اور اسی طرح رکھے ہیں ہم نے ہر نبی کے لیے

عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِينَ ۖ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ۝

دشمن گنہگاروں میں سے اور کافی ہے تیرا راہ دکھانے کو اور مدد کرنے کو

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً

اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اترا اس پر قرآن سارا (اکٹھا)

وَإِحْدَةً ۚ كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ

ایک جگہ ہو کر (ایک بار) اسی طرح اتارنا کہ ثابت رہیں ہم اس سے تیرا دل در پڑھ سنا دیا ہم نے اس کو

❖ **رحمن کی بادشاہی**۔ معنی ظاہر و باطن، صورت و معنی، من کل الوجوه، اسیہ رحمن کی بادشاہت ہوگی اور صرف کسی کا حکم چلے گا۔
 لیس الصدک الیوم لند الو احد الفقار (مومن۔ رکوع ۲) پھر جب رحمان کی حکومت ہوئی تو جو مستحق رحمت ہیں ان کے لئے رحمت کی کیا کمی، حساب رستوں سے نازے جا میں گئے مگر باوجود ایسی امداد رحمت کے کافروں کے لئے وہ دن بڑی سخت مشکل اور مصیبت کا ہوگا کہ بازار چنداں کے کدوتر۔ جسی رست رادل پر اگندہ تر۔

❖ **کافر کی انتہائی حسرت و ندامت**۔ یعنی ہرے حسرت و ندامت کے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور افسوس کرے گا کہ میں نے کیوں دنیا میں رسول خدا کا راستہ اختیار نہ کیا اور کیوں شیاطین و انس و جن کے بہکا۔ میں آگیا جو آج یہ راز بدایکھا پڑا۔
 یعنی جیسی اوتی اور انگو۔ ست کر، سو تھا یا گراہی میں ترقی کی تھی، اس وقت پچھتے گا کہ افسوس ایسوں کو میں نے اپنا دوست کیوں سمجھا۔ کاش میرے ورائے درمیان کبھی دوستی اور رفاقت نہ ہوئی ہوتی۔ تنبیہ مفسرین نے یہاں عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کا جو واقعہ نقل کیا ہے، چھ ضرورت نہیں کہ آیت کے مدلول و اس پر متصور کیا جائے۔ ماں جو تقریر ہم نے کی ہے اس میں وہ بھی داخل ہے۔

❖ **میں پیغمبر کی نیکی** مجھ کو پہنچ چکی تھی جو ہدایت کے لئے کافی تھی، اور امکان تھا کہ میرے دل میں حیرت نہ رہے۔ مگر اس کم بخت کی دوستی نے تباہ کیا و ردل وادھر متوجہ نہ ہونے دیا۔ بیشک شیطان بڑا دغا باز ہے آدمی و جن وقت پر ہموکا دینا اور بری طرح رسوا کرتا ہے۔
 ❖ **آنحضرت کی شکایت** یعنی ضدی معاندین نے جب کس طرح نصیحت پر کان نہ دھرا، تب پیغمبر نے بارگاہ الہی میں شکایت کی کہ خداوند میری قوم نہیں سمجھتا، نبیوں نے قرآن بھی عظیم الشان کتاب کو (العیوب اللہ) بکوس قرار دیا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خوب شور مچاتے اور ہب بک جھک جھک کرتے ہیں۔ تا کوئی شخص سن اور سمجھ نہ سکے۔ اس طرح ان اشیاء نے قرآن بھی قابل قدر کتاب کو بالکل متراک، بھجور کر چھوڑا ہے۔ تنبیہ آیت میں گرجہ مذکور صرف کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تہہ نہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنا، اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی صحیح قراءت کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے اعراض کر کے دوسری غویات یا حیرتیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ بھران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ "فَسْأَلُ اللّٰهَ لَعْنَهُمُ الْمُنَافِقِينَ عَلَى مَا يَشَاءُونَ أَنْ يَخْلُصُوا مِنْهُ يُخْلُصُوا مِنْهُ يُسْخِطُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَيُصَوِّبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ حُبَّهُ وَيُؤْخِذُهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ لِيُجِيبَهُمْ فِي يَوْمٍ ذُو نَارٍ يَمُوتُونَ" (سورۃ النفاق ۱-۴)

❖ **برائی کے دشمن ضرور ہوئے ہیں**۔ جو نبی کی بات ماننے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے ہیں۔
 ❖ **جہنمی کافر پڑے برکا، کریں، جس کو لندہ چائے گاراہ پڑے** آدھ گایا یہ مطلب ہے کہ اللہ جس کو چاہے گاہدایت کر دے گا اور جن کو ہدایت نصیب نہ ہوگی ان کے سب کے مقابلہ میں تیری مدد کرے گا۔ یہ کہ حق تعالیٰ تیری مدد کر کے مقام مطلوب تک پہنچا دے گا۔ کوئی رباوت مان نہ ہو سکے گی۔

❖ **قرآن کی یکبارگی نازل نہ ہونے پر کفار کے شبہات**۔ یعنی نبی کے دشمن و مومنین کو گمراہ کرنے کے لئے ایسے ایسے مترش چھینتے ہیں کہ صاحب اور سری کتابوں کی طرح قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا، برسوں میں جو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا اللہ میں دیکھ سوچنا پڑتا تھا، اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ خود محمد ﷺ سوچ سوچ کر بناتے ہیں۔ پھر موقع مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا سناتے رہتے ہیں۔

تَرْتِيْلًا ۳۱ وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ

تھیر تھیر کر ۱۰ سے تیرے پاس کوئی مثل کہ ہم نہیں پہنچا دیتے تجھ کو ٹھیک بات اور اس سے بہتر

تَفْسِيْرًا ۳۲ الَّذِينَ يُحْشَرُوْنَ عَلَىٰ وُجُوْهِهِمْ اِلٰى

کھول کر ۱۱ جو لوگ کہ گھیر کر لائے جائیں گے اوندھے پڑے ہوئے اپنے منہ پر

جَهَنَّمَ ۴ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۳۳ وَلَقَدْ

دوزخ کی طرف ۱۲ انہی کا راز اور جہ ہے اور بہت نیچے ہوئے ہیں راہ سے ۱۳ اور

اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗ اَخَاهُ هٰرُوْنَ

ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور سرد یا ہم نے اس کے ساتھ اس کا بھائی

وَزِيْرًا ۳۴ فَقُلْنَا اذْهَبْ اِلٰى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

کام پٹانے والے ۱۴ پھر کہا ہم نے تم دونوں جاؤ ان لوگوں کے پاس جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰتِنَانَا ۱۵ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۳۵ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوْا

ہماری باتوں کو ۱۵ پھر دے مارا ہم نے ان کو اکھاڑ کر اور نوح کی قوم کو جب انہوں نے جھٹلایا

الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۱۶ وَاعْتَدْنَا

پیغام لانے والوں کو ۱۶ ہم نے ان کو ڈبا دیا اور کیا ان کو لوگوں کے حق میں نشانی اور تیار کر رکھا ہے

لِلظٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۱۷ وَعَادًا وَثَوْدًا ۱۸ وَاَصْحٰبَ

ہم نے گنہگاروں کے واسطے عذاب دردناک اور عادی اور ثمود کو اور غوثین

الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۱۹ وَكُلًّا ضَرَبْنٰ لَهُ

دالوں کو ۱۹ اور اس کے بیچ میں بہت سی جن ملتوں کو اور سب کو کہتے ہیں ہم نے

قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت | یعنی یہ کیا ضرور ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا اس سبب سے ہو جو حق نے سمجھا۔ اگر غور کرو گے تو اس طرح نازل کرنے میں بہت سے فوائد ہیں جو دفعۂ نازل کرنے کی صورت میں پوری طرح حاصل نہ ہوتے۔ مثلاً اس صورت میں قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا، سمجھنے میں سہولت رہی، کلام پوری طرح منضبط ہوتا رہا، درجن مصاع و حکم کی رعایت اس میں کی گئی تھی، لوگ موقع بہ موقع ان کی تکمیل پر مطلع ہوتے رہے۔ ہر آیت کی جداگانہ شان نزول کو دیکھ کر اس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی۔ ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا بروقت جواب ملتے رہنے سے پیغمبر اور مسلمانوں کے قلوب تسکین پاتے رہے اور ہر آیت کے نزول پر گویا دعویٰ اعجاز کی تجدید ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں جبریل کا بار بار آنا جانا ہوا جو ایک مستقل برکت تھی، وغیرہ دالک من العوائد۔ ان ہی میں سے بعض فوائد کی طرف یہاں اشارہ فرمایا ہے۔

قرآن میں تمام شبہات کا جواب | یعنی کفار جب کوئی اعتراض قرآن پر یا کوئی مثال آپ پر چسپاں کرتے ہیں تو قرآن اس کے جواب میں ٹھیک ٹھیک بات بتا دیتا ہے جس میں کسی قسم کا بغیر پھیر نہیں ہوتا۔ بلکہ صاف واضح، معتدل اور بے غش و غش بات ہوتی ہے ہاں جسکی عقل اوندرھی ہو گئی ہو وہ سیدگ اور صاف بات کو بھی میسر ہی سمجھیں، یہ لگ چیز ہے، ایسوں کا انجام اگلی آیت میں بیان فرمایا۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی عقل اوندرھی ہو گئی اور عیویات کو چھوڑ کر عقلی خواہشات پر جھک پڑے۔ اسی چند اقوام کا جو مشر بہا عبرت کے لئے اس کو بیان فرماتے ہیں۔

یعنی آیات تکوینیہ کو جو اللہ کی توحید وغیرہ پر دال ہیں اور انبیاء کے سابقین کے متفقہ بیانات کو جن کا تھوڑا بہت چرچا پہلے سے چلا تھا، جھٹل کر خدائی کے دعوے کرنے لگے تھے۔

ایک پیغمبر کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ کیونکہ اصول دین میں سب انبیاء متحد ہیں۔

اصحاب الزس کون تھے | ”اصحاب الزس“ (کنوئیں والے) کون تھے؟ اس میں سخت اختلاف ہوا ہے۔ ”روح المعانی“ میں بہت اقوال نقل کر کے لکھے ہیں۔ ”وَمُلْحَصُ الْأَقْوَالِ أَنَّهُمْ قَوْمٌ أَهْلُكَهُمْ اللَّهُ بِتَكْذِيبِ مَنْ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ“ (یعنی خلاصہ یہ ہے کہ وہ کوئی قوم تھی جو اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”ایک امت نے اپنے رسول کو کنوئیں میں بند کیا پھر ان پر عذاب آیا تب وہ رسول خلاص ہوا۔“

الْأَمْثَالِ ۖ وَكُلًّا تَبَرْنَا تَبِيرًا ۝۳۹ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا عَلَى الْقَرْيَةِ

مث میں اور سب کو کھودیا ہم نے عمارت کر کر ۱ اور یہ لوگ ہو آئے ہیں اس بستی کے پاس

الَّتِي أُمِطِرَتْ مَطَرِ السَّوْءِ ۖ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا ۖ بَلْ

جن پر برس کرنا بدسوء (بند) ۲ کیا دیکھتے نہ تھے اس کو ۳ نہیں پر

كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝۴ وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُوكَ

مید میں رکھتے جی اٹھنے کی ۴ اور جہں تھہ کو دیکھیں ۵ کچھ کام نہیں ان کو تھہ سے

إِلَّا هُزُوعًا ۚ هَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝۵ إِن كَادَ

مگر غصے کرنے کی یہی ہے ۶ جس کو بھیجا اللہ نے پیغام دے کر یہ تو

لِيُضِلَّنَا عَنْ الْهَدْيِ لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا وَسَوْفَ

ہم کو بھلا جلی دیتا ۷ ہمارے معبودوں سے ۸ اگر ہم نہ بھر جتے ن پر ۹ اور آگے

يُعْلَمُونَ حِينَ يُرَوْنَ الْعَذَابَ ۖ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۶

جان لیں گے ۱۰ جس وقت دیکھیں گے عذاب ۱۱ کہ کون بہت بھلا ہوا ہے راہ سے ۱۲

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۖ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ

جد دیکھ تو ۱۳ اس شخص کو جس نے پوجنا اختیار کیا ۱۴ اپنی خواہش کا ۱۵ کہیں تو لے سکتا ہے اس کا

وَكَيْلًا ۝۷ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۖ

ذمہ ۱۶ تو خیال رکھتا ہے ۱۷ کہ بہت سے ان میں سنتے ۱۸ یا سمجھتے ہیں

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝۸ أَلَمْ تَرَ

اور کچھ نہیں وہ برابر ہیں چودایوں کے ۱۹ بلکہ وہ زیادہ بکے ہوئے ہیں راہ سے ۲۰ تو نے نہیں دیکھ

میں پہلے سب واپسی طرح سمجھاؤ۔ جب کسی طرح نہ مانا تو تختہ ستارہ۔

یعنی قوم لوط کی بستیاں جن کے کھنڈرات پر سے مکہ والے "شام" کے نام میں گذرتے تھے۔

یعنی کیا ان کے کھنڈرات کو عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔

یعنی عبرت کہاں سے ہوتی جب ان کے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ عبرت تو وہی حاصل کرتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو اور انہی مکی طرف سے بالکل بے فکر نہ ہو۔

آنحضرتؐ سے استہزاء | یعنی بجائے عبرت حاصل کرنے کے ان کا مشغلہ تو یہ ہے کہ پیغمبر

سے ٹھنھا کیا کریں۔ چنانچہ آپؐ کو دیکھ کر استہزاء کہتے ہیں کہ کیا یہ ہی بزرگ ہیں جن کو اللہ نے رسول

بنا کر بھیجا ہے؟ بھلا یہ حیثیت اور منصب راست؟ کیا ساری خدائی میں سے یہ ہی اکیسے رسول بننے

کے لئے رہ گئے تھے؟ آخر کوئی بات تو ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کی تقریر جادو کا اثر رکھتی ہے۔ قوت

لفظاحت اور در تقریر سے رنگ تو ایسا جھپٹتا تھا کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے ہوتے۔ قریب تھا

کہ اس کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیتیں۔ وہ تو ہم سیکے ہی ایسے تھے کہ برابر جے

رہے انکی کسی بات کا اثر قبول نہ کیا۔ ورنہ یہ ہم سب کو کبھی کا گمراہ کر کے چھوڑتے (اعلیٰ ذہند)

یعنی مذاہب الہی کو آنکھوں سے دیکھیں گے تب ان کو پتہ لگے گا کہ واقع میں کون مراد پر تھا۔

خواہش ان کا خدا ہے | یعنی آپؐ ایسے ہو اور ہستوں کو راہ ہدایت پر لے آئے کی کیا مدد داری کر

سکتے ہیں جن کا معبود ہی محض خواہش ہو کہ جدھر خواہش لے لگی اور جہاں جھک پڑے جو بات خواہش

کے موافق ہوئی قبول کر لی، جو مخالف ہوئی رد کر دی۔ آج ایک پتھر اچھا معلوم ہوا اسے پوجنے لگے کل

دوسرا اس سے خوبصورت مل گیا پہلے دھچھوڑ کر اس کے آگے سر جھکا دیا۔

کفار چوپایوں سے بھی بدتر ہیں | یعنی کیسی ہی ٹھنپتیں سنائیے، یہ تو چوپائے جانور ہیں بلکہ

ان سے بھی بدتر، انہیں سننے یا سمجھنے سے کیا واسطہ چوپائے تو بہرحال اپنے پرورش کرنے والے مالک

کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں، نافع و مضر کی کچھ شناخت رکھتے ہیں۔ کھانا

چھوڑ دو تو اپنی چراگاہ اور پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں، لیکن ان بد بختوں کا حال یہ ہے کہ نہ اپنے

خالق و رازق کا حق پہچاننا، نہ اس کے احکامات کو سمجھنا۔ نہ بھلے برے کی تمیز، نہ دوست دشمن میں

فرق کیا، نہ غذائے روحانی اور چشمہ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے اور

جو قومیں خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو معطل کئے رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا۔ اگر ذرا بھی عقل و فہم

سے کام لیتے تو اس کا رخاندہ قدرت میں بیٹا نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی

توحید و تہذیب اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں جن میں سے بعض

نشانوں کا ذکر آئندہ آیات میں کیا گیا ہے۔

إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا

سے رب کی طرف کیسے مدد کیا سایہ (پرچھ میں) اور اگر چاہتا تو اس کو ٹھہرا دیتا

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۚ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا

پھر ہم نے مقرر کیا سورج کو اس کا راہ دکھانے والا پھر کھینچ لیا ہم نے اس کو اپنی طرف

قَبْضًا يَّسِيرًا ۚ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا

آسان سیٹ کر اور وہی ہے جس نے بنا دیا تمہارے واسطے رات کو اور دھنا

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۚ وَهُوَ الَّذِي

اور نیند کو آرام اور دن کو بیدار دیا اٹھانے کے لیے اور وہی ہے جس نے

أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنْ

چلائی ہوائیں خوشخبری کے لیے دلوں میں رحمت سے (کے) آگے اور اتارا ہم سے

السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ۚ لِّنُخْرِجَ بِهِ بَلَدَةً مَّيِّتًا وَنُسْقِيَهُ

آسمان سے پانی پاکی حاصل کرنے کا کہ زندہ کر دیں اس سے مرے ہوئے دیں کو اور پانی میں اس کو

مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْآسِيَ كَثِيرًا ۚ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ

اپنے پیر کیے سو سے بہت سے جو پائیں اور آدمیوں کو اور طرح طرح سے تقسیم کیا ہم نے اس کو

بَيْنَهُمْ لِيَذْكُرُوا ۚ فَآبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۚ وَلَوْ

ان کے بیچ میں تاکہ یاد رکھیں تا دھیان رکھیں پھر بھی نہیں رہتے بہت لوگ بدون ناشکری کیے اور

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيرًا ۚ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ

ہم جو چاہتے تو اٹھاتے ہر ہستی میں کوئی ڈرانے والا سو کہن مت مان منکروں کا

سائے اور روشنی میں قدرت کے دل نکل | صبح سے طلوع شمس تک سب جگہ سایہ رہتا ہے اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیتا تو یہ ہی سایہ قائم رہتا مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس سے دھوپ جیسی شرع ہوئی اور سایہ بتدریج ایک طرف کو سینٹے لگا۔ اگر دھوپ نہ آتی تو سایہ کو ہم سمجھ بھی نہ سکتے۔ کیونکہ ایک ضد کے آتے سے ہی دوسری ضد پیدا ہوتی جاتی ہے۔ "قُلْ اِیْنَمَا اَنْ حَلَّ اللّٰهُ عِبْنُکُمْ اَلْیَسْرِ سِرٌّ مَّذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ مِّنْ اِلٰهِ غَیْرِ اللّٰهِ بِاَنْتُمْکُمْ بَصِیْآءٌ" (ان (مخصوص رکوع ۷) حضرت شام صبح تکھتے ہیں کہ "اول ہر چیز کا سایہ لمبا پڑتا ہے۔ پھر جس طرف سورج چلتا ہے اس کے مقابل سایہ بنتا جاتا ہے جب تک کہ جز میں آگئے۔" اپنی طرف کھینچے یا کایہ مطلب ہے کہ اپنی اصل کو جاگتا ہے۔ سب کی اصل اللہ ہے۔" (موضع اقرآن) پھر رزواں کے بعد سے ایک طرف سے دھوپ سمٹتا شروع ہوتی ہے، دوسری طرف سایہ لمبا ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ آخر نہار میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔ یہ ہی مثال، نیکی کی جستجو، اول عدم تھا پھر نور وجود آیا، پھر آخر کار عدم میں چلی جا گئی۔ اور ان دو حالتوں نور و ظلمت کے سلسلہ پر روحانی نور و ظلمت کو قیاس کر دے۔ اگر کفر و عصیان اور جہل و طغیان کی ظلمت میں قیام موت کی روشنی اللہ تعالیٰ نہ بھیجتا تو کسی کو معرفت صحیحہ کا راستہ ہاتھ نہ آتا۔

لیل و نہار سے قیامت کا استدلال | جتنی رات کی تاریکی چار کی طرح سب پر محیط ہو جاتی ہے جس میں لوگ کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے ہیں، پھر دن کا جا۔ ہوتا ہے تو نیند سے اٹھ کر اٹھ اٹھ چھٹنے پھرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آگے گی جس میں سارے جہن دو بار اٹھ کھڑا ہوگا اور یہی حالت اس وقت پیش آتی ہے جب انبیاء علیہم السلام وحی والہام کی روشنی سے دنیا میں اجلا کرتے ہیں تو جہل و غفست کی نیند سے سوئی سوئی مخلوق ایک دم اٹھ کھڑی ہو کر اٹھ بٹھکتی ہے۔ ہواؤں اور پانی میں اللہ کی نشانیاں | جتنی اول برساتی ہوا میں بارش کی خوشخبری دیتی ہیں، پھر آسمان کی طرف سے پانی برستا ہے جو خود پاک و دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے، کھیتیں لہلہانے لگتی ہیں جہاں خاک از ربی تھی وہاں ہزار ہا جان جاتا ہے۔ اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن ایک نیبی بارش کے ذریعہ مردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے زندہ کر دیا جائے گا اور دنیا میں بھی اسی طرح حودل جہل و عصیان کی موت سے مر چکے تھے، وحی الہی کی تسانی، رش ان کو زندہ مرائی ہے جو رو جس پلیدی میں پھنس گئی تھیں، روحانی بارش کے پانی سے دھل کر پاک و صاف ہو جاتی ہیں اور معرفت و وصول الی اللہ کی پیاس رکھنے والے اسی کو پی کر سیراب ہوتے ہیں۔

پانی کی حکیمانہ تقسیم | یعنی بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ، کہیں جلد کہیں بدیر، جس طرح اللہ کی حکمت مقتضی ہو پاتا رہتا ہے۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی تقسیم کسی قادر حق و حکیم کے ہاتھ میں ہے لیکن بہت لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الہی کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اگلے کفر اور ناشکری پر اتر آتے ہیں۔ یہی حال روحانی بارش کا ہے کہ جس کو اپنی استعداد اور ظرف کے موافق جتن حصہ ملتا تھا یا اور بہت سے اس نعمت عظمیٰ کا کفران ہی کرتے رہے۔

وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

اور متلاطم لہران کا اس کے ساتھ بڑے زور سے اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے چھوٹے چھوٹے

هَذَا عَذَابٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلْ بَيْنَهُمَا

یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھارکی ہے ٹڑا اور رکھا ان دونوں کے بیچ

بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿۵۷﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ

پڑا اور تڑا اور وہی ہے جس نے عاید پانی سے

بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۸﴾ وَ

انسانی پھر ٹھہرایا اس کے لیے نسب (جد) اور سرال اور تیرے رب سب کچھ کر سکتے ہیں

يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ وَكَانَ

پوجتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر وہ چیز جو نہ بھلا کرے نہ ہارت

الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿۵۹﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ

کافر اپنے رب کی طرف سے پیٹھ (منہ) پھیر رہا (طرف پیٹھ کر رہا) اور تجھ کو ہم نے بھیجی

نَذِيرًا ﴿۶۰﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ

ذمہ داری کے لیے تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری مگر جو کوئی چاہے

أَنْ يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿۶۱﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ الْحَيِّ الَّذِي

کہ پڑے اپنے رب کی طرف راہ اور بھروسہ کر اور اس زندہ کے جو

لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ط وَكَفَىٰ بِهِ يَذُنُوبٍ عِبَادَهُ خَيْرًا ﴿۶۲﴾

نہیں مرتا اور یاد کر اس کی خوبیاں اور وہ کافی ہے اپنے بندوں کے گنہگار سے خیر دار

آنحضرت کو تسلی یعنی نبی کا آنا تعجب کی چیز نہیں۔ اللہ چاہے تو اب بھی نبیوں کی شرت رہے۔ کہ برستی میں مینہ نہ پڑے۔ مگر اس کو منظور ہی یہ ہوا کہ اب آخر میں سارے جہان کے لیے اکیلے محمد رسول اللہ کو نبی بنا کر بھیجے۔ سو آپ کافروں کے احمقانہ طعن و تشنیع اور سفیانہ نکتہ چینیوں کی طرف التفات نہ فرمائیں۔ اپنا کام پوری قوت اور جوش سے انجام دیتے رہیں اور قرآن ہاتھ میں لیکر ان منکرین کا مقابلہ زور و شور کے ساتھ کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرنے والا ہے۔

میٹھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا سنگم بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ "ارکان"

سے "چھٹام" تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جہانیں بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں، ایک کا پانی سفید ہے، ایک کا سیاہ، یہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور موج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے چچ میں ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ و کڑوا اٹھ۔ اور مجھ سے "باریساں" کے بعض صلب نے بیان کیا کہ ضلع "باریساں" میں دو ندیاں ہیں جو ایک سی دریا سے نکلی ہیں۔ ایک کا پانی کھاری بالکل ترش، اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ ہے۔ یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ آج کل مقیم ہے (ذابھیل سہلک ضلع سورت) سمندر تقریباً ۱۵ بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ادھر کی ندیوں میں برابر دو جزر (جوار بھانا) ہوتا رہتا ہے۔ کثرت ٹکات نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں پانی مخلط نہیں ہوتے۔ اور کھاری رہتا ہے، نیچے میٹھا، جزر کے وقت اوپر سے کھاری اتر جاتا اور میٹھا جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے، اللہ اعلم۔ من شوبہ کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے۔ یعنی خدا کی قدرت دیکھو کہ کھاری اور میٹھے دونوں دریاؤں کے پانی میں نہ کہیں مل جانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں دریا الگ الگ اپنے اپنے بھرنی میں چلائے اور دونوں کے بیچ میں بہت جگہ زمین کا نل کر دی، اس طرح آزادانہ چھوڑا کہ دونوں زور کا کردار میان سے زمین کو بٹا دیتے اور اس کی ہستی کو تباہ کر دیتے، پھر دونوں میں بریک کا جو مزہ ہے وہ اسی کے لئے لازم ہے۔ یہ نہیں کہ میٹھا دریا کھاری، یا کھاری میٹھا بن جائے۔ گویا ہاتھ پر اوصاف کے ہر ایک دوسرے سے بالکل الگ رہنا چاہتا ہے۔ وقیل عبیر ذالک والراحح عدی هو الاول واللہ اعلم۔

پانی کے قطرہ سے انسانی تخلیق دیکھ لو! کس طرح اپنی قدرت کا مد سے ایک قطرہ آب کو عاقل و کامل آدمی بنا دیا۔ پھر آگے

اس سے نسلیں چلائیں اور دامادی اور سسرال کے تعلقات قائم کئے۔ ایک ناچیز قطرہ کو کیا سے کیا کر دیا اور کہیں سے کہاں پہنچا دیا۔ لیکن یہ حضرت تھوڑی ہی دیر میں اپنی اصل کو بھوں گئے اور اس رب قدر کو چھوڑ کر عاجز مخلوق کو خدا کہنے لگے۔ اپنے پروردگار کا حق تو کیا پہچانتے اس سے منہ موڑ کر اور پیٹھ پھیر کر شیطان کی فوج میں جا شامل ہوئے۔ تا اغواء و اضلال کے مشن میں اس کی مدد کریں اور مخلوق کو گمراہ کرنے میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ مَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ الْفَسَاوِ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِہَا۔

آپ کا کام پیغام پہنچانا ہے یعنی آپ کا کام خدا تعالیٰ کی وفاداری پر بشارات سنانا اور نذاروں کو خراب نتائج و عواقب سے

گاہ کر دینا ہے۔ آگے کوئی مانے یا نہ مانے، آپ کو کچھ نقصان نہیں۔ آپ ان سے کچھ نفیس یا مزدوری تھوڑی طلب کر رہے تھے کہ ان کے نہ ماننے سے اس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔ آپ تو ان سے صرف اتنا ہی چاہتے ہیں کہ جو کوئی چاہے خدا کی توفیق پا کر اپنے رب کا راستہ پکڑے۔ اسی کو چاہو نہیں کہ وہ مزدوری۔

توکل کی نصیحت یعنی آپ تنہا خدا پر بھروسہ کر کے اپنا فرض (تبلیغ دعوت وغیرہ) ادا کئے جائیے۔ کسی کی مخالفت یا موافقت کی

پر واز کریں۔ فانی چیزوں کا کیا سہارا۔ سہارا تو اسی کا ہے جو ہمیشہ مدد دے ہی بھی نہ مرے۔

یعنی اسی پر توکل رکھئے اور اسی کی عہادت اور حمد و ثنا کرتے رہئے۔ ان مجرموں سے وہ خود نہٹ لے گا۔

الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ

جس نے بنائے آسمان و زمین اور جو چھ ان کے بیچ میں ہے چھ

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَنُ فَسُئِلَ بِهِ

ان میں پھر قائم ہوا عرش پر ۱۰ بڑی رحمت والا ۱۱ سو چھ س سے

خَيْرًا ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا

جو اس کی فرم رکھتا ہو ۱۲ اور جب کہیں ان سے (کو) سجدہ کرو زمین و کہیں

الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۝ تَبَارَكَ

زمین یہ ہے کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جس کو تو فرما۔ اور بڑھ جاتا ہے ان کا ہونا (چھٹنا) ۱۳ بڑی رست سے

الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَ

اس کی جس نے بنائے آسمان میں برج ۱۴ اور رکھا اس میں چراغ ۱۵

قَمَرًا مُنِيرًا ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خُلْفَةً

چاند اجاڑا (چاندنا) کرنے والا اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن مد سے دے (بدستہ بدلتے) ۱۶

لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا ۝ وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ

اس شخص کے واسطے کہ چاہے دھیان رکھنا یا چاہے شکر کرنا ۱۷ اور بندے رحمن کے وہ ہیں

الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ

جو چلتے ہیں زمین پر دھوپ پاؤں ۱۸ اور جب بات کرتے لگیں

الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ

ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحبِ سماعت ۱۹ درود لوگ جو رات کاتے ہیں اپنے رب کے گے

السَّجْدَةُ ۷۲

اس کا بیان سورہ اعراف میں گذر چکا۔

رحمن کو اہل خبر سے پوچھو یعنی اللہ تعالیٰ کی شانوں اور رحمتوں کو کسی جاننے والے سے پوچھو۔ یہ جاہل مشرک اسے کیا جانیں۔ "وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ" اپنی شان و کرامت کا پوری طرح جاننے والا تو خدا ہی ہے۔ "أَنْتَ كَمَا أَفْهَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ" لیکن مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے امتین و آخرین کے تمام عہد جمع کر دیئے، خدا تعالیٰ کی شانوں کو کوئی ان سے پوچھے۔

رحمن سے کفار کی چیز یعنی یہ جاہل مشرک رحمان کی عظمت شن کو کیا سمجھ سکتے ہیں جن کو اس نام سے بھی چڑ ہے۔ جب یہ نام سنتے ہیں تو انتہائی جہل یا ب حیاتی اور تعنت سے واقف بن کر کہتے ہیں کہ رحمان کون ہے جس کو ہم سے مجبور کرانا ہے کیا محض تیرے بہر دینے سے ایسی بات مان لیں، پس تم نے ایک نام لے دیا اور ہم مجبور میں گر پڑے۔ غرض جس قدر انہیں رحمان کی اعانت و انقیاد کی طرف توجہ دلائے اسی قدر زیادہ بدکتے اور بھاگتے ہیں۔

آسمان میں برجوں کی تخلیق یعنی بڑے بڑے سرسے یا مانی قلعے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ یا ممکن ہے سورج کی بارہ منزلیں مراد ہوں جو اہل دینت نے بیان کی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ آسمان کے بارہ حصے، ان کا نام برج، ہر ایک پر ستاروں کا پتہ، یہ حدیں رکھی ہیں حساب کو۔ (موضح)

یعنی سورج، شہید نور، حرارت کے جمع ہونے و رصفت احراق رکھنے کی وجہ سے اس کو چراغ فرمایا۔ "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا" (نور روح)

گھٹنے بڑھنے یا نہ جانے کو بدن سدنا فرمایا، یہ مطلب ہے کہ ایک کو دوسرے کا بدن بنایا ہے۔ مثلاً دن کا کام رہ گیا، رات کو کر لیا، رات کا وظیفہ رو گیا، دن میں پورا کر دیا۔ مہارونی لحدیث۔

لیل و نہار کی تبدیلی اللہ کی معرفت سے ہے یعنی چاند سورج وغیرہ کا الٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل اس لئے ہے کہ اس میں دھیم کر کے لوگ خداوند قدیر کی معرفت کا سراغ لگا سکیں کہ یہ سب تصرفات و تقدمات عظیمہ، ہی کے دست قدرت کی کارسازیاں ہیں۔ اور رات دن کے فوائد و انعامات کو دیکھ کر اس کی شکر گزاری کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ رحمن کے مخلص بندے جن کا ذکر آگے آتا ہے، ایسے ہی کرتے ہیں۔

رحمن کے بندے اور ان کے اوصاف یعنی مشرکین کی طرح رحمان کا نام سن کر ناک بھریں نہیں چڑھتے بلکہ ہر فعل و قول سے مذہب کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی چال و حال سے تواضع، ہمتان، خدا کساری اور بے تکلفی نکلتی ہے۔ متکبروں کی طرح زمین پر انکڑ نہیں چلتے۔ یہ مطلب نہیں کہ ریاء و تصنع سے بیماروں کی طرح قدم اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ حضور کی جو رفتار و دیرت میں منقول ہے، اس کی تائید نہیں کرتی۔

جہلاء کی بات کا جواب نرمی سے یعنی کم عتس اور بے ادب لوگوں کی بات کا جواب غفور و سخا سے دیتے ہیں۔ جب کوئی جہالت کی گفتگو کرے تو ملائم بات اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسوں سے منہ نہیں لگتے۔ نہ ان میں شامل ہوں نہ ان سے ٹریں۔ ان کا شیوہ وہ نہیں جو جاہلیت میں کسی نے کہا تھا

أَلَا لَا يَجْهَلُ أَحَدٌ غُلِيًّا

لَجْهَلٍ فَوْقَ جْهَلِ الْجَاهِلِيَّا

یہ تو رحمان کے ان مخلص بندوں کا دن تھا، آگے رات کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔

سُجَّدًا وَقِيَامًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

تجدہ میں اور کھڑے ۞ اور وہ لوگ کہتے ہیں اس رب بنائے

عَذَابٍ جَهَنَّمَ ۚ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۖ إِنَّهَا سَاءَتْ

دوزخ کا عذاب بے شک اس کا عذاب چھینے والا ہے وہ بری جگہ ہے

مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا

تھمرنے کی اور بری جگہ پر نہ کی ۞ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ بے جا خرچ کریں

وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۖ وَالَّذِينَ لَا

اور نہ تنگی کریں ۞ اور اس کے سچ ایک سیدھی گذران ۞ اور وہ لوگ کہ نہیں

يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي

پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے کا نام کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو

حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ

مع کردی اللہ نے مگر جہاں چاہے ۞ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کام وہ جہنم

أَثَامًا ۖ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخُذُ

گناہ میں ۞ دونا ہوگا اس کو عذاب قیامت کے دن اور پڑ رہے گا

فِيهِ مُهَانًا ۖ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

اس میں خوار ہو کر ۞ مگر جس نے توبہ کی اور یقین پایا اور کیا کچھ کام نیک

فَأُولَٰئِكَ يَبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۖ وَكَانَ اللَّهُ

سوان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھانیاں اور ہے اللہ

رحمن کے بندوں کی رات | یعنی رات کو جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے ہوتے ہیں، یہ خدا کے آگے کھڑے اور جگہ میں پڑے ہوئے گزارتے ہیں۔ رکوع چونکہ قیام و سجود کے درمیان واقع ہے، شاید اسی لئے اس کو بیچہ و ذکر نہیں کیا۔ گویا ان ہی دونوں کے بیچ میں آگیا۔

خوفِ جہنم | یعنی اتنی عبادت پر اتنا خوف بھی ہے۔ یہ نہیں کہ تہجد کی ستر رکعت پڑھ کر خدا کے عذاب و قہر سے بے فکر ہو گئے۔

خرچ میں مینہ روی | یعنی موقع دیکھ بھال زمینہ رانی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ نہ ماں کی محبت نہ اس کی اضاغت۔ کما قال تعالیٰ: "وَلَا تَحْمِلْ بَدَکْ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِکْ وَلَا تَسْطِیْهَا کُلَّ السَّیْطِ" (بنی اسرائیل رکوع ۳)

قتل کی جائز صورتیں | مثلاً قتلِ عمد کے بدلہ قتل کرنا، یا بدکاری کی سزا میں زانی مخصن کو سنگسار کرنا، یا جو شخص دین چھوڑ کر جہنم سے پیچھے ہو جائے اس کو مار ڈالنا، یہ سب صورتیں "الَا بِالْحَقِّ" میں شامل ہیں۔ کما ورد فی الحدیث۔

جہنم کی واوی آٹام | یعنی بڑا سخت گناہ کیا جس کی سزا مل کر رہے گی۔ جنس روایت میں آیا کہ "آٹام" جہنم کی ایک واوی کا نام ہے جس میں بہت ہی بولنگ عذاب بیان کئے گئے ہیں۔ اعادما اللہ مہا۔

یعنی اور گناہوں سے یہ گناہ بڑے ہیں۔ عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا اور دم بدم بڑا ہوتا رہے گا۔

غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ

بخشنے والا مہربان ۞ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام نیک ۞ سو وہ پھر تائب ہو

إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا

اللہ کی طرف پھر آنے کی جگہ ۞ اور جو لوگ شہادت نہیں ہوتے جھوٹے کام میں ۞ اور جب گزرتے ہیں

بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

کھل کی باتیں پر نکل جاتے ہیں بزرگانہ ۞ وہ لوگ کہ جب ان کو سمجھائیے ۞ ان سے رب کی باتیں

لَمْ يَخْشَوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ

نہ پڑیں نہ پر ۞ بہرے نہ دے نہ ہارے ۞ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَ

اے رب دے ہم کو ۞ ہماری عورتوں کی طرف سے ۞ اور ان کی طرف سے ۞ ننھ کی ٹھنڈک ۞

اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

کر ہم کو ۞ پر بیٹے گا روں کا پیشوا ۞ ان کو بدلے گا ۞ انہوں نے حجروں سے

بِمَا صَبَرُوا وَيُلْقُونَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝ خُلِدِينَ

اس سے کہ وہ تائید قدم رہے ۞ اور لینے آئیں گے ان کو وہاں ۞ سلام اور سلام کہتے ہوئے ۞ سدا رہا کریں

فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبُؤُا بِكُمْ رَبِّي

ان میں ۞ خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی ۞ اور خوب جگہ رہنے کی ۞ تو کہہ ۞ پر نہیں رکھتا میرے رب تمہاری

لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝

اگر تم اس کو نہ پکارا کرو ۞ سو تم تو جھوٹا کہتے ۞ اب آگے کو سوائی ہے نہ بھیڑ ۞

توبہ کرنے والوں پر اللہ کا انعام | یعنی گنہگاروں کی جہنمیوں کی توفیق دے گا اور کفر کے گناہ معاف کرے گا۔ یا یہ کہ بدین کو منکر توبہ اور عمل صالح کی برکت سے اس کی تعداد کے مناسب نیکیاں ثبت فرمائے گا۔ کما بظہر من بعض الاحادیث۔

پہلے ذکر تھا کافر کے گنہگاروں کا جو پیچھے ایسے لے آیا۔ یہ ذکر ہے اسد میں گنہگار نے کیا۔ وہ بھی جب توبہ کرے یعنی پھر سے برے کام سے توبہ کے یہاں جگہ پائے۔ معلوم ہوا کہ سورۃ نساء میں جو فرمایا "وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ حَبَشَتُهُمْ خَالِدًا فِيهَا وَعَصَبُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَلَعْنُهُ وَاعِذُ الْبَاطِلِ عَذَابًا عَظِيمًا" (نساء، رکوع ۱۳) کو غیر تائب کے حق میں ہے۔ واللہ اعلم۔

جھوٹی شہادت | یعنی جو جھوٹ بولیں نہ جھوٹی شہادت دیں۔ نہ باطل کاموں، اور گناہ کی مجسوس میں حاضر ہوں۔

لغو کا مومن سے اعراض | حضرت شامی صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی گناہ میں شامل نہیں، درکھیل کی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے نہ اس میں شامل نہ ان سے لڑیں۔"

بلکہ نہایت فکروندہ اور دھیان سے سنیں اور سن کر متاثر ہوں مشرکیں کی طرح پتھر کی صورتیں نہ بن جائیں۔ مومنین کا ملین کی دعا | یعنی بیوی بچے ایسے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور قلب مسرور ہو۔ اور طہر ہے مومن کا دل اسی وقت ٹھنڈا ہوگا۔ جب اپنے اہل و عیال کو طاعت الہی کے راستہ پر گامزن و رہنمائی کی تحصیل میں مشغول پائے۔ دنیا کی سب نعمتیں اور مسرتیں اس کے بعد ہیں۔ جنت میں ان کا مقام | یعنی ایسا بنادے کہ لوگ ہماری اقتداء کر کے متقی بن جائیں۔ حاصل یہ کہ ہم نہ صرف بذات خود مہمندی، بلکہ دوسروں کے لئے ہادی ہوں۔ اور ہم راخانہ ان تقویٰ و طہارت میں ہماری پیروی کرے۔

یعنی جنت میں اوپر کے درجے ملیں گے اور فرشتے دعا و سلام کہتے ہوئے انکا استقبال کریں گے اور ہمیں کی ملاقاتوں میں یہی کل سے سلام و دعا کی تکریم و عزت افزائی کے لئے استعمال ہو گئے۔

یعنی جگہ تھوڑی، پر خیر تائے توبہ بھی قیمت ہے ان کا تو وہ گھر ہوگا۔

یعنی تمہارے نفع نقصان کی باتیں سمجھ دیں۔ بندہ کوچہ بے مغرور اور مہاک نہ ہو، خدا کو اس کی کیا پروا، ہاں اس کی التجا پر رحم کرتا ہے، نہ استیجا کرو گے اور بڑے بے رہو گے تو نہ بھیڑ کے لئے تیار ہو جاؤ جو عنقریب ہونے والا ہے۔

کفار کی تکذیب کا انجام | یعنی کافر جو حق کو جھٹلا چکے۔ یہ تکذیب عنقریب ان کے گلے کا ہار بنے گی۔ اس کی سزا سے کسی طرح چھٹکارا نہ ہوگا۔ آخرت کی ابدی ہلاکت تو ہے ہی، دنیا میں بھی اب جدی نہ بھیڑ ہونے والی ہے۔ یعنی لڑائی جہاد۔ چنانچہ غزوہ بدر میں اس مذہب کا نتیجہ دیکھ لیا۔ تم

﴿۲۶﴾ سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ ﴿۴۰﴾ ﴿وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ

سورہ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور ان کی ہوس میں تھیں اور یہ دروغ گو ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْبَاقِيْنَ ۝۵۱

طَسْمٌ ۝ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ

طسم یہ تین ہیں ﴿طس﴾ علی کتاب کی شاید گھونٹ مارے

نَفْسِكَ إِلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ إِن تَشَأْ نُزِّلْ عَلَيْهِمْ

اپنی جان اس بات پر کہ وہ یقین نہیں کرتے ﴿اے﴾ ارجہم چاہیں اتاریں ان پر

مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ۝

آسمان سے ایک نشانی پھر وہ جائیں ان کی گردنیں اس کے آگے نیچی ﴿اے﴾

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَنِ مُحَدِّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ

اور نہیں پہنچتی ان کے پاس کوئی نصیحت رحمن سے نئی جس سے

مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ

منہ نہیں موزتے ﴿سو یہ تو جھٹلا چکے﴾ اب پہنچیں ان پر حقیقت اس بات کی جس پر

يَسْتَهْزِءُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ أَنْبَتْنَا

ٹھٹھے کرتے تھے ﴿کیا نہیں دیکھتے﴾ دوزمین کو نشانی اگائی ہم نے

فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۝ وَمَا

اس میں ہر ایک قسم کی (طرح کی) خاصی چیزیں اس میں بہت نشانی ہے اور

سورۃ الشعراء

یعنی اس کتاب کا اعجاز کھلا ہوا ہے۔ احکام واضح ہیں اور حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہے۔

کفار پر آنحضرتؐ کی انتہائی شفقت | یعنی ان بد بختوں کے غم میں اپنے کو دس قدم گھلانے کی ضرورت نہیں کیا ان کے پیچھے آپؐ اپنی جان کو ہلاک کر کے رہیں گے۔ دوسوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہے۔

اللہ اختیار کو سبب نہیں کرنا چاہتا | یعنی یہ دنیا ابتلاء کا گھر ہے جہاں بندوں کے انقباض و تسلیم اور سرکشی کو آزمایا جاتا ہے۔ اسی لئے حکمت الہی مقتضی نہیں کہ ان کا اختیار بالکل سبب کر لیا جائے۔ ورنہ خدا چاہتا تو کوئی ایسا نشان دکھلاتا کہ اس کے آگے زبردستی سب کی گردنیں جھک جاتیں۔ بڑے بڑے سرداروں کو بھی انکار و انحراف کی قدرت باقی نہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا تو نہیں کیا، ہاں وہ نشان بھیجے جنہیں دیکھ کر آدمی حق کو سمجھنا چاہے تو بآسانی سمجھ سکے۔ اور کبھی کبھی مغلوب ہو کر گردن جھکانے سے مفر بھی نہ ملے۔

پند و نصیحت سے اعراض | یعنی آپؐ جن کے غم میں پڑے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ رحمن اپنی رحمت و شفقت سے جب ان کی بھلائی کے لئے کوئی پند و نصیحت بھیجتا ہے یہ اصرار متوجہ نہیں ہوتے بلکہ منہ پھیر کر بھاگتے ہیں گویا کوئی بہت بری چیز سامنے آگئی۔

یعنی صرف معمولی اعراض ہی نہیں۔ تکذیب و استہزاء بھی ہے سو عنقریب دنیا اور آخرت میں اپنی کروت کی سز بھگتیں گے۔ تب اس چیز کی حقیقت کھلے گی جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

ان میں بہت لوگ نہیں مانے والے ♦ اور تیرے رب

دہی ہے عزت

الرَّحِيمُ ۝ وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ إِنَّ أَتَتْ الْقَوْمَ

رحم والا ♦ اور جب پکارا تیرے رب نے موسیٰ کو

کہ جا اس قوم

الظَّالِمِينَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۖ أَلَا يَتَّقُونَ ۝ قَالَ رَبِّ

گنہگار کے پاس قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں ♦ بول

ے رب

إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۖ وَيُضِيقُ صَدْرِي وَلَا

میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھٹلائیں اور رک جاتا ہے میرا دل اور تنگی

اور تنگی

يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَيَّ هَرُونَ ۝ وَلَهُمْ عَلَىٰ

چلتی ہے میری زبان سو پیغام دوے ہارون کو ♦ اور ان کو مجھ پر ہے

اور ان کو مجھ پر ہے

ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝ قَالَ كَلَّا فَادْهَبَا

یک گنہگار دعویٰ ♦ سوڑتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں ♦ فرمایا

تم دونوں جا

بَايْتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ ۝ فَاتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُولَا

لے کر ہماری نشستیاں ہم ساتھ تمہارے سنتے ہیں ♦ سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو

اور کہو

إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي

ہم پیغام لے کر آئے ہیں پروردگار ہم کو یہ کہ بھیج! اے ہمارے ساتھ

بنی

إِسْرَءِيلَ ۝ قَالَ أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ

اسرائیل کو ♦ کیا نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے ندر (یہاں) لڑکا سا ♦ اور یہاں

اور یہاں

❖ کیا یہ زمین میں غور و خوض نہیں کرتے | یعنی یہ مہذبین اُریک پیش پا اقد وہ زمین ہی کے احوال میں غور کرتے تو مہذب اور معاد کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔ کیا دیکھتے نہیں کہ اسی کرکری اور حقیر مٹی سے کیسے عجیب و غریب رنگ رنگ چول پھل اور قسم قسم کے غنہ اور میوے، ایک مضبوط نظام تکوین کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ کسی، محمد و قدرت و حکمت رکھنے والے صانع نے اس پر رونق چمن کی گلکاریاں کی ہیں جس کے قبضہ میں وجود کی باگ ہے اور وہ ہی حب چاہے اسے ویران کر سکتا اور ویرانی کے بعد دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ پھر ان آیات تکوینیہ کو سمجھ لینے کے بعد آیات تنزیلیہ کی تصدیق میں کیا اشکال رہ جاتا ہے۔ ہاں ماننا ہی منظور نہ ہو تو الگ بات ہے۔

❖ یعنی زیرِ سرست تو یہاں ہے کہ نہ ماننے پر فوراً عذاب بھیج سکتا تھا، مگر رحم کھا کر تاخیر کرتا ہے کہ ممکن ہے اب بھی مان میں۔ آگے عبرت کے لئے مہذبین کے چند واقعات بیان فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ خدا نے ان کو کہاں تک ڈھیل دی، جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تادور برد کیا۔ ان میں پہلا قصہ قوم فرعون کا ہے جو پیشتر سورہ "اعراف" اور سورہ "طہ" وغیرہ میں بالتفصیل گزر چکا۔ وہاں کے فوائد مدِ حفظہ کر لے جائیں۔

❖ حضرت موسیٰ کا واقعہ | تم جا کر انہیں خدا کے غصہ سے ڈراؤ۔

❖ حضرت ہارون کو اپنا نائب بنانے کی درخواست | یعنی پوری بات سننے سے پہلے یہ جھٹلنا شروع کر دیں گے اور مجلس میں کوئی تائید کرنے والا نہ ہوگا۔ ممکن ہے اس وقت ملول اور حزين ہو کر طبیعت رک جائے، دل نہ کھلے، ور زبان میں کچھ لکنت پہلے ہی سے ہے۔ جھگڑا ہو کر بولنے میں زیادہ رکاوٹ پیدا نہ ہو جائے اس لئے میری تقویت و تائید کے لئے اگر ہارون کو جو مجھ سے زیادہ فصیح و بلیغ ہیں، میرا شریک حال کر دیا جائے تو بڑی مہربانی ہو۔

❖ یعنی ایک قبیلے کے خون کا دعویٰ جس کی تفصیل سورہ قصص میں آئے گی۔

❖ جیسی دعوت و تبلیغ سے پہلے ہی میرا کام تمام نہ کر دیں کہ یہ وہ ہی شخص ہے جو ہمارے آدمی کا خون کر کے بھاگتا تھا۔ ایسی صورت میں فرض تبلیغ کس طرح ادا ہوگا۔

❖ حضرت موسیٰ و ہارون کو فرعون کی طرف بھیجنا | یعنی کیا مجال ہے کہ ہاتھ لگاسکیں۔ جاؤ اپنی استدعا کے موافق ہارون کو بھی ساتھ لو اور رہے دیئے ہوئے معجزات و نشانات لے کر وہاں پہنچو۔ ان نشانات کے ساتھ ہوتے ہوئے تم کو کیا ڈر اور نشان کیا ہم خود ہر موقع پر تمہارے ساتھ ہیں و فریقین کی گفتگو سن رہے ہیں۔

❖ بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ | "بنی اسرائیل" کا وطن حضرت ابراہیم کے زمانہ سے ملک شام تھا۔ حضرت یوسف کے سبب سے مصر میں آ رہے، وہاں ایک مدت گزری۔ اب ان کو حق تعالیٰ نے ملک شام دینا چاہا۔ فرعون ان کو نہ چھوڑتا تھا کیونکہ ان سے غلاموں کی طرح بیگار میں کام لیتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی آزادی کا مطالبہ فرمایا۔

❖ حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ | یعنی تو وہ ہی نہیں جس کو ہم نے اپنے گھر میں بڑے ناز و نعم سے پالا پوسا اور پرورش کر کے اتنا بڑا کیا۔ اب تیرا یہ دماغ ہو گیا کہ ہم ہی سے مطالبات کرتا اور اپنی بزرگی منواتا ہے۔

فِينَا مِنْ عُمْرِكَ سِنِينَ ۝۱۸ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي

تو ہم میں اپنی عمر میں سے کئی برس (برسوں) اور کر گیا تو اپنی وہ کرتوت جو

فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝۱۹ قَالَ فَعَلْتُهَا إِذَا وَأَنَا

کیا اور تو ہے ناشکر کہا کیا تو حق میں نے وہ کام اور میں

مِنَ الضَّالِّينَ ۝۲۰ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ

تھا چوکنے والا پھر بھاگا میں تم سے جب تمہارا ڈر دیکھا پھر بخش

لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝۲۱ وَتِلْكَ

مجھ کو میرے رب نے حکم اور خبرایا (مقرر کیا) مجھ کو پیغام پہنچانے والا اور کیا وہ

نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَىٰ أَنْ عِبَدْتَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۲۲ قَالَ

احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ غلام بنایا تو نے بنی اسرائیل کو بولا

فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝۲۳ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ

فرعون کیا معنی پروردگار عالم کا کہا پروردگار آسمان

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ۝۲۴ قَالَ لِمَنْ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اگر تم یقین کرو بولا

حَوْلَهُ إِلَّا تَسْتَمْعُونَ ۝۲۵ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ

اپنے گرد و حول سے کیا تم نہیں سنتے ہو کہا پروردگار تمہارا اور پروردگار تمہارے ابا کے

الْأَوَّلِينَ ۝۲۶ قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ

بائے دادوں کا بولا تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا

♦ تھے برسوں تک بھی یہ دعویٰ نہ کئے، اب یہاں سے نکلنے ہی رسول بن گئے۔

♦ یعنی حواریوں نے اسے بھی گاتھ (قبلی کا خون) اسے ہم بھولے نہیں۔

♦ مٹی مارے سب حسانات جلد کر لگا پیغمبری کے دعوے کرنے اس وقت تو بھی (العیاذ باللہ) مٹی میں کا ایک تھ جن کو آج کافر بتلاتا ہے۔

♦ حضرت موسیٰ کا فرعون کو جواب | یعنی قبلی کا خون میں نے، نہ نہیں یہ تھا، غلطی سے ایسا ہو گیا مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مکہ مارنے میں جو تادیب کے لئے تھا اس کا دم نکل جائے گا "فَوَكَرَهُ مُوسَىٰ فَقَصَىٰ عَلَيْهِ" (قصص رکوع ۲)

♦ یعنی پیشک میں خوف کھا کر یہاں سے بھاگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہو کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرمائے۔ اس نے اپنے فضل سے مجھے سرفراز کیا اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا۔ یہ بجائے خود میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا ہو، پھر اس طرح بے خوف و خطر تمہارے سامنے کراٹ جائے۔

♦ یعنی بچپن میں میری پرورش کا احسان جتنا اچھے ذریعہ نہیں دیتا کیا ایک اسرائیلی بچہ کی تربیت سے اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ تو نے اس کی ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس بچہ کی تربیت بھی خود تیرے روبرو گداز مظالم کے سلسلہ ہی میں وقوع پذیر ہوئی ہو۔ نہ تو "بنی اسرائیل" کے بچوں کو ذبح کرتا، نہ خوف کی وجہ سے میری امداد و تابوت میں رکھ کر مجھے دریا میں چھوڑتی، نہ تیرے محلِ مراحمہ رسائی ہوتی، ان حالات کا تصور کر کے تجھ کو ایسا احسان جلتے ہوئے شرمانا چاہئے ورماف بات یہ ہے کہ جس پروردگار نے تجھ جیسے دشمن کے گھر میں میری پرورش کرانی اسی نے آج تیری خیر خواہی کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

♦ رب العالمین کیا ہوتا ہے؟ فرعون کا سوال | یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فقولا انا رسل رب العالمین کے اعلان میں اپنے کو "رب العالمین" کا پیغمبر کہا، اس پر فرعون جو، تعنت اور بہت دھرمی کی راہ سے بول کہ (العیاذ باللہ) رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے، میری موجودگی میں کسی اور رب کا نام لینا کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ اس شقی زندگی کا دعویٰ تو اپنی قوم کے روبرو یہ تھا ہَا غُلِبْتُ لَكُمْ فَالِهَ غَيْرِي (میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا) اور "اَسَارِبُكُمْ اَلَا عَلِمِی" (تمہارا بڑا پروردگار میں ہوں) چنانچہ اس کی قوم کے لوگ بعض تو نہایت جہل و بدلت سے اور بعض خوف یا طمع سے اسی کی پرستش کرتے تھے۔ گودل میں اس ملعون کو بھی خدا کی ہستی کا یقین تھا۔ جیسا کہ لَقَدْ عَلِمْتُمَا اَنۡلَ هُوَ لَاۤءِ الْاَرۡثِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرۡضِ بِصَٰنُوْہِ (بنی اسرائیل رکوع ۱۴) سے ظاہر ہوتا ہے،

♦ حضرت موسیٰ کا جواب | یعنی آسمان و زمین کی سب چیزیں جس کے زیرِ تربیت ہیں وہی رب العالمین ہے۔ اگر تمہارے قلوب میں کسی چیز پر بھی یقین لانے کی استعداد موجود ہو تو فطرتِ انسانی سب سے پہلے اس چیز کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔

♦ فرعون جان بوجھ کر بات کو رانا چاہتا تھا۔ اپنے حوالی موالی کو ابھارنے ورموسیٰ علیہ السلام کی بات کو خفیف کرے کے لئے کہنے لگا، سنئے ہو، موسیٰ کیسی دور از کار باتیں کر رہے ہیں۔ کیا تم میں کوئی تصدیق کرے گا کہ میرے سوا آسمان و زمین میں کوئی اور رب ہے؟

♦ یعنی واقعی میں جس رب العالمین کا ذکر کر رہا ہوں، وہ ہے جس نے خود تم کو اوپر تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ اور جب تمہارا راج بھی نہ تھا اس وقت زمین و آسمان کی تربیت و تدبیر کر رہا تھا۔

لَمَجْنُونٌ ۝ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۝

ضرورہ بولا ہے ۞ کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو جہان کے سچ میں ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ قَالَ لَيْنَ اتَّخَذَتِ إِلَهًا غَيْرِي

اگر تم سمجھ سکتے ہو ۞ بولا اگر تو نے ٹھہرایا کوئی اور حاکم میرے سوائے

لَا جَعَلْنَاكَ مِنَ الْمُسْجُونِينَ ۝ قَالَ أَوْلَوْ جُنَّتْ بِشَىْءٍ

تو مقرر (ضرورہ) ڈالوں گا تجھ کو قید میں ۞ کہ اور اگر لے کر آیا ہوں تیرے پاس ایک چیز

مُبِينٌ ۝ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۝

کھول دینے والی ۞ بولا تو وہ چیز ۱ اگر تو سچ کہتا ہے

فَأَلْفَ عَصَاةٍ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهُ

پھر ڈال دیا اپنا عصا ۱۰۰ سوای وقت ۱۰۰ زد ہوا ہو گیا سرتیج اور اندر (بغل) سے نکالا اپنا ہاتھ

فَإِذَا هِيَ بِهَيْئَةٍ لِلنَّظِيرِينَ ۝ قَالَ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ إِنْ

سوای وقت وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے سامنے بولا اپنے گرد سے سرداروں سے یہ تو

هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ

کوئی جادوگر ہے پڑھا ہوا چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہارے دیس سے

بِسِحْرِهِ ۝ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَبْعَثْ

اپنے جادو کے زور سے سو ب کیا حکم دیتے ہو ۞ بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج ۱۰

فِي الْمَدَائِنِ مُشْرِبِينَ ۝ يَا تَوَكُّلْ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيمٌ ۝

شہروں میں نقیب لے آئیں تیرے پاس جو بڑا جادوگر ہو پڑھا ہو

فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰ پر جنون کا لازم | یعنی (العیاذ باللہ) کس دیوانہ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی خبر لیتا ہے۔ اور ہماری شوکت و حشمت کو دیکھ کر ذرا نہیں جھجکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ عقل سے بالکل خالی ہے۔

حضرت موسیٰ کے دلائل توحید | حضرت موسیٰ نے پھر ایک بات کہی جس طرح کی حضرت ابراہیم نے نمرود کے سامنے آخر میں کہی تھی۔ یعنی رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب کا مالک اور تمام سیارات کے طلوع و غروب کی تدبیر ایک محکم و مضبوط نظام کے موافق کرنے والا ہے۔ اور تم میں ذر بھی عقل ہو تو بتا سکتے ہو کہ اس عظیم الشان نظام کا قائم رکھنے والا بجز خدا کے کون ہو سکتا ہے۔ کیا کسی کو قدرت ہے کہ اس کے قائم کئے ہوئے نظام کو ایک سیکنڈ کے لئے توڑ دے یا بدل ڈالے۔ یہ آخری بات سن کر فرعون بالکل مہسوت ہو گیا اور بحث و جدال سے گزر کر دھمکیوں پر اتر آیا۔ جیسا کہ ”گئے“ بتا ہے۔ حضرت شاد صابؒ لکھتے ہیں کہ ”حضرت موسیٰ یک بات کہے جاتے تھے اللہ کی قدرتیں بتانے کو اور فرعون بیچ میں اپنے سرداروں کو ابھارتا تھا کہ ان کو یقین نہ آجائے۔“

فرعون کا دعوئے الوہیت | اس مرتبہ فرعون نے اپنا مطلب صاف کہہ دیا کہ یہاں ”مصر“ میں کوئی اور خدا نہیں۔ اگر میرے سوا کسی اور معبود کی حکومت مانی تو یاد رکھو قید خانہ تیار ہے۔

معجزات نبوت کا مظاہرہ | یعنی فیصلہ میں ابھی جلدی نہ کر۔ یہ تو میری باتوں کا جواب تھا اب ذرا وہ کھلے ہوئے نشان بھی دیکھ جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری صداقت دونوں کا ظہار ہو۔ اگر ایسے نشان دکھلاؤں تو کیا پھر بھی تیرا فیصلہ یہی رہے گا۔

فرعون کا حواس باختہ ہونا | یا تو خدائی کے دعوے تھے، یا اتنی جلد ایسا حواس باختہ ہو گیا کہ اپنے غلاموں اور پرستاروں کے احکام پر چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔

فَجَمَعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۚ وَقِيلَ

پھر اکٹھے کئے جاؤ گے ۱۰ عدد ۱۱ ایک مقررہ دن کے ۱۲ اور کہہ دیا

لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُّجْتَمِعُونَ ۚ كَعَلْنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ

وگوں ۱۳ کیا تم بھی اکٹھے ہو گے ۱۴ تیرے ہم راہ گویوں پر جس جاؤ گے وہاں

إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۚ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا

اگر وہ ان کو غلبہ ۱۵ پھر جب آئے جاؤ گے ۱۶ کہتے تھے

لِفِرْعَوْنَ إِيَّا كُنَّا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۚ

فرعون سے ۱۷ بھلا کچھ نہ ہوتا بھی ہے ۱۸ اگر ہوسم وغلبہ

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۚ قَالَ لَهُمْ مُوسَىٰ

ہاں ہوتا ہوں ۱۹ اور تم میں وقت مقرر ہوں (مصلحوں) میں ہو گے ۲۰ یہاں وہ موسیٰ سے

الْقَوْمَا مَا أَنْتُمْ مُّلقُونَ ۚ فَالْقَوْمَا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

ڈالو ۲۱ جو تم ڈالتے ہو ۲۲ پھر ڈالیں انہوں نے اپنی رسیاں ۲۳ اور عصیاں

وَقَالُوا بَعِزَّةٌ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ۚ فَأَلْقَىٰ

اور بولے ۲۴ فرعون کے اقبال سے ۲۵ ہماری ہی فتح ہے ۲۶ پھر

مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۚ فَأَلْقَىٰ

موسیٰ نے اپنا عصا ۲۷ پھر تھی وہ ٹٹکنے لگا ۲۸ جو رنگ انہوں نے بنایا تھا ۲۹ یہاں وہ موسیٰ سے

السَّحَرَةُ سُجَّدِينَ ۚ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ

جاؤ اور سجدہ میں ۳۰ بولے ۳۱ ہم نے مان لیا جہاں کے رب کو ۳۲

جادو گروں کا اکٹھا ہونا | یعنی عید کے دن چاشت کے وقت۔

یعنی سب کو اکٹھا ہونا چاہئے۔ امید قوی ہے کہ ہمارے جادو گر غالب آئیں گے۔ اس وقت ہم موسیٰ کی شکست اور مغلوبیت دکھلانے کے لئے اپنے ساحرین ہی کی راہ پر چلیں گے۔ گویا یہ ظاہر کرنا تھا کہ اس میں ہماری کوئی خود غرضی نہیں۔ جب مقابلہ میں ہمارا پد بھرنی رہے گا تو انصاف کسی کو ہمارے طریقہ سے منحرف ہونے کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔

جادو گروں کا فرعون سے مطالبہ اور فرعون کا وعدہ | یعنی نہ صرف، لیکن وہ اگر ام، بلکہ تم میرے خاص مصاحبوں میں رہو گے۔ اس آیت کا مفصل بیان "اعراف" اور "طہ" میں گندرجکا ہے۔

ساحرین کا مظاہرہ | یعنی جب ساحرین نے کہا کہ موسیٰ تم پیسے اپنی لالچی ڈالتے ہو، یا ہم ڈالیں، اس کے جواب میں فرمایا کہ تم ہی اپنی قوت خرچ کر دیکھو۔

بعض نے "بعزۃ فرعون" کو قسم کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی فرعون کے اقبال کی قسم ہم ہی غالب ہو کر رہیں گے۔

عصائے موسیٰ کا سانپوں کا نگلنا | شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ خالی رسیاں اور لٹھیاں رہ گئیں جو سانپوں کی صورتیں انہوں نے بنائی تھیں، موسیٰ کا عصا ان کو نگل گیا۔

رَبِّ مُوسَى وَهَارُونَ ﴿٥٨﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لِهٖ قَبْلَ اَنْ

جورب ہے مہکی اور ہارون کا یوں تم نے اس کو مان لیا ابھی

اٰذَنْ لَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمْ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السَّحْرَ

میں نے حکم نہیں دیا تم کو مقرر (جنگ) وہ تمہارا بڑ ہے جس نے تم کو سکھایا جادو

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۚ لَا قُطْعَنْ اَيْدِیْكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ

سواب معبود مکر ہو گئے البتہ کاؤں کا تمہارا ہے ہاتھ اور دوسری طرف سے

خِلَافٍ وَّلَا وُصِّلَیْتُكُمْ اٰجْمَعِیْنَ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا لَا ضَرِرَّ

یادوں اور سب پرچہ ہاتھوں کا تم سب کو بڑے کچھ ڈر نہیں

اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٦٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لَنَا

ہم تو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ہم غرض رکھتے ہیں کہ بخش دے ہم کو

رَبَّنَا خَطِیْبًا اَنْ كُنَّا اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿٦١﴾ وَاَوْحِیْنَا

رب ہمارا نصیحتیں ہماری اس واسطے کہ ہم ہو پہلے قبول کرنے والے اور حکم بھیجا ہم نے

اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ اِنْكُمْ مُّتَّبِعُوْنَ ﴿٦٢﴾

مہکی کو کہ رات کو لے کل میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّ هٗوَ لَآءِ

پھر بھیجے فرعون نے شہروں میں قیہ یہ دگ جو ہیں

لَشِرْذِمَةٍ قَلِیْلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآیِطُوْنَ ۙ وَ

سوا یک جماعت ہے تھوڑی سی اور وہ مقرر ہم سے دس جگہ ہو گئے ہیں اور

ساحرین کا قبول ایمان | یعنی موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہے، آپس میں سازش کر کے "اے ہو کہ تم یہ کرنا، ہم یوں کہیں گے اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "تمہارا بڑا" کہا رب کو یعنی موسیٰ اور تم ایک استاد کے شاگرد ہو" واللہ اعلم

یعنی بہر حال مرکز خدا کے یہاں جانا ہے، اس طرح مریں گے، شہادت کا درجہ ملے گا، یہ سب مضامین سورہ "اعراف" وغیرہ میں گزر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

ساحرین کی استقامت اور حوصلہ | یعنی موسیٰ علیہ السلام کی دعوت تبلیغ کے بعد بھرے مجمع میں ظالم فرعون کے رو برو سب سے پہلے ہم نے قبول حق کا اعلان کیا۔ اس سے امید ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ ہماری مذمتیہ تفصیلات کو معاف فرمائے گا۔

حضرت موسیٰ کو مصر سے ہجرت کا حکم | یعنی جب ایک مدت مدید تک سمجھانے اور آیات دکھانے رہنے کے بعد بھی فرعون نے حق کو قبول نہ کیا اور "بنی اسرائیل" کا ستانا نہ چھوڑا، تو ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لے کر رات میں یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اور دیکھنا یہ فرعون کی لوگ تمہارا پیچھا کریں گے (گھبرانا نہیں)۔

تعاقب کی تیاری | تاہم قطبیوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کا تعاقب کرے۔

فرعون کا قوم سے خطاب | یعنی ان تھوڑے سے آدمیوں نے تم کو شک کر رکھا ہے۔ حالانکہ ان کی ہستی کیا ہے جو تمہارے مقابلہ میں عہدہ برہو کیسے۔ یہ باتیں قوم کو غیرت اور جوش دلانے کے لئے کہیں۔

یا ہم کو فصدہ دلار ہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، ان کی کم بختی نے دھکا دیا ہے۔

إِنَّا لَجَبِيَّةٌ حَذِرُونَ ۝ فَأَخْرَجْنَهُمْ مِّنْ جَنَّتٍ وَ

ہم سرے ان سے خطرہ رکھتے ہیں ۝ پھر نکال باہر کیا ہم نے ان کو ۝ باغوں ۝

عُيُونٍ ۝ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۝ كَذَلِكَ ۝ وَ

پشموں سے ۝ اور خزانوں ۝ اور عمدہ مکانوں سے ۝ اسی طرح ۝

أَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ فَاتَّبَعُوهُمْ مَّشْرِقِينَ ۝

اتھ گادیں ہم نے یہ بنی اسرائیل کے ۝ پھر پیچھے پڑے ان کے ۝ مشرق نکلنے کے وقت ۝

فَلَمَّا تَرَاءَ الْجَمْعُ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ۝

پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فریق ۝ کہنے لگے موسیٰ کے لوگ ۝ ہم تو پڑ گئے ۝

قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِي ۝ فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ

کہا ہرگز (کوئی) نہیں ۝ میرے ساتھ ہے میرا رب ۝ ۱۰۰ مجھ کو راہ بتلائے گا ۝ پھر حکم بھیجے ہم نے

مُوسَىٰ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ

موسیٰ کو ۝ کہہ راہنے عصا سے دریا کو ۝ پھر دریا پھٹ گیا ۝ تو ہوئی ہر

فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝ وَآزَلْنَا ثَمَّ الْآخِرِينَ ۝ وَ

پھانک ۝ جیسے بڑا پہاڑ ۝ ۱۱ اور پاس پہنچا دیا ہم نے اسی جگہ دوسروں کو ۝

أَنْجَيْنَا مُوسَىٰ وَمَنْ مَّعَهُ أَجْمَعِينَ ۝ ثُمَّ أَغْرَقْنَا

بچا دیا ہم نے موسیٰ کو ۝ اور جو لوگ تھے اس کے ساتھ سب کو ۝ پھر ڈوبا دیا ہم نے

الْآخِرِينَ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

ان دوسروں کو ۝ ۱۲ اس چیز میں ایک نشانی ہے ۝ نہیں تھے بہت لوگ ان میں

تو اس روز روز کے خطرہ کا قلع قمع ہی کر دو۔ بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ہاری بڑی جمعیت ہے جیسا کہ یہ مسیح ہے تو یہ الفاظ اس بڑھانے کے لئے ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

حضرت موسیٰ کا تعاقب | یعنی اس طرح قطعی گھربار، مال و دولت، باغ اور کھیتیاں چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں ایک دم نکل پڑے۔ جنہیں پھر لوٹنا نہیں نہ ہو۔ گویا اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ناکاں بہر کیا۔

بنی اسرائیل کو خزانوں کا انعام | یا تو اس کے بعد ہی یہ چیزیں بنی اسرائیل کے ہاتھ لگیں اور یا ایک مدت بعد جیسا کہ علیہ السلام نے عہد میں جب ملک مصر بھی ان کی سلطنت میں شامل ہوا۔ واللہ اعلم پہچان کے متعلق اختلاف گذر چکا ہے۔

بنی اسرائیل کی گھبراہٹ | یعنی بحر قلم کے سارے پہنچ کر بنی اسرائیل پر مونے کی فکر کر رہے تھے کہ پیچھے سے فرعون بنی اسرائیل کی گھبراہٹ کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اب ان کے ہاتھ سے کیسے بچیں گے۔ آگے سمندر حاصل ہے اور پیچھے سے دشمن دبائے چلا رہا ہے۔

حضرت موسیٰ کی تسلی | یعنی ہبراؤ نہیں، اللہ کے وعدوں پر اطمینان رکھو، اس کی حمایت و نصرت میرے ساتھ ہے۔ یقیناً بہرے لئے کوئی راستہ نکال دے گا۔ ناممکن ہے کہ دشمن ہم کو پکڑ سکے۔

دریا میں بارہ راستے | پانی بہت بہر تھا۔ بارہ جگہ سے پھٹ کر خشک راستے بن گئے۔ بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے الگ الگ ان میں وگڈرے اور بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے رہ گئے۔ (کشاف فی موضح القرآن)۔

غرق فرعون | یعنی فرعون بنی اسرائیل کی قریب آگیا اور دریا میں راستے بنے ہوئے دیکھ کر بنی اسرائیل کے بعد بے سچے سمجھے گھس پڑا۔ جب تمام لشکر دریا کی لپیٹ میں آگیا، فوراً خدا کے حکم سے پانی کے پہاڑ ایک دوسرے سے مل گئے۔ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔

۴۰

وقف لازم

مُؤْمِنِينَ ۶۴ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۶۵ وَأَنْتَ

ماننے والے ۶۴ اور تیرا رب ۶۵ وہی ہے زبردست رحم والا ۶۵ اور سنا دے

عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۶۶ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۶۷

ان کو خبر ابراہیم کی ۶۶ جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو ۶۷ تم کس کو پوجتے ۶۷

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظِلُّ لَهَا عُكْفِينَ ۶۸ قَالَ هَلْ

وہ بولے ۶۸ ہم پوجتے ہیں صورتوں کو پھر مارے دن (دن بھر) انہی کے پاس لگے بیٹھے رہتے ہیں ۶۸ کہا ۶۸

يَسْمَعُونَكُمُ إِذْ تَدْعُونَ ۶۹ أَوْ يَنْفَعُوكُمُ أَوْ يَضُرُّونَ ۷۰

سننے میں تمہارا کہا ۶۹ جب تم پکارتے ہو ۷۰ یا کچھ بھلا کرتے ہیں تمہارا یا برا ۷۰

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۷۱ قَالَ

بولے ۷۱ نہیں پر ہم نے پایا اپنے باپ داداں کو یہی کام کرتے ۷۱ کہا

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۷۲ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

بھلا دیکھتے ہو ۷۲ جن کو پوجتے رہے ہو ۷۲ تم اور تمہارے باپ دادا

الْأَقْدَمُونَ ۷۳ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ۷۴

گلے ۷۳ سو وہ میرے دشمن (دشمن) ہیں ۷۴ مگر جہاں کا رب ۷۴

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۷۵ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَ

جس نے مجھ کو بنایا ۷۵ سو وہی مجھ کو راہ دکھلاتا ہے ۷۵ اور جو مجھ کو کھلاتا ہے

يَسْقِينِ ۷۶ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۷۷ وَالَّذِي

پلاتا ہے ۷۶ اور جب میں بیمار ہوں ۷۷ تو وہی شفا دیتا ہے ۷۷ اور وہ جو

یعنی جب اکثروں نے حق کو قبول نہ کیا تو آخر میں قدرت نے یہ نشان دکھلایا جس سے صادقین اور کذبین کے انجام کا دنیا ہی میں الگ الگ پہ چل جاتا ہے۔

یہ سنا دیا ہمارے حضرت کو کہ مکہ کے فرعون بھی سمعانوں کے پیچھے نکلیں گے لڑائی کو۔ پھر وطن سے باہر تباہ ہو گئے "بدر" کے دن، جیسے فرعون تباہ ہوا۔ (موضع القرآن)

حضرت ابراہیم کا واقعہ | یعنی یہ چیز کیا ہے جسے تم پوجتے ہو؟

یعنی تم ہمارے معبودوں کو جانتے نہیں، جو ایسی تحقیر سے سوال کر رہے ہو۔ ہم ان مورتوں کو پوجتے ہیں اور اس قدر وقعت و عقیدت ہمارے دل میں ہے کہ دن بھر آسن جما کر ان ہی کو لگے بیٹھے رہتے ہیں۔ دعوت تو حید | یعنی اتنا پکارنے پر کبھی تمہاری بات سنتے ہیں؟ اگر نہیں سنتے (جیسا کہ ان کے جہاد ہونے سے ظاہر ہے) تو پکارنا فضول ہے۔

یعنی کیا پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے کی صورت میں کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ظاہر ہے جو اپنے اوپر سے کبھی تک نہ اڑا سکیں وہ دوسرے کو کیا نفع نقصان پہنچا سکیں گے؟ پھر ایسی عاجز و لاعقل چیز کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

کفار کی آباء پرستی | یعنی ان منطقی بحثوں اور کج تجویزوں کو ہم نہیں جانتے، نہ ہماری عقیدہ اور پرستش کا مدار ان باتوں پر ہے بس سودیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے بڑے اسی طرح کرتے چلے آئے۔ کیا ہم ان سب کو احمق سمجھ میں۔

یعنی ان کا پوجنا ایک پرانی حماقت ہے، ورنہ جس کے اختیار اور قبضہ میں ذرہ برابر نفع نقصان نہ ہوا سکی عبادت کیسی؟

حضرت ابراہیم کا بتوں سے دشمنی کا اعلان | یعنی لو! میں بے خوف و خطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے۔ میں ان کی گت بنا کر رہوں گا۔ "وَمَا لِلّٰهِ لَا يَكْفُرُونَ" اَصْنَعْنَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُولُوْا مُذٰبِرِيْنَ۔ (انبیاء رکوع ۵) اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا دیکھیں۔ کما قال تعالیٰ فی موضع آخر۔ "وَلَا اَحَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ اِلَّا اِنْ يُّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا" (انعام رکوع ۹) وقال یوح علیہ السلام "فَاَجْمَعُوْا اٰمِرُکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ" (یونس رکوع ۸) وقال ہود علیہ السلام "فَلَمَّحْذُوْبِیْ جَعِلْنَا فَمَ لَا تُنْظَرُوْنَ" (ہود رکوع ۵) اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ نہایت مؤثر و لطیف پیرایہ میں مشرکین پر تعریف ہے۔ یعنی جن کی تم عبادت کر رہے ہو میں انکو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ اگر نعوذ باللہ ان کی پرستش کروں تو سراسر نقصان ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تم بھی ان کی عبادت کر کے نقصان اٹھا رہے ہو۔

حضرت ابراہیم کا تذکیر نعمت | کہ وہ ہی میرا معبود، دوست اور مددگار ہے۔

یعنی فلاح دارین کی راہ دکھانا اور اعلیٰ درجہ کے فوائد و منافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِيَنِي ۚ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي

مجھ کو مارے گا پھر زندہ کرے گا ۛ اور جو مجھ کو قتل کرے گا ۛ

خَطِيبَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۚ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي

میری تقصیر میری تصحیر ۛ انصاف کے دن ۛ میرے رب! مجھ کو حکم عطا فرما (شامل رہ) اور

بِالصُّلَحِينَ ۚ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي

نیوں میں ۛ اور رکھ ۛ میری زبان سچا

الْآخِرِينَ ۚ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ الْجَنَّةِ النَّعِيمِ ۚ

پچھوں میں ۛ ورثہ میں ۛ نعمت کے باغ کے ۛ

وَاعْفِرْ لِابْنِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِّينَ ۚ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ

اور معاف کر میرے باپ کو وہ تھا راہ بھولے ہوؤں میں ۛ اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن

يُبْعَثُونَ ۚ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۚ إِلَّا

سب جی کر انھیں ۛ جس دن نہ کام آئے کوئی مال ۛ اور نہ بیٹے ۛ

مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۚ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

جو کوئی آیا اللہ کے پاس سے راس پختہ (بے روٹ) ۛ اور پاس آئیں بہشت

لِلْمُتَّقِينَ ۚ وَبُرْزَتِ الْجَحِيمِ لِلْغَاوِينَ ۚ وَقِيلَ لَهُمْ

دائے ڈر، دوزخ کے ۛ اور نکالیں دوزخ کو سامنے بے راہوں کے ۛ اور کہیں ان کو

أَيُّمَا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ۚ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُكُمْ

کہاں ہیں جن کو تم پوجتے تھے ۛ اللہ کے سوا ۛ کیا کچھ مدد کرتے ہیں تمہاری

یعنی کھانا پینا، مارنا چلاتا اور بیماری سے اچھ کرنا، سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

یعنی کسی معاد میں بھوس چوک یا اپنے وجہ کے موافق خطا، و تقصیر ہو جائے تو اسی کی مہربانی سے معافی کی توقع ہوتی ہے، کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ آگے حق تعالیٰ کے کمالات اور مہربانیوں کا ذکر کرتے کرتے حضرت ابراہیمؑ نے غیب حضور سے دعا شروع کر دی جو کامل عبدیت کے لوازم میں سے ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعا | یعنی مزید علم و حکمت اور درجات قرب و قبول مرحمت فرما، اور اعلیٰ درجہ کے نیکیوں کے زمرہ میں (جو انبیاء علیہم السلام ہیں) شامل رکھ۔ کہا قال ینصلم اللہم فی الذلّٰتی الا علیٰ اس دعا سے اپنی کامل احتیاج اور حق تعالیٰ کی غنا کا اظہار مقصود ہے۔ یعنی نبی ہو یا ولی، اللہ تعالیٰ کسی کے معاد میں مجبور و مضطر نہیں، ہر وقت اس کے فضل و رحمت سے کام چلتا ہے۔

قول صدق عطا فرما | یعنی ایسے اعمال مرضیہ اور آثار حسنہ کی توفیق دے کہ پیچھے آنے والی سلسلے ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے راستہ پر چلنے کی طرف رغب ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخر زمانے میں میرے گھرانے سے نبی ہو اور امت ہو، اور میرا دیں تازہ کریں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو دنیا میں قبول عام عطا فرمایا۔ ان کی نسل سے خاتم الانبیاء ﷺ کو مبعوث کیا جنہوں نے امت ابراہیمی کی تجدید کی اور فرمایا کہ میں ابراہیمؑ کی دعا ہوں، آج بھی ابراہیمؑ کا ذکر خیر اہل مل کی زبانوں پر جاری ہے اور امت محمدیہ تو ہر نماز میں ”کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ“ اور ”کَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ“ پڑھتی ہے۔

یعنی جنت کا جو آدم کی میراث ہے۔

باپ کیلئے مغفرت کی دعا | ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعا باپ کی موت کے بعد کی۔ مرد و سہری جبکہ تصریح آگئی کہ جب اس کا دشمن خدا ہوتا ظاہر ہو گیا تو براہ راست اور بیزار کی کا اظہار فرمایا۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی ”وَمَا كَانَ اسْتَغْفَارُ اِبْرٰہِیْمَ لَا بِہٖ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَہَا اٰیٰہُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَہٗ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِّہٖ تَرٰ اٰمَنَہُ“ (توبہ رکوع ۱۳) اور اگر ”اِنَّہٗ كَانَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ“ میں ”کَانَ“ کا ترجمہ ”تھا“ کے بجائے ”ہے“ سے کیا جائے، پھر کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ زندگی میں ایمان لے آنے کا امکان تھا۔ تو دعا کا حاصل یہ ہے کہ الہی اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانہ کی خطائیں معاف فرما دے۔ اس کی قدر سے منصل تحقیق پہلے کسی جگہ گزر چکی ہے۔ فیہراجع۔

یعنی بھلا چنگا بے روگ دل جو کفر و غناق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہو گا وہی وہاں کام دے گا۔ رے مال و اول و کچھ کام نہ آئیں گے۔ اگر کافر چاہے کہ قیمت میں مال و اول و فد یہ دے کر جان چھڑالے تو ممکن نہیں۔ یہاں کے صداقات و خیرات اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اسی وقت ہے جب این دل کفر کی پیدی سے پاک ہو۔

دوزخ میں جنت و دوزخ کی قربت | یعنی محشر میں جنت مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے متقین کو قریب نظر آئے گی۔ جسے دیکھ کر داخل ہونے سے پہلے ہی مسرور و مخطوظ ہوں گے۔ اسی طرح دوزخ کو مجرموں کے پاس لے آئیں گے تا داخل ہونے سے پیشتر ہی خوف و لرزے لگیں۔

أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكَيْبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ

یاد دے سکتے ہیں ﴿٩٣﴾ پھر اودھے ڈالیں اس میں ان کو ورسب بے راہوں کو ﴿٩٤﴾ میں سے

إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾

لشکر کو سبھوں کو کہیں گے جب وہ وہاں باہر جھگڑنے لگیں

تَاللّٰهِ إِنَّ كُنَّا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٩٧﴾ اِذْ نَسَوٰىكُمْ رَبِّ

قسم اللہ کہ ہم تھے صریح غلطی میں جب ہم تم کو بربکرتے تھے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَمَا اَضَلَّنَا اِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا

پروردگار عالم کے اور ہم کو راہ سے بہکا دے سوان گنہگاروں نے پھر کوئی نہیں

مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ اَنَّ كُنَّا

ہمارے سفارش کرنے والے اور نہ کوئی دوست محبت کرنے والا ہو سکی طرح ہم کو

كَرَّةً فَكَوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

پھر جانائے تو ہم ہوں ایمان والوں میں ﴿١٠٢﴾ اس بات میں نشان ہے

وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

اور بہت لوگ اس میں نہیں ماننے والے ﴿١٠٣﴾ اور تیرا رب وہی ہے زبردست

الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَبَتْ قَوْمُ نُوْحٍ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِذْ قَالَ

رحم وال ﴿١٠٤﴾ جھٹلایا نوح کی قوم نے پیغام لانے والوں کو جب کہا

لَهُمْ اٰخُوهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا تم کو ڈرتیوں میں تمہارے واسطے پیغام لانے والا ہوں

اب فرضی معبود کہاں گئے؟ | یعنی اب وہ فرضی معبود کہاں گئے کہ نہ تمہاری مدد کر کے اس عذاب سے چھڑا سکتے ہیں نہ بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔

آخرت میں کفار کا اعتراف گناہ | یعنی بت اور بت پرست اور ابلیس کا سارا شکر، سب کو دور رخ میں اوندھے منہ گرا دیا جائے گا۔ وہاں پہنچ کر آپس میں جھگڑیں گے۔ ایک دوسرے کو الزام دے گا اور آخر کار اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت عذابی ہوئی کہ تم کو (یعنی بتوں کو یا دوسری چیزوں کو جنہیں خدائی کے حقوق و اختیارات دے رکھے تھے) رب العالمین کے برابر کر دیا۔ کیا کہیں یہ غلطی ہم سے ان بڑے شیطانوں نے کرائی، اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں نہ کوئی بت کا مدد دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے۔ وہ خود ہی دوزخ کے کندھے بن رہے ہیں۔ کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کر دے یا کم از کم اس وقت میں کوئی دوست دلسوزی و ہمدردی ہی کا اظہار کرے۔ سچ ہے "الَّا حَلَاءُ بِؤْمْنِهِمْ بَغْضِهِمْ لِبَغْضِ عَدُوِّ الْاٰلِ الْمُتَّقِيْنَ" (زخرف رکوع ۶)

دوبارہ دنیا میں بھیجنے کی درخواست | یعنی اگر ایک مرتبہ ہم کو پھر نیا کی طرف واپس جانے کا موقع دیا جائے تو اب وہاں سے بچے ایماندار بن کر آئیں لیکن یہ کہن بھی جھوٹ ہے۔ "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا هُوَ اَعْنٰهُ وَبٰثَمَ لَكُمْ اٰیٰتُنَا" (انعام رکوع ۳)

یعنی براہیم کے اس قصہ میں توحید وغیرہ کے دلائل اور مشرکین کا عبرتناک انجام دکھایا گیا ہے مگر لوگ کہاں مانتے ہیں

أَمِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

معتق سوڈا اللہ سے اور میرا کہا تو اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر

مَنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ فَاتَّقُوا

تجھ پر۔ (حق) میرا بدلہ ہے کسی پروردگار کے نام پر سوڈا

اللَّهُ وَأَطِيعُوا ۝ قَالُوا أَنْتُمْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ

اللہ سے اور میرا کہا تو بولے کیا ہم تجھ کو مان میں اور تیرے ساتھ (ساتھی) ہو رہے ہیں

الْأَرْذَلُونَ ۝ قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

کہنے کہنا مجھ کو کیا جانتا ہے اس کا جو کام وہ کر رہے ہیں

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ۝ وَمَا أَنَا

ن کا حساب پوچھنا میرے رب کا ہی کام ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو اور میں

بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ قَالُوا

بائٹنے والا نہیں ایمان لانے والوں کو میں تو بس ایک ڈر سنا دینے والا ہوں کھول کر بولے

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَنُوحَ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۝

اگر تو نہ چھوڑے گا (باز رہے گا) اسے توں تو ضرور سسڑ کر دیا جائے گا

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّابُونَ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ

کہا اے رب میری قوم نے تو مجھ کو جھٹلایا سو فیصلہ کر دے میرے ان کے بیچ میں

فَتَحًّا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَانْجَيْنَاهُ

کسی طرح کا فیصلہ اور بچالے مجھ کو اور جو میرے ساتھ ہیں ایمان والے پھر ہی دیا ہم نے اس کو

النصف

حضرت نوح کی دعوت | یعنی نہایت صدق و امانت کے ساتھ حق تعالیٰ کا پیغام بلا کم و کاست تم کو پہنچاتا ہوں۔ ہذا واجب ہے کہ پیغام الہی من کر خدا سے ڈرو۔ اور میرا کہنا مانو۔

یعنی ایک بے غرض اور بے لوث آدمی کی بات ماننی چاہئے۔

یعنی تھوڑے سے کہنے اور سچ قوم کے لوگ اپنی نمود کے لئے تیرے ساتھ ہو گئے ہیں، بھلا یہ کیا اونچے کام کریں گے، اور ہمارا فضل و شرف کب احزمت دے سکتا ہے کہ۔ کمینوں کے اوش بدوش تمہاری مجلس میں بیٹھ کریں، پہلے تو آپ ان کو اپنے یہاں سے کھڑکائیے۔ پھر ہم سے بات کرنا۔

حضرت نوح کا جواب | یعنی مجھے ان کا صدق و ایمان قبول ہے، ان کے پیشے یا نیت اور اندرونی کاموں کے جاننے سے کیا مطلب۔ اس کا فیصلہ اور حساب تو پروردگار کے یہاں ہوگا۔ باقی میں تمہاری خاطر سے غریب ایمانداروں کو اپنے پاس سے دھکے نہیں دے سکتا۔

یعنی میرا فرض تم کو آگاہ کر دینا تھا سو کر چکا، تمہاری اخلاقیات میں چوری کرنا میرے ذمہ نہیں۔

حضرت نوح کو قوم کی دھمکی | یعنی بس اب ہم کو اپنی نصیحت سے معاف رکھو، مگر اس روش سے باز نہ آئے تو سنگ رکے جاؤ گے۔

حضرت نوح کی دعاء | معنی میرے اور ان کے درمیان عملی فیصلہ فرمادیجئے۔ اب ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں۔

یعنی مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو الگ کر کے ان کا بیڑا غرق کر۔

وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلِكِ الْمَشْحُونِ ۝ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ

اور جو اس کے ساتھ تھے اس مدی (بھری) ہوئی کشتی میں پھر ڈبا دیا ہم نے اس کے پیچھے

الْبَاقِينَ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

ان باقی رہے ہوؤں کو ۱۱ ہمت اس بات میں نکلتی ہے اور ان میں بہت لوگ

مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُو الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَتْ

نہیں ہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹایا

عَادُ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ هُودُ أَلَا

عاد نے پیغام ماننے والوں کو ان کے بھائی ہود نے کیا

تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

تم کو ڈر نہیں میں تمہارا پیغام ماننے والا معتبر ہوں سو ڈرو اللہ سے اور

أَطِيعُوا ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجِرِيَ

میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا اجر ہے

إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً

اسی جہان کے مالک پر کیا بناتے ہو ہر اونچی زمین پر ایک نشان

تَعْبَثُونَ ۝ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ ۝

کھیلنے کو اور بناتے ہو کارگاہیاں شاید (گویا) تم ہمیشہ رہو گے

وَإِذَا بَطِشْتُمْ بَطِشْتُمْ جَبَّارِينَ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو بچو (چنگل) مارتے ہو ظلم سے سو ڈرو اللہ سے اور

اس قصہ کی تفصیل پہلے کئی جگہ گزر چکی۔

قوم عاد کے واقعہ کی تذکیر | ان لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط منارے بنانے کا جس سے کچھ کام نہ نکلے، مگر نام ہو جائے اور رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے مال ضائع کرنے کو۔ ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یہ یادگاریں اور عمارتیں کبھی برباد نہ ہوں گی۔ (لیکن آج دیکھو تو ان کے کھنڈر بھی باقی نہیں)

أَطِيعُونَ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُونَ ۝

نہ اٹھو ۝ اور ڈرو اس سے ۝ جس نے تم کو چاہنے میں ۝ اور پتہ دیا جو تم جانتے ہو

أَمَدَّكُمْ بِأَنْعَامٍ وَبَيْنِينَ ۝ وَجَنَّتْ وَعُيُوتٌ ۝

پہنچا تم کو ۝ چارے اور بے ۝ اور بانٹ ۝ اور چٹھے ۝ میں

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالُوا سَوَاءٌ

ڈرتا ہوں تم پر ۝ ایک بڑے دن کی آفت سے ۝ کہ تم ۝

عَلَيْنَا أَوْعُظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعِظِينَ ۝ إِنْ هَذَا

برابر ہے ۝ تو نصیحت کرے ۝ یا نہ بنے تو نصیحت کرنے والا ۝ اور چھوٹے

الْأَخْلُقُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ

یہ باتیں حدت سے اگلے لوگوں کی ۝ اور ہم پر آفت نہیں آنے والی ۝ پھر اس کو جھڑپنے لگے

فَاهْلَكْنَهُمْ ۝ إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ ۝ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ

تو ہم نے ان کو مارت کر دیا ۝ اس بات میں الہت نشانی ہے ۝ اور ان میں بہت لوگ

مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَتْ

نہیں ماننے والے ۝ اور تیرا رب ۝ وہی ہے عزیز رحیم ۝ جھٹلایا

ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ صَالِحٌ ۝

ثمود نے پیغمبر ماننے والوں کو ۝ جب بیان کو ۝ ان کے بھائی صالح نے ۝

تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ

تم ڈرتے نہیں ۝ میں تمہارے پاس پیغمبر ماننے والا ہوں معبر ۝ سو ڈرو اللہ سے ۝ اور

حضرت ہود کی دعوت یعنی ظلم و ستم سے ریز دستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے۔ گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ خدا کی ضعیف مخلوق کو جبہ تقدی کا تختہ، مشق بنا رکھا ہے۔ سوال اللہ سے ذرہ ظلم و تکبر سے باز آؤ، اور میری بات مانو۔

یعنی اتنا تو سوچو کہ آخر یہ سامان تم کو کس نے دیئے ہیں؟ کیا اس منعم حقیقی کا تمہارے ذمہ کوئی حق نہیں۔ اگر تمہاری یہ ہی شرارت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ پہلی قوموں کی طرح کسی سخت آفت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ دیکھو! میں تم کو نصیحت کر چکا۔ اپنے انبیاء کو خوب سوچو۔

قوم عاد کی ضد اور ہٹ دھرمی | یعنی تمہاری نصیحت بیکار ہے۔ یہ جادو ہم پر چسے والا نہیں۔ قدیم سے یہ عادت چلی آئی ہے کہ کچھ لوگ نبی بن کر عذاب سے ڈرایا کرتے ہیں اور مرنے جینے کا سلسلہ بھی پہلے سے چلا آتا ہے تو اس سے ہم کو کیا اندیشہ ہو سکتا ہے! رہا جو طریقہ ہمارا ہے وہی ہمارے گلے باپ داداں کا تھا۔ ہم اس سے کسی طرح نئے نئے واسے نہیں۔ نہ عذاب کی دھمکیوں کو خاطر میں لا سکتے ہیں۔

قوم عاد کی ہلاکت | یعنی سخت آندھی بھیج کر۔ ان کا قصہ بھی پسے "اعراف" وغیرہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

أَطِيعُونَ ﴿۴۴﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ

میرا کہا تو میری باتوں میں تم سے اس پر کچھ ملے

أَجْرِي إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا

میرا بہ ہے اسی جہان کے پائندہ لے پر کیا چھوڑے رحیم کے تم کو

هَذَا أَمِينٌ ﴿۴۶﴾ فِي جَنَّتِ وَعُيُونٌ ﴿۴۷﴾ وَزُرُوعٌ وَ

یہاں کی چیزیں اس میں بے شک (بیوقوف) بانوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں

نَخْلٌ طَلَعَهَا هَضْبٌ ﴿۴۸﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا

کھجوریں میں جن کا بھ (خوش) لہجہ ہے اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر

فَرِهِينَ ﴿۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونَ ﴿۵۰﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَهْرَ

مکلف کے سوا والدہ سے اور میرا کہا تو اور نہ مامور

الْمُسْرِفِينَ ﴿۵۱﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا

بیکار لوگوں کا جو خرابی کرتے ہیں ملک میں اور

يُصْلِحُونَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۵۳﴾ مَا أَنْتَ

اصلاح نہیں کرتے بے تھ پروا کسی نے جا دویا ہے تجھی

إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ فَأْتِ بَآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۵۴﴾

ایک آدمی ہے جیسے ہم سونے آ پھونٹنی آرتو ہی ہے

قَالَ هَذِهِ نَاقَةُ لِهَآ شَرِبَ وَلَكُمْ شَرِبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿۵۵﴾

کہا یہ اونٹنی ہے اس کے پانی پینے کی ایک باری اور تمہارے لئے باری ایک دن کی مقرر

قوم شمود کی تکذیب اور حضرت صالح کی دعوت یعنی کیا یہ خیال ہے کہ ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹو گے؟ اور پہاڑوں کو تراش کر جو تکلف کے مکان تیار کئے ہیں ان سے کبھی نہ نکلو گے؟ یا یہ مضبوط اور سنگین عمارتیں تم کو خدا کے عذاب سے بچالیں گی؟ اس سودائے خام کو دس سے نکال ڈالو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر میرا کہا مانو۔ میں تمہارے بھٹے کی بہت ہوں۔

یہ عوام کو فرمایا کہ تم نے بڑے مفسد شیطانوں کے پیچھے چل کر تباہ نہ ہو۔ یہ تو زمین میں خرابی پھیلانے والے ہیں۔ اصلاح کرنے والے اور نیک صلاح دینے والے نہیں۔

یعنی ہم سے کوئی بات تجھ میں زائد ہے جو نبی بن گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے جاؤ کر آیا ہے جس سے تیری قتل ماری ٹنی (العیاذ باللہ)

معجزے کا مطالبہ یعنی اگر نبی ہے اور ہم سے ممتاز درجہ رکھتا ہے تو اللہ سے کہہ کر کوئی ایسا نشان دکھا جسے ہم بھی تسلیم کریں پھر فرمائش کی کہ اچھ پتھر کی اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکال دے جو ایسی وراہی ہو۔ حضرت صالح نے دعا فرمائی، حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ نشان دکھلایا۔

اونٹنی کا معجزہ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ”اونٹنی پیدا ہوئی پتھر میں سے اللہ کی قدرت سے، حضرت صالح کی دعا سے وہ چھوٹی پھرتی، جس جنگل میں چرنے یا جس تالاب پر پانی پینے جاتی سب مواشی بھاگ کر کنارے ہو جاتے۔ تب یوں ٹھہرا دیا کہ ایک دن اس پانی پر وہ جائے، ایک دن اوروں کے مواشی جائیں۔“

وَلَا تَسُوْهَا بِسُوِّ فَيَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ يُّوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۶﴾

درست پیچیدہ اس کو بری طرح سے پھر پکڑ لے تم کو آفت آید برسانے

فَعَقَرُوْهَا فَاصْبَحُوْا نِدِيْمِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَاْخَذَهُمُ الْعَذَابُ ط

پھر کاٹ ڈالا اس نفی کو (کوئیں کائیں اس اونٹنی کی) پھر کل کو وہ سب بچتے تھے پھر پکڑا ان کو عذاب نے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَ

الہٰی اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے

اِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۹﴾ كَذَبَتْ قَوْمٌ لُّوْطَ

تیرا رب وہی ہے زبردست رحم کرنے والا کجیاد وطن قوم نے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اٰخُوهُمْ لُوْطُ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۱﴾

پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے یا تمہارا نہیں

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِيْنَ ﴿۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ

میں تمہارے لیے پیغام لانے والا ہوں معتبر سوؤ را اللہ سے اور میرا پہنچاؤ

وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ

اور مانگتا نہیں میں تم سے اس کا کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے اس پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ

عالم پر کیا تم دڑتے ہو جہان کے مردوں پر

تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ط بَلْ اَنْتُمْ

چھوڑتے ہو جو تمہارے واسطے بنادی ہیں تمہارے رب نے تمہاری جوڑیوں جلتے تم لوگ

یعنی ونٹی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آنا ورنہ بڑی سخت آفت ہوگی۔

اونٹنی کے پاؤں کو کائے کا جرم | ایب بدکار عورت نے گھر مواشی بہت تھے، چارے اور پانی کی تکلیف سے اپنے ایک آٹنا کو کسایا، اس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر ڈال دیئے۔ اس کے تین دن بعد عذاب آیا (موضع القرآن) یہ قصہ بھی پہلے منسل گذر چکا۔

حضرت لوط کی دعوت | یعنی سارے جہان میں سے مرد ہی تمہاری شہوت رانی کے لئے رہ گئے، یا یہ کہ سارے جہان میں سے تم ہی ہو جو اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہو۔

قَوْمٌ عَادُونَ ﴿٦٦﴾ قَالُوا لَيْنٌ لَّمْ تَنْتَهَ يَلُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ

یوحنا سے بڑھنے والے ﴿۶۶﴾ بولے اگر نہ چھوڑے گا (نہ چکا رہے گا) تو اے لوط

الْمُخْرَجِينَ ﴿٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لَعَمْرِكُمْ مِّنَ الْقَالِينَ ﴿٦٨﴾ رَبِّ

نکال دیا جائے گا ﴿۶۷﴾ کہا میں تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں ﴿۶۸﴾ اے رب

نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَجَنَّبْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿٧٠﴾

مخلص کر مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کاموں سے جو یہ کرتے ہیں ﴿۶۹﴾ پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سب

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ﴿٧١﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا الْأَخْرِينَ ﴿٧٢﴾ وَ

مگر ایک بڑھیرہ لگی رہنے والوں میں ﴿۷۱﴾ پھر اٹھارہ (کھاز) بہرنے ن دوسروں کو

أَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِنَّ

برسایا ان پر ایک برسوا (مینہ) سو کیا برابر ساؤ تھان اترے ہوؤں کا

فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٧٤﴾ وَإِنَّ

اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں تھے ماننے والے

رَبِّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٧٥﴾ كَذَّبَ أَصْحَابُ لُؤَيْكَةَ

تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والے ﴿۷۵﴾ جھٹلایا بن کے رہنے والوں

الرُّسُلِينَ ﴿٧٦﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿٧٧﴾

پیغمبر لانے والوں کو ﴿۷۶﴾ جب کہا ان کو شعیب نے کیا تم ڈرتے نہیں

إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿٧٨﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

میں تم کو پیغمبر پہنچانے وال ہوں معتبر ﴿۷۸﴾ سوؤ روانہ سے اور میر کہا ناؤ

یعنی یہ غلاف فطرت کام کر کے آدمیت کی حد سے بھی نکل چکے ہو۔

یعنی یہ وعظ و نصیحت رہنے دو۔ اگر آئندہ ہمیں نکل کر دے تو تم کو ہستی سے نکال باہر کریں گے۔

اس لئے ضرور اس پر اظہارِ نفرت کرونگا اور نصیحت سے باز نہیں آسکتا۔

یعنی ان کی نحوست اور وبال سے ہم کو بچاؤ اور انہیں غارت کر۔

حضرت لوط کی بیوی کی ہلاکت | یہ ان کی بیوی تھی جو ان بد معاشوں سے مل رہی تھی۔ جب عذاب آیا تو یہ بھی ہلاک ہوئی۔

قوم لوط پر عذاب | یعنی اس کی بستیاں الٹ دیں اور آسمان سے پتھروں کا برس دیا۔ سو ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ ان کا قصہ بھی مفصل اعراف وغیرہ میں گذر چکا۔

حضرت شعیب کی قوم اصحاب ایکہ | ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ ”اصحاب ایکہ“ وہ ہی قوم مدین ہے۔ ”ایکہ“ ایک درخت تھا جسے یہ لوگ پوجتے تھے، اسی نسبت سے ”اصحاب ایکہ“ کہا گیا۔ اور اسی لئے شعیب کو ”اٰخوٰہم“ سے تعبیر نہیں فرمایا۔ کیونکہ انبیاء کی اخوت محض قومی ایسی تعلقات پر مبنی تھی۔ اگر ”مدین“ کہتے تو ”اٰخوٰہم“ کہنا موزوں تھا۔ جب ”اصحاب ایکہ“ کہہ کر ایک مذہبی نسبت سے ذکر کیا تو اس حیثیت سے ”اٰخوٰہم“ فرمایا حضرت شعیب کی شان کے من سب نہ تھا۔ بہر حال ”مدین“ اور ”اصحاب ایکہ“ ایک قوم ہے اور شعیب اسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے پہلے بھی اس کے متعلق کچھ بحث گذر چکی۔

وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرْتُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ

اور میں تم سے تم سے کیا پوچھتا ہوں۔ میرا اجر ہے۔ میرا اجر ہے۔ ان پر اور ہر

الْعَالَمِينَ ﴿۱۷۰﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿۱۷۱﴾

عالم پر پورا پھر کر دوا پ اور مت ہو نقصان اٹھانے والا

وَزِنُوا بِالْقِسْطِ أَسْوَاقِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿۱۷۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

اور تولو سیدھی ترازو سے اور مت ہندو دھوکوں کو

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۱۷۳﴾ وَ

ان کی چیزیں اور مت دزدو ملک میں خرابی ڈالتے ہو

اتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَأَبْجَلَهُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۷۴﴾ قَالُوا

ڈرو اس سے جس نے بنایا تم کو اور اگلی خلقت کو

إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۷۵﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا

تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے اور تو بھی ایک آدمی ہے جیسے ہم

وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَذِبِينَ ﴿۱۷۶﴾ فَاسْقُطْ عَلَيْنَا كِسْفًا

اور ہمارے خیال میں تو تو جھوٹا ہے سو رادے (ڈال دے) ہم پر کوئی کھڑ

مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۷۷﴾ قَالَ رَبِّ

آسمان کا اگر تو سچا ہے کہا میرے رب

أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۷۸﴾ فَكَذَّبُوهُ فَآخَذَهُمْ عَذَابُ

خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو پھر اس کو جہنم پھر پکڑ لیا ان کو آفت

◆ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو | یعنی معاملات میں خیانت اور بے انصافی مت کرو جس طرح
 بیٹے کے وقت پورا ناپ تول کریتے ہو دیتے وقت بھی پورا ناپ تول کر دو۔

◆ یعنی ملک میں ڈاکے مت ڈالو در لوگوں کے حقوق نہ مارو۔

◆ جی دعویٰ نبوت میں اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں میں۔

◆ قوم شعیب کی گستاخی | اگر سچا ہے تو آسمان کا دیبا دل کا کوئی ٹکڑا اگر واکرہم کو ملاک کیوں نہیں کر دیتا۔

◆ یعنی وہی جانتا ہے کہ کس جرم پر کس وقت اور کتنی سزا ملنی چاہئے۔ عذاب دینا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا
 کام ہتیار کر دینا تھا، سو کر چلے۔

يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝۱۸

ساتھن والے دن کی عذاب بڑے دن کا جینک دیتا

فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۱۹

اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝۲۰

اور تیرا رب وہی ہے عزیز رحمت رحیم اور یہ قرآن ہے اتارا ہوا

رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۲۱ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝۲۲

پروردگار عالم کا لے کر اترا ہے اس کو فرشتہ معیت تیرے

قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝۲۳ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ

دل پر کہ تو ہو ڈرنا دینے والا کھلی عربی

مُبِينٍ ۝۲۴ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝۲۵

زبان میں اور یہ لکھا ہے پہلوں کی کتابوں میں کیا ان کے واسطے

لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۲۶

نشانی نہیں یہ بات کہ اس کی خبر رکھتے ہیں پڑھے لوگ بنی اسرائیل کے

نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ۝۲۷ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا

تارتے ہم یہ کتاب کسی اوپری (دوسری) زبان والے پر اور وہ اس کو پڑھ کر سنا تا

قوم شعیب پر ساتھان کا عذاب ساتھان کی طرح ابرہہ اس میں سے تگ بری، نیچے سے زمین کو بھونچا آیا درخت

ہولناک آواز آئی۔ اس طرح سب قوم تباہ ہوئی۔ ان کا قصہ بھی پہلے مفصل گزر چکا ہے۔ ایک نظروہاں کے فوائد پر ذرا دل لی جا۔

قرآن پاک کا نزول قلب رسول پر آنا زسورت میں قرآن کریم کا ذکر تھا اور اس کی تکذیب پر دھمکی دی گئی تھی، درمیان

میں مکذبین حق کے واقعات بیان ہوئے، یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن کریم وہ مبارک اور عظیم الشان کتاب ہے جسے رب العالمین نے اتارا، جبریل امین نے کراترے اور تیرے پاک و صاف قلب پر اتاری گئی کیونکہ یہی قلب تھا جو اللہ کے علم میں اس بھاری امانت کو اٹھانے اور سنبھالنے کے لائق تھا، چنانچہ وحی قرآنی آئی اور سیدھی تیرے دل میں ترقی چلی گئی۔ تو نے اس کو اپنے سارے دل سے سنا اور سمجھا اور محفوظ رکھا، شاید "علی قلبک" کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہو کہ نزول وحی کی جو دو کیفیتیں احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں (یعنی کبھی "صلصلة البحر" کی طرح آنا اور کبھی فرشتہ کا آدمی کی صورت میں سامنے آکر بات کرنا) ان میں سے قرآن کی وحی اللہ کی کیفیت کے ساتھ آئی تھی۔ کیونکہ دونوں حالتوں میں محققین کے نزدیک فرق یہ تھا کہ پہلی حالت میں پیغمبر کو بشریت سے مخلع ہو کر ملکیت کی طرف جانا پڑتا تھا۔ گویا اس وقت آماں جسمانیہ کو بالکل معطل کر کے صرف روحی قوتوں اور قلبی حواس سے کام لیتے تھے، دل کے کانوں سے وحی کی آواز سنتے تھے اور دل کی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے تھے اور دل کی الہی قوتوں سے ان حوم کی تلقین کرتے تھے اور محفوظ رکھتے تھے بخلاف دوسری حالت کے کہ اس میں فرشتہ کو ملکیت سے نزول کر کے بشریت کی طرف آنا پڑتا تھا، اس وقت پیغمبران ہی ظاہری آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے اور ان ہی ظاہری کانوں کے توسط سے آواز سنتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وحی کی پہلی قسم کو احادیث میں فرمایا کہ "هُوَ أَشَدُّ عَلَيَّ" (وہ مجھ پر بہت بھاری ہوتی ہے) کیونکہ اس میں آپ کو بشریت سے ملکیت کی طرف معود کرنا پڑتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ الفاظ اور معنی دونوں وحی کئے گئے | یعنی اہل انہایت فصیح، واضح اور شگفتہ عربی زبان میں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ "علی قلبک" سے مراد یہ نہیں کہ صرف مضامین قرآن کے آپ کے دس میں اتار دیئے۔ پھر آپ نے ان کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیا۔ بلکہ الفاظ اور مضامین سب وحی ربانی سے قلب مبارک پر اللہ کے لئے گئے۔

◆ پچھلی کتابوں میں قرآن کی خبر | یعنی قرآن کی اور اس کے لانے والے کی خبر پہلی آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ انبیاء سابقین برابر پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ باوجود بہت سی تحریف و تبدیل کے اب تک بھی ایک ذخیرہ اس قسم کی پیشینگوئیوں کا پایا جاتا ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس قرآن کے بیشتر مضامین اجمال یا تفصیل اگلی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ خصوصاً قصص، توحید، رسالت، معاد وغیرہ مضامین جن پر تمام کتب سماویہ اور انبیاء و مرسلین کا اتفاق رہا ہے۔

◆ علمائے بنی اسرائیل کی گواہی | یعنی علمائے بنی اسرائیل خوب جانتے ہیں کہ یہ وہی کتاب اور پیغمبر ہے جس کی خبر پہلے سے آسمانی صحیفوں میں دی گئی تھی۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے عدانیہ اور بعض نے اپنی خصوصی مجلسوں میں امر حق کا اقرار کیا ہے اور بعض انصاف پسند اسی علم کی بناء پر مسلمان ہو گئے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ، غرض ایک منصف فہیم کے لئے جس کا دل حق کی طلب رکھتا اور خدا سے ڈرتا ہو، اس چیز میں بڑی نشانی ہے کہ دوسرے مذاہب کے علماء بھی اپنے دلوں میں قرآن کی تہنیت کو سمجھتے ہیں، گو کسی وجہ سے بعض اوقات اعدان و اقرار کی جرأت نہ کر سکیں۔

كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ كَذَلِكَ سَكَّنَهُ فِي قُلُوبِ

تو بھی اس پر یقین نہ لاتے ۞ اسی طرح گھسا دیا ہم نے اس انکار کو گنہگاروں

الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ

کے دل میں وہ نہ مانیں گے اس کو جب تک نہ دیکھیں گے عذاب

الْأَلِيمَ ۝ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

دردناک ۞ پھر آئے ان پر اچانک اور ان کو خبر بھی نہ ہو

فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ۝ أَفَبِعَذَابِنَا

پھر کہنے لگے کچھ بھی ہم کو فرمت ہے گی ۞ کیا ہمارے عذاب کو

يَسْتَعْجِلُونَ ۝ أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۝ ثُمَّ

جلد مانگتے ہیں بھلا دیکھ تو اگر فائدہ پہنچاتے رہیں ہم ان کو برسوں پھر

جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

پہنچے ان پر بس چیز کا ان سے وعدہ تھا تو کیا کام آئے گا ان کے جو کچھ

يَسْتَعِينُونَ ۝ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ۝

فائدہ اٹھاتے رہے ۞ اور کوئی بستی نہیں غارت کی ہم نے جس کے لئے نہیں تھے ڈرنا دینے والے

ذِكْرَىٰ ۚ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ وَمَا تَنْزِيلُ يَوْمِ الشَّيْطَانِ ۝

یاد دمانے کو اور ہمارا کام نہیں ہے ظلم کرنا ۞ اور اس قرآن کو نہیں لے کر ترے شیطان

وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَبِيعُونَ ۝ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ

اور نہ ان سے بن آئے اور نہ وہ کرتیں ۞ ان کو تو سننے کی جگہ سے

﴿عجی پر قرآن نازل ہوتا تو کبھی نہ مانتے﴾ یعنی آپ تو فصحاء عرب میں سے ہیں۔ ممکن ہے مشرکین مکہ یوں کہہ دیں کہ قرآن آپ نے خود تصنیف کر لیا ہوگا (حالانکہ قرآن اس حد اعجاز و پہنچا ہوا ہے جس کا مثل تو مہجن و افس بھی بنا کر نہیں لے سکتے) تاہم کہنے کو یہ احتمال پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی ہٹ دھرمی، شقاوت اور بد بختی کا حال تو یہ ہے کہ اگر یہ قرآن فرض کر دہم کسی غیر فصیح عرب یا عجی نسان پر اتارتے جو ایک حرف عربی کا بونے پر قادر نہ ہوتا، بلکہ بغرض محال سی حیوان، عقل پر تاراجاتا، تب بھی یہ دُک اس کے ماننے والے نہ تھے۔ اس وقت کچھ اور احتمال پیدا کرتے۔ حضرت شاہد صاحب لکھتے ہیں: ”کافر کہتے تھے کہ قرآن آیا ہے عربی زبان میں، اس نبی کی زبان بھی عربی ہے شاید آپ ہی کہہ لانا ہو۔ اگر غیر زبان واسے پر عربی قرآن اترتا تو یقین کرتے، فرمایا کہ دعویٰ دے لے گا کئی کبھی نہیں ٹھہرتا۔ تب اور شبہ کا حقہ کہ کوئی سکھا جاتا ہے۔“ (موضح القرآن)

﴿قرآن کے کلام الہی ہونے کا کفار کو یقین ہے﴾ یعنی جو آدمی جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنے قویٰ کو شرارت اور سرکش میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے موافق ذلیل چھوڑ دیتا ہے اور اسکے دس میں انکار و تکذیب کے اثر کو جا گزیر کر دیتا ہے۔ یہ تقریر ترجمہ کے موافق ہوئی۔ لیکن بہت سے مفسرین نے ”سلک گاہ“ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی قرآن کو ہم نے اس طرح مجرمین کے دل میں گھسا دیا ہے کہ وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کلام بشر کا نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہٹ دھرمی سے ایمان نہیں لے سکتے اور تکذیب کئے چلے جاتے ہیں تا آنکہ دنیا آخرت میں دردناک عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں، اس وقت مانیں گے کہ ہاں پیغمبر سچے تھے ورنہ جو کتاب لائے تھے وہ سچی تھی، مگر اس وقت ماننا کچھ نفع نہ دے گا۔

﴿کفار کا مہلت طلب کرنا﴾ یعنی جب عذاب الہی ایک دم سر پر پہنچ جائے گا اس وقت کہیں گے کہ ہمیں تھوڑی سی مہلت دی جا سکتی ہے کہ اب تو ہجر کے اپنا چل چلن درست کر لیں اور پیغمبروں کا اتباع کر کے نکلیں۔ ان میں تو عذاب کی جلدی چار ہے تھے اب مہلت طلب کرنے لگے۔

﴿جنی سات سال کی ذلیل اور مہلت بھی جو دی گئی تھی اس وقت کچھ کام نہ آئے لی۔ اس وقت یہ برسوں کی مہلت کا اہدم معلوم ہوگے اور سمجھیں گے کہ واقعی بہت سی جلدی پڑے گے۔“ ﴿کَافُہُمْ یَوْمَ یُرَوِّہُ لَہُمْ یَلْبِثُوا إِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحَاہَا﴾ (تازعات رکوع ۲)۔ کسی کو مہلت دیئے بغیر عذاب نہیں دیا گیا﴾ جنی کسی قوم کا تختہ یوں ہی ایک دم نہیں لٹ دیا گیا۔ عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور ہشہر رکرنے والے پیغمبر بھیجے گئے کہ لوگ غفلت میں نہ رہیں، جب کسی طرح نہ مانے آخر غارت کئے گئے اعیانہ اللہ۔

﴿قرآن کسی جن کا لایا ہوا نہیں ہے﴾ درمیان میں مکذبین کے احوال بیان فرما کر پھر اصل مضمون ”وَ اِنَّہٗ لَیُنزِلُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ مَرَّلٌ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ“ کی تکمیل و تکمیل فرماتے ہیں۔ یعنی یہ کتاب خدا کے ہاں سے جبریل میں لائے ہیں۔ شیاطین کی سکھائی ہوئی چیز نہیں۔ بعد شیاطین سے کہاں ممکن ہے کہ ایسی کتاب بن آئے۔ ان کی طبع کا خاصہ تو گمراہی، فساد، اور ظلمت پھیلاتا ہے۔ اور یہ کتاب اوس سے آخر تک رشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جسکی تعلیم سے وہ جماعت تیار ہوئی۔ جس سے زیادہ آسمان کے نیچے بجز انبیاء کے کوئی پاک باز، صدق، خدا ترس اور خدا پرست جماعت نہیں تو اس کتاب کے علوم اور شیاطین کی طبع میں کوئی مناسبت نہیں۔ نہ وہ اس وقت ہیں کہ اس عظیم الشان، متبرک ہدایت کو اٹھا سکیں۔ ”لَوْ اَنرَلْنَا ہَذَا الْقُرْآنَ عَلٰی حِیْلِ لَرَاٰیۡتَۃً خَاسِفًا مُّقْتَصِدًا مَّا مِنْ حَشِیۡۃٍ اللّٰہِ۔“ (حشر رکوع ۳) روایات میں ہے کہ بعض مشرکین کا خیال تھا کہ محمد ﷺ کے پاس کوئی جن آکر یہ قرآن سکھاتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ وحی آنے میں کچھ دیر ہوئی تو ایک عورت نے حضور کو کہا کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا (نعوذ باللہ) ان آیات میں اسی خیال کی تردید ہے۔

لَمُعْزُولُونَ ۛ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونُ

دور (رطرف) کر دیا ہے ۛ سو مت پکار ۛ اللہ کے ساتھ دوسرا معبود (حکم) پھر تو پڑے

مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ۛ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۛ

عذاب میں ۛ اور ڈرنا دے ۛ اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ۛ

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۛ

اور اپنے بار ا نیچے رکھ ۛ ان کے واسطے جو تیرے ساتھ ہیں ۛ ایمان والے ۛ

فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِّئٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۛ وَتَوَكَّلْ

پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے ۛ میں بیزار ہوں تمہارے کام سے ۛ اور بھروسہ کر

عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۛ الَّذِي يَرِيكَ حِينَ تَقُومُ ۛ وَ

ۛ جس پر دستِ رحم والے پر ۛ جو دیکھتا ہے تجھ کو ۛ جب تو اٹھتا ہے ۛ اور

تَقَلُّبُكَ فِي السَّجْدِينَ ۛ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۛ هَلْ

تیرا پھرا ۛ نمازیوں میں ۛ بے شک وہی ہے سننے والا جاننے والا ۛ میں

أَنْبِئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنْزَلُ الشَّيْطَانُ ۛ تَنْزَلُ عَلَىٰ كُلِّ

بتلاؤں تم کو ۛ کس پر اترتے ہیں ۛ شیطان ۛ اترتے ہیں ہر

أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۛ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثُرُهُمْ كَذِبُونَ ۛ

جھوٹے گنہگار ۛ لا ڈالتے ہیں سنی ہوئی بات ۛ اور بہت ان میں جھوٹے ہیں ۛ

ۛ شیاطین کو دور کر دیا گیا ہے ۛ یعنی نزولِ قرآن کے زمانہ میں اس کی حفاظت کے لئے ایسے نبی پہرے بٹھائے گئے ہیں کہ شیاطین پاس بھی نہیں بچک سکتے نہ ایک حرف ایک سکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ "وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ لَمَنْ يَسْمَعُ آلَانِ بِجَذَلَةٍ شَهَابًا رَصْدًا" (جن رکوع ۱) وقال تعالیٰ "فَأَنَّهُ يَنْفُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصْدًا"

(جن۔ رکوع ۳) وقال تعالى "لا ياتيه الباطل من ميمين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد۔" (حۃ المسجده رکوع ۵)۔ تنبیہ شیطین کے غیبی خیریں سننے کی کوشش کرنے اور ناکام رہنے کے متعلق سورۃ حجر کے شروع میں مفصل کام کیا جا چکا ہے وہاں مطاح کرنا پڑے۔

یہ فرمایا رسول کو اور سنایا اوروں کو یعنی جب یہ کتاب بلاشبہ و شبہ خدا کی اتاری ہوئی ہے شیطان کا اس میں ذرہ بھر دخل نہیں تو چاہئے کہ اس کی تعلیم پر چلو جس میں اصل اصول توحید ہے۔ شرک و کفر اور تکذیب کی شیطان راہ اختیار مت کرو۔ ورنہ عذاب الہی سے رستگاری کی کوئی سہیل نہیں۔

۴۔ اقرباء کو دعوت کا حکم یعنی اوروں سے پہلے اپنے اقارب کو تنبیہ کیجئے کہ یہ خواہی میں ان کا حق مقدم ہے اور ویسے بھی دینی کی صداقت و حقانیت اقارب کے معاملہ سے پرکھی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جب یہ آیت اتری۔ حضرت نے سارے قریش کو پکار کر سنا دیا اور اپنی بیوی بھی تک اور اپنی بیٹی تک اور چچا تک کہہ سنایا کہ اللہ کے ہاں اپنی فکر کرو۔ خدا کے ہاں میں تمہارا کچھ نہیں کر سکتا۔" یعنی شفقت میں رکھ، میاں والوں کو، اپنے ہوں یہ پرائے۔

۵۔ یعنی خداف حکم خدا جو کوئی کرے اس سے تو بیزار ہو جا، اپنا ہو یا پرانا۔ (موضح)
۶۔ آنحضرتؐ کو نصرت کا وعدہ یعنی تا فرمائی کرنے والے کوئی ہوں اور کتنے ہی ہوں تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سب سے بیزار ہو کر ایک خدا پر بھروسہ رکھ جو درست بھی ہے کسی کی اس کے مقابلہ میں چل نہیں سکتی اور مہربانی فرمائے، الا بھی۔ چنانچہ اپنی مہربانی سے تیرے حال پر ہر وقت نظر عنایت رکھتا ہے۔

۷۔ یعنی جب تو تہجد کو اٹھتا ہے اور متوسلین کی خبر لیتا ہے کہ خدا کی یاد میں ہیں یا غافل (موضح) یا تو جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے، اور جماعت کی نماز میں نفل و حرکت (رکوع و سجود وغیرہ) کرتا ہے، اور مقتدیوں کی دیکھ بھال رکھتا ہے اور بعض سف نے کہا کہ ساجدین سے آپ کے آباء مراد ہیں۔ یعنی آپ کے نور کا ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہو کر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اس لفظ سے حضور کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۔ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ یہاں پھر قرآن کے صدق اور عظمت شان پر تنبیہ فرمائی۔ یعنی ایسے ساجدین اور تہجد گزاروں کے امام کو جو اللہ کے معاملہ میں اپنے اور بیگانے کی کوئی پروا نہ کرے اور ساری دنیا سے ٹوٹ کر اکیلے خدا پر بھروسہ رکھے، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) شیطان ان پر وحی لاتا تھا؟ آری میں تم کو بتاؤں کہ شیطانی وحی کس قسم کے لوگوں پر آتی ہے۔ وہ آتی ہے جھوٹوں پر، بد معاشوں اور بدکاروں پر، کیونکہ شیطان سچے اور نیک آدمیوں سے بیزار ہے کہ یہ اس کو برا جانتے ہیں۔ جھوٹے دغا بازوں سے خوش ہے جو اس کی مرضی کے موافق ہیں۔ بھلا سب سچوں سے زیادہ سچے اور تمام نیکیوں سے بڑھ کر نیک انسان کو شیطانی وحی سے کیا نسبت، حضور کا صدق و امانت، اتقا، پاکبازی، خدا ترسی تو وہ اوصاف ہیں جو چھپن سے لیکر دعویٰ نبوت تک آپ کی ساری قوم کو تسلیم تھے۔ حتیٰ کہ "اصداق الامین" آپ کا لقب ہی پڑ گیا تھا۔

۹۔ شیطین جھوٹی خبریں لاتے ہیں یعنی شیطین کوئی ایک آدھ نام تمام بات امور غیبیہ جزیہ کے متعلق جو سن بھاگتے ہیں اس میں سو جھوٹ مکر اپنے کا بن دوستوں کو پہنچاتے ہیں، یہ حقیقت اگلی وحی کی ہے۔ برخلاف اس کے انبیاء کی وحی کا ایک حرف اور ایک شوشہ بھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ بعض نے "یُلَفُّونَ السَّمْعَ" کے معنی یہ سنے ہیں، کہ شیطین ملا علی کی طرف کان لگاتے ہیں کہ کوئی غیبی بھگ کان میں پڑ جائے، یا جھوٹے گدگد شیطین کی طرف کان جھکائے رکھتے ہیں کہ کوئی چیز اور سے بات چلتی کریں۔

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَأَنَّهُمْ فِي كُلِّ

اور شاعروں کی بات پر چلتے ہیں جو براہ ہیں ♦ تو نہیں دیکھا کہ ہر

وَادٍ يَهِيمُونَ ۚ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۚ

میدان میں سرمارتے پھرتے ہیں ♦ اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے ♦

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ

مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور کام کئے اچھے اور یاد کی ہندی

كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا ۚ وَسَيَعْلَمُ

بہت اور دلائل اس کے پیچھے کہ ان پر ظلم ہوا ♦ اور اب معلوم ہو جائے گا

الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۚ

ظلم کرنے والے کس کس کوٹ الٹتے ہیں ♦

﴿آيَاتُهَا ۴۳﴾ ﴿سُورَةُ النَّهْلِ مَكِّيَّةٌ ۲۸﴾ ﴿زُلُوفَاتُهَا ۱۰﴾

سورہ نحل مکہ میں انزل کی تر نوے آیتیں اور سات زلوفات ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے

طَسَّ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ ۚ

طس یہ آیتیں ہیں قرآن اور کئی کتاب کی

هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۚ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

ہدایت اور خوش خبری ایمان والوں کے واسطے جو نماز رکھتے ہیں نماز کو

شاعروں کی بات پر بے راہ چلتے ہیں | کافروں کو بغیر کو بھی کا بن بتاتے بھی شاعر، سفر یا کہ شاعری کی باتیں محض تخیلات ہوتی ہیں تحقیق سے اس کو لگاؤ نہیں ہوتا، اس لئے اس کی باتوں سے بجز گرمی محفل یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی حالانکہ اس بغیر کی صحبت میں قرآن سن کر ہزاروں آدمی نیکی اور پرہیزگاری پر آتے ہیں۔

شاعر تخیل کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں | یعنی جو مضمون پکڑے اسی کو بڑھاتے چلے گئے، کسی کی تعریف کی تو آسمان پر چڑھا دیا، مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیئے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں نکل گئے، پھر مرکز نہیں دیکھ۔ اسی لئے شعر کی نسبت مشہور ہے۔ "اکذب أو احسن أو"۔

شاعر جو کہتے ہیں کرتے نہیں | یعنی شعر پڑھو تو معلوم ہو کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر ہو گئے، اور جا کر ملو تو پر لے درجہ کے نامرد اور ڈرپوک کبھی دیکھو تو بے کئے ہیں اور اشعار پڑھو تو خیال ہو کہ بغیر ساقط ہو چکیں، قبض روح کا انتظار ہے۔ حالی نے مسدس میں ان کے جھوٹ کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ غرض ایک بغیر خدا اور وہ بھی خاتم الانبیاء کو اس جماعت سے کیا لگاؤ۔ اسی لئے فرمایا۔ "وَمَا عَلَّمَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ" آپ کی جو بات تھی سچی، جنگ تلی باون تو لے پاؤرتی، تحقیق کے ترازو میں تلی ہوئی۔ پھر جو بات زبان مہارک سے سنی جاتی تھی وہی عمل میں آنکھوں سے نظر آتی تھی۔ بھلا شاعر ایسے ہوتے ہیں؟ اور شاعری اسے کہتے ہیں؟ حاشا حاشا۔

کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہے | مگر جو کوئی شعر میں اللہ کی حمد کہے یا نیکی کی ترغیب دے، یا کفر کی مذمت یا گناہ کی برائی کرے یا کافر اسلام کی ہجو کریں یہ اس کا جواب دے، یا کسی نے اس کو ایذا پہنچائی اس کا جواب بحد اعتدال دیا، ایسا شعر عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے ہی اشعار کہتے تھے۔ اسی لئے حضور نے فرمایا کہ ان کافروں کا جواب دے اور روح القدس تیرے ساتھ ہے۔

یہ "مَنْ بَغَدْنَا ظَلَمْنَا" کی مناسبت سے فرمایا کہ ظالموں کو عنقریب اپنا انبیاء معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ دنت بیٹتا ہے سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اللہ کی کتابوں اور پیغمبروں کو کاہن و شاعر کہہ کر جھٹلائے۔ تَمَّ سُورَةُ الشُّعْرَاءِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَآمَنُ

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿٣﴾ إِنَّ

اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور ان کو آخرت پر یقین ہے

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ

جو لوگ نہیں مانتے آخرت کو اچھے دکھلائے ہم نے ان کی نظروں میں ان کے کام

يَعْمَهُونَ ﴿٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

بجگے پھرتے ہیں وہی ہیں جن کے واسطے بری طرح کا عذاب ہے

فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْآخُسَرُونَ ﴿٥﴾ وَإِنَّكَ لَتَلْقَى الْقُرْآنَ

آخرت میں وہی ہیں خراب اور تجھ کو تو قرآن پہنچتا ہے

مِنْ لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ﴿٦﴾ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِأَهْلِيهِ

ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے جب کہا موسیٰ نے اپنے گھر والوں کو

إِنِّي أَنَا نَارًا سَآتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ بَشِيرٍ

میں نے دیکھی ہے ایک آگ میں آتا ہوں تمہارے پاس وہاں سے کچھ خبر یا آگاہی

بِشَهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهَا

انگارہ لگا کر شاید (تاکہ) تم سینگو (تا پو) پھر جب پہنچی اس کے پاس

نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَ

آواز ہوئی کہ برکت ہے اس پر جو کوئی کہ آگ میں ہے اور جو آگ کے پاس ہے

سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ يُمُوسَىٰ إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ

پاک ہے ذات اللہ کی جو رب سارے جہان کا اے موسیٰ وہ میں اللہ ہوں

سورۃ النمل

❖ کفار دنیا کی رونقوں میں گم ہیں | یعنی جن کو انجم کی کوئی فکر اور مستقبل کا خیال نہ ہو، وہ اسی دنیائے فانی کی فکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔ ان کی تمام کوششوں کا مرکز یہی چند روزہ زندگی ہے جو کتاب یا پیغمبرِ اہر سے ہٹا کر عاقبت کی طرف توجہ دلائے، اس پر کیوں کان دھرنے لگے۔ وہ دنیا کے عشق میں غرق ہو کر بادیوں پر آوازیں کستے ہیں۔ آسمانی صحیفوں کو مور و طعن بتاتے ہیں۔ پیغمبروں کے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور یہی کام ہیں، جن کو اپنے نزدیک بہت اچھا سمجھ کر برابر مگر اسی میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ تمبیہ | ترتیب کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس حیثیت سے کی کہ خالق ہر چیز کا وہی ہے کسی سبب پر مسبب کا ترتیب بدو ان کی مشیت و ارادہ کے نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ دوسرے مواضع میں ضلّٰل و ختم طبع و غیرہ کی نسبت اسکی طرف ہوئی ہے۔ سورۃ "نمل" کی ان ابتدائی آیات کا مضمون سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات سے بہت مشابہ ہے ان کو ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے۔

❖ یعنی وہاں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی ہوگئے۔

❖ قرآن کریم کی نعمت اللہ کا فضل عظیم ہے | یعنی ان بد بختوں کو تیرہ ضلالت سے بھٹکنے دو۔ جب انہوں نے قرآن مبین کی قدر نہ پہچانی اور اس کی ہدایات و بشارات سے فائدہ نہ اٹھایا تو یہی حشر ہوا تھا۔ آپؐ تو خدا کا شکر کیجئے کہ اس عظیم و حکیم کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب آپؐ کو مرمت کی گئی ہے جس سے ہر وقت تازہ و تازہ فوائد پہنچ رہے ہیں جس میں مومنین کے لئے بشاراتیں ہیں اور مکذبین کو ہر تاک و واقعات سنائے گئے ہیں تاہیں کا دل مضبوط و قوی ہو اور جھوٹ کی حمایت کرنے والے اپنی بد انجامی پر مطلع ہو جائیں۔ چنانچہ ان ہی غرض سے آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونوں کا قصہ سنایا جاتا ہے۔

❖ حضرت موسیٰ کا آگ لینے کیلئے پہاڑ پر جانا | یہ "مدین" سے جاتے ہوئے وادی "طوی" کے قریب پہنچ کر رہا جبکہ سخت سردی کی اندھیری رات میں راستہ بھول گئے تھے متصل واقعہ سورہ "طہ" کے فوائد میں گزر چکا۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

❖ یعنی رستہ کی خبر لائے ہوں اگر آگ کے پاس کوئی موجود ہو تو نہ ہمارے کم سینکے تپنے کے لئے ایک انگارے آؤں گا۔

❖ تجلی الہی کی روشنی | وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ دنیا کی "گ" نہیں، بلکہ نبی اور نورانی آگ ہے جس کے اندر نور الہی ظاہر ہو رہا تھا، یا اس کی تجلی چمک رہی تھی۔ شاید وہی ہو جس کو حدیث میں فرمایا "حجۃ النار" یا "حجۃ النور" پھر غیب سے آواز آئی۔ "انہ نورک من فی النار ومن حولہا" یعنی زمین کا یہ ٹکڑا مبارک، آگ میں جو تجلی ہے وہ بھی مبارک، اور اس کے اندر یا اس کے آس پاس جو ہستیاں ہیں مثلاً فرشتے یا خود موسیٰ علیہ السلام وہ سب مبارک ہیں۔ یہ غالباً موسیٰ علیہ السلام کو مانوس کرنے کے لئے بطور اعزاز و کرام کے فرمایا۔

❖ آگ میں تجلی کی حقیقت | جینی مکان، جنت، جسم، صورت اور رنگ وغیرہ سات حدوٹ سے اللہ کی ذات پاک ہے۔ آگ میں اس کی تجلی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ اس کی ذات پاک آگ میں حل ہو کر گئی؟ آفتاب بالکتاب قلعی دار آئینہ میں متجلی ہوتا ہے لیکن کون اسحق کہہ سکتا ہے کہ اتنا بڑا کرہ شمس چھوٹے سے آئینہ میں سا گیا؟

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ۱ ۝ وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ

زبردست حکمتوں والا ۱ اور ڈال دے لاٹھی اپنی پھر جب دیکھا اس کو چھینٹاتے (پھن ہاتے)

كَانَتْهَا جَانٌّ وَلَمْ يُعَقِّبْ ۝ يَمُوسَ

جیسے سانپ (سفید پتلا سانپ) کی شک ۱ لوٹا پیٹھ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا ۱ اے موسیٰ

لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ۝ ۲ ۝ إِلَّا

مت ڈر میں جو ہوں میرے پاس نہیں ڈرتے رسول ۲ مگر

مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ

جس نے زیادتی کی پھر بدلے میں نیکی کی برائی کے پیچھے تو میں بخشنے والا

رَحِيمٌ ۝ ۳ ۝ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا

مہربان ہوں ۳ اور ڈال دے ہاتھ اپنا اپنے گریبان میں کہ لکے سفید ہو کر

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۝ ۴ ۝ إِنِّي لَمُفْرِعُونَ وَقَوْمِهِ ۝

بغیر کسی عیب کے (نہ کسی برائی کے) یہ دونوں ل کر نوشت نیاں لے کر جا فرعون اور اس کی قوم کی طرف

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ ۵ ۝ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَتُنَا

بے شک وہ تھے لوگ نافرمان ۵ پھر جب پہنچیں ان کے پاس ۵ ہری نشانیاں

مُبْصِرَةٌ ۝ ۶ ۝ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ ۷ ۝ وَبَجَدُوا بِهَا

سمجھنے کو بولے یہ جادو ہے صریح اور ان کا انکار کیا

وَأَسْتَبَقَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلُمًا وَعُلوًّا ۝ ۸ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ

اور ان کا یقین کر چکے تھے اپنے جی میں بے انصافی اور غرور سے سو دیکھ لے کیسا

حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ سے خطاب | یعنی اس وقت تجھ سے کلام کرنے والا میں ہوں،
یہ سب واقعہ مفصلاً سورہ "طہ" میں گزر چکا۔

عصاء کو زمین پر ڈالنے کا حکم | شاید ابتداء میں پتلا ہوگا، یا سرعت حرکت میں تشبیہ ہوگی، صغیر
جثہ میں نہیں۔

یہ خوف طبعی تھا جو من فی نبوت نہیں۔

یعنی اس مقام حضور و اصطفاء میں پہنچ کر ایسی چیزوں سے ڈرنے کا یہ مطلب مرسلین کو لائق نہیں کہ
ہماری ہر گاہ قرب میں پہنچ کر لالچی یا سناپ یا کسی مخلوق سے ڈریں۔ وہاں تو دل کو انتہائی سکون و
طمأنین حاصل ہونا چاہئے۔

یہ استثناء منقطع ہے یعنی خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف (اندیشہ) صرف اس کو ہونا چاہئے جو کوئی زیادتی یا
خطا، و تقصیر کر کے آیا ہو۔ اس کے متعلق بھی ہماری ہاں یہ قاعدہ ہے کہ برائی کئے بعد گردل سے توبہ
کرنے اپنی روش درست کر دے اور نیکیاں کر کے برائی کا اثر مٹا دیا تو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف
فرمائے والا ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”موسیٰ علیہ السلام سے چوک کر ایک کافر کا خون ہو گیا
تھا اس کا ڈر تھا ان کے دل میں، ان کو وہ معاف کر دیا۔“

نوشانیوں کا بیان سورہ ”بنی اسرائیل“ کی آیت ”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَاَسْتَفْتَلٰ
بِسِيْرِ اِسْرَآئِيْلَ اِذْ حَآءَهُمْ“ الخ کے تحت میں دیکھو۔

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ

ہوا انجام خرابی کرنے والوں کا اور ہم نے دیا داؤد

وَسُلَيْمَانَ عَلِمَاءَ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا

اور سلیمان کو ایک علم اور بولے شکر اللہ کا جس نے ہم کو بزرگی (فضیلت) دی

عَلَا كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٤﴾ وَوَرِثَ

اپنے بہت سے بندوں ایمان والوں پر اور قائم مقام ہو

سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلِمْنَا مَنَظِقَ

سلیمان داؤد کا اور بولا اے لوگو ہم کو سکھائی ہے بولی

الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ

اڑتے جانوروں کی اور دیا ہم کو ہر چیز میں سے بے شک یہی ہے فضیلت

معجزات دیکھ کر بھی انکار یعنی جب وہ منافقان کی آنکھیں کھولنے کے لئے وہ نکاتیں دکھانی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشان دکھلا رہے ہیں یقیناً خدائی نشان ہیں۔ جادو، شعبہ اور نظر بندی نہیں مگر محض بے انصافی اور غرور و تکبر سے جن پر جو کراپے خمیر کے خلاف حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کر رہے تھے، پھر کیا ہوا چند روز بعد پتہ لگ گیا کہ ایسے ہٹ دھرم مفسدوں کا انجام کیس ہوتا ہے۔ سب کو بحر قہقزم کی موجوں نے حاکم لیا، کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو علم عطا کیا گیا حضرت سلیمان، حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادہ ہیں۔ باپ بنے میں سے ہر ایک کو اس کی شان کے لائق اللہ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا۔ شرائع و احکام اور اصول سیاست و حکمرانی وغیرہ کے علوم سب اس غلطی کے تحت میں داخل ہو گئے۔

حق تعالیٰ نے جو علم داؤد و سلیمان علیہما السلام کو دیا تھا اسی کا اثر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ سی نعمت الہی پر شکر ادا کرنا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے۔

”بہت سے“ اس سے کہا کہ بہت بندگان خدا کو ان پر فضیلت دی گئی ہے۔ باقی تمام مخلوق پر فضیلت کلی تو سارے جہان میں ایک ہی بندے کو حاصل ہوئی جن کا نام مبارک ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت داؤد کے سچے وارث حضرت سلیمانؑ یعنی داؤد کے بیٹے میں سے اگلے اصل جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے جن کی ذات میں اللہ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کر دیں اور وہ ملک عطا فرمایا جو ان سے قبل یا بعد کسی کو نہ ملا۔ جن، ہوا اور پرندوں کو ان کے لئے مسخر فرمادیا۔ جیسا کہ سورہ ”سبا“ میں آئے گا۔

پرندوں کی بولیوں کی عقلی توجیہ | سب سے زیادہ کمال کا انکار کرنا بادشاہت کا انکار ہوگا کہ پرندے جو بولیاں بولتے ہیں ان میں ایک خاص حد تک افہام و تفہیم کی شان پائی جاتی ہے۔ ایک پرند جس وقت اپنے جواز کو بدلتا یا داندہ دینے کے لئے اپنے بچوں کو آواز دیتا یا کسی چیز سے خوف کھا کر خبردار کرتا ہے، ان تمام حالات میں اس کی بولی اور لب و لہجہ یکساں نہیں ہوتا چنانچہ اس کے مخاطبین اس فرق کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسی سے ہم سمجھتے ہیں کہ دوسرے احوال و ضروریات کے وقت بھی ان کے چہچہوں میں (گوہیں کتنے ہی مشابہ و متقارب معلوم ہوں) ایسا لطیف و خفیف تفاوت ہوتا ہوگا، جسے وہ آپس میں سمجھ لیتے ہونگے۔ تم کسی پوسٹ آفس میں چلے جاؤ اور تار کی مشابہ کھٹ کھٹ گھنٹوں سنتے رہو، تمہارے نزدیک محض بے معنی حرکات و اصوات سے زیادہ وقعت نہ ہوگی۔ لیکن ٹیلیگراف یا مسٹر فوراً بتا دے گا کہ فلاں جگہ سے فلاں آدمی یہ مضمون کہہ رہا ہے یا فلاں لکچرر کی تقریر انہی تاروں کی کھٹکھٹ میں صاف سنائی دے رہی ہے۔ کیونکہ وہ ان ”فقرات تلغرافیہ“ کی درست وضع سے پوری طرح واقف ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کیا بعید ہے کہ واضح حقیقی نغمات بطور کو بھی مختلف معانی و مطالب کے اظہار کے لئے وضع کیا ہو۔ اور جس طرح انسان کا بچہ اپنے ماں باپ کی زبان سے آہستہ آہستہ واقف ہوتا رہتا ہے، بطور کے بچے بھی اپنی فطری استعداد سے اپنے بنی نوع کی بولیوں کو سمجھنے لگتے ہوں اور بطور ایک جغیرانہ اعجاز کے حق تعالیٰ کسی نبی کو بھی ان کا علم عطا فرمادے۔ حیوانات کے لئے جزئی اور اکات کا حصول تو پہلے سے سسم چلا آتا ہے لیکن یورپ کی جدید تحقیقات اب حیوانات کی عقلیت کو آدمیت کی سرحد سے قریب کرتی جاتی ہیں حتیٰ کہ حیوانات کی بولیوں کی ”ابجد“ تیار کی جا رہی ہے۔ قرآن کریم نے خبر دی تھی کہ ”ہر چیز اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتی ہے جسے تم سمجھتے نہیں اور ہر پرندہ اپنی صلوٰۃ و تسبیح سے واقف ہے۔“ احادیث صحیحہ میں حیوانات کا تکلم، بلکہ جمادات کے کلمات کرنا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہے۔

تمام مخلوقات کو خالق کی اجمالی معرفت حاصل ہے | اس سے ظاہر ہوا کہ اپنے خالق کی اجمالی مگر صحیح معرفت ہر چیز کی فطرت میں نشین کر دی گئی ہے۔ پس ان کی تسبیح و تحمید یا بعض محاورات و خطابات پر بعض بندگان خدا کا بطور خرق عادت مطلع کر دیا جانا از قبیل محالات عقلیہ نہیں۔ ہاں عام عادت کے خلاف ضرور ہے۔ سواچی زکوٰۃ اگر عام عادت اور معمول کے موافق ہوا کرے تو انجیز و کرامت ہی کیوں کہلائے (خوارق عادت پر ہم نے مستقل مضمون لکھا ہے اسے ملاحظہ کریں) بھر حال اس رکوع میں کئی معجزے اس قسم کے مذکور ہیں۔ جن میں زائقین نے عجیب طرح کی ریک اور لچر تحریکات شرع کر دی ہیں، کیونکہ بعض طيور کا اپنی بولی میں آدمیوں کے بعض علوم کو ادا کرنا، یا حیوانوں کا آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب بنانا اور سلیمانؑ جغیر کا ان کو سمجھ لینا یہ سب باتیں ان کے نزدیک ایسی لغو اور احمقانہ ہیں جن پر ایک بچہ بھی یقین نہیں کر سکتا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ لاکھوں محققین اور علمائے سلف و مطلق کی نسبت خیال کرنا کہ وہ ایسی کبھی لغو اور بدیہی المطان باتوں کو جنہیں ایک بچہ اور گنوار بھی نہیں مان سکتا تھا۔ بذاتہ دید و بکندہ بیان کرتے چلے آئے اور ان ادہام کو رد کر کے مضمون آیات کی صحیح حقیقت جو تم پر تاج مشکف ہوئی ہے کسی نے بیان نہ کی؟ یہ خیال ان باتوں سے بھی بڑھ کر لغو اور احمقانہ ہے جن کی لغویت کو تم تسلیم کرنا چاہتے ہو۔ عہد سے ہر زمانہ میں غلط فہمی یا خطا و تقصیر ہو سکتی ہے، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ شب و روز کی جن محسوسات اور پیش پا افتادہ حقائق کو انسان کا بچہ سمجھ جانتا ہے وہ صدیوں تک بڑے بڑے عقلمند و محقق علماء کو ایک دن بھی نظر نہ آئی ہوں۔ یاد رہے کہ ہم اسرائیلی خرافات کی تائید نہیں کر رہے۔ ہاں جس حد تک اکابر سلف نے بلا اختلاف کلام الہی کا مدلول بیان کیا ہے اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ اسرائیلی روایات کے موافق پڑ جائیں یا مخالف۔

یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت و نبوت کے لئے جو چیزیں اور سامان درکار تھے وہ عطا فرمائے۔

الْبَيِّنُ ۝ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُهُ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا

صریح اور جمع کئے گئے سپہوں کے پاس اس کے لشکر جن

عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ ۖ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ ۖ لَا يَحْطِبُكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ۖ

انسان اور رڑتے جانور پھر ان کی جماعتیں بنائی (بنائیں) جاتیں یہاں تک کہ جب پہنچے

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ

چوٹیوں کے میدان پر کہا ایک چوٹی نے اے چوٹیو! نہ میں ڈاے تم کو سلیمان اور اس کی فوجیں

قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ

بولا اے میرے رب میری قسمت میں دے کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے کیا

عَلَىٰ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ

مجھ پر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں کام نیک جو تو پسند کرے

وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ۝ وَ

اور ملے (شامل کرے) مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں اور

تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدُودَ ۖ أَمْ كَانِ

خبر لی اڑتے جانوروں کی تو کہا کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہد کو یا ہے

◆ حضرت سلیمان کیلئے جن وانس کے لشکر | یعنی سلیمان علیہ السلام جب کسی طرف کوچ کرتے تو جن، انس، طیور تینوں قسم کے لشکروں میں سے حسب ضرورت و مصلحت ساتھ لئے جاتے تھے۔ اور ان کی جماعتوں میں خاص نظم و ضبط قائم رکھا جاتا تھا۔ مثلاً پچھلی جماعتیں تیز چل کر یا اڑ کر اگلی جماعتوں سے آگے نہیں نکلی سکتی تھیں۔ نہ کوئی سپاہی اپنے مقام، دروڑی کو چھوڑ کر جا سکتا تھا۔ جس طرح آج بری، بحری اور ہوائی طاقتوں کو ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ کام میں لایا جاتا ہے۔

◆ چیونٹیوں کی بستی پر حضرت سلیمان کا گذر | یعنی سلیمان کا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایسے میدان کی طرف گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کی بڑی بھاری بستی تھی۔ تنبیہ | جہاں چیونٹیاں مل کر خاص سلیقہ سے اپنا گھر بناتی ہیں اسے زبان عرب میں "قربۃ النمل" کہتے ہیں۔ (چیونٹیوں کی بستی) مفسرین نے مختلف بلاد میں کئی ایسی وادیوں کا پتہ چلا دیا ہے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت تھیں، ان میں سے کسی ایک پر حسب اتفاق حضرت سلیمان علیہ السلام کا گذر ہوا۔

◆ ایک چیونٹی کی بات | یعنی یہ ایسے تو نہیں جان بوجھ کر تم کو ہلاک کریں، ہاں ممکن ہے بے خبری میں پس جاؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "چیونٹی کی آواز کوئی (آدمی) نہیں سنتا، انہیں (سلیمان علیہ السلام کو) معلوم ہوگئی" یہ ان کا معجزہ ہوا۔ تنبیہ |

چیونٹیوں کی منظم زندگی | عمارت حیوانات نے ساہا سال جو تجربے کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور شگون بشریہ سے بہت قریب واقع ہوا ہے۔ آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں ان میں تعاون باہمی کا جذبہ، تقسیم عمل کا اصول اور نظام حکومت کے ادارات نوع انسان کے مشابہ پائے جاتے ہیں۔ محققین یورپ نے مدتوں ان اطراف میں قیام کر کے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ افسوس ہے ان محققین نے ان کی محجاش نہیں۔ محض مقام کی مناسبت سے "دائرة المعارف المصریہ" کے "خری جملہ نقل کرتا ہوں۔" "فمعی داهم عذو قربۃ النمل احتضت العسلۃ وخرجت الجؤد للقتال والصال فیخرج اولاً واجدً منہا للاسطلاع ثم یعود مخبراً بما رآی وبعد ھیبۃ تخرج ثلاثۃ او اربعۃ یبعھا عددٌ کثیفٌ من الجیوش بادیۃ علیہم علاجہم الحق قتلہ کُل ماصادفہ ولا تعلت من تلدعہ ولز قطعنا اربا اربا فاذا انتہی القتال رجع العسلۃ فاعادوا بناء ما تہدم یتخللہا عذو من الجؤد لئلا یجری العسل" "متذکرہ جملوں میں بتایا ہے کہ خطرہ کی آہٹ پڑ کر اول ایک چیونٹی باہر نکلتی اور داس جا کر اپنی قوم کو اپنی معلومات سے آگاہ کرتی ہے۔ باقی سلیمان علیہ السلام کا پتہ لگالینا اور سلیمان کا اس کی بات پر مطلع ہو جانا بطریق خرق عادت تھا۔

◆ حضرت سلیمان کا تبسم اور تعجب | اس چیونٹی کی بات سمجھ کر تعجب ہوا اور فرط اور سرور و نشاط سے ادائے شکر کا جذبہ جوش میں آیا۔

◆ حضرت سلیمان کی دعا | یعنی حیران ہوں تیرے انعامات عظیمہ کا شکر کس طرح ادا کروں، پس آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے پورا شکر بٹا دیجئے زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں (جو انبیاء و مرسلین ہیں) محشور فرمائیے۔

مِنَ الْغَافِقِينَ ۝ لَعَذْبَتُهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوَلَا اذْبَحْنَهُ

دونا ب ◆ اس کو ہزاروں کا تخت سزا ◆ یا زح کر دوں گا

أَوَلِيَّاتِيَّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ

یالائے میرے پاس ◆ کوئی سند صریح ◆ پھر بہت دیر نہ کی

فَقَالَ أَحْطَتْ بِمَا لَمْ تَحْطُ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبِيلٍ نَّبَاٍ

کہا کر کہا میں نے یا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی اور آیا ہوں تیرے پاس سے ایک خبر لے کر

يَقِينٍ ۝ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ

تفقی (یقینی) ◆ میں نے پایا ایک عورت کو جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا

ہر ایک چیز میں ہے ◆ اور اس کا ایک تخت ہے بڑا ◆ میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم

يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے سوائے اور بھلے دکھار کھے ہیں ان کو شیطان نے

أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۝

ان کے کام پھر روک دیا ہے ان کو رستہ سے سودہ راہ میں پاتے ◆

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور

الْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۝ اللَّهُ

زمین میں اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ◆ اللہ ہے

❖ بد بد کے بارے میں سوال | کسی ضرورت سے سلیمان علیہ السلام نے رنے والی فون کا جائزہ لیا، بد بد ان میں نظر نہ پڑا۔
فرمایا کیا بات ہے بد بد کو میں نہیں دیکھتا۔ یا پرندوں کے جھنڈ میں مجھ کو نظر نہیں آیا، یہ حقیقت میں غیہ حاضر ہے؟ تنبیہ پرندوں
سے حضرت سلیمان مختلف کام لیتے تھے مثل ہوائی سر میں ان کا پرے باندھ کر اپر سایہ کرتے ہوئے جانا، یا ضرورت کے وقت پانی
وغیرہ کا کھوج لگانا، یا نامہ بری کرنا وغیرہ۔ ممکن ہے اس وقت بد بد کی کوئی خاص ضرورت پیش تھی ہو۔ مشہور ہے کہ جس جگہ زمین کے
نیچے پانی قریب ہو بد بد محسوس ہو جاتا ہے اور یہ کچھ مستبعد نہیں کہ حق تعالیٰ کسی جانور کو کوئی خاص حاسہ انہوں اور دوسرے جانوروں
سے تیز عنایت فرمادے۔ اسی بد بد کی نسبت نہایت معتبر ثقات نے بیان کیا کہ زمین میں جس جگہ مٹی کے پیچے کینچوا ہوا سے محسوس کر
کے فوراً نکال لیتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی ایک دو باشت زمین کھودتا ہے تب وہاں سے کینچوا نکلتا ہے۔

❖ یعنی مثلاً اس کے بال و پر نوج ڈالونگا۔

❖ یعنی، پانی غیر حاضری کا وضع عذر پیش کرے۔

❖ قوم سبا کی خبر | حضرت سلیمان کو اس ملک کا حال مفصل نہ پہنچی تھا۔ اب پہنچی۔ سبا ایک قوم کا نام ہے ان کا وطن عرب میں
تھا "یمن" کی طرف (موضع القرآن) گویا بد بد کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے تنبیہ فرمادیا کہ بڑے بڑے انسان کا علم بھی محیط نہیں ہو
سکتا دیکھو جن کی بابت خود فرمایا تھا "وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عَلَمًا" ان کو ایک جزئی کی اطلاع بد بد ہے کی۔

❖ ہر ایک چیز میں مال، اسباب، فوج، اسلحہ، اور حسن و جمال سب آگیا۔

❖ بلقیس کا تخت | یعنی اس ملک کے بیٹھے کا تخت ایسا مکلف و مرصع اور بیش قیمت تھا کہ اس وقت کسی بادشاہ کے پاس نہ تھا، مفسرین
ملکہ کا نام "بلقیس" لکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

❖ قوم سبا کی آفتاب پرستی | یعنی وہ قوم مشرک آفتاب پرست ہے۔ شیطان نے ان کی راہ راہ دی، اور مشرک کا نہ رسوم و
اطوار کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا دیا۔ اسی لئے وہ راہ ہدایت نہیں پاتے۔ بد بد نے یہ کہہ کر گویا سلیمان علیہ السلام کو اس قوم پر جہاد
کرنے کی ترغیب دی۔

❖ جانوروں کو حق تعالیٰ کی جبلی معرفت | غالباً یہ بد بد کے کلام کا تہہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے خالق کی صحیح معرفت
فطرۃ رکھتے ہیں۔ یا بطور خرق عادت اسی بد بد کو اس طرح کی تفصیلی معرفت عطا کی گئی ہو۔ خدا چاہے تو ایسی معرفت ایک خشک لکڑی
میں پیدا کر دے۔ باقی جانوروں میں فطری طور پر اس قسم کی عقل و معرفت کا موجود ہونا جسے صدر شیرازی نے "اسفار اربعہ" میں "اسم
حضور" یا "شعور بسیط" سے تعبیر کیا ہے اس کو مستلزم نہیں کہ انکی طرف انبیاء مبعوث ہوں۔ کیونکہ یہ فطری معرفت کسی نہیں، جبلی
ہے۔ اور بعثت انبیاء کا تعلق کسبیت سے ہوتا ہے۔ نیز یہ صحیح نہیں کہ جس چیز میں کوئی درجہ عقل و شعور کا ہو وہ مکلف بھی ہو۔ مثلاً
شریعت حقہ صبی کو مکلف قرار نہیں دیا۔ حالانکہ قبل از بوع اس میں خاص درجہ عقل کا موجود ہے، اسی سے حیوانات کی عاقلیت کا
اندازہ کرلو۔ تنبیہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "بد بد کی روزی ہے ریت سے کیڑے نکال نکال کر کھانا۔ نہ نہ کھائے نہ
میوہ، اس کو اللہ کی اسی قدرت سے کام ہے۔" شاید اسی سے "يُخَوِّجُ الْحَبَّ" کا خاص طور پر ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٣٦﴾ قَالَ سَنُنْظُرُ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ پروردگار قدرت پرست کا۔ ﴿۳۶﴾ ایمان کے پہاڑ پر ابھی تھے جس

أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿٣٧﴾ إِذْ هَبُّ بِكِتَابِي

تو نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے۔ ﴿۳۷﴾ سے جا میرا یہ خط

هَذَا فَالْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا

وہاں۔ ان کی طرف۔ پھر ان کے پاس سے ہٹ آ۔ پھر دیکھ وہاں

يَرْجِعُونَ ﴿٣٨﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَإِئِ أَلْقِ إِلَى كِتَابِ

جو لوٹتے ہیں۔ ﴿۳۸﴾ کہنے والی اے دربار والو! سرے پاس لے آیا ایک خط

كَرِيمٍ ﴿٣٩﴾ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ

کرامت کا۔ ﴿۳۹﴾ وہ خط ہے سلیمان کی۔ اے۔ اور وہ یہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بہ حد مہربان

الرَّحِيمِ ﴿٤٠﴾ أَلَا تَعْلَمُوا عَلَيَّ وَأُتُوْنِي مُسْلِمِينَ ﴿٤١﴾ قَالَتْ

نہایت رحم والا ہے۔ ﴿۴۰﴾ کہہ دو نہ کرو میرے مقابلہ میں اور چلے کو میرے سامنے علم پر دربار ہو کر۔ ﴿۴۱﴾ کہنے لگی

يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي أَمْرِي مَا كُنتُ قَاطِعَةً

اے دربار والو! میں طے نہیں کرتی کوئی کام۔ مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں

أَمْرًا حَتَّى تَشْهَدُونِ ﴿٤٢﴾ قَالُوا نَحْنُ أُولُو قُوَّةٍ وَأُولُوا

تہا رہے نہ ہونے تک (ہوے تک)۔ ﴿۴۲﴾ اولیاء ہم لوگ ذرا در میں

بِأْسٍ شَدِيدٍ ۖ وَالْأَمْرُ إِلَيْكِ فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ ﴿٤٣﴾

سخت ترئی والے۔ ﴿۴۳﴾ اور کام تیرے اختیار میں ہے۔ سو دیکھ لے جو حکم کرے۔

یعنی اس کے مرضِ عظیم سے بقیس نے سخت دیا نصیحت۔

یعنی تیرے جھوٹے حج کا امتحان کرتا ہوں۔

حضرت سلیمان کا خط | یعنی سلیمان نے ایک خط لکھ کر ہمد کے حوالے کیا کہ مکہ "سبا" کو پہنچا دے اور جواب لے کر آئے۔ اور یہ خط پہنچا کر وہاں سے ایک طرف بٹ جانا۔ کیونکہ قاصد کا وہاں سر پر کھڑا رہنا آدابِ شہانہ کے خلاف ہے۔ حضرت شہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی آپ کو چھپا لیکن وہاں کا جبر دیکھ، ہمد خط لے گیا، بقیس جہاں اکیلی سوئی تھی۔ روزن میں سے جا کر اس کے سینہ پر رکھ دیا۔" (موضح)

بقیس کا اہل دربار سے مشورہ | بقیس نے خط پڑھ کر اپنے مشیروں اور درباریوں کو جمع کیا، کہنے لگی کہ میرے پاس یہ خط عجیب طریقہ سے پہنچا ہے جو ایک بہت بڑے معزز و محترم بادشاہ (سین) کی طرف سے آیا ہے۔ مابا حضرت سلیمان کا نام اور ان کی بیمارِ حال حکومت و شوکت کا شہرہ پہلے سے سن چکی ہوگی۔

خط کا مضمون | ایسا مختصر، جامع اور پر عظمت خط شہیدِ دنیا میں کسی نے لکھا ہو۔ مطلب یہ تھا کہ میرے مقابلہ میں زور آزمائی سے کچھ نہ ہوگا۔ خیریت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور حکمِ دار ہو کر آدمیوں کی طرح سیدھی انگلیوں میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ تمہاری شیخی اور تکبر میرے آگے کچھ نہ چھے گی۔

یعنی مشورہ دو کیا جواب دیا جائے اور کیا کاروائی کی جائے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے میں کسی اہم معاملہ کا فیصلہ بدون تمہارے مشورہ کے نہیں کرتی۔

اہل دربار کا مشورہ | یعنی ہمارے پاس زور و طاقت اور سامانِ حرب کی کمی نہیں۔ نہ کسی بادشاہ سے دہنے کی ضرورت، تیرا حکم ہو تو ہم سلیمان سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آگے تو مختار ہے سوچ سمجھ کر حکم دے۔ ہماری گردن اس کے سامنے خم ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے کہ درباریوں کی صلاح لڑائی کرنے کی تھی مگر ملکہ نے اس میں تعمیل مناسب نہ سمجھی اور ایک بینِ بین صورت اختیار کی جس کا ذکر آگے ۲۰ ہے۔

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَ

کہنے لگی بادشاہ جب گتے ہیں کسی بستی میں اس کو خراب کر دیتے ہیں ۱۱

جَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۖ وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣﴾

کرتا اٹلتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت اور ایسا ہی کچھ کریں گے

وَأَنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنظِرَةٌ لِّمَن يَرْجِعُ

اور میں بھیجتی ہوں ان کی طرف ہدیہ پھر دیکھتی ہوں کیا جو بے لے رہ جاتے ہیں

الْمُرْسَلُونَ ﴿٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنُ قَالَ انْتَدُونَن

بھیجے ہوئے ۵ پھر جب پہنچا سلیمان کے پاس دوا (بواسیمان) کیا تم میری مانت

بِمَالٍ فَمَا آتَنِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ

کرتے ہو مال سے سو جو اللہ نے مجھ کو دیا (۱۔ ۲) اتنے سے اس سے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم ہی

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَّاَتِيَنَّهُمْ

اپنے تحفہ سے خوش رہو ۳ پھر جا (وٹ) اس کے پاس اب ہم بھیجتے ہیں ان پر

بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا أَذِلَّةً

ساتھ شکروں کے جن کا مقابلہ نہ ہو سکے ان سے اور نکال دیں گے ان کو وہاں سے بے عزت کر کر

وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٤﴾ قَالَ يَٰأَيُّهَا الْمَلِكُ أَيُّكُمْ

اور وہ خوار ہوں گے ۴ بولا اے دربار والو تم میں کوئی ہے

يَأْتِيَنِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٥﴾ قَالَ

کہ لے آوے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر ۵

حضرت سلیمان کیسے بلقیس کے تختے معلوم ہوتا ہے کہ مضمون خط کی عظمت و شوکت اور دوسرے قرآن و تار سے بلقیس کو یقین ہو گیا کہ اس بادشاہ پر ہم غائب نہیں آسکتے اور کم از کم اس کا قوی اہتمام و ضرورت تھی۔ اس نے بتلایا کہ ایسی شان و شکوہ رکھنے والے بادشاہوں سے لڑنا نہیں نہیں۔ اگر وہ غائب آگئے (جیسا کہ قوی امکان ہے) تو ملک و سلاطین کی عادت کے موافق تمہارے شہروں کو تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ اور وہ انقلاب ایسا ہوگا جس میں بڑی عزت و اسے سرداروں کو ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ ہذا میرے نزدیک بہتر ہے کہ ہم جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں بلکہ ان کی طاقت، طبعی، رجحانات، نوعیت حکومت اور اس بات کا پتہ لگائیں کہ ان کی دھمکیوں کی پشت پر کوئی قوت کار فرما ہے۔ اور یہ کہ واقعی طور پر وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں، اگر کچھ تحائف و ہدایا دے کر ہم آئے وانی مصیبت کو اپنے سر سے ہٹا سکیں تو زیادہ اچھا ہوگا ورنہ جو کچھ روپیہ معلوم ہو جائے گا ہم اس کے مناسب کارروائی کریں گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”بلقیس نے چاہا کہ اس بادشاہ کا شوق دریافت کرے کس چیز سے ہے۔ ہاں، خوبصورت آدمی، یا نادار سامان، سب قسم کی چیزیں تختہ میں بھیجی تھیں۔“

حضرت سلیمان کا جواب | یعنی یہ تختہ تمہیں ہی مبارک رہے، کیا تم نے مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھ جو مال و متاع کا مانج دیتے ہو، تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی و دینی دوست مجھے عطا فرمائی ہے وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے ان سامانوں کی ہمیں کیا پروا۔ حملے کا ارادہ | یعنی قیدی بنیں گے، جلاوطن ہونگے اور ذمت و خواری کے ساتھ دولت و سلطنت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ”اور کسی تنبیہ نے اس طرح کی بات نہیں فرمائی۔ سلیمان کو حق تعالیٰ کی سلطنت کا زور تھا جو یہ فرمایا۔“

بلقیس کی اطاعت و انقیاد | قاصد نے واپس جا کر پیغام جنگ پہنچا دیا۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہیں ان کی قوت خدائی زور سے ہے۔ جدال و قتال سے کچھ فائدہ نہ ہوگا، نہ کوئی جیلہ اور زوران کے روبرو چل سکتا ہے آخر اظہار اطاعت و انقیاد کی غرض سے بڑے سرور سامان کے ساتھ حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہو گئی۔ جب ملک شام کے قریب پہنچی، حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے فرمایا: ”کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے پہنچنے سے پیشتر میرے سامنے حاضر کر دے۔“ اس میں بھی حضرت سلیمان کو کئی طرح بلقیس پر اپنی خدا اور عظمت و قوت کا اظہار مقصود تھا۔ تا وہ سمجھ لے کہ یہ بڑے بادشاہ نہیں، کوئی اور فوق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ ”حبیبہ“ ”قُلْ اِنْ يٰۤاَتُوْهُنَّ مِنْكُمْ مِّنْ مَّا لَمْ يَأْتِيَنَّهِنَّ“ سے معلوم ہوا کہ اسلام و انقیاد سے پیہر حربی کا مال مباح ہے۔

عَفَرَيْتُ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ

ایسا ہے جنوں میں سے میں اسے آتا ہوں وہ تجھ کو پہنچاؤں اس سے پہلے کہ وہ اُٹھ جائے

مِنْ مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ۝ قَالَ

اپنی جگہ سے اور میں اس پر زور آ رہوں معتمد

الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ

وہ شخص جس کے پاس حق ایسا علم ہے میں اسے آتا ہوں تجھ سے پہلے کہ اس کی کتاب

أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ

اس سے کہ چمکے آئے تیری طرف کیلئے چہ جب دیکھا اس کو

قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي ۖ لِيَبْلُوَنِي ۖ أَشْكُرُ أَمْ

کہا یہ میرے رب کا فضل ہے کہ میں شکر کرتا ہوں یا

أَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ

نہ شکر کرے اور جو کفر کرے

فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ۝ قَالَ تَكَرُّوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرُ

سیر کر رہے ہو اس کے لیے کہ وہ اپنی عرش پر دیکھ لیں

أَتَهْتَدِي أَمْرًا تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۝ فَلَمَّا

تجھ کو ہدایت ہے یا ان لوگوں میں سے ہے جن کو ہدایت نہیں ہے

جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَ

آئی کہیں کسی نے کہا یہ ایسا ہی ہے تیرا تختہ

◆ **تخت لائے بیٹے جن کا اصرار** حضرت سلیمان کا بار بار روزانہ یہ دعائیں وقت تک مانتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ آپ دربار سے اٹھ کر جائیں، میں تخت کو حاضر کر سکنا ہوں، مگر میں کہہ چکا ہوں صدقاً۔ حضرت سلیمان اس سے بھی زیادہ جلدی پاتے تھے۔

◆ **”رو رتو“** یعنی اپنی وقت بازو سے بہت جدا کر لیا کرتے ہوں، مگر وقت کی ہے اور ”معتبر سوں“ یعنی اس میں خیریت نہ رہے گا۔ بتے میں تخت بہت قیمتی تھا، اس نے چاندی کا اور لعل، جواہر جڑے تھے۔

◆ **ایک صحنی کا چشم زدن میں تخت لانے کا وعدہ** رائج یہی معصوم ہوتا ہے۔ شمس حضرت سلیمان کا صحابی و وزیر و معتمد بن برحق ہے جو کتب کا وسیع کام و درندہ کے اسماء اور کلمہ کی تاثیر سے وقت تھا، اس نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ آپ کسی طرف دیکھتے، قبل اس کے آپ حیرت سے گھومنا میں تخت آپ کے سامنے رکھ دیا۔

◆ **کرامت اللہ کا فعل ہے** یعنی یہ ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا، لہذا کافصل بن کر یہ۔ ریش اس درجہ کو پہنچے، جن سے اندکی کرامت ظاہر ہونے لگیں۔ اور چونکہ ولی کی خصوصاً صحنی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ اور اس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے اس نے حضرت سلیمان پر بھی اس کی شکر گزاری عائد ہوئی۔ تفسیر معصوم ہوا کہ عجز و کرامت فی الحقیقت خداوند قدیر کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر عارف معمول ظاہر کیا جاتا ہے۔ پس جس کی قدرت سے سورن یا زمین کا گرد ایک لمحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے اسے یہ مشکل ہے کہ تخت بلقیس کو پک جھپکنے میں ”مارب“ سے ”شام“ چننا۔ حالانکہ تخت بلقیس کو سورن و زمین سے ذرہ اور پہاڑ کی نسبت ہے۔

◆ **حضرت سلیمان کا شکر** حضرت سلیمان مہر برقدہ مہر حق حالی کی نعمتوں کو پہنچتے اور ہر وقت شکر گزاری کے لئے تیار رہتے تھے ویسا ”اعملوا لہ داد د شکر“ کے حکم کی تعمیل تھی۔

◆ **یعنی شکر گزاری کا نفع شاکری کو پہنچتا ہے** کیا آخرت میں مزید نعمات مہذب ہوتے ہیں، ناشکری کرے گا تو خدا کا کیا نقصان، دوسرے شکریوں سے قطعاً بے نیاز اور بذات خود کامل الصفات اور شیع الکمال ہے۔ ہمارے کفران نعمت سے اس کی کسی صفت کم نہیں آتی۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ ناشکروں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔ ایسے کرم کی ناشکری کرنے والے پر لے دجہ کا بے حیا اور احمق ہے۔

◆ **تخت کے ذریعے بلقیس کی آزمائش** یعنی تخت کا رنگ روپ تبدیل کرنا۔ اور اس کی وضع و مینت بدن ذالو، جسے دیکھ کر بلقیس ہراسانی نہ سمجھ سکے۔ اس سے بلقیس کی عقل و فہم کو آزمایا تھا کہ ہدایت پانے کی استعداد اس میں کہاں تک موجود ہے۔

◆ **بلقیس کی حق گوئی** نہ تھا کہ ہاں وہی ہے اور نہ بالکل نفی کی، جو حقیقت تھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دی کہ تخت وہی ہے مگر کچھ عارف میں فرق کیا۔ اور فرق چونکہ معتد بہ نہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہی ہے۔

أَوْتَيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَصَدَّهَا

ہم کو معلوم ہو چکا ہے سے اور ہم ہو چکے تھے ہم پر اور روک آیا اس کو

مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ

ان چیزوں سے جو پوجتی تھی اللہ کے سوا البتہ وہ بھی منکر

كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ

دوئوں میں کسی نے کہا اس غورت کو اور محل محل میں پھر جب دیکھا اس کو

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقِيهَا قَالَتْ إِنَّهُ

خیال کیا کہ وہ پانی ہے گہرا اور کھوئیں اپنی پڈ لیا کہانی تو

صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ

ایک محل ہے جڑے ہوئے ہیں اس میں شیشے بول اے رب میں نے برا کیا ہے

نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٨﴾

اپنی جان کا اور میں حکم پر وار ہوئی ساتھ سلیمان کے اللہ کے ہے جو رب ہے سارے جہان کا

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنْ

اور ہم نے بھیجا تھا اور ہم نے بھیجا تھا ثمود کی طرف اس کے بھائی صالح کو

اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٣٩﴾

بندگی کرو اللہ کی پھر وہ تو دو فرقے (جتنے) ہو کر گئے جھگڑنے

قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

کہا اے میری قوم کیوں جلدی مانگتے ہو برائی کو پہلے

حضرت بلقیس کا قبول حق | جیسی اس معجزہ کی حاجت نہ تھی، ہم کو پہلے ہی یقین ہو چکا تھا کہ سلیمان محض بادشاہ نہیں۔ اللہ کے مقرب بندہ ہیں و راسی لئے ہم نے فرما نبرداری اور تسلیم و انقیاد کا راستہ اختیار کیا۔

یعنی حق تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم سے ملک بلقیس کو آفتاب وغیرہ کی پرستش سے روک دیا۔ جس میں وہ بمعیت اپنی قوم کے مبتلا تھی۔ یہ یہ مطلب ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے تک جو عذابیہ اسلام کا اظہار نہیں کیا اس کا سبب یہ ہے کہ جھوٹے معبودوں کے خیال اور قوم کفار کی تقلید و صحبت نے اس کو ایسا کرنے سے روک رکھا تھا۔ نبی کی صحبت میں پہنچ کر وہ روک جاتی رہی۔ ورنہ سلیمان علیہ السلام کی صداقت کا اجماعی علم اس کو پسے ہی ہو چکا تھا۔

یعنی پانی میں گھسنے کے لئے پتے چڑھائے جیسے عام قاعدہ ہے کہ پانی کی گہرائی پوری طرح پر معلوم نہ ہو تو گھسنے والا شروع میں پتے چڑھاتا ہے۔

حضرت بلقیس کا ایک اور امتحان | حضرت سلیمان علیہ السلام دیوان خانہ میں بیٹھے تھے۔ اس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا۔ صاف شیشہ دور سے نظر آتا کہ پانی لہرا رہا ہے۔ اور ممکن ہے شیشہ کے نیچے واقعی پانی ہو، یعنی حوض کو شیشہ سے پاٹ دیا ہو۔ اس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولیں۔ سلیمان سے پکارا کہ یہ شیشے کا فرش ہے پانی نہیں اس کو اپنی عقل کا قصور اور ان کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ سمجھی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھتے ہیں وہی صحیح ہوگا۔ اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ جس ساز و سامان پر اس کی قوم کو نماز تھا، یہاں اس سے بڑھ کر سامان موجود ہے۔ گویا سلیمان علیہ السلام نے اس کو متنبہ فرمادیا کہ آفتاب و ستاروں کی چمک پر مفتون ہو کر نہیں خدا سمجھ لینا ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے آدمی شیشہ کی چمک دیکھ کر پانی گمان کر لے۔

حضرت بلقیس کی شرک سے توبہ | یعنی اے پروردگار! میں تیری حکمران ہو کر سلیمان کا راستہ اختیار کرتی ہوں، اب تک میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا کہ شرک و کفر میں مبتلا رہی، اب اس سے تائب ہو کر تیری بارگاہ ربوبیت کی طرف رجوع کرتی ہوں۔

حضرت صالح کی بعثت | یعنی ایک ایمان والے "ار ایک منکر، جیسے مکہ کے لوگ پیغمبر کے آنے سے جھگڑنے لگے۔ قوم "ثمود" کے جھگڑنے کی قدرے تفصیل سورہ "اعراف" کی ان آیات میں گزر چکی۔ "قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُوا الْعُنُ امْنُ مِنْهُمْ" الخ (اعراف۔ رکوع ۱۰)

الْحَسَنَةُ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٣٦﴾

بھائی سے کیوں نہیں سناؤں گے کہ اس سے شایہ تم پر رحم ہو جائے۔

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طَيَّرَكُمْ

یہ ہم نے بخیر سمجھا ہے اور تمہارے ساتھ والے۔ کہ تمہاری برائی قسمت

عِنْدَ اللَّهِ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿٣٧﴾ وَكَانَ فِي

اللہ کے پاس ہے۔ چھٹیں تم کو جانچتے ہیں۔ اور تھے

الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا

شہر میں نو شخص یہ خرابی کرتے ملک میں

يُصْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ

اسمان نہ کرتے۔ بڑے گناہ میں قسم کھا رہے تھے کہ اہل رات کو جا پڑیں ہم اس

أَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ

اس کے گھر پر پھر کہہ دیں گے اس کے حوالی کرے گا۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ تہہ ہوا

أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٣٩﴾ وَمَكْرُؤًا مَكَرًا

اس کا گھر اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں۔ اور انہوں نے بنایا ایک فریب اور ہم سے ناپ

مَكَرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٤٠﴾ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ

یک فریب اور ان کو خبر نہ ہوئی۔ پھر دیکھ۔ یہ ہوا

عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۚ أَنَا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤١﴾

انجام ان کے فریب کا کہ ہلاک کر ڈالا (اکھاڑا) ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو

❖ قوم کو فہمائش، حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا۔ ہر طرح فہمائش کی اور آخر میں عذاب کی دھمکی دی۔ جس پر وہ کہنے لگے۔ ”یا صالح انتما بما نعدنا ان کُنتُمُ الْمُؤْمِنِیْنَ“ (اعراف۔ رُوح ۱۰) یعنی چاہے تو عذاب الہی ہم پر لے آدیر کسی بات کی ہے۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ کم سختو! ایمان و توبہ اور بھلائی کی راہ تو اختیار نہیں کرتے جو دنیا و آخرت میں کام لائے۔ لائے برائی طلب کرنے میں جدی پچار ہے ہو۔ برا وقت آپڑے گا تو ساری مضر ق ختم ہو جائے گی۔ بھی موقع ہے کہ مَنابوں سے توبہ کر کے محفوظ ہو جاؤ۔ کیوں توبہ و استغفار نہیں کرتے جو حق تعالیٰ عذاب کی جگہ اپنی رحمتیں تم پر نازل فرمائے۔

❖ یعنی جب سے تیر منحوس قدم آیا ہے اور یہ باتیں شروع کی ہیں ہم پر قحط و غیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں اور گھر گھر میں زلّائی جھگڑے شروع ہو گئے۔

❖ یعنی یہ سختیاں یا بریاں میری وجہ سے نہیں۔ تمہاری بد قسمتی سے میں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بد اعمالیوں کے سبب سے تقدیر کی ہیں۔

❖ یعنی کفر کی شامت سے تم پر سختی پڑی ہے کہ دیکھیں سمجھتے ہو یا نہیں۔

❖ **نُو مفسدین** | یہ وہ شخص شاید جو جہنمتوں سے سردار ہوں گے جن کا کام ملک میں فساد پھیلانے اور خرابی لانے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اصحاب و درستی کی طرف ان کا قدم کبھی نہ ٹھٹھکتا تھا۔ مکہ میں بھی کافروں کے نو سردار تھے جو ہمہ وقت اسدہم کی بیخ کنی اور پیغمبر کی دشمنی میں سہاڑے رہتے تھے۔ جن مفسرین نے ان کے نام لکھے ہیں۔

❖ **حضرت صالح کے قتل کی سازش** | یعنی آپس میں معاہدے اور حلف ہوئے کہ سب مل کر رات کو حضرت صالح کے گھر پر ٹوٹ پڑو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو۔ پھر جب کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہوا تو کہہ دینا ہمیں خبر نہیں۔ ہم جج کہتے ہیں کہ اس کے حرکت کی جہی ہماری آنکھوں نے نہیں دیکھی۔ گویا ہم خود تو ایسی حرکت کیا کرتے اس وقت موقع پر موجود بھی نہ تھے۔ اس طرح کی منتہ سازش اور دروغ گوئی سے ہم میں ایک بھی ملزم نہ ٹھہر سکے گا جس سے ان کے حمایتی خون بہا و صول کریں۔

❖ **ناجی میں اپنی ہلاکت کا سامان** | ان کا مکر تو وہ جھوٹی سازش تھی اور خدا کا مکر تھا ان کو ڈھیل دینا کہ خوب دل کھول کر اپنی شرارتوں کی تکمیل کریں تا مستحق عذاب عظیم ہونے میں کوئی حجت و عذر باقی نہ رہے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم حضرت صالح کا قصہ ختم کر رہے ہیں، یہ خبر نہ تھی کہ اندر اندر ان ہی کی جزکت رہی ہے اور ان ہی کا قصہ ختم ہو رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”ان کی ہلاکت کے اسباب چورے ہوئے تھے، شرارت جب تک حد کو نہ پہنچے ہلاکت نہیں آتی۔“

❖ **نُو مفسدین کی سازش اور ہلاکت** | ان نواشخاص نے اول اتفاق کر کے اوشی کو ہلاک کیا۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ اب تین دن سے زیادہ مہلت نہیں عذاب آکر رہے گا۔ تب آپس میں ٹھہرایا کہ ہم تو خیر تین دن کے بعد ہلاک کیے جائیں گے ان کا تین دن سے پہلے ہی کام تمام کر دو۔ چنانچہ شب کے وقت حضرت صالح کے گھر پر چھا پہنچے اور ان کو مجمع بل و عیاں کے قتل کرنے کا راہ دیا۔ یہ نو آدمی اس ناپاک مقصد کے لئے تیار ہو کر نکلے باقی کفار ان کے تابع یا معین تھے۔ حق تعالیٰ نے حضرت صالح کی حفاظت فرمائی۔ شرشتوں کا پہرہ لگا دیا، آخروہ نو عذاب ساوی سے تباہ ہوئے اور اپنے ساتھ قوم کو بھی تباہ کرایا۔

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةٌ بِمَا ظَلَمُوا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

۳ یہ بڑے ہیں ان کے گھر ڈھلے ہوئے بسبب ان کے، نکار کے ۱ البتہ اس میں

لَايَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۵۱ وَأُنَجِّبُنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں ۵۱ اور پی دیا ہم نے ان کو جو یقین لائے تھے ۵۰

كَانُوا يَتَّقُونَ ۝۵۲ وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ

پہنچتے رہتے تھے ۵۲ اور لوٹ کو جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ ۝۵۳ أَيْسَرُ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ

بے حیائی اور تم دیکھتے ہو ۵۳ کیا تم روڑتے ہو مردوں پر

شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝۵۴

لپکا کر عورتوں کو چھوڑ کر کوئی نہیں تم لوگ بے سمجھ ہو ۵۴

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطِ

پھر اور کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا مگر یہی کہ کہتے تھے نکال دو لوط کے گھر کو

مِّنْ قَرَبَيْكُم ۚ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝۵۵ فَأُنَجِّبُنَا

اپنے شہر سے یہ لوگ ہیں ستھرے رہا (بنا) چاہتے ۵۵ پھر بچا دیا ہم نے

وَأَهْلَكَ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۚ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ۝۵۶ وَ

اس کو اور اس کے گھر والوں کو ۵۶ مگر اس کی عورت مقرر کر دیا تھا ہم نے اس کو رہ جانے والوں میں ۵۶ اور

أَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۚ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ۝۵۷

برسا دیا ہم نے ان پر برسا ڈھیر کیا برا برسا و تھن ڈرائے ہوؤں کا ۵۷

شمود کی بستیوں کے کھنڈر | مکہ والے شام کا سفر کرتے تو راستہ پر ”واوی القریٰ“ میں شمود کی بستیوں کے کھنڈر دیکھتے تھے۔ ”فَلَنُكَفِّرُنَّهُمْ حَاقِبَةً“ النع میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔

یعنی جانے والوں کو چاہئے کہ ان واقعات ہمارے سے عبرت حاصل کریں۔

مومنین کی عذاب سے حفاظت | یعنی حضرت صالح کے رفقاء جو ایمان لائے اور کفر و عصیان سے بچتے تھے۔ ہم نے ان کو عذاب کی لپیٹ سے بچا دیا۔ خدا کی قدرت دیکھو! مومن و کافر رلے ملے ایک بستی میں رہتے ہیں مگر عذاب آتا ہے تو جن جن کافر و کافروں کو ہلاک کرتا ہے مومن کو نہیں چھوڑتا۔

یعنی دیکھتے ہو کیسا برا اور ہندہ کام ہے۔

قوم لوط کی بے حیائی | یعنی تم سمجھتے نہیں کہ اس بے حیائی کا انجام کیا ہونے والا ہے، پر لے درجہ کے جاہل اور احمق ہو۔

یعنی بچے کو بڑا پاک و صاف بنانا چاہتے ہیں۔ پھر ہم ناپاکوں میں ان کا کیا کام۔

یعنی، نہیں تباہ کر کے نہیں بچا سیا۔

یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو ان بد معاشوں کی امانت کرتی تھی وہ بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ ڈھیر ہو گئی۔

قوم لوط کا انجام ان واقعات سے عبرت | یعنی ”سمان سے پتھر برسائے اور شہر کا تختہ الٹ دیا۔“ حضرت شاہ صاحبؒ مذکورہ بالا تین قصوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا کے قصہ میں فرمایا ”ہم مائیں گے شکر جس کا سامنا نہ کر سکیں گے، وہ یہ بات ہوئی رسوں میں اور مکہ والوں میں۔ اور حضرت صالحؑ پر تو شخص متفق ہوئے کہ رات کو جا پڑیں۔ اللہ نے ان کو بچایا اور ان کو غارت کیا۔ مکہ کے لوگ بھی یہی چاہ چکے، لیکن نہ بن پڑا، جس رات حضرتؑ نے ہجرت کی، کتنے کافر حضرتؑ کا گھر گھیرے بیٹھے تھے کہ صبح کو اندھیرے میں نکلیں تو سب مل کر مار لیں (کسی ایک کو خون بہا نہ دینا پڑے) حضرتؑ صاف بچ کر نکل گئے۔ ان کو نہ سوجھا۔ اور قوم لوطؑ نے چاہا کہ پیغمبر کو شہر سے نکال دیں یہی مکہ والے بھی چاہ چکے۔ اللہ نے آپؑ سے نکلنا بتایا کہ خود اپنے اختیار سے شہر چھوڑ کر نکل جاؤ۔ اور اسی میں کام نکالا۔“

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

تو کہہ تعریف ہے اللہ کو اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو

اَصْطَفٰی ۝ اَللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

اس نے پسند کیا ﴿﴾ بھلا اللہ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک کرتے ہیں ﴿﴾



خطبہ حمد و ثناء | قصص سے ذرا غور کر آگے ”اَللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ“ سے توحید کا بیان فرما رہا ہے۔ یہ غلط طور پر خطبہ کے تعظیم فرمائے جو بیان شروع کرنے سے قبل ہونا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ تعریف اور پیغمبر پر سلام بھیج کر کُل بات شروع کرنی وگوں کو سکھلا دی۔“ (موضح) اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جوئے، توحید و حسنات و پرہیزگاری قصص مذکورہ ہائے ہیں ان پر پیغمبر کو علم ہوا کہ اللہ کی حمد و ثنا کریں اور شکر بھیجیں۔ میں اور اسکے مقبول بندوں پر جن میں سے معذول کا اوپر نام آیا ہے۔ سلام بھیجیں۔

توحید کا بیان | یہاں سے توحید کا وصف شروع کیا گیا ہے یعنی قصص مذکورہ بالا سن کر اور دلائل تکوینیہ و تشریعیہ میں غور کر کے تم ہی تلو کہ ایک خدا ہے وحدہ و شریک نہ کا ماننا بہتر و نافع اور معقول ہے یا اسی خدا ہی میں اس کی عاجز ترین مخلوق کو شریک ٹھہرانا۔ یہ مسد اب کچھ ایسا مشکل تو نہیں رہا جس کا فیصلہ کرنے میں کچھ وقت ہو یا دیر لگے۔ تاہم مزید تذکیر و تہذیب کی غرض سے ”اَللّٰهُ تَعَالٰی“ کی بعض شہانہ صفات بیان کی جاتی ہیں جو توحید پر دال ہیں۔



أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

بھلا کس نے آسمان و زمین کے آسمانوں پر اتار دیا ہے

السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَانْتَبٰتًا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ

آسمان سے پانی پھر اگائے ہم نے اس سے باغ و باغیچے اور اتار دیا ہے تمہارا

لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ هُمْ قَوْمٌ

کام نہ تھا کہ اگاتے ان کے درخت اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ کوئی نہیں وہ لوگ

يَعْدِلُونَ ۚ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا

راہ سے مڑتے ہیں بھلا کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے لائق اور بنائیں اس کے بیچ میں

أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيًا وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

ندیاں اور رکھے اس کے ٹھہرانے کو بوجھ اور رکھ (رکھی) دو دریاؤں میں

حَاجِزًا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ أَمَّنْ

پرودہ (آز) اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ کوئی نہیں بہتوں کو ان میں سمجھ نہیں بھلا کون

يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ

پہنچاتا ہے بیکس (بے بس) کی پکار (فریاد) کو جب اس کو پکارتا ہے اور دور کر دیتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو

خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۚ

نائب انگلوں کا زمین پر اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ تم بہت کم دھیان کرتے ہو

أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ

بھلا کون راہ بتاتا ہے تم کو اندھیروں میں جنگل کے اور دریا کے اور کون

اللہ کی قدرت کے مظاہر | سر۔ سے درختوں کا اگانا تمہارا اختیار میں نہیں۔ چہ جائیکہ اس کا پھول پھل لانا اور بار آور کرنا۔

مشرکین کی ہے راہ روی | یعنی تمام دنیا جا رہا ہے اور نہ یہ مشرکین بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کا بید کرنا، بارش برسنا، درخت اگانا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں ان کا اقرار و اعتراف مذکور ہے پھر یہاں تک پہنچ کر راستہ سے کیوں کھڑا جاتے ہیں۔ جب اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق و تدبیر کہ سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے، تو اس کی الوہیت و معبودیت میں وہ کس طرح شریک ہو جائے گی۔ "نجات انتہائی تذلّل کا نام ہے سو وہ اسی کی ہونی چاہئے جو انتہائی درجہ میں کامل اور با اختیار ہو۔ کسی ناقص یا عاجز مخلوق کو معبودیت میں خالق کے برابر کر دینا انتہائی ظلم اور ہٹ دھرمی ہے۔

یعنی آدمی اور جانوروں کی قیامگاہ ہے۔ آرام سے اس پر زندگی بسر کرتے اور اس کے حاصل سے منتفع ہوتے ہیں۔

یعنی بہار رکھ دینے تاکہ ٹھہری رہے، کپکپائے نہیں۔

اس کی تحقیق قریب ہی سورہ "فرقان" میں گزر چکی۔ آیت "وہو الذی مروح الخونس هذا عذت فوات و هذا ملتح احاح" و جعل بينهما بوزحاً و حخراً مخحوراً" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

یعنی کوئی دریا اختیار ہستی ہے جس سے یہ کام بن پڑیں اور اس بناء پر وہ معبود بننے کے لائق ہو۔ جب نہیں تو معصوم ہوا کہ یہ مشرکین محض جہالت اور ناہنجی سے شرک و مخلوق پرستی کے نارمیت میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔

مصیبت کو دور کرنے والا کون ہے | جتنی جب اللہ چاہے اور مناسب جانے تو ٹیکس اور بے قرار کی فریادیں کرتی کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ "فیکشف غانڈغون الیہ ان شاء" (انعام۔ رکوع ۴) گویا اسی نے دعا کو بھی اسباب عادیہ میں سے ایک سبب بنادیا ہے جس پر مسبب کا ترتیب بمشیت الہی، اجتماع شروط اور ارتقاء موانع کے بعد ہوتا ہے اور علما طبعی وغیرہ نے کہا کہ آیت میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصائب و شدائد کے وقت تو تم بھی مضطر ہو کر اسی کو پکارتے ہو اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہو، پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن و اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے۔

یعنی ایک قوم یا نسل کو اٹھا لیتا اور اس کی جگہ دوسری کو آباد کرتا ہے جو زمین میں مالکانہ اور بادشاہانہ تصرف کرتے ہیں۔

یعنی پوری طرح دھین کرتے تو دور جانے کی ضرورت نہ پڑتی انہی اپنی حوائج و ضروریات اور قوموں کے اول بدل کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ جس کے ہاتھ میں ن امور کی باگ ہے تنہا اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔

یعنی خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے تمہاری رہنمائی کرتا ہے۔ خولہ بلا واسطہ یا بواسطہ قطب نما وغیرہ آلات کے۔

يُرْسِلُ الرِّيحَ بَشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط عَالَهُ مَع

چلاتا ہے ہوائیں خوش خبری لانے، یوں اس کی رحمت سے پہلے ♦ اب کون سا ہے

اللَّهُ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ط ۱۳ اَمَّنْ يَبْدُو الْخَلْقِ

اللہ کے ساتھ اللہ بہت اوپر ہے اس سے جس کو شریک بتاتے ہیں ♦ بھلا کون سرے سے بناتا ہے

ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ط عَالَهُ

پھر اس کو دہرائے گا ♦ اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے ♦ اب کوئی حاکم ہے

مَعَ اللَّهِ ط قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۱۴

اللہ کے ساتھ تو کہہ لو اپنی سند اگر تم سچے ہو ♦

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا

تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر

اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ اَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۱۵ بَلِ اَدْرَاكَ عِلْمُهُمْ

اللہ اور ان کو خبر نہیں کب جی اٹھیں گے (جلائے جائیں گے) ♦ بلکہ تھک کر گر گیا ان کا فکر

فِي الْاٰخِرَةِ تَدْبُلُ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْهَا تَدْبُلُ هُمْ مِّنْهَا عَمُونَ ۱۶ ع

آخرت کے بارہ میں بلکہ شک و شبہ ہے اس میں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں ♦

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا اِذَا كُنَّا تُرَابًا وَاَبَاؤُنَا اَبْنَا

اور بولے وہ لوگ جو منکر ہیں کیا جب ہم ہو جائیں مٹی اور ہمارے باپ دادا کی

لَمْخْرَجُونَ ۱۷ لَقَدْ وَعَدْنَا هَذَا نَحْنُ وَاَبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۱۸

ہم کو زمین سے نکالیں گے وعدہ پہنچ چکا ہے اس کا ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو پہلے سے

- ❖ یعنی ہر ن رحمت سے پہلے ہوا نہیں چلاتا ہے جو بارش کی آمد کی خوشخبری سناتی ہیں۔
- ❖ یعنی کہ وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اور کمال عاجز و ناقص مخلوق، جیسے اس کی خدائی کا شریک بتلایا جا رہا۔
- ❖ ابتداء پیدا کرنا تو سب کو مسلم ہے کہ اللہ کا کام ہے۔ موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کو بھی اسی سے سمجھ لے۔ منکرین "بعث بعد الموت" بھی بتا سمجھتے تھے کہ اگر بالفرض دوبارہ پیدا کئے گئے تو یہ کام اسی کا ہوگا جس نے اوں پیدا کیا تھا۔
- ❖ یعنی کون سے جو آسمانی اور زمینی اسباب کے ذریعہ سے اپنی حکمت کے موافق تم کو روزی پہنچاتا ہے۔
- ❖ اگر سچے ہو شرک کی دلیل لاؤ! یعنی اگر اتنے صاف نشانات اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قہریت کو تسلیم نہیں کرتے تو جو کوئی دلیل تم اپنے دعوائے باطل کے ثبوت میں رکھتے ہو پیش کرو۔ ابھی تمہارا جھوٹ سچ کھل جائے گا۔ مگر وہاں دلیل و برہان نہیں محض اندھی تقلید ہے۔ "وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ" (مومنون۔ رکوع ۶)
- ❖ اللہ کی قدرت تمامہ اور علم محیط اس آیت میں مضمون سابق کی تکمیل اور مضمون لاحق کی تمہید ہے۔ شروع پارہ سے یہاں تک حق تعالیٰ کی قدرت تمامہ رحمت عامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان تھا۔ یعنی جب وہ ان صفات و شئون میں متفرد ہے تو اویہیت و معبودیت میں بھی متفرد ہونا چاہئے۔ آیت حاضرہ میں اس کی الوہیت پر دوسری حیثیت سے استدلال کیا جا رہا ہے۔ یعنی معبود وہ ہوگا جو قدرت تمامہ کے ساتھ علم کامل و محیط بھی رکھتا ہو۔ اور یہ وہ صفت ہے جو زمین و آسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں اسی رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کی مستحق اکیلی اس کی ذات ہوئی۔ تنبیہ!
- عالم الغیب کے الفاظ کا استعمال | کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں، نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بذات بدون عطائے الہی کے ہو سکتا ہے اور نہ منہج غیب (غیب کی کنجیاں جن کا ذکر سورۃ "انعام" میں گذر چکا) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں۔ ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باقتدار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمادیا، یا غیب کی خبر دے دی۔ لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر "عالم الغیب" فلاں يعلم الغیب" کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم غیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں۔ اسی لئے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کئے جائیں۔ گونہ صحیح ہوں جیسے کسی کا یہ کہنا کہ اِنَّ لِلّٰهِ لَا يَغْلِبُ الْغَيْبُ (اللہ کو غیب کا علم نہیں) گو اس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب ہے ہی نہیں، سخت ناراض اور سو ادب ہے۔ یا کسی کا حق سے موت اور قتل سے اول و اور رحمت سے بارش مراد لے کر یہ الفاظ کہنا "اسی اکبرۃ الحق و احب الفتنۃ و الحسب من الرخصۃ" (میں حق کو برا سمجھتا ہوں اور قتل کو محبوب رکھتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں) سخت مکروہ و رنج ہے، حالانکہ باعتبار نیت و مراد کے قبیح نہ تھا۔ اسی طرح فلاں عالم الغیب وغیرہ الفاظ کو سمجھ لو اور واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون و تخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرائن و دلائل سے حاصل کیا جائے۔ بلکہ جس کے لئے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہ ہو وہ مراد ہے۔ سورۃ انعام و اعراف میں اس کے متعلق کسی قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہاں مراجعت کر لی جائے۔
- ❖ یعنی قیامت کب آئے گی جس کے بعد مردے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس کی خبر کسی کو نہیں۔ پہلے سے مبداء کا ذکر چلا آتا تھا۔ یہاں سے معاد کا شروع ہوا۔
- ❖ آخرت کا ادراک | یعنی عقل دوزا کر تھک گئے، آخرت کی حقیقت نہ پائی۔ کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح) اور بعض مفسرین نے یوں تقریر کی ہے کہ آخرت کے ادراک تک انکے علم کی رسائی نہ ہوئی اور نہ عدم علم کی وجہ سے صرف خالی انداز رہے بلکہ اس کے متعلق شک و تردید میں پڑ گئے، ورنہ صرف شک و تردید بلکہ ان دلائل و شواہد سے بالکل سکینیں بند کر لیں جن میں غور و تأمل کرتے تو شک رفع ہو سکتا تھا۔

إِنَّ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

پیشہ بھی نہیں تھیں ہیں انہوں کی تو کہا ۔ پھر اٹل میں

فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

تو دیکھو کیا ہوا انجام کار گنہگاروں کا اور غم نہ کر ان پر

وَلَا تَكُنْ فِي صَبِيٍّ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٣٠﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا

اور نہ تھا ہو ان کے فریب بنانے سے اور کہتے ہیں سب ہو گا یہ

الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣١﴾ قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدِفٌ

وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ کیا بعید ہے جو تمہاری پیشہ پر پہنچ چکی ہو

لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٣٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ

بعضی وہ چیز جس کی جلدی کر رہے ہو اور تیرا رب تو فضل رکھتا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٣٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

دوں پر ان میں بہت لوگ شکر نہیں کرتے اور تیرا رب

لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٣٤﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ

جانتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٣٥﴾ إِنَّ هَذَا

آسمان اور زمین میں مگر موجود ہے کئی کتاب میں

الْقُرْآنُ أَنْ يَقُصَّ عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ

قرآن سناتا ہے بنی اسرائیل کو بہت چیزیں جس میں

آخرت پر کفار کا اعتراض | یعنی پہلے ہمارے بڑوں سے یہ ہی وعدے کئے گئے تھے۔ جو پہلے کہ گئے ان ہی کی نقل آج یہ پیغمبر بھی اتار رہے ہیں۔ لیکن کتنے قرن گزر چکے ہم نے تو آج تک نہ دیکھا نہ سنا کہ کوئی مردہ مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوا، اس کو سزا ملی ہو۔

یعنی کتنے مجرموں کو دنیا ہی میں عبرت ناک سزائیں مل چکی ہیں اور پیغمبروں کا فرمانا پورا ہو کر رہا۔ اسی پر قیاس کر لو کہ بعثت بعد الموت اور عذاب اخروی کی جو خبر انبیاء دیتے چلے آئے ہیں یقیناً پوری ہو کر رہے گی یہ کارخانہ یوں ہی بے سر نہیں کہ اس پر کوئی حاکم نہ ہو، وہ اپنی رعایا کو یوں ہی مہمیں نہ چھوڑے گا جب سب مجرموں کو یہاں پوری سزائیں ملتی تو یقیناً کوئی دوسری زندگی ہوگی جہاں ہر ایک اپنے کیفر کردار کو پہنچے اگر تمہاری یہ ہی تکذیب رہی تو مکذبین کا جو نبی مودنیامیں ہوا تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔

یعنی ان کو سمجھا کر اور بدی کے انجم پر متنبہ کر کے الگ ہو جائیے اگر یہ دگ نہیں مانتے تو آپ بہت زیادہ غم و تاشف نہ کریں اور نہ ان کے مکرو فریب اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے سے تشدد اور خفا ہوں آپ اپنا فرض ادا کر چکے، اللہ تعالیٰ ایسے ضدی مجرموں سے خود نبٹ لے گا اور جس طرح پہلے مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو بھی دے گا۔

یعنی آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اور جس عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کب نازل ہوگا؟ عذاب کا وعدہ قریب ہے | یعنی گھبراؤ نہیں، وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی آگیا ہو (چنانچہ زیادہ دن نہ گزرے کہ "بدر" میں سزا کی ایک قسط پہنچ گئی) رہی قیامت کبریٰ، سو اس کے بھی بعض آثار و علامات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔

یعنی حق تعالیٰ نے فضل سے اگر عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو چاہئے تھا اس مہلت کو نسیئت سمجھتے اور اس کی مہربانی کے شکر گزار ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن وہ اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔

ہر چیز اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہے | یعنی تمہارے ظاہری و پوشیدہ اعمال، دلوں کے بھید، نیتیں، ارادے اور زمین و آسمان کے چھپے سے چھپے راز سب اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر اور اس کے دفتر میں درج ہیں۔ ہر بات اسی کے موافق اپنے اپنے وقت پر وقوع پذیر ہوگی۔ جلدی بچانے یا دیر لگانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو چیز ظلم الہی میں طے شدہ ہے جلد یا بدیر اپنے وقت پر آئے گی اور ہر ایک کو اس کے عمل اور نیت و عزم کے موافق پھل مل کر رہے گا۔

يَخْتَلِفُونَ ﴿٥٦﴾ وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ إِنَّ

وہ جھگڑ رہے ہیں اور بے شک وہ ہدایت ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے

رَبِّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٥٨﴾

تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا اپنی حکومت سے دروہی ہے زبردست سب کچھ جاننے والا

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٥٩﴾ إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ

سو تو بھروسہ کر بند پر بے شک تو سچ کھتے رہتے رہے البتہ تو نہیں سنا سکتا

الْمَوْتِ وَلَا تَسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلُوا مَدَرِيرِينَ ﴿٦٠﴾

مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو اپنی پٹار جب لوٹیں وہ پیچھے پھیر کر

وَمَا أَنْتَ بِهْدَى الْعُصْبَىٰ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ط إِنَّ تَسْمِعُ إِلَّا

اور نہ تو دکھل سکے اندھوں کو جب وہ راہ سے بچکیں تو تو سنا تا ہے اس کو

مَنْ يُّؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُونَ ﴿٦١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ

جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر سو وہ حکم بردار ہیں اور جب پرچکے گی

عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۚ أَنَّ

ان پر بات نکالیں گے ہم نے ان کے لیے ایک جانور زمین سے ان سے باتیں کرے گا اس واسطے

النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٦٢﴾ وَيَوْمَ نُحْشُرُ مِنْ كُلِّ

کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہیں کرتے تھے اور جس دن گھیر جائیں گے ہم

أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٦٣﴾ حَتَّىٰ

فرقہ میں سے ایک جماعت جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو پھر ان کی جہالت بندی ہوئی یہاں تک

◆ قرآن میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ | یعنی ابھی نمبی فیصد کا وقت نہیں آیا، ابستہ قرآن قون و عملی فیصد کے لئے آ رہا ہے۔ اس وقت سہادی عبود اور مذہبی چیزوں کے سب سے بڑے عالم "بنی اسرائیل" سمجھے جاتے تھے مگر عقائد، احکام اور قصص و روایات کے متعلق اس کے شدید اختلافات کا فیصد کن تفسیر بھی قرآن نے سنایا۔ فی الحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کو خداوند قدوس کا آخری پیغام پہنچایا۔ اور ایمان لانے والوں کی رہبری کی تالوگ اس دن کے لئے تیار کر رکھی۔ جبکہ ہر معاملہ کا عملی فیصلہ ہوگا۔

◆ یعنی قرآن تو یہ ہے سمجھانے اور آگاہ کرنے کو، قی تمام معاملات کا حکم نہ اور حاکمانہ فیصلہ خدائے قادر و توانا کرے گا۔
◆ آنحضرتؐ کے حق پر ہونے کی گواہی | یعنی آپؐ کسی کے اختلاف و مکذیب سے متاثر نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جائیں۔ جس صحیح و صاف راستہ پر آپؐ چل رہے ہیں اس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ آدمی جب صحیح راستہ پر ہو اور خدا سے واحد پر بھروسہ رکھے پھر کیا غم ہے۔

◆ کفار اندھوں اور بہروں جیسے ہیں | یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصاً جب وہ پیٹھ پھیرے چار بار باہر اور پکارنے والے کی طرف قطعاً ملتفت نہ ہوں کے حق میں سود مند نہیں یہ ہی حال ان مکذبین کا ہے جن کے قلوب مر چکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے کہ ان کے حق میں کوئی نصیحت نافع اور کارگر نہیں۔ ایک پت اندھے کو جب تک آنکھ نہ بنو اسے تم کس طرح راستہ یا کوئی چیز دکھا سکتے ہو۔ یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں۔ پھر تمہارے دکھلانے سے وہ دیکھیں تو ایسے دیکھیں۔
◆ یعنی نصیحت سنانا ان کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں۔ اور اثر قبول کرنا یہ ہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کر کے فرماں بردار بنیں۔

◆ دابة الارض کا خروج اور کلام | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "قیامت سے پہلے مضافاً ہزار مکہ کا پھنے گا اس میں سے ایک جاور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچ ایمان والوں کو اور چھپے منکروں کو نشان دے کر جدا کر دے گا۔" (موضح) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب کے دن ہوگا۔ قیامت تو نام ہی اس کا ہے۔ عالم کا سب موجود نظام درہم و برہم مریہ جائے لہذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے جو قیامت کی علامات قریہ و اس کے پیش خیمہ کے طور پر ظاہر کی جائیں گی۔ شاید "دابة الارض" کے ذریعہ یہ دکھلانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانے تھے، آج وہ ایک جانور کی زہنی مانی پڑ رہی ہے۔ مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں۔ صرف مکذبین کی تجہیل و تحیق مقصود ہے۔ ماننے کا جو وقت تھا گزر گیا۔ تنبیہ | "دابة الارض" کے متعلق بہت سے رطب و یابس اقوال و روایات تفسیر میں درج کی گئی ہیں۔ مگر معتبر روایات سے تقریباً اتنا ہی ثابت ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا۔ واللہ اعلم۔

◆ حشر میں مکذبین کے جتنے | ہر گناہ والوں کے جتنے اور جماعتیں الگ الگ ہوں گی۔ تنبیہ | عواما مفسرین نے "فہم یؤذون" کے معنی روکنے کے لئے دیے ہیں۔ یعنی ہر امت کے مکذبین کو محشر کی طرف لے چلیں گے اور وہ اتنی کثرت سے ہوں گے کہ پیچھے چلنے والوں کو گے بڑھنے سے روکا جائے گا۔ جیسے انبوہ کثیر میں انتظام قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

إِذَا جَاءُوكُمْ فَقَالُوا كَذَّبْتُمْ بِآيَاتِنَا وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا

کہ جب حاضر ہو جائیں گے کہ انہوں نے تمہاری باتوں کو اور نہ پہچانیں تمہاری سمجھ میں

أَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا

یہ لو کہ کیا کرتے تھے ﴿۸۴﴾ اور پڑ چکی تھی بات اس واسطے

ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۸۵﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الْيَمْلَ

کہ انہوں نے شرارت کی تھی اب (سو) وہ کچھ نہیں بول سکتے ﴿۸۵﴾ کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رات

لَيْسَكُنْوَ فِيهِ وَالنَّهَارُ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ

کہ اس میں چھین حاصل کریں اور ان بنیاد دیکھنے کا (کو) البتہ اس میں نشانیاں ہیں

لِقَوْمٍ يُوْمِنُونَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ

ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں ﴿۸۶﴾ اور جس دن پھونکی جائے گی صور ﴿۸۶﴾ تو خیراجات جو کوئی ہے

فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ۚ

سمان میں اور جو کوئی ہے زمین میں مگر جس کو اللہ چاہے ﴿۸۷﴾

وَكُلُّ أَتَوْهُ ذَخِيرِينَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسِبُهَا

اور سب چلتے ہیں اس کے آگے عاجزی سے ﴿۸۷﴾ اور تو دیکھے پہاڑوں کو جیسے کہ وہ

جَامِدَةً ۚ وَهِيَ تَمْرٌ مِّنَ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتَقَنَ

جم ہے جس اور وہ چلیں گے جیسے چنے بادل ﴿۸۸﴾ کاری گری اللہ کی جس نے سہارا (درست کیا) ہے

كُلِّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿۸۹﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ

ہر چیز کو اس کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۸۹﴾ جو کوئی لے کر یا بھلائی

◆ مکہ میں سے حق تعالیٰ کی باز پرس | یعنی پوری طرح سمجھنے اور تمام اطراف و جواب پر نظر ڈالنے کی کوشش بھی نہ کی، پہلے ہی جتنا ناشروع کیا۔ یا بولا "یہ نہیں تو اور کیا کرتے تھے" یعنی اس کے ساتھ ہمارا کام ہی کیا تھا۔ درمکس ہے یہ مطلب ہو کہ بے سوچے سمجھے مکہ میں ہی کی تھی؟ یا بولا اس کے ساتھ اور بھی کچھ گناہ سمیٹے تھے۔

◆ یعنی ان کی شرارتوں کا یقینی ثبوت ہو چکا اور خدائی جنت تمام ہو چکی۔ اب آگے وہ کیا بول سکتے ہیں۔ باقی بعض آیات میں جو ان کا حذر پیش کرنا مذکور ہے وہ شاید اس سے پہلے ہو چکے گا۔ بہرحال نئی و ثبات کو خلاف مواظن پر حمل کیا جائے۔

◆ دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں | یعنی کیسے کھسے کھلے نشان اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دکھائے، پر ذرا بھی غور نہ کیا۔ ایک رات ان کے روز نہ اٹھ رہا جس میں غور کریتے تو اللہ کی توحید، پیغمبروں کی ضرورت و بعثت بعد الموت، سب کچھ سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون ہستی ہے جو ایسے مضبوط و محکم نظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتی ہے اور جس نے ہماری خدائی بصارت کے لئے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا کیا، کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لئے اوبام و ابواء کی تاریکیوں میں معرفت و ہدایت کی روشنی نہ بھیجتا۔ پھر رات کیا ہے؟ نیند کا وقت ہے جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد دن آیا پھر آگیاں کھول کر ادھر ادھر پھرنے لگے۔ اسی طرح رُحِ حق تعالیٰ ہم پر موت ظاہری کرے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے نکلے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ غرض یقین کرنے والوں کے لئے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے۔

◆ صور پھونکنے والا فرشتہ اسرائیل ہے جو حکم الہی کے انتظار میں صور بھانپ رہا ہے۔

◆ بعض روایات میں ہے کہ "اَلَا مِنْ شَآءِ اللّٰہِ" جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت ہیں۔ اور بعض نے شہد کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ صور پھونکنے کا بار ہوگا | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "ایک بار صور پھونکنے کا جس سے خلق مر جائے گی۔ دوسرا پھونکنے کا تو جی انھیں گے سکے بعد پھونکنے کا تو گھبرا جائیں گے پھر پھونکنے کا تو بے ہوش ہو جائیں گے اور پھونکنے کا تو ہشیا ہوں گے۔ صور پھونکنے کا بار ہے۔" (موضح القرآن) اور بہت سے علماء صرف دو نکلے مانتے ہیں یعنی کل دو مرتبہ پھونکے گا۔ اور سب احوال کو انہی دو میں درج کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ پہاڑ روئی کے گالے کی طرح اڑیں گے | یعنی جن بڑے بڑے پہاڑوں کو تم اس وقت دیکھ کر خیال کرتے ہو کہ ہمیشہ کے لئے زمین میں جیسے ہوئے ہیں کبھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کھائیں گے، قیامت کے دن یہ روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے پھریں گے اور باد کی طرح تیز رفتار ہوں گے۔ "وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بُشًا فَكَانَتْ هَبًا مُّثًّا" (واقعہ۔ رکوع) "وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعُفُوشِ" (القارۃ۔ رکوع ۱) "فَنُفِثَ بَنُفْثَہَا رَتْنًا سَفَا" (طہ رکوع ۶) تنبیہ | آیت ہذا کو زمین کی حرکت و سکون کے مسئلہ سے کچھ علاقہ نہیں جیسا کہ بعض متتوین نے سمجھا ہے۔

◆ یعنی جس نے ہر چیز کو نہایت حکمت سے درست کیا اسی نے آج پہاڑوں کو ایب بھاری اور مضبوط بنایا ہے اور وہی ان کو ایک دن ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا۔ وہ اڑانا محض تباہ کرنے کی غرض سے نہ ہوگا بلکہ عالم کو توڑ پھوڑ کر اس درجہ پر پہنچانا ہوگا جہاں پہنچانے کے لئے ہی اسے پیدا کیا ہے۔ تو یہ سب اسی صانعِ حقیقی کی کارگیری ہوئی جس کا کوئی تصرف حکمت سے خالی نہیں۔

◆ اعمال کی خبر | یعنی اس توڑ پھوڑ اور انقلابِ عظیم کے بعد بندوں کا حساب ہوگا اور چونکہ حق تعالیٰ بندوں کے ذرہ ذرہ عمل سے خبردار ہے تو ہر ایک کو ٹھیک اس کے عمل کے موافق جزا و سزا دی جائے گی۔ نہ ظلم ہوگا نہ حق تلفی ہوگی۔ آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے۔

فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ أَمَنُونَ ﴿۷﴾

تو اس کو ملے اس سے بہتر ۛ اور ان کو گھبراہٹ سے ۛ اس دن امن ہے ۛ

وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ

اور جو کوئی لے کر آیا برائی ۛ سو اوندھے ڈالیں ان کے منہ ۛ آگ میں

تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸﴾ إِنَّمَا أُهْرْتُ أَنْ أَعْبُدَ

دی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ۛ مجھ کو یہی حکم ہے ۛ کہ بندگی کروں

رَبِّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۚ

اس شہر کے مالک کی ۛ جس نے اس کو حرمت دی ۛ اور اسی کی ہے ہر ایک چیز ۛ

وَأُهْرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹﴾ وَأَنْ أَتْلُوا الْقُرْآنَ ۚ

اور مجھ کو حکم ہے ۛ کہ رہوں قلم برداروں میں ۛ اور یہ کہ شادوں قرآن ۛ

فَمَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

پھر جو کوئی راہ پر آیا ۛ سو راہ پر آئے گا ۛ اپنے ہی بھلے کو ۛ اور جو کوئی بہکا رہا ۛ تو کہہ دے

إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرْبِكُمْ

میں تو یہی ہوں ڈرست دینے والی ۛ اور کہہ تعریف ہے سب اللہ کو ۛ گئے دکھاں کا تم

أَيَّتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۱﴾

کو بے نمونے (اپنی نشانیاں) تو ان کو پہچان لو گے ۛ اور تیرا رب بے خبر نہیں ۛ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو ۛ

ۛ

آيَاتُهَا ۸۸ ﴿۲۸﴾ سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ﴿۳۹﴾ وَكُنَّا ثَمًا ۙ

سورۃ قصص مکہ میں اتری اور اس کی انھاسی آیتیں اور نور کوثر ہیں

نیکی کرنے والوں کا بدلہ یعنی ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس نیکیوں کے حساب سے دیا جائے گا۔ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

یعنی بڑی گھبراہٹ سے، کما قال تعالیٰ ”لَا يَخْزِيهِمُ الْقَرْعُ الْاَكْبَرُ“ (انبیاء۔ رکوع ۷) اگر کم درجہ کی گھبراہٹ ہو تو اس آیت کے منافی نہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں۔ جو کرنا، سو بھرنا، خود کردہ راجہ طلاج۔ شہر سے مراد ہے کہ معظمہ جسے خدا تعالیٰ نے معظم و محترم بنایا۔ اسی تخصیص و تشریف کی بناء پر رب کی اضافت اس کی طرف کی گئی ورنہ یوں ہر چیز کا رب اور مالک وہی ہے۔

یعنی نیکوگوں میں رہوں جو حق تعالیٰ کی کامل فرما نبرداری کرنے والے اور اپنے کو ہمد تن اس کے سپرد کر دینے والے ہیں۔

یعنی بذات خود اللہ کی بندگی اور فرما نبرداری کرتا رہوں اور دوسروں کو قرآن سنا کر اللہ کا راستہ بتلاتا رہوں۔

یعنی میں نصیحت کر کے قرغ الذمہ ہو چکا، نہ سمجھو تو تمہارا ہی نقصان ہے۔
یعنی اللہ کا ہزاراں ہزار شکر جس نے مجھ کو ہادی و مہندی بنایا۔ فی الحقیقت تعریف کے لائق اسی کی ذات ہے۔ جس کو خوبی یا کم مداء ہیں سے ملا۔

یعنی آگے چل کر حق تعالیٰ تمہارے اندر یہ تم سے بہر اپنی قدرت کے وہ نمونے اور میری صداقت کے ایسے نشان دکھائے گا جنہیں دیکھ کر سمجھ لو گے کہ بیشک یہ اللہ کی وہی آیت ہیں جن کی خبر پیغمبر نے دی تھی باقی اس وقت کا سمجھنا تم کو نافع ہو یا نہ ہو، یہ جداگانہ چیز ہے۔ عداوت قیامت وغیرہ سب اس کے تحت میں آئیں۔

یعنی جو عمل اور معاملہ تم کرتے ہو، سب اس کی نظر میں ہے۔ اسی کے موافق آخر کار بدلہ ملے گا۔ اگر سرا وغیرہ میں تاخیر ہو تو نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہماری کثوت سے بے خبر ہے۔ تم سورۃ السمل واللہ الحمد والمنة۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا ہے

طَسَمَ ۱ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۱ نَتْلُو عَلَيْكَ

طَسَمَ یہ آیتیں ہیں مکمل کتاب کہ ہم سناتے ہیں تجھ کو

مِنْ نَبِّ مُوسَىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۲

پچھ احوال موسیٰ اور فرعون کا تحقیقی (لمحک ٹھیک) ان لوگوں کے واسطے جو یقین کرتے ہیں

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيْعًا

فرعون چڑھ رہا تھا ملک میں اور کر رہا تھا وہاں کے لوگوں کو اپنی فرقت

يَسْتَضَعِفُ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ

کمزور کر رہا تھا ایک فرقہ کو ان میں ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھتا تھا ان کی عورتوں کو

إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسْهِدِينَ ۳ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَىٰ

پیشک و دو تھا خرابی ڈالنے والا اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان

الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ

لوگوں پر جو کمزور ہوئے زمین پر تھے اور کر دیں ان کو سردار اور کر دیں ان کو

الْوَرِثِينَ ۴ وَنُمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ

قائم مقام اور ہم دیں ان کو ملک میں اور دکھ دیں فرعون

وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ۵ وَ

اور ہامان کو اور ان کے لشکروں کو ان کے ہاتھ سے جس چیز کا ان کو خطرہ تھا

سورۃ القصص

♦ حضرت موسیٰ اور فرعون کا قصہ: یعنی مسلمان لوگ اپنا اجماع قیاس کر لیں غالموں سے مقابلہ میں (موضح) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو بادیہ و کثوری کے فرعونوں کی طاقت کے مقابلہ میں منصور و کامیاب کیا۔ ایسے ہی مسلمان جو فی اعانتہ میں قلیل اور ضعیف دنا تو اس نظر سے ہیں اپنے بیشمار طاقتور حریفوں کے مقابلہ پر کامیاب ہوں گے۔

♦ بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم: یعنی ”مسز“ میں قبلی بھی آباد تھے جو فرعون کی قوم تھی اور سبھی بھی جو بنی اسرائیل کہلاتے تھے لیکن فرعون ظلم و تکبر کی راہ سے ”بنی اسرائیل“ کو پیچھے اور ابھرنے نہیں دیتا تھا۔ گویا سب قبلی آقائے بنے ہوئے تھے درختیہ بھروسہ کی اور بنی اسرائیل کو اپنا خدام بنا رکھا تھا۔ ان سے ذلیل کام اور بیگاریں لیتے اور کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں وہ کوئی قوت و وقعت حاصل کر سکیں۔

♦ بچوں کا قتل: کہتے ہیں فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر کانہوں نے یہ دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری سلطنت برباد ہوگی۔ اس لئے پیش بندی کے طور پر یہ اجتماعہ اور خالمانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہئے کہ انہیں حکومت کے مقابلہ کا حوصلہ ہی نہ ملے اور آئندہ جواز کے ان کے پیدا ہوں ان کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالنا چاہئے۔ اس طرح آنے والی مصیبت رک جائے گی۔ البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں، انہیں زندہ رہنے دیا جائے۔ وہ بڑی ہو کر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کریں گی۔

حضرت ابراہیمؑ کی پیشین گوئی: اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل آپس میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک پیشین گوئی کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ جس میں خبر دی گئی تھی کہ ایک اسرائیلی جو اس کے ہاتھ پر اس سلطنت مصر کی تباہی مقدر ہے۔ شدہ شدہ یہ تذکرے فرعون کے کانوں تک پہنچ گئے اس احمق نے قضا و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ اسکیم جاری کی۔

♦ یعنی زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی۔ لہذا اسے ایسا ظلم و ستم کرنے میں کیا جھجک ہوئی۔ بس جودل میں آیا، اپنے کبر و غرور کے نشہ میں بے سوچے سمجھے کر گذرا۔

♦ بنی اسرائیل میں امامت کا ارادہ: یعنی اس طعون کے انتظامات تو وہ تھے اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پستوں کو بالائیایا جائے۔ جس قوم کو فرعونوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا ان ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھ دیں۔ غالموں اور متکبروں سے جگہ خالی کرنا اس مظلوم و ستم رسیدہ قوم کے لئے زمین کو آباد کریں اور دینی سیادت کے ساتھ دنیوی حکومت بھی اس مظلوم و مقہور قوم کے حوالے کی جائے۔

♦ ”بان“ وزیر تھا فرعون کا جو ظلم و ستم میں اس کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا۔

♦ حق تعالیٰ کی مشیت: یعنی جس خطرہ کی وجہ سے انہوں نے بنی اسرائیل کے ہزار بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ ہم نے چاہا کہ وہ ہی خطرہ ان کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دکھائی اور پودے زور خرچ کر لئے کہ کسی طرح اس اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے جس کے ہاتھ پر اس کی تباہی مقدر تھی۔ لیکن تقدیر الہی کہاں ٹٹلنے والی تھی۔ خداوند قدیر نے اس بچہ کو اسی کی گود میں اسی کے بستر پر اسی کے محللات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا۔ اور دکھلا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے، کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خَفَتْ

ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلاتی رہ پھر جب تجھ کو ڈر ہو

عَلَيْهِ فَالْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ إِنَّا

اس کا (اس پر) تو ڈال دے اس کو دریا میں اور نہ خطر کر اور نہ غم کن ہو ہم پھر

رَادُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاءَ عُلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۚ فَالْتَقَطَهُ

پہنچا دیں گے اس کو تیری طرف اور کریں گے اس کو رسولوں (رسول) سے اور پھر اٹھایا اس کو

أَلْ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۖ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَ

فرعون کے گھروالوں نے کہ ہوا ان کا دشمن اور غم میں ڈالنے والا ہے شک فرعون اور

هَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ ۚ وَقَالَتِ امْرَأَتُ

ہامان اور ان کے لشکر تھے جو کہنے والے اور بولی فرعون کی

فِرْعَوْنَ قُرَّتْ عَيْنُ لِي ۖ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ ۚ عَسَىٰ أَنْ

عورت یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے اور تیرے لیے اس کو مت مارو کچھ بعید (شاید) نہیں

يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۚ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ وَأَصْبَحَ

جو ہمارے کام آئے یا ہم اس کو کر لیں بیٹا اور ان کو کچھ خبر نہ تھی اور صبح کو

فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فِرْعَا ۖ إِنَّ كَادَتْ لِتُبْدِيَ بِهِ لَوْ لَا

موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا کہ غم کر دے بے قراری کو اگر

أَنْ رَبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَ

نہم نے گرہ دی ہوئی اس کے دل پر اس واسطے کہ رہے یقین کرنے والوں میں

◆ حضرت موسیٰ کی والدہ کو الہام | ان کی ماں کو بہم ہوا یہ خوب دیکھا اور کسی زریعہ سے معصوم نہ کرادیا گیا کہ جب تک بچہ قتل کا اندیشہ نہ ہو برابر دودھ چاتی رہیں، جب اندیشہ ہو تو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں۔ سورۃ "طہ" میں یہ قصہ گزرا چکا ہے۔

◆ ماں کی سلی کردی کہ زرعے مت، بے کھٹکے دریا میں چھوڑ دے، بچہ ضائع نہیں ہو سکتا۔ اور بچہ کی جدائی سے غمگین بھی مت ہو۔ ہم بہت جلد اس کو تیری ہی آغوش شفقت میں پہنچا دیں گے خدا کو اس سے بڑے کام لینے ہیں۔ وہ منصب رسالت پر مرفراز کیا جائے گا۔ کوئی طاقت اللہ کے ارادہ میں حائل و مانع نہیں ہو سکتی۔ تمام رکاوٹیں دور کر کے وہ مقصد پورا کرنا ہے جو اس محترم بچہ کی پیدائش سے متعلق ہے۔

◆ دریا میں بچے کا صندوق | آخر ماں نے بچہ کو لکڑی کے صندوق میں ڈال کر پانی میں چھوڑ دیا۔
 فرعون کی بیوی حضرت آسیہ | صندوق بہتا ہوا ایسی جگہ جاگا جہاں سے فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کے ہاتھ لگ گیا۔ ان کو اس پیار سے بچہ کی پیاری صورت بھی معصوم ہوئی۔ آثارِ نبوت و شرافت نظر آئے۔ پالنے کی غرض سے اٹھا لیا۔ مگر اس اللہ نے کا آخری نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ بچہ بڑا ہو کر فرعون اور فرعونوں کا دشمن ثابت ہوا اور ان کے حق میں سوہان روح بنے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھانے کا موقع دیا۔ فرعون لعین کو کیا خبر تھی کہ جس دشمن کے ذریعے ہزار ہا معصوم بچے نہ تباہ کر چکا ہوں وہ یہی ہے جسے بڑے چاقو پیار سے آج ہمارے ہاتھوں میں پرورش کرایا جا رہا ہے۔ فی الحقیقت فرعون اور اس کے وزیر و مشیر اپنے ناپاک مقصد کے اعتبار سے بہت چرکے کہ بیشمار اسرائیلی بچوں کو ایک شبہ پر قتل کرنے کے باوجود موسیٰ کو زندہ رہنے دیا۔ لیکن نہ چوکتے تو کیا کرتے، کیا خدا کی تقدیر کو بدل سکتے تھے یا شیت ایزدی کو روک سکتے تھے ان کی بڑی چوک تو یہ تھی کہ سمجھے کہ قضا، و قدر کے فیصلوں کو انسانی تدبیروں سے روکا جاسکتا ہے۔

◆ یعنی کیسے پیدایا ہے ہمارے کوئی لڑکا نہیں، لاؤ اسی سے دل بہلائیں اور آنکھیں ٹھنڈی کیا کریں۔ بعض روایات میں ہے کہ فرعون نے کہا "لنک لا لی" (حیرتی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی میری نہیں) نقدِ یرازی یہ الفاظ اس معون کی زبان سے کہلا رہی تھی۔ آخر وہ ہی ہوا۔
 یعنی کم از کم بڑا ہو کر ہمارے کام آئے گا یا مناسب سمجھا تو متنبی بنالیں گے۔

◆ یعنی یہ تو خبر نہ تھی کہ بڑا ہو کر کیا کرے گا۔ سمجھے کہ بنی اسرائیل میں سے کسی نے خوف سے ڈالا ہے ایک لڑکا نہ راتو کیا ہوا۔ کیا ضرور ہے کہ یہ ہی وہ بچہ ہو جس سے ہمیں خوف ہے۔ پھر جب ہم پرورش کریں گے وہ خود ہی ہم سے شرمائے گا۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سے ہی دشمنی کرنے لگے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ اس کا دوست ہوگا جو مارے جہان کا پرورش کرنے والا ہے ورنہ چونکہ اس کے دشمن ہو اس لئے مجبور ہوگا کہ پروردگار حقیقی کے حکم سے تمہاری مخالفت کرے۔ تم اپنی ظاہری تربیت پر تو ایسی اچھی امیدیں باندھتے ہو، مگر شرم نہیں آتی کہ اس رب حقیقی کے مقابلہ میں "امار بیکم الا غلی" کی آواز بند کر رہے ہو۔

◆ والدہ کی بے قراری | موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچہ کو دریا میں ڈال تو آئیں مگر ماں کی مانتا کہاں چین سے رہنے دیتی۔ رہ رہ کر موسیٰ کا خیال آتا تھا۔ دل سے قرار جاتا رہا۔ موسیٰ کی یاد کے سوا کوئی چیز دس میں باقی نہ رہی، قریب تھا کہ مبروضہ کا رشتہ ہاتھ سے چھوٹ جائے اور عام طور پر ناپا ہر کر دیں کہ میں نے اپنا بچہ دریا میں ڈالا ہے کسی کو خبر ہو تو لاؤ۔ لیکن خدائی الہام۔ "اِنَّ سَارِ آذُوهُ اِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ" کو یاد کر کے تسلی پاتی تھیں۔ یہ خدای کا کام تھا کہ اس کے دل کو مضبوط باندھ دے کہ خدائی راز قبل از وقت کھنسنے نہ پائے۔ اور تھوڑی دیر بعد خود موسیٰ کی والدہ کو عین یقین حاصل ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

قَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ زَفَبْتُ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ

کہہ دیا اس کی (سوی کی) بہن کو پیچھے پل جا پھر اچھتی رہی اس کو چلی ہو کر

لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَحَرَمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ

جبر نہ ہوئی اور رک رکھا تھا ہم نے سوی سے دایوں کو پہلے سے

فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ

پھر بولی میں بتاؤں تم کو ایک گھر والے کہ اس کو پال دیں تمہارے

وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ۝ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ

اور وہ اس کا بھلا چاہنے والے ہیں پھر ہم نے پہنچ دیا اس کو اس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے

عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنْ

اس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو اور جانے کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ

بہت لوگ نہیں جانتے اور جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھلا ہوا

أَتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

دی ہم نے اس کو حکمت اور سمجھ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو

دَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ

یہ شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ پھر یہ

فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتُلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ

اس میں دو مرد لڑتے ہوئے یہ ایک اس کے رفیقوں میں اور یہ دوسرا اس کے

حضرت موسیٰ کی بہن کی نگرانی | یعنی جب فرعون کے محل سرا میں صندوق کھا اور بچہ برآمد ہو تو شہر میں شہرت ہو گئی۔ موسیٰ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو (جو موسیٰ کی بہن تھی) حکم دیا کہ بچہ کا پتہ لگا۔ کے لئے چلی جا اور عیحدہ رہ کر دیکھ کیا جبراً ہوتا ہے۔ لڑکی ہشیا تھی، جہاں بچہ کے گرد بھینٹتی تھی وہاں بے تعلق اجنبی بن کر دور سے دیکھتی رہی۔ کسی کو پتہ نہ لگا کہ اس بچہ کی بہن ہے۔

حضرت موسیٰ آغوشِ مادر میں | یعنی فرعون کی بیوی نے اس ملعون کو بھی بچہ کی پرورش پر راضی کر لیا تو دودھ پلانے کی فکر ہوئی اور دائیں طلب کی گئیں۔ مگر قدرت نے پہلے ہی سے بند لگا دیا تھا کہ موسیٰ اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ نہ پکڑے۔ سخت تشویش تھی کہ کہاں سے مرضعہ لائی جائے جس کا دودھ بچہ مند کو لگا سکے۔ موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہ پیتے تھے۔ فرعون کے آدمی اسی فکر و تجسس میں تھے کہ موسیٰ کی بہن نے کہا میں تم کو ایک گھرانے کا پتہ بتا سکتی ہوں جو امید ہے بچہ کو پاں دیں گے اور جہاں تک ان کی طبائع کا اندازہ ہے بہت خیر خواہی و رغور و پرداخت سے پالیں گے کیونکہ شریف گھرانہ ہے اور بادشاہ کے گھر سے انعام و اکرام کی بڑی توقعات ہوں گی، پھر تربیت میں کی کیوں کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہو کہ لڑکی کے مشورہ کے موافق حضرت موسیٰ کی والدہ طلب کی گئیں۔ بس بچہ کو چھاتی سے لگاتا تھا کہ اس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھروں کو بہت نفیست معلوم ہوا کہ بچہ نے ایک عورت کا دودھ قبول کر لیا ہے، بڑی خوشیاں منائی گئیں اور انعام و اکرام کئے گئے۔ مرضعہ نے عذریہ کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی، اپنے گھر لے جا کر اس کی پرورش کروں گی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام امن و اطمینان کے ساتھ پھر آغوشِ مادری میں پہنچ گئے۔ اور فرعون کے یہاں سے جو روزینہ ان کی ماں کا مقرر ہوا وہ مفت میں رہا۔

لہذا وعدہ حق ہے | یعنی "إِنَّا رَأَوُوكَ الْيَوْمَ وَجَعَلْنَاهُ مِنَ الْخَاسِرِينَ" میں جو وعدے کئے تھے ایک تو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا۔ اور دوسرے کو اسی پر قیاس کرنے کا موقع ملا کہ بلاشبہ وہ بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر رہے گا۔

یعنی وعدہ اللہ کا پہنچ کر رہتا ہے۔ ہاں سچ میں بڑے بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں۔ اس میں بہت لوگ بے یقین ہونے لگتے ہیں (موضح)

حضرت موسیٰ اور علم و حکمت | یعنی موسیٰ علیہ السلام جب اپنی بحرِ پور جوانی کو پہنچے، تو ہم نے ان کو بہت حکمت کی باتیں بھائیں اور خصوصی علم و فہم عطا فرمایا کیونکہ بچپن ہی سے وہ نیک کردار تھے۔ ایسے ہونہر کو ہم اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔

یعنی حضرت موسیٰ جو ان ہو کر ایک روز شہر میں پہنچے جس وقت لوگ غافل پڑے سو رہے تھے شاید رات کا وقت ہو گا یا دوپہر ہوگی۔

عَدُوَّهُ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ

دشمنوں میں پھر فریاد کی اس سے اس نے جو تم سے رفیقہ میں تھی جو تھا

عَدُوَّهُ ۚ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَذَا مِنْ

اس کے دشمنوں میں پھر مکہ مارا اس کو موسیٰ نے پھر اس کو تمام کر دیا یہ ہوا

عَمِلَ الشَّيْطَانُ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ ۝ قَالَ رَبِّ

شیطان کے کام سے ہے شک و شبہ نہیں ہے بھکا ہے واپس آئے ہوں اے میرے رب

إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ

میں نے برا کیا اپنی جان کا (اپنا) سو بخش مجھ کو پھر اس کو بخش دیا ہے شک و شبہ نہیں ہے

الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

بخشنے والا مہربان ہے اے میرے رب جیسا تو نے فضل کر دیا مجھ پر پھر میں

أَكُونُ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ ۝ فَاصْبِرْ فِي الْمَدِينَةِ

بھی نہ ہوں گا مددگار گنہگاروں کا پھر صبر کو اٹھا اس شہر میں

خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ

ڈرتا ہوا انتظار کرتا ہوا (راہ دیکھتا) پھر ناہوں (دیکھتا) جس نے کل مدد مانگی تھی اس (موسیٰ) سے

يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَى إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ۝

پھر فریاد کرتا ہے اس سے ہے شک و شبہ تو ہے راہ ہے صریح ہے موسیٰ —

فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۚ

پھر جب چاہا کہ با تھوڑے الے اس پر جو دشمن تھا ان دونوں کا

قبطی کا واقعہ | حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے فرعون کی قوم سے سب ان کے ظلم و ستم کے پیر اور رشتے اور بنی اسرائیل ان کے ساتھ ملے رہتے تھے۔ "بنی اللہ" کا گھمبہ شہر سے باہر تھا۔ حضرت موسیٰ کبھی وہاں جاتے کبھی فرعون سے ٹھہرتے۔ فرعون کی قوم (قبطان کی دشمن تھی کہ غیر قوم)۔ "مکہ" اور یثرب جیسے ایک روز دیکھا کہ دو شخص آپس میں لڑتے ہیں۔ ایک اسرائیلی دوسرے قبطی۔ اسرائیلی نے موسیٰ کو دیکھ کر فریادیں۔ "س قبطی کے ظلم سے چھڑو۔ کہتے ہیں قبطی فرعون کے مطیع کا آدمی تھا۔ موسیٰ پہلے ہی قبطیوں کے ظلم و ستم کو جاننے لگے۔ اس وقت تک کہ اس کی زیادتی دیکھ کر وہ گئے حسرت پھر ان اٹھی۔ ممکن ہے سمجھنے نے بھانپنے میں قبطی نے موسیٰ "یہ اسلام کو بھی کوئی سخت غلط کہا ہو۔ جیسا کہ بعض تفسیر میں ہے غرض موسیٰ علیہ السلام نے اس کی تادیب و گواہی کے لئے ایک گھونسلہ سید کیا ماشاء اللہ بڑے طاقتور جوان تھے ایک ہی گھونسلہ میں قبطی نے پانی نہ مانگا۔

قبطی کی موت | خود موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک گھونسلہ میں اس کم بخت کا کام تمام ہو جائے گا۔ پہچانے کہ بے قصد خون ہو گیا۔ مانا کہ قبطی کا فرعون کی تھا، نہ لم تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کی نیت بھی محض ادب و سنی کی تھی، جان سے مارا نہ گئے کی نہ تھی۔ مگر ظاہر ہے اس وقت کوئی معرکہ جہاد نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے قبطی قوم کو کوئی الٹی میٹم نہیں دیا تھا۔ بلکہ مصر میں ان کی بود و آمد کا شہرہ سے جو طرز عمل رہا تھا اس سے لوگ مطمئن تھے کہ وہ یونہی کسی کی جان و مال لینے والے نہیں پھر ممکن ہے غیظ و غضب کے جوش میں معاند کی تحقیق بھی سرسری ہوئی سوا درمکار تھے وقت پوری طرح اندازہ نہ رہا کہ کتنی ضرب تادیب کے لئے کافی ہے اور اس بلا ارادہ قتل سے اندیشہ تھا کہ فرق وارانہ اشتقاق پیدا ہو کر دوسرے مصائب و فتن کا دروازہ نہ کھل جائے۔

حضرت موسیٰ کا استغفار | اس لئے اپنے فضل پر نادم ہوئے۔ اور سمجھے کہ اس میں کسی درجہ تک شیطان کا دخل ہے انبیاء علیہم السلام کی فطرت ایسی پاک و صاف اور ان کی استعداد اس قدر اعلیٰ ہوتی ہے کہ نبوت سننے سے پیشتر ہی وہ اپنے ذرہ ذرہ عمل کا محاسبہ کرتے ہیں اور ان کی غرض یا خطہ اجتہاد پر بھی حق تعالیٰ سے رورود کر معافی مانگتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے اپنی تقصیرات کا اعتراف کر کے معافی چاہی جو دے دی گئی اور غائب اس معافی کا علم ان کو بذریعہ الہام و غیرہ ہو گا۔ آخر پیغمبر لوگ نبوت سے پہلے ہی تو ہوتے ہیں۔

یعنی آپ نے جیسے اپنے فضل سے مجھ کو عزت، رحمت، قوت عطا فرمائی اور میری تقصیرات کو معاف کیا، اس کا شکریہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مددگار نہ ہوں گا۔ شاید اس فریادی (اسرائیلی) کی بھی یہی تقصیر معلوم ہوئی ہوگی، مجرم اسے کہا ہو۔ یا مجرمین سے کفار اور ظالم لوگ مردہوں۔ جیسی تیری دی ہوئی قوتوں کو سمجھتا ہوں کہ مجھ کی بھی ان کی حمایت و اعانت میں خرچ نہ کروں گا۔ یا مجرمین سے شیطین مراد ہوں یعنی شیطین کے مشن میں ان کا مددگار کبھی نہ بنوں گا۔ وہ دوسرے انداز کی کر کے مجھ سے ایسا کام کرا دیں جس پر بعد کو پچھتاؤ پڑے۔ یا اسرائیلی کو مجرم اس حیثیت سے کہا کہ وہ وقوع جرم کا سبب بنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی اتنا کر کرتے اور رادہ دیکھتے تھے کہ مقتول کے وارث فرعون کے پاس فریاد لے گئے ہوں گے دیکھئے کس پر جرم ثابت ہوا اور مجھ سے کیا سوچ کریں۔

یعنی ہی اسرائیلی کی لڑائی آج کسی اور سے ہو رہی تھی۔

اسرائیلی اور قبطی کا جھگڑا یعنی روز ظالموں سے الجھتا ہے اور مجھ کو لڑاتا ہے۔

قَالَ يُوسَىٰ أَرْبِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا

یوسا (فرید کرنے والا) اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ خون کرے میرا جیسے خون کر چکا ہے کل

بِالْأَمْسِ إِنْ تَرْبِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي

ایک جان کا ♦ تیرا یہی جی چاہتا ہے کہ زبردستی کرتا پھرے

الْأَرْضِ وَمَا تَرْبِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ

ملک میں اور نہیں چاہتا کہ ہو صلح کر دینے والا ♦ اور آیا

رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدْيَنَةِ يُسْعَىٰ زَقَالَ يُوسَىٰ إِنْ

شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ

الْمَلَأَ يَأْتِمُرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ

دور بار دالے مشورہ کرتے ہیں تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل جا میں تیرا

النُّصْحِينَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي

بھلا دینے والا ہوں ♦ پھر نکلا وہاں سے اڑتا ہوا راودیکھتا بولا اے رب بچا لے مجھ

مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ

کو اس قوم بے انصاف سے اور جب مدینہ کی سیدھ پر بولا

عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ

سیدھے کہ میرا رب لے جائے مجھ کو سیدھی راہ پر ♦ اور جب پہنچا

مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ هَٰ وَ

مدین کے پانی پر پایا وہاں ایک جماعت کو لوگوں کی پانی پلاتے ہوئے ♦ اور

♦ ہاتھ ڈالنا چاہا اس ظالم پر بوں اٹھا مظلوم جانا کہ زبان سے مجھ پر غصہ کیا ہے، ہاتھ بھی مجھ پر چلائیں گے۔ وہ کل کا خون چھپو رہا تھا کہ کس نے کیا، آج اس کی زبان سے مشہور ہو۔ (موضح)

♦ قبیلے کا حضرت موسیٰ کو الزام دینا | یعنی زور زبردستی سے قتل کرنا ہی آتا ہے، یہ نہیں کہ سمجھا بجا کر فریقین میں صلح کرادے۔

♦ فرعون کے اہل دربار کا مشورہ | یعنی خون کی خبر فرعون کو پہنچ گئی۔ وہاں مشورے ہوئے کہ غیر قوم کے آدمی کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ شعی قوم کے افراد اور سرکاری ملازموں کو قتل کر ڈالے۔ سپاہی دوڑے گئے کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے لائیں۔ شاید مل جائے تو قتل کرتے، اسی مجمع میں سے ایک نیک طینت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی خیر خواہی ڈال دی۔ وہ جلدی کر کے مختصر راستہ سے بھاگا ہوا آیا۔ اور حضرت موسیٰ کو واقعہ کی اطلاع کر کے مشورہ دیا کہ تم فوراً شہر سے نکل جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ سنایا ہمارے پیغمبر کو کہ وہ ان کی جان سینے کی فکر کریں گے اور وہ بھی وطن سے نکلیں گے۔ چنانچہ کافر سب اکٹھے ہوئے تھے کہ ان پر مل کر چوٹ کریں، اسی رات میں آپ وطن سے ہجرت کر گئے۔

♦ حضرت موسیٰ کی مصر سے روانگی | حضرت موسیٰ مصر سے نکل کھڑے ہوئے، راہ سے واقف نہ تھے۔ اللہ سے درخواست کی کہ سیدھی راہ پر چلائے۔ اس نے ”مدین“ کی سیدھی سڑک پر ڈال دیا۔ جہاں پہنچا کر انہیں امن و اطمینان کے ساتھ متابل بنانا تھا۔ صرف یہ ہی نہیں، بلکہ بہت دور تک کی سیدھی راہ پر لے چنا تھا۔

♦ مدین میں آمد | ”مدین“ ”مصر“ سے ”ٹھڈ دس دن کی راہ ہے۔ وہاں پہنچے بھوکے پیاسے، دیکھا کنوئیں پر لوگ اپنے مویشی کو پانی پلا رہے ہیں۔

وَجَدَ مِنْ دُونِهِمْ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا

بیان سے اور دو عورتوں کو کہ روکے ہوئے کھڑی تھیں اپنی بکریاں (اپنے جانور) اور تمہارا کیا حال ہے

قَالَتَا لَا نُسْقِیْكَ حَتَّىٰ يَصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ

بولیں ہم نہیں پانی پلاؤں گے جب تک کہ چرواہوں کے پھیر لینے تک اور ہمارا باپ بوڑھا ہے

كَبِيرٌ ۚ فَسَقَ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ

بڑی عمر کا پھر اس نے پانی پلایا ان کے جانوروں کو پھر بہت کرتا چھوڑا (سیاہ) کی طرف اور اسے رب

إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۚ فَجَاءَتْهُ أَحَدَاهُمَا

تو جو چیز اتارے میری طرف تجھی میں اس کا محتاج ہوں پھر آئی اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک

تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ۖ قَالَتْ إِنَّ ابْنِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيكَ

چلتی تھی شرم سے بول میرا باپ تجھ کو داتا ہے کہ مدے میں

أَجْرًا مَا سَقَيْتَ لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ

حق اس کا کہ تو نے پانی پلایا ہمارے جانوروں کو پھر جب پہنچی اس کے پاس اور بیان کیا اس سے

الْقَصَصَ ۖ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

حوں کہمت ڈر بچ گیا تو اس قوم بے انصاف سے

قَالَتْ أَحْذِرْهُمَا يَبَآبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ

بولی ان دونوں میں سے ایک اسے باپ اس کو نوکر رکھے بہتہ بہتر نوکر جس کو

اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ۝ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُكَلِّمَكَ

تو رکھنا چاہے وہ ہے جو رور اور ہمالیہ کا کہتا میں چاہتا ہوں کہ بیادوں تجھ کو

دو عورتیں وہ دونوں بکریاں سے کریمہ سے سرے کھڑی تھیں۔ اتنی قوت نہ تھی کہ مجمع کو ہنادیں یا بذات خود بھاری ڈوس نکالیں۔ شاید اوروں سے بچ ہو پانی پاتی ہوں۔

یعنی ہمارا اب جو اس وقت ہوتا تو ہم کو تانہ پڑتا۔ وہ خود ان مردوں سے نہٹ لیا کرتا۔

عورتوں کی مدد | پیغمبروں کے فطری جذبات و ملکات ایسے سوتے ہیں، تھکے ماندے، بھوکے پیاسے تھے رفیرت کی کہ مہری موجودگی میں یہ صنف ضعیف مرد کی سے محروم رہے۔ انھیں اور مجمع کو ہٹا کر پانی کے بعد کوئیں سے تازہ پانی نکال کر رکھوں کے جاؤروں کو سیراب کیا۔

حضرت موسیٰ کی دعا | بنی اسرائیل کسی عمل کی جرت مخلوق سے نہیں چاہتا۔ البتہ تیری طرف سے کوئی بھلائی پہنچے اس کا ہم وقت محتاج ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "عورتوں نے پہچانا کہ چھاؤں پکڑتا ہے مسافر ہے۔ اور سے آیا ہو، تھکا، جھوکا۔ جا کر اپنے باب سے کہا (وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے علی قول المشہور) ان کو درکار تھا کہ کوئی مرد ملے نیک بخت جو بکریاں تھامے اور بیٹی بھی پیدا دیں۔" (موضح)

جیسا کہ شریف اور پاکیزہ عورتوں کا قعدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ شرم کے مارے چہرہ چھپا کر بات کی۔

لڑکی کا حضرت موسیٰ کو دعوت دینا | حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کر رہے تھے۔ اس سے اپنے فضل سے غیر متوقع طور پر خیر بھیجی، تو قبول کیوں نہ کرتے۔ اٹھ کر عورت کے ساتھ ہو گئے۔ لکھتے ہیں کہ چلتے وقت اس کو ہدایت فرمائی۔ میں گئے چلوں گا تم پیچھے آؤ۔ مہاجرین پر عہدہ نظر کرنے کی نوبت آئے۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے راستہ بتاتی ان کو لے رہے تھیں۔

حضرت شعیب سے ملاقات اور مدد کا وعدہ | موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کو اپنی ساری سرگذشت کہہ سالی۔ انہوں نے تسلی دی اور فرمایا کہ اب تو اس ظالم قوم کے بچہ سے بچ نکلا۔ نشاء اللہ تیرے کچھ نہیں بگاڑ سکتے (مدین فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا)

حضرت موسیٰ کی قوت و امانت | جیسی موسیٰ میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ زور دیکھ، ڈوس نکالنے یا مجمع کو ہٹا دینے سے، اور امانتدار سمجھ بے طمع اور عقیف ہونے سے۔

إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَا أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَنِي حَبَبٍ ۚ

ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے اس شرط پر کہ تو میری نوکری کرے

تھو برس

فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَا أُرِيدُ أَنْ

پھر اگر تو پورے کرے اس برس تو وہ تیری طرف سے ہے

اور میں نہیں چاہتا کہ

أَشُقَّ عَلَيْكَ ۖ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝

تجھ پر تکلیف ڈالوں تو پائے گا مجھ کو اگر اللہ نے چاہا

نیک نیتوں سے

قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ

وہ ایدہ دہ ہو چکا میرے اور تیرے

جو کسی مدت ان دونوں میں پوری کر دوں

فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝

سو زیادتی نہ ہو مجھ پر اور اللہ پر ہر دوسرے اس چیز کا جو ہم کہتے ہیں

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ

پھر جب پوری کر چکا موسیٰ اور لنگر چلا اپنے گھر والوں کو

بیمیں

مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا ۚ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي

وہ طور کی طرف سے ایک آگ

میں نے

أَنْتُمْ نَارَ الْعَلَىٰ إِلَيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ

بیمیں سے ایک آگ شاید سے آگ تمہارے پاس وہاں کی پتھر

یا ٹکڑا

مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ

آگ کا تاکہ تم تاج (سینگو) پھر جب پہنچا اس کے پاس اور نوبی

پس

حضرت موسیٰ کا معاہدہ مہر شاید یہی خدمت لڑکی کا مہر تھا۔ ہمارے خفیہ کے ہاں اب بھی اگر بذر ارض ہو تو اس طرح کی خدمت اقارب مہر نہیں سکتا ہے (کذا اسفلہ الشیخ الانور اطال اللہ بقاءہ) یہاں صرف نکاح کی ابتدائی گفتگو مذکور ہے۔ ظاہر ہے حضرت شعیت نے نکاح کرتے وقت ایک لڑکی کی تعین اور اس کی رضا مندی حاصل کر لی ہوگی۔

یعنی تم از کم آٹھ برس میری خدمت میں رہنا ضروری ہوگا۔ اگر دو سال اور زائد رہے تو تمہارا تبرع ہے۔

یعنی کوئی سخت خدمت تم سے نہ لوں گا، تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ خود تجربہ ہو جائے گا کہ میں بری طبیعت کا آدمی نہیں۔ بد خدا کے فضل سے نیک بنتی ہوں، میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں، بلکہ مناسبت طبع کی وجہ سے اس حاصل کرو گے۔

یعنی مجھے اختیار ہوگا کہ آٹھ برس رہوں یا دس برس۔ بہر حال جو معاہدہ ہو چکا خدا کے بھروسہ پر مجھے منظور ہے۔ اللہ کو گواہ بنا کر معاہدہ ختم کرتا ہوں۔ احادیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بڑی مدت (یعنی دس برس) پورے کئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: "ہمارے حضرت بھی وطن سے نکلے، سو آٹھ برس پیچھے آکر مکہ فتح کیا۔ اگر چاہتے اسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے لیکن اپنی خوشی سے دس برس پیچھے کافروں سے پاک کیا۔"

شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبْرَكَةِ مِنَ

میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے تختہ (جُد) میں ایک

الشَّجَرَةِ أَنْ يُوسَىٰ إِنِّي أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝۳۰

درخت سے کہ اے موسیٰ میں ہوں میں اللہ جہاں کا رب اور

أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ

یہ سدا لے کر اپنی لاشی پھر جب دیکھ س کو ہلچلنے لگے (پھن ہاتھ سے جیسے پتا سا پ) جیسے سانپ کی سب لاشی

مُذْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۖ يُوسَىٰ أَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۚ

منہ موڑ کر اور نہ دیکھ پیچھے پھر کر اے موسیٰ آؤ اور مت ڈر

إِنَّكَ مِنَ الْأَمِينِينَ ۝۳۱ أَسْلُكُ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ

تجھ کو کچھ خطر نہیں ڈرنا چاہتا تھ اپنے گریبان میں نکلے

يُضَاءُ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۚ وَاضْمُمُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ

سفید ہو کر نہ کہ کسی برائی سے اور ملے اپنی طرف اپنا بازو

الرَّهْبِ ۖ فَذَنِكَ بُرْهَانُ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَ

ڈر سے سو یہ دوسندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون

مَلَائِكَةٍ طَائِفُهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝۳۲ قَالَ رَبِّ إِنِّي

اس کے سرداروں پر ہے شک وہ تجھے دکھائیں گے اے رب میں نے

قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝۳۳ وَآخِي

خون کیا ہے ان میں ایک جان کا سو دیتا ہوں کہ مجھ کو مارا میں گے اور میرا بھائی

طُور پر درخت سے آواز کا سننا | یہ وہی درخت تھا جس پر آگ بھڑکتی ہوئی نظر آئی۔

تجلی الہی | شروع رکوع سے یہاں تک کے مفصل واقعات سورہ "طہ" وغیرہ میں گزر چکے ملاحظہ کر لئے جائیں۔

یعنی بازو کو پہلو سے ۹۰-۱۰۰ سہ پہر وغیرہ کا درجہ تار ہے گا۔ شاید آگے کے لئے بھی خوف زائل کرنے کی یہ ترکیب بتلائی ہو۔

معجزہ عصا و ید بیضاء | یعنی معجزہ "عصا" و "ید بیضاء" بطور سند نبوت کے دیئے گئے ہیں تا فرعون اور اس کی قوم پر اتمام حجت کر سکے۔

یعنی پہنچتے ہی قتل کر دیا تو آپ کی دعوت کیسے پہنچے وہ۔

هُرُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا

بارون اس کی زبان چلتی ہے مجھ سے زیادہ اس کو بھیج میرے ساتھ مدد کو

يَصِدِّقْنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُون ۝ قَالَ سَنُنْشِدُ

کہ میری تصدیق کرے میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھوٹا کریں ﴿۳۳﴾ فرمایا ہم مضبوط کر دیں گے

عَصُدَكَ يَا خَبِيبُ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا

تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور دیں گے تم کو غصہ پھر

يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بَايْتِنَا ۚ أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا

وہ نہ پہنچ سکیں گے تم تک ہماری نشانیوں سے تم اور جو تمہارے ساتھ ہو

الْغَلْبُوعُونَ ۝ فَلَمَّا جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنٰتٍ

غالب رہو گے ﴿۳۴﴾ پھر جب پہنچوں گے پاس موسیٰ لے کر ہماری نشانیاں کھلی ہوئی

قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

ہوئے اور کچھ نہیں یہ جادو ہے باندھا ہوا ﴿۳۵﴾ اور ہم نے نہ سنا یہ

فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّيٰٓ أَعْلَمُ

اپنے گلے باپ دادوں میں ﴿۳۶﴾ اور کہا موسیٰ میرا رب تو خوب جانتا ہے

بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ

جو کوئی رہا ہے ہدایت کی بات اس کے پاس سے اور جس کو سنے گا

عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝ وَقَالَ

سخت کا گھر ہے شک بھانا نہ ہوگا بے انصافوں کا ﴿۳۷﴾ اور بولا

◆ حضرت ہارونؑ کی رفات کی درخواست | یعنی کوئی تصدیق و تائید کرنے والا ساتھ ہو تو فطرۃ دل مضبوط و قوی رہتا ہے۔ اور ان کے جھٹلانے پر اگر بحث و منظرہ کی نوبت آجائے تو میری زبان کی لکنت ممکن ہے بولنے میں رکاوٹ ڈالے۔ اس وقت ہارونؑ کی رفات مفید ہوگی۔ کیونکہ ان کی زبان زیادہ صاف اور تیز ہے۔

◆ غلبہ و نصرت کا وعدہ | یعنی دونوں درخواستیں منظور ہیں، ہارونؑ تمہارے قوت بازو ہیں گے اور فرعونؑ کو تم پر کچھ دسترس نہ ہوگی۔ ہماری نشانہوں کی برکت سے۔ تم اور تمہارے ساتھی ہی غالب و منصور رہیں گے۔

◆ فرعونؑ کی نبوت سے انکار | یعنی معجزات دیکھ کر کہنے لگے جادو ہے اور جو باتیں خدا کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود تعصیف کر کے لے آیا، اور دعویٰ کرنے لگا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے۔ حقیقت میں وحی وغیرہ کچھ نہیں۔ محض سحرانہ تخیل و افتراء ہے۔

◆ یعنی جو باتیں یہ کرتا ہے (مثلاً ایک خدا نے ساری دنیا کو پیدا کیا، اور ایک وقت سب کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کرے گا پھر حساب کتاب ہوگا اور مجھ کو اس نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، وغیرہ وغیرہ) اپنے اگلے بزرگوں سے ہمارے کانوں میں یہ چیزیں کبھی نہیں پڑیں۔

◆ حضرت موسیٰؑ کا جواب | یعنی خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور اسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں اس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سن کر ناانصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انجام کار ان کو ذلت و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي ۚ

فرعون اسے درجہ والا مجھ تو معصوم نہیں تمہارے کوئی حامی ہو میرے سوا

فَأَوْقَدْ لِي يَهَامُنُ عَلَى الطِّينِ فَأَجْعَلْ لِي صَرْحًا

سو آگ دے اے امان میرے واسطے گارے کو پھر بنا دے اسے سے یہ کل

تَعَلَّى أَطْلِعْ إِلَى إِلَهِ مُوسَى ۚ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ

تاکہ میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے رب کو اور میری آنکھ میں تو وہ

الْكَاذِبِينَ ۝۳۸ وَاسْتَكْبَرَهُ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ

جھوٹا ہے اور بڑائی کرنے لگے وہ اور اس کے لشکر ملک میں

يَغْيِرُ الْحَقَّ وَظَنُوا أَنَّهُم إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ ۝۳۹

ناحق اور سمجھے کہ وہ ہماری طرف پھر کرنا نہیں گے

فَاخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ہم نے انکو دریا میں سو دیکھ لے کیا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝۴۰ وَجَعَلْنَاهُمْ آيَةً يُدْعَوْنَ

انجام گنہگاروں کا دیا ہم نے ان کو نشانی کہ بتاتے ہیں

إِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ۝۴۱ وَاتَّبَعْنَاهُمْ

دوزخ کی طرف اور قیامت کے دن ان کو مدد نہ ملے گی اور پیچھے رکھ دی ہم نے ان پر

فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُمْ مِنَ

اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن ان پر

❖ فرعون کا استہزاء | یعنی اپنے وزیر ہام کو کہا کہ اچھا اینٹوں کا ایک پڑاؤہ مگلاؤ تا کہ چکی اینٹوں کی خوب اونچی عمارت بنوا کر آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے اور کیسے ہے۔ کیونکہ زمین میں تو مجھے کوئی خدا اپنے سوا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہ ہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا، تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائے گا۔ یہ بات ملعون نے استہزاء و تمسخر سے کہی اور ممکن ہے اس قدر بدحواس و پاگل ہو گیا ہو کہ اس طرح کی لچر پوچھ درمنٹھا خیز تجویزیں سوچنے لگا۔

❖ فرعون اور اس کی قوم کے غرور کا انجام | یعنی نبی م سے بالکل غافل ہو کر گئے ملک میں تکبر کرنے یہ نہ سمجھ کہ کوئی ان کی گردن پٹچی کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی موجود ہے۔ "خر خداوند قبر نے اس کو لاؤ شکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا تا یادگار رہے کہ بد بخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہوا کرتا ہے۔ غرق وغیرہ کے وقعت کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

❖ دوزخیوں کے اہم | یعنی یہاں مملات و مملانیان میں پیش پیش تھے اور لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے وہیں بھی ان کو دوزخیوں کے آگے اہم بنا کر رکھا جائے گا۔ "يَقْدُمُ قَوْمُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاَوْزَدَهُمْ الشَّارِبُ نَسْ الْوَرْدِ الْمَوْزُودِ" (ہود۔ رکوع ۹۷)

❖ یعنی یہاں کے لشکروہاں کام نہ دے گئے نہ کسی طرف سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ کوئی بچنے والا نہ ہوگا۔

الْمَقْبُوحِينَ ۴۰ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ

برائی ہے ﴿۴۰﴾ اور وہی ہم نے موسیٰ کو کتاب جس میں ہے

مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بِصَاحِبِ النَّاسِ وَهْدَىٰ

کہ ہم غارت کر چکے پہلی جماعتوں کو ﴿۴۱﴾ تجھے وہی لوگوں کو اور راہ بتانے والی

وَرَحْمَةً لِّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۴۲ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

اور رحمت تاکہ وہ یاد رکھیں ﴿۴۲﴾ اور تو نہ تھے غیب کی

الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ

طرف جب ہم نے بھیجا موسیٰ کو حکم ﴿۴۳﴾ اور نہ تھے تو

الشَّاهِدِينَ ۴۳ وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ

دیکھنے والے شہیدین ﴿۴۳﴾ لیکن ہم نے پیدا کیں کئی جماعتیں پھر دراصل وہی نہ ہو

الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًّا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوَا

مدت ﴿۴۴﴾ اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں کہان کو

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا ۴۵ وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۴۶ وَمَا كُنْتَ

سنہ تاہم کی آیتیں پر ہم رہے ہیں ﴿۴۶﴾ رسول بھیجتے اور تو نہ تھا

بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ

طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا ﴿۴۷﴾

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَتْهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تاکہ تو ڈر سنا دے ان لوگوں کو جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے

♦ دنیا میں محنت یعنی آخرت کی برائی و بد انجامی تو اگ رہی، دنیا ہی میں لوگ رشتی دنیا تک یسوں پر محنت بھیجتے رہیں گے۔

♦ نزولِ تورات کے بعد دنیا میں ایسے عمارت کے حذاب کم تے۔ بجائے ایک ہلاکت کا طریقہ شروع کر دیا گیا۔ کیونکہ کچھ لوگ احکامِ شریعت پر قائم رہا کئے۔

♦ تورات ہدایت ہے یعنی تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ بڑی فہم و بصیرت عطا کرنے والی، لوگوں کو راہِ ہدایت پر چلانے والی، اور مستحقِ رحمت بنانے والی کتاب تھی تا لوگ اسے پڑھ کر اللہ کو یاد رکھیں۔ احکامِ الہی سیکھیں اور پند و نصیحت حاصل کریں، حج تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں تورات شریف ہی کا درجہ ہے اور آج جب کہ اس کے پیروؤں نے، سے ضائع کر دیا، قرآن ہی اس کے ضروری علوم و ہدایات کی حفاظت کر رہا ہے۔

♦ یعنی کوہِ طور کے غرب کی جانب جہاں موسیٰ کو نبوت اور تورات ملی۔

♦ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر استدلال | یعنی تو اس وقت کے واقعات تو ایسی صحت و صفائی اور بسط و تفصیل سے بیان کر رہا ہے جیسے وہ ہیں "طور" کے پاس کھڑا دیکھ رہا ہو۔ حالانکہ تمہارا موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے اور ویسے بھی سب جانتے ہیں تم ہی ہو۔ کسی عالم کی صحبت میں بھی نہیں رہے۔ نہ ٹھیک ٹھیک صحیح واقعات کا کوئی جدید عالم مکہ میں موجود تھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ علم کہاں سے آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ تو ام و دنیا پر مدتیں اور قرن گزر گئے، مرد و مرد ہوئے، وہ علوم محرف و مندرکس ہوتے جا رہے تھے اور وہ ہدایت مٹی جا رہی تھیں۔ لہذا اس عظیم و خیر کا ارادہ ہوا کہ ایک امی کی زبان سے بھوے ہوئے سبق یاد دلانے جائیں اور بنِ عبرت و موعظت آمیز واقعات کا ایسا صحیح نو و دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے جس پر نظر کر کے بے اختیار ماننا پڑے کہ اس کا پیش کرنے والا موقع پر موجود تھا اور اپنی آنکھوں سے من و عن کیفیات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ تم تو وہاں موجود نہ تھے، بجز اس کے کیا کہا جائے کہ جو خدا کی زبان سے بول رہا ہے اور جس کے سامنے ہر غائب بھی حاضر ہے۔ یہ بیان اسی کا ہوگا۔

♦ آنحضرت ﷺ کو پچھلے واقعات کا مکمل علم | یعنی موسیٰ علیہ السلام کو "مدین" جا کر جو واقعات پیش آئے ان کا اس خوبی و صحت سے بیان تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا اس وقت تم شانِ پیغمبری کے ساتھ وہیں سکونت پذیر تھے اور جس طرح آج اپنے وطن مکہ میں اللہ کی آیات پڑھ کر سن رہے ہو، اس وقت "مدین" والوں کو سنتے ہو گے حالانکہ یہ چیز صریحاً نفی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم ہمیشہ سے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں جو دنیا کو غفلت سے چونکاتے اور گندہ شہِ بھرتا ک واقعات یاد دلاتے رہیں۔ اسی عام عادت کے موافق ہم نے اس زمانہ میں تم کو رسول بنا کر بھیجا کہ پچھلے قصے یاد دلاؤ۔ اور خوابِ غفلت سے مخلوق کو بیدار کرو۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم تم کو دیا جائے اور تمہاری زبان سے ادا کرایا جائے۔

♦ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی "اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" تم وہاں کھڑے سن نہیں رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ آپ کو ان واقعات و حقائق پر مطلع کیا اور تمہارے ساتھ بھی اسی نوعیت کا برتاؤ کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ گویا "جبل النور" (جہاں غارِ حرا ہے) اور "مکہ" "مدینہ" میں "جبل طور" اور "مدینہ" کی تاریخِ دہراؤی گئی۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ لَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ

تاکہ وہ یاد رکھیں ♦ اور اتنی بات ہے کہ یہ بھی آتی ہے — یہی آفت

بِمَا قَدْ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْ لَا أَرْسَلْتَ

ان کاموں کی وجہ سے جن کو بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ تو کہنے لگیں اے رب ہمارے کیوں نہ بھیج دیا

إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۱﴾

ہمارے پاس کسی کو پیغام دے کہ تو ہم جتنے تیری باتوں پر اور ہوتے ایمان والوں میں ♦

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْ لَا أَوْتَيْنَا

پھر جب پہنچی ان کو ٹھیک بات ہمارے پاس سے کہنے لگے کیوں نہ دیا اس رسول کو

مِثْلَ مَا أَوْتِيَ مُوسَىٰ ۖ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أَوْتِيَ مُوسَىٰ

جیسا کہ تھا موسیٰ کو ♦ کیا ابھی منکر نہیں ہو چکے اس سے جو موسیٰ کو عطا تھا

مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا ۖ وَقَالُوا إِنَّا بِكُلِّ

اس سے پہلے ♦ کہنے لگے دونوں جادو ہیں آپس میں موافق اور کہنے لگے ہم دونوں کو

كُفْرُونَ ﴿۳۲﴾ قُلْ فَأَنتُمَا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ

نہیں ماننے ♦ تو کہہ اب تم ماؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس کی جو

أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبَعُهُ ۚ إِنَّ كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۳﴾ فَإِنْ لَّمْ

ان دونوں سے بہتر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچ ہو ♦ پھر اگر

يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَمَنْ

نہ کر لائیں تیرا کہا تو جان لے کہ وہ چلتے ہیں نری (صرف) اپنی خواہشوں پر اور اس سے

یعنی حرب کے لوگوں کو یہ چیزیں بتلا کر خطرناک عواقب سے آگاہ کریں۔ ممکن ہے وہ سن کر یہ درکھیں اور نصیحت پکڑیں۔ تنبیہ "مَا أُنْذِرُ إِلَّا لَهُمْ" سے شاید آئے اقرین مراد ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالت اللہ کی نعمت ہے | یعنی پیغمبر کا ان میں بھیجنا خوش قسمتی ہے۔ اگر بدون پیغمبر بھیجے اللہ تعالیٰ ان کی کھلی ہوئی ہے عقیموں اور بے ایمانیوں پر سزا دینے لگتا تب بھی ظلم نہ ہوتا، لیکن اس نے احسان فرمایا اور کسی قسم کی معقول عذر داری کا موقع نہیں چھوڑا۔ ممکن تھا سزا دہی کے وقت کہنے لگتے کہ صاحب ہمارے پاس پیغمبر تو بھیجا نہیں جو ہم کو ہماری غلطیوں پر کم از کم متنبہ کر دیتا، ایک دم پکڑ کر عذاب میں دھر گھسیٹتا۔ اگر کوئی پیغمبر آتا تو دیکھ لیتے ہم کیسے نیک اور ایماندار ثابت ہوتے۔

یعنی رسول نہ بھیجتے تو کہتے رسول کیوں نہ بھیجا۔ اب رسول تشریف لائے جو تمام پیغمبروں سے شان درجہ میں بڑھ کر ہیں تو کہتے ہیں کہ صاحب! ہم تو اس وقت مانتے جب دیکھتے کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ کے معجزات ظاہر ہوتے اور ان کے پاس بھی تورات کی طرح ایک دم ایک کتاب اترتی یہ کیا کہ دو دو چار چار آیتیں پیش کرتے ہیں۔

یعنی موسیٰ کے معجزات اور کتاب ہی کو کہاں سب نے مان لیا تھا؟ شیعہ نکالنے والے ان کو بھی "بسخر" مفسری کہتے رہے جیسا کہ ابھی ایک دو رکوع پہلے گذرا جس کو ماننا منظور نہیں ہوتا وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ حقائق نکال لیتے ہیں۔

کفار مکہ کی ہٹ دھرمی | حضرت شہ صاحب لکھتے ہیں "مکہ کے کافر حضرت موسیٰ کے معجزے سن کر کہنے لگے کہ دیا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم مانتے، جب "یہود" سے پوچھا تو "تورات" کی باتیں اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف سنیں، مثلاً یہ کہ بت پرستی کفر ہے، آخرت کا جینا برحق ہے اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو مردار ہے (اور عرب میں ایک نبی آخر الزمان آئیں گے جن کی یہ نشانیاں ہوں گی وغیرہ وغیرہ) تب لگے دونوں کو جواب دیئے۔ "کہ" "تورات" اور "قرآن" دونوں جادو اور موسیٰ و محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) دونوں جادوگر ہیں۔ (العیاذ باللہ) جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

کفار کے اعتراض کا جواب | یعنی آسمانی کتابوں میں سب سے بڑی اور مشہور یہ ہی دو کتابیں تھیں جن کی ہمسری کوئی کتاب نہیں کر سکتی اگر یہ دونوں جادو ہیں تو تم کوئی کتاب الہی پیش کر دو جو ان سے بہتر اور ان سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔ بغرض محال اگر ایسی کتاب لے آئے تو میں اس کی پیروی کرنے لگوں گا، لیکن تم قیامت تک نہیں لاسکتے۔ اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ خود ہدایت رہنی سے قطعی تہی دست ہو اور جو کتاب ہدایت آتی ہے اسے جادو کہہ کر رد کر دیتے ہو۔ جب یہ ایک انسان کا بنایا ہوا جادو ہے تو تم سارے جہان کے جادوگروں کو جمع کر کے اس سے بڑا جادو لے آتے۔ آخر جادو ایسی چیز تو نہیں کہ اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔

أَضَلُّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ

گمراہ زیادہ کون جو اپنے خواہش پر بدون راہِ ہدایہ ہدے کے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَقَدْ

بے شک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو اور

وَصَلَّيْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ الَّذِينَ اتَّبَعُوا

ہم پر درپے بھیجے رہے ہیں ان کو اپنے (اپنا) کلام تاکہ وہ وحیوں میں لائیں جن کو ہم نے ہی ہے

الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلَىٰ

کتاب اس سے پہلے وہ اس پر یقین کرتے ہیں اور جب ان کو سنائے

عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا

تو کہیں ہم یقین نہ کرتے تھے یہی ہے ٹھیک اور سے رب کا بھیجا ہوا ہم ہیں

مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ يُؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ

اس سے پہلے کے حکم پر دو بار وہ لوگ پائیں گے اپنا ثواب دوسرا

بِمَا صَبَرُوا وَيَدَارُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ وَمِمَّا

اس بات پر کہ قائم رہے اور بھلائی کرتے ہیں برائی کے جواب میں اور پھر

رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا

دیا ہوا بچہ خرچ کرتے رہتے ہیں اور جب سنیں کلمی باتیں اس سے کنارہ کشیں

عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ زُ سَلَامٌ

اور کہیں ہم کو اور سے کام اور تم کو تمہارے کام سلامت

❖ **خواہشات کی پیروی** | یعنی جب یہ لوگ نہ ہدایت کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں کوئی چیز پیش کر سکتے ہیں تو یہی اس کی دلیل ہے کہ ان کو راہ ہدایت پر چھنا مقصود ہی نہیں محض اپنی خواہشات کی پیروی ہے، جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ لے لیا۔ جس اپنی مرضی اور خواہش کے خلاف پایا رکھا یا۔ بتلائے ایسے سوار پرست ظالموں کو کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ اللہ کی عادت اسی قوم کو ہدایت کرنے کی ہے جو ہدایت پانے کا ارادہ کرے اور محض ہوا و ہوس کو حق کا معیار نہ بنالے۔

❖ یعنی ہماری وحی کا سلسلہ پہلے سے چلتا رہا ہے۔ ایک وحی کی تصدیق دوسری وحی میں برابر بھیجتے رہے ہیں۔ اور قرآن کو بھی ہم نے بتدریج نازل کیا۔ ایک آیت کے پیچھے دوسری آیت آتی رہی، مقصد یہ ہے کہ کافی غور کرنے اور سمجھنے کا موقع ملے اور یاد رکھنے میں سہولت ہو۔

❖ **مومنین کا ایمان بالکتاب** | یعنی ان جاہل شرکین کا حال تو یہ ہے کہ نہ انکی کتابوں کو، جس نہ پچھلی کو، اور ان کے بالکل نفاق پسند اہل کتاب کو دیکھو کہ وہ دونوں کو تسلیم کرتے جاتے ہیں پہلے سے تو رات و انجیل پر یقین رکھتے تھے۔ جب قرآن پاک آیا تو بوس اٹھے کہ بلاشبہ یہ کتاب برحق ہے، ہمارے رب کی اتاری ہوئی، ہم اس پر اپنے یقین و اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم تو پہلے بھی اللہ کی باتوں کو مانتے تھے آج بھی قبول کرتے ہیں۔ فی الحقیقت ہم آج سے مسلمان نہیں بہت پہلے سے مسلمان ہیں۔ کیونکہ کتب سابقہ پر ہمارا ایمان تھا جن میں پیغمبر آخر الزماں اور قرآن کریم کے متعلق صاف بشارات موجود تھیں۔ لہذا ان پیشینگوئیوں پر بھی ہمارے پہلے سے اجماع ایمان ہوا۔ آج اس کی تفصیل اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

❖ **مومنین کیلئے دُہرا اجر** | یعنی مغرور و مستغنی ہو کر قبول حق سے گریز نہیں کیا بلکہ جس وقت جو حق پہنچا بے تکلف گردن تسلیم ہٹکا دی۔ جیسے شیخ اکبر نے فتوحات میں لکھا ہے کہ ان اہل کتاب کا ایمان اپنے پیغمبر پر دوسرے مرتبہ ہوا۔ اول بالمشق و دوبارہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ حضور تمام انبیاء سابقین کے مصداق ہیں اور ان پر ایمان رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور حضور پر بھی ان کا ایمان دوسرے مرتبہ ہوا۔ ایک اب بالذات اور بالمشق دوسرا پہلے اپنے پیغمبر پر ایمان لانے کے ضمن میں۔ کیونکہ ہر پیغمبر حضور کی بشارت دیتے، اور حقیقتی تصدیق کرتے چھ آئے ہیں اسی لئے ان لوگوں کو اجر بھی دوسرے مرتبہ ملے گا باقی حدیث میں جو "ثَلَاثُ يَوْمَاتٍ أُخْرِجَتْ مِنْتُنَّ" آیا ہے اس کی شرح کا یہاں موقع نہیں۔ ہم نے خدا کے فضل سے شرح صحیح مسلم میں اس کو تفصیل لکھا ہے اور اشکات کو رفع کرنے کی کوشش کی ہے۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِثْمَةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ۔**

❖ **لغو سے اعراض** | یعنی کوئی دوسرا ان کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو یہ اس کے جواب میں مردت و شرافت سے کام لے کر بھلائی اور احسان کرتے ہیں۔ یا یہ مطلب کہ کبھی ان سے کوئی برا کام ہو جائے تو اس کا تدارک بھلائی سے کر دیتے ہیں تاکہ حسنات کا پلہ مینا سے بھاری رہے۔

❖ یعنی اللہ نے جو مال حلال دیا ہے اس میں سے زکوٰۃ دیتے ہیں، صدقہ کرتے ہیں اور خویش و اقارب کی خبر لیتے ہیں۔ غرض حقوق عبادت کف نہیں کرتے۔

عَلَيْكُمْ لَا تَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ﴿۵۵﴾ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ

رو ہم کو نہیں چاہئیں بے کچھ لوگ جس کو

أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ، وَهُوَ

چاہے پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے اور وہی

أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوا إِنْ تَتَّبِعِ الْهُدَىٰ مَعَكَ

خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے اور کہنے لگے اے ہم راہ پر آئیں تیرے ساتھ

نُخْطِفُ مِنْ أَرْضِنَاهُ أَوْ لَمْ نُمْكِنْ لَهُمْ حَرَمًا أَمِنًا

اچک سے جا میں چنے ملک سے کیا ہم نے جگہ نہیں دی ان کو حرمت والے بناہ کے مکان میں

يُجْبَىٰ إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ

کھینچے جاتے ہیں اس کی طرف سب سے ہر چیز کے روزی ہمارے طرف سے پر

لَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِّنْ

بہت ان میں سمجھ نہیں رکھتے اور کتنی نسلوں کو ہم نے

قَرَبَةٍ بِطَرَّتْ مَعِيشَتُهَا ، فَبَلَكَ مَسْكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ

بستیوں جو اتر اچلی تھیں اپنی گدراں میں یہ ہیں ان کے گھر آباد نہیں ہوئے

◆ شریر جاہلوں کی بات کا جواب | یعنی کوئی جاہل لغو بیہودہ بات کہے تو اس سے الجھتے نہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ اس صاحب تمہاری باتوں کو ہمارا دور سے سلام۔ یہ جہالت کی پوٹ تھی رکھو ہم کو ہمارے مشغہ میں رہنے دو۔ تمہارا کیا تمہارے، ورنہ مارا یا ہمارے سامنے آجائے گا۔ ہم کو تم جیسے بے کچھ لوگوں سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں قرینا میں اشخاص حبشہ سے حضور کی خبر سن کر آئے کہ تحقیق کریں کیسے شخص ہیں۔ آپ سے بات چیت کی حضور کے قرآن پڑھ کر سنایا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور بڑے زور سے آپ کی تصدیق کی، جب مشرف بایمان ہوئے وہاں ہونے لگے تو وہاں جس وغیرہ مشرکین نے ان پر زور دیا کہ ایسے احمقوں کا قافلہ آج تک کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ جو ایک شخص کی تحقیق حاصل کرنے کے تھے اور اس کے غلام بن کر اور پناہ دین چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا 'سلام علیکم لا نجا ہلکم لہما

سَخْسُ عَلَيْهِ وَلَكُمْ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَمْ يَلْ أَنْفَسًا حَيًّا“ (بس ہم تم کو سلام کریں، موقوف رکھو، تم تمہاری جہالت کا جواب جہالت سے دیتا نہیں چاہتے، ہم اور تم میں سے جو جس حال پر ہے اس کا وہی حصہ ہے ہم نے اپنے نفس کا بھلا چاہنے میں کچھ کوتاہی نہیں کی) اسی کے متعلق یہ آیات مازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اعظم۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ جس چائل سے توقع نہ ہو کہ سمجھ۔ پر گئے گا اس سے سنا رہی بہتر ہے (موضح)

♦ ہدایت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا (ابوطالب) کے واسطے بہت سعی کی کہ مرتے وقت کلمہ پڑھ لے، اس نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت تری (موضح) یعنی جس سے تم کو طبعی محبت ہو، یا ل چاہتا ہو کہ فلاں کو ہدایت ہو جائے لازم نہیں کہ یہ ضرور ہو کر رہے۔ آپ کا کام صرف رستہ بتانا ہے گے یہ کون رستہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتے کو نہیں پہنچتا یہ آپ کے قبضہ اختیار سے خارج ہے۔ اللہ اختیار ہے جسے چاہے قبول حق اور دوسروں کی مطلوبہ کی توقع بخشنے سے تنبیہ جو چو حضرت شاہ صاحب نے لایا اس حدیث سمجھ میں آجائے۔ اس سے رائد اس مسئلہ میں کلام کرنا اور ابو صاحب سے بیان وغیرہ خاص موضوع بحث بنانا میر ضروری ہے۔ بہتر یہ ہی ہے کہ اس قسم کی غیر ضروری اور پرخطر مباحث میں کلمہ نہ سان یا جا۔

♦ جس کی کسی شخص نے راہ پر لے۔ کا اختیار یا ہوتا، ہم بھی نہیں کہ کون راہ پر آئے، والا ہے یا نہ کی استعداد و لیاقت رکھتا ہے۔ بہر حال اس آیت میں ہی کریم کی تسلی فرمادی کہ آپ جاہلوں کی غوغائی اور موندانہ شور و شغب یا اپنے خاص اعزہ و اقارب کے عدم نہ مانے سے غمگین نہ ہوں۔ جس قدر آپ کا فرض ہے وہ ادا کئے جائیں، دوسروں کی استعدادیں مختلف ہیں، اللہ ہی کے مہم و اختیار میں ہے۔ اس میں سے کس راہ پر، یا جا۔

♦ انسان کو ہدایت سے روکنے والی کئی چیزیں ہیں۔ مثلاً انتہا، جان و مال کا خوف، چنانچہ بعض مشرکین مکہ نے حضورؐ سے کہا کہ بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں، لیکن اگر ہم دین اسلام قبول کر کے آپ کے ساتھ ہو جائیں تو سارے عرب ہمارا دشمن ہو جائے گا۔ مردِ راکہ تمام قبائل ہم پر چڑھ دوڑیں گے اور مل کر ہمارا قتل کریں گے، نہ جان سلامت رہے گی نہ مال۔ اس کا گئے جواب دیا ہے۔

♦ مکہ مکرمہ امن کی جگہ ہے | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ”مکہ کے لوگ کہنے لگے کہ ہم مسلمان ہوں تو سارے عرب ہم سے دشمنی کریں، اللہ نے فرمایا اب ان کی دشمنی سے کس کی پناہ میں بیٹھئے ہو۔ یہی حرم کا ادب (مانع ہے کہ باوجود آپس کی سخت عداوتوں کے باہر والے چڑھائی کر کے تم کو مکہ سے نکال نہیں دیتے) وہی اللہ (جس نے اس جگہ حرم بنایا) تب بھی پناہ دینے والا ہے“ (موضح) کیا مشرک و غیر کے باوجود پناہ دی، ایمان تقویٰ اختیار کرنے پر پناہ نہ دے گا۔ ہاں ایمان و تقویٰ کو پرکھنے کے سبب اگر چند روز امتحان کے طور پر کوئی بات پیش آئے تو گھبرانا نہیں چاہئے۔ ”فَإِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ“

مَنْ بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ ﴿۵۸﴾

ان کے پیچھے مگر تھوڑے اور ہم ہیں آخر کو سب چھوٹنے والے

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرْآنَ حَتَّى يَبْعَثَ فِي

اور تیرے رب نہیں غارت کرنے والے بستیوں کو جب تک نہ بھیجے ان کی

أَمِّهَا رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي

بڑی بستی میں کسی کو پہنچا دیکر جو سنائے ان کو ہماری باتیں اور ہم ہرگز نہیں غارت کرنے والے

الْقُرْآنَ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ ﴿۵۹﴾ وَمَا أَوْتَيْنَا مِنْ شَيْءٍ

بستیوں کو مگر جب کہ وہاں سے لوگ گنہگار ہوں اور جو تم کوئی چیز

فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزَيِّنَّا هَا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ

سو فائدہ اٹھانا ہے (کام چلا لینا ہے) دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی (اس کی) رونق ہے اور جو اللہ کے پاس ہے

خَيْرٌ وَأَبْقَى أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۶۰﴾ أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ

سب سے بہتر ہے اور باقی رہنے والا کیا تم کو سمجھ نہیں بھلا ایک شخص جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے

وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيهِ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعًا

اچھا وعدہ سو (اور) وہ اس کو پانے والا ہے برابر ہے اس کے جس کو ہم نے فائدہ دیا

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿۶۱﴾

دنیا کی زندگی کا پھر وہ قیامت کے دن پکڑا آئے گا

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ

اور جس دن ان کو پکارے گا تو کہے گا (فرمائیے گا) کہاں ہیں میرے شریک جن کا تم

تکبر کا انجام تمہارے سامنے ہے | یعنی عرب کی دشمنی سے کیا ذرتے ہو، اللہ کے عذاب سے ڈرو، دیکھتے نہیں کتنی قومیں گمراہ تھیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا کہ آج صفحہ ہستی پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ یہ کھنڈران کی ہستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر سستانے یا قدرت الہی کا عبرت کا تماشا دیکھنے کے لئے وہاں جاتا رہے۔

یعنی سب مر مر گئے کوئی وارث بھی نہ رہا۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

بغیر نبی بھیجے عذاب نہیں کیا جاتا | یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک ہستیوں کو عافیت نہیں کرتا جب تک ان کے صدر مقام میں کوئی ہشیر کرنے والا پیغمبر نہ بھیج دے (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ وہاں کا اثر دور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبتاً سیم و عقیل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا۔ ”لنُسبِرَ اَہْمَ الْفُجْرِی وَ مِنْ حَوْلِہَا“ (شوری۔ رکوع ۱۱) اسی لئے وہاں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر مبعوث ہوئے۔

یعنی ہشیر کرنے پر بھی جب وگ با نہیں آتے، برابر ظلم و ظہیان میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ پکڑ کر پلاک کرتا ہے۔

دنیا کے منافع عارضی ہیں | یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دس جینے ہیں وہ یہاں کی بہر اور چیل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہیں۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے، تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جد کر کے رہے گا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض بیچ اور لاشے ہے۔ کون ٹھنڈ ہوگا جو ایک مکدر و منفص زندگی کو بے غل و غش زندگی پر اور ناقص و فانی لذتوں کو کامل و باقی نعمتوں پر ترجیح دے۔

مومن اور کافر برابر نہیں ہیں | یعنی مومن و کافر دونوں انجام کے اعتبار سے کس طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک کے لئے، کئی عیش کا وعدہ جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ، العیاذ باللہ! ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے، خدم و حشم پرے باندھے کھڑے ہیں اور الوان نعمت و ستر خوان پر چنے ہوئے ہیں جن سے لذت اندوز ہو رہا ہوں، آنکھ کھلے تو دیکھا انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور بیڑی بھٹکری لئے کھڑا ہے۔ بس وہ پکڑ کر لے گیا اور فوراً ہی پیش ہو کر جس دوام کی سزا مل گئی۔ بتاؤ اسے وہ خواب کی بادشاہت اور پلاؤ قور سے کی لذت کیا یاد آئے گی۔

تَزْعُمُونَ ﴿۱۱﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا

دعویٰ کرتے تھے ﴿۱۱﴾ بولے جن پر ثابت (لگ چکا الزام) ہو چکا ہے

هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَا

یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ان کو بہکایا جیسے ہم آپ بہکے ہم منفر ہوئے

إِلَيْكَ مَا كَانُوا إِلَّا نَا يَعْبُدُونَ ﴿۱۲﴾ وَقَبِلْ ادْعُوا

تیرے گئے وہ ہم کو نہ پوجتے تھے ﴿۱۲﴾ اور ہمیں گئے

شُرَكَاءِكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ

اپنے شریکوں کو پھر کرایں گے ان کو تو وہ جواب نہ دیں گے ان کو اور دیکھیں گے عذاب

لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ

کسی طرح (کاش کہ) وہ راہ پکے ہوئے ہوتے ﴿۱۳﴾ اور جس دن ان کو پکارے گا

مَا ذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴﴾ فَعِيتُ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ

کیا وہ بے وقار تھے پیغام پہنچانے والوں کو پھر بندہ بوج میں ان پر باتیں

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَ

کے دن سو وہ آپس میں بھی نہ پوچھیں گے ﴿۱۵﴾ سو جس نے توبہ کی

أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَلَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿۱۶﴾

یقین آیا اور عمل کے اچھے سو امید ہے کہ ہو چھوٹے دلوں میں ﴿۱۶﴾

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمْ

اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرنے جس کو چاہے نہ کے ہاتھ میں نہیں

یعنی وہ خدائی کے حصہ دار کہاں ہیں ذرا اپنی ناسید و حمایت کے لئے لاؤ تو سمجھیں۔

مشرکین میں شرکاء کا اعتراف | یعنی سوال تو مشرکین سے تھا، مگر بہکانے والے شرکاء سمجھ جائیں گے کہ فی الحقیقت ہمیں بھی ذانت بتلائی گئی ہے۔ اس لئے سبقت کر کے جواب دیں گے کہ خداوند! بیشک ہم نے ان کو بہکایا اور یہ بہکانا ایسا ہی تھا جیسے ہم خود بہکے۔ یعنی جو ٹھوکر بٹکنے کے وقت کھائی تھی اسی کی تکمیل بہکانے سے کی۔ کیونکہ بہکانا بھی بٹکنے کی انتہائی منزل ہے۔ پس اس جرم اغواء کا تو ہمیں اعتراف ہے۔ لیکن ان مشرکین پر کوئی جبر و اکراہ ہمارا نہ تھا کہ زبردستی اپنی بات منوا لیتے فی الحقیقت ان کی ہوا پرستی تھی جو ہمارے بہکانے میں آگئے۔ اس اعتبار سے یہ ہم کو نہیں پوجتے تھے بلکہ اپنے ابو و اطنون کی پرستش کرتے تھے ہم ان کی عبادت سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ کذا قال بعض المفسرین۔ اور حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ”یہ شیطان بولیں گے۔ بہکایا تو ہے انہوں نے پر نام لے کر نیکیوں کا۔ اسی سے کہا کہ ہم کون پوجتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ تنبیہ ”حق علیہم القول“ سے مراد ہے ”لا ملأ من جہنم من الجنة والناس اجمعین۔“

مشرکین کو اپنے شرکاء کو پکارنے کا حکم | یعنی کہا جائے گا کہ اب مدد کو جاؤ، مگر وہ کیا مدد کر سکتے خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ کذا قال المفسرون۔ اور حضرت شاہ صاحب کی تحریر کا حاصل یہ ہے کہ شیاطین جب نیکیوں کا نام لیں گے تو مشرکین سے کہا جائے گا کہ ان نیکیوں کو پکارو وہ کچھ جواب نہ دیں گے۔ کیونکہ وہ ان مشرکین کے حرکات سے راضی نہ تھے یا خبر نہ رکھتے تھے۔

یعنی اس وقت عذاب کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں سیدھی راہ چلتے تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی۔

انبیاء کے بارے میں سوال | پہلے سوالات توحید کے متعلق تھے، یہ سوال رسالت کی نسبت ہوا۔ جنی اپنی عقل سے تم نے اگر حق کو نہ سمجھا تھا تو پیغمبروں کے سمجھانے سے سمجھ ہوتا، بتلاؤ ان کے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا۔ اس وقت کسی کو جواب نہ آئے گا۔ اور بات کرنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ ایمان و عمل صالح اصل کامیابی ہے | یعنی وہاں کی کامیابی صرف ایمان و عمل صالح سے ہے۔ اب بھی جو کوئی کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان لایا اور نیکی اختیار کی، حق تعالیٰ اس کی پہلی خطائیں معاف کر کے فائز المرام کرے گا۔ تنبیہ ”غسی ان یثکون من المفلحین۔“ وعدہ ہے شہنشاہانہ انداز میں یعنی اس کو فلاح کی امید رکھنا چاہئے۔ گو تم پر کسی کا دباؤ نہیں کہ ناچار ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ محض فضل و کرم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

الْخَيْرَةُ ۖ سُبْحَنَ اللَّهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۸﴾

پسند کرنا ۱۸ اللہ عزوجل ہے اور بہت اونچے سے کسی چیز سے کہ شریک بتاتے ہیں

وَرَبِّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۱۹﴾

اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو اچھٹے ظاہر میں کرتے ہیں

وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحُدُ فِي الْأُولَىٰ وَ

اور وہی اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے دنیا

الْآخِرَةُ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۰﴾ قُلْ

آخرت میں اور اسی کے ہاتھ حکم ہے اور اسی کے پاس پھرے جاو گے ۲۰ تو کہہ

أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ

دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے

الْقِيَامَةِ ۖ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ ۖ أَفَلَا

دن تک ۲۱ کون حاکم ہے اللہ کے سوا کہ تم کو کہیں سے روشنی پھر یا

تَسْمَعُونَ ﴿۲۱﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ

تم سنتے نہیں ۲۱ تو کہہ دیکھو تو اگر رکھ دے اللہ تم پر

النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ

اس ہمیشہ کو قیامت کے دن تک کون حاکم ہے اللہ کے سوائے

يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴿۲۲﴾

کہ تم کو رات جس میں آرام کرو پھر کیا تم نہیں دیکھتے ۲۲

♦ حق تعالیٰ کی مشیت و اختیار | یعنی مرچیز کا پیدا کرنا بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے۔ جو اس کی مرضی ہو احکام بھیجے۔ جس شخص کو مناسب جانے کی خاص منصب و مرتبہ پر فائز کرے۔ جس کسی میں استعداد دیکھے راہ ہدایت پر چلا کر کامیاب فرما دے اور مخلوقات کی ہر جنس میں سے جس نوع کو یا نوع میں سے جس فرد کو چاہے اپنی حکمت کے موافق دوسرے انواع و افراد سے ممتاز بنا دے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کو اس طرح کے اختیار و انتخاب کا حق حاصل نہیں۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد کے اوائل میں اس مضمون کو بہت ربط سے لکھا ہے۔ فلیراجع۔

♦ یعنی تخلیق و تشریع اور اختیار مذکور میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں لوگوں نے اپنی تجویز و انتخاب سے جو شرکاء وغیرہ لئے ہیں سب باطل اور بے سند ہیں۔

♦ اللہ تعالیٰ کا علم محیط | یعنی دس میں جو فہم عقیدے یا بری نیتیں رکھتے ہیں اور زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سے جو کام کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہی ہر ایک شخص کی پوشیدہ استعداد و قابلیت سے آگاہ ہے اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

♦ یعنی جس طرح تخلیق و اختیار و علم محیط میں وہ متفرد ہے الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔ بجز اس کے کسی کی بندگی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسی کی ذات منبع الکملات میں تمام خوبیاں جمع ہیں۔ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام رکھ کر کی جائے حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اور انجام کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔ آگے بٹلاتے ہیں کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تم کو پہنچتی ہیں اسی کے فضل و انعام سے ہیں بلکہ خود رات اور دن کا اول بدل کرنا بھی اس کا مستقل احسان ہے۔

♦ روشنی دینے والا کون ہے؟ | مثلاً سورج کو طلوع نہ ہونے دے یا اس سے روشنی سب کر لے تو اپنے کاروبار کے لئے یہی روشنی کہاں سے لاسکتے ہو۔

♦ یہ بات ایسی روشن اور صاف ہے کہ سنتے ہی سمجھ میں آجائے۔ تو کیا تم سنتے بھی نہیں۔
♦ رات اور اس کا آرام کس نے دیا؟ | یعنی اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے ہمیشہ تمہاری سروں پر کھڑا رکھے تو جو راحت و سکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں ان کا سامان کونسی طاقت کر سکتی ہے۔ کیا ایسی روشن حقیقت بھی تم کو نظر نہیں آتی۔ تنبیہ | ”اَفَلَا تُبْصِرُونَ“ ”اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ النّٰهَارَ سَرْمَدًا“ کے مناسب ہے کیونکہ آنکھ سے دیکھنا عادی روشنی پر موقوف ہے جو دن میں پوری طرح ہوتی ہے۔ رات کی تاریکی میں چونکہ دیکھنے کی صورت نہیں، ہاں سننا ممکن ہے، اس لئے ”اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ النِّیْلَ سَرْمَدًا“ کے ساتھ ”اَفَلَا تَسْمَعُونَ“ فرمائی موزوں تھا۔ واللہ اعلم۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا

اور اپنی مہربانی سے بنا دیئے تمہارے واسطے رات اور دن کہ اس میں چین بھی ہو

فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۳۰﴾

اور تلاش بھی کرو کچھ اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ

اور جس دن ان کو پکارے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا

كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۳۱﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

تم دعویٰ کرتے تھے اور جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے ایک احوال بتلانے والا

فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ لِلَّهِ وَ

پھر کہیں گے لاؤ اپنی سند تب جان لیں گے کہ سچ بات ہے اللہ کی اور

ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۲﴾ إِنَّ قَارُونَ

کھوئی جائیں گی ان سے جو باتیں وہ جوڑتے تھے قارون

كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ

جو تھا موسیٰ کی قوم سے پھر شرارت کرنے لگا ان پر اور ہم نے دیئے تھے سچ

مِنَ الْكُنُوزِ مَّا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءَ بِالْعُصْبَةِ

خزانے اتنے کہ اس کی کھینچاں اٹھانے سے تھک جائے

أُولَى الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ

کئی مرد زور آور جب کہا اس کو اس کی قوم نے اترامت اللہ کو

♦ جتنی رات دن کا اسٹ بھیڑ کرتا رہتا ہے تارات کی تاریکی اور خلگی میں سکون و راحت بھی حاصل نہ ہو اور دن کے بجائے میں کاروبار بھی جاری رکھ سکے۔ اور روز و شب کے مختلف انواع انعامات پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہوں۔

♦ اس بات پر دلالت ہے کہ انسان کے ناسیب یا جو نیک بخت تھے۔ (موضح) وہ بتائیں گے کہ لوگوں نے شرائع سہویہ اور احکام الہیہ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔

♦ **شرک کی دلیل کیا ہے؟** یعنی خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرائے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کس، خد صبح سے لئے تھے۔ پیغمبروں کو تو تم نے، انہیں، پھر کس نے بتلایا کہ خدا کا یہ حکم ہے، یہ نہیں۔

♦ **آخرت میں کفار کو حق کا علم** یعنی اس وقت نظر آ جائے گا کہ جی ہاں اللہ کی ہے۔ اور معبودیت صرف اسی کا حق ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ دنیا میں پیغمبر جو بتلاتے تھے وہ ہی ٹھیک ہے۔ مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑی تھیں اس روز سب کا فور ہو جائیں گی۔

♦ **قارون کا عبرت آموز واقعہ** رکوع سابق کے آغاز میں دنیا کی بے ہمتی اور قنارت آخرت کے مقابلہ میں بیان کی گئی تھی۔ بعد ذکر آخرت کی مناسبت سے کچھ احوال عالم آخرت کے بیان ہوئے۔ رکوع حاضر میں پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے اور اسی دعوے کے استہدائے قارون کا قصہ سنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اور فرعون کی پیشی میں رہتا تھا جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے بعض افراد کو اپنا آ۔ کار بن لیتے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کو چن لیا تھا۔ قارون نے اس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اس کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود ہو گئے اور سرداری جاتی رہی۔ اس حد و غیظ میں حضرت موسیٰ سے دل میں غش رکھنے لگا۔ تاہم ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا، تورات بہت پڑھتا اور ظلم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ مگر دل صاف نہ تھا۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کی خدا داد عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی ان ہی کے چچا کا بیٹا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تونی اور مذہبی سردار بن جائیں، مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ کبھی مایوس ہو کر شنی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا۔ میرے پاس مال و دوست کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے، ہم تم نے برداشت کئے۔ مگر کیا تم یہ بھی برداشت کر لو گے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہاں، نہیں، ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی۔ کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ علیہ السلام زنا کی حد بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ ن کو متہم کرنا۔ پنا چہ عورت مجمع میں کہہ گذری۔ جب حضرت موسیٰ نے اس کو شدید تسمیں دیں، اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل ڈرا۔ تب اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھ کو سکھایا تھا۔ اس وقت حضرت موسیٰ کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

♦ **قارون کے خزانے کی کنجیاں** بعض سلف نے ”منہج“ کی تفسیر خزانوں سے کی ہے۔ یعنی اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اسے مشکل سے اٹھا سکتی۔ لیکن کٹر مفسرین نے منہج کی تفسیر کنجیوں سے کی ہے۔ یعنی مال کے صندوق اتنے تھے جن کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ اور یہ چنداں مستعد نہیں جیسا کہ بعض تفسیر میں اس کی صورت بتلائی گئی ہے۔

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ

نہیں بھرتے اترانے والے ♦ اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے کمالے

الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

پچھلا گھر ♦ اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے

وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ

اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے ♦ اور مت پیہ خرابی ڈالنی

فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ قَالَ

مکہ میں اللہ کو بھاتے نہیں خرابی ڈالنے والے ♦ بے

إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ

یہ وہی تو مجھ کو ملا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے ♦ کیا اس نے یہ نہ جانا

اللَّهُ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ

کہ اللہ غارت کر چکا ہے اس سے پہلے کئی جماعتیں جو اس سے

أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَآكَثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ

زیادہ رکھتی تھیں زور ♦ اور زیادہ رکھتی تھیں ماس کی جمع اور پوچھنے نہ جا میں

عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۝ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ

گنہگاروں سے ان کے گناہ ♦ پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے

فِي زِينَتِهِ ۚ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا

انہیں ٹھاٹھ سے کہنے لگے جو لوگ طامع تھے دنیا کی زندگی کے

♦ **قارون کو نصیحت** | یعنی اس فانی و زائل دولت پر کیا اتراتا ہے جس کی وقعت اللہ کے ہاں پریشہ کی برابر بھی نہیں۔

♦ **اترانے کی مذمت** | خوب سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اس مالک کو نہ بھائے اس کا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کیا ہے۔

♦ **مال کا صحیح مصرف** | یعنی خدا کا دیا ہوا مال اس لئے ہے کہ انسان اسے آخرت کا توشہ بنائے۔ نہ یہ کہ غفلت کے نشہ میں چور ہو کر غرور و تکبر کی چاس چلتے چلتے۔

♦ **یعنی حصہ موافق کھا، پہن اور زیادہ مال سے آخرت کما۔ اور مخلوق کے ساتھ سلوک کر۔**

♦ **یعنی حضرت موسیٰ کی ضد نہ کر، خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ۔ خواہ خواہ ملک میں اودھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔**

♦ **یہ مال میرے ہنر کا نتیجہ ہے** | یعنی میں ہنرمند تھا۔ کمانے کا سیکھ رکھتا تھا۔ اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی۔ اللہ نے بھی میری لیاقت کو دیکھ کر اور قابل جان کر یہ کچھ دیا ہے۔ کیا یونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت مل گیا ہے کہ موسیٰ کے حکم اور تمہارے مشورہ کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں۔

♦ **پچھلے اہل مال اور اہل قوت کا انجام** | یعنی دولت کمانے کی لیاقت کس نے دی۔ افسوس ہے منعم حقیقی کو بھول کر اس کی دی ہوئی دولت و لیاقت پر غرہ کرنے لگا۔ کیا اسی دولت کو اس نے اپنی نجات کا ضامن تصور کر رکھا ہے۔ اسے معلوم نہیں کتنی جماعتیں اپنی ثمرات و سرکشی کی بدولت پہلے تباہ کی جا چکی ہیں۔ جن کے پاس بادشاہتیں تھیں اور اس بلعون سے زیادہ خزانوں اور لشکروں کے مالک تھے۔ ان کا انجام سن کر اسے ہجرت نہ ہوئی۔

♦ **مجرموں سے گناہوں کی باز پرس کی ضرورت نہیں ہوگی** | یعنی پوچھنے کی ضرورت کیا ہوگی۔ اللہ کو ان کے گناہ ایک ایک کر کے معلوم ہیں، فرشتوں کے ہاں سب لکھے ہوئے ہیں، ہاں بطور تویح و تقریع اگر کسی وقت سوال ہو وہ دوسری بات ہے۔ یہ یہ گناہ یہ گناہوں کی کثرت سے۔ یعنی اتنی تعداد میں ہوں گے کہ ایک ایک جزئی کی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”پوچھے نہ جائیں گے گناہ، یعنی گنہگار کی سمجھ درست ہو تو گناہ کیوں کرے۔ جب سمجھ الٹی پڑے تو الزام دینے سے کیا فائدہ کہ یہ برا کام کیوں کرتا ہے اس کی برائی نہیں سمجھتا۔“ (موضح)

يَلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ

اے قارون! کہیں ہوتا ہے ایسا کہ تو کو ایسا نصیب ملے جس سے تیرے لیے حسرت ہو

عَظِيمٌ ۱۹ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَدَّكُمُ

عظیم ہے ﴿۱۹﴾ اور وہ کہنے لگے کہ جو تم کو علم عطا کیا ہے وہ تمہاری مدد کرے گا

ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنِ امْنٌ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا

اللہ کا ثواب بہتر ہے ان کے لیے جو ایمان لائے اور نیک کام کیا ﴿۲۰﴾ یہ بات

يُكْفِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ۲۰ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ

انہی کے دل میں پڑتی ہے جو سنبھالے ہیں (صبر سے رہنے والے) ﴿۲۰﴾ پھر وہ غرق ہو گئے اور اس کے ساتھ

الْأَرْضُ تَدْفِمًا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ

زمین میں پھرتی ہوئی اس کی پوری جماعت کوئی مدد دیتی تھی

مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ۲۱

اللہ کے سوا اور نہ خود مددگار کا ﴿۲۱﴾

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَتَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ

اور صبح ہو گئے کہنے والے جو کل شام رز ورتے تھے (گتے تھے) اس کا سا ہوجا

وَيُكَانَنَّ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ

ارے خدائی یہ اللہ کھول دیتا ہے رزق جس کو چاہے اپنے

عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَا أَن مِّنَ اللَّهِ عَلَيْنَا كَخَفَ

بندوں میں اور ناکرد دیتا ہے ﴿۲۲﴾ اگر نہ احسان کرتا ہم پر اللہ تو ہم کو بھی

قارون کے مال پر دنیا داروں کا رشک | یعنی پاس فاخرہ ہیں کر بہت سے خدم و حشم کے ساتھ بڑی تہن و شکوہ و ٹیپ ٹاپ سے نکلا، جسے دیکھ کر طائیفین دنیا کی منکھیں چندھیا گئیں۔ کہنے لگے کاش ہم بھی دنیا میں ایسی ترقی و عروج حاصل کرتے جو اس کو حاصل ہوا۔ بیشک یہ بڑا ہی صاحبِ قبل اور بڑی قسمت والا ہے۔

اہل علم کی لوگوں کو نصیحت | جینی سمجھدار اور ذی علم لوگوں نے کہا کہ تم بختو اس ذاتی چمک و دمک میں بیا رکھ ہے جو رتکھے جاتے ہو۔ مومنین صالحین کو اللہ کے ہاں جو دوست بننے والی ہے اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض بٹا اور لاشے ہے اتنی بھی نسبت نہیں جو راہ کو آفتاب سے ہوتی ہے۔

یہ سمجھ صرف صابرین ہی کو ملتی ہے | یعنی دنیا سے آخرت کو بہتر وہی جانتے ہیں جن سے محنت سہی جاتی ہے۔ در بے صبر لوگ حرص کے مارے دنیا کی آرزو پر رتے ہیں۔ نادان دی دنیا کی آسودگی دیکھ کر سمجھتا ہے کہ اس کی بڑی قسمت ہے اس کی شب و روز کی فکر و تشویش، در دوسری اور آخرت کی ذلت کو در سب جگہ خوشامد کرنے کو نہیں دیکھتا اور یہ نہیں دیکھتا کہ دنیا میں کچھ آرام ہے تو وہیں بیس برس اور مرنے کے بعد کاٹنے میں ہزاروں برس۔ (موضح تفسیر بیہر)

قارون کا عبرت ناک انجام | یعنی نہ کوئی دوسرا اپنی طرف سے مدد کو پہنچا، نہ یہ کسی کو بدلا سکا۔ نہ اپنی ہی قوت کام نہ دوسروں کی۔

لوگوں کو عبرت | یعنی جو لوگ قارون کی ترقی و ترفع کو دیکھ کر کل یہ آرزو کر رہے تھے کہ کاش ہم کو بھی یہ عروج حاصل ہوتا، آج اس کا یہ برا انجام دیکھ کر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔ اب ان کو ہوش آیا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ سے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے۔ کسی شخص کی دنیوی ترقی و عروج کو دیکھ کر ہم کو ہرگز یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہئے کہ اللہ کے ہاں وہ کچھ عزت و وجاہت رکھتا ہے۔ یہ چیز کسی بندے کے مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ جس پر مناسبت جانے روزی کے دروازے کھولے۔ جس پر چاہے تنگ کر دے۔ مال و دولت کی فراخی مقبولیت اور خوش انجامی کی دلیل نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اس کا نتیجہ تباہی اور ابدی ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے سچ ہے۔

کم حاہل حاہل تلقاۃ فرزوقاً

وصیر العالم السخیر زبدیقاً

کم عاقل عاقل اغیث مداہبہ

ہذا الذی ترک الاوہام خائزہ

بِنَاءٍ وَيَكَانَتْهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿٥٦﴾ تِلْكَ الدَّارُ

و حسن دیتا اسے خرابی یہ تو چھکارا نہیں دیتے منکر ♦ دوہر

الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي

پچھلا ہے ہم دیں گے وہ ان لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی

الْأَرْضِ وَلَا فِسَادًا ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٥٧﴾

مک میں اور نہ بگاڑ دانا اور عاقبت بھی ہے ڈرنے والوں کی ♦

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

جو لے کر آیا بھلائی اس کو سنا (مے گا) ہے اس سے بہتر ♦ اور جو کوئی

جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ

لے کر آیا برائی سو ان کرنے والے ان کو وہی سزا ہے کی

إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَرَضُوا

جو کچھ کرتے تھے ♦ جس نے حکم بھیجا

عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِرَادُّكَ إِلَيَّ مَعَادٍ ۚ قُلْ رَبِّ

تجھ پر قرآن کا وہ پھیر مانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ ♦ تو کہہ میرا رب

أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ

خوب جانتا ہے کون لایا ہے راہ کی سوچہ اور کون پڑا ہے صریح

مُبِينٍ ﴿٥٩﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ

گمراہی میں ♦ اور تو توقع نہ رکھتا تھا کہ اتاری جائے تجھ پر

یعنی خدا تعالیٰ کا احسان ہے اس نے ہم کو قارون کی طرح نہ بنایا، ورنہ یہ ہی گت ہماری بنتی، اپنی طرف سے تو ہم حرص کے مارے "بَالَيْتَ لِمَا نَسِئَلُ فَأَنزَلُنِي فَارْزُقْنِي" کی آرزو کر ہی چکے تھے۔ خدا نے خیر کی کہ ہماری آرزو کو پورا نہ کیا۔ اور نہ ہماری حرص پر سزا دی۔ بلکہ قارون کا حشر تکھوس سے دکھلا کر بیدار فرما دیا۔ اب ہمیں خوب کھل گیا کہ حرص ماں و زر کی ترتی سے حقیقی فلاح و کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، اور یہ کہ ناشکر گزار منکروں کے لئے عذاب الہی سے چھٹکارا نہیں۔

آخرت متفقین کہہ رہے ہیں یعنی قارون کی دولت کو نادانوں نے کہا کہ اس کی بڑی قسمت ہے، بڑی قسمت یہ نہیں، آخرت کا مٹا بڑی قسمت ہے۔ سو وہ ان کے لئے ہے جو اللہ کے ملک میں ثمرات کرنا اور بگاڑ ڈالنا نہیں چاہتے اور اس فکر میں نہیں رہتے کہ اپنی ذات کو سب سے اونچے رکھیں۔ بلکہ تواضع و کنسار اور پرہیزگاری کی رو اختیار کرتے ہیں۔ ان کی کوشش بجائے اپنی ذات کو اونچا رکھنے کے یہ ہوتی ہے کہ اپنے دین کو اونچے رکھیں، حق کا پال بپا کریں اور اپنی قوم مسلم کو بھارے اور سر بلند کرنے میں پوری ہمت صرف کر ڈالیں۔ وہ دنیا کے حریص نہیں ہوتے۔ آخرت کے عاشق ہوتے ہیں۔ دنیا خواہان کے قدم لٹتی ہے۔ اب سوچ لو کہ دنیا کا مطلوب کیا دنیا کے طالب سے اچھا نہیں ہے؟ مگر رضی اللہ عنہم کو دیکھ لو وہ سب سے زیادہ تارک الدنیا تھے مگر متروک الدنیا نہ تھے۔ بہر حال مومن کا مقصد اصلی آخرت ہے۔ دنیا کا جو حصہ اس مقصد کا ذریعہ بنے وہ ہی مبارک ہے ورنہ بیچ۔

برائی کا بدلہ دس گنا یعنی جو بھلائی یہاں کرے گا اس سے کہیں بہتر بھلائی وہاں کی جائے گی۔ ایک نیکی کا جو نقص ہو گا کم از کم اس سے دس گنا وہاں پائے گا۔

برائی کا بدلہ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں نیکی پر وعدہ دیا نیکی کا، وہ یقیناً ملے گا، اور برائی پر برائی کا وعدہ نہیں فرمایا کہ ضرور مل کر رہے گی کیونکہ ممکن ہے معاف ہو جائے۔ ہاں یہ فرمایا کہ اپنے کئے سے زیادہ سزا نہیں ملتی۔

ہجرت کے وقت آنحضرت کی تسلی پہلے فرمایا تھا "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" کہ انجام بھلا پرہیزگاروں کا ہے۔ یعنی آخرت میں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ اب بتلاتے ہیں کہ دنیا میں بھی آخری فتح ان ہی کی ہوتی ہے۔ دیکھو آج کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر تم کو مکہ چھوڑنا پڑا ہے، مگر جس خدا نے آپ کو پیغمبر بنایا اور قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی وہ یقیناً آپ کو نہایت کامیابی کے ساتھ اسی جگہ واپس لے گا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ آیت اتری ہجرت کے وقت، یہ تسلی فرمادی کہ پھر مکہ میں آؤ گے۔ سو خوب طرح سے پورے غالب ہو کر۔" بعض مفسرین نے "معاد" سے مراد موت لی ہے، بعض نے آخرت بعض نے جنت، بعض نے سرزمین شام جہاں پہلے ایک مرتبہ آپ شب معراج میں تشریف لے گئے تھے۔ حافظ علامہ الدین ابن کثیر نے ان اقوال میں بہت عمیق و لطیف تطبیق دی۔ یعنی "معاد" سے مراد اس جگہ مکہ معظمہ ہے (کمافی البحاری) مگر فتح مکہ عامت تھی قرب اجل کی جیسا کہ ابن عباس اور عمر رضی اللہ عنہما نے "اِذَا خِذَ النَّظْرُ إِلَيْهِ وَالْعَتِجُ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔ آگے اجل کے بعد "حشر" حشر کے بعد "آخرت" اور آخرت کی انتہائی منزل جنت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اول آپ کو نہایت شاندار طریقہ سے لوٹا کر لائے گا مکہ میں اس کے چند روز بعد اجل واقع ہوگی، پھر ارض شام کی طرف حشر ہوگا (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے) پھر آخرت میں بڑی شان و شکوہ سے تشریف لائیں گے اور اخیر میں جنت کے سب سے اعلیٰ مقام پر ہمیشہ کے لئے پہنچ جائیں گے۔

یعنی حق تعالیٰ میری ہدایت اور مکہ میں و معاندین کی گمراہی کو خوب جانتا ہے۔ یقیناً وہ ہر ایک کے ساتھ ان کے احوال کے موافق معاملہ کرے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ میری کوششوں کو ضائع کر دے، یا گمراہوں کو سوانہ کرے۔

الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا

کتاب کے سوا رحمت ہوتی ہے تیرے رب کی ﴿۱۷﴾ اور نہ ہوئے وہ تجھ کو رکائیں

لِلْكَافِرِينَ ۚ وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ

کافروں کا ﴿۱۸﴾ اور نہ ہوئے وہ تجھ کو رکائیں

إِذْ أُنزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ

اس کے کہ تجھے تیری طرف اور نہ اپنے رب کی طرف اور مت نہ

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

مشرکوں میں ﴿۱۹﴾ اور مت نہ کہے سوا

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ہر چیز فنا ہے ﴿۲۰﴾

لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۚ

اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ﴿۲۱﴾

﴿آيَاتُهَا ۶۵﴾ ﴿سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ (۲۹)﴾ ﴿وَكُنُوزُهَا ۱۸﴾

سورہ عنکبوت مدنی میں نازل ہوئی اس کی تہہ آیتیں ہیں اور سات آیات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الَّذِينَ أَحْسَبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا

الَّذِينَ ۚ ﴿۲۲﴾ کیا سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے ﴿۲۳﴾

آنحضرت پر قرآن کا نزول اللہ کی رحمت سے ہے یعنی آپ پہلے سے کچھ پیغمبری کے اظہار میں تھے، محض رحمت و مہربانی ہی ہے جو حق تعالیٰ نے پیغمبری اور حق سے سرفراز فرمایا۔ وہ ہی اپنی مہربانی و رحمت سے دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائے گا، ہذا ہی کی امداد پر ہمیشہ بھروسہ رکھیے۔

آنحضرت کو نصیحت | حضرت شہ صاحب لکھتے ہیں یعنی اپنی قوم کو اپنے نہ سمجھ جنہوں نے تجھ سے یہ بدی کی (کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو) اب جو تیرا ساتھ دے وہ ہی پناہ ہے۔

یعنی دین کے کام میں اپنی قوم کی خاطر و رعایت نہ کیجئے اور نہ آپ کو ان میں گئے کو اپنے قریب قرار ہوں۔ ہاں ان کو اپنے رب کی طرف بلائے رہیے اور خدا کے احکام پر چلے رہے۔

یہ آپ کو خطاب کر کے دوسروں کو سہا۔ اور پرک آیتوں میں بھی بعض مفسرین ایسا ہی لکھتے ہیں۔

ہر شے فانی ہے سوائے اللہ کے | یعنی ہر چیز اپنی ذات سے معدوم ہے اور تقریباً تمام چیزوں کو فنا ہونا ہے، خوب کبھی ہو۔ مگر اس کا منہ جتنی وہ آپ نہ کبھی معدوم تھا، نہ کبھی فنا ہو سکتا ہے۔ سچ ہے۔ ع "الاکل شئ فاحلہ اللہ ماطل" "قال تعالیٰ" "کل من عینہا فان ویقی وخہ رنک ذوالسحلل والاکرام" اور بعض سلف نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ سارے کام منٹ جانے والے اور فنا ہو جانے والے ہیں، بجز اس کام کے جو خالصہ لوجہ اللہ لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے | یعنی سب کو اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تمہارا اسی کا حکم چلے گا۔ سورۃ و ظاہر ابھی کسی کا حکم و اقتدار باقی نہ رہے گا۔ اسے اللہ اس وقت اس سنہگار بندہ پر رحم فرمائے اور اپنے غضب سے پناہ دیجئے۔ ہم سورۃ القصص واللہ الحمد والمہ

أَمِنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ

کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ دیں گے (نہ ہوگی) اور ہم نے جانچ ہی ہے ان کو جو

قَبْلِهِمْ فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلْيَعْلَمَنَّ

ان سے پہلے تھے سوالیہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا

الْكَاذِبِينَ ۝ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ

جھوٹوں کو کیا یہ سمجھتے ہیں جو لوگ کہہ کرتے ہیں برائیاں کہ

يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ

ہم سے پہلے جائیں بری بات (برافصد) طے کرتے ہیں جو کوئی توقع رکھتا ہے اللہ کی

اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

ملاقات کی سو اللہ کا وعدہ آ رہا ہے اور وہ ہے سننے والا جاننے والا

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ

اور جو کوئی محنت اٹھائے سو اٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے اللہ کو پروا نہیں

عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

جہان والوں کی اور جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام

لَنَكْفُرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي

ہم انہیں گے ان پر سے برائیاں ان کی اور بدلہ دیں گے ان کو بہتر سے بہتر

كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

کاموں کا اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ سے

سورۃ العنکبوت

۱۔ ہر مومن کا امتحان کیا جاتا ہے | یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کچھ سہل نہیں جو دعویٰ کرے امتحان و امتلاء کے لئے تیار ہو جائے یہ ہی کسوٹی ہے جس پر کھرا کھونا کسا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیاء کا ہے، ان کے بعد صالحین کا، پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ نیز امتحان آدمی کا اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے۔ جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہو گا اسی قدر امتحان میں سختی کی جائے گی۔

۲۔ پچھلے لوگوں کے امتحان و آزمائش | یعنی پہلے نبیوں کے قبضین بڑے بڑے سخت امتحانوں میں ڈالے جاتے تھے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فریاد کی کہ حضرت! ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجئے اور دعاء فرمائیے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر سختی اور ظلم و ستم کی انتہاء کر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی کو زمین کھود کر (کھڑا) گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر اس کے سر پر آدھ چلا کر بیچ سے دو ٹکڑے کر دیتے تھے، بعضوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھرا کر چیرا کر جڑ اور گوشت ادھیر دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ سختیاں ان کو دین سے نہ ہٹا سکیں۔

۳۔ دعویٰ ایمان میں سچ اور جھوٹ کی تمیز | یعنی اللہ تعالیٰ علانیہ ظاہر کر دے گا اور دیکھ لے گا کہ دعوائے ایمان میں کون سچا نکلا ہے اور کون جھوٹا، اسی کے موافق ہر ایک کو جزا دی جائے گی۔ تنبیہ: ”فَلْيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الْخَبْرَ“ جو حدیث علم باری کا وہم ہوتا ہے اس کا نہایت محققانہ جواب مترجم عمام قدس سرہ نے دیا ہے۔ ملاحظہ کیا جائے پارہ دوم رکوع اول ”إِلَّا لِيَعْلَمَنَّهُ مَنْ يَشَاءُ مِنَ الرُّسُلِ“ معنی ۱۔ ”يُفْلِتُ عَلَى غَفِيهِ“ کے تحت میں۔ ہم نے یہاں ان توجیہات کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو مفسرین نے لکھی ہیں۔

۴۔ برائی کرنے والے اللہ سے نہیں بچ سکتے | حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں کہ“ پہلی دو آیتیں مسلمانوں کے متعلق تھیں جو کافروں کی ایذاؤں میں گرفتار تھے، اور یہ آیت ان کافروں سے متعلق ہے جو مسلمانوں کو ستارہ تھے۔ ”(موضح) یعنی مومنین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور سختیوں سے بچ رہیں گے۔ وہ ہم سے بچ کر کہاں جاسکتے ہیں۔ جو سخت ترین سزا ان کو ملنے والی ہے اس کے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر اس وقت کی عارضی مہلت سے انہوں نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ ہم ہمیشہ مامون رہیں گے اور سزا دہی کے وقت خدا کے ہاتھ نہ ”نیں“ گے تو حقیقت میں بہت ہی بری بات ملے گی ایسا احقانہ فیعد آسنے والی مصیبت کو روک نہیں سکتا۔

۵۔ مومنوں کا وعدہ بہت قریب ہے | یعنی جو شخص اس موقع پر سختیاں اٹھا رہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی۔ نا کا میاب ہوا تو یہاں کی سختیوں سے کہیں بڑھ کر سختیاں جھینپی پڑیں گی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں رمل جائیں گی اللہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کا وعدہ آ رہا ہے، کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہو کر رہیں گی اور اس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی۔ اللہ سب کی باتیں سنتا اور جانتا ہے کسی کی محنت مایاں نہ کرے گا۔

۶۔ انسان کی طاعت و عبادت اُسی کیلئے ہے | یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور معصیت سے کیا نقصان۔ وہ تو کلی طور پر بے نیاز ہے۔ ہاں بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اٹھائے گا اس کا پھل دنیا و آخرت میں اسی کو ملے گا، پس مجاہدے کرنے والے یہ خیال کبھی نہ آنے دیں کہ ہم خدا کے رستہ میں اتنی محنت کر کے کچھ اس پر احسان کر رہے ہیں؟ (العیاذ باللہ) اس کا احسان ہے کہ خود تمہارے فائدہ کے لئے طاعت و ریاضت کی توفیق بخشنے۔

من نہ کر دم خلق ۲ سودے کتم بلکہ تاہر بندگاں جو دے کتم

۷۔ ایمان اور عمل صالح کی برکات | یعنی جہاں سے بے پرواہ اور بے نیاز ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت سے تمہاری محنت کو ٹھکانے لگاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ”لکھتے ہیں۔“ ”یعنی ایمان کی برکت سے نیکیاں ملیں گی اور برائیاں معاف ہوں گی۔“ (موضح القرآن)۔

حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

بھلائی سے رہنے کی اور اگر وہ تجھ سے زور کریں کہ تیرے ایک کریم جس کی تجھ

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا

خبر نہیں تو ان کا نبی نامت مان بھی تک پھر آتا ہے تم کو میں تلاوت کا تم کو جو

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تم کرتے تھے درجہ لوگ یقین درجے کا

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ

ہم ان کو داخل کریں گے نیک لوگوں میں ایک لوگ ہیں کہ جتنے ہیں

أَمَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةً لِلنَّاسِ

یقین لائے ہم اللہ پھر جب اس کو ایذا پہنچے اللہ کی راہ میں

كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ

براہم اللہ کے عذاب کی اور اگر آئیے مدد تیرے رب کی طرف سے تو کہیں

إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۖ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ

ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (تھے) کیا نہیں کہ اللہ خوب خبر دار ہے وہ پتہ دیکھوں میں

الْعَالَمِينَ ۝ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ

جہاں والوں کے اور بتے معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں وابستہ معلوم کرے گا

الْمُنَافِقِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا

جو لوگ دغا باز ہیں اور کہنے لگے منکر ایمان والے

♦ **ماں باپ سے حسن سلوک** | یعنی تمام کائنات میں ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں جو خدا کی شریک ہو سکے۔ پھر اس کی خبر کسی کو کہاں سے سوتی۔ جو لوگ شرکاً بٹھراتے ہیں محض جابلانہ اوہام اور بے سند خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔ وقوع کی خبر انہیں کچھ بھی نہیں۔

♦ **معصیت میں ماں باپ کی اطاعت کی ممانعت** | دنیا میں ماں باپ سے زیادہ حق کسی کا نہیں۔ پر اللہ کا حق ان سے زیادہ ہے۔ اس کی خاطر دین نہ چھوڑے۔ (موضح) حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ نے جو شرک تھی بیٹے کے اسلام کی خبر سن کر عہد کیا کہ دائہ پانی کچھ نہ پکھوسں نہ چھت کے نیچے آرام کروں گی، تاہنیکہ سعد (مؤلف اللہ) سلام سے نہ پھر جانے چنانچہ کھانا پینا ترک کر دیا اور بالکل مذہب ہو گئی۔ لوگ زبردستی مسیحی کر رہا تھا پانی دیتے تھے۔ اس پر یہ بات نازل ہوئی۔ گویا بتا دیا کہ والدین کا اس طرح خلاف حق پر مجبور کرنا یہ بھی ایک اہم امتحان ہے، چاہئے کہ مومن کے پاسے ثابت دل و غرض نہ ہو۔

♦ **یعنی سب کو عداوت میں حاضر ہونا ہے اس وقت بتا دیا جائے گا کہ** او اور والدین میں سے کس کی زیادتی تھی اور کون حق پر تھا۔

♦ **نیک اور اذکار انعم** | یعنی جو اس قسم کی زبردستی رکاوٹوں کے باوجود بھی ایمان اور نیکی کی راہ پر قائم رہے حق تعالیٰ ان کا حشر اپنے خاص نیک بندوں میں کرے گا۔ ان کثیر لکھتے ہیں یعنی اور دے اگر ناحق بات میں والدین کا کہنا نہ مانا اور والدین ناحق پر قائم رہے تو اذکار کا حشر صاحبین کے رمرہ میں ہوگا، ان والدین کے زمرہ میں نہ ہوگا گو طبعی ونسبی تعلقات کی بنا پر وہ اس سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ معلوم ہوا "المرء مع من احب" میں حب دینی مراد ہے، حب طبی مراد نہیں۔

♦ **ضعیف اور ایمان لوگوں کی حاست** | یہ ان دلوں کا تر ہے جو زبان سے اپنے کو مومن کہتے تھے۔ مگر دلوں میں ایمان راسخ نہیں تھا۔ ان کو جہاں اللہ کے راستہ میں کوئی تکلیف پہنچی یا دین کی وجہ سے لوگوں نے ستیا تو اس آزمائش کو خدا کی عذاب سمجھنے لگے۔ جس طرح آدمی مذہب الہی سے گھبر کر جان بچانا چاہتا اور اپنے پہلے دعووں سے دستبردار رہنے لگتا ہے اور ناچاراً اعتراف کرتا ہے کہ میں غلطی پر تھا، یہی حال ان ضعیف القلوب کا ہے۔ جہاں دین کے معاملہ میں کوئی سختی پہنچی بس گھبرا کر دعویٰ ایمان سے دستبردار ہون شروع کر دیا اور زبان سے یہ عمل سے گویا اقرار کرنے لگے کہ ہم اس دعوے میں غلطی پر تھے یا ایسا دعویٰ کیا ہی نہ تھا۔

♦ **یعنی اگر مسلمانوں کی کوئی کامیابی اور عروج دیکھیں تو باتیں بنائے لگیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے اور اب بھی تمہارے اسلامی بھائی ہیں۔ خصوصاً اگر مسلمانوں کو فتح ہو اور فرض کیجئے یہ لوگ کفار کا ساتھ دیتے ہوئے ان کے ہاتھ میں قید ہو جائیں، پھر تو نفاق و تملق کی کوئی حد نہ رہے۔**

♦ **اللہ دلوں کے حال جانتا ہے** | یعنی جیسے کچھ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اللہ کو سب معلوم ہے۔ کیا زبانی دعوے کر کے اللہ سے اپنے دلوں کا حال چھپا سکتے ہیں؟

♦ **اعمال سے مومن و منافق کی پہچان** | یعنی معلوم تو اسے پہلے ہی سے سب کچھ ہے لیکن اب تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ لے گا کہ کون اپنے کو سچے مومن ثابت کرتا ہے و کون جھوٹا دانا باز منافق ہے۔ تنبیہ اس قسم کے مواضع میں "یغفلن اللہ" کے معنی "لیبرین اللہ" کے یزنا بن عباس سے منقول ہے کما فی تفسیر اس کثیر۔

اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ

تم چلو ہماری راہ اور ہم اٹھائیں تمہارے گناہ اور وہ کچھ نہ اٹھائیں گے

مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مَنْ شَيْءٌ إِنَّهُمْ لَكَذِبُونَ ۝۱۳ وَلَيَحْمِلُنَّ

ان کے گناہ سے شک وہ جھوٹے ہیں اور ہوتا اٹھائیں گے

أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَّعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ

اپنے بوجھ اور کتنے بوجھ ساتھ اپنے بوجھ کے اور ہستان سے پوچھے ہوں

الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝۱۴ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا

قیامت کے دن جو باتیں کہ جھوٹ بناتے تھے اور ہم نے بھیجا نوح کو

إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا

اس کی قوم کے پاس پھر وہاں میں ہزار برس پس اس برس کم

فَاخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝۱۵ فَأَنْجَيْنَاهُ وَ

پھر کچھ ان کو طوفان نے اور وہ گنہگار تھے پھر بچا دیا ہم نے اس کو

أَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝۱۶ وَأَبْرَاهِيمَ

جہاز والوں کو اور رکھا ہم نے جہاز کو نشانی جہان والوں کے واسطے اور ابراہیم کو

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

جب کہا اس نے اپنی قوم کو بندگی کرو اللہ کی اور ڈرتے رہو اس سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۱۷ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اگر تم سمجھ رکھتے ہو تم تو بوجھے ہو اللہ کے سوا

یعنی مسلمان کو چاہئے ایمان پر مضبوط رہے، نہ کوئی تکلیف دینا، دہی اس کو طریق استقامت سے ہٹا سکے اور نہ کفار کی اتحاد نہ استقامت سے متاثر ہو، مثلاً کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر اپنی برادری میں آلو اور ہماری راہ پر چلو، تمام تکلیفوں اور ایذاؤں سے بچ جاؤ گئے مفت میں کیوں مصیبتیں جھیل رہے ہو۔ اور اگر ایسا کرنے میں گناہ سمجھتے اور مواخذہ کا اندیشہ رکھتے ہو تو خدا کے ہاں بھی ہمارا نام لے دینا کہ انہوں نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا۔ اگر ایسی صورت پیش آئی تو ساری ذمہ داری ہم اٹھالیں گے، اور تمہارے گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھ لیں گے۔

کما قال الشاعر۔ تو مشق ناز کر خون دود لم میری گردن پر۔

مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داری | یعنی جھوٹے ہیں، تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کر سکتے۔

ہاں اپنا بوجھ بھاری کر رہے ہیں۔ ایک تو ان کے ذاتی گناہوں کا بار تھا، اب دوسروں کے اغواء و اضلال کے بار نے اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ”کوئی چاہے کہ رفاقت کر کے کسی کے گناہ اپنے اوپر لے لے، یہ نہیں ہو گا۔ مگر جس کو گمراہ کیا اور اس کے بہکائے سے اس نے گناہ کیا وہ گناہ اس پر بھی اور اس پر بھی۔“ (موضح) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو (ناحق) قتل کرے، اس کے گناہ کا حصہ آدم کے پیسے بیٹے (قاتل) کو پہنچتا ہے جس نے اول یہ بری رو نکالی۔

یعنی جو جھوٹی باتیں بتاتے ہیں کہ ہم تمہارا بوجھ اٹھالیں گے، یہ خود مستقل گناہ ہے جس پر ماخوذ ہوں گے۔ آگے چند قصص کے ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ بچوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سے جھوٹے اغواء اور شرارت کرتے رہے ہیں اور بچوں کو مدتوں تک امتحان و ابتلاء کے دور میں سے گزرنا پڑا ہے۔ مگر آخری نتیجہ انہی کے حق میں بہتر ہوا، منکر اور شریر لوگ خائب و خاسر رہے بچے کامیاب و سر بلند ہوئے۔ اشیاء کے تمام مکائد تار عنکبوت سے زیادہ ثابت نہ ہوئے۔

حضرت نوحؑ کی عمر ۹۵۰ سال | ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ساڑھے نو سو برس دعوت و تبلیغ اور سعی و اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا، طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

یعنی جب گناہوں اور شرارتوں سے باز نہ آئے تو طوفان نے سب کو گھیر لیا۔ بجز چند نفوس کے سب ہلاک ہو گئے۔

یعنی جو آدمی یا جانور جہاز پر سوار تھے ان کو نوح علیہ السلام کی معیت میں ہم نے محفوظ رکھا۔ سورہ ”ہود“ میں یہ قصہ مفصل گزر چکا۔

کشتی نوح نشان عبرت ہے | کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کا جہاز مدت دراز تک ”جودی“ پر لگا رہا تا دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہو اور اب جو جہاز اور کشتیاں موجود ہیں یہ بھی ایک نشانی ہے جسے دیکھ کر سفینہ نوحؑ کی یاد تازہ ہوتی اور قدرت الہی کا نمونہ نظر آتا ہے۔ یا شاید یہ مراد ہو کہ کشتی کے اس قصہ کو ہم نے ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”جس وقت یہ سورت اتری ہے حضرت کے بہت سے اصحاب کافروں کی ایذاؤں سے تنگ آ کر جہاز پر سوار ہو کر ملک حبشہ کی طرف گئے تھے، جب حضرت مدینہ ہجرت کر آئے تب وہ جہاز والے صحابہ بھی سلامتی سے آئے۔“ (موضح حنفیہ بیسیر) گویا نوح و سفینہ نوحؑ کی تاریخ اس رنگ میں دہرائی گئی۔

أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ أَفْكَارًا ۖ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ

یہی بتوں کے تھان اور بناتے ہو جہاں باتیں ہے شک جن کو تم پوجتے ہو

دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ

اللہ کے سوا وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے ساقم و احمد و اللہ کے یہاں

الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

روزی اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے

وَأَنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى

اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو جھٹل چکے ہیں بہت فرقے تم سے پہلے اور رسول کا

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ

ذرتوں میں یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر کیا دیکھتے نہیں کیا کر

يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۖ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى

شروع کرتا ہے اللہ پیدائش کو پھر اس کو دہرائے گا یہ اللہ ہی

اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ

آسان ہے کہہ ملک میں پھرو پھر دیکھو کیا کر

بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۖ إِنَّ

شروع کیا ہے پیدائش کو پھر اللہ اٹھائے گا پھیلا انھیں ہے

اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ

اللہ ہر چیز کر سکتا ہے دکھ (عذاب) دے گا جس کو چاہے

جھوٹے اوبام کی پیروی | معنی جھوٹے عقیدے۔ تراشتے۔ اور جھوٹے خیالات اور وہام کی
پیروی کرتے ہو، چنانچہ اپنے ہاتھوں سے یہ بت بنا کر کھڑے کر رہے ہیں۔ جنہیں جھوٹا سوٹ خدا
نہنے لگے

روزئی اللہ کے پاس ہے | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ”کثر خلق روزئی کے پیچھے ایمان
آتی ہے۔ سو جان رکھو کہ اللہ کے سوا روزئی کوئی نہیں دیتا وہ ہی دیتا ہے۔ اپنی خوشی کے موافق۔“ لہذا
اس کے شکر گزار سوا کسی کی بندگی کرو۔ وہیں تم کو موت کر جائے، آخر اس وقت کیا منہ دکھاؤ گے۔

رسول کے ذمے صرف پیغام دینا ہے | یعنی جہنم نے سے میرے کچھ نہیں بگڑتا، میں صاف
صاف تبلیغ و بصیرت کر کے پناہ فرض داکر چکا، بھلا برا سمجھا چکا، نہ، نو گئے نقصان اٹھاؤ گے جیسے ”عاد“ و
”ثمود“ وغیرہ تم سے پہلے اٹھا چکے ہیں۔

اپنی ذات میں غور کرو | یعنی خود اپنی ذات میں غور کرو، پہلے تم کچھ نہ سمجھتے تھے، اللہ نے تم کو پیدا کیا
اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ ”شروع تو دیکھتے ہو،
”ہرانا سی سے سمجھ لو۔“

یعنی اللہ کے نزدیک تو کوئی چیز بھی مکمل نہیں۔ البتہ تمہارا سمجھنے کی بات ہے کہ جس نے بدون نمونہ
کے دل ایک چیز کو بنایا مومن تو مومن ہونے کے بعد بنانا تو اور زیادہ آسان ہونا چاہئے۔

زمین میں چل پھر کر دیکھو | یعنی اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو
اور چل پھر کر دیکھو کہ کیسی مخلوق خدا نے پیدا کی ہے۔ اسی پر دوسری زندگی کو قیاس کرو۔ اس کی
قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہوگئی۔

وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَالْبَیْهَ تُقْلِبُونَ ﴿۷﴾ وَمَا أَنْتُمْ

اور رحم کرے گا جس پر چاہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے اور تم

بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

عاجز کرنے والے نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں اور کوئی نہیں تہہ را

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۸﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اللہ سے ورے حمایتی اور نہ مددگار اور جو لوگ منکر ہوئے

بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَكْسِبُونَ مَن رَّحِمَتِي وَ

اللہ کی باتوں سے اور اس کے ملنے سے وہ ناکامید ہوئے میری رحمت سے اور

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۹﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ

ان کے لیے دردناک عذاب ہے پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا

إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنْ

مکر یہی کہ بولے اس کو مار ڈالو یا جلا دو پھر اس کو بچا دیا اللہ نے

النَّارِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَ

آگ سے اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں اور براہیم بولا

إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ

جو ٹھہرائے ہیں تم نے اللہ کے سوا بتوں کے تھان سوداگی (آپس کی دوستی سے)

بَيْنَكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُ

کر کر آپس میں دنیا کی زندگی میں پھر دن قیامت کے مکر ہو جاؤ گے

یعنی دوبارہ پیدا کر کے جسے اپنی حکمت کے موافق چاہے گا سزا دے گا اور جس پر چاہے گا اپنے فضل و کرم سے مہربانی فرمائے گا۔

خدا کے مجرم کیلئے کوئی پناہ نہیں | یعنی جس کو اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے وہ نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر رزات بچ سکتا ہے نہ آسمان میں اڑ کر، کوئی بلندی یا پستی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتی نہ کوئی طاقت اس کی حمایت اور مدد کو پہنچ سکتی ہے۔

کفار کی اللہ کی رحمت سے مایوسی | یعنی جنہوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کر دیا اور اس سے ملنے کی امید نہیں رکھی (کیونکہ وہ بحث بعد الموت کے قائل ہی نہ ہوئے) انہیں رحمت الہی کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔ لہذا وہ آخرت میں بھی محروم و مایوس ہی رہیں گے۔ یہ کو یا "مُسْکٰنِ بَرْحٰوُ الْفَقَاءِ" اللہ فانی احل للہ لا یت "کا مطلب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے زندہ جلانے کا فیصلہ | یعنی ابراہیمؑ کی تمام معقول باتیں اور دلائل و براہین سن کر جب ان کے ہم قوم جو ب سے عاجز ہوئے تو قوت کے استعمال پر اتر آئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ یا تو قتل کر کے ایک دم ان کا قصہ ہی تمام کر دو اور یا آگ میں جد و شایہ تکلیف محسوس کر کے اپنی باتوں سے باز آ جائے تو نکال لیں گے ورنہ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ جائے گا۔ یعنی انہوں نے مشورہ کر کے آگ میں ڈال دیا، مگر حق تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا بنا دیا۔ جیسا کہ سورہ "نبیاء" میں مفصل ذکر چلا ہے۔

یعنی اس واقعہ سے سمجھ دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سچے بندوں کو کس طرح بچا لیتا ہے۔ اور مخالفین حق کو کس طرح غائب و نہر کرتا ہے۔ مزید معصوم ہوا کہ ہر چیز کی تاثیر اس کے حکم سے ہے جب حکم نہ ہو تو آگ جیسی چیز جلانہیں سکتی۔

یعنی آگ سے نکل کر پھر نصیحت شروع کر دی۔

بت پرستی کی اصل غرض و غایت | یعنی بت پرستی کو کون عظیمہ جائز رکھ سکتا ہے، بت پرست بھی دل میں جانتے ہیں کہ یہ نہایت بھل حرکت ہے۔ مگر شیرازہ قومی کو جمع رکھنے کے لئے ایک مذہب ظہر یا ہے کہ ان کے نام پر تمام قوم متحد و متفق رہے اور ایک دوسرے کے دوست بنے رہیں، جیسا کہ آج کل ہم یورپ کی عیسائی قوموں کا حال دیکھتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بت پرستی کا شیوع و رواج اس بنا پر نہیں ہوا کہ وہ کوئی معقول چیز ہے بلکہ اندھی تقلید، قومی مرآت و لحاظ اور تعلقات باہمی کا، باؤ اس کا بڑا سبب ہے۔ یا یہ غرض ہو کہ بت پرستی کی اصل جڑ آپس کی محبت اور دوستی تھی۔ ایک قوم میں چھ ٹیپ آدمی جنہیں لوگ محبوب رکھتے تھے انتقال کر گئے۔ لوگوں نے جوش محبت میں ان کی تصویریں بنا کر بطور یادگار رکھ لیں پھر تصویروں کی تعظیم کرنے لگے۔ وہی تعظیم بڑھتے بڑھتے عبادت بن گئی۔ یہ سب احتمالات آیت میں مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ اور ممکن ہے "مَوْفِدٌ بَنَسْکُمْ" سے بت پرستوں کی اپنے بتوں سے جو محبت ہے وہ مراد ہو جیسا کہ دوسری جگہ "اِنْدَازِ اَیْجُوْنِہُمْ کَخُوبِ اللّٰہُ" فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيُلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَمَا أُولَٰئِكَ

ایک سے ایک اور لعنت کرو گے ایک کو ایک اور ٹھکانا تمہارا

النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ﴿۱۵﴾ فَأَمِّنْ لَهُ لُوطٌ

نہ ہے اور کوئی نہیں تمہارا مددگار ﴿۱۵﴾ پھر میں لیا اس کو لوط نے

وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ

سرور (ابرہیم) ہوا میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف ہے شک وہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿۱۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا

حکمت والا ﴿۱۶﴾ اور دیا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب اور رکھ دی

فِي ذُرِّيَّتِهِ النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَأَتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي

اس کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب ﴿۱۷﴾ اور دیا ہم نے اس کو اس کا ثواب

الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۸﴾ وَ

دنیا میں اور وہ آخرت میں البتہ نیکوں سے ہے ﴿۱۸﴾ اور

لُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ

بھیجی لوط کو جب کہا اپنی قوم کو تم آتے ہو بے حیائی کے کام پر

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۹﴾ أَيْنَكُمْ

تم سے پہلے نہیں کیا وہ کسی نے جہان میں کیا تم

لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۚ وَتَأْتُونَ

دوڑتے ہو مردوں پر اور راہ کاٹتے ہو اور کرتے ہو

آخرت میں مشرکین اور شرکاء کی ایک دوسرے پر لعنت یعنی یہ سب دوستیاں اور محبتیں چند روزہ ہیں۔ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بنو گئے اور بعض بعض کو لعنت کر دے گئے۔ حضرت شاد صاحب لکھتے ہیں ”یعنی وہ شیطان جن کے نام کے تھان ہیں اللہ کے روبرو منکر ہوں گے کہ ہم نے نہیں کہا کہ ہم کو پوچھو۔ تب یہ پوچھنے والے ان کو لعنت کریں گے کہ ہماری نذر دنیا زلے کردنت پر پھر گئے۔“ (موضح)

جو دوزخ کی آگ سے تم کو بچالے جیسے میرے پروردگار نے تمہاری آگ سے مجھ کو بچالیا۔

حضرت لوطؑ کا ایمان اور ہجرت | حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے کسی مرد نے نہ مانا۔ البتہ لوطؑ نے فوراً بلا توقف تصدیق کی۔ دونوں کا وطن ”عراق“ میں شہر بابل تھا۔ خدا کے توکل پر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اللہ نے ملک شام میں پہنچا کر بسایا۔ (تنبیہ) ”وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ الْخ“ میں دونوں احتمال ہیں۔ قائل ابراہیم ہوں یا لوط علیہما السلام۔

یعنی اسحاقؑ بیٹا اور یعقوبؑ پوتا دیا۔ جن کی نسل ”بنی اسرائیل“ کہلاتی ہے۔

اولاد ابراہیمؑ میں دائمی نبوت | یعنی حضرت ابراہیمؑ کے بعد ہجران کی اولاد کے کسی کو کتاب آسمانی اور پیغمبری نہ دی جائے گی۔ چنانچہ جس قدر انبیاء اس کے بعد تشریف لائے ان ہی کی ذریت سے تھے۔ اسی لئے ان کو ”ابوالانبیاء“ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ پر دنیا اور آخرت کے انعامات | یعنی دنیا میں حق تعالیٰ نے مال، اولاد، عزت اور ہمیشہ کا نام نیک دیا، اور ملک شام ہمیشہ کے لئے ان کی واد کو بخش۔ (کذا فی موضح) اور آخرت میں اعلیٰ درجہ کے صالحین کی جماعت میں (جو انبیاء اولوالعزم کی جماعت ہے) شامل رکھا۔

حضرت لوطؑ کی قوم کو نصیحت | یعنی یہ فعل شنیع تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہ ہی اس کی دلیل ہے کہ فطرت انسانی اس سے نفور ہے۔ ایسے خلاف فطرت و شریعت کام کی بنیاد تم نے ڈالی۔

راہ مارنے سے مراد ممکن ہے ڈاکہ زنی ہو، یہ بھی ان میں رائج ہوگی، یا اسی بدکاری سے مسافروں کی راہ مارتے تھے کہ ڈاکہ مارے اس طرف ہو کر نہ نکلیں یا ”تَنقِطُفُونَ السَّبِيلَ“ کا مطلب یہ ہو کہ فطری اور مقدار راستہ کو چھوڑ کر تواتر متنازل کا سلسلہ منقطع کر رہے تھے۔

فِي نَادِيكُمْ الْمُنْكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ

پہلی مجلس میں برا کام پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی تو سکا

إِلَّا أَنْ قَالُوا اتُّبِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ

مگر یہی کہ بولے لے آہم پر عذاب اللہ کا اُتوے

الصَّادِقِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ

سچے اے رب میری مدد کر بولا

الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ

لوگوں پر اور جب پہنچے ابراہیم کے پاس

بِالْبُشْرَى قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ

خوش خبری لے کر بولے ہم کو غارت کرنا ہے اس قریہ والوں کو

إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَ إِنْ فِيهَا لُوطًا

بے شک اس کے لوگ ہوں یہ ہیں گنہگار بولا میں تو لوٹ بھی ہے

قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا لَنَنْجِيَنَّهُ وَأَهْلَهُ

وہ بولے ہم کو خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے ہم ہی میں گئے اس کو اور اس کے گھر والوں کو

إِلَّا امْرَأَتَهُ زَكَاتٌ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٤﴾ وَلَمَّا أَنْ

مگر اس کی عورت کو رہ جانے والوں میں کر رہے اور جب

قوم کی علانیہ بے حیائی شدید یہی بدکاری عدنیہ لوگوں کے سامنے کرتے ہوں گے، اس بات کی شرم نہ رہی تھی یہ کچھ اور ٹھنڈے اور چھپڑ اور بے شرمی کی باتیں کرتے ہوں گے۔

حضرت لوط سے قوم کا استہزاء یعنی اگر تم سچے نبی ہو اور واقعی سچ کہتے ہو کہ ہمارے یہ کام خراب اور مستوجب عذاب ہیں

تو دیکھ لے آئیے۔ دوسری جگہ فرمایا: ”وَمَا تَكُنْ جَوَابَ قَوْمٍ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخُوهُمْ مَنْ قُورَيْتَكُمْ أَنْتُمْ
 أَنْتُمْ يَنْظُرُونَ“ (اعراف۔ رکوع ۱۰) یعنی ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ موط کے گھرانے کو اپنی ہستی سے نکال باہر کرو۔ یہ بڑے
 پاک بننا چاہتے ہیں۔ شاید قوم میں سے بعض نے یہ بعض نے وہ جواب دیا ہوگا، ایک وقت میں ایک بات اور دوسرے میں دوسری
 کہی ہوگی۔ مثلاً اولیٰ عذاب کی دھمکیوں کا مذاق ڈالنا، پھر آخری فیصلہ یہ کیا ہوگا، کہ انہیں ہستی سے نکال دیا جائے بہر حال ثابت ہو گیا
 کہ وہ قوم نہ صرف اس فعل شنیع کی مرتکب و رہنما تھی، بلکہ اس کے جاری رکھنے پر اس قدر اصرار تھا کہ نصیحت کرنے والے پیغمبر کو اپنی
 ہستی سے نکالنے پر تیار ہو گئے۔ ان کی فطرت اور طبیعت اس قدر مسخ ہو چکی تھیں کہ خوف خدا کا کوئی شائبہ دلوں میں باقی نہ رہا تھا۔
 یہ سب کی دھمکیوں کا مذاق اڑاتے تھے اور پیغمبر کے مقابلہ پر آمادہ تھے۔ جرم کی یہی نوعیت ان کے ہلاک کرنے کے لئے کافی تھی۔
 اور ان کے ساتھ توحید کے بھی قائل نہ تھے تو کزوار یرانیم چڑھا سمجھئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ توحید کی دعوت حضرت ابراہیم کی
 طرف سے شتم، تو کر پچی چکی سوئے۔ اس سے موط علیہ السلام خاص اسی فعل شنیع سے روکنے پر آمادہ ہوئے۔ اور ممکن ہے انہوں نے
 توحید و مہدی کی دعوت بھی دی ہو۔ مگر اس کو یہ ہاں نقل نہیں کر دیا۔ واللہ اعلم۔

❖ حضرت لوط کی بددعا۔ یہ سن کی طرف سے، یوں ہو کر فرمایا، شاید سمجھ گئے ہوں گے کہ ان کی آئندہ نسلیں بھی درست ہونے
 والی نہیں۔ وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گی جیسے وہ عیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ”اَنْكَ اَنْ تَلِدُوهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا
 يَلِدُوْا اِلَّا فَجُوْرًا كَهَؤُلَاءِ“ (نوح۔ رکوع ۳۲) کہ اقبال الیسا سو رہی فی تفسیر۔

❖ بشارت اور عذاب دینے والے فرشتے۔ اوطیہ السلام کی دعا پر فرشتوں کو اس ہستی کے تباہ کرنے کا حکم ہوا فرشتے اول
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے ان کو پہلے میں بیٹے کی بشارت سنائی اور، دعا دی کہ ہم اس ہستی (سدوم) کو تباہ
 و برباد کرنے کے لئے جارہے ہیں۔ یہ کہہ کر ان کے لوگ کسی طرح اپنی حرکات ثنیہ سے باز نہیں آتے۔ ان واقعات کی تفصیل سورۃ
 اعراف، ہود اور حجر وغیرہ میں گزر چکی ہے۔ یہاں شاید ہلاکت کی خبر کے ساتھ بیٹے کی بشارت دینے کا مطلب یہ ہو کہ ایک قوم
 سے اگر خدا کی زمین خالی کی جائے تو دوسری طرف حق تعالیٰ ایک عظیم الشان قوم ”بنی اسرائیل“ کی بنیاد ڈالنے والا ہے۔
 وہ عیہ العلامة الیسا سو رہی فی تفسیر۔

❖ حضرت ابراہیم کا حضرت لوط کے بارے میں اندیشہ۔ یعنی کیا موط کی موجودگی میں ہستی کو تباہ کیا جائے گا؟ یا انہیں
 وہاں سے بچھڑا کر دے گا۔ کی کارروائی میں آئی جائے گی؟ غالباً حضرت ابراہیم کو درپاہ شفقت خیال آیا کہ لوط کی آنکھوں
 سے یہ آئینہ تازہ ہوئی تو عجب نہیں کہ عذاب کا دوا سے منظر دیکھنے سے وحشت اور گھبراہٹ ہو، فرشتوں نے اپنے کلام میں
 کوئی اتنا دیکھا تھا۔ اس سے ان کے دہن میں یہ ہی شق آئی ہوگی کہ موط کی موجودگی میں کارروائی کریں گے۔ واللہ اعلم۔

❖ فرشتوں کا جواب۔ یعنی فرشتوں نے طہینان دلایا کہ ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں اور جو ان میں خدا کے مجرم
 ہیں۔ تمہا لوط نہیں، بلکہ سب کے گھر والوں کو بھی کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ سب کو عذاب کے موقع سے بچھڑا کر لیں گے صرف اس کی ایک
 عورت وہاں رہ جائے گی۔ یہ تو خدا پر بھی عذاب آتا ہے۔

جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سَيِّئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَ

پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس ناخوش ہوا ان کو دیکھ کر اور تنگ ہوا اس میں

قَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ تَرَانَا مُنْجُوكَ وَ أَهْلَكَ

اور وہ بولے مت ڈر اور غم نہ کھا ہم بچائیں گے تجھ کو اور تیرے گھر کو

إِلَّا أَمْرًا نَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَٰ

مگر عورت تیری رہ گئی رہ جانے والوں میں ہم کو اتار دیتی ہے اس

أَهْلٍ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا

بہشتی دلوں پر ایک آفت آسمان سے اس بات پر کہ وہ

يَفْسُقُونَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ

نا فرمان ہو رہے تھے اور چھوڑ (باقی) رکھ ہم نے اس کا نشان نظر آتا ہوا سمجھ دار لوگوں

يَعْقِلُونَ ﴿۳۵﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ

کے واسطے در بھیجا مدین (مدین والوں) کے پاس ان کے بھائی شعیب کو

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا

پھر بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی اور توقع رکھو پچھلے دن کی اور

تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ

مت پھر زمین میں خرابی پجاتے پھر اس کو جھٹلایا تو پکڑ لیا تو

الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جُثَثِينَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَثَمُودًا

زڑے (بھونچل) نے پھر صبح کو وہ گئے بنے گھروں میں اونڈھے پڑے اور ہاک کیا ہوا اور ثمود کو

حضرت لوطؑ کے مہمان فرشتے | فرشتے نہایت حسین و جمیل مردوں کی شکل میں وہاں پہنچے۔ حضرت لوطؑ نے اول بچپنا نہیں۔ بہت تنگدل اور ناخوش ہوئے کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھ سے کس طرح بچاؤں گا۔ مگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو اخلاق و مروت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ ٹھہراتا ہوں تو اس بدکار قوم سے آبرو کس طرح محفوظ رہے گی۔

یعنی اپنی قوم کی شرارت سے ڈر پے مت۔ یہ کچھ نہیں کر سکتی اور ہمارے بچوؤ کے لئے غمگین نہ ہو ہم آدمی نہیں، فرشتے ہیں، جو تجھ کو اور تیرے ہم مشرب گھر والوں کو بچا کر اس قوم کو غارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ گزر چکا۔

قوم لوطؑ کی تباہی کے نشانات | یعنی ان کی الٹی ہوئی بستیوں کے نشان مہ والوں کو ملک شام کے سرزمین دکھائی دیتے تھے۔

یعنی آخرت کی طرف سے غافل نہ ہو۔ اکیلے خدا کے واحد کی پرستش کرو۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کو نصیحت | خرابی بچانے سے شاید مراد ہے بین دین میں دعا بازی کرنا، سودہ لگانا، جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ اور ممکن ہے رہزنی بھی کرتے ہوں۔ وقیل غیر ذلک

وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسْكِنِهِمْ تَفَوُّزٌ لَّهُمْ

اور تم پر حال کھل چکا ہے ان کے گھروں سے ♦ اور فریفتہ کیا ان کو

الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَ

شیطان نے ان کے کاموں پر پھر روک دیا ان کو راد سے

كَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ۝۳۸ وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَ

تھے ہر شہید ♦ اور ہلاک کیا قارون اور فرعون

هَامَانَ تَفَوُّزٌ لَّهُمْ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ

ہامان کو اور ان کے پاس پہنچا موسیٰ کھلی نشانیں لے کر

فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ۝۳۹

پھر بڑائی کرنے لگے ملک میں اور نہیں تھے ہم سے جیت والے ♦

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذُنُبِهِ ۖ فَمِنْهُمْ مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ

پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر ♦ کہ اس کو ہم نے جیجا

حَاصِبًا ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّبِيحَةُ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پتھر اوڑھ لیا ♦ اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑا چنگھاڑنے ♦ اور کوئی تھا کہ اس کو

خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ ۖ وَمِنْهُمْ مَّنْ أَغْرَقْنَا ۖ وَمَا

دھنسا دیا ہم نے زمین میں ♦ اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبو دیا ہم نے ♦ اور

كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ

اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے پر تھے وہ اپنا آپ ہی

یعنی ان کی بستیوں کے ٹکڑے تم دیکھ چکے ہو ان سے عبرت حاصل کرو۔

یعنی دنیا کے کام میں ہتھیار تھے اور اپنے نزدیک عقلمند تھے پر شیطان کے بہکائے سے نہ بچ سکے۔

ان قوموں کے غرور کا انجام | یعنی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی حق کے سامنے جھکے اور کبر و غرور نے ان کی گردن نیچے نہ ہونے دی۔ پھر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا بڑے بن کر سزا سے بچ گئے؟ یا العباد باللہ خدا کو تھکا دیا۔

یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی گئی۔

یہ قوم لوٹا ہے اور بعض نے ”عاد“ کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

یہ ”ثمود“ تھے اور اہل مدین بھی۔

یعنی قارون کو جیسا کہ سورہ قصص میں گذرا۔

یہ فرعون و ہامان ہوئے اور بعض نے قوم نوح کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

يُظْلِمُونَ ﴿۳۰﴾ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ

براکرتے ♦ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے پکڑے اللہ کو

اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ إِتَّخَذَتْ بِئْتًا

چھوڑ کر اور حمایتی جیسے مکڑی کی مثال بنالیا اس نے ایک گھر

وَأَنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ مَلُوكَانُوا

اور سب گھروں میں ہودا سوکڑی کا گھر اگر ان کو

يَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ

سمجھ ہوتی ♦ اللہ جانتا ہے جس جس کو وہ پکارتے ہیں

دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۳۲﴾

اس کے دا ♦ کوئی چیز ہو ♦ اور وہ زبردست ہے عکمتوں والا

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا

اور یہ مثالیں بٹھلاتے (چسپاں کرتے) ہیں ہم لوگوں کے واسطے اور ان کو سمجھتے وہی ہیں

إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿۳۳﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

جن کو سمجھ ہے ♦ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین

بِالْحَقِّ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۴﴾

جیسے چائیس ♦ اس میں نشانی ہے یقین لانے والوں کے لیے

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ کوئی نا انسانی یا بے موقع کام کرے، اس کی بارگاہِ عیوب و نقائص سے ہلکی مبرا و منزہ ہے۔ ظلم تو وہاں متصور ہی نہیں، ہاں بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، یعنی ایسے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ لامحالہ ان کے حق میں برا ہو۔

♦ مشرکین کی مثال مکڑی کے گھر سے | یعنی گھر اس واسطے ہے کہ جان مال کا بچاؤ ہو، نہ مکڑی کا جالا کہ دامن کے جھٹکے سے نوٹ پڑے۔ یہ ہی مثال اس کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا بچانے والا اور محافظ سمجھے، بدون مشیت الہی کچھ بچاؤ نہیں کر سکتے۔

♦ یعنی ممکن تھا سننے والا تعجب کرے کہ سب کو ایک ہی ذیل میں سمیٹ دیا کسی کو مستثنیٰ نہ کیا۔ بعض لوگ بت کو پوجتے ہیں، بعض آگ، پانی کو، بعض اولیاء انبیاء یا فرشتوں کو، سو اللہ نے فرما دیا کہ اللہ کو سب معلوم ہیں۔ اگر کوئی ایک بھی ان میں سے مستقل قدرت و اختیار رکھتا تو اللہ سب کی یک قلم نفی نہ کرتا۔

♦ یعنی اللہ کو کسی کی رفاقت نہیں چاہئے، وہ زبردست ہے، اور مشورہ نہیں چاہئے کیونکہ حکیم مطلق ہے۔

♦ اللہ کی مثالوں کو عاقل ہی سمجھتے ہیں | مشرکین کہہ جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ”مکڑی“ اور ”کھسی“ وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے جو اس کی عظمت کے منافی ہیں اس کا جواب دیا، کہ مثالیں اپنے موقع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور مثال اند پر پوری منطبق ہیں۔ مگر سمجھنا ہی اس کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں۔ جاہل بے وقوف کیا جانیں۔ مثال کا انطباق مثال دینے والے کی حیثیت پر نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ جس کی مثال ہے اس کی حیثیت کو دیکھو، اگر وہ حقیر و کمزور ہے تو تمثیل بھی ایسی ہی حقیر و کمزور چیزوں سے ہوگی۔ مثال دینے والے کی عظمت کا اس سے کیا تعلق۔

♦ یعنی نہایت حکمت سے بنایا، بیکار پیدا نہیں کیا۔

♦ مخلوقات میں مومن کیلئے نشانیاں | یعنی جب آسمان و زمین اس اکیلے نے بنادیں تو چھوٹے چھوٹے کاموں میں اسے کسی شریک یا مددگار کی کیا احتیاج ہوگی۔ ہوتی تو ان بڑے کاموں میں ہوتی۔

رموزِ اوقاف قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموزِ اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی علامات کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

○ جہاں بات پوری ہو جاتی ہے، وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گولت ہے جو بصورتِ قلم لکھی جاتی ہے اور یہ وقف نام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب تو نہیں لکھی جاتی، چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔
 یہ علامت وقف لازم ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اسکی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اُٹھو مت بیٹھو۔ جسمیں اُٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے۔ تو اُٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اُٹھو مت بیٹھو ہو جائیگا جسمیں اُٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب بخلاف ہو جائے گا۔
 ط وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی اور کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ج وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقف مجوز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرفض کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے، لیکن اگر کوئی ٹھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔

معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ط الوقف اولیٰ کا اختصار ہے، یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل قد یصلن کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ وقف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

میا سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہیے مگر سانس نہ ٹوٹے پائے۔

دقتا لے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے۔ وقفہ میں زیادہ۔

لا کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر عبارت کے اندر ہوتو ہرگز نہیں

ٹھہرنا چاہیے، آیت کے اوپر ہوتو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہیے۔ بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیے لیکن ٹھہرا جائے یا نہ

ٹھہرا جائے۔ اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ک کذلک کی علامت ہے، یعنی جو مرز پہلے ہے وہی یہاں کبھی جائے۔